بیاد:

خصوصی اشاعت

امام الشہداء شیخ الحدیث حضرت

ماہنامہ الحق

مولانا سمیع الحقؒ

تذکرہ وسوانح ،فضل وکمال، عالمانہ ومحققانہ عظمتِ شان محد ثانہ جلالت قدر، تدریسی، تقریری، اصلاحی، تصنیفی جہادی اورسیاسی کارناموں پر مشتمل علمی وتاریخی دستاویز، بالخصوص افغانستان کے چالیس سالہ جہاد مجاہدین کی سرپرستی اور طالبان کی فتوحات وانقلابات میں تاریخی کردار، اہل علم و دانش کے دلچسپ تاثرات ومشاہدات، افادات وملفوظات اور بے شمار جواہر پاروں کا حسین مجموعہ مولانا شہیدؒ کی ایمان افروز داستان حیات ، شہادت اور سفرآخرت پر نامور اہل قلم کی طرف سے خراج عقیدت ومحبت پر چار ضخیم جلدوں پر مشتمل قیمتی کاوش

مرتبین

مولانا راشد الحق سمیع
مدیر اعلیٰ مجلّہ ''الحق'' جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا عبدالقیوم حقانی
مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''القاسم'' جامعہ ابوہریرہ

''موتمر المصنفین'' جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصی اشاعت بیاد مولانا سمیع الحق شہیدؒ

(جلد دوم)

مرتبین	....	مولانا حافظ راشد الحق سمیع، مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب
زیر سرپرستی	....	حضرت مولانا انوار الحق (مہتمم حقانیہ)، مولانا حامد الحق (نائب مہتمم حقانیہ)
زیر انتظام ونگرانی	....	مولانا حافظ راشد الحق سمیع (مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''الحق'' وصدر موتمر المصنفین)
معاونت ونظر ثانی	....	مولانا محمد اسلام حقانی، مولانا حبیب اللہ شاہ حقانی، مولانا مفتی محمد فہد
کمپوزنگ	....	جناب بابر حنیف، مولانا محمد نعمان حقانی
فنی معاونت	....	مولانا اسرار مدنی، مولانا سید یوسف شاہ، مولانا اسامہ سمیع الحق
ضخامت	....	۵۶۶ صفحات
اشاعتِ اوّل	....	اکتوبر ۲۰۲۱
ای میل	....	editor_alhaq@yahoo.com
آن لائن منگوانے کیلئے	....	0923-630435 - 0315 9898998 -0333 9167789

☆☆☆

ملنے کے پتے

☆ مؤتمر المصنّفین ...... جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک (0315 9898998)

☆ القاسم اکیڈمی ...... جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ (0301 3019928)

☆ الحافظ کتب خانہ ...... سردار پلازہ، اکوڑہ خٹک (0348 8454763)

☆ مکتبہ علمیہ ...... اکوڑہ خٹک ☆ مکتبہ رشیدیہ ...... اکوڑہ خٹک، پشاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

پانچواں باب

اہل علم و دانش کی نظر میں

چھٹا باب

قومی،ملی،سماجی،سیاسی وپارلیمانی خدمات

ساتواں باب

سفرآخرت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پانچواں باب

اہل علم و دانش کی نظر میں

- ...... سراپا عظمت و عزیمت، مقبولیت و محبوبیت
- ...... سرمایۂ ملت کے نگہبان، عالمِ اسلام کی گوہر آبدار شخصیت
- ...... علم و عمل کے زرین عہد کا خاتمہ

اہل دل، اہل نظر کی صف میں تھا تو باکمال
عصر حاضر میں نہیں ملتی کوئی تیری مثال

....

تو حدیثِ مصطفٰی کا نکتہ داں و ترجماں
ملت بیضاء کا تو بے شک تھا میرِ کارواں

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ

نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم کراچی

شرفِ سبقت اور فضل وتقدم میں میرے پیش رو

دارالعلوم حقانیہ میں ''مکاتیب مشاہیر'' کی تقریب رونمائی سے

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کا فاضلانہ وعاجزانہ خطاب

اللہ اکبر! حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے اپنے بارے میں کس قدر عاجزی وانکساری سے کام لیا ہے، اس قدر عظیم المرتبت اور بلند و بالا قدآ ور شخصیت کے ناطے اور عظیم نسبتوں کے امین ہونے کے باوجود اپنے پاکیزہ نفس اور باکمال شخصیت کی نفی کس قدر متواضعانہ اور واضح الفاظ میں آپ نے پیش کی ہے، اس کی نظیر موجودہ عہد کی علمی، مذہبی و معاصر شخصیات میں نہیں ملتی۔ حالانکہ عصر حاضر میں شیخ الاسلام کا لقب آپ ہی کی باکمال شخصیت پر پوری طرح کامل جچتا وسجتا ہے اور آپ ہی اس عہد میں اس کا حقیقی مصداق ہیں، تمام علماء، ادباء اور عصر حاضر کے مختلف مکاتب فکر اور حلقوں کا اس لقب پر اجماع ہے، پھر ام المدارس دارالعلوم دیوبند نے کچھ عرصہ قبل حضرت شیخ الاسلام مدظلہ کی دارالعلوم آمد پر جو فقید المثل استقبال کیا تھا اور وہاں کے مہتمم واکابرین ومشائخ نے آپ کو جن القابات سے نوازا وہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ ہی عصر حاضر کے ''شیخ الاسلام'' ہیں۔ بڑے لوگوں کے دل ودماغ بھی اللہ تعالیٰ خاص وسعت اور اعلیٰ ظرفی سے بناتے ہیں اسی کی زندہ جاوید مثال عم محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ کی شخصیت اور ان کی یہ تقریر ہے، خود اس وقت آپ عالم اسلام میں علم وعرفان کے ساتویں آسمان پر جگمگا رہے ہیں لیکن پھر بھی آپ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو خود پر ترجیح دیتے تھے اور حضرت والد صاحبؒ جو عاجزی اور انکساری کے ایک عظیم پیکر تھے وہ بھی حضرت کو ہر معاملے میں خود سے زیادہ افضل وبرتر سمجھتے تھے، دونوں شخصیات معاصرت، چشمک وغیرہ سے کوسوں دور تھے۔ (مدیر راشد الحق)

ایک طرف میرے لئے بہت عظیم سعادت کا موقع ہے، اس کے ساتھ ساتھ مجھے اپنے دل میں بڑی شرمندگی بھی محسوس ہو رہی ہے، سعادت اس بات پر کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مبارک

موقع پر مبارک محفل میں حاضری کی توفیق عطاء فرمائی اور شرمندگی دووجہ سے ،ایک یہ کہ مجھے دارالعلوم حقانیہ میں مہمان خصوصی قرار دیا جارہا ہے اور میرے لئے ضیف اور مہمان کا لفظ بھی استعمال کیا جارہا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ میرا اپنا ادارہ ہے

حقیقت تو یہ ہے کہ میں دارالعلوم حقانیہ میں نہ پہلے مہمان تھا نہ آج مہمان ہوں، یہ میرا اپنا ادارہ ہے اور یہاں میں نے بطورِ مہمان آنا کبھی پسند نہیں کیا، اللہ مولانا عبدالحقؒ کے درجات بلند فرمائے کہ ہمیشہ اتنا پیار دیتے بلکہ اپنے ایک بیٹے کے طور پر شفقت فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ان کے خدمت میں حاضر ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور شرمندگی اس بات پر ہے کہ مجھے اس ادارے میں حاضر ہوئے اتنا طویل عرصہ گزر گیا کہ یہاں کے لوگ اب مجھے مہمان قرار دینے لگے ہیں، میں اپنی اس کوتاہی ،اپنی غلطی اور بلکہ اگر یہ کہوں کہ اپنے اس گناہ کا اقرار واعتراف کرتا ہوں، کہتے ہیں کہ مہینوں کا بلکہ سالوں کا بھٹکا ہوا بھی اگر کسی دن واپس آجائے تو اس کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے،امید ہے کہ آپ حضرات بھی مجھ سے درگزر فرمائیں گے اور اب آئندہ مجھے یہاں مہمان کی حیثیت سے نہیں بلائیں گے۔

نورِ علم کی خوشبو

اللہ تعالیٰ نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو صرف پورے ہند میں نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام میں عظیم مقام عطا فرمایا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی سنت،ان کی سیرت، ان کے اخلاق،ان کے کردار کو اپنی زندگیوں میں لانے کی توفیق عطا فرمائے) وہ اس ادارے کے بانی بھی تھے،شیخ الحدیث اور روح رواں بھی،ابھی پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد صاحب بتارہے تھے کہ سائنس بھی یہی کہتی ہے کہ آوازیں فنا نہیں ہوتیں، خلا میں محفوظ رہتی ہیں،حضرات صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ بزرگوں کے انفاسِ قدسیہ فضاؤں کے اندر محفوظ رہتی ہیں اور ان کی مہک قیامت تک باقی رہتی ہے لہٰذا اس مبارک دارالعلوم حقانیہ میں آکر ان انفاسِ قدسیہ کی مہک سے ہم جیسے بے شعور انسان بھی لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ایک نور ہے،علم کا نور اور علم کی خوشبو ہے جو حقانیہ کے در و دیوار سے مہکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے،اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے۔

مولانا سمیع الحق کو سبقت کا شرف حاصل ہے

دوسری وجہ یہ ہے کہ مجھ ناچیز سے بڑی بڑی توقعات وابستہ کی جارہی ہیں اور بڑے بڑے

القابات اختیار کئے گئے حالانکہ مولانا سمیع الحق ہر معاملے میں میرے پیش رو ہیں، وہ ہر معاملے میں مجھ پر سبقت لئے ہوئے ہیں، انہوں نے ''الحق'' جاری کیا تو اس کے بعد ''البلاغ'' جاری کیا گیا اور انہی کی اقتداء کی، یہ میرے پیش رو بھی ہیں، محسن بھی بلکہ میرے رہبر ورہنما بھی۔ ''مکاتیب'' کے حوالے سے آج پھر یہ سبقت لے گئے ہیں۔ ایک اور سبقت یہ بھی ہے کہ جو بات میں یہاں کہنا چاہتا تھا وہ انہوں نے پہلے کہہ دی اور یہ بات میرے لئے اب کہنی مشکل ہو رہی ہے انہوں نے کہا کہ آئندہ کوئی مجھے شیخ الحدیث نہ کہے اپنی تواضع کی بنا پر انہوں نے یہ بات فرمائی، میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا اور بڑے بڑے اجتماعات میں، میں نے یہ بات کہی بھی ہے کہ ''شیخ الاسلام'' کا لفظ جو بہت بڑا معزز لفظ ہے مجھ جیسے بے علم انسان کیلئے یہ لفظ استعمال کرنا اس لفظ کی توہین ہے۔ میں نے اپنے ہاں دارالعلوم میں ممانعت کی ہوئی ہے کہ کسی بھی جلسے میں، کسی تقریر میں، کسی بھی تحریر میں یہ لفظ استعمال نہ کیا جائے اگر کوئی کرتا ہے تو میں اس سے باز پرس کرتا ہوں، یہ القابات شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے لئے سجتے تھے۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے لئے سجتے تھے، ہم جیسے لوگوں کے لئے اگر یہ الفاظ استعمال کئے جائیں گے تو یہ مبتذل ہو جائیں گے اور یہ ان القابات کے اصل مصداق کی توہین ہے۔

''مکاتیب'' کی ترتیب واشاعت مستقل صنفِ تالیف ہے

یہ محفل دراصل ''مشاہیر'' کی تقریب رونمائی کے لئے منعقد ہو رہی ہے میں بہت پہلے حاضر ہونا چاہتا تھا مگر مولانا سمیع الحق سے ہمارا جو پرانا تعلق ہے بلکہ میں یہ لفظ استعمال کروں شاید حدود سے تجاوز نہ ہو کہ جو ہمارا یارانہ رہا ہے اُس دُور کی بھی تجدید ہو جائے، ذہن میں یہ نہیں تھا کہ اتنا بڑا اجتماع ہوگا اور اتنی بڑی تقریب ہوگی لیکن یہ ہر معاملے میں میرے پیش رو ہیں اور میرے رہبر ورہنما ہیں۔ انہوں نے یہ تقریب منعقد فرمائی اور یہ اعزاز مجھے بخشا کہ اتنی عظیم کتاب جو انہوں نے مرتب کی اس کی تقریب رونمائی بھی اسی موقع پر منعقد کر لی تا کہ مجھے اس سعادت میں شریک کرادیں۔

اس کتاب ''مشاہیر'' کے متعلق سب سے پہلے حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب نے مجھے مطلع کیا کہ وہ کتاب آرہی ہے حالانکہ اس سے قبل ایک مرتبہ مولانا سمیع الحق صاحب مجھ سے ذکر فرما چکے تھے کہ ''مکاتیب'' مرتب ہو رہے ہیں اور میں نے ان سے نہایت عاجزانہ درخواست کی تھی کہ خطوط مرتب کریں مگر اس میں ٹاٹ (میرے خطوط) کا کوئی پیوند نہ لگے، مرتب ہو کر کتاب آگئی اور مولانا

سمیع الحق نے کمالِ مہربانی کی کہ مجھے بھی ارسال فرمائی جس کے لئے میں شدت سے منتظر تھا یقین جانئے! کتاب کو دیکھ کر الحمد للہ مسرت وسرور، کیف اورلطف کا یہ عالم ہوا کہ میں ہمیشہ اپنی مصروفیات میں لگا رہتا ہوں، تاہم جو کتاب اچھی لگتی ہے تو اس کو سرہانے رکھ کر پڑھتا ہوں جبکہ مصروفیات میں بمشکل اتنا وقت نکلتا ہے کہ میں بشوق اس کتاب کو پڑھ سکوں لیکن جب یہ کتاب ''مشاہیر'' آئی اور سرہانے رکھی، تھوڑی سی ورق گردانی کی تو اس کتاب کو پڑھتے پڑھتے قیلولہ بھی اس کی نذر ہوگیا جسے میں اپنے لئے ''واجب'' سمجھتا ہوں، ظہر سے لے کر عصر تک کوئی اور کام نہ کرسکا اور کئی دن اسی کتاب میں ڈوبا رہا اور باقی ضروری کاموں کا خیال تک نہ آیا، یوں تو دنیا میں مکاتیب بہت مرتب کئے گئے ہیں اور ہر زبان میں مرتب ہوئے یہ مستقل صنفِ تالیف ہے، فلاں بزرگ کے مکاتیب، فلاں بزرگ کے مکاتیب لیکن وہ کسی ایک شخصیت کے متعلق ہوتے ہیں وہ شخصیت یا تو سیاسی شخصیت ہوتی ہے اس نے سیاسی انداز میں مکاتیب لکھے ہوتے ہیں یا صوفیائے کرام کے خطوط ہوتے ہیں جو تصوف کے اسرار ورموز پر مشتمل ہوتے ہیں، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے مکاتیب اسی قسم کے مکاتیب پر مشتمل ہیں جن میں تصوف کے اعلیٰ اسرار ورموز پائے جاتے ہیں۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ''تربیت السالک'' اسی انداز کے مکتوبات پر مشتمل ہے بلکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکاتیب جو ان سب کے پیش رو ہیں وہ تصوف کے اعلیٰ ترین مباحث پر مشتمل ہیں یا کوئی ادیب ہوتا ہے تو وہ اپنے ادبی ذوق کی تسکین کیلئے کسی کو خط لکھتا ہے، بعض اوقات وہ خط فرضی بھی ہوتے ہیں لیکن مقصود اس کا ادبی ذوق کی تسکین ہے جیسے مولانا آزادؒ کی کتاب ''غبارِ خاطر'' اس کا اعلیٰ ترین شاہکار ہے''۔

''مکاتیب مشاہیر'' پون صدی کی تاریخ

لیکن کم از کم ...... میرے علم اور میرے ناقص مطالعے کے اندر کسی زبان میں مثلاً فارسی، اردو، عربی، انگریزی اور دیگر جتنی زبانیں میں جانتا ہوں اسمیں کوئی ایسی کتاب مجھے یاد نہیں آرہی جس میں اتنی بڑی تعداد کے علماء، دانشور، اولیاء، صوفیاء، اہل قلم اور سیاست دانوں بلکہ مختلف الجہت لوگوں کے مکاتیب کو جمع کیا گیا ہو، میری دانست میں، میرے علم کے حد تک کوئی ایسی کتاب اس سے قبل نہیں آئی اور لوگ کہیں گے کہ اس سے فائدہ کیا؟ مولانا سمیع الحق نے جو اس کے آغاز میں پیش لفظ لکھا ہے اس کو ذرا غور سے پڑھیں اور اس کے اندر آپ کو نظر آئے گا کہ اس پیش لفظ میں مکتوبات کی تاریخ بھی ہے، مکتوبات کا مقصود اور اس سے جو نفع پڑھنے والا حاصل کرسکتا ہے اس کا بیان بھی ہے۔

تحریراورمضمون نگاری کاایک سلیقہ

الحمد للہ! یہ اعزاز مولانا سمیع الحق کو حاصل ہوا کہ انہوں نے برصغیر کے سینکڑوں بڑے مشاہیر کی تحریروں کا ایک بڑا مجموعہ اپنے خاص ذوق کے ساتھ مرتب فرمایا جس میں ہم جیسے طالب علموں کیلئے ایک سبق تو یہ ہے کہ اس سے تحریر کااورمضمون نگاری کاایک سلیقہ حاصل ہوتا ہے۔علاوہ ازیں یہ مکاتیب پون صدی کی تاریخ پر مشتمل ہیں۔سیاسی تاریخ،علمی اورادبی تاریخ،ثقافتی تاریخ اورمعاشرتی تاریخ مکاتیب سے جگہ جگہ چھلک رہی ہے اور جہاں جہاں کوئی پوشیدگی ہے تو مولانا نے اپنے تعلیقات وحواشی کے ذریعے بہت خوبصورت اورمختصرانداز میں اس کا مطلب واضح کردیاہے۔

ہر گلے رارنگ بوئے دیگراست

اس میں صرف تاریخ ہی نہیں بلکہ علمائے کرام اورزعمائے ملت کے درمیان باہمی تعلقات پر روشنی پڑے گی اوراس میں بہت بڑاسبق جس کی طرف میں اشارہ کرناچاہتاہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے اکابر علماء جن کے الحمد للہ ہم نام لیوا ہیں ان کے مذاق اورمزاج مختلف تھے بعض امور میں ان کے خیالات میں بھی اختلاف رہاہے۔ ع ہر گلے رارنگ بوئے دیگراست

اختلاف مذاق ومزاج کی پاسداری

ان مکاتیب سے یہ بھی معلوم ہوتاہے کہ باوجود اختلافِ مزاج ومذاق کے انہوں نے اس اختلافِ مزاج ومذاق کوکس طرح حدود میں رکھا اوران حدود کی کس طرح پاسداری فرمائی۔ان کے اختلافِ مزاج ومذاق اورپھراس کے حدود کے اندر رہ کر پاسداری سے بھی ہمیں زندگی میں ایک سبق حاصل ہوتاہے۔اس قدرعظیم کتاب کی تیاری پر مجھے حیرت بھی ہوتی ہے میں بے ڈھنگا آدمی ہوں، میں مولانا سمیع الحق کی طرح مکاتیب محفوظ رکھنے کا اہتمام نہ کرسکا۔آج مجھے شدید افسوس ہورہا ہے کہ اب مولانا کے جوخطوط میرے نام تھے وہ ابھی تک میرے کاغذات کے جنگل میں ہیں، میں ان کونکال نہیں پایالیکن مولانا سمیع الحق نے جس عرق ریزی کے ساتھ ان کومحفوظ رکھا،نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ ان کو تالیف فرمایا،عمدہ طورپر مرتب فرمایا،ان پر حواشی لکھے،عنوانات لگائے اورہمارے لئے معلومات کاایک بہت بڑا گلدستہ تیارفرمایا۔اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں ،ان کے علم میں ،ان کے کاموں میں برکات پیہم عطاءفرمائیں اوراس کتاب کواپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطافرمائیں۔

مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی
صدر آل انڈیا تنظیم علمائے حق نئی دہلی

علم وعمل کے ایک زریں عہد کا خاتمہ

- ...... مولانا شہیدؒ کی وفات سے علم وعمل کے ایک زریں عہد کا خاتمہ
- ...... علمی اور دینی ادارے ایک سچے اور مخلص سرپرست سے محروم
- ...... ایک وسیع النظر، نیک دِل اور ممتاز عالمِ دین
- ...... عصر حاضر کے جہاں دیدہ عالمِ دین
- ...... ملکی اور عالمی سیاسی حالات کے نبض شناس

مولانا محمد اعجاز عرفی صاحب تنظیم علمائے حق دہلی کے صدر، کئی ایک جرائد کے مدیر، اکابر علمائے دیوبند کے متعدد ضخیم سوانحات (خصوصی اشاعتوں) کے مرتب، اسلام کے داعی اور قلم وقرطاس کے حوالے سے ادیب اور ممتاز صحافی ہیں، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے خصوصی تعلق خاطر ہے۔ ذیل کا تعزیتی شذرہ اس کا شاہد عدل ہے............ (ادارہ)

جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ اور پاکستان کے مشہور عالم دین مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ناگہانی شہادت اور وفات سے علم وعمل کے ایک زریں عہد کا خاتمہ ہوگیا اور تدبر و دانشوری کی بساط لپیٹ دی گئی، ان کے انتقال سے نہ صرف پاکستان میں بلکہ پڑوسی ملک ہندوستان، افغانستان اور برصغیر کے علمی حلقوں میں بھی غم واندوہ کی لہر دوڑ گئی۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نہ صرف پاکستان اور برصغیر کے ممتاز اور نمایاں عالم دین تھے بلکہ وہ درس و تدریس کی دنیا کے بھی امام تصور کیے جاتے تھے، انھوں نے

پاکستان کی کئی نسل کی دینی اور مذہبی تعلیم وتربیت میں اپنا خون جگر صرف کیا ہے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ ۱۹۸۸ء سے دار العلوم حقانیہ کے مہتمم تھے اور جمعیت علمائے اسلام پاکستان سمیت متعدد دینی، علمی، سیاسی اور سماجی اداروں کے سربراہ اور صدر بھی تھے ،انہوں نے جن اداروں سے وابستگی اختیار کی، ان کو اپنے فہم وفراست اور دینی بصیرت و بصارت کو بروئے کار لاکر ثری سے ثریا پر پہنچا دیا۔ ان کے انتقال سے کئی علمی اور دینی ادارے ایک سچے اور مخلص سرپرست سے محروم ہو گئے ہیں۔

وسیع الظرف، نیک دل اور کشادہ نظر عالم دین

مولانا شہیدؒ ایک وسیع الظرف، نیک دل اور کشادہ نظر عالم دین تھے، جو خورد کلاں، چھوٹے بڑے ہر ایک سے خندہ روئی سے پیش آتے تھے۔ بیرون سے آنے والے مہمانوں کی خاطر مدارات اور ان کی ضیافت ان کی عادت ثانیہ تھی۔ مرحوم عصر حاضر کے ایک جہاں دیدہ عالم دین تھے جو ملکی اور عالمی سیاسی حالات کی نبض شناسی میں بھی ماہر تھے۔

سیاست اور سیاسی اداروں کے مصلح

مولانا سمیع الحق شہیدؒ میدان سیاست کی بدعنوانی، رشوت خوری کی وجہ سے یہ یقین کرتے تھے کہ سیاست اور سیاسی اداروں کی اصلاح از حد ضروری ہے، اسی لیے سیاست سے بھی انھیں حد درجہ دلچسپی تھی۔ انھوں نے نہ صرف ملک کے قومی انتخابات میں حصہ لیا، کئی بار سینیٹر چنے گئے بلکہ انھوں نے پاکستان کی مذہبی جماعتوں پر مبنی متحدہ دینی محاذ بھی بنایا تھا، جس نے وہاں کی سیاست پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

امت مسلمہ ایک بہی خواہ سے محروم

ان کے انتقال سے پاکستان اور پڑوسی ممالک کے کئی دینی ادارے ایک بہی خواہ سے محروم ہو گئے ہیں اور ہر جگہ ان کے لیے قرآن خوانی اور ایصال ثواب کی مجلس منعقد ہو رہی ہے۔ اللہ شہیدؒ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، ان کے پسماندگان کو صبر کی توفیق دے اور امت مسلمہ کو ان کا بہتر بدل عطا فرمائے۔ (روزنامہ ہند نیوز ۵/نومبر ۲۰۱۸ء)

حضرت مولانا مغفور اللہ مدظلہٗ
شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

شہید ملت اسلامیہ کے ساتھ وابستہ چند یادیں

سندی واستادی شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ حضرت علامہ مولانا خان بہادر المعروف مارتو نگ باباؒ کے خصوصی شاگرد اور ان کے علوم نقلیہ وعقلیہ کے امین ہیں، گزشتہ پچپن سال سے شعبہ تدریس کے ساتھ وابستہ ہیں، آپ ۱۹۷۸ء میں جامعہ حقانیہ تشریف لائے، دارالعلوم میں ہرفن کی مشکل اور اعلیٰ کتب کی تدریس کے ساتھ ساتھ حدیث کی اہم کتابیں گزشتہ چالیس سال سے پڑھا رہے ہیں، اس وقت آپ معروف محدث، مذہبی پیشوا، دارالعلوم کی علمی و روحانی رونق اور شیخ الحدیث ہیں۔ حضرت دادا جان مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے بعد آپ ہی کی پُرنور، پُراثر اور پُرعظمت شخصیت پر راقم کو تسلی ہوتی ہے، آپ کی ذاتِ گرامی چہرہ انور اور اخلاق کریمانہ میں مجھے حضرت دادا جان رحمہ اللہ کی پرتو نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو عمر خضر عطا ہو اور آپ کا سایہ شفقت تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم رہے......(مدیر)

دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ وابستگی اور خانوادہ حقانی کے ساتھ تعلق کو نصف صدی بیتنے کو ہے، اس لمبے عرصہ میں مجھے بانی دارالعلوم حقانیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ ایک عشرہ قربت رہی، انہیں میں نے اپنے زمانہ کی ایک نادر عجیب علمی، روحانی واخلاقی شخصیت کے طور پر محسوس کیا۔ عجز، انکساری، تواضع، حمیت، تقویٰ اور علمی تفوق میں بے مثال پایا، دارالعلوم کے اہتمام پر یا اساتذہ دارالعلوم کے ساتھ ان کی شفقت ومحبت کا بھرپور رویہ میں نے ایسے اوصاف کی حامل شخصیات بہت کم دیکھی ہیں، ۱۹۸۸ء کو جب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کا سانحہء ارتحال پیش آیا تو اس عظیم ادارے کے اہتمام کا بوجھ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے کندھوں پر آن پڑا مگر ان کی تربیت اس طرح ہوئی تھی کہ آپ اوصاف عالیہ، اخلاق حسنہ، علمی تفوق اور اہتمام کی صلاحیتوں میں اپنے والد مکرمؒ کے پرتو تھے۔ ہمیں حضرت شیخؒ کی رحلت اور جدائی کا غم تو تھا لیکن اپنے تدریسی مستقبل اور علمی ترقی کے بارے میں کوئی فکر لاحق نہیں ہوئی، حضرت شہیدؒ نے ہمیں اس قسم کی پریشانوں سے دور رکھا۔

قابلیت، قبولیت اور مقبولیت

آپ میں وہ تمام صفات (جو ایک اعلیٰ منتظم، مہتمم میں ہونی چاہئے) موجود تھیں، آپ کا

کشادہ سینہ، صبر وتحمل، تحریر وتقریر میں اعلیٰ درجہ کی مہارت اور علمی قابلیت کا ہم نے قریب سے ان میں مشاہدہ کیا، نصف صدی کے زمانہ اہتمام میں دارالعلوم حقانیہ کو آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم وتوفیق اور اکابر کی توجہات سے ظاہری ومعنوی ترقی کی بلندیوں تک پہنچایا، دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد ہی دراصل اخلاص وتقویٰ پر رکھی گئی تھی، اکابر علمائے دیوبند اور پاکستان بھر کے علماء، صلحاء، اولیاء کی دعائیں، سرپرستی ہر آن ان کے ساتھ شامل حال رہی اور اب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ تا قیامت ان شاء اللہ رہیں گی، ان مخلصانہ دعاؤں اور سرپرستی کا نتیجہ یہ رہا کہ اس ادارے کو اللہ تعالیٰ نے پورے عالم میں جو مقبولیت عطا فرمائی وہ محتاج بیان نہیں ہے، دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء سے اللہ تعالیٰ نے مختلف میدانوں میں جو عظیم خدمات لیں، وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

عرش کے نیچے دو مدرسے

ہمارے علاقے کے مشہور صاحب نسبت بزرگ حضرت علامہ عبدالغفور عباسی مدنیؒ مدفون جنت البقیع (جو دارالعلوم کی پرانی جامع مسجد کے افتتاح میں بھی شامل تھے) فرماتے تھے ''کہ حرمین شریفین کے بعد دنیا میں صرف مجھے دو مدرسے نظر آئے ہیں، ایک تو جامعة العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی اور دوسرا دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، جب بھی میں جس عمل کے بعد نظریں اٹھاتا ہوں تو مجھے عرش کے نیچے یہ دو مدرسے نظر آتے ہیں'' اور کیوں نہ ہوں علامہ بنوریؒ کا اخلاص وتقویٰ اور حضرت مولانا عبدالحقؒ کا اخلاص وتقویٰ، یہی دو عظیم ادارے اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ آپ اخلاص کے کتنے بلند مرتبے پر فائز تھے۔ مدرسہ فقط عمارت اور بلڈنگ کا نام نہیں بلکہ اصل چیز اخلاص کے ساتھ دین اسلام اور علوم نبویہ کی خدمت ہے اور امت کو دین کی خدمت اور رہنمائی کیلئے رجال اللہ کی فراہمی ہے، جس کے لئے ان دو مدارس کا اندرون ملک وبیرون ملک بڑا حصہ رہا ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اکثر اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یہ بھی فرماتے تھے، اے اللہ! دارالعلوم حقانیہ کی ترقی وبقاء کے اسباب مہیا فرما۔

عجز وانکسار اور شفقت ومحبت

شہید امت مسلمہ نے دارالعلوم کی ظاہری ومعنوی ترقی میں اپنی پوری توانائیاں صرف کیں، حضرت کے ساتھ ہماری بہت سی یادیں وابستہ ہیں، آپ کا ہمارے ساتھ نہایت شفقت ومحبت اور برادرانہ تعلق اور رویہ رہا، ہم کبھی اسے نہیں بھول پائیں گے۔ مجھے وہ منظر یاد آرہا ہے کہ جب آپ دارالعلوم جانے کے لئے ہمارے کوارٹر کے راستے سے گذرتے اور ہماری بیٹھک کا دروازہ کھلا دیکھتے اور مجھے دیکھ کر اندر تشریف لے آتے، ہماری ملاقات ہوتی، خیر وعافیت دریافت فرماتے، اسباق کے بارے میں اور دیگر مختلف امور پر بات چیت ہوتی اور ہماری حوصلہ افزائی فرماتے۔

خطابتِ جمعہ

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہٗ کی دارالعلوم سے اپنے ادارہ جامعہ ابو ہریرہ منتقل ہونے کے بعد جمعہ کی تقریر، خطبہ اور نماز بھی راقم اور حضرت شہیدؒ کے درمیان مشترک رہتی، تقریر کی ابتداء میں کرتا، آخری دس پندرہ منٹ کی باتیں، خطبہ اور نماز اکثر آپ پڑھاتے تھے، جمعہ کی نماز میں اکثر سورۃ الذاریات کا آخری رکوع وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ پڑھتے تھے۔

دورہ تفسیر

۲۰۰۱ء کا دورہ تفسیر بھی رمضان وشعبان کی تعطیلات میں ہمارے درمیان مشترک رہا، اس سال حضرت شیخ ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ افغانستان تشریف لے گئے تھے تو حضرت کی خواہش رہی کہ ہم اکٹھے دورہ تفسیر پڑھائیں تاکہ دارالعلوم میں یہ خلا پُر رہے، ابتدائی پندرہ پارے میرے حوالہ اور آخری خود لئے اور نہایت احسن طریقے سے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

علمی رسوخ

علمی رسوخ آپ کا مسلم تھا، اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود درس کی پابندی فرماتے تھے، نفیس طبیعت کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ نے حسن ظاہری بھی خوب عطا فرمایا تھا، تحریر وتقریر میں بھی لاجواب تھے، ماہنامہ ''الحق'' کا نقش آغاز ہو یا آپ کے علمی وادبی مضامین، شذرے اور تبصرے، ہمیشہ جاندار اور اردو ادب کا اعلیٰ شاہکار ہوتے، ہم برابر اسے پڑھتے تھے۔ اس سے علم وعمل اور معلومات میں اضافہ ہوتا تھا۔ مکاتیب کا جو انسائیکلوپیڈیا آپ نے مرتب کیا ہے، ماضی قریب میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے اور اس پر جو حواشی آپ نے چڑھائے ہیں وہ الگ ادبی ومعلوماتی شہ پارے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ آپ کی شخصیت کا اگر میں یوں نقشہ کھینچوں تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ جامع الکمالات، وسیع الصدر، صاحب الخلق العظام تھے۔ بیاسی سال کی عمر میں شہادت کا درجہ اور مقام پایا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا آپ پر عظیم احسان رہا اور یوں آپ اس عظیم سعادت کے ساتھ رخصت ہو کر اس کے مصداق رہے عاش سعیداً ومات سعیداً اللہ تعالیٰ آپ کے برکات وفیوضات تا قیامت آپ کے اولاد واحباء، ادارے اور ہم سب پر قائم رکھیں۔ (آمین)

حضرت مولانا عبدالحلیم دیر باباجی دامت برکاتہم
استاد الحدیث جامعہ دارالعلوم حقانیہ

میرے ہم درس ایک ہمہ جہت شخصیت

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم مدظلہ المعروف دیر باباجی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے چہیتے شاگرد اور حضرت شہیدؒ کے رفیق درس اور بے تکلف دوست ہیں، دارالعلوم حقانیہ سے فراغت کے بعد سرکاری خطیب مقرر ہوئے چند ماہ بعد استعفیٰ دیا اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی دعوت پر ۲۲رشوال ۱۳۹۰ھ کو جامعہ حقانیہ تشریف لائے اور اب تک مختلف علوم وفنون کے دروس دیتے رہے ہیں، دارالعلوم کے معروف شیخ الحدیث والتفسیر ہیں۔ حضرت لاہوریؒ کے تلمیذ ہونے کے ناطے انہی کے طرز پر دارالعلوم میں درجنوں مرتبہ دورہ تفسیر پڑھا چکے ہیں اور اب ان کے افادات کئی جلدوں میں منظر عام پر آنے والے ہیں، کئی اعتبار سے آپ کا وجود دارالعلوم اور خانوادہ حقانیہ کے لئے شجر سایہ دار کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ میرے خصوصی استاد، مہربان اور روحانی پیشرو بھی ہیں۔ (مدیر)

دوران طالب علمی سے میری اور مولانا سمیع الحقؒ کی رفاقت تھی، درس نظامی کی کتابیں میبذی، شرح العقائد اور ہدایتین وغیرہ کتب میں ہم دونوں ایک ساتھ رہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں ذہن ثاقب اور ذوق مطالعہ سے خوب نوازا تھا، اس وقت دارالعلوم قدیم مسجد میں تھا، جس کے اساتذہ کرام مولوی یوسف صاحب (بونیر والا) شوی مولوی صاحب، مولانا عبدالغفور صاحب (سوات والا) اور دیگر علماء جو ہم دونوں کے اساتذہ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کی بڑی خیر اور خدمت لینی تھی، حضرت شہیدؒ اخبارات کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے، جس کا فائدہ یہ ہوا کہ اردو میں آپ کو بڑی مہارت حاصل ہوئی، ورنہ پٹھان قوم کی اردو اکثر کمزور ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب آپ اردو بولنے لگتے تو آپ کے پشتون یا غیر پشتون ہونے کا پتہ نہیں چلتا، یہ ملکہ اخبارات و دیگر ادبی تحقیقی کتب پڑھنے کی وجہ سے تھا۔ اس کے علاوہ آپ اگرچہ مطالعہ بہت زیادہ کیا کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثاقب وصحیح ذہن سے نوازا تھا، دوسری بات یہ کہ علمائے کرام حضرت مدنیؒ وغیرہ کی دعائیں ان کے ساتھ تھیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے کتب بالکل آسان اور سہل فرمائی تھیں جو بھی کتاب

مطالعہ کرتے تو اس کا حاصل اپنے الفاظ میں بیان کرتے، میں تو آپ کا ہم سبق تھا لیکن ان کے مقابلہ میں میری کوئی حیثیت نہیں تھی اللہ نے ان سے دین کا بڑا کام لیا، جلسوں میں شریک ہوتے، مباحثے کیا کرتے حتیٰ کہ ہر میدان میں اللہ نے آپ کو اپنے ساتھیوں پر غلبہ اور فوقیت دی تھی۔

بعد میں مدرسہ مسجد سے موجودہ جگہ پر منتقل ہوا لیکن پھر بھی ہماری ملاقات ہوا کرتی تھی، میرے ساتھ انتہائی رافت و محبت رکھتے تھے، اکثر اوقات میں ہم دونوں باہمی علمی باتیں کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہبی علم بھی عطا فرمایا تھا، دارالعلوم میں جب میرا تقرر ہوا تو آپ کے پاس جلالین شریف اور نورالانوار تھے آپ ان دونوں کتابوں کے شروع کے چند صفحات پڑھاتے پھر مدرسہ اور سیاسی مصروفیات کی وجہ سے بقیہ حصہ میں اور آپ مل کر پڑھاتے، اسی طرح آپ ترمذی شریف پڑھاتے تھے، چند صفحات پڑھانے کے بعد بقیہ حصہ میں پڑھاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے دربار عالیہ سے آپ کو نعمت علم سے نوازا تھا اور ثاقب ذہن عطا فرمایا تھا۔

آپ کو کوئی بھی کتاب جب اور جہاں سے پڑھانے کیلئے دی جاتی تو آپ اسے محققانہ، مدققانہ انداز سے پڑھاتے، اللہ تعالیٰ نے آپ پر علم کے دروازے کھول دیئے تھے، حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی دعائیں تھیں، اسی طرح اکابرین علمائے دیوبند کی دعائیں تھی کیونکہ آپ دیوبند بھی گئے تھے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ خود مستجاب الدعوات ہستی تھی، انہی کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام کتب چاہے خواندہ تھی یا ناخواندہ سب پڑھانے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی، کسی بھی کتاب میں وہ دقت محسوس نہیں کرتے باوجود اس کے کہ سیاسی مصروفیات بھی آپ کی زیادہ تھیں، قلم و قرطاس کا کام تھا، لوگوں کیساتھ تعلقات بھی، ان تمام مشاغل اور مصروفیات میں بھی آپ کو اپنے مقصد سے نہیں ہٹایا، علوم و فنون میں مولانا شہیدؒ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔

مفتی فرید رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اتنے مشاغل و مصروفیات کے باوجود مولانا صاحب پھر بھی ہم سے بہترین کتابیں و اسباق پڑھاتے ہیں اور یہ نفس الامر اور حقیقت بھی تھی کہ اگر اساتذہ کرام رات بھر مطالعہ کرتے اور آپ مطالعہ نہ بھی کئے ہوتے تو دوسرے اساتذہ سے کتاب اچھی طرح پڑھاتے، دفتر میں بیٹھ کر اساتذہ کے اسباق سنتے تھے کہ کون اچھا پڑھاتا ہے اور کون نہیں؟

حضرت شہیدؒ کا شوق مطالعہ

اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے خاندان میں ایک ذہین و فقیہ عمل شناس اور صاحب

مطالعہ انسان پیدا فرمایا تھا لیکن چونکہ کل نفس ذائقة الموت بھی ایک اٹل حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں ایک نہ ایک دن جانا ضرور ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے ، آپ چونکہ اکثر سفر میں رہتے تو دورانِ سفر بھی مطالعہ کتب میں مصروف ومشغول رہتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا شوق کتب، ذوق مطالعہ کتنا زیادہ تھا اور کمال یہ کہ جو بھی کتاب دیکھتے اور مطالعہ کرتے تو وہ یاد بھی رہتا تھا کبھی کبھی مجھ سے کہا کرتے کہ بس سه ٹکه ٹوکه و کم یعنی بس جلدی جلدی کچھ دیکھ لیتا ہوں، یہ میرا مطالعہ ہوتا ہے، آپ کے پاس دنیا بھر کے بہت سارے رسائل و جرائد آتے تھے لیکن ایک بھی رسالہ بغیر مطالعہ کے نہیں چھوڑتے ، اول تا آخر پورا رسالہ دیکھتے پھر کسی دوسرے کو محفوظ کرنے کا حکم دیا کرتے تھے، اب بھی وہ رسائل دارالعلوم میں ان کے اپنی ذاتی کتب خانہ میں موجود ہیں۔

شمائل ترمذی کی شرح ''زین المحافل''

آپ کی ذہانت ،علمی گہرائی اور پختگی کا اندازہ ان کی تصنیفات وتالیفات سے ہوسکتا ہے آپ نے ''زین المحافل'' کے نام سے شمائل ترمذی شریف کی جو شرح لکھی ہے غالبًا ایسی شرح میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی ہے، آپ نے حدیث کی جو شاندار لغوی ،صرفی اور نحوی وضاحت اور تحقیق کی ہے اس سے شمائل حل کرنے کا حق ادا کیا ہے، دوسرے مسائل بھی لکھے گئے ہیں لیکن روایت شمائل کا آپ نے جو حل پیش کیا ہے، تقریر، لغت ،صرف اور نحو کے اعتبار سے میں نے خود بہت سارے شمائل ترمذی پر تقاریر دیکھی ہیں لیکن آپ کی یہ شرح بے مثال ہے، اللہ تعالیٰ نے علم حدیث میں آپ کو بڑی مہارت دی تھی ، اسی طرح آپ نے ترمذی شریف کے کتاب الاطعمہ میں جو بیان کیا ہے وہ بھی بہت حیران کن ہے، میرے خیال میں شمائل اور کتاب الاطعمہ کی جو تشریح آپ نے کی ہے شاید ہی کسی نے کی ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تمام کتب پر کامل دسترس دی تھی ۔

تاریخ پر عبور

اس کے علاوہ کلام میں تکرار نہ ہوتی میں ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا بات شروع کی جب کلام مکرر ادا کرتے تو آپ سر پر ہاتھ رکھ لیتے تھے یعنی نہ مکرر کلام سنا کرتے تھے اور نہ ہی خود تکرار کرتے اور ساتھ تاریخ پر بھی عبور ومہارت حاصل تھی، ایک دن میں آپ کے ساتھ بشمول چند دوسرے افراد کے ، بٹ خیلہ شہر روانہ ہوئے ، وہاں پر جمعیت کے ایک ساتھی تھے ، اب بھی موجود ہیں غالباً راستے میں ایک قبرستان واقع ہے، جس میں شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور سید احمد بریلوی رحمہ اللہ دور

کا ایک قاضی مدفون ہے، میں نے تو انہیں دیکھا تھا لیکن غالباً آپ کی نظر اس پر پڑی تھی جب شہر پہنچے تو میں سوچتا تھا کہ کس موضوع پر تقریر کریں گے؟ تو وہاں پر شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے دور کے اس قاضی کے واقعات بیان کیئے جس پر تمام لوگ حیران تھے، اسی طرح ایک مرتبہ دیر کی طرف روانہ ہوئے میں ان کے ساتھ تھا، راستے میں مولانا بشیر احمد صاحب کے مدرسہ میں تھوڑی دیر کیلئے رُکے تو بشیر احمد صاحب کے بیٹوں نے مولانا (سمیع الحق صاحب) کی بہت زیادہ خاطر مدارت کی ،ٹوپی وغیرہ بطور ہدیہ پیش کر کے بڑی خوشی کا اظہار کیا پھر وہاں سے روانہ ہوئے جندول پہنچے وہاں پر بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی ،اس کے بعد جب دیر پہنچ گئے تو بارش شروع تھی، وہاں پر ایک ہوٹل میں رات گزاری پھر دارالعلوم کے چند فضلاء وہاں آئے ، ان کے ساتھ علمی مکالمے ہوئے میرے مشاہدے کی حد تک جو عزت مولانا بشیر احمد صاحب کے بیٹوں نے کی تھی، دوسرے لوگ ایسے بہت کم تھے ، بہرحال! میرے اسفار آپؒ کے ساتھ بہت سارے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مطالعہ کتب میں آپ کو جتنی فطانت، فقاہت و ذکاوت سے نوازا تھا غالباً ایسے بہت کم علماء ہیں جو آپ جیسے فطانت وذہانت کے حامل ہوں، میں نے مولانا عبدالحق صاحبؒ اورامام الشہداء دونوں کے ساتھ دورے کئے ہیں اور میں نے ان کے ساتھ الیکشن کے دنوں انتخابی مہم میں حصہ لیتے ہوئے بہت سیاسی دورے کئے ، میں طلباء کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حلقہ کے دوردراز دیہاتوں میں جاتے لیکن کبھی بھی ان کے پیسوں کو ہاتھ نہیں لگایا، اگر وہ دیتے تو الیکشن کے بعد فوراً واپس کرتے ۔

مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ، مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ اور مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ یہ تمام ہم عمر تھے ، جوان بھی تھے اور ہم مزاج بھی، مولانا شیر علی شاہ صاحب تقاریر کیا کرتے تھے، مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے راسخ علمیت سے نوازا تھا، اللہ تعالیٰ نے بڑی فصیح وبلیغ زبان دی تھی اور مولانا حسن جان صاحب رحمہ اللہ تو ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن سے بھی نوازا تھا اور باطنی حسن سے بھی ،آپ جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ قرآن بھی تھے اور عرب ممالک کے اسفار بھی کئے تھے، مدینہ منورہ یونیورسٹی میں بھی اسباق پڑھے تھے، اللہ تعالیٰ نے بڑے علم سے نوازا تھا، بہرحال! یہ سب ساتھ تھے لیکن تقاریر پرانے کیا کرتے تھے جبکہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ پرانی تقریر نہیں کرتے تھے بلکہ ہر میدان میں اور ہر جگہ ان کی نئی تقریر ہوتی ، میں آپ کے مطالعہ، علم ، ذکاوت اور فہم معاملہ پر حیران تھا ابھی مولانا لاہوری رحمہ اللہ کی تفسیر لکھتے تھے اور اچھے انداز سے لکھتے تھے ، ان شاء اللہ عنقریب وہ منظر عام پر آئے گی، اللہ تعالیٰ نے عالم بے بدل پیدا

فرمایا تھا لیکن یہ ضرور ہے کہ ہر نفس کیلئے دنیا سے جانا ہے کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اور آخر میں اللہ نے شہادت جیسی عظیم نعمت بھی نصیب فرمائی ، السیف محاء للذنوب چونکہ وہ بھی انسان تھے جبکہ قاتلوں اور جابر لوگوں نے آپ کو قتل کیا اور وہ خنجر ان شاء اللہ آپ کیلئے محاء للذنوب ثابت ہوگی ، دوسرے بہت سارے واقعات ہیں لیکن میں بیمار ہوں۔

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا احقر کے ساتھ بہت انسیت تھی، جب میں صحت مند تھا تو ملتے جلتے تھے جب ضعیف اور کمزور ہوا تو دوسروں سے میری خیریت پوچھتے اور سلام بھیجتے پھر عادت تھی کہ جمعہ کی نماز کے بعد میرے اور شیخ مغفور اللہ صاحب کے پاس خود تشریف لاکر حال احوال پوچھ لیتے ، ان کے جانے کے بعد ہمارا کوئی پوچھنے والا نہیں رہا، فوا اسفاہ! ایک شاندار اور جاندار بے بدل انسان تھے لیکن ہم میں نہ رہے ، دنیا میں ہر چیز فنا ہونے والی ہے ، دارالعلوم کے درودیوار سے بڑی محبت تھی، کتب خانہ میں موجود ہر پرانے ورق اور کتاب کو دارالعلوم کی امانت سمجھتے تھے یہاں تک کہ پرانی کھڑکیوں اور دروازوں کے فروخت کو برا سمجھتے اور فرماتے یہ لوگوں نے بڑی عقیدت سے بنائے ہیں، ان کو محفوظ کرنا ضروری ہے ، دارالعلوم کی مطبخ سے گھر کے لئے جتنی روٹیاں لاتے ، مہینہ کے بعد ان روٹیوں کی قیمت دفتر میں جمع کرادیتے ۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنے اکابر کے عکس جمیل تھے، اپنے اکابر ومتعلقین کے ساتھ مراسم استوار رکھتے تھے، مولانا شہیدؒ کی یہ عادت تھی کہ وہ مولانا شوکت علی حقانی (ناظم مطبخ) کے ذریعے مجھے سلام سے یاد فرماتے تو جب واپس حضرت کے ساتھ ملتے تو فرماتے کہ شوکت! پھر دیر بابا جی کی طرف سے سلام لائے ہو؟ چونکہ میری عادت ہے کہ طلباء وعلماء جب ملتے ہیں تو دس روپے کا نیا نوٹ ان کو ہدیہ کرتا ہوں لیکن جب بھی امام الشہداء کے ساتھ ملاقات ہوتی تو ان کو کبھی دس یا بیس یا سو روپے کا نوٹ پیش کرتا، بڑی محبت کے ساتھ قبول فرماتے ۔ اپنا یہ مضمون بیماری اور ضعف اور طوالت کی وجہ سے اس شعر پر ختم کرتا ہوں......

مضت الدهور وما أتين بمثله
ولقد أتى فعجزن عن نظرائه
ليس على الله بمستنكر
ان يجمع العالم فى واحد

اللہ تعالیٰ حضرت شہیدؒ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس کے اعلیٰ مقامات سے نوازے (آمین)

مولانا مفتی سیف اللہ حقانی
رئیس معہد الافتاء والقضاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ

میرے مشفق میرے استاد

حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی صاحب، جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے تحصیل علم کے بعد مختلف اداروں میں پڑھاتے رہے اور شوال ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں دارالعلوم حقانیہ میں خدمات تدریس پر مامور ہوئے، ساتھ ساتھ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فریدؒ کے ساتھ دارالافتاء میں معاون مفتی رہے اور ان کے بعد افتاء کی بیشتر ذمہ داریاں انہی پر آن پڑی، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے خصوصی تعلق اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے مخلصانہ محبت رہی۔ کمزوری اور بیماری کے باوجود جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں شب و روز اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں جوکہ ڈاکٹروں کے مطابق کسی کرامت سے کم نہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے علمی وفقہی فیض سے ہزاروں فضلاء ومفتیان فیضیاب ہوئے ہیں اور ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استادمحترم کی جملہ خدمات قبول فرمائے اور آپ کو صحت وعافیت سے نوازے۔ (مدیر)

شہید ناموس رسالتؐ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت سے میں ایک شفیق استاد سے محروم ہوگیا، میرے شفیق اساتذہ میں سے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ سب سے فائق تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ بچے! (بیٹا) کیا معلوم کہ اس دارالعلوم کا سارا نظام اللہ تعالیٰ آپ ہی کے حوالے کریں گے تو اس کا ظہور اس طرح ہوا کہ اسی سال میرے استاد اور میرے شفیق مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے مجھے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے دارالافتاء کے امور سونپ دیئے کیونکہ میں اس سے پہلے دیگر مدارس میں افتاء کا کام کرچکا تھا اور دارالافتاء تو مدرسہ کا چہرہ ہوتا ہے، مجھے اللہ تعالیٰ نے اس عظیم سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔

کوہاٹ میں استقبال

ایک دفعہ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ گاڑی میں جمعیت علمائے اسلام کے جلسہ کیلئے کوہاٹ جارہا تھا، وہاں کے لوگ استقبال کے لئے پہاڑ تک آئے ہوئے تھے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی گاڑی آہستہ آہستہ چل رہی تھی، اس دوران انہوں نے مجھے کہا کہ استقبال کرنے والوں کو

کچھ ہدایات دے دیں، میں نے گاڑی سے ایک پاؤں باہر زمین پر رکھ دیا کہ اس دوران گاڑی کا ایک ٹائر میرے پاؤں پر آ گیا مگر میں آج تک اس بات کو نہیں سمجھا کہ ریشم زیادہ نرم ہے یا گاڑی کے ٹائر؟ میں اسے مولانا شہیدؒ کی کرامت میں شمار کرتا ہوں۔

شہادت سے قبل عیادت کے لئے آمد

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت سے قبل میں بیمار تھا تو مولانا شہیدؒ اپنی شہادت سے دو دن پہلے (بروز بدھ) میرے گھر تشریف لائے اور پھر جمعہ کے دن اسلام آباد میں انہیں سفاک قاتلوں اور درندوں نے شہید کر دیا۔ آپ کے بھتیجے بلال الحق کہہ رہے تھے کہ مولانا شہیدؒ کو اپنی وفات کی آگاہی ہوگئی تھی اس واسطے وہ مفتی صاحب کے پاس چلے گئے تاکہ مفتی صاحب سے رخصت لے لیں اور ایسی قریب ملاقات جو اپنی وفات سے ایک دن پہلے ہو انہوں نے کسی کے ساتھ نہیں کی۔

شفقت و اعتماد

ایک دفعہ میرے اور جامعہ کی انتظامیہ کے درمیان کچھ مسائل آ گئے تو میں نے انتظامیہ کے حکم پر اپنے دارالافتاء کی تمام کتب دارالعلوم کے کتب خانے میں جمع کرا دیں اور یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ سال ارباب مدرسہ کے حکم کے مطابق صرف پڑھاتا رہوں گا، ایک دن میں اپنے دارالافتاء میں بیٹھا تھا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ بنفس نفیس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ فتویٰ کی کتابیں آپ کے پاس بہت کم ہیں، میں نے کہا کہ جی ہاں! یہ ارباب مدرسہ کے اس حکم کی تعمیل کی وجہ سے کہ آئندہ آپ فتویٰ کا کام نہیں کریں گے بلکہ صرف تدریس کریں گے تو میں نے جو کتابیں فتویٰ کیلئے دارالعلوم کے کتب خانہ سے لی تھیں وہ میں نے واپس کتب خانہ میں جمع کرا دی ہیں۔ اس پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ کہنے لگے کہ آپ پر ہمارا مکمل اعتماد ہے، آپ دارالعلوم کے آئندہ بھی مفتی و مدرس رہیں گے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی یادیں، مشفقانہ باتیں، محبت آمیز رویہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا، وہ یادگار لمحات، مشاہدات اور ملاقاتوں کے تاثرات اتنے زیادہ ہیں کہ وہ ایک ضخیم کتاب کے متقاضی ہیں، بیماری اور ضعف کے باعث بس انہی چند تاثرات پر اکتفاء کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

شیخ التفسیر مولانا مفتی محمد زرولی خانؒ
مہتمم جامعہ احسن العلوم کراچی

مولانا سمیع الحق شہیدؒ: عالمگیر شخصیت

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
ڈھونڈا تھا آسمان نے جنہیں خاک چھان کر

مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحبؒ پاکستان کے جید عالم دین، جامعہ احسن العلوم کراچی کے مہتمم، ماہنامہ ''الاحسن'' کے نام سے ایک وقیع علمی مجلّہ کے مدیر بھی رہے، مرحوم کی ساری زندگی علوم نبویؐ کی ترویج واشاعت میں گزری اور دینی مسائل کے نفاذ اور تشہیر کو کسی لگی لپٹی کے بغیر بیباکانہ انداز میں پیش کیا، آپ دینی علوم کی تشہیر میں مدارس اسلامیہ کے بڑے ترجمان تھے۔ مرحوم کی دینی وعلمی خدمات قابل تعریف ہیں انہوں نے ہمیشہ بلاتفریق عوامی مسائل اجاگر کیئے۔ حضرت والد مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور دارالعلوم حقانیہ سے ان کا قریبی دینی وعلمی تعلق اور رشتہ داری بھی ہے، حضرت شہیدؒ کے ساتھ مولانا مرحوم کی خط وکتابت بھی ہوتی رہتی تھی۔ آپ کی وفات ۷ دسمبر ۲۰۲۰ کو ہوئی، حضرت مولانا محمد زرولی خان صاحبؒ نے یہ مضمون خصوصی شہیدؒ نمبر کیلئے اپنی زندگی کے آخری ایام اور بیماری کے باوجود ہمیں ارسال فرمایا تھا، جو نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

مولانا موصوف بیک وقت محدث، مفسر، فقیہ اور اُمتِ مسلمہ کا عظیم سرمایہ تھے۔ شاید ہی پاکستان میں خیر و رشد کا کوئی میدان ہو یا تنظیم جس کے مولانا سرپرست اور رہنما نہ ہوں، یہ اُن کے عظیم پدر شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ (سابق استاد دارالعلوم دیوبند) کے چشمۂ فیض سے سیراب ہونے کا ایک منظر تھا جبکہ مولانا شہیدؒ کے سگے ماموں حضرت الاستاذ مولانا عبدالحنان صاحب جہانگیروی نور اللہ مرقدہ (فاضل دیوبند) کے ساتھ قرابت اور نسبت کا بھی اثر واضح تھا، مولانا شہیدؒ موجودہ (نئی) حکومت کیلئے نرم گوشہ رکھنے کے باوجود اُن کے ناموزوں اقدامات پر اپنی ناراضگی اور احتجاج کا مظاہرہ کرتے تھے اور اسی سلسلے میں اُن کا راولپنڈی اسلام آباد جانا ہوا اور وہاں پر قضاء وقدر اور مشیت ایزدی کا ظہور مولانا شہیدؒ کی شہادت کی شکل میں پیش آیا۔ مولانا شہیدؒ اپنے گھر میں آرام فرما رہے تھے غالباً عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت تھا۔ اسی دوران کسی خونخوار اور جہنمی

نے آپ پر چھریوں سے وار کر کے آپکو ابدی نیند سلا دیا (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ)

چھٹی صدی ہجری میں ہندوستان کے عظیم فاتح شہاب الدین غوری رحمہ اللہ کو اعداء دین نے اسی طرح جہلم کے آس پاس جب وہ اپنے وطن غورستان ہندوستان میں پرتھوی راج کو عبرتناک شکست دے کر تشریف لے جا رہے تھے تو حالت خواب میں دشمنوں نے تہہ تیغ کیا تھا۔

چونکہ میرے استادِ اول اور مربی کامل حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ کے آپ سگے بھانجے تھے اس لئے پیر خانے کی نسبت سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ بھی قرب ومحبت دیدنی رہی۔ آپ کی دریائی شفقت، شایان شان عطوفت اور ایک عظیم مقتدر زعیم ملت کے طور طریقوں اور تسلسل احسانات نے مجھے ہمیشہ اُن کے کمالات اور خوبیوں کا گرویدہ رکھا۔ حضرت والا مرحوم کے علم وعمل کی جامعیت کا اور اپنے چھوٹوں کو آگے بڑھانے کا جذبہ وایثار دیدنی تھا، حضرتؒ کی شہادت سے قبل دس پندرہ دن پہلے اُن کی خدمت میں اکوڑہ خٹک جانا ہوا اور ان کو موجودہ حکومت کے بارے میں عاجزانہ درخواست کی جس کو انہوں نے قدر وشکر اور عظمت کے پیمانے سے قبول فرمایا اور اولین فرصت میں نئے سیٹ اپ (حکومت) سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کا وعدہ فرمایا۔ میں حرمین شریفین کے سفر پر روانہ ہو گیا تھا، مکہ مکرمہ کے مناسک سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں چند ایام گزار کر آخری دن جمعۃ المبارک کی شام کو غالبًا یہ وحشت ناک، سوہان روح اور ناقابل تلافی خبر سننے میں آئی۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک عالمگیر شخصیت

زعیم ملت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب شہید رحمہ اللہ کائنات کی بزرگ ترین شخصیت، استاد دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک کے فرزند ارجمند تھے۔ میرے استاد اور شیخ فخر ومفخر حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ کے سگے بھانجے تھے اور میرے استاد مولانا عبدالحنان اور حضرت اقدس مولانا عبدالحق صاحب دیوبند سے پڑھے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب ۱۹۳۱ء میں فاضل ہوئے تھے وہ عمر میں بڑے تھے، حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ۱۹۳۳ء میں فاضل ہوئے تھے جبکہ استاد گرامی قدر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ ۱۹۲۹ء میں فاضل ہوئے اور استاد محترم حضرت مولانا لطف اللہ صاحب ۱۹۲۷ میں فاضل ہوئے تھے، بڑی مشقت اور قربانیوں سے دارالعلوم حقانیہ قائم ہوا ہے، وہ ایک داستان ہے درد وغم کی، وہ ایک داستان ہے انبیاء اور اولیاء کے متفرقات اور منتشرات کی، آج وہ اتنا عظیم مدرسہ ہے کہ وہاں ہزاروں طلباء ہیں، صرف دورۂ حدیث میں اُن کے یہاں ڈیڑھ ہزار طلباء ہوتے ہیں جن کو حضرت مولانا سمیع الحق

شہیدؒ درس دیتے تھے۔ ہمارے مخدوم دوست قافلہ حق کے آخری سالار اور اہل حق کی آن بان حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ بھی وہیں کے پڑھے ہوئے ہیں اور درجہ اولیٰ سے دورہ حدیث تک پڑھے ہوئے ہیں، نو سال وہاں تعلیم پائی ہے۔ میں وہاں سے نہیں پڑھ سکا کیونکہ جہانگیرہ کے دو علماء تھے استاد محترم مولانا عبد الحنان اور مولانا لطف اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما وہ علم میں مقام میں بہت بڑے مانے جاتے تھے مجھے کسی جگہ جانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، وہ دونوں حضرات مجھے پورے اسباق پڑھاتے تھے۔ اُس وقت پوری دنیا میں حدیث میں جو شہرت تھی وہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ کی تھی جو عالمی اور آفاقی ہستی تھی، عرب وعجم میں ان کی عظمت مسلم تھی اور وہ علوم وکمالات میں امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کے جانشین تھے اور نسبت بردار شاگرد تھے۔ اساتذہ کہتے تھے آپ وہاں جاکے پڑھیں اللہ نے ایشیاء کے مقتدر ادارے میں اول سے آخر تک پڑھنا نصیب فرمایا، میں یہ احسان ان بزرگوں کا بھولوں گا نہیں کہ انہوں نے ایک بڑے اور اچھے ادارے میں پڑھنے کیلئے میری رہنمائی فرمائی۔

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامی
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی
اب تو وہی خامی تھے اور خامیوں سے پُر ہیں
گرچہ خردیم ولے نسبتِ بزرگ داریم

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اور موجودہ حکومت

بہر حال! حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کئی صفات کے حامل تھے، بہت با اخلاق اور باکردار شخصیت کے مالک تھے اور ہمیشہ انہوں نے حق کی حمایت کے لئے حالات کا مقابلہ کیا ہے۔ موجودہ دور میں بھی موجودہ سیٹ اپ (حکومت) پر ان کا غیر معمولی اثر تھا اور بہت ہی زیادہ موجودہ حکومت کے حکمرانوں کیلئے آپؒ معتبر تھے۔ چند سال پہلے اُن کو دل کا عارضہ ہوا تھا بائی پاس ہوا، میں عیادت کیلئے گیا تو مجھے کہا کہ ریکوری نہیں ہورہی ہے میں نے کہا ہوجائے گی اور میں نے بہت تسلی کے جملے ان کی خدمت میں عرض کئے، ان کے بیٹوں نے مجھے فون کیا اور کہا کہ آپ کا آنا تو آب حیات بنا مولانا شہیدؒ بہت خوش ہوئے اور ریکوری شروع ہوگئی۔ چند دن پہلے عمرے سے دس پندرہ دن پہلے میں دوبارہ خدمت میں گیا میں نے کہا یہ نیا وزیراعظم جو پاکستان کو آسمان پر لے جارہا تھا، ریاست مدینہ قائم کرنا چاہتا تھا لیکن کیا کچھ نہیں! اس کو سمجھائیں بھی، مولانا شہیدؒ نے بہت عزت سے میری

باتیں سنیں اور ایک بڑا اجلاس جاری تھا، اس کو ختم کیا، میں نے کہا وزیراعظم سے جمعہ کی سرکاری تعطیل بحال کروائیں، انہوں نے کہا ہماری ان سے کئی اسی طرح کے غیر مناسب اقدامات پر بہت ناراضگی چل رہی ہے، میں نے مذاقاً کہا کہ تحریک انصاف والوں نے تو آپ سے سیاسی فائدے لے لئے ہیں، اب آپ کا نمبر ہے کہ آپ ان سے مذہبی اقدامات کرائیں، میری گفتگو اور تجویز سے مولانا شہیدؒ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں عنقریب ہی جاؤں گا اور اس کے بعد اس وعدے کے مطابق مولانا شہیدؒ دو دفعہ وزیراعظم وغیرہ کو ملے اور ہر دفعہ اول بات یہ کہی کہ جمعہ کی سرکاری تعطیل بحال کرلو، اتوار کی چھٹی سے مسلمانوں کا کوئی کام نہیں ہے، وفاق والوں نے بھی کہا اور بھی علمائے حق نے کہا اور خان صاحب نے وعدے بھی کئے ہیں کہ بحال کردیں گے۔

پہ انتظار کی بہ دی اوسم
چہ ستا شیرینی خلے نہ سہ جواب رازی

''تیرے انتظار میں رہوں گا تیرے اس خوبصورت منہ سے کیا جواب آرہا ہے''

بہر حال! مولانا شہیدؒ میں ایسی بڑی قابلیتیں اور صلاحیتیں تھیں پھر انہی کے یہاں ان کے والد رأس الاتقیاء حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کا بھی مزار ہے اور ہمارے استاذ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ کا بھی، میں نے کہا میں وہاں زیارت کرکے جاؤں گا تو مولانا شہیدؒ نے کہا کہ آپ کی سربراہی میں ہم بھی چلیں گے، حضرت مولانا شہیدؒ قبر تک ساتھ گئے، فاتحہ پڑھی میں نے معذرت کی کہ آپ کا ابھی بائی پاس ہوا ہے آپ آرام کریں، انہوں نے کہا کہ امکان ہی نہیں جب تک ہم گاڑی میں نہیں بیٹھے حضرت شہیدؒ وہیں موجود رہے۔ خدا جانے کس ظالم اور جہنمی نے اتنا بڑا ارتکاب کیا اور کس قوت نے یہ گناہِ عظیم کیا؟ خدا ان قاتلوں کو روسیاہ کرے، خدا ان ظالموں کو دونوں جہانوں میں تباہ و برباد کرے اور اہل اسلام کو اور امت مسلمہ کو حضرت مولانا شہیدؒ کی شہادت پر بہت بڑا صبر اور اجر عطا فرمائے۔

کوئی بھی چیز اپنی جگہ پر نہیں رہی
جاتے ہی ایک شخص کے کیا کیا بدل گیا

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابو ہریرہ نوشہرہ

دانائے راز گوہرِ یک دانہ

کیا لوگ تھے جو راہِ وفا میں گذر گئے
دل چاہتا ہے نقشِ قدم چومتا رہوں

شہیدِ ناموسِ رسالتؐ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ، مختلف سطحوں پر متحرک اور مختلف محاذوں پر سرگرم رہے اور یہ گرمی اپنی ذات کی تنویر یا توسیع کے لئے نہیں تھی بلکہ اس میں پوری ملتِ اسلامیہ اور انسانیت بھی شامل تھی، ان کا دائرۂ عمل متنوع اور وسیع تھا، وہ ایک متحرک اور انقلابی شخصیت تھے جنھوں نے اپنے جذبۂ ایمان سے پورے ملک میں شریعت بل کے عنوان سے نفاذِ شریعت کا پرچم لہرایا۔ ان کی تصنیفات، تقریرات اور مجاہدات اور شب و روز کی ہمہ جہتی مصروفیات گواہی دے رہی ہیں کہ ان کا مشن کیا تھا؟ مقصد حیات کیا تھا؟ ان کی وفات کے بعد جامعہ دارالعلوم حقانیہ، ان کے رُشحاتِ قلم اور ان کے نسبی و روحانی ابناء ان کے مشن میں لگے ہوئے ہیں، حضرت شہیدؒ کا مشن اور فیض بعد از مرگ بھی جاری ہے۔ ان کے علمی کردار اور فکری قندیل سے دُنیا کو علم کی روشنی مل رہی ہے اور اندھیرا دور ہو رہا ہے، ان کی شخصیت اور ان کے فکر و عمل کی یادیں ستاتی ہیں، میں انہیں دانائے راز گوہر یک دانہ سمجھتا ہوں، دل پسیج جاتا ہے اور قلم چل پڑتا ہے۔ عرض یہ ہوتی ہے کہ ان کے حیات و افکار کا کوئی گوشہ مخفی نہ رہے۔

علمی، دینی، دعوتی، تبلیغی، قومی و ملی خدمات کے حوالے سے ساری شخصیات برابر نہیں ہوتی، بعض شخصیتیں زندگی پر ایسی چھاپ چھوڑ جاتی ہیں کہ ان کو بھلایا نہیں جاسکتا، ایسی ہی ایک شخصیت نے ہماری زندگی پر وہ انمنٹ نقوش چھوڑ دیئے ہیں، جن کی خوشبو آج بھی محسوس ہوتی ہے، جنہیں دُنیا شہید ناموسِ رسالت مولانا سمیع الحق نوراللہ مرقدہ ومضجعہ کے نام نامی اور اسم گرامی سے پہچانتی ہے۔

حضرت شہیدؒ کی شخصیت بڑی خوبیوں کی وجہ سے دوسروں سے ممتاز و فائق تھی اور یہ

خوبیاں اور اچھائیاں تمام آنے جانے والوں کو حضرت شہیدؒ پر فریفتہ و شیفتہ اور والہ وشیدا بنا دیتی تھیں، حضرت شہیدؒ کی خوبی اور بعض کمالات و کرامات کو سپرد قرطاس کیا جاتا ہے تاکہ ہم بھی اپنے اندر یہ صفات وخصوصیات پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر علمی اور ادبی الفاظ میں اپنے دل کی بات لکھوں تو وہ ایک مالا بن جاتی ہے میں نے لکھ کر بھی بار بار پڑھا آپ بھی پڑھیں گے تو لطف اندوز ہونگے۔

ہمہ جہتی جامع الصفات شخصیت

سادگی و متانت، غیرت وخودداری، علم وحلم، رفق ونرمی، عفو و درگزر، حق گوئی و بے باکی، حیاء وشرافت، تقویٰ وطہارت، صبر وقناعت، خاموشی، چشم پوشی، عاجزی وانکساری، تواضع وللّٰہیت، دانائی و سنجیدگی اور کظمِ غیظ جیسی متعدد صفات میں میری نظروں نے ان جیسا مردِ مؤمن نہیں دیکھا، دوسروں کے غم میں مغموم، دوسروں کی خوشی میں خوش، انانیت اور تکبر سے دور، حسد اور کینہ سے نفور، ملت اسلامیہ کے کرب وقلق کی ٹیسوں کو اپنے دل کے نہاں خانوں میں محسوس کرنے کا خاصہ، جود وسخا میں بے نظیر، امانت و دیانت میں بے مثال، تدین اور تقدس کی اعلیٰ منزلوں کو عبور کئے ہوئے لیکن پھر بھی خدا کے سامنے جوابدہی کے منظر کو سوچتے ہی گریہ و زاری، دعا ومناجات، توبہ و استغفار اور پوری زندگی اسلام اور اسلامیات کی خدمت کرنے کے باوجود کچھ نہ کر پانے کا گمان، بچوں کے لیے بہت مشفق، طلبہ کے لئے نہایت ہی حلیم و بردبار، اساتذہ و مدرسہ اور ملازمین کے درمیان نہایت بارعب و پروقار، ہم عصروں کے لیے بہت ہی سنجیدہ، بڑوں کے لیے تواضع و مسکنت کا شاہکار، واردین صادرین کے لیے خلیق اور مسترشدین کے لیے پیر مغاں لیکن تنہائیوں میں ربّ ذوالجلال کے سامنے آہ وفغاں اللہ اللہ۔

اب سوز و گذار اس محفل میں کچھ بھی نہ رہا اندھیر ہوا
پروانوں نے جلنا چھوڑ دیا، شمعوں نے پگھلنا چھوڑ دیا

عاجزی وانکساری اور تواضع وفنائیت

حضرت شہیدؒ عاجزی و انکساری اور تواضع و فنائیت کی اعلیٰ ترین مثال تھے، نشست و برخاست، رہن سہن، جلوت وخلوت ہر جگہ اور ہر ادا سے سادگی جھلکتی اور ٹپکتی تھی، وہ ہر مؤمن کو اپنے سے بہتر اور خود کو نہایت کمتر سمجھتے تھے، حتیٰ کہ اپنے چھوٹوں کو بھی اپنے سے بہتر سمجھتے تھے۔ پہلی مرتبہ ملاقات کرنے والا یہ نہ سمجھ پاتا کہ حضرت ہی جامعہ حقانیہ کے اوائل میں نائب مہتمم اور اب مہتمم

ہیں۔حضرت شہیدؒ کے یہاں علم وعمل کی وجہ سے تو قدر ومنزلت میں کمی ہوسکتی تھی لیکن مال ودولت اور شہرت وثروت کی بنیاد پر قریبی مقام حاصل نہیں کیا جاسکتا تھا کم مال والے سے بھی ایسا انبساط و فرحت اور خوشی ومسرت سے ملاقات کرتے کہ کسی کو اس کے کم درجہ کا احساس تک بھی نہ ہوتا ،طلبہ سے بھی ایسی خندہ پیشانی سے ملتے کہ کم ہی ناظم ومہتمم صاحبان طلبہ سے مخاطب ہوتے ہیں،معمولی سے معمولی انسان کی ملاقات اور ان کی تشریف آوری روبہ چشم قبول فرمالیتے اور اس کو اپنے معمولی پن کا قطعی احساس نہ ہونے دیتے ،ہر شخص سے ایسے ملتے کہ وہ یہی سمجھتا کہ حضرت شہیدؒ مجھ ہی سے زیادہ محبت فرماتے ہیں،آپ کی یہ دلفریب ادا ہر وارد وصارد پر گہرا اثر چھوڑتی تھی اور حضرت شہیدؒ کی جملہ صفات میں اس صفت کو اہم مقام حاصل تھا......

دزدیدہ نگاہوں کا یہ جادو ہے سربزم
ہر شخص یہ کہتا ہے ادھر دیکھ رہے ہیں

یہ تو بارہا دیکھا کہ جب کوئی عالم دین چاہے وہ شاگرد ہی کیوں نہ ہو دعا کی درخواست کرتا تو حضرت شہیدؒ بھی تفاوت علم وعمر کا خیال کئے بغیر اپنے لئے دعا کرنے کی درخواست کرتے۔

سادگی اور انکساری کی اعلیٰ ترین مثال

حضرت شہیدؒ اپنا کام خود کرنے کا عادی تھے،حتی المقدور اپنا کام کاج خود کرنے کی کوشش فرماتے ،جب درس کا وقت ہوجاتا فوراً اپنی کتاب خود اٹھاتے اور دارالحدیث کی طرف رواں دواں ہوجاتے ،کتاب اٹھانے کے لیے کبھی کسی خادم کی ضرورت محسوس نہیں فرماتے ،ہاں! اگر کوئی طالب علم حضرت کی خدمت میں پہنچ گیا اور اس نے یہ خدمت حاصل کرنے کے لیے کتاب اٹھالی تو ٹھیک ،ورنہ خود ہی کتاب اٹھائے درسگاہ تشریف لے آتے ۔حرصِ علم اور فنائیت کا یہ حال تھا کہ اپنے چھوٹے اور شاگرد سے بھی علمی استفسار کرنے میں تردد اور جھجک محسوس نہ فرماتے ،اپنے اندر ڈھیروں خوبیاں اور کمالات ہونے کے باوجود اپنے کمالات کی نفی فرماتے۔

تواضع کا طریقہ صاحبو پوچھو صراحی سے
کہ جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

سادگی اور نرم خوئی

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من یحرم الرفق یحرم الخیر (مسلم: ۲۵۹۲) حضرت شہیدؒ بھی انتہائی رقیق القلب تھے، بہت ہی نرم دل اور رحم دل تھے، رفق ونرمی اور تحمل و بردباری کی جیتی جاگتی تصویر تھے، غیظ وغضب اور طیش وطغیان بہت کم آتا تھا، اگر کوئی بات خلاف مزاج ہوتی تو عموماً اس پر خاموشی اختیار فرماتے لیکن کبھی بھی کسی طرح کی ناخوش گوار بات پر آپے سے باہر نہ ہوتے اور فرمایا کرتے کسی کو ٹھیس نہ پہنچے یہ اپنی کوشش ہے، ہمہ وقت فکر آخرت دامن گیر رہتی، بات بات پر فرماتے تھے کہ ''محض نسبتوں اور نسبت کی رفعتوں سے کچھ نہیں ہوتا، وہاں صرف مدار اعمال پر ہے۔'' کبھی کبھی پر درد اور پر سوز لہجہ میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی کا یہ شعر پڑھتے......

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

محبت وعشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت شہیدؒ کی پوری زندگی سنت نبوی سے عبارت تھی، ہر ہر قدم اور ہر ہر موڑ پر سنت نبوی اور طریق نبوی کی اتباع میں زندگی گزارنا آپ کا طرۂ امتیاز تھا ہر بات میں سنت نبوی کو پیش نظر رکھنا اور خلاف سنت باتوں پر روک ٹوک کا معمول آپ کی بڑی پاکیزہ صفات ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا پرتو حضرت شہیدؒ میں اتم درجہ نظر آتا تھا اور یہ خوبی ان حضرات کو اپنے اسلاف و بزرگوں سے حاصل ہوئی تھی، ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے ایک بزرگ صوفی عالم تشریف لائے اور حضرت شہیدؒ کی خدمت میں قلم پیش کیا تو حضرت نے بوسہ دیا اور فرمایا: اللہ نے آج آپ کے ذریعے یہ سنت بھی ادا کرادی......

کیا لوگ تھے جو راہِ وفا میں گزر گئے دل چاہتا ہے نقش قدم چومتا رہوں

سخاوتیں اور عنایتیں

حضرت شہیدؒ میں فیاضی، کشادہ دلی، کشادہ قلبی اور جود وسخا، عزیز و اقارب اور متعلقین کے ساتھ غمخواری وغم گساری، ہمدردی و دردمندی اور غریب پروری کا عنصر بھی خوب خوب نمایاں تھا۔ اگرچہ آپ کا شمار رؤساء کی فہرست میں نہیں ہوتا تھا لیکن پھر بھی آپ دل کے غنی تھے اور حدیث شریف

ليس الغنى عن كثرة العرض ولكن الغنى غنى النفس (البخاری: ٦٤٤٦) کی عملی تفسیر تھے، دولت وشہرت سے ہمیشہ دور ونفور رہے اور تاحیات بقدرِضرورت ہی روزی ورزق پر قناعت فرماتے رہے لیکن کبھی اپنی ذات کے لیے کسی سے دست سوال دراز نہیں کیا، مہمانان کرام کی ضیافت اور نادار طلبہ کی خاموش امداد، متعدد طلبہ کے لیے اپنی جیب خاص سے مستحقین کی مدد کرنا، غریب و نادار لوگوں کی مدد، مسافروں کا تعاون کرتے۔

کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

استغناء وقناعت

حضرت مولانا سمیع الحقؒ آپ کی زندگی درویشی و پرہیزگاری کی اعلیٰ مثال تھی، قناعت وتوکل آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ فرمان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم كن في الدنيا كأنك غريب او عابر سبيل کی عملی تصویر تھے۔ دنیا سے بے رغبتی واستغناء اور زہد وقناعت کا یہ عالم تھا کہ دوسروں کے لیے سبق چھوڑ گئے۔ ع تیرے دست توکل میں تھیں استغناء کی تلواریں

حزم واحتیاط

حزم واحتیاط تقویٰ وخشیت اور پرہیزگاری و پاکبازی کا وصف بھی حضرت والا میں نمایاں جھلکتا تھا، خصوصاً مدرسہ کے معاملات میں امانت و دیانت اور حزم واحتیاط کا بھرپور خیال فرماتے۔ ذرہ برابر بداحتیاطی گوارا نہ تھی۔

مہمان نوازی

حدیث شریف من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فاليكرم ضيفه(البخاری: ٦٠١٨) پر بھی خوب عمل ہوتا تھا۔ آنے والے کا دل سے احترام واکرام فرماتے اور حسب مراتب مہمانوں کا پرتپاک استقبال فرماتے، آپ غایت درجہ ہی مہمان نواز اور ضیف پرور تھے۔ ملنے والے سے نہایت ہی خندہ پیشانی اور ملنساری سے ملتے، اس کی گفتگو کو توجہ اور انہماک سے سنتے، مخاطب کی راحت و آرام کا پورا خیال فرماتے اور مہمانوں کی پوری خبرگیری فرماتے، یہ مہتاب اپنے ستاروں کے درمیان گھرا ہونے کے باوجود نو وارد مہمانوں سے پہلی فرصت میں پوچھتے: بھائی! کیسے آنا ہوا؟

کم گوئی

حضرت شہیدؒ عموماً خاموش رہتے تھے، بقدرِ ضرورت اور بوقت ضرورت بولتے تھے، کثرت کلام کو معیوب سمجھتے تھے، قلت کلام پر عمل فرماتے تھے، کم گوئی آپ کی صفت، فضول گوئی سے پرہیز آپ کی خاصیت تھی۔

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

ساتھ ہی کمال بھی تھا کہ خود خاموش رہ کر سامنے والے کو بولنے اور اپنی بات کہنے کا خوب موقع عنایت فرماتے تھے اور شریک مجلس کو وہ احساس نہیں ہوتا تھا، جو شاعر کو ہوا......

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

حکمت ودانائی اور چشم پوشی و بردباری

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اور کم گوئی کو حکمت و دانائی سے تعبیر فرمایا الصمت حکم و قلیل فاعله (شعب الایمان:٤٦٧٢) حدیث ہی کی برکت تھی کہ آپ کی گفتگو میں حکمت و دانائی خوب نظر آتی تھی۔ حدیث کے مضمون کو کسی شاعر نے کیا خوب نرالے انداز میں بیان کیا ہے......

کہا حضور نے حکمت ہے خامشی لوگو مگر جو اس کے ہیں پابند لوگ تھوڑے ہیں

تحمل و بردباری اور چشم پوشی و نظر اندازی، عفوو درگزر یہ وہ اوصاف ہیں جس کو یہ میسر آجائیں اس کی زندگی جنت بن جاتی ہیں اور دوسروں کیلئے بھی راحت رسانی کا سامان فراہم ہوجاتا ہے، مذکورہ اوصاف بھی آپ میں کامل درجہ پائے جاتے تھے، قرآن میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ (آل عمران: ١٥٩)

’’ان واقعات کے بعد اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بنا پر (اے پیغمبر!) تم نے ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیا اگر تم سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہوجاتے لہٰذا ان کو معاف کردو۔‘‘

آپ کی برداشت کا ہی ظہور تھا کہ جس نے بہت سے فتنوں کو دبائے رکھا بلکہ حضرت شہیدؒ کی جلالت قدر ملاحظہ فرمائیں کہ تعفوا عمن ظلمك (معجم الاؤسط: ج۱،ص۲۷۹) پر عمل فرماتے تھے۔

گزری جو رہ گزر میں اسے درگزر کیا
اور پھر یہ تذکرہ کبھی جاکر نہ گھر گیا

انتظامی امور میں ید طولیٰ رکھتے تھے

آپ درس وتدریس، مطالعہ واستفادہ اور تقریر وتحریر کے رہنما تھے۔ بڑی تندہی اور بشاشت کے ساتھ معمولات کو بہت اہتمام سے انجام دیتے تھے، بلند و بالا شخصیات جو علم وعرفان اور سیادت و قیادت کے آسمان پر آفتاب عالم تاب ہو کر جلوہ افروز ہوئی ہیں، ان کے سلسلہ میں ابتدائے عہد طفولیت سے رونما ہونے والے قرائن ہی بعض دفعہ اس کی نشاندہی کر دیتے تھے، اس کا اندازہ ہر دور میں بعض طبائع اور اذہان کو ہوتا رہا ہے۔ وہ نظم مدرسہ میں اپنے والد بزرگوار شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی طرح ایک بلند و بالا مرتبہ، مہارت تامہ، دسترس کاملہ اور ید طولیٰ رکھتے تھے، اس امر میں اللہ نے ان کو طبع رسا اور ذہن مجلیٰ ودیعت فرمایا تھا اور اس سلسلہ میں برادر بزرگوار کے وہ لوگ بھی قائل تھے جو اِن سے کسی نوع سے اختلاف رکھتے تھے، دارالحفظ اور دارالحدیث (ایوان شریعت) کی تجدید و توسیع اور دارالاقاموں کی جدید تعمیر اور عظیم نئی جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ اور نئے تاریخی پانچ منزلہ دارالتدریس کی تاریخی تعمیرات اور وسعتیں بھی حضرت شہیدؒ ہی کے دور سے متعلق ہیں۔

معنوی علمی عظمتیں

ظاہری علمی فضیلت کے بیان کے بعد اب معنوی عملی عظمت کا تذکرہ اس طور پر ہے کہ عمل میں وہ ابتدائے سنِ شعور ہی سے دیندارانہ اور عالمانہ فکر وطرز پر مواظبت رکھتے تھے۔ مرورِ ایام کے ساتھ ان میں ازدیاد آپ کا مسلسل شعار رہا تھا، ورع وتقویٰ اور انابت الی اللہ ان کی زندگی کا جزو لاینفک بن گیا تھا وہ نام نمود سے دور، تکلف وتصنع سے نفور تھے۔ ان کی مطالعاتی کیفیات کا امکانی طور پر اس عجلت کے ساتھ عروج وارتقاء ہو چکا تھا جو مستقبل میں ان کے اس سلسلہ کی بھی عظیم شخصیت ہونے کی شہادت دے رہا ہے۔ وہ علم نافع اور عمل صالح سے تو بدرجہ اتم بہرمند ہی تھے۔ کچھ ہی ایام میں رشد و ہدایت، قلم وکتاب، درس وتدریس، تحریر وتصنیف اور ماہنامہ ''الحق'' کی ادارت کے اس اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو گئے جو اہل علم کا مقام لائق احترام ہوتا ہے۔

اپنے عظیم والد کی نظر میں

سب سے عظیم اور قابل قدر امر یہ ہے کہ اپنے علمی اور عملی فضائل و محامد، صاحب الرائے اور صائب الرائے ہونے کے سبب اپنے والد گرامی کے یہاں وہ قبول عام کا درجہ رکھتے تھے۔ وہ ہمہ نوع معتمد تھے اور حضرت بڑے اطمینان کے ساتھ یہ محسوس فرماتے تھے کہ ہمارے بعد کے لیے بزرگان سلف کی طرز پر جس کے ہم اب تک امین رہے ہیں اسی نوع کی ایک شخصیت کا جس کی حیات طیبہ کے تابندہ نقوش اظہر من الشمس ہیں، مدرسہ کے لیے نظم ہوگیا ہے، مزید براں یہ کہ مدرسہ میں ان بزرگوں کے متعین کردہ ہمہ گیر محاسن کے حامل ہونے کی حیثیت سے عوام و خواص کے ادب و عقیدت اور احترام و عزت کے وافر رجحانات ان سے وابستہ ہوگئے تھے۔

مکارم اخلاق

وہ ایک عالی منزلت شخصیت ہونے کے باوصف سادگی متانت، مکارم اخلاق، حسن طبیعت، تواضع و انکساری، حزم و احتیاط، زہد و استغناء، حلم و تدبر اور کریم النفسی کے پیکر اور اپنے کو کچھ نہ سمجھنے کے خوگر تھے۔ خاص طور پر قدیم ملنے والوں سے مخلصانہ وضع داری اور ان کی ہر بات کا خیال و احساس رکھنا ان کا طرۂ امتیاز تھا، وہ راقم الحروف پر آغازِ کار ہی سے بے انتہا کرم فرماتے تھے اور ''الحق''، ''مؤتمر المصنّفین'' اور بعض اِنتظامی اُمور اور سیاسی مساعی اور ہر معاملہ میں ساتھ رکھتے تھے، قرب و جوار کے بہت سے اسفار بھی ان کے ساتھ ہوئے، ان کی کرم فرمائیوں میں کس کس کا بیان کیجئے! ان کے لطف و رأفت کی یادیں اس طرح گہرے طور پر ذہن و دل پر مرتسم ہیں کہ ان کے اظہار کی نزاکت الفاظ کے تاب و تواں سے ماوراء ہے۔ افسوس ہے کہ جامع علم و عرفاں، مردحق آگاہ، مدرسہ اور ملت کے سر سے اٹھ گیا جو آج کے دور قحط الرجال میں نقصان عظیم ہے، اس حادثۂ عظمیٰ پر قلوب غمناک اور آنکھیں نمناک ہیں۔

لحد ان کی بہر سو بقعۂ انوار ہو جائے
دریچہ اس میں جنت کا کھلے گلزار ہوجائے

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
مدیر ماہنامہ ''بینات'' کراچی

محافظِ اسلام و پاکستان کی شہادت

حضرت مولانا اعجاز مصطفیٰ صاحب جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل و مدرس، ماہنامہ ''بینات'' کے مدیر، مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رُکن، ماہنامہ ''بینات'' کی ادارتی تحریر میں اپنے دونوں پیش رو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اور مولانا سعید احمد جلال پوریؒ کے عکسِ جمیل ہیں، مولانا اعجاز مصطفیٰ، صاحبِ طرز ادیب، مستند عالمِ دین ،مایۂ ناز لکھاری اور خوبصورت اسلوبِ تحریر کے مالک ہیں، جس موضوع پر قلم اُٹھاتے ہیں، اس کا حق ادا کر دیتے ہیں، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے خصوصی عقیدت و محبت ہے، ان سے زیارت و ملاقات کیلئے جامعہ حقانیہ بھی تشریف لاتے رہے، ایک موقع پر جامعہ ابوہریرہ میں طلباء سے مؤثر خطاب بھی فرمایا تھا، موصوف کو جامعۃ العلوم اسلامیہ میں خدمات کی وجہ سے برصغیر کی علمی، ادبی، سیاسی، قومی وملی اور دینی شخصیات سے ملاقات اور استفادے اور گفتگو کے خوب خوب مواقع ملتے رہے جس سے ان کے ایک خاص تحریر ذوق، ادبی شوق اور علمی مزاج کی تشکیل ہوتی رہی، جب سے انہیں ماہنامہ ''بینات'' کی خدمت کا موقع ملا تب سے ان کے علمی مضامین ومقالات سے ایک دنیا مستفید ہو رہی ہے ان کی صحافیانہ تحریریں اس پر مستزاد ہیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر کیا لکھا کہ قلم توڑ کے رکھ دیا، مولانا اپنی عظیم صلاحیتوں اور ادبی تحریروں اور ایک بڑے ادارے کی بڑی نسبتوں کی برکت سے عظمت کی راہوں پر اس قدر مشہور ہو گئے ہیں کہ قلم وقرطاس کے تقدس کی علامت بن گئے ہیں۔(ادارہ)

دارالعلوم دیوبند کے سابق اُستاذ و دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہٗ کے فرزندِ ارجمند، امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ کے تلمیذ و مسترشد، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم و اُستاذِ حدیث، جمعیت علمائے اسلام (س) کے امیر، سابق رُکن قومی اسمبلی و سینیٹ، ہزاروں فضلائے حقانیہ ومجاہدینِ افغانستان کے محبوب استاذ، مربی و سرپرست، مولانا حامد الحق و مولانا راشد الحق سلمہما کے والد گرامی، حضرت مولانا سمیع الحق کو ۲۳ رصفر

۱۴۴۰ھ مطابق ۲ر نومبر ۲۰۱۸ء بروزِ جمعہ بعد نمازِ عصر اُن کے گھر واقع بحریہ ٹاؤن اسکیم راولپنڈی میں سفاک و درندہ صفت قاتلوں نے خنجر اور چھری جیسے آلۂ جارحہ کو استعمال کرتے ہوئے بیدردی سے شہید کردیا (إنا اللّٰہ و إنا إلیه راجعون ، إن للّٰہ ما أخذ و لهٗ ما أعطٰی و کل شیء بأجل مسمّٰی)

آپ کی شہادت کا عین وہی دِن ہے جب سیشن کورٹ اور ہائی کورٹ سے سزائے موت پانے والی آسیہ ملعونہ کی سپریم کورٹ سے بریت پر پوری پاکستانی قوم سرا پا اِحتجاج بنی ہوئی تھی، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی اپنی شہادت سے ایک دِن پہلے ایک احتجاجی مظاہرہ میں شریک ہوئے اور وہاں خطاب اور اس فیصلے پر اپنے غم وغصہ کا اظہار بھی فرمایا تھا۔ شہادت کے دِن بھی آپ ایک احتجاجی مظاہرہ میں شرکت کے لئے گھر سے روانہ ہوئے لیکن راستے بند ہونے کی وجہ سے آپ واپس اپنے گھر تشریف لے آئے، آپ کے خادم اور ڈرائیور قریب ہی سودا سلف لانے کیلئے گئے ہوئے تھے، واپس آئے تو دیکھا کہ حضرتؒ خون میں لت پت ہیں، ہسپتال لے جایا گیا لیکن آپ کی روحِ مبارک پہلے ہی قفس عنصری سے محو پرواز ہوچکی تھی، یقین نہیں آتا کہ کوئی ظالم ۸۲ سالہ بوڑھے، بیمار اور بزرگ ہستی پر اس وحشت ناک اور دردناک انداز میں ہاتھ اُٹھا سکتا ہے، حضرت موصوف کی شہادت سے ایک بار پھر مظلومِ مدینہ، دامادِ رسول، امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر دُہرایا گیا جس طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلین اس دنیا میں دیدۂ عبرت بنے اور ذلت کی موت مرے، اسی طرح حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے قاتلین بھی اس دنیا میں نمونۂ عبرت اور ذلت کی موت مریں گے۔ ان شاء اللہ

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی پوری زندگی تعلیم وتعلّم، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، قومی، ملی، سیاسی خدمات کے علاوہ اعلائے کلمۃ اللہ اور پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے قادیانیت سمیت تمام فرقِ باطلہ اور اُمت مسلمہ کے خلاف عالمی استعمار کی دہشتگردی کے تعاقب میں گزری، پاکستان میں نفاذِ شریعت کیلئے آپ کی تڑپ، پارلیمنٹ کے اندر اور باہر آپ کی تاریخ ساز جدوجہد، افغان جہاد کی سرپرستی، آپ کی حیات کے ایسے لازوال کارنامے ہیں جو موجودہ اور آنے والی نسلوں کے لئے نشانِ راہ بن کر مہمیز کا کام دیں گے ان شاء اللہ۔

الغرض! موصوف ہمہ جہت شخصیت کے حامل تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار خوبیوں اور فکر ونظر کے بہت سے فضائل وخصائص سے نوازا تھا، آپ کی پیدائش ۱۲/رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۳ر ستمبر ۱۹۳۶ء کو اکوڑہ خٹک میں ایک علمی خانوادہ میں ہوئی، آپ کے شجرۂ نسب میں تقریباً علماء اور

دین دار افراد ہی گزرے ہیں، آپ کی پانچویں پشت کے حضرت مولانا عبدالرحیمؒ اپنے خاندان کے ہمراہ ۱۱۷۴ھ مطابق ۱۷۶۱ء میں تبلیغ دین کی غرض سے اکوڑہ خٹک میں آ کر آباد ہوئے۔

آپؒ نے ابتدائی دینی تعلیم گھر میں اپنے والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہٗ سے حاصل کی، انجمن تعلیم القرآن اسلامیہ پرائمری سکول میں پرائمری تک تعلیم مکمل کی، پھر درسِ نظامی کی مکمل تعلیم دارالعلوم حقانیہ ہی میں رہ کر حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد ماجد کے علاوہ مولانا رسول خان ہزارویؒ اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ اسرارہم کے نامِ نامی نمایاں ہیں، آپ نے ۱۹۵۸ء میں دارالعلوم حقانیہ سے دورۂ حدیث کیا، درسِ نظامی سے فراغت کے بعد آپ کے والد ماجد نے دورۂ تفسیر کے لئے حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں آپؒ کو لاہور بھیجا، آپؒ نے رمضان تا ذوالحجہ وہاں رِہ کر دورۂ تفسیر پڑھا، اِمتحان میں سو نمبر حاصل کیے اور امام اولیاء حضرت لاہوریؒ سے آپ نے بیعت کی، حضرت مولانا سمیع الحقؒ خود لکھتے ہیں:

> ''۲۷؍مئی نمازِ عشاء سے قبل حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے احقر نے بیعت کی درخواست کی، جس پر آپ نے والد ماجدؒ کی اجازت اور مرضی کی تحقیق کرنے کے بعد پذیرائی بخشی اور نمازِ عشاء کے بعد حضرت لاہوریؒ نے اپنے خصوصی کمرے میں یکسوئی اور تنہائی میں مجھے بیعت کروایا، لطیفہ قلبی کی تعلیم و تلقین کی اور پھر خصوصی شفقت سے لبریز جامع دُعا فرمائی، مجھے کم از کم ایک ہزار مرتبہ " اللّٰہ ھو" کہنے کا حکم فرمایا اور اشیائے خورد و نوش میں شدید احتیاط برتنے پر زور دیا'' (خودنوشت ڈائری)

آپ نے ۲۲؍سال کی عمر میں جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں تدریس شروع فرمادی، گویا آپؒ نے ساٹھ سال کے قریب قال اللّٰہ و قال الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا درس دیا، آپؒ کا درس دلچسپ اور معلومات سے بھرپور ہوتا تھا، اس کے ساتھ ساتھ آپؒ نے اپنے اِدارے سے ایک مجلّہ ماہنامہ ''الحق'' بھی جاری کیا، جس کے آپ ایک عرصہ تک مدیر رہے اور آپ کے اداریہ کی بڑے بڑے اکابر اور اہل قلم صحافی حضرات اِنتظار، تعریف اور توصیف کیا کرتے تھے، جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے ترجمان ماہنامہ ''بینات'' میں ماہنامہ ''الحق'' پر ان دنوں ان الفاظ میں تبصرہ کیا گیا تھا:

> ''اس ماہنامہ کی ترتیب بڑی دلکش اور مضامین ایمان افزا ہوتے ہیں، اداریہ میں مسائل حاضرہ پر شگفتہ زبان، سنجیدہ اسلوب اور متین اندازِ بیان میں شرعی نقطۂ نظر

سے بصیرت افروز تبصرہ، مقالات میں تنوع، عالمِ اسلام کے کوائف، عالمی مسائل اور ان کا صحیح حل اور تازہ مطبوعات پر جاندار تبصرہ اس مجلّہ کے خصوصی مشمولات ہوتے ہیں''۔(بینات ذوالحجہ ۱۳۸۶ھ)

حضرت مولانا سمیع الحقؒ نے یوں تو موتمر کی شائع کردہ کتب کے علاوہ بھی زندگی میں پیش آنے والے ہر اہم واقعہ اور ہر اہم معاملہ پر لکھا اور خوب لکھا، شاید ان منتشر مضامین اور تحریروں کو جمع کیا جائے تو مزید کئی کتب منصۂ شہود پر آسکتی ہیں لیکن فی الحال اس بزم میں اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے حضرتؒ ہی کے مضامین، انٹرویوز اور تحریرات میں سے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں، جو حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلۂ کی تالیف کردہ کتاب ''مولانا سمیع الحق: حیات وخدمات'' سے لیے گئے ہیں، جس سے محسوس اور معلوم ہوگا کہ آپکو اُمتِ مسلمہ، خصوصاً پاکستانی قوم کیلئے کتنی فکر اور درد رہتا تھا اور کس طرح سلگتے مسائل کے حل کیلئے آپ نے پاکستانی قوم اور حکومت کی رہنمائی فرمائی اور پاکستانی مخالف لابیوں کو کس انداز سے دندانِ شکن جواب اور دلائل سے چاروں شانے چت کیا۔

۱...... ایک جگہ علمائے کرام کو ان کی ذمہ داریوں اور فرائضِ منصبی کا اِحساس دلاتے اور آگاہ کرتے ہوئے آپؒ نے لکھا: ''علمائے حق زمین کا نمک ہیں، جس کی نمکینی کلمۂ حق کہنے اور دین کو ہر چیز پر مقدم رکھنے میں ہے لیکن اگر نمک اپنی خاصیت کھو بیٹھے تو پھر کون سی چیز ہے جو اسے نمکین بنادے اگر کسی میں یہ کربناک منظر دیکھنے کی تاب نہیں تو اسے یہ بات ہر وقت مستحضر رکھنی چاہیئے کہ علم خدا کی صفت ہے اور عالم اس کا مظہر، اس علم کا تقاضا ہے کہ اسے اونچا رکھا جائے، خدا کی صفت ہر حال میں بالادستی کی مستحق ہے، دار ورسن ہو یا تلوار کی دھار، خدا کے وصفِ خصوصی کو ذلت ورسوائی سے محفوظ رکھنا چاہیئے، اس علم کے حامل لوگ اس کی آبرو نہ رکھ سکیں تو ان کیلئے بہتر ہے کہ عالمانہ بھیس چھوڑ کر چمار اور بھنگی بننا قبول کرلیں، ملک وملت سے نصیحت وخیرخواہی کا معاملہ آپ کا فریضہ ہے اگر کوئی تمہاری رہنمائی طلب کرے تو بصد خلوص بھرپور تعاون کریں لیکن اگر معاملہ غلام اور خادم جیسا ہو تو یہ آپ کی اپنی تحقیر نہ ہوگی بلکہ علم اور دین کی آبرو ریزی ہوگی، علماء دین تو ائمہ صدق وعزیمت امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے جانشین ہوتے ہیں دربارِ اکبری کے ابوالفضل اور فیضی اور دربار عباسی کے قاضی ابوالبختری کے نقشِ قدم پر چلنے والے نائب رسولؐ نہیں بلکہ اس دھرتی پر خدا کی پھٹکار ہیں''۔(مولانا سمیع الحق: حیات وخدمات، ص:۱۶۵)

۲...... پاکستانی قوم اور مدارس کیلئے دہشت گردی کی اِصطلاح استعمال کی جاتی ہے آپؒ نے جہاد اور دہشتگردی کے فرق کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ''مشکلات کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ دنیا ٹیررازم کو جس مقصد کے لئے استعمال کرتی ہے بغیر اس کے کہ وہ ہے کیا چیز؟ میں نے ہر جگہ یہ مطالبہ کیا ہے ابھی مغربی ممالک کے دورے میں بھی کہ ہم اور مغربی ممالک آپس میں بیٹھ کر ٹیررازم کی ڈیفینیشن کریں، اس کی حدود کیا ہیں؟ کون سی چیز ٹیررازم ہے اور کونسی ٹیررازم نہیں ہے؟ خواہ اس تعریف ومعیار پر مغربی طاقتیں یا بڑی طاقتیں اتریں یا کوئی گمنام شخص تو پھر پانی کا پانی اور دودھ کا دودھ سب صاف ہوگا، ایک چیز کو کوئی مقدس جہاد سمجھتا ہے اور دوسرا اسکو ٹیررازم کہتا ہے، ایک بڑی قوت جہاد وجمہوریت کو سٹرگل کہتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ غلام بنانا چاہتے ہیں یہ سارا معاملہ تب صحیح ہوگا جب ہم ڈیفینیشن طے کریں، میں خود چاہتا ہوں کہ دہشتگردی کی متعین تعریف ہوجائے، اقوام متحدہ یا کسی اور پلیٹ فارم پر، اس کا تشخص معلوم کیا جائے، حدود متعین کئے جائیں لیکن میں آپ کو آسان الفاظ میں فرق بتاتا ہوں کہ جہاد اور ٹیررازم میں فرق کیا ہے؟ میں آپ کو مثال دیتا ہوں رات کو ایک بس اس روڈ پر پشاور جارہی ہے اور چند ڈاکو اس کو روک لیں اور اس کے اندر گھس جاتے ہیں اور وہاں لڑکیوں کی بے عزتی آبروریزی کردیتے ہیں وہاں سواریوں کو قتل کردیتے ہیں۔ ان کا سارا سامان لوٹ لیتے ہیں تو اس کے ساتھ جو کچھ ہوا، یہ ٹیررازم ہے اور ایک شخص گھر میں آرام سے سو رہا ہے، چادر اور چاردیواری کا تحفظ ساری دنیا ضروری سمجھتی ہے، رات کے اندھیرے سے یا اپنی طاقت سے دن دھاڑے کوئی شخص بندوق کی نوک سے آکر میرے گھر میں گھس جاتا ہے، میری عزت لوٹتا ہے، میرے گھر کو لوٹتا ہے، میرے سارے گھر کو تباہ و برباد کرتا ہے اس وقت اگر میں گھر میں بندوق اٹھاتا ہوں تو یہ میرے لئے لازمی ہے کہ میں اپنے گھر کا تحفظ کروں اس گھر میں اگر کوئی اس طریقے سے آتا ہے تو اس کی بقاء کی جنگ جہاد ہے اور جو شخص باہر ڈاکو کی شکل میں آکر لوٹ کھسوٹ کرتا ہے وہ ہے ٹیررازم ان دونوں میں فرق کرنا چاہیے'' (مولانا سمیع الحق: حیات وخدمات، جلد:۲ ص:۱۴۰)

۳...... اسلام اور اُمت مسلمہ کی سالمیّت کے بارے میں لکھا کہ: ''اب کسی ایک قانون، کسی ایک جزئیہ، کسی ایک عنوان یا کسی ایک مشن، کسی ایک مسئلہ اور ملت کے کسی ایک عضو واندام کی حفاظت کی بات نہیں اب تو امت کی سالمیت کا مسئلہ ہے، دشمن پوری قوت سے اُمت مسلمہ کو

ڈائنامیٹ کردینا چاہتا ہے، دنیا کی تمام طاقتیں اس بات پر متحد ہوگئی ہیں کہ اسلام کو بہرحال پنپنے نہیں دینا، امت مسلمہ کو جدید عالمی تبدیلیوں کے بڑے بڑے ہولناک چیلنجوں کا سامنا ہے، امریکہ، روس، چین، جاپان، برطانیہ اور پوری دنیائے کفر عالم اسلام کی بیداری کی نئی لہر سے خائف اور لرزاں وترساں ہیں'' (مولانا سمیع الحق: حیات وخدمات، جلد:۲ص:۲۲)

۴...... افتراق وتشتّت کا سبب بننے والی چیزوں سے احتراز کرنے کی تلقین کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا: ''ہمیں آئندہ ایسی چیزوں سے اجتناب کرنا ہوگا جو دل آزاری اور افتراق وتشتت کا سبب ٹھہرے یا اس سے صحابہ کرامؓ کی شخصیات متأثر ہوں، اگر ہم گزرے لوگوں (جنہوں نے ایسا کیا ہو) کے بارے میں فیصلہ نہیں کرسکتے ہیں تو کم از کم موجودہ لوگوں کو اتحاد و وحدت کی خاطر یہ امور چھوڑنے ہوں گے، فرمایا کہ: تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (حیات وخدمات، جلد:۲ص:۳۷۸)

۵...... پاکستانی قوم اور حکومت کو خود داری اور آزادی کا درس دیتے ہوئے آپؒ نے فرمایا: ''کسی ملک کی امداد پر رہنا، کسی غیور زندہ قوم اور مسلمان قوم کیلئے مناسب نہیں ہے، ہم ایک آزاد قوم ہیں اور ہم نے بڑی عظیم قربانیوں سے یہ ملک حاصل کیا ہے، اس وقت ہمارا ملک بدقسمتی سے کچھ ایسے جغرافیائی حالات سے دوچار ہے جن سے بعض سپر طاقتیں ناجائز فائدہ اُٹھا رہی ہیں، اس وقت پوری دنیا میں اقتصادی امداد کا سلسلہ جاری ہے اور بڑی طاقتیں چھوٹی طاقتوں کی امداد کر رہی ہیں جو کہ درحقیقت مدد نہیں ہوتی بلکہ سود پر رقم دیتے ہیں، جسے پھر امداد حاصل کرنے والے ممالک سود درسود واپس ادا کرتے ہیں اور یہ سودی نظام ساری دنیا میں رائج ہے، اس کو وہ اقتصادی امداد کا نام دے کر طرح طرح کے قومی، ملی اور دینی وسیاسی مفادات سے کھیلتے ہیں'' (مولانا سمیع الحق: حیات وخدمات، جلد:۲ص:۲۵۶)

۶...... ایک انٹرویو میں اُمتِ مسلمہ کی قربانیوں کی بدولت مغربی اقوام کو ملنے والے فوائد اور اس کے بدلہ میں انہوں نے مسلمانوں کو کیا دیا؟ اس سوال کا جواب جب ان سے مانگا تو ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا، آپؒ نے فرمایا: ''دیکھئے! افغانستان پر روس کا جو قبضہ ہوا تو سب سے بڑی قربانی پاکستان نے دی اور پاکستان کے عوام نے دی، کم از کم بیس لاکھ آدمی شہید ہوگئے، لاکھوں کا بوجھ ہم نے اٹھایا اور پورے پاکستان کو رسک میں ڈال دیا۔ ہوسکتا تھا کہ سوویت یونین ہمیں بھی تباہ وبرباد کردیتا ابھی تک ہم وہ نقصانات بھگت رہے ہیں، ۲۰/لاکھ

آدمیوں کا قتل ہزاروں معذور لولے، لنگڑے کئی لاکھ مہاجر ہمارے ملک میں اب بھی پڑے ہوئے ہیں اس ساری قربانی کے بعد اسکا سارا فائدہ مغربی اقوام نے لیا ایک فائدہ یہ کہ امریکہ واحد سپر پاور بن گیا، دوسرا فائدہ یہ کہ آپ کا مشرقی یورپ سارا آزاد ہو گیا، تیسرا فائدہ یہ کہ برلن کی ساری دیواریں ٹوٹ گئیں اور تمام دنیا پر صرف مغربی قوتوں کا ہولڈ آ گیا یورپی یونین سارا آپس میں متحد ہو گیا، یہ سب کچھ ہماری قربانیوں کا پھل تھا ہمیں کیا ملا اتنی بڑی قربانیوں کے بعد بھی ہمارا افغانستان جہنم کدہ بنا ہوا ہے اور ایسی آگ میں ڈالا گیا جس سے کوئی نہیں نکل سکتا اور پھر پاکستان کی کیا حالت ہے؟ کہ ہم دہشتگرد کہلائے اب ہم ہر جگہ ٹیرارسٹ ہیں اور دنیا میں بلی بھی ایک چوہے کو پکڑتی ہے تو شور مچتا ہے کہ یہ پاکستان سے ہوا تو جن لوگوں کی قربانیوں اور سٹرگل سے یہ سب کچھ ہوا اور وہ سب کچھ ہم نے آپ کی جھولی میں ڈالا تو آپ ہمارے ساتھ کم از کم یہ نہ کریں کہ کانٹے صرف ہم کو ملیں اور ہمارا سارا دامن ہی کانٹوں سے بھر دیا تو اس کا جواب ان کے پاس نہیں تھا وہ بڑے متأثر ہوئے اور سوچ کر کہا کہ واقعی یہ سوچنے کی بات ہے (حیات و خدمات، ج:۲ص:۱۳۹)

۷...... تجدد پسندوں اور مغربی افکار و نظریات کے دلدادہ لوگوں کے عزائم سے آگاہ کرتے ہوئے حضرت موصوفؒ لکھتے ہیں: ''الغرض! تجدد و اصلاحِ مذہب کے نعرے بلند کرنے والوں کے عزائم اور مقاصد اگر صرف یہی ہوتے تو اختلاف کی کوئی صورت پیدا نہ ہوتی مگر اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کو نئے تقاضوں کے سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں، ان کی ذہنی ساخت تعلیم و تربیت، ذاتی و سیاسی مصالح، مغربی تہذیب وتمدن میں سر تا پا استغراق اور جن سرچشموں سے ان کے نظریات کی آبیاری ہو رہی ہے اور اسلام پر تحقیق و ریسرچ کے جو نت نئے نمونے مسلمانوں کے سامنے آ رہے ہیں، ان سب چیزوں سے یہ حقیقت مسلّمہ کھل کر سامنے آ چکی ہے کہ دراصل ان لوگوں کا مقصد پورے اسلامی معاشرہ کو مغربی تہذیب وتمدن اور لادینی افکار و خیالات میں ڈھالنا اور اسلامی ممالک کو مغربی ممالک کے نقشِ قدم پر چلانا ہے۔ اس راہ میں جو بھی دینی تصوّرات اور ضوابط، قوانین اور دینی اقدار و روایات حائل ہو سکتے ہوں ان میں ترمیم و تنسیخ کی جائے یا اسے کھینچ تان کر اسلام کے دائرہ میں لایا جائے اور مختصراً یہ کہ اس طرح حقیقی خدوخال سے محروم ہو کر ملک و معاشرہ کو ''مغربیت'' کے سانچے میں ڈھالنے کیلئے رُکاوٹ نہ بنے۔ یہی وہ المناک صورتِ

حال ہے جس سے تجدد اور اصلاح کے خوشنما نام سے اسلام اور راسخ العقیدہ مسلمان دوچار ہیں۔ تجدید کے نام پر مغربی تہذیب وافکار کی ہی وہ اندھی تقلید ہے جس کا رونا علامہ اقبالؒ رو چکے ہیں ......

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلیدِ فرنگی کا بہانہ

اور یہی وہ تشویشناک صورتِ حال ہے جس نے دینی اقدار وافکار پر مرمٹنے والے علماء اور غیور مسلمانوں کو شدید اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے اور وہ کسی حال میں بھی اسلام کو یورپ کی اخلاقی اور روحانی اقدار سے عاری نظام کی بھینٹ چڑھانے پر آمادہ نہیں ہو سکتے اور اس راہ میں وہ بے خطر ہر میدان میں سنگِ گراں ثابت ہوجاتے ہیں، جس کا کچھ مظاہرہ راولپنڈی کانفرنس میں لادینی نظریات پیش ہونے پر حاضرین کے سوادِ اعظم کا شدید نفرت اور بیزاری ظاہر کرنے کی شکل میں ہوا، اہلِ تجدد اور مغرب زدہ طبقہ کے ہاں نئے تقاضوں اور حالات کے سامنے اور مذہب کے ترقی پذیر ہونے کا مطلب کھلے الفاظ میں یہ ہے کہ مذہب کو حالات کا تابع بنا دیا جائے نہ کہ حالات اور زمانہ کو مذہب کے مطابق بنایا جائے''۔ (مولانا سمیع الحق: حیات وخدمات، جلد:۱ص:۳۰۴-۳۰۵)

۸...... ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے فتنہ کے بارہ میں آپ نے لکھا: ''ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور ان کے ادارے ''اسلامی تحقیقاتی ادارہ'' کا مشغلہ ہی آج تک دین کے مسلمات سے تلاعب، تمسخر اور اسے مشق مسخ وتحریف بنانے کے سوا کچھ نہیں رہا، ان کے مشاغل وعزائم کی کچھ جھلکیاں ہم وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہتے ہیں اس ادارے کے بزعم خود شہرۂ آفاق محقق ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا اصل روپ اب مسلمانوں سے مخفی نہیں رہا، انکی مساعی کا نتیجہ سوائے ضیاعِ وقت کے کچھ اور نہیں نکلتا اور انکی تحقیقات مسلمانوں کی دل شکنی اور نظریۂ پاکستان سے انحراف، باہمی تفریق وانتشار اور پاکستان کی سالمیّت کو نقصان پہنچانے کا سبب بن رہی ہیں''(الحق: اکتوبر ۱۹۶۶ء)

۹...... قادیانیت کے بارہ میں آپ نے لکھا: ''قادیانیت مسلمانوں کیلئے ایک ایسا ''شجرۂ خبیثہ'' ہے، جس کی جڑیں کبھی بھی عقل ودانش کی زمین میں جگہ نہیں پکڑ سکیں لیکن دجل وتلبیس، ملمع سازی اور فریب کے بل بوتے پر اس کی شاخیں کبھی کبھی پھیلنے لگتی ہیں اور خطرہ لاحق ہو جاتا ہے کہ دینِ قیم کے صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کے لئے یہ خاردار جھاڑیاں اور کانٹے راہِ حق

سے بھٹکنے کا ذریعہ نہ بن جائیں ......

گو آج انور شاہ کشمیریؒ، عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ثناء اللہ امرتسریؒ ہم میں نہیں مگر مسلمانوں کے منبر ومحراب، ہر مدرسہ وخانقاہ، ہر مجلس ومحفل سے ان اکابر کی روح بول رہی ہے اور ہر مسلمان کے دل میں وہ آگ سلگ رہی ہے جسے ان اکابر نے روشن کیا تھا۔ یہاں ہم اس دریدہ دہن کی خدمت میں صرف یہ شعر پیش کرنے پر اکتفاء کریں گے ......

مت سوچ ''بخاری'' نہیں اربابِ وطن میں
یہ دیکھ فضا شعلہ فشاں ہے کہ نہیں ہے
جو آگ سلگتی رہی اس شیر کے دل میں
اس آگ سے ہر روح تپا ہے کہ نہیں ہے

(بادنیٰ تغیر) (''الحق'' مارچ ۱۹۶۷ء)

۱۰...... قادیانیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی وضاحت کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا: ''قادیانیت کے بارے میں آئین کی اسلامی دفعات ہیں، اس مسئلے کا فیصلہ نہ تو مولویوں نے کیا ہے اور نہ ہی کسی مدرسے نے، بلکہ پارلیمنٹ نے کیا ہے، انہوں نے پورے چالیس دن بڑے بڑے وکلاء اور اٹارنی جنرل رکھے ہوئے تھے اور وہ دہشتگرد تو کیا پارلیمنٹیرین بھی نہیں تھے، بھٹو خود سوشلسٹ اور روشن خیال تھا انہوں نے آئین کی روشنی میں فیصلہ کیا، اب اس کے بارے میں ہر وقت مسئلہ اٹھتا ہے کہ آئین سے یہ چیز امریکہ نکال رہا ہے، جو بہت افسوس کی بات ہے اس کی تلافی کرنی چاہیے امریکہ کو اپنی براء ت کا کھل کر اظہار کرنا چاہیے پارلیمنٹ کسی کو غیر مسلم کہے یا مسلمان کہے۔ امریکہ کا اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی فنڈامینٹل (Fundamental) ہونے کی وجہ سے ہم نے ان کی مخالفت نہیں کی تھی بلکہ وہ خود کہتے تھے کہ ہمارا نبی الگ ہے اس کی الگ کتاب ہے جیسے موسیٰ کے بعد عیسیٰ آ گئے اور عیسیٰؑ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بھی کسی کو مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کر دے۔ کیا ایسے شخص کو یہودی موسیٰؑ کی طرح اور عیسائی عیسیٰؑ کی طرح نبی ماننے کیلئے تیار ہیں وہ ہرگز تیار نہیں ہوں گے اگر آپ ہمیں مجبور کرتے ہیں تو پہلے خود اعلان کیجئے کہ عیسائی اور یہودی اب مرزا غلام احمد کے امتی ہیں، جب مرزائیوں نے خود کہا کہ ہم علیحدہ ایک

امت ہیں ، باقاعدہ ان کی کتابوں کے حوالے ہیں اور دوسری اہم بات یہ کہ ان کے تعلقات اسرائیل کے ساتھ تھے درحقیقت یہ مسلمانوں کے خلاف استعمار اور سامراج کا ایک ففتھ کالم سیاسی گروپ تھا جس کی سازشیں اورعزائم ہم نے قومی اسمبلی میں مستند حوالوں کے ساتھ پیش کیے ۔ پس منظر میں ان کی ساری تاریخ مسلمانوں کے خلاف تھی، کشمیر میں بھی انہوں نے غداری کی ہے سارا علاقہ کاٹ دیا، تقسیم ایسی کی گئی کہ ضلع گورداسپور انڈیا کے ساتھ شامل ہو گیا اور کشمیر ہم سے کٹ گیا یہ بہت بڑی داستان ہے۔قومی اسمبلی میں ہمارے بزرگوں نے جو بحث کی ۱۹۷۴ء کی وہاں ہمارے بزرگوں نے مسلمانوں کا موقف پیش کیا کہ ہم اِن کو کیوں غیر مسلم سمجھتے ہیں اس کے بعد اس پر تین سو صفحات کی کتاب مسلمانوں کی طرف سے لکھی گئی تھی ،اس میں کافی حصہ میں نے بھی لکھا تھا میں اس وقت نوجوان تھا جبکہ پہلا حصہ جسٹس تقی عثمانی صاحب نے لکھا تھا ،اس میں سارے دلائل واضح طور پر ذکر کیے گئے تھے ،اگر امریکہ میں اوباما بھی وہ کتاب پڑھتا تو وہ بھی فیصلہ کر لیتا کہ یہ لوگ مسلم نہیں ہیں مسئلہ صرف مسلمان اور غیر مسلمان کا نہیں تھا بلکہ مسئلہ غدار اور غیر غدار کا بھی تھا، وہ ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے تھے جیسے آپ امریکہ میں کسی ایسے شخص یا جماعت کو برداشت نہیں کرتے جو غدار وطن و دین ہو تو ایسے ہم بھی غدار وطن غدار ملت اور غدار دین کو برداشت نہیں کر سکتے'' (حیات و خدمات: جلد:۲ ص:۳۵۲-۳۵۳)

راقم الحروف کی حضرت مولانا سمیع الحقؒ سے سرِراہ تو کئی بار سلام دُعا ہوئی لیکن تفصیلی ملاقات اس وقت ہوئی جب حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی تعزیت کیلئے حضرت مولانا مفتی خالد محمود اور مفتی محمد بن جمیل خان کے ہمراہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک گیا تھا، حضرت شہیدؒ بہت ہی شفقت اور محبت سے ملے، کافی دیر باتیں ہوتی رہیں، راقم الحروف سے فرمایا: میں آپ کا اداریہ ''بینات'' میں پڑھتا ہوں، دِل سے دُعائیں نکلتی ہیں، غائبانہ تو آپ سے تعارف ہے، آج بالمشافہ ملاقات غالباً پہلی دفعہ ہورہی ہے، پھر فرمایا: اور مضامین بھی لکھتے ہیں یا راشد الحق کی طرح صرف اِداریہ لکھنے پر اِکتفا ہے؟ میں نے عرض کیا: حضرت! آپ دُعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ دین کی خدمت لیتے رہیں، تقریباً دو گھنٹے سے زیادہ وقت دیا، کھانا اپنے ساتھ بٹھا کر کھلایا اور اپنی شہرہ آفاق کتاب ''مکتوباتِ مشاہیر'' مکمل سیٹ بھی ہدیۃً عنایت فرمائی، اس موقع پر آپؒ نے فرمایا: آج کل حضرت لاہوریؒ کے افادات پر کام کر رہا ہوں، دُعا ہے کہ وہ میری زندگی میں مکمل ہوجائے، اس پر

حضرت مفتی خالد محمود صاحب نے آپ سے کہا: حضرت! آپ سیاست میں اپنے آپ کو نہ اُلجھائیں، بس اسی علمی کام میں اپنے آپ کو ہمہ وقت مصروف رکھیں، اس میں آپ کی زیادہ ضرورت ہے۔

حضرتؒ کی شہادت کی خبر جیسے ہی ملی تو دِل پر بہت زیادہ صدمہ ہوا اور دل میں آیا کہ حضرت کے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرکے اپنی بخشش کا سامان کیا جائے، دوسرے دِن صبح کی فلائٹ میں مولانا مفتی خالد محمود صاحب کی سربراہی، مولانا ڈاکٹر سعید خان اسکندر اور مولانا محمد ابراہیم سکرگاہی کی ہمراہی اور پشاور سے محترم جناب بھائی زبیر علی صاحب کی قیادت میں آپؒ کے جنازہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کی نمازِ جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حامد الحق نے پڑھائی، جس میں بلامبالغہ لاکھوں لوگ شریک تھے۔ آپ کی نمازِ جنازہ ساڑھے تین بجے پڑھائی گئی لیکن ازدحام کی بنا پر مغرب کے بعد تک گاڑیاں اپنی اپنی جگہ پھنسی رہیں، جیسے ہی ہماری گاڑی کو کچھ راستہ ملا، ہم نے دارالعلوم حقانیہ میں مغرب کی نماز ادا کی اور اس کے بعد اپنے رفقائے سفر کے ہمراہ حضرت مولانا حامد الحق سے تعزیت کی۔

چونکہ جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم عذر کی بنا پر نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہوسکے تو ۳۰ر صفر مطابق ۹ر نومبر بروزِ جمعہ آپ اپنے صاحبزادے حضرت مولانا ڈاکٹر سعید خان اسکندر کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تعزیت کیلئے تشریف لے گئے۔

جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے نائب رئیس حضرت مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری دامت برکاتہم، اساتذۂ جامعہ اور ادارہ بینات حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور حضرت کی شہادت کے سانحہ کو اپنا سانحہ اور غم تصور کرتے ہیں۔

قارئین ''بینات'' سے حضرت موصوف کیلئے ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کو قبول فرمائے، آپ کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، آپ کے پسماندگان، متعلقین اور آپ کے تلامذہ کو صبرِ جمیل کی توفیق عطاء فرمائے اور آپ کے قاتلین کو دُنیا وآخرت میں عبرت کا نشان بنائے۔ (آمین)

مفتی ذاکر حسن نعمانی
مدرس جامعہ عثمانیہ پشاور

گلستان حقانیہ کا جامع الکمالات شہید

حضرت مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی مدظلہٗ بڑی ہی عالم فاضل شخصیت ہیں، آپ جامعہ عثمانیہ پشاور میں مدرس ہیں، تصنیف وتالیف کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، دینی اور فقہی موضوعات پر ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے اور تحقیق بڑی عمیق ہے، جس موضوع پر قلم اُٹھاتے ہیں معلومات کا انبار لگا دیتے ہیں، مولانا ذاکر حسن نعمانی ہمیشہ اپنے آپ کو اپنے بزرگوں اور اہل دل مصلحین کے دامنِ تربیت سے باندھے رہے ہیں، مولانا نعمانی جب دارالعلوم حقانیہ میں تھے تب بھی اپنے اساتذہ کے محبوب اور منظورنظر تھے اور اب بھی مولانا مفتی غلام الرحمٰن مدظلہم کے چہیتے ہیں، مولانا ذاکر حسن نعمانی مدرس، مصنف، مؤلف اور بہترین منتظم ہونے کے باوصف طالب علمانہ مزاج کے حامل ہیں، علم کی جستجو ان کے لئے گویا گوہر مقصود ہے، ربّ زدنی علمًا ان کی زندگی کا شعار بن چکا ہے، وہ بنیادی طور پر قلم وکتاب کے آدمی ہیں، عمر کے کسی بھی مرحلے میں قلم وکتاب سے بے نیازی نہیں برتی، وہ تصنیف وتالیف اور درس وتدریس میں اسقدر مصروف رہتے ہیں کہ منفی کاموں کیلئے ان کے پاس وقت ہی نہیں ہے......

شدہ است سینہ من پر از محبت یار
برائے کینہ اغیار در دلم جا نیست

ذیل کا مقالہ بھی ان کی اپنے اکابر کے محبت، مؤدت، اخلاص اور تعلق خاطر کی ایک نادر مثال ہے۔ لیجئے! پڑھتے جایئے اور حظِ وافر حاصل کیجئے!......(ادارہ)

ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ ایسی جامع الکمالات، عظیم المرتبت، ضعیف العمر، بیمثال علمی سیاسی شخصیت کو کوئی ازلی بد بخت شہید کرے گا، ۲ نومبر ۲۱۰۸ء جمعۃ المبارک کے دن عشاء کی نماز کے بعد ایک مقتدی نے فون پر اطلاع دی کہ قائد جمعیت حضرت علامہ مولانا سمیع الحق شہید کر دیئے گئے، ہم نے ''پاؤں تلے زمین نکل جانا'' محاورہ سنا تو تھا لیکن اس کا عملی تجربہ اس وقت سامنے آیا جب جامع مسجد تکبیر حیات آباد پشاور میں عشاء کی نماز کے بعد کھڑا تھا اور مقتدی موصوف کی فون پر یہ

نا قابل برداشت اور اندوہناک خبر سنتے ہی سر چکرانے لگا، گرنے کے قریب تھا فوراً قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور موبائل فون پر موصوف سے بقیہ گفتگو مکمل کی، درحقیقت انسان جب تک دنیا میں زندہ رہتا ہے تو بادل ناخواستہ بعض اوقات بعض نا قابل سماع اور دل خراش خبریں سننی اور برداشت کرنی پڑتی ہیں لیکن ہمارے لیے اس اندوہناک اور دل گیر خبر میں سب سے بڑی تسلی یہ تھی کہ ملت اسلامیہ کے قائد اور بے مثل عالم حضرت مولانا سمیع الحق حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی یادیں تازہ کرتے ہوئے شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہو گئے۔

بعد الموت انتہائی خوبصورت تین چہرے

میں نے اپنی زندگی میں تین ایسی مبارک میتوں کے نورانی اور روشن چہرے بہت قریب سے دیکھے ہیں جو مرنے کے بعد انتہائی خوبصورت تھے۔ (۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ (بانی و مہتمم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک) (۲) مولانا سید طارق علی شاہ شہید (اکوڑہ خٹک کے پیر حضرت مولانا سید مہربان علی شاہ کا پوتا اور جناب پیر سید اصغر علی شاہ کا نوجوان غیر شادی شدہ بیٹا) (۳) حضرت مولانا سمیع الحق شہید، جن کے روشن، نورانی اور خوبصورت چہرے کی زیارت لاکھوں افراد نے کی۔

حقانیہ سے ہمارا ربط و تعلق

ہمارا تاریخی آبائی گاؤں مصری بانڈہ اکوڑہ خٹک سے شمال کی جانب دریائے کابل کے پرلے کنارے پر واقع ہے۔ مصری بانڈہ بالکل اکوڑہ خٹک کے سامنے ہے۔ دور سے دونوں کی آبادی ملی جلی معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ بیچ میں بڑا وسیع دریا یعنی دریائے کابل حائل ہے''دریائے کابل سے دریائے یرموک تک'' کتاب میں مفکر اسلام ابوالحسن علی ندویؒ نے لکھا ہے کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے مصری بانڈہ میں رات گزاری تھی۔ یہ تاریخی گاؤں دینی طلبہ کی خط نویسی اور خوش نویسی کیلئے صدیوں سے مشہور ہے۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں پڑھنے والے اکثر طلباء یہاں خط نویسی اور خوش نویسی سیکھتے تھے، اکوڑہ خٹک کے ساتھ ہمارا رابطہ اور آنا جانا کشتیوں کے ذریعے ہوتا تھا اب پل بن چکا ہے۔

خاندانی تعلق

علاقائی تعلق کے علاوہ ہمارے ماموں مولوی محمد شریف مرحوم حضرت مولانا عبدالحق کے شاگرد، ڈرائیور اور حقانیہ کے فاضل تھے، ہمارے ماموں کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ جامعہ حقانیہ کی تاسیس کے بعد حقانیہ کے لیے اولین چندہ کرنے والوں میں ان کا نام شامل ہے۔ اسی طرح ہمارے

دوسرے ماموں حاجی محمد اسحاق مرحوم کا بھی حضرت مولانا عبدالحقؒ، حضرت مولانا سمیع الحقؒ، حضرت مولانا انوار الحق اور حقانیہ سے گہرا ربط و تعلق تھا۔

حضرت شہیدؒ کی پہلی زیارت

پشاور کینٹ میں گورنر ہاوس کے قریب ریلوے کواٹرز میں ہماری رہائش تھی، پشاور کینٹ میں ریلوے ملازمین کی کافی تعداد ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کی تھی، ۱۹۸۰ء میں جشنِ دیوبند تھا، مجھے ایک ہندوستانی مہاجر ملازم نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جشن دیوبند میں شرکت کروں، میرے ساتھ اکوڑہ خٹک چلو تاکہ مولانا سمیع الحق صاحب ہمارے جانے کا کوئی بندوبست کرسکیں تو اس سلسلہ میں دارالعلوم حقانیہ کی لائبریری کے سامنے آپ کی پہلی زیارت نصیب ہوئی، اس وقت آپ خوبصورت جوان تھے۔

حقانیہ میں میرا داخلہ

خاندانی اور علاقائی تعلق اور حقانیہ سے محبت کی وجہ سے ۱۹۸۰ء میں بندہ نے حقانیہ میں داخلہ لیا، پانچ سال تک پڑھا اور دورہ حدیث علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے کیا، حقانیہ میں ہمارے پڑھنے کے زمانے میں درجہ بندی نہیں تھی، میری عادت تھی خالی پیریڈ میں کبھی کبھار کسی استاد کے پیریڈ میں بیٹھ جاتا، حضرت شہیدؒ میرے باقاعدہ استاذ نہیں تھے اس لیے کہ میں کافیہ پڑھتا تھا اور حضرت دورہ حدیث کی کتب کے علاوہ موقوف علیہ میں جلالین پڑھاتے تھے، کبھی جلالین کے پیریڈ میں شرکت کا موقع مل جاتا آپ کا سبق معلوماتی اور دلچسپ ہوتا تھا۔

صاحب بصیرت اور علم دوست عالم

آپ دوراندیش، صاحب بصیرت، علم دوست اور علم پرور عالم تھے، میری رہائش حیات آباد پشاور اور تدریس جامعہ عثمانیہ پشاور میں ہے۔ دو سال قبل آپ کا فون آیا اور فرمایا تخصص فی الفقہ الاسلامی میں جدید مسائل (اسلامک بینکنگ اور تکافل) اور تخصص کے طلبہ کے فقہی مقالات لکھنے کے حوالے سے کچھ کمی محسوس کر رہا ہوں لہٰذا ایک مہینہ میں ہمیں ایک پیریڈ دیا کریں، میں نے جب حضرت شہیدؒ کی یہ بات سنی تو حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ مجھ نا اہل پر اتنا اعتماد۔ انکار کی کوئی گنجائش نہ تھی، میں نے فوراً ہاں کردی اور ساتھ یہ بھی کہا حضرت! مہینہ میں ایک بار نہیں ہفتہ وار پیریڈ لیا کرونگا، حضرت بہت خوش ہوئے، چنانچہ اپنے ساتھ اپنے بھانجے مفتی یاسر احمد زیرک (پی ایچ ڈی

اسکالر، اسلامک فنانس) کو بھی ساتھ ملا لیا اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مقالوں کی نگرانی اور المعائیر الشرعیہ (اسلامی مالیاتی اداروں کیلئے شرعی معیارات) کی ہفتہ وار پڑھائی شروع کر دی، اس حوالہ سے حضرت شہید کے ساتھ وقتاً فوقتاً باقاعدہ میٹنگز ہوتی تھیں، میرا پشاور سے تخصص کے پیریڈ کیلئے ہفتہ وار آنا جانا اب بھی ہے لیکن حضرت شہید موجود نہیں۔ ان کی روح تو یقیناً خوش ہوتی ہوگی لیکن ہم ان کی زیارت، رہنمائی اور برکات سے محروم ہو گئے، مجھے یہ بھی فرمایا کہ جامعہ حقانیہ میں تخصص فی الحدیث بھی آپ اپنی نگرانی میں شروع کریں کاش! ان کی زندگی ہی میں بعض خواب شرمندہ تعبیر ہوتے، حضرت شہید کی عالمی بصیرت اور دوراندیشی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ جیسے جہاں دیدہ اور عالمی شہرت یافتہ عالم کا فرمانا ہے کہ حضرت مولانا سمیع الحق میرے پیش رو ہیں فرمایا مولانا سمیع الحق نے پہلے ''الحق'' کا اجراء کیا پھر میں نے البلاغ کا، حضرت شہید نے پہلے تجدد کے خلاف لکھنا شروع کیا پھر میں نے، فرمایا اب موت (شہادت) میں بھی میرے پیش رو ہیں، ان دونوں حضرات کے خیالات وافکار ہم آہنگی کے علاوہ بڑی گہری دوستی اور یارانہ تھا۔

ایک خواب

میں نے ایک دفعہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور مولانا سمیع الحق صاحب کو خواب میں دیکھا، دونوں نے اپنی اپنی عینک پہن رکھی تھی اور دونوں کے چہروں کے دائیں جانب داہنی آنکھ اور کان کے درمیان ایک ایک زائد آنکھ تھی، میں نے یہ خواب حضرت شہید کو سنایا تو فرمایا کہ یہ بصیرت کی علامت ہے، میرا بھی یہ خیال ہے کہ یہ دونوں ہم دم، ہم مسلک، ہم مشرب، ہم خیال اور صاحب بصیرت ہیں۔

بحیثیت ادیب

آپ نے کوئی خاص عصری تعلیم حاصل کی تھی نہ کسی اردو زبان کے ماحول میں آپ کی پرورش ہوئی تھی لیکن پھر بھی اردو زبان کے بہترین لکھاری اور ادیب تھے، آپ کی تحریر میں انتہائی روانی، سلاست اور معنویت پائی جاتی ہے، آپ کافی عرصہ تک ''الحق'' کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں، آپ کے تمام اداریے اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ ایک منجھے ہوئے تجربہ کار ادیب تھے، پاکستان کے تمام اسلامی جرائد میں اداریے لکھنے والوں میں آپ کا نام ادبی تحریر کے حوالے سے سرفہرست ہے، آپ کے ہونہار بیٹے مولانا راشد الحق سمیع بھی اپنے عظیم والد کے طرز پر'' الحق'' کے اداریے لکھتے

ہیں اور اپنے عظیم والد کی ہم سری کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں، راشد الحق صاحب کی ادارتی تحریر بھی بڑی اعلیٰ اور ادبی معیار کا نمونہ ہوتی ہے، ایک دن حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ نے فرمایا کہ کیا راشد الحق یہ اداریے خود لکھتا ہے؟ یعنی حضرت شیخ سلیم اللہ خان صاحب مولانا راشد الحق کی تحریر سے متاثر تھے۔

سیاسی بصیرت

جمعیت علمائے اسلام کے ''ف'' گروپ اور ''س'' گروپ کے اختلافات سے ہٹ کر دیکھا جائے تو آپ اسلام کے عظیم داعی، مفکر اور سیاسی بصیرت میں ممتاز مقام رکھتے تھے، مسلمانوں کے ملکی، عالمی اور ملی مسائل پر گہری اور مبصرانہ نظر ان کا طرۂ امتیاز تھا، داعیانہ صفات کے ساتھ قائدانہ صلاحیتوں، متوازن فکر اور طریقۂ عمل کے حامل تھے، آپ نے اپنی پوری علمی، مطالعاتی، تدریسی اور تصنیفی زندگی کے ساتھ ملکی اور ملی سیاست کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اکابرین جمعیت کے ساتھ بڑا قریبی تعلق تھا، اپنے سیاسی اکابرین سے بہت کچھ سیکھا۔ اس لیے آپ ایک بہترین مدبر سیاستدان بھی تھے، جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے نفاذ اسلام اور پاکستان کے لیے بہت کچھ کیا ہے، ملکی اور ملی مفاد کی ہر تحریک کے روح رواں ہوتے تھے، کافی عرصہ سینٹ میں رہ چکے تھے، ہر فلیٹ فارم پر حق کی خاطر لڑتے رہے۔

حق گوئی

آپ بڑے جری اور حق گو تھے، کسی سے ڈرتے تھے نہ دبتے تھے، ڈنکے کی چوٹ حق بات کہتے تھے، اسی حق گوئی کی وجہ سے شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوگئے، عجیب اتفاق ہے اس خاندان کے ہر فرد کے نام کا لاحقہ ''حق'' ہے۔ جامعہ کے نام ''حقانیہ'' میں بھی حق ہے یعنی منسوب بسوئے حق، ایک دفعہ حضرت شہیدؒ نے مجھے فرمایا کہ دارالعلوم حقانیہ کا نام حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے رکھا ہے، نام رکھ کر فرمایا حقانیہ دار کی بھی صفت ہے اور علوم کی بھی صفت ہے۔ اس لیے کہ دار اور علوم دونوں مؤنث ہیں لہٰذا (لفظ) حقانیہ دونوں کی صفت بن سکتا ہے۔ رسالہ ''الحق'' میں بھی ''حق'' ہے، دارالعلوم کا مشن بھی ''حق'' ہے، اس کے فضلاء بھی حقانی ہیں، اللہ کا نام بھی ''حق'' ہے، لہٰذا اپنے دینی مشن میں کامیاب ہونا بھی قافلہ حقانیہ کا ''حق'' ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ حقانیہ کے دامن سے وابستہ ہر فرد کی آخرت کی کامیابی بھی ''حق'' ہے۔

مجاہد

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے بلا واسطہ اور بالواسطہ تمام شاگردوں اور متعلقین میں اسلامی سیاست اور اسلامی جہاد کا جذبہ ضرور کسی نہ کسی درجہ میں پایا جاتا ہے، اسلامی سیاست کی تو ہر وقت ضرورت رہتی ہے اور جہاد کی کبھی کبھار لیکن جہاد کی شرائط سخت ہیں، دارالعلوم دیوبند سے وابستہ افراد نے عظیم قربانیوں کے ذریعے انگریزوں کو شکست دے کر ہندوستان کو ان کے چنگل سے آزاد کیا اور دارالعلوم دیوبند کے عظیم سپوت اور ہونہار فرزند، دیوبند ثانی جامعہ حقانیہ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے روس وامریکہ کی سپر پاورز کو افغانستان میں نہ صرف شکست دی بلکہ ان کی قوت اور طاقت کو پاش پاش کردیا، روس پہلے سے عظیم دینی اور علمی ریاستوں (ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان، قزاقستان اور کرغزستان) وغیرہ پر قبضہ کر چکا تھا۔ اسی طرح اپنے زہریلے کمیونسٹ جراثیم افغانستان میں خلق اور پرچم پارٹی کی شکل میں پھیلا چکا تھا۔ یہ دونوں پارٹیاں روسی کمیونسٹوں کے لیے اور کمیونزم انقلاب کے لیے راستہ ہموار کر رہی تھیں لیکن اللہ کو کچھ اور منظور تھا۔ روس نے افغانستان پر حملہ کیا، پاکستان کے اکابر علماء مثلاً حضرت مولانا مفتی محمودؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور دیگر علماء نے جہاد کا فتویٰ دیا، افغانستان میں جہاد شروع ہوا، جس کا مرکز جامعہ حقانیہ تھا، افغان جہاد میں عملاً لڑنے والے مجاہدین اور قائدین حقانیہ کے فضلاء تھے۔ مثلاً مولانا جلال الدین حقانیؒ، مولانا محمد یونس خالصؒ وغیرہ، جہاد میں زیادہ حصہ لینے والے حقانیہ کے فضلاء اور طلباء تھے، حضرت مولانا مفتی محمودؒ تو جلد وفات پا گئے، لیکن شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ ان کی وفات کے بعد آٹھ سال تک زندہ رہے، ان کی سرپرستی میں یہ جہادی مشن جاری رہا، مولانا عبدالحقؒ بڑے عالم، سیاستدان، صاحب بصیرت اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے، میں بھی شیخ الحدیث کی صحبتوں اور محبتوں سے آٹھ سال تک مستفید ہوتا رہا، مجھے ذاکر صاحب کہہ کر پکارتے تھے، آج مجھے کوئی ذاکر صاحب کہہ کر پکارتا ہے تو میں ان الفاظ میں عجیب لذت اور مزہ محسوس کرتا ہوں، بہر حال! ۱۹۸۸ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت شہیدؒ کی ذمہ داریاں

مولانا سمیع الحق صاحب تو شروع سے ہی ان اکابرین کے زیر سایہ ان تمام سیاسی اور جہادی سرگرمیوں میں سرگرم رہتے تھے۔ عجیب بات ہے کہ شہادت تک ان کی سرگرمیاں برابر جاری

رہیں، ان سیاسی اور جہادی سرگرمیوں میں ہم نے کبھی سردیاں نہیں دیکھیں، حضرت شیخ الحدیث کی ۱۹۸۸ء میں وفات کے بعد جہادی سرگرمیوں کو ہر محاذ پر بڑی تندہی سے جاری رکھنے والے آپ ہیں، ۱۹۹۲ء میں روس کو افغانستان میں شکست ہوئی تو امریکہ کی پالیسی بدل گئی، پہلے روس کے خلاف تھا۔ اس کے بعد افغانستان کے خلاف ہو گیا، طالبان کی حکومت بنی۔

طالبان حکومت کا عالمی سطح پر تعارف حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ ساتھ ایک بہت ہی اہم خاموش کردار شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ مدنیؒ نے بھی کرایا۔ آپ کو کراچی کے حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کا بھرپور تعاون بھی حاصل تھا، کچھ عرصہ بعد نائن الیون کا واقعہ پیش آیا جس کے نتیجے میں طالبان کی حکومت ختم ہو گئی اور امریکہ کے ساتھ جہاد جاری رہا۔ اس کے بعد بڑا سخت دور شروع ہوا جو ابھی تک کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ بعض وجوہات کی بنا پر بعض حضرات نے طالبان اور افغان جہاد کا ساتھ چھوڑ دیا لیکن حضرت مولانا سمیع الحقؒ نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا اور کیسے چھوڑتے، آپ ایک طرف اگر حکومت اور سیاست میں تھے تو دوسری طرف جامعہ حقانیہ کے عظیم منصب اہتمام پر فائز تھے اور جامعہ حقانیہ تو جہاد افغانستان کا نگران اور رہنما تھا، ایسے سخت حالات میں افغان جہاد اور طلباء کو تنہا چھوڑنا شاید شرعاً بھی جائز نہ تھا گویا ایک بڑا سخت خطرناک اور نازک دور شروع ہوا، حقانیہ کی بقا اور اہتمام کا مسئلہ بھی بڑا اہم تھا کیونکہ امریکہ کی نظر اب حقانیہ پر تھی کہ سب کچھ یہیں سے ہو رہا ہے، پاکستان اور پاکستانی سیاست بھی افغانستان کے مسائل سے لاتعلق نہیں تھی، حضرت شہیدؒ بھی پاکستان میں رہ کر سیاست کرتے تھے اس سیاست کے بھی اپنے تقاضے تھے افغانستان کو بھی تنہا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔

حضرت شہیدؒ نے ان سب مسائل کو بڑی حکمت عملی کے ساتھ ڈیل کیا، یہ سب مسائل مرتے دم تک ساتھ ساتھ چلتے رہے، نہ آپ نے حقانیہ کا مشن چھوڑا، نہ افغانستان کے جہاد کی تائید چھوڑی بلکہ ہر تقریر، ہر تحریر، ہر تصنیف، ہر انٹرویو اور ہر فورم پر ان تمام مشکل اور نازک مسائل کو بڑی خوبی کے ساتھ نبھایا اور پروان چڑھایا، اپنی ان علمی، سیاسی اور جہادی سرگرمیوں میں تنہا تیس سال تک سرگرم عمل رہ کر جام شہادت نوش فرما گئے۔

افغان جہاد کی برکت

جہاد کی بڑی برکات ہیں لیکن میں نے جو دیکھی اور محسوس کی وہ ازبکستان کا تاریخی اور علمی سفر ہے، ازبکستان (بخارا، سمرقند، ترمذ، تاشقند وغیرہ) میں جو محدثین اور فقہاء پیدا ہوئے ہیں، روئے زمین پر اس کی مثال نہیں ملتی، یہ مقدس علمی سرزمین ستر سال تک روسی کمیونسٹوں کے زیر تسلط رہی ہے، روسی تسلط کے دوران اس مقدس سرزمین نے جو علمی اور عملی نقصان اٹھایا اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی، یہ ایک بڑی خونین اور دل خراش داستان ہے، افغان جہاد کے نتیجہ میں روس نے شکست کھائی اور تمام اسلامی ریاستیں روسی چنگل سے آزاد ہوگئیں اور ان ریاستوں کے مسلمانوں نے آزادی اور سکھ کا سانس لیا۔

کام کا بندہ

کام کے بندے ہمیشہ کسی مفید کام میں مشغول رہتے ہیں، آپ بڑے کام کے بندے تھے۔ حضرت شہیدؒ کی تمام مفید، علمی، سیاسی اور جہادی سرگرمیاں سدا بہار تھیں۔ وہ اپنے جاری مشن پر خزاں کے قائل نہ تھے، دوسروں کو بھی ہمیشہ مفید علمی کاموں کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کی دل جوئی کر کے حوصلہ بڑھاتے، آپ میں ذرہ نوازی بہت زیادہ تھی۔ کوئی کام نہ کرتا یا وقت ضائع کرتا تو آپ سے برداشت نہ ہوتا تھا، مجھے یاد ہے ایک دفعہ آپ نے اپنے فرزند مولانا حامد الحق کو طالب علمی کے زمانہ میں کلاس سے باہر دیکھا تو فرمایا کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ پیریڈ خالی ہے تو فوراً فرمایا خالی، خالی کے لیے نہیں ہوتا، مطلب یہ تھا کہ پیریڈ خالی ہے تو کسی اور مفید کام میں یہ وقت صرف کرو، وقت کے بڑے قدر دان تھے، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور حضرت شہیدؒ نے ۱۹۷۴ میں اپنے اکابرین (مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا مفتی محمودؒ، شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ وغیرہ) کے حکم اور نگرانی میں ایسا علمی اور تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے جو ان شاء اللہ دونوں کی اُخروی نجات کے لیے کافی ہے۔ آپ دونوں نے قادیانیوں کے خلاف اسمبلی سے باہر علمی مواد جمع کر کے ایسی بم سازی کی جس کی بمباری کے سامنے اسمبلی کے اندر کوئی سامنا اور مقابلہ نہ کر سکا۔ ان کی اس محنت کے نتیجے میں قادیانی قانوناً غیر مسلم قرار دیے گئے۔

مؤتمر المصنفین

چونکہ آپ ایک بہترین لکھاری اور باذوق مصنف اور علمی شخصیت تھے، شروع سے آپ کو لکھنے کا شوق تھا، جس کی گواہ آپ کی ڈائری ہے، چنانچہ آپ خود بھی لکھتے تھے اور دوسرے لکھاریوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے، آپ نے خود بھی کئی کتابیں لکھیں اور دیگر حضرات سے بھی لکھوائیں، یہی وجہ ہے کہ مؤتمر کی طرف سے کئی علمی اور دینی کتابیں شائع ہو کر منظر عام پر آ گئی ہیں، آپ کے مصنفین شاگردوں میں سرفہرست شارح مسلم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ ہیں، جناب مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کی ترغیب، رہنمائی اور حوصلہ افزائی کی وجہ سے بندہ بھی دینی تحریری میدان میں حسب توفیق حصہ لیتا رہتا ہے۔ اسی طرح جامعہ عثمانیہ پشاور کے مہتمم حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ بھی حضرت مولانا شہیدؒ کی خصوصی تربیت ونظر التفات میں رہے۔

اسی طرح برادرم مدیر ''الحق'' مولانا راشد الحق مدظلہ اپنے عظیم والد کے ساتھ تقریباً تیس برس تک تصنیف و تالیف اور خصوصاً ''موتمر المصنفین'' اور ماہنامہ ''الحق'' کے جملہ کاموں میں ہاتھ بٹاتے رہے۔ برادرم مولانا راشد الحق صاحب مدظلہ بھی اپنے والد کی طرح تحریر و تصنیف کا عمدہ ملکہ رکھتے ہیں، حضرت لاہوریؒ کی تفسیر کے بقیہ پاروں پر نظر ثانی اور پروف کیلئے بھی مجھے اور حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہ کو برادرم مولانا راشد الحق صاحب نے اپنے ہمراہ شریک کار بنایا۔ یہ عظیم تفسیر بھی ان شاء اللہ عنقریب آنے والی ہے۔

اس کے علاوہ مولانا راشد الحق صاحب دارالعلوم کے متعدد اور مختلف نوعیت کے پروجیکٹس ومنصوبوں کی نگرانی کرتے ہیں، برادرم مولانا راشد الحق صاحب کا مزاج کچھ اس طرح ہے کہ کئی کاموں کو شروع کرتے ہیں اور اس کی نگرانی بھی کرتے ہیں مگر وہ حتی الامکان خودنمائی سے بچتے رہتے ہیں، حضرت شہیدؒ کی شہادت کے بعد حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اور برادرم مولانا راشد الحق صاحب کی خصوصی توجہ اور عنایات کے باعث راقم ہر ہفتے دارالعلوم کے شعبہ تخصص میں لیکچر دینے کے لئے بلاتعطل حاضر ہوتا رہتا ہے اور ان دونوں حضرات کی محبت مجھے کھینچ لاتی ہے گوکہ حضرت مولانا شہیدؒ کی کمی وجدائی ہر بار دل میں کھٹکتی رہتی ہے۔

تاریخ ساز

آپ اپنے پیچھے ایک بڑی اہم تاریخ چھوڑ گئے ہیں، بچپن سے ڈائری لکھنا آپ کی عادت تھی، اس کی ماہوار قسطیں ماہنامہ ''الحق'' میں مسلسل شائع ہو رہی ہیں، اس ڈائری سے حقانیہ کی ایک اہم تاریخ مرتب ہو سکتی ہے، ڈائری کی تحریر تصنع سے کوسوں دور ہے، آپ کا کمال یہ ہے کہ ڈائری کی عبارت جوں کی توں شائع ہو رہی ہے۔ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی گوارہ نہیں کی، جو کچھ لکھا ہے وہ آپ کا مشاہدہ اور تأثرات ہیں، جس سے آپ کا ذہن اور ذہانت معلوم ہوتی ہے، ڈائری کی وجہ سے گزشتہ ساٹھ سال کی ایک اہم تاریخ محفوظ ہوگئی۔

مکتوبات مشاہیر

اہم شخصیات کا ایک دوسرے کو خطوط لکھنا یا بڑوں کا چھوٹوں کو رہنمائی کے لیے خطوط لکھنا زمانہ قدیم سے جاری ہے، حضرت مولانا عبد الحقؒ کا اگر ایک طرف اپنے اکابر کے ساتھ محبت و عقیدت کا تعلق تھا تو دوسری طرف اپنے ہم عصروں کے ساتھ محبت اور چھوٹوں پر شفقت بھی بہت زیادہ تھی، جس کی وجہ سے آپ کے ساتھ اکابر، ہم عصر اور اصاغر کا خطوط کے ذریعے برابر تعلق رہتا تھا، یہی حالت حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تھی، یہ بھی آپ کا تاریخی کارنامہ ہے کہ ان تمام تاریخی خطوط کو محفوظ کر رکھا تھا، آپ نے ان خطوط کے عظیم ذخیرہ کو کئی جلدوں میں شائع کر کے ہمیشہ کے لیے خطوط لکھنے والوں کے علوم اور افکار کو زندہ کر دیا، مکتوبات جمع کرنا اور اور شائع کرنا کوئی نئی بات نہیں، البتہ خطوط کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع کر کے شائع کرنا جس کی تاریخ میں مثال نہیں، یہ نئی اور انوکھی بات ہے، پھر کمال کی بات یہ ہے کہ اصاغر کے خطوط بھی اس میں شامل ہیں، یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے، ان خطوط میں مجھے حیرانگی اس پر ہے کہ خط لکھنے والے کا مختصر تعارف حاشیہ میں لکھا ہے، پتہ نہیں یہ معلومات آپ نے کیسے اور کہاں سے حاصل کی ہیں؟ ان خطوط کو پڑھ کر آدمی بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے، اس لیے کہ یہ بے شمار علماء اور دانشوروں کے خطوط ہیں، کسی ایک آدمی کے خطوط نہیں، مثلاً امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوبات یا حضرت شیخ محمد زکریاؒ کے مکتوبات، ہر ایک خط میں ہر ایک کی الگ فکر، الگ خیال، الگ علم ہے، اس لحاظ سے ایک قاری کے لیے یہ خطوط بہت مفید ہیں۔

خطبات مشاہیر

آپ کا ایک اور تاریخی کارنامہ مشاہیر کی تقاریر کی حفاظت ہے، جامعہ حقانیہ کی تاسیس سے پہلے یا بعد میں اکوڑہ خٹک اور حقانیہ میں جس نے بھی قدم رنجہ فرما کر تقریر کی ہے وہ آپ نے محفوظ کی ہے، یہ مجموعہ تقاریر آپ نے کئی جلدوں میں شائع کیں، اس میں ایسی ایسی تقاریر ہیں جس کا ریکارڈ نہ مقرر کے پاس تھا نہ کسی کو پتہ تھا، ایک ایک شخصیت کی تقاریر تو ملتی ہیں لیکن بڑے بڑے عظیم مقررین کی یکجا تقریریں ایک بڑا انوکھا کارنامہ ہے۔

تفسیر امام لاہوریؒ

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ ایک عظیم اور بے مثال مفسر تھے، ان کے تفسیری فیض سے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے بھی فائدہ اٹھایا، بڑے بڑے نامور علماء ان کے شاگرد تھے، آپ کا دورہ تفسیر بڑا مشہور تھا، حضرت لاہوریؒ سے حضرت شہیدؒ نے بھی دورہ تفسیر پڑھا تھا اور حضرت لاہوریؒ کی تفسیری تقریر لکھتے تھے، حضرت شہیدؒ بڑے زود نویس تھے، حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا عبدالحقؒ نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ اپنے برخودار کو میرے ہاں تفسیر پڑھنے کے لیے بھیجا، جس نے میری پوری تفسیر نوٹ کر لی، آپ کے پاس تفسیری نوٹ کی یہ کاپی محفوظ تھی، حضرت لاہوریؒ سے دورہ تفسیر پڑھنے والے بعض دیگر حضرات کی تفسیری نوٹ کی کاپیاں بھی آپ نے حاصل کی، ان تفسیری کاپیوں کو بنیاد بنا کر آپ نے مفصل تفسیر لکھنی شروع کی، ان کاپیوں کی کمپوزنگ کے بعد آپ پروف ریڈنگ کے ساتھ تصحیح کا کام کرتے اور ہر آیت یا چند آیتوں کے لیے ترجمۃ الباب کی طرح ایک مناسب عنوان لکھتے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ بیان کردہ تفسیر میں اہم باتیں کون کون سی ہیں، یہ عنوانات لگانا آپ کی ایک انوکھی اور الگ کاوش ہے، عنوان کے بعد مضمون پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے، جس طرح امام بخاریؒ اور دیگر محدثین باب قائم کرتے ہیں پھر اس کے مطابق احادیث ذکر کرتے ہیں، اس علمی کام کے لیے آپ رات دو دو بجے تک بیٹھے رہتے تھے اور کوشش تھی کہ ان کی زندگی میں یہ تفسیر زیور طبع سے آراستہ ہو جائے، میں آپ سے ہمیشہ پوچھتا رہتا کہ تفسیری کام کہاں تک پہنچ گیا؟ لیکن آپ کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔

آپ کا یہ تفسیری کام ۲۷ویں پارہ سورۃ القمر تک پہنچنے کے بعد آپ شہید ہو گئے، اگر چہ آخر تک حضرت شہیدؒ نے مسودہ تیار کیا تھا، اس کی کمپوزنگ اور نظر ثانی باقی تھی، جناب برادرم مولانا راشد الحق صاحب نے مجھے فرمایا کہ اس تفسیر پر نظر ثانی کے کام میں آپ ہماری ٹیم کا حصہ بنیں کیونکہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا آپ پر ہر طرح کا اعتماد تھا۔ حضرت شہیدؒ کے نہج پر آپ بقیہ کام میں ہماری معاونت کریں۔ اگر چہ مجھ میں حضرت شہیدؒ جیسی اور دیگر ماہر مفسرین جیسی اہلیت تو نہیں لیکن تفسیر کے ساتھ خصوصی شغف اور ذوق ہے، دورہ تفسیر پڑھاتا بھی ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسی نہج پر موتمر المصنفین کی ٹیم کے ساتھ کام شروع کر دیا، اب اللہ کے فضل سے یہ وقیع تفسیری کام آخری مراحل میں ہے، اللہ تعالیٰ سب کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔

حضرت ایک جامع شخصیت تھی، آپ کی زندگی کی مختلف پہلو سامنے آرہے ہیں میرے لیے لکھنا مشکل ہو گیا ہے، صرف آپ کے صبر اور تحمل کا ذکر کرنا چاہتا ہوں، ایک ہے غصہ ناک اور ایک ہے غصہ کرنا، ہر غصہ کرنے والا غصہ ناک نہیں ہوتا، آپ نے یقیناً غصے کیے ہوں گے لیکن غصہ ناک نہیں تھے، یہ صبر و تحمل کا وصف آپ کو اپنے عظیم والد سے ملا تھا، حضرت مولانا عبدالحلیم چشتی نگران تخصص فی الحدیث جامعۃ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی (فاضل دارالعلوم دیوبند ۱۹۴۸ء) پشاور جامعہ علوم القرآن میں تخصص فی الحدیث کے افتتاح کیلئے تشریف لائے تھے، چشتی صاحب دیوبند میں مولانا عبدالحقؒ کے شاگرد رہ چکے تھے، حضرت چشتی صاحب نے تجاہل عارفانہ کے طور پر مجھے فرمایا: مولانا عبدالحقؒ پٹھان تھے؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا انہوں نے تو کبھی غصہ کیا ہی نہیں گویا اس طرف اشارہ تھا پٹھان ہو اور غصہ ناک نہ ہو یا غصہ نہ کرتا ہو یہ بڑی عجیب بات ہے۔

ایک دفعہ جامعہ حقانیہ کے بعض اصاغر اساتذہ کے مابین تقسیم کتب کے بارے میں کچھ نوک جھونک ہوئی، حضرت شہید خاموشی کے ساتھ سب کچھ دیکھ اور سن رہے تھے، بیچ میں بالکل نہیں بولے، جب معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا تو فرمایا، مجھے آپ حضرات کی علمی جنگ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نصاب کی کتابیں پڑھانے کا کتنا زیادہ ذوق و شوق رکھتے ہیں، ہر ایک کی خواہش ہے کہ یہ کتاب میں پڑھاؤں، غصہ کیا نہ ناراضگی کا اظہار کیا، نہ کسی کو اپنی بے ادبی کا احساس دلایا، نہ ان کو اس موقع پر کوئی زبانی نصیحت کی، میرے خیال میں آپ پیار بھرے پر از حکمت اس ایک آدھ جملہ میں سب کو ایک بہت بڑا سبق دے گئے۔

مولانا قاری محمد عمر علی
مہتمم جامعہ تحسین القرآن نوشہرہ

شہیدِ اسلام کا عشق قرآن

حضرت مولانا قاری محمد عمر علی صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے باصلاحیت فارغ التحصیل، نامور عالم دین ہیں، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے دوران طالبعلمی حضرت مولانا عبدالحقؒ کے قرب وتعلق اور خصوصی خدمت میں حاضر باش رہنے اور ان کی مسجد قدیم میں قیام وامام کی سعادت سے اللہ نے نوازا۔ فراغت کے بعد دارالعلوم کے شعبۂ دارالحفظ میں تدریس ونگرانی کی وقیع خدمات انجام دیں، آپ راقم کے حفظ قرآن کے خصوصی مشفق ومہربان استاد بھی ہیں، دارالعلوم سے جانے کے بعد آپ نے نوشہرہ کے قریب جامعہ تحسین القرآن کے نام سے حفظ قرآن، بنین و بنات اور درسی کتابوں کا ایک معیاری ادارہ قائم کیا، جسے آپ بڑی کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ (مدیر)

بندہ ذرہ بے مقدار محمد عمر علی سلمہ الغنی شہداء، صلحاء، ورثائے انبیائے کرام، معزز علمائے کرام کی خدمات کے متعلق لکھنے سے قاصر، بے علم و بے خبر، محتاج اصلاح اور افقر إلی اللہ ہے۔ من آنم کہ من دانم، عزیزی مولانا راشد الحق سلمہ الحق نے اپنی قلبی محبت سے مجبور ہوکر مجھے اپنے والد گرامی، محقق العصر، مصنف ومدقق، استاذی واستاذ العلماء مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے متعلق خاص نمبر میں حصہ ڈالنے کی فرمائش کی الأمر فوق الأدب کے تحت چند احساسات اپنی مغفرت اور کفارة لِما مضی کے طور پر تحریر کرتا ہوں إن كان الصواب فمن الله وإن كان الخطأ فمني.

میرے ناقص خیال میں شہید مظلوم مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بعض خاص انعامات ربانی نے امتیازی مقام تک پہنچایا تھا، ہم طلبائے دین اپنے بزرگوں کی تقلید کرکے وہ انعاماتِ ربانی حاصل کرسکتے ہیں اور اپنے مشائخ کے لیے صدقات جاریات بڑھا سکتے ہیں۔

عشق قرآن اور انعام ربانی کا پہلا واقعہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو قرآن کریم سے والہانہ عشق اور بے پناہ محبت تھی، جس کا راقم چشم

دید گواہ ہے، قرآن کریم سے ان کا بے پناہ عشق، محبت اور الفت کا میں نے خود مشاہدہ کیا، ان کا عشق قرآن بندہ نے اپنے چشم دید حالات میں دیکھا، رمضان المبارک کا مہینہ تھا، بندہ فخر المحد ثین مرشدی حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی خدمت میں ان کے محلّہ کی مسجد میں تھا، رمضان المبارک کے آخری چار، پانچ دن رہ گئے تھے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے مجھے بلا کر فرمائش کی کہ شب قدر کی تلاش کے آخری ایام ہیں، مجھے میرے گھر کی بیٹھک میں قرآن مجید سنادیں لیکن جہاں سے میں کہوں گا وہاں سے سناؤ گے، بندہ نے تعمیل حکم بجا لا کر حاضری دی۔ غالبًا سورہ ق ۲۶ پارے سے پڑھنے کا حکم فرمایا، بندہ نے حدر کے انداز میں مسنون تجوید سے تلاوت کرتے ہوئے تراویح میں انابت الی اللہ کی۔ حضرت شہید رحمہ اللہ قرآن مجید کے رموز وعلوم میں مستغرق تھے، لمبی لمبی رکعتیں اور بہت ہی عاشقانہ انداز سے اپنے رب کے کلام سے اپنے رب کی معرفت حاصل کرنے میں ڈوبے ہوئے، مجاہدین اسلام کی طرح اپنی جانوں کی قربانی، استقامت وشجاعت اور كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْص کا درس ہم جیسے طلبہ کو دیتے رہے۔ حضرت کی تواضع اور اپنے چھوٹوں سے تلاوت سننے کی فرمائش، سے درحقیقت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنے کا سبق ملا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائش کی تھی کہ مجھے تلاوت سناؤ تلاوت سننے والوں کو بشارت دی گئی ہے کہ ان کو دوگنا ثواب ملے گا من استمع لی آیة من کتاب اللّٰہ کتب له حسن مضاعف

انعام ربانی اور عشق قرآن کا دوسرا واقعہ

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا دارالحفظ کے معصوم مہاجرین، مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور طلبائے دین کی دلجوئی، نگرانی اور مزاج پرسی اور اپنی جیب سے ان کا اکرام اور اعزاز قابل رشک تھا۔ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنے لیے، اپنی اولاد کیلئے، معصوم مسافر حفاظ کی دعاؤں کو بڑا سرمایہ سمجھتے ہوئے ان کی ابتدائی تعلیم وتربیت میں حصہ لیتے ہوئے اپنا سرمایہ آخرت بڑھاتے تھے۔ حفظ قرآن کے معصوم طلباء کو بڑا مقام دیتے تھے۔ ان کی مہمان نوازی اور ان پر پیسہ خرچ کرنے کو سعادت سمجھتے ہوئے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ کا عملی مظاہرہ پیش کرتے تھے۔

انعام ربانی اور عشق قرآن کا تیسرا واقعہ

جب بندہ حقانیہ میں مدرس تھا، حضرت شہیدؒ نے عزیزم راشد الحق سمیع کو حفظ قرآن میں میرے پاس داخل کیا تھا، پھر اپنی آخری عمر میں حضرت شہیدؒ نے اپنے پوتے محمد بن مولانا راشد الحق کو جامعہ تحسین القرآن میں حفظ قرآن کے لیے داخل فرمایا اور اس کی وساطت سے جامعہ تحسین القرآن کی، میری اور بالخصوص میرے بیٹے اسعد مدنی کی سرپرستی فرما کر اپنے والد واسلاف کی یاد تازہ فرمائی۔ محمد بن مولانا راشد الحق سے جامعہ تحسین القرآن کی تعلیم وتربیت کی کارگزاری سنتے اور ڈھیروں دعائیں فرماتے، اللہ جل شانہ نے راشد الحق اور محمد کو حفاظ قرآن میں شامل فرما کر، حضرت کے لیے سرمایہ آخرت بڑھایا۔ ہر طرف سے حضرت شہید رحمہ اللہ نے فکر آخرت اور شفاعت کا انتظام فرمایا۔ حافظ قرآن کو وشفعه فی عشرة من أهل بيته کا اعزاز بشارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

انعام ربانی اور عشق قرآن کا چوتھا واقعہ

حضرت شہیدؒ نے جامعہ تحسین القرآن کی آبیاری میں حصہ لیا۔ ایک بھانجے کے ختم قرآن کے موقع پر جامعہ تحسین القرآن میں حکمت بھری تقریر فرمائی۔ ایک الہامی نکتہ یہ فرمایا تحسین القرآن کے مدرسین اور طلبہ کرام! اپنا مقام پہچانو! ایم پی اے، ایم این اے ممبر کو ہر قسم کے اچھے، برے لوگ ووٹ دے کر منتخب کرتے ہیں۔ تمہارا انتخاب تو خود رب ذوالجلال نے کیا ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا اس الہامی نکتہ کی حلاوت مرتے دم تک نہیں بھول سکتے، حفظ وتجوید کی اہمیت وعظمت پر عارفانہ خطاب فرمایا۔

پانچواں انعام ربانی اور عشق قرآن کا واقعہ

حضرت رحمہ اللہ کو پانچواں خاص انعام ربانی جو حاصل تھا، وہ یہ کہ حضرت رحمہ اللہ کو نمونہ اسلاف اپنے والد کے سایہ میں، سفر اور حضر میں، اپنے وقت کے اولیاء، صلحاء، مشائخ اور محسنین امت کی صحبت، مواعظ، ان کی دعوات طیبہ حاصل تھیں جس پر ان کی کتاب کئی ضخیم جلدوں میں ''مکاتیب مشاہیر'' گواہ ہے۔ اپنے والد گرامی کے سایہ رحمت اور سفر کی رفاقت میں، قرآن وسنت کے مراکز، مشائخ اور اہل قرآن کی زیارتیں، بالخصوص دارالعلوم دیوبند کے اسلاف کا براہ راست دیدار و استفادہ پر حضرت کی تصانیف گواہ ہیں۔

چھٹا انعام ربانی

حضرت شہید رحمہ اللہ کو چھٹا خاص انعام ربانی جو حاصل تھا، وہ جامعہ حقانیہ کے ہزاروں طلباء کی مہمان نوازی اور حقانیہ کی تعمیر وترقی میں اپنے ذاتی پیسے کو خرچ کرنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ حضرت شہید رحمہ اللہ نے جامعہ حقانیہ کا پیسہ اپنی ذات اور اپنی اولاد کے لیے استعمال نہیں کیا بلکہ مشکل حالات میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے مال کو تحفظ وتبلیغ دین میں خرچ کر کے وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ کا عملی مظاہرہ پیش فرمایا۔ مالی صدقات میں اظہار کا طریقہ پسند نہیں تھا بلکہ مخفی طور پر اس طرح خرچ کرتے تھے کہ گویا دائیں ہاتھ سے دیئے جانے والے صدقے کا بائیں ہاتھ کو علم نہیں ہے۔ عرش الٰہی کا سایہ بھی ایسے ہی خوش نصیب مصدقین کو نصیب ہوتا ہے۔

ساتواں انعام ربانی

حضرت رحمہ اللہ کو ساتواں انعام ربانی جو حاصل تھا، وہ حقانی فضلاء اور خدام اسلام سے خندہ پیشانی اور دل کی گہرائیوں سے خدمات دین پر خوش ہونا اور داد وتحسین دینا ہے، اگرچہ سیاسی سفر میں بعض فضلائے حقانیہ، حضرت رحمہ اللہ سے اختلاف رائے رکھتے تھے لیکن حضرت نے وسعت قلبی کی تاریخ زندہ فرمائی۔ نہ محبت میں کمی دیکھی، نہ چہرے میں تغیر۔ جہنم سے بچنے کیلئے تعلیم نبوی یہی ہے: اتقوا النار ولو بشق تمرة من لم يجد فبكلمة طيبة بفضل اللہ بندہ نے کافیہ سے لے کر دورہ حدیث تک چھ سال دارالعلوم حقانیہ سے فیض حاصل کیا پھر تقریباً سات سال تک بعض کتب کی تدریس اور حفظ وتجوید میں صدر مدرس کی ذمہ داری انجام دی ہے۔ حضرت شہیدؒ کو میرا مزاج معلوم تھا کہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا پکا شیدائی ہے لیکن حضرت نے جس خلوص، محبت، اکرام واعزاز کا معاملہ میرے ساتھ فرمایا، شاید ہی اس کی کہیں نظیر ملے۔ جب بندہ نے حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد استعفیٰ دیا اور دوسری جگہ خدمت شروع کی تو چند سال بعد حضرت شہیدؒ نے مجھے پھر بلایا اور فرمایا کہ آپ کی نگرانی میں حقانیہ کے حفظ وتجوید میں جو حفاظ، قراء، مدرسین تیار ہوئے، وہ بنصر اللہ جامعہ حقانیہ اور اس کے محسنین کے لیے باقیات الصالحات وصدقات جاریات بنے ہوئے ہیں اگرچہ اس وقت تم خود مہتمم ہو، جامعہ تحسین القرآن کی مصروفیات ومشاغل زیادہ ہیں لیکن اپنے مادر علمی کو وقت دینا ہے اور شعبہ کلام اللہ (حفظ وتجوید) کی نگرانی کرنی ہے۔ مجھے حقانیہ کے شعبہء حفظ وتجوید کی نگرانی دوبارہ حوالہ کی اور شفقت واعتماد کی انتہا فرمائی۔ اس ایک واقعہ سے آپ اندازہ لگائیں کہ

سیاسی اختلاف رائے کے باوجود حضرت کی محبت، حق پرستی، دل جوئی فقید المثال تھی۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلمان، میں اسی لیے نمازی

حضرت شہیدؒ اپنے والد گرامی کے تواضع واخلاق حسنہ میں الولد سر لابیه کے مصداق تھے اور دونوں حضرات والد اور بیٹا، غار ثور کا سبق ماظنك باثنين الله ثالثهما ہمیں سکھا کر چلے گئے۔ دونوں کا مقصد دین اسلام کا غلبہ اور لیظھره علی الدین کله کے منشاء الٰہی کو پورا کرنا تھا۔

یہی آرزو ہے کہ تعلیم قرآن عام ہوجائے
ہر ایک پرچم سے اونچا پرچم قرآن ہوجائے

وصیت

بفضل اللہ وکرمہ جامعہ تحسین القرآن نوشہرہ کے سینکڑوں اور تحسینی فروعات میں ہزاروں طلبائے کرام وطالبات اسلام کو میری وصیت ہے کہ دونوں شیخین حضرات، ان کی اولاد اور ان کے مشائخ واکابرین سے لے کر قائد المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک جملہ محسنین امت اور خادمین قرآن وسنت کو اپنے مقدس مشغلہ درس قرآن، حفظ وتجوید کے انوارات وبرکات کا ایصال ثواب کیا کریں اور رب کریم سے عاجزانہ درخواست کریں کہ ہمارے سارے محسنین اساتذہ کرام کے پاک دلوں میں غلبہ اسلام کے جو ارادے، جذبات اور نیک منصوبے تھے، اللہ ہمیں ان توقعات وعزائم کو پوار کرنے کا ذریعہ بنادے۔ جملہ مسلمین ومسلمات بالخصوص اہل مدارس اور ہم خدام کو اور حضرات شیخین کی نسبی وروحانی اولاد کو چار فرائض نبوت يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ سیکھنے سکھانے کی سعادت اور چار محاسن صحابہ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سے زندگی کو مزین کرنے اور چار حقوق رسول ادا کرنے والی سو فیصد کامیاب جماعت میں شامل کردے جن کی کامیابی کی ضمانت رب کریم نے یوں دی ہے: فالذين امنوا به (النبی الامی) وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئك هم المفلحون ان شاء الله وبنصر الله ہم، ہماری اولاد اور ہمارے تلامذہ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی ترقی وتحفظ اور اسکے محسنین کے خادم اور صف اول کے محافظ رہیں گے اور حقانی مشائخ واساتذہ نے جو کام غلبہ اسلام کے حوالے سے کیا ہے، اس کی تعمیل وتبلیغ تاحیات کرتے رہیں گے۔ (وما ذلك على الله بعزيز)

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی
مدیر ماہنامہ ''الحقانیہ'' سرگودھا

شہید حق مولانا سمیع الحقؒ

- ...... دینی، سیاسی، قومی و بین الاقوامی سطح پر ہر شعبہ میں خدمات
- ...... مدرسہ حقانیہ ساہیوال اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں مسلکی ہم آہنگی

برصغیر پاک وہند میں علماءِ حق میں جن حضرات نے درس و تدریس، مدارس کے قیام واستحکام اور تصنیف وتالیف کے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، ان میں حضرت مولانا عبدالشکور ترمذی کا نامِ گرامی بھی سرفہرست ہے۔ حضرت مولانا عبدالقدوس ترمذی صاحب ان کے فرزند دلبند، جانشین اور ان کے علوم ومعارف کے ترجمان وامین ہیں، انہوں نے اپنے عظیم والد کی طرح ساری زندگی طلباءِ علومِ دینیہ کی خدمت، مدرسہ کی نظامت و اہتمام اور درس و تدریس میں صَرف کردی ہے، انہیں تفسیر، حدیث، فقہ، عربی ادبیات، تصوف وسلوک اور ہمہ جہتی علوم وفنون میں کامل دسترس حاصل ہے، جب کسی موضوع پر بولتے یا لکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کے تمام پہلوؤں پر ان کی پوری گرفت ہے، شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر اپنے تعزیتی مقالہ میں انہوں نے ہمہ جہتی پہلوؤں کا احتواء کیا ہے، ان کے ہر پیراگراف بلکہ سطر سطر سے ذہانت، فطانت، وسعت علم اور حقانی خاندان سے محبت اور والہیّت ٹپکتی ہے......(ادارہ)

مورخہ ۲۲ ؍صفرالمظفر ۱۴۴۰ھ بمطابق ۲؍نومبر ۲۰۱۸ء شب شنبہ احقر عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو اچانک یہ خبر دل پر صاعقہ بن کر گری کہ مخدوم ومکرم حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو اسلام آباد ان کی رہائش گاہ میں شہید کردیا گیا اس خبر وحشت اثر سے دل ودماغ پر جو اثر ہوا وہ بیان سے باہر ہے، قدرے ہوش آنے پر اس حادثہ فاجعہ کی تصدیق چاہی تو ہر طرف سے تصدیق ہوتی چلی گئی گویا: ان الذی تحذرین قدوقعا والا معاملہ ہوا، اناللّٰہ وانااليه راجعون، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کے درجات بلند فرماویں پسماندگان کو صبر واجر سے نوازیں اور جن ظالموں نے دین

اسلام کے اس عظیم اور سچے خادم اورداعی کو بیدردی، بربریت اورسفا کی سے شہید کیا ہے انہیں جلد کیفر کردار تک پہنچا کرنشان عبرت بنادیں،(آمین یارب العالمین)

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک عظیم علمی خاندان کے چشم وچراغ اورولی زماں محدث دوراں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے فرزندار جمنداوران کے جانشین تھے ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے پی کے ایک بین الاقوامی سطح کا دینی ادارہ اور جامعہ ہے جوآپ کے والدگرامی اورہم سب کے مخدوم ومکرم رحمہ اللہ کی علمی یادگاراور بہترین باقیات صالحات میں سے ہے جو ہراعتبار سے ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے آج اہل علم کیلئے منارہ ہدایت وعلم حق بن چکا ہے۔

حضرت مولانا مرحوم ۱۹۳۷ء بمطابق ۱۳۵۶ھ کواکوڑہ خٹک میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کے گھر پیدا ہوئے،ازابتدا تا انتہا مکمل دینی تعلیم آں موصوف نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں حاصل کر کے ۱۹۵۷ء میں فراغت حاصل کی اور پھرتادم آخر۶۰ سال دین کے مختلف شعبوں میں یادگارخدمات سرانجام دیں ، آپ کی خدمات کا دائرہ صرف ایک شعبہ کی حدتک محدودنہیں بلکہ آپ نے دینی ،سیاسی،ملکی، غیرملکی، بین الاقوامی سطح تک ہرشعبہ میں اور ہرطرح کی خدمات سرانجام دی ہیں،احقر کے والد ماجد نے تقسیم ہند سے قبل دارالعلوم دیوبند میں دوسال تعلیم حاصل کی اس دوران حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ سے بھی علم معانی کی کتاب مطول اوردورہ حدیث شریف کے سال میں طحاوی شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

پاکستان بننے کے بعدہماراخاندان پاکستان منتقل ہوگیااور پنجاب کے ضلع سرگودھا میں ساہیوال نامی قصبہ میں یہ خاندان آباد ہوا کچھ عرصہ بعدساہیوال میں ہی حضرت والدگرامی نے ۱۹۵۵ء میں ایک دینی ادارہ قائم فرمایاجس کا نام انہوں نے ہندوستان میں قائم شدہ ادارہ ''حقانیہ'' کے نام پرحقانیہ رکھایہ مدرسہ احقر کے جدامجدحضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ نے شاہ آباد ضلع کرنال میں حضرت تھانوی قدس سرہ کے ایماء پر۱۹۳۷ء میں قائم کیا تھا،حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ہی اس کا نام حضرت قطب عالم شاہ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کے دادا پیرحضرت شاہ احمدعبدالحق ردولوی نوراللہ مرقدہ کے نام پر''حقانیہ'' تجویزفرمایا تھا۔

ہمارے مخدوم ومکرم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدرحمہ اللہ کے والدگرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے پاکستان کے معرض وجودمیں آنے کے بعداکوڑہ خٹک میں جودینی ادارہ قائم فرمایاآپ نے اس کا نام بھی''حقانیہ'' تجویزفرمایااس طرح ساہیوال کے''مدرسہ حقانیہ'' کواس

کے ساتھ مشارکت اسمی کا شرف حاصل ہے، فللّٰہ الحمد ولہ الشکر اس تفصیل سے واضح ہے کہ مدرسہ حقانیہ ساہیوال شاہ آباد میں قائم کردہ مدرسہ حقانیہ کی نشاۃ ثانیہ ہے اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے نام اور مسلک میں اسے پورے طور پر ہم آہنگی حاصل ہے اور یہ کہ مدرسہ حقانیہ اوردارالعلوم حقانیہ اس کے بعد قائم ہوا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے چونکہ حضرت والدصاحب رحمہ اللہ کو تلمذ کا شرف بھی حاصل تھا، اس لئے گاہے حضرت سے خط کے ذریعہ رابطہ کی نوبت آجاتی تھی حضرت شیخ بھی بعض اوقات یادفرمالیتے تھے چنانچہ جب دارالعلوم حقانیہ سے ''الحق'' جاری ہوا تو حضرت شیخ الحدیث نے اس کے لئے اپنے تلمیذ رشید کو بھی یادفرمایا۔ حضرت والدماجد نے ''الحق'' اپنے نام جاری کرایا جو آج تک پابندی سے جاری ہے اور برابر موصول ہورہا ہے۔

حضرت والدماجد رحمہ اللہ کا حضرت مولانا سمیع الحق صاحب شہید سے بھی خاص تعلق رہا ہے دونوں حضرات میں کئی امور پر بذریعہ خط رابطہ اور مشاورت کا سلسلہ رہتا تھا کتاب ''مشاہیر بنام شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب'' کی جلد۴ میں حضرت مولانا مرحوم کے نام دس مکتوبات حضرت والدماجد رحمہ اللہ کے شائع ہوچکے ہیں ان کے مندرجات سے بھی کئی امور میں باہم تبادلہ خیال کی نشاندہی ہورہی ہے اس کے علاوہ حضرت والدماجد کے درج ذیل مضامین ماہنامہ ''الحق'' میں حضرت مرحوم نے شائع فرمائے:

☆...... ''اسلام میں معاشی مسئلہ کا اخلاقی حل'' (ج۴ شمارہ ۱۱/۱۲)

☆...... ''مقام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم'' (ج۷ شمارہ ۲/۳/۴/۵/۶)

☆...... ''اسلام میں ارتداد کی سزا'' (ج۸ شمارہ ۱۱/۱۲۔ ج۹ شمارہ ۱/۲)

☆...... ''جذبہ تحقیق اور اس کے نتائج'' (ج۹ شمارہ ۶/۷/۸)

☆...... ''اسلام اور سائنسی ایجادات'' (ج۱۳ شمارہ ۱۲)

☆...... ''قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کی خدمت میں'' (ج۱۴ شمارہ ۶)

۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۹۸۲ء میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا جو نمائندہ اجتماع جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ہوا حضرت مرحوم نے اس میں والدماجد کو بطور خاص مدعو کیا اور بڑے اکرام واحترام کا معاملہ فرمایا اس اجتماع کی مکمل روئیداد ''خطبات'' میں شائع ہوچکی ہے احقر اس زمانہ میں

جامعہ اشرفیہ لاہور میں زیرتعلیم تھا اس لئے اس سفر میں برادر معظم مولانا سید عبدالصبور صاحب ترمذی مرحوم حضرت کے ساتھ تھے انہوں اس سفر وسیلہ ظفر کی روئیداد ''حقانیہ سے حقانیہ تک'' کے نام سے لکھ کر احقر کو دی تھی جو کتاب ''حیات ترمذی'' میں شائع ہو چکی ہے۔

۱۹۷۸ء میں انہوں نے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے فرمائش کی تھی کہ وہ اپنے استاذ حضرت شیخ الحدیثؒ پر ایک مضمون لکھ کر انہیں بھجوائیں احقر کو خوب یاد ہے کہ اس موضوع پر یہ مضمون حضرت والد نے احقر سے املاء کرانا شروع فرمایا تھا لیکن چونکہ اسکی تکمیل نہیں ہوئی اسلئے مولانا مرحوم کو بھیجنے کی نوبت نہیں آئی، اس مضمون کی یہ بات احقر کو اب تک یاد ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے زمانہ میں طلبہ حضرت شیخ الحدیث کو مولانا عبدالحق انفع کہتے تھے چونکہ ایک دوسرے عالم عبدالحق ''نافع'' کے نام سے پہلے سے موجود تھے ان سے امتیاز اور آپ کے درس کی انفعیت کی وجہ سے طلبہ نے حضرت کے نام کے ساتھ ''انفع'' لقب کا اضافہ کر دیا جو ہر طرح حسب حال تھا۔

حضرت شہید مرحوم نے سینٹ میں'' شریعت بل'' پیش کر کے پاکستان کے مقصد تاسیس کی طرف جب قدم بڑھائے تو سب اہل حق نے ان کی تائید کی۔حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے بھی ''مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان'' کے پلیٹ فارم سے اس کی بھر پور تائید کی اور اسکے حق میں مضمون شائع فرمایا۔

۱۹۸۸ء میں ملک پاکستان میں پہلی دفعہ عورت کی سربراہی کا حادثہ پیش آیا تو آپ نے اس کے خلاف بہت کام کیا۔حضرت قاری سعید احمد صاحب رحمہ اللہ نے پنڈی جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں علماء کرام کا ایک نمائندہ اجتماع منعقد کیا اس میں کئی علمائے کرام اور سیاسی حضرات کے بیانات ہوئے حضرت مولانا مرحوم کا بیان ذی شان بہت ہی اعلیٰ تھا، اس اجتماع میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے بھی شرکت فرمائی احقر ناکارہ اور برادرم مولانا سید عبدالصبور ترمذی مرحوم بھی ان کے ہمراہ تھے۔

احقر ناکارہ نے حضرت مولانا مرحوم کا نام ماہنامہ ''الحق'' کے ذریعہ بچپن ہی سے سنا ہوا تھا اور میں ''الحق'' میں ان کے ادارئیے بڑے شوق سے پڑھتا تھا، جہاں تک یاد ہے کہ آپ کی پہلی مرتبہ ملاقات وزیارت پنڈی ہی میں ۱۹۸۸ء میں ہوئی تھی اس کے بعد کئی پروگراموں میں زیارت کا موقع ملتا رہا۔احقر کے والد ماجد رحمہ اللہ نے یکم جنوری ۲۰۰۱ء میں وفات پائی حضرت نے درج ذیل تعزیتی مکتوب گرامی تحریر فرمایا: ''حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ کا سانحہ ارتحال علمی و دینی روحانی دنیا کیلئے ایک عظیم صدمہ ہے اس عظیم صدمہ میں ناچیز کی پوری جماعت اور دارالعلوم حقانیہ بھی شریک ہے حضرت والا کی وفات سے علم و عمل،تصنیف و تالیف اور دعوت وارشاد کے میدانوں میں بڑا

خلا پیدا ہوا حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے پر فرماویں اور بہترین مقامات قرب و رضا پر انہیں فائز فرماوے‘‘ (حیات ترمذی ص ۹۶۳)

’’مکتوبات مشاہیر‘‘ میں حضرت والدگرامی رحمہ اللہ پر جو نوٹ انہوں نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا وہ یہ ہے: ’’دبستان حکیم الامت تھانوی سے وابستہ ایک محقق اور جید عالم، مصنف، مفتی، حضرت تھانوی کے خلیفہ اجل مولانا عبدالکریم صاحب کے فرزند و جانشین، ان کی تحقیقی، تعلیمی اور اصلاحی خدمات کو مزید بڑھایا، سرگودھا کے ساہیوال نامی شہر میں مدرسہ حقانیہ قائم کیا، ان کے فرزند مولانا عبدالقدوس ترمذی دینی مجلّہ ’’الحقانیہ‘‘ اور ادارہ کے ذریعہ اپنے بزرگوں کے کام کو چار چاند لگا رہے ہیں۔ مکتوبات میں جگہ جگہ دیوبند میں حضرت شیخ الحدیث سے تلمذ اور عقیدت و محبت کا ذکر ہے‘‘۔ (ج ۴ ص ۱۴۵۷)

احقر نے حضرت والدگرامی رحمہ اللہ کی کتاب ’’تذکرۂ حضرت مدنی‘‘ ان کی خدمت میں ارسال کی تو بے حد مسرت کا اظہار فرمایا اور احقر نا کارہ کو یہ مکتوب گرامی تحریر فرمایا:

صاحبزادہ گرامی قدر مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب زادہ اللہ مجداً وفضلاً

سلام مسنون! حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی تالیف منیف ’’تذکرہ حضرت مدنی‘‘ موصول ہو کر دل و جان کی روحانی غذا اور مسرت کا ذریعہ بنی۔ کن الفاظ سے شکریہ ادا کروں کہ ایسی نعمت جلیلہ سے مشرف فرمایا، جزاکم اللہ، ان شاء اللہ اس کا تفصیلی مطالعہ کرونگا، میرے علم میں نہیں تھا کہ حضرت کے قلم سے حضرت مدنی پر ایسی جامع کتاب نکلی ہے، جزاك اللہ کہ آپ نے یاد فرمایا۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی ناچیز پر بڑی شفقت رہی، ماہنامہ ’’الحق‘‘ کے ابتدائی ادوار میں قیمتی نگارشات بھی شامل کرواتے رہے، آپ سب بھائیوں کے علمی، تعلیمی اور دینی خدمات سے بے حد مسرت ہے کہ حضرت رحمہ اللہ کا کام آپ آگے بڑھا رہے ہیں اور صدقہ جاریہ بنے ہوئے ہیں۔ دعاؤں میں یاد فرماتے رہیں، تمام احباب و متعلقین بالخصوص برادران سے تسلیمات۔

والسلام: سمیع الحق (۲۱ رجولائی ۲۰۰۱ء)

احقر اس کے بعد ۲۰۰۲ء میں پہلی بار دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حاضر ہوا، دارالعلوم کو دیکھ کر دنگ رہ گیا لیکن اس روز حضرت سفر پر تھے اس لئے ان کی ملاقات اور زیارت سے محروم رہا، احقر نے آپ کی خدمت میں جو عریضے ارسال کئے آپ نے انہیں ’’مشاہیر‘‘ کی جلد ۴ میں شائع فرما

دیا ہے اور خوردنوازی وسعت ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے درج ذیل نوٹ بندہ ناچیز کے بارہ میں تحریر فرمایا: ''عظیم فقیہ، مفتی اور محقق مولانا عبدالشکور ترمذی کے فرزندان کے ادارہ اور تحریری اور علمی خدمات کو ماہنامہ ''الحقانیہ'' کے ذریعہ عام کررہے ہیں''۔(ص۱۵۰۰)

یہ ان کی غایت تواضع عاجزی اور فطری مسکنت کی دلیل ہے۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ کی کتاب ''مشاہیر ج۴'' میں آپ کے نام حضرت والد گرامی رحمہ اللہ کے دس مکتوبات شائع ہوچکے ہیں، اس وقت آپ کے تین گرامی نامے جو آپ نے احقر کے والد ماجد رحمہ اللہ کو تحریر فرمائے وہ بغیر مشقت کے سامنے آگئے ہیں لہٰذا وہ پیش خدمت ہیں۔

مکتوب نمبر (۱)

محترم المقام زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔آپ نے مسئلہ ارتداد کے بارہ میں ایک مضمون لکھا تھا اگر وہ مضمون ملخص شکل میں ارسال فرماسکیں تو بہتر ہوگا کہ تازہ شمارہ میں شامل کیا جاسکے۔مضمون اگر ایک قسط تقریباً آٹھ صفحے میں آسکے تو مؤثر ہوگا، ورنہ جیسے آپ کی رائے ہوان شاء اللہ شائع کردیا جائے گا۔جواب کا انتظار رہے گا۔ والسلام: سمیع الحق

حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے ''اسلام میں ارتداد کی سزا'' کے نام سے مرزائیوں کی تردید پر ایک مضمون تحریر فرمایا تھا، جس کا عربی نام توضیح المرادلمن تخبط فی عقوبۃ الارتداد رکھا گیا تھا، مولانا مرحوم نے ماہنامہ ''الحق'' بابت ماہ شعبان ورمضان ۱۳۹۳ھ میں اسے ''اسلام میں ارتدا کی سزا'' کے نام سے شائع فرمایا، اس مکتوب گرامی میں اسی مضمون کا تذکرہ ہے۔

مکتوب نمبر (۲)

حضرت محترم سلام مسنون! نامہ گرامی نے ایک مدت کے بعد مشرف فرمایا، جواب جلد نہ دے سکا معذرت خواہ ہوں۔احوال عافیت اور یاد فرمائی سے بے حد مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرماوے۔ میں نے خود بارہا سوچا کہ ''الحق'' کی طرف توجہ دلاؤں کہ کبھی کبھی نگارشات عالیہ سے نوازتے رہیں مگر مصروفیات نے موقع نہ دیا، آپ نے جن امور کی نشاندہی فرمائی میرے تأثرات کا بھی یہی عالم تھا، حضرت مدظلہ کو بھی گرامی نامہ سنایا گیا انہیں بھی ایسے غیر محتاط بیانات (جو محض وقتی مصالح پر مبنی ہوں گے اوران شاء اللہ اس کا کوئی وزن اور مستقل حیثیت نہیں ہوگی) سے صدمہ ہوا۔

کئی دنوں سے اتحاد کے ان اکابر سے رابطہ یعنی ملاقات نہیں ہوسکی، ان شاء اللہ آپ سب کے احساسات ان تک اپنی تائیدات کے ساتھ پہنچادیے جائیں گے، دراصل کچھ لوگ بے احتیاط ہوتے ہیں اور دینی وعلمی امور میں ان کی نظر پختہ اور گہری نہیں ہوتی جیسے پروفیسر صاحب اور کچھ اخبارات والے اسے توڑ پھوڑ کر اپنی من مانی تعبیر بنالیتے ہیں، بہرحال! آپ جیسے حساس حضرات کی بروقت تنبیہ وگرفت ضروری ہے۔ والسلام: سمیع الحق ۵رشوال ۹۷ھ

''قومی اتحاد پاکستان'' کے جنرل سیکرٹری پروفیسر غفور احمد نے اپنی پریس کانفرنس میں جب یہ بیان دیا کہ ہمیں شیعہ کمیٹی کی طرف سے جو مطالبات موصول ہوئے تھے، مرکزی کونسل نے رات کے اجلاس میں ان کی منظوری دے دی ہے، اس پر حضرت اقدس والد ماجد رحمہ اللہ نے حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو ۸ررمضان المبارک ۱۳۹۷ھ کے روز ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا جس میں ''قومی اتحاد'' کی منظوری پر افسوس کیا گیا اور ہر لحاظ سے اسے غلط قرار دیا گیا، حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کا یہ مکتوب سامی ''مکاتیب مشاہیر'' ص۱۴۵۹ پر قابل ملاحظہ ہے درج بالا مکتوب گرامی اسی کے جواب میں ہے۔

مکتوب نمبر (۳)

حضرت المحترم زیدت مکارمکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! خلوص ومحبت اور بہترین آراء پر مشتمل گرامی نامہ موجب تشکر بنا تھا، خیال تھا کہ جلد ہی مضمون شائع ہوگا بوجوہ تاخیر ہوگئی اب چھپ گیا تو جواب دے رہا ہوں اور تاخیر جواب پر شرمندہ ہوں۔ اس اثناء میں آپ کا مضمون ''ترجمان'' میں بھی چھپ گیا جس سے ''الحق'' کا تفرد بھی قائم نہ رہ سکا، والفضل للمتقدم، مسلکی افتراق پر آپ نے میرے دل کی باتیں لکھی ہیں، ارادہ کیا کہ مراسلات ''الحق'' میں اسے دے دوں مگر پھر ان دنوں جبکہ شماتت اعداء کا بازار گرم ہے اور اہل بدع واہل تجدد پھر علماء دیوبند کے خلاف منظم ہو رہے ہیں خیال آیا کہ غیروں کی تضحیک کا سامان بن جائے گا، بغیر اشاعت کے اپنے دائرہ میں اصلاح احوال کی سعی ہوتی رہے گی، حق تعالیٰ آپ کو اس مخلصانہ اور دردمندانہ جذبات کا اجر عطاء فرماوے۔

''بیان القرآن'' کے نئے ایڈیشن میں آپ کے مرتب کردہ اضافات دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی زہے نصیب، اللہ نے بڑی خدمت کی توفیق دی۔ ''بیان القرآن'' کے ''تتمہ'' میں شرکت اللہ اکبر!

ع بلبل ہمیں کہ قافیہ ا لخ

ایک گزارش یہ ہے کہ ایک صاحب علم وقلم ان دنوں حضرت والد صاحب مدظلہ کے سوانح پر کام کرنا چاہتے ہیں اس میں آپ جیسے حضرت کے مخصوص اور اصحاب فضل تلامذہ کے تعاون کی ضرورت ہے، حضرت کے بارہ میں جو بھی ممکن یادداشتیں سمیٹ کر اور تاثرات ارسال کر سکیں تو کرم ہو گا، منتظر رہوں گا۔ حضرت مدظلہ آج کل بے حد مضمحل اور علیل ہیں، سلام مسنون فرماتے ہیں ایک اور علمی و مسلکی کام میں تعاون درکار ہوگا۔

والسلام: سمیع الحق غفرلہ

جنرل ضیاء الحق مرحوم نے مدارس کے نصاب کی اصلاح کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی، جس کا مقصد مدارس کے نصاب میں اصلاح و ترمیم کے ساتھ اس میں عصری علوم کی آمیزش سے اسے مخلوط بنانا تھا، اہل مدارس اور علمائے کرام کو یہ تجویز کسی صورت میں بھی قبول نہ تھی، حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے بھی اس تجویز کی مخالفت فرمائی اور دلائل سے اس کا نامعقول وغیر مقبول ہونا ثابت فرمایا، حضرت نے یہ مضمون اشاعت کیلئے ماہنامہ ''الحق'' اور دیگر رسائل میں ارسال فرمایا، یہ مضمون پہلے ''ترجمان اسلام'' میں شائع ہوا پھر ''الحق'' نے بھی اسے شائع کیا، اپنے مکتوب گرامی کے پہلے حصہ میں حضرت مولانا مرحوم نے اسی کا ذکر فرمایا ہے۔

تفسیر ''بیان القرآن'' کا ایک ایڈیشن ۱۹۷۷ء میں مکتبۃ الحسن لاہور نے شائع کیا تھا، اس میں حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کا مقدمہ اور ''تتمۃ البیان'' جس میں ''بیان القرآن'' کے ترجمہ کی فروگذاشتوں کو جمع کیا تھا، ان دونوں کا اضافہ بھی تھا، حضرت مولانا نے اسی پر مبارکباد دیتے ہوئے اپنی مسرت وخوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ احقر کی بیان کردہ تفصیلات اور ان مکتوبات گرامی سے ان حضرات کے باہمی تعلقات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے درجات کو بلند فرمائیں اور ان کے پسماندگان بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہم، حضرت مولانا حامد الحق صاحب، حضرت مولانا راشد الحق صاحب، مولانا اسامہ سمیع، مولانا خزیمہ سمیع و دیگر پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل سے نوازیں اور آپ کی تمام باقیات صالحات کو آپ کے لیے بہترین صدقہ جاریہ بنائے، (آمین)

مولانا محمد شفیع چترالی
مدیر روزنامہ ''اسلام'' کراچی

ہر دل عزیز شخصیت

برادرم مولانا محمد شفیع چترالی، روزنامہ ''اسلام'' کی مجلس اِدارت کے رُکن، منجھے ہوئے صحافی، ادیب اور تجزیہ نگار، اللہ نے انہیں سیال قلم بخشا ہے۔ ان کے قلم کی ہر جنبش علم دین اور علمائے حق کی حمایت، دِفاع اور نفاذِ شریعت کے مشن کا فروغ ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ ان کی زندگی کے آخری لمحوں تک جڑے رہے آپ استقامت، شرافت اور وفا کے پیکر جمیل ہیں (مدیر)

مخدوم محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی صحت کافی عرصے سے خراب تھی، چند ماہ قبل دل کا آپریشن ہوا تھا، جس کے بعد طبیعت کچھ بہتر تو ہوئی تھی، تاہم ۸۲ سال کی عمر میں دیگر عوارض کے ہوتے ہوئے عارضۂ قلب سے نبرد آزما رہنا کوئی آسان بات نہیں تھی، اس لئے ہر وقت حضرت کے بارے میں کسی بری خبر کے آنے کا کھٹکا رہتا تھا، جب بھی برادرم مولانا اسامہ سمیع، مولانا عرفان الحق یا بھائی بابر حنیف کی کال آتی دل گھبرا اٹھتا کہ کہیں دست اجل نے ہمارے سروں سے شفقت کا وہ سائباں کھینچ تو نہیں لیا، جس کی ٹھنڈک میں ہم ہی نہیں، ہماری طرح کے ہزاروں تشنگان محبت راحت وسکون پایا کرتے تھے مگر پھر جلد ہی حضرت کے خصوصی سلام اور کسی خبر یا مضمون سے متعلق پیغام سے فیضیاب ہوکر یا حضرت کی شفقت بھری گفتگو سن کر دل کو اطمینان ہوجاتا، یہ تو کسی وہم وگمان اور خواب وخیال میں بھی نہیں تھا کہ حضرت مولانا کی جدائی کی خبر اتنے دل خراش، جگر پاش اور ناقابل برداشت انداز میں سننے کو ملے گی کہ کلیجہ منہ کو آجائے گا اور صبر وضبط کے بندھن قائم رکھنا مشکل ہوجائے گا، فانا للّٰه وانا الیه راجعون ویسے تو وطن عزیز پاکستان کی سرزمین بزرگ علماء کے خون سے پہلی بار رنگین نہیں ہوئی، ۲۱ برس قبل ٹھیک اِسی ۲ نومبر کی تاریخ کو کراچی میں وقت کے ایک بڑے محقق عالم دین اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے رئیس حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ اوران کے دست راست علم وعمل اور جہد مسلسل کے نشاں حضرت مولانا مفتی عبدالسمیعؒ کو کراچی کی ایک سڑک پر نہایت بیدردی اورشقاوت کے ساتھ شہید کیا گیا تھا، اس سے پہلے بھی متعدد علماء اوردین کے رہنما شہید ہوئے اوراس کے بعد بھی بیسیوں جید اور بزرگ علماء خاک وخون میں تڑپا دیئے گئے مگر جس طرح کا

مقتل مخدوم محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے لئے سجایا گیا، حالیہ عرصے میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے، ان سطور کے لکھے جانے کے وقت اس سانحے کے محرکات واسباب سے متعلق کوئی واضح بات سامنے نہیں آئی ہے مگر پاکستان اور خطے کے موجودہ حالات اور ملک وملت کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا ادراک کرنے والا ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی صورت میں حق کی ایک دبنگ آواز کو خاموش کرانا کن قوتوں کی کارستانی ہوسکتی ہے، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت پر دہلی سے کابل تک بعض عناصر کی جانب سے جس طرح خوشی کے شادیانے بجائے جارہے ہیں اس سے قتل کے محرکات کی طرف کچھ نہ کچھ اشارہ ضرور ملتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولاناؒ نے جس شان سے مجاہدانہ زندگی گزاری اس زندگی پر معذرت خواہی کی بجائے ہمیشہ ناز کیا، اس کو ایک عام سی موت نہیں مظلومانہ شہادت کا یہ اعلیٰ رتبہ ہی زیبا تھا۔

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شخصیت کا کوئی ایک حوالہ نہیں تھا، وہ ایک جید عالم دین، ایک بہترین قلمکار ومصنف، ایک مثالی مدرس، ہر دل عزیز مہتمم اور ایک بین الاقوامی شہرت یافتہ دینی ومذہبی رہنما، پارلیمنٹیرین اور بزرگ سیاست دان تھے، ان میں سے ہر ایک جہت پر ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے، اتنی ساری حیثیتوں کے ہوتے ہوئے مصلحت کوشی وعافیت کشی کے حیلے پاؤں کی زنجیر بن جایا کرتے ہیں مگر مولانا شہیدؒ کی بات ہی الگ تھی، وہ لایخافون لومة لائم کی عملی تفسیر تھے ابھی تین چار دن پہلے کی بات ہے، آسیہ ملعونہ کی رہائی کے معاملے پر ملک بھر میں احتجاج کی رپورٹیں چل رہی تھیں، اکوڑہ خٹک میں عظیم الشان اجتماع دکھایا جارہا تھا، جس سے مولانا خطاب فرمارہے تھے، میں نے دیکھا مولانا کے جسم اور چہرے پر بڑھاپے اور بیماری کے اثرات دکھائی دے رہے تھے مگر ان کے لہجے میں کسی قسم کی نقاہت یا کمزوری نہیں تھی، وہی طنطنہ، وہی دبدبہ، وہی للکار اور وہی حقانی گفتار کچھ عرصہ قبل ایک ٹی وی چینل سے وابستہ دوست نے رابطہ کیا کہ ہماری ایک خاتون اینکر مولانا سمیع الحق صاحبؒ کا انٹرویو کرنا چاہتی ہیں اگر آپ مولانا سے بات کرکے ان کو آمادہ کریں، راقم نے مولانا سے گزارش کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں آج کل چینلوں کو انٹرویو نہیں دیتا کیونکہ جو باتیں ہم ان لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں وہ یہ نشر نہیں کرتے اور جو باتیں وہ ہم سے کہلوانا چاہتے ہیں وہ ہم کہنا نہیں چاہتے لیکن آپ کہتے ہیں تو میں ان کو وقت دے دیتا ہوں، یہ وہی مشہور انٹرویو تھا، جس میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے شیخ اسامہ بن لادن کے بارے میں پوچھا گیا تو مولانا نے جواب دیا کہ میں شیخ اسامہ کو اسلام کا مجاہد اور شہید فی سبیل اللہ سمجھتا ہوں، اس انٹرویو پر لبرل حلقوں میں بڑی لے دے ہوئی۔

راقم کو قلم گھسیٹنے کی مشق کے توسط سے جن بزرگوں کی بے پناہ شفقتیں میسر آئی، ان میں حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ سرفہرست تھے، یہ حضرت مولاناؒ کی ہی عظمت اور بڑا پن تھا کہ ہم جیسے ادنیٰ طالب علموں اور نو آموز لکھاریوں کی دل کھول کر حوصلہ افزائی فرماتے، مولانا روزنامہ ''اسلام'' کے باقاعدہ قاری ہی نہیں بلکہ محبت کرنے والے بھی تھے، کئی دفعہ فرمایا کہ کہ روزنامہ اسلام دینی حلقوں کے ربط کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے اور ایک دفعہ فرمانے لگے کہ میرا بیان روزنامہ اسلام میں شائع ہوتا ہے تو مجھے اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ کسی اور اخبار میں چھپا ہے یا نہیں، حضرت نے راقم کو پابند کیا تھا کہ جب بھی پشاور آنا ہو یا گاؤں جانا ہو، اکوڑہ سے ہوکر جانا، جب بھی حضرت کی خدمت میں حاضری ہوئی، بہت محبت سے نوازا، اصرار کر کے کھانا کھلایا اور درسگاہ میں ساتھ بٹھا کر طلبہ سے تعارف کرایا، مولانا کی محبتیں زندگی کا سرمایہ ہیں مگر یہاں جو بات بتلانا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت نے جامعہ حقانیہ کے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب میں شرکت کی دعوت دی، میں حاضر ہوا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ پاکستان اور افغانستان کے جید علمائے کرام اور بڑی بڑی پگڑیاں پہنے حقانی فضلاء تقریب میں موجود تھے، تقریب میں افغانستان کی امارت اسلامیہ کے نئے امیر کی مکمل حمایت کا اعلان کیا گیا اور سابق امیر ملا محمد عمر مجاہد کی خدمات کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا، تقریب کے بعد کھانے کی نشست پر راقم نے عرض کیا کہ حضرت! ہم کراچی اور پنجاب والے اہل مدارس تو اب طالبان کا نام لیتے ہوئے بھی گھبراتے ہیں اور آپ یہاں اس قدر کھل کر ان کی حمایت کر رہے ہیں، مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ افغان طالبان ہمارے وجود کا حصہ ہیں ہم ان کو کیسے الگ کریں، ہم ان کے ساتھ جہاد میں تو عملاً شریک نہیں ہیں، ہم اپنے ملکی آئین اور قانون کے پابند ہیں مگر ہم قابض فوج کے خلاف طالبان کی جدوجہد کو جہاد سمجھتے ہیں اور اس جہاد کی حمایت کوئی جرم نہیں ہے مولانا نے عالمی میڈیا کیلئے انگریزی میں مرتب کی گئی اپنی کتاب بھی مرحمت فرمائی جس میں ان کے اس موقف کی پوری وضاحت موجود ہے۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، مولانا شہید رحمہ اللہ کی زندگی کے بہت پہلو ہیں ان میں ایک نمایاں پہلو ان کی علمی خدمات کا بھی ہے جو بیسیوں کتابوں اور ہزاروں مضامین پر محیط ہے۔

حضرتؒ زندگی کے آخری لمحات میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تفسیری افادات کو مرتب کرنے میں ہمہ تن مصروف تھے اور اس کام کا بیشتر حصہ مکمل فرما چکے تھے، ان کی سب سے بڑی خواہش اس کام کی تکمیل تھی، امید ہے کہ حضرت کا یہ وقیع کام بھی جلد سامنے آئے گا اور حضرت کے لئے ایک اور صدقہ جاریہ ثابت ہوگا، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی کامل مغفرت فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

مولانا محمد احمد حافظ
مدیر ماہنامہ ''وفاق المدارس'' ملتان

کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ ما نیست

وہ جن کے دَم سے جنسِ وَفا تھی گراں بہا　　وہ لوگ بزم دَہر سے نایاب ہو گئے

آہ! ثم آہ! شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ بھی شہید کر دیئے گئے، ۲؍نومبر جمعہ کی شام چند شقی القلب افراد نے نہایت بے دردی کے ساتھ چھریوں کے پے درپے وار کر کے شہید کر دیا، یوں آفتاب سماء کے ساتھ ہی اک آفتابِ علم بھی ڈوب گیا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

جوں ہی یہ خبر سنی گئی، سننے والے غم واندوہ کی کیفیت میں ڈوبتے چلے گئے۔ یہ سانحہ عین ایسے وقت ہوا جب پورے ملک میں تحفظ ناموس رسالتؐ کے سلسلے میں بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہرے ہو رہے تھے۔ آپ کی پنڈی آمد بھی تحفظ ناموس رسالتؐ کے سلسلے میں ہونے والے احتجاج میں شرکت تھی۔ ایک روز قبل آپ نے جامعہ حقانیہ کے باہر احتجاجی مظاہرے سے خطاب بھی کیا تھا، جہاں آپ نے توہین رسالتؐ کے مجرموں اور ان کے حالی موالیوں کو آڑے ہاتھوں لیا اور بہت سی باتیں کھلے طور کہہ دی تھیں۔ آپ کو جس بیدردی سے شہید کیا گیا، پھر خون میں نہائے آپ کے کٹے پھٹے وجود کی جس طرح تشہیر کی گئی اس نے لاکھوں افراد کے زخموں پر نمک چھڑکا۔ آپ کی مظلومانہ شہادت ہوئی اور آپ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کئی باتوں میں مماثلت ملی۔ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا قتل معمولی واقعہ نہیں، یہ ایک منظم کارروائی تھی، یقیناً اس کی منصوبہ بندی چند گھنٹوں میں نہیں کی گئی ہوگی۔ آپ نہ صرف پاکستان بلکہ عالمی سطح پر پہچان رکھنے والی شخصیت تھے۔ آپ کی شخصیت بھی اجتماعی طور پر کسی ایک پہلو سے نہیں جانی جاتی تھی بلکہ آپ ہمہ پہلو تشخص رکھتے تھے، آپ نے بدوِ شعور سے ہی اجتماعی سطح پر نہایت متحرک اور توانا کردار ادا کیا۔ وہ درس وتدریس کی مسند ہو یا اہتمام مدرسہ کا معاملہ ہو، صحافت کی وادی ہو یا تصنیف وتالیف کا ذوق ہو، قومی سطح پر قیادت کا بارگراں ہو یا عالمی سطح پر دینی طبقات کی نمائندگی کی بات ہو، ہر مقام پر آپ نے اپنی بہترین صلاحیتوں کا لوہا منوایا، ایوان بالا کے رکن کی حیثیت سے آپ نے نفاذ شریعت کی جو انتھک جدوجہد کی اسے بھلایا نہیں جاسکتا۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیت کے مسئلے پر پس پردہ رہ کر آپ نے

اراکین پارلیمنٹ کی جو علمی وتحقیقی معاونت کی اس کے شاہدین ابھی بھی موجود ہیں۔آپ نے ایوان بالا کے رکن کی حیثیت سے شریعت بل کا معرکہ لڑا اور کئی اسلامی قوانین کو آئین کا حصہ بنوایا۔آپ کی سیاست کا محور ہمیشہ نفاذ اسلام رہا، دینی معاملات میں انہوں نے کبھی مداہنت نہیں دکھائی۔ پاکستان سے محبت کا عالم یہ تھا کہ انہوں نے نائن الیون کے بعد سے مسلسل دفاع پاکستان کی تحریک چلائی اس پلیٹ فارم سے انہوں نے نہ صرف خود متحرک کردار ادا کیا بلکہ قومی قیادت کو بھی متحرک رکھا ،آپ کی ذات علمی، تدریسی، دعوتی، تصنیفی، ادبی، صحافتی، قومی، ملی، سیاسی اور انقلابی پہلوؤں سے حوالے کا درجہ رکھتی تھی۔آپ جہاں عالم اسلام کے علمی حلقوں میں معروف تھے وہیں مغرب میں بھی اپنی خاص پہچان رکھتے تھے۔مغربی پریس نے پاکستان کی شخصیات میں سے جتنے آپ کے انٹرویو کیے شاید ہی کسی اور شخصیت کے کیے ہوں۔

پچھلے کچھ عرصہ سے آپ نے خود کو علمی وتصنیفی کاموں کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔ اس یکسوئی کا فائدہ یہ ہوا کہ اہل ذوق کو کئی گراں قدر علمی تحقیقی کتب پڑھنے کو میسر آئیں۔ ان دنوں آپ حضرت امام مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تفسیری دروس کو مدون فرما رہے تھے۔غالباً ۲۷ر پاروں تک کا کام مکمل ہو چکا تھا۔سات ضخیم جلدوں میں ''مکاتیب مشاہیر'' آپ کا ایسا کارنامہ ہے کہ پوری دنیا میں اس کی نظیر نہیں، اس میں شامل مکتوبات پر آپ کے قلم سے لکھے گئے حواشی ہی اتنے گراں قدر ہیں کہ پڑھنے والا آپ کی وُسعت علم ومعلومات پر دَنگ رہ جاتا ہے۔اسی طرح دس جلدوں میں ''خطبات مشاہیر'' کے نام سے اَکابر علماء کے وہ خطبات جمع کیے گئے ہیں جو صرف جامعہ حقانیہ کے منبر پر دیئے گئے۔ان کے علاوہ ''قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ''، ''قادیانیت،ملت اسلامیہ کا موقف''، ''خطباتِ حق''، ''دعواتِ حق''، ''اسلام اور عصر حاضر''، ''شریعت بل کا معرکہ''، ''اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال''، '' کاروانِ آخرت''، نیز پچھلی نصف صدی سے مسلسل شائع ہونے والا علمی جریدہ ماہنامہ ''الحق'' آپ کی علمی وادبی میراث ہے۔

آپ اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبدالحقؒ کی جملہ صفات اور خوبیوں کے امین تھے۔ جامعہ حقانیہ جیسے عظیم ادارے کے مہتمم کی حیثیت سے اسکی ترقی کیلئے ہمیشہ کوشاں رہے۔آپ صرف معروف معنوں میں نہیں بلکہ حقیقتاً استاذ المجاہدین تھے ۔جامعہ حقانیہ اور جہاد لازم وملزوم ہیں، جامعہ حقانیہ نے اس سلسلے میں قائدانہ کردار ادا کیا اور قائد آپ ہی تھے۔ اب یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ دو سپر پاورز (روس اور امریکا) کی شکست میں حقانیہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔''فادر آف طالبان'' کا ٹائٹل آپ کو یوں ہی نہیں ملا تھا۔

اپنا تاثر یہ ہے کہ آپ کبھی اپنی ذات کے خول میں بند نہیں ہوئے ،دوسروں کی خوبیوں کا نہ صرف اعتراف کرتے بلکہ وہ جس میدان کے لائق نظر آئے ،ان کی ہمت بندھائی اور انہیں آگے بڑھنے

میں مدد دی ۔آپ کے ہزاروں شاگرد دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے تعلیم ،تبلیغ ،تصنیف اور جہد وجہاد میں مصروف ہیں ۔آپ کا قتل دراصل علم ،قلم ،ادب ،اخلاق ،ملنساری ،مہمان نوازی ،حق گوئی ،دلیل اور مکالمے کا قتل ہے ۔پاکستان ایک بے لوث محبِّ وطن سے محروم ہوگیا ہے ۔آپ نے جس بات کو حق جانا ڈنکے کی چوٹ پر کہا،آپ کی زبان ہمیشہ دل کی رفیق رہی ،اس پر کبھی مداہنت یا خوف کا سایہ نہیں پڑا۔ بلاشبہ آپ کے یوں اس دنیا سے رخصت ہوجانے کا خلا کبھی پر نہ ہوسکے گا ......

هيهات لايأتي الزمان بمثله   ان الزمان بمثله لبخيل

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کیساتھ آپ کا دیرینہ تعلق تھا،آپ کے والدگرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ وفاق کے سرپرست اور نائب صدر رہے۔مولانا شہیدؒ وفاق المدارس العربیہ کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے جبکہ آپ کے برادرگرامی حضرت مولانا انوارالحق دامت برکاتہم اس وقت وفاق المدارس کے نائب صدر ہیں۔اس لحاظ سے آپ کا اندوہناک قتل ادارہ وفاق کے کارکنان کا ذاتی صدمہ ہے ۔آپ کا قتل ہم جیسوں کیلئے صدمے کا باعث ہے جبکہ شہادت کی قبائے لالہ آپ کے لیے بہترین اعزاز ہے۔''فادر آف طالبان'' اس اعزاز کے مستحق تو تھے ،یہ عنداللہ آپ کی تمام دینی مساعی کی قبولیت کی بھی علامت ہے۔آپ کا خون رائیگاں نہ جائے گا،یہ وہ خون ہے جس سے صد ہزار انجم پیدا ہوتے ہیں، اسی خون سے نئے آنے والے اپنی منزل متعین کرتے اور راہ پاتے ہیں،قافلہ رُکتا نہیں، چلتا چلا جاتا ہے ۔

پھول مرجھاتا ہے اِک، غنچے کئی کھلتے ہیں   کبھی رُکتی نہیں اَمواجِ یمِ کون ومکاں

بہرحال! حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ وہاں چلے گئے جہاں ہر کسی کو جانا ہے ، عاش سعيداً ومات شهيداً آپ کے جنازے میں جس طرح خلق خدا اُمڈ کر آئی اس نے جہاں آپ کے ہر دِل عزیز ہونے کی تصدیق کی ؛وہیں عنداللہ مقبول ہونے کی گواہی بھی دی ،اب وہ زبان حال سے کہہ رہے ہیں......

اُفق کی سرخ قبا سے سراغ ملتا ہے   ہمارا خون ستاروں میں جگمگائے گا

ہمارے بعد کہاں یہ وفا کے ہنگامے   کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا

اللہ کریم سے دعا ہے کہ آپ کی شہادت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے ،آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کے لواحقین خصوصاً آپ کے صاحبزادگان، برادران اور ہزاروں شاگردوں کو صبر جمیل عطا فرمائے ......آمین یارب العالمین

مولانا اسحاق بھٹیؒ
ادیب ومؤرخ اورمعروف مصنف

مجھے یاد ہے وہ ذرا ذرا

- ...... جوانی کی قلمی تصور، تجربہ کار معلم، قلمی جولانیاں
- ...... لطائف اور بے تکلفیاں
- ...... مولانا سمیع الحقؒ کے کلمۂ حق کی بہ دل وجان تحسین
- ...... میرے ساتھ مولانا سمیع الحقؒ کی بے تکلفی

عصر حاضر میں برصغیر کی اسلامی تاریخ، بالخصوص تحریک اہل حدیث کی دینی وملی سرگزشت کی تدوین واشاعت کے سلسلہ میں جن اصحابِ علم نے قلم اُٹھایا ہے ان ذی وقار قلمکاروں میں مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ کا نام سرفہرست آتا ہے، انہوں نے قافلہ اہل حدیث کے سینکڑوں اعاظم رجال کے سوانح قلمبند کئے اور ان کی مساعی جمیلہ سے روشناس کرایا، حضرت بھٹی صاحب مرحوم نے ۹۰ رسال کی طویل عمر پائی، نصف صدی سے زائد عرصہ انہوں نے اسی دشت کی سیاحی میں گذارا، جس کے نتیجے میں پچاس ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ان کی علمی، تحقیقی اور تاریخی نگارشات آج اُمت کے سامنے ہیں۔ بہرحال! بھٹی مرحوم کے لکھے ہوئے یہ اکابر کے تذکرے اہل حدیث تک خاص نہیں رہے۔ مختلف مکاتب فکر کی اہم شخصیات پر بھی لکھا، شہید ناموسِ رسالت مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر ان کی زندگی میں لکھا، مگر وہ دونوں اپنی اپنی زندگی میں اسے چھپا ہوا نہ دیکھ سکے، ''بزم خردمندان'' مصنف کی وفات کے بعد چھپ کر آئی ہے، صفحہ ۲۷۲ پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے متعلق بڑا خوبصورت علمی، ادبی اور تاریخی حوالے سے شہ کار مفصل مقالہ لکھا ہے جس میں قارئین کو اپنے وسیع مطالعہ سے مستفید کرنے کے ساتھ ساتھ علمی وادبی چٹکلوں اور طنز ومزاح کے تبسم آمیز جملوں سے خوب خوب محظوظ کیا ہے۔ قارئین پڑھیں گے تو حظِ وافر حاصل کریں گے......(ادارہ)

مئی ر ۲۰۰۷ء میں یہ سطور لکھی جارہی ہیں، آج سے پچاس سال پہلے غالباً ۱۹۵۷ء میں مولانا سمیع الحق صاحب سے میری جان پہچان کا پس منظر یہ ہے کہ میں اس زمانے میں اخبار الاعتصام کا ایڈیٹر تھا اور اخبار کا دفتر شیش محل روڈ پر دارالعلوم تقویۃ الاسلام کی بلڈنگ میں تھا، دارالعلوم کے طلباء کی انجمن کے سیکرٹری اس وقت عزیز حیدری تھے جو احناف کے دیو بندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور اکوڑہ خٹک کے دور ونزدیک کے ایک گاؤں ''حیدز'' کے رہنے والے تھے، عمر تئیس چوبیس سال کے لگ بھگ ہوگی، دارالعلوم کے دوسرے طلباء کی طرح ان کا بھی میرے پاس آنا جانا رہتا تھا۔

جوانی کی قلمی تصویر

ایک دن عزیز حیدری میرے دفتر آئے، ان کے ساتھ ایک اور نوجوان تھے، گورا سرخی مائل رنگ، تیکھی ناک، موٹی آنکھیں، چھوڑی پیشانی نکلتا ہوا قد، چھریرا بدن، چھوٹی سیاہ داڑھی، سر پر قراقلی ٹوپی، سفید لٹھے کی شلوار اور بوسکی کی شان دار قمیص پہنے ہوئے، پاؤں میں پشاوری چپل، السلام علیکم کہتے ہوئے دونوں ہاتھ میری طرف بڑھائے اور میں نے اپنی نشست سے اٹھ کر اس نوجوان کے سلام کا جواب دیا اور ان سے مصافحہ کیا، عزیز حیدری نے اس خوب صورت اور خوش لباس نوجوان کا تعارف کراتے ہوئے کہا، یہ سمیع الحق، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم حضرت مولانا عبدالحق کے صاحبزادے، آج کل حضرت مولانا احمد علی صاحب کی مسجد میں ان کے دورۂ تفسیر قرآن میں شامل ہیں، سرحد کے پٹھانی لہجے کی اردو میں سمیع الحق نے کہا: حضرت! آپ سے ملنے کو بہت جی چاہتا تھا، میں نے کئی دفعہ عزیز حیدری سے اس خواہش کا اظہار کیا، لیکن نہ آسکے، آج حاضر ہوگئے، میں نے ان کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا اور عزیز حیدری کا بھی شکریہ ادا کیا کہ ان کی وجہ سے آپ سے ملاقات ہوئی اور کہا کہ میں بھی آپ کے پاس آیا کروں گا، آپ بھی تشریف لاتے رہیے!

دوستی کی ابتداء

اس ملاقات کے بعد ہماری دوستی ہوگئی، میں بھی ان کے پاس شیرانوالہ گیٹ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی مسجد میں کئی دفعہ گیا، وہ بھی میرے پاس دفتر ''الاعتصام'' بارہا آئے، انہوں نے پہلی ملاقات کے موقع پر ہی مجھے حضرت کہا تھا، اس کے بعد انہیں سمجھ آگئی کہ اس بھاری بھرکم خطاب کا اطلاق اس فقیر پر نہیں ہوتا، حضرت اور ہی قسم کے لوگوں کو کہا جاتا ہے اور وہ اپنے اوصاف گوناگوں کی بناء پر واقعی ''حضرت'' ہوتے ہیں، عزیز حیدری سے طویل مدت سے ملاقات نہیں ہوسکی، کسی صاحب

نے ایک مرتبہ بتایا تھا کہ وہ سندھ کے علاقے میں کہیں رہتے ہیں، اللہ جانے کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں، عزیز حیدری کے والد بہت نیک آدمی تھے، وہ ایک مرتبہ لاہور تشریف لائے تو میں ان کی نیکی سے متاثر ہوکر انہیں اپنے غریب خانے پر لے گیا بہر کیف! اب مولانا سمیع الحق سے ہماری بے تکلفی ہوگئی تھی، نہ میں نے ان کو کبھی حضرتوں کی فہرست میں شامل کیا، نہ انہوں نے مجھے اس کا مستحق گردانا، میں ان دنوں اندرون لوہارگیٹ ڈاک خانے کے قریب رہتا تھا، ایک یا دو مرتبہ سمیع الحق میرے ساتھ میرے گھر بھی گئے اب تو میں انہیں مولانا سمیع الحق لکھ رہا ہوں اور لوگ انہیں حضرت کہہ کر پکارتے ہونگے، اس زمانے میں وہ صرف سمیع الحق تھے، اب آگے چلئے!

تجربہ کار معلم

مولانا سمیع الحق ۱۸ر دسمبر ۱۹۳۷ء کو اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے، وہ برصغیر کے معروف دیوبندی عالم حضرت مولانا عبدالحقؒ کے بڑے بیٹے ہیں، ۱۹۵۷ میں اپنے والد ماجد کے قائم کردہ دارالعلوم حقانیہ سے فارغ التحصیل ہوئے، اسی سال یا (یا اس سے اگلے سال) لاہور آکر مولانا احمد علی لاہوری صاحبؒ) سے دورۂ تفسیر پڑھا، پھر مولانا بدرعالم، مولانا فخر الدین دیوبندی اور بعض دیگر حضرات سے اعزازی سندات حاصل کیں، ۱۹۵۸ء میں جب کہ وہ اکیس سال کے جوان رعنا تھے، دارالعلوم حقانیہ (اکوڑہ خٹک) میں سلسلۂ تدریس کا آغاز کیا، بہ الفاظ دیگر مولانا سمیع الحق ۵۰ سال سے با قاعدہ مسند درس پر متمکن رہے اور طلباء کو پڑھا رہے ہیں، نصف صدی کے اس طویل عرصہ میں بے شمار شائقین علم نے ان سے مروجہ دینی علوم کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھیں اور انتہائی کتابوں (صحاح ستہ) کے لئے بھی ان کے سامنے زانوائے شاگردی تہہ کئے گئے ہوں گے یعنی وہ تجربہ کار معلم اور منجھے ہوئے مدرس ہیں۔

قلمی جولانیاں اور ''الحق'' کی ادارت

تدریس کے علاوہ تحریر میں بھی کامل دلچسپی رکھتے تھے اور بہت اچھے انداز میں بہت کچھ لکھا ہے اور ماشاء اللہ باقاعدہ لکھ رہے ہیں، سیاسیات، اسلامیات، تنقیدات، تحقیقات ہر موضوع پر ان کا قلم رواں دواں رہتا ہے، میرے ساتھ جب ان کا تعلق پیدا ہوا، تو وہ عام طور سے مجھے کہا کرتے تھے کہ آپ کس طرح لکھتے ہیں اور لکھنے کا کوئی طریقہ ہے؟ میں لکھنا چاہتا ہوں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسا لکھا جائے؟ پھر ایک وقت آیا کہ انہوں نے اپنے دارالعلوم کی طرف سے ''الحق'' کے نام سے ماہانہ

رسالہ جاری کرلیااوراس میں خوب صورت اسلوب میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرنے لگے، میں اس رسالہ کے آغاز اجراء ہی سے اس کا قاری ہوں اوراس کے مندرجات کا مطالعہ کرتا ہوں، اس میں ان کے اداریے اوردیگر اور مضامین مسلسل چھپتے رہتے ہیں، اب احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق مباحث اور بعض اہم مسائل ان کے قلم سے ضبط کتابت میں آرہے ہیں اورلوگ ان سے استفادہ کررہے ہیں، یہ الگ بحث ہے کہ بعض معاملات میں بعض اہل علم کو اختلاف بھی ہوتا ہے اور اختلاف کس سے نہیں ہوتا، اختلاف نیک نیتی پرمبنی ہوتو برانہیں، اس سے گھبرانا نہیں چاہئے، اختلاف سے مسائل نکھرتے اورحقائق واضح ہوتے ہیں، اگرکوئی ایسی بات کہیں تحریر میں آجائے جس سے اہل علم کو اختلاف کا موقع ملے تواسکے جواب کیلئے مزید مطالعہ کے مواقع میسرآتے ہیں اورتحقیق کا دامن وسیع ہوتا ہے، اختلاف کرنے والے کا شکرگزار ہونا چاہئے کہ وہ مزید مطالعہ کی راہ پرلگاتا ہے۔

چادر ہے قومی نشاں ہمارا

مولانا سمیع الحق لاہور کے زمانہ قیام میں کبھی کبھی چادراوڑھ کرتشریف لایا کرتے تھے، میں ان سے پوچھا کرتا تھا کہ پردہ کرنے کی آپ کو کیوں ضرورت محسوس ہوئی وہ ہنس پڑتے تھے اور میں سمجھ جاتا تھا کہ چادر ہے قومی نشاں ہمارا، میں ان سے ملنے کیلئے کبھی شیراں والے دروازے جاتا تو وہ بہت خوش ہوتے اور باہر آکرکسی چائے خانے سے مجھے چائے پلاتے۔

مولانا عبدالحقؒ سے ملاقات

اسی اثناء میں ایک مرتبہ ان کے والد عالی قدرحضرت مولانا عبدالحق مرحوم ومغفور لاہور تشریف لائے، مجھے یاد پڑتا ہے وہ دیوبند جانا چاہتے تھے،مولانا سمیع الحق نے ان کی تشریف آوری سے ایک دن قبل مجھے اطلاع دی اورمیں سلام کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا، انہیں ریل پرسوار کرانے کیلئے مولانا سمیع الحق کے ساتھ میں ریلوے اسٹیشن پربھی گیا تھا۔

میرے ساتھ مولانا کی بے تکلفی

ہفت روزہ ''الاعتصام'' کی ادارت سے علیحدگی کے بعد میں اکتوبر۱۹۶۵ء میں ادارہ ثقافت اسلامیہ سے وابستہ ہوگیا تو مولانا سمیع الحق سے ملاقات کے لئے دوتین دفعہ وہاں بھی گئے اس وقت وہ اپنے دارالعلوم کی مسند تدریس پرمتمکن تھے، ان کے ساتھ ان کا خادم ہوتا تھا، ایک مرتبہ وہ لاہور آئے توبتایا کہ انارکلی کے ایک ہوٹل میں ان کا قیام ہے، مجھے شام کے بعد وہاں آنے کی دعوت دی،

چنانچہ میں ان کے ہوٹل پہنچا اور دیر تک سلسلۂ گفتگو جاری رہا، جس میں لطائف کا عنصر بھی شامل تھا، لوہاری دروازے کی طرف سے انارکلی میں داخل ہوں تو بالکل شروع میں وہ ہوٹل واقع تھا، حضرت مولانا سمیع الحق میرا انتظار کررہے تھے، انکے کمرے میں ان کا خادم بھی تھا، میں گیا تو مولانا نے اسے باہر نکال دیا اور مسکراتے ہوئے کہا ان حضرت حضرت کی رٹ لگانے والوں کی موجودگی میں دوست کے ساتھ بے تکلفی سے بات نہیں کرسکتے، نہ اپنے دل کی اسے سنا سکتے ہیں اور نہ اس کی سن سکتے ہیں۔

مجھے انہوں نے کئی مرتبہ اپنے دارالعلوم آنے کی دعوت دی لیکن افسوس ہے ان کی دعوت پر عمل نہیں کرسکا اور ان کے دارالعلوم کی زیارت اور اس علاقے کی سیر سے اب تک محروم ہوں، مولانا محمد حنیف ندوی سے بھی مولانا سمیع الحق کے مراسم تھے، ضیاء الحق کے زمانے میں ۱۹۸۰ء میں یا اس کے پس وپیش مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا سمیع الحق، مولانا محمود احمد رضوی اور ایک یا دو اور آدمیوں کو (جن کے نام ذہن میں نہیں رہے) حکومت کی طرف سے چین بھیجا گیا تھا، مولانا ندوی نے واپس آکر مولانا سمیع الحق کی بہت تعریف کی، ان کے اندازِ گفتگو پر وہ بڑے خوش تھے، انہوں نے بتایا کہ مولانا سمیع الحق ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔

بات مولانا سمیع الحق شہید کے متعلق ہورہی تھی، اپنے والدمحترم حضرت مولانا عبدالحق کی وفات کے بعد مولانا سمیع الحق عملی طور پر ان کی مسند پر آگئے ہیں، چنانچہ ان کی ٹوپی کی جگہ عمامے نے لے لی ہے، جو ان کے علاقے میں عزت کی علامت ہے اور وہ بہ ظاہر باقاعدہ ایک معزز اور بزرگ عالم کے طور ہمارے سامنے جلوہ فرماہیں اور ان کے حلقہ عقیدت کے لوگوں کو اسی حیثیت سے ان کو دیکھنا چاہئے میں بھی اپنے اس دوست کو اسی حیثیت سے دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔

ہمدم دیرینہ سے ملاقات

دو اڑھائی سال کی بات ہے کہ مولانا سمیع الحق نے مجھے خط لکھا کہ لاہور کے فلاں ہوٹل میں فلاں تاریخ کو ان کی ایک نئی کتاب کے سلسلے میں تقریب ہورہی ہے، تم اس تقریب میں ضرور آؤ، چنانچہ میں وقت مقررہ پر وہاں پہنچا، ان سے ملاقات پر تیس بتیس برس کی طویل مدت گذر چکی تھی، اس وقت وہ بھی جوان تھے اور مجھ پر بھی بڑھاپے کے آثار دور دور تک دکھائی نہ دیتے میری داڑھی اس زمانے میں چھوٹی بھی تھی اور کالی بھی تھی، مونچھوں کو میں تاؤ دے کر رکھتا تھا لیکن اب داڑھی سفید ہوگئی تھی اور میں نے اسے بڑھا بھی لیا تھا، مونچھیں چھوٹی کرلی تھی یعنی جو عمل مقراض کسی زمانے میں داڑھی

پر ہوتا تھا، اب وہ مونچھوں پر ہونے لگا، اس لئے مجھے معلوم تھا، وہ مجھے پہچان نہیں سکیں گے، چنانچہ میں نے ان کو سلام کرتے ہوئے کہا، اسحاق بھٹی، انہوں نے عالم تحیر میں مجھ سے بغل گیر ہوتے ہوئے کہا، ارے! آپ تو نوجوان تھے، اب بوڑھے ہو گئے ہیں لیکن میں نے ان سے نہیں کہا کہ جوانی کے لشکارے تو آپ پر بھی نہیں پڑ رہے ہیں۔ مولانا سمیع الحق ہمارے دوست ہیں اور اگرچہ ان سے ملاقات کے مواقع نہیں ملتے تاہم وہ ہمارے دیرینہ دوست ہیں، انہوں نے امریکہ یورپ، مشرق اور ہندوستان کے دورے کئے اور بہت سے لوگوں سے ملے اور مختلف ملکوں کی سرکردہ شخصیتوں سے ہم کلام ہوئے، ملک کی متعدد سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا، صدر ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ کے رکن ہوئے جو نہ شوریٰ تھی، نہ مجلس تھی، مجلس پڑھنے کی بھی صحیح جگہ نہیں تھی، اب کئی سال سے مولانا ممدوح سینٹ کے ممبر ہیں۔

متحدہ مجلس عمل اگرچہ متحدہ نہیں رہی اور لوگوں کے نزدیک صحیح طور سے اس پر مجلس اور عمل کا اطلاق بھی نہیں ہوتا تاہم جو کچھ بھی وہ ہے، مولانا سمیع الحق اس کے بانیوں میں سے ہیں اور اس کی کارگزاری پر کھل کر تنقید بھی کرتے ہیں، اب تو اس سے الگ بھی ہو گئے ہیں، بہت سے لوگوں کی طرح یہ فقیر ان کے اس کلمہ حق کی بہ دل و جان تحسین کرتا ہے۔

جن ملکی تحریکوں میں مولانا سمیع الحق نے حصہ لیا، ان میں ۱۹۷۷ء کی وہ تحریک بھی شامل ہے جو صحیح جمہوری حکومت کو ختم کرنے کیلئے مخالفین جمہوریت نے اس منتخب وزیراعظم کے خلاف چلائی تھی، جس نے قیام پاکستان کے چھبیس سال بعد پاکستان کو متعلقہ آئین دیا تھا، جس وزیراعظم نے پاکستان کے ۹۰ ہزار فوجی قیدیوں کو دشمن کی قید سے رہا کرایا تھا، جس وزیراعظم نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دیدیا تھا، جس وزیراعظم نے پورے ملک کے شراب خانے بند کرادیئے تھے، جس نے گھوڑوں کی ریس کے جوئے کا خاتمہ کر دیا تھا، جس نے ان علمائے کرام کے کہنے سے اتوار کے بجائے جمعہ کی چھٹی کر دی تھی، اگرچہ غلطی تھی، یہ تحریک شروع تو جمہوریت کے خلاف کی گئی تھی لیکن بعد میں مولانا شاہ احمد نورانی نے اس کا نام نظام مصطفیٰ رکھ دیا تھا حالانکہ نظام مصطفیٰ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا، اس میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا کوئی پہلو کہیں دکھائی دیتا تھا نہ کوئی نظام تھا۔

مولانا سمیع الحق جہاں ملکی سیاسیات میں سرگرم رہتے ہیں اور صحیح صورت حال سے لوگوں کو

آگاہ رکھتے ہیں، وہاں اللہ تعالیٰ نے تحریر و نگارش کی نعمت سے بھی انہیں نوازا ہے، وہ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں ان کی تصانیف میں (۱) قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق (۲) دعوات حق (۳) قادیان سے اسرائیل تک (۴) کاروان آخرت (۵) اسلام اور عصر حاضر (۶) شریعت بل کا معرکہ اور بعض دیگر کتابیں شامل ہیں، علاوہ ازیں ماہنامہ ''الحق'' میں بھی کسی نہ کسی موضوع پر باقاعدہ لکھتے ہیں، پچھلے دنوں انہوں نے مجھے جامع ترمذی کے ان ابواب کی شرح بھیجی جس کا تعلق کھانے پینے سے ہے اور خط لکھا کہ میں آپ کو مولویوں والی اکل وشرب سے متعلق شرح بھیج رہا ہوں، آپ یہ شرح بھی پڑھئے اور کھاتے پیتے بھی رہئے۔

علاوہ ازیں وہ اپنے دارالعلوم میں تدریسی خدمات بھی انجام دیتے ہیں، انکی تقریر و خطابت کا سلسلہ بھی جاری ہے، انہوں نے حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے حالات پر مشتمل ''الحق'' کا ضخیم نمبر شائع کیا جو بارہ سو سے زائد صفحات پر محیط ہے، وہ نمبر ازراہ کرم مجھے بھی ارسال فرمایا۔

موجودہ دور میں جو علمائے کرام سیاسیات میں حصہ لے رہے ہیں، ان میں سے کسی کو تحریر کا شوق نہیں اور کسی شخص نے اتنی کتابیں تصنیف نہیں کیں، جتنی کہ مولانا سمیع الحق نے کیں، نہ کسی کا اتنا بڑا دارالعلوم ہے، مولانا سمیع الحق بہ یک وقت مصنف بھی ہیں، مدرس بھی ہیں، خطیب ہیں، بہت بڑے دارالعلوم کے مہتمم بھی ہیں، ایک علمی ماہنامہ کے مدیر بھی ہیں، مشہور سیاست دان بھی ہیں، جمعیت علماء اسلام کے صدر بھی ہیں، سینٹ کے رکن بھی ہیں اور عوام سے رابطہ بھی رکھتے ہیں، ان اوصاف گوناگوں کی بناء پر وہ اپنے وقت کے ان سیاست دانوں میں منفرد مقام پر فائز ہیں جو دینی اور اسلامی جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت سے رکھے۔

ماہنامہ ''الحق'' میں ایک دلچسپ بحث

بعض اوقات بعض اخباروں میں دلچسپ بحثیں شروع ہوجاتی ہیں، ''الحق'' میں بھی ایک بحث شروع ہوئی تھی، مولانا عبدالماجد دریابادی مشہور عالم اور معروف ادیب تھے، قرآن مجید کی تفسیر انہوں نے انگریزی میں بھی لکھی اور اردو میں بھی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے مرید تھے لیکن مرزائیوں کو کافر نہیں سمجھتے تھے، انہیں مسلمان قرار دیتے تھے، اس موضوع پر ''الحق'' میں بحث چل نکلی، بعض حضرات نے مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی تحریروں سے ثابت کیا کہ ان کے نزدیک مرزائی کافر

نہیں ہیں بلکہ مسلمان ہیں، اپنے نقطۂ نظر کے ثبوت میں ان حضرات نے مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی تحریریں بھی پیش کیں، ان حضرات میں ہمارے دوست مشہور مصنف جناب طالب ہاشمی اورفیصل آباد کے صاحب مطالعہ شخص علی ارشد بھی شامل تھے لیکن بعض حضرات نے اس کی تردید کی اورمولانا عبدالماجدؒ کا دفاع کیا، طالب ہاشمی صاحب علی ارشداوران کے ہم نواؤں کا موقف مضبوط تھا اور دفاع کرنے والے حضرات کے دلائل بہت کمزور تھے واقعہ یہ ہے کہ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ بعض باتوں پر یوں ہی اڑ جاتے تھے،آغا شورش کاشمیری مرحوم نے مرزائیت کے سلسلے میں مولانا کے حامیوں کے کہنے پر یہ بحث بند کردی تھی۔

اس سلسلے میں ایک بات اور سنئے !، مولانا عبدالماجد دریابادی کی معاصرین کے نام سے ایک کتاب کلکتہ سے ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی تھی ،جس میں محمد علی لاہوری (مرزائی) کا ذکر بھی کیا گیا ہے لیکن اسی کتاب کا عکس بعد میں کراچی کے دیوبندی ناشر نے شائع کیا تو اس سے محمد علی لاہوری کا نام نکال دیا اور صفحات کی ترتیب پہلی والی رہی ، فہرست مضامین میں بھی یہ نام موجود ہے، اس فقیر نے بہت لوگوں سے متعلق بہت کچھ لکھا ہے ، ایک عرصہ سے مولانا سمیع الحق سے متعلق اپنے چند تاثرات اوراس سے میل ملاقات کے بعض واقعات لکھنے کو جی چاہ رہا تھا اوراس میں تاخیر پر کچھ پریشان بھی تھا، یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ اس تحریر سے کوئی کیا اثر لے گا اور اگر خود حضرت مولانا سمیع الحق کو اسے پڑھنے کا موقع ملا تو ان کے کیا تأثرات ہوں گے لیکن خدا کا شکر ہے کہ ان سطور کے بعد مجھے اپنی پریشانی سے نجات حاصل ہوگئی اورفرقہ ناجیہ ہوگیا،اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دیرینہ دوست حضرت مولانا سمیع الحق کو خیر وعافیت سے رکھے ، آمین یہ آمین بالجہر ہے ، جس کا تعلق میرے مسلک سے ہے۔

بے چاری بے جان آمین سے پٹھان بہت گھبراتے ہیں خوچہ تم نماز میں بات کرتا ہے، وہابی چونکہ آمین کی شکل میں نماز میں باتیں کرتے ہیں، اس لئے مجلس عمل کے (جس کے شروع میں غالباً متحدہ کا لفظ بھی لگایا جاتا ہے) کسی چھوٹے موٹے اجلاس میں کسی وہابی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جاتی، امامت کا فریضہ پہلے تو مولانا شاہ احمد نورانی سرانجام دیتے تھے اب یہ ذمہ داری ان کے فرزند ارجمند نے سنبھال لی ہوگی۔

مولانا انور غازی
کالم نگار روزنامہ ''جنگ'' و ''اسلام''

سعادت کی زندگی شہادت کی موت

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم اور جمعیت علماء اسلام (س) کے سربراہ تھے، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا تعلق علمی گھرانے سے تھا، وہ ۱۸ ردسمبر ۱۹۳۷ء کو اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے، اپنے والد مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے دارالعلوم حقانیہ سے تعلیم حاصل کی، انہوں نے مدرسہ حقانیہ سے فقہ، اصول فقہ، عربی ادب، منطق، عربی، گرائمر، تفسیر اور حدیث کا علم سیکھا، انہیں اردو کے ساتھ ساتھ عربی اور پشتو سمیت دیگر علاقائی زبانوں پر بھی مکمل عبور حاصل تھا، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ جیسی شخصیت سالوں میں پیدا ہوتی ہے۔

۱۹۸۸ء میں مولانا عبدالحقؒ کی وفات کے بعد مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم بن گئے، ملا عمرؒ سمیت افغان طالبان کے متعدد سرکردہ رہنماؤں نے ان کے جامعہ سے تعلیم حاصل کی، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا سوویت یونین کے خلاف افغان جہاد بھی اہم کردار رہا، وہ طالبان کے تمام دھڑوں میں یکساں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ مذہبی جماعتوں کے اتحاد ''متحدہ مجلس عمل'' اور ''متحدہ دینی محاذ'' کے بانی ارکان میں شامل تھے، ''دفاع پاکستان کونسل'' کے چیئرمین بھی تھے، طالبان پر اثر ورسوخ کے سبب افغانستان کی جانب سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے مستقل مطالبہ کیا جاتا تھا کہ وہ افغانستان میں امن اور سیاسی حل کیلئے اپنا کردار ادا کریں، چند روز قبل افغان سفیر نے اسی سلسلہ میں مولانا شہید سے ملاقات بھی کی تھی۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ہر دینی ومذہبی مسئلے، ملکی حالات اور عالمی معاملات میں کھل کر

جرأت مندانہ اور بہادری سے موقف دیا، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ سینکڑوں افغان طالبان کے استاد بھی تھے، آپ کو استاذ الاساتذہ کہا جاتا ہے، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو اسٹیبلشمنٹ، بیوروکریسی، سیاستدانوں، مذہبی اور سماجی حلقوں ہر جگہ پسند کیا جاتا تھا، آپ ہر دل عزیز تھے، اس کی وجہ مثبت سوچ اور تعمیری فکر تھی، ملکی اور عالمی سطح پر بننے والے ہر مذہبی اتحاد کا حصہ ہوتے تھے۔

ہر سیاسی محاذ پر متحرک ہوا کرتے تھے، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی آخری تقریر تحفظ ناموسِ رسالت کے مسئلے پر تھی، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ الحق اتحاد بین المسلمین کے سب سے بڑے داعی تھے، وہ چاہتے تھے کہ تمام مسلمان متحد ہوجائیں، وہ عالم اسلام کی پستی کا سب سے بڑا سبب آپس کے اختلافات کو سمجھتے تھے، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت سے افغان مسئلے کے حل کو سب سے بڑا دھچکا پہنچے گا، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت سے ایک خلاء پیدا ہوا ہے جو کبھی پُر نہیں ہوگا، شہید ناموسِ رسالت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ وہ شخصیت تھے جنہوں نے ۱۹۷۴ء کی تاریخی دستاویز، قادیانیت کو اقلیت اور غیر مسلم قرار دینے والی مستند دستاویز لکھی تھی۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ ان دنوں امام الاولیاء حضرت مولانا احمد لاہوریؒ کے تفسیری دروس مدون فرمارہے تھے، بہت سارا کام مکمل ہوچکا تھا، آپ کی دینی، علمی اور ادبی تحقیقی خدمات کا کوئی شمار نہیں، آپ کے بے شمار علمی کارناموں میں ماہنامہ ''الحق'' کی مسلسل اشاعت ہی کیا کم ہے کہ ''خطبات مشاہیر'' اور ''مکتوبات مشاہیر'' جیسی ضخیم کتابیں آپ کو ہمیشہ زندہ رکھیں گی اور شہید تو زندہ ہی ہوتا ہے آپ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح گھر میں گھس کر مظلومانہ طریقے سے شہید کیا گیا، آپ کی آخری پبلک تقریر تحفظِ ناموسِ رسالت کیلئے تھے، درد وغم میں ڈوبے آپ کے الفاظ تادیر کانوں میں گونجتے رہیں گے، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ عربی کے اس مقولے عاش سعیدا ومات شھیدا کے صحیح مصداق ہیں، آپ شہید ناموس رسالت ہیں۔ آہ! پاکستان ایک محبّ وطن حق گو عالم دین سے محروم ہوگیا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں، ان کے لواحقین اور شاگردوں کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے سفاک قاتلوں کو عبرت کی مثال بنائیں (آمین یارب العالمین)

مولانا محمد اکرام القادری
سابق مدیر ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور

اہلِ حق کی قربانیوں کا تسلسل

مولانا محمد اکرام القادری صاحب، ادیب وشاعر نعت گو اور ادبی حوالے سے علمی اور مطالعاتی جانی پہچانی اور محبوب شخصیت ہیں، علمائے دیوبند کے عاشق اور تحفظ ناموسِ رسالتؐ کے جان سپار اور دیوبند کے مسلکِ اعتدال کے فروغ کے حوالے سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے وفادار ہیں، نظم لکھیں تو لاجواب، نثر لکھیں تو وہ بھی بے مثال ہفت روزہ ترجمانِ اسلام کے مدیر رہے، جوانی کی رعنائیاں عروج پر تھیں، اس زمانے کی تحریر میں اور شاعرانہ کلام میں آج بھی وہی تازگی ہے جو لکھتے وقت موجود تھی، تازہ ترین وقیع مقالہ کے لفظ لفظ سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے محبت، اخلاص اور للّٰہیت کے جذبات چھلکتے ہیں۔ (ادارہ)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مجاہدِ ملت، کوہِ استقامت حضرت مولانا سمیع الحق شہید نور اللہ مرقدہٗ کی المناک، دردناک، کربناک اور اندوہناک، شہادت کے بعد طبیعت پر عجیب وغریب پژمردگی چھائی ہوئی ہے، دل کی طرف دیکھتا ہوں تو سوائے غنودگی کے کچھ نظر نہیں آتا اپنا خیال تو یہ تھا کہ چند روز گذرنے کے بعد طبیعت ٹھکانے پر آئے گی تو حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ناموسِ رسالتؐ کے بارے میں اپنے منتشر اور مضطرب جذبات واحساسات حوالۂ قرطاس وقلم کروں گا لیکن بعض ہم نشیں محبّ ومحبوب منہ زور احباب کے کہنے پر اور حضرت اقدس گرامی منزلت حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہٗ کے حکم پر طبیعت پر جبر کرتے ہوئے کاغذ سامنے رکھا اور قلم ہاتھ میں لے کر بیٹھا ہوں اور توسنِ طبع اپنی ڈگر سے سرِ مو انحراف کیلئے تیار نہیں۔

اہل حق کی شہادت کا تسلسل

اس وقت بار بار ذہن کے اُفق پر یہ خیال سایہ فگن ہے کہ ایک ضعیف العمر پیر کہن سال کو جس کی تمام عمر بچپن ،لڑکپن ، جوانی ، ادھیڑ عمری اور پیرانہ سالی کا ایک ایک لمحہ قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضاؤں اور صداؤں میں گذرا ہو، سفاک قاتلوں نے کس قدر شرم ناک ، بہیمیت ودرندگی اور سفاکی کا مظاہرہ کیا۔ اپنے گھر پر تنہا بے یارومددگار اُمت مسلمہ کے خیر خواہ کو چھریوں اور چاقوؤں سے ذبح کردیا گیا۔ یہ درندے قانون کی گرفت سے بچ سکتے ہیں یا بچائے جاسکتے ہیں لیکن خدائی گرفت سے نہیں بچ سکتے اللہ کی پکڑ بہت شدید ہے۔ اپنے آپ کو تسلی دینے کیلئے جب تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالتا ہوں تو حق وباطل ، غلط اور صحیح ، جھوٹ اور سچ کے یہ معرکہ ہائے دلدوز اور جگر سوز جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ خیر القرون کے دور میں قصر خلافت راشدہ کے تین ستون گرانے والوں نے کس بے جگری قساوت قلبی اور بہیمیت کا مظاہرہ کیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (جو اُمت مسلمہ ہی نہیں پوری انسانیت کے خیر خواہ اور ہمدرد تھے) انہیں خلعت شہادت سے سرفراز کرنے والا ایک مجوسی ہے جو مسجد نبویؐ کے محراب میں چھپا ہوا تھا نماز کے دوران حضرت فاروق اعظمؓ پر پے در پے وار کئے ، آپؓ زخموں کی تاب نہ لاکر تیسرے دن واصل بحق ہو گئے۔

ایک عجیب مماثلت

بائیس لاکھ مربع میل میں پھیلی ہوئی سلطنت کبریٰ کے سربراہ سیدنا عثمان غنی ذو النورینؓ کی شہادت گھر کی چاردیواری میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے کس ظلم وجبر کے ساتھ گھر کی دیواریں پھاند کر ہوئی ، جس کے دفاع میں ان کی زوجہ محترمہ کی انگلیاں کٹ گئیں، یہ سیاہ ترین اوراق بھی تاریخ کے دامن میں محفوظ ہیں، کتنی بڑی اور کیسی عظیم مماثلت ہے حضرت عثمان غنیؓ کی عمر بھی بیاسی سال تھی اور حضرت مولانا سمیع الحقؒ بھی عمر کے اسی حصے میں تھے ،حضرت عثمان غنیؓ بھی اپنے گھر کی چاردیواری میں شہید کئے گئے اور حضرت مولانا سمیع الحقؒ بھی، حضرت عثمان ذوالنورینؓ بھی شہادت سے قبل خدا کے کلام کی تلاوت میں مشغول تھے اور حضرت مولانا سمیع الحقؒ بھی خدا و رسول کا پیغام عوام تک پہنچا کر گھر آئے تھے کہ بے رحم قاتلوں نے آپ کی خلوت گاہ کو قتل گاہ میں تبدیل کردیا۔

ع   خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

خلافت راشدہ کے چوتھے فرماں روا حضرت علی المرتضیٰؓ کو بھی مسجد کے دروازے پر ایک

خارجی نے خاک وخون میں غلطیدن کر کے اپنے جگر کی آگ بجھائی۔نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، لختِ جگر حضرت علیؓ وحضرت بتولؓ حضرت امام حسینؓ اوران کے خاندان ذی شان کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی امر مخفی نہیں۔کربلا کے میدان میں ظلم وستم اور قتل وغارت کا بازار سجانے والے بھی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والے ہی تھے۔حضرت امام حسینؓ اوران کے خاندان کو اس بیدردی سے شہید کرنے کے بارے میں پوچھنے والے پوچھتے اور سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ اس جبر واستبداد کی وجہ صرف اور صرف ریاست کی رٹ تھی اس رٹ کو برقرار رکھنا ریاست کے گورنر کیلئے خاندان رسالتؐ کے قتل کرنے سے زیادہ اہم اور برتر تھا۔جبکہ حضرت امام حسینؓ ریاست کا تختہ الٹنے نہیں آئے تھے حضرتؓ عوام کی طلب پر ریاستی کارپردازوں کو متنبہ کرنے آئے تھے جو ریاست کے چوہدری برداشت نہیں کر سکتے اور کشتوں کے پشتے لگادیئے بچوں کو چھوڑا نہ جوانوں کو، نہ بوڑھوں کو۔ ہر حال میں ریاست کی فرضی رٹ کو بحال کیا۔ ہر دور میں یہی صورت حال رہی اور اہل حق کو ہمیشہ اپنے خون کا نذرانہ دینا پڑا، آج کے چوہدری بھی یہی راگ الاپ رہے ہیں۔

تاریخ کے جھروکوں سے

قارئین کرام! یقین کریں اب طبیعت میں گرانی کی جگہ گداز نے لے لی ہے مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ اسی شہید حقؒ کی کرامت ہے جن کے بارے میں لکھنے سے قبل اشہب خامہ پیرمل رہا تھا، اب بگٹٹ ہو گیا ہے۔تاریخ اپنے دریچے کھول کر سامنے آنا چاہتی ہے لیکن ......

ع وسعت دل تو بہت وسعتِ صحرا کم ہے

قارئین! اسی ریاستی رٹ کے ایک اور علمبردار کا مختصر تذکرہ کرنے دیجئے! اموی دورِ خلافت میں عبدالملک بن مروان کی حاکمیت اعلیٰ میں عراق کے معروف گورنر حجاج بن یوسف سے اہل علم واقف ہیں کہ اس شخص نے اپنے دور جبر وقہر اور استبداد و اذیت رسانی میں کیسے کیسے کارہائے ظلم وستم انجام دیئے۔اس شخص نے حکومت کے استحکام واستبداد کو ریاست کی رٹ کا نام دے کر کتنے اہل حق اصحابِ حریت وعزیمت کو صرف سزائیں ہی نہیں دی بلکہ تختۂ دار کو ان کا آخری ٹھکانہ قرار دیا،امام حریت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے کون ناواقف ہے وہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نواسے آپ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کے لختِ جگر، حضور اکرم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہادر پھوپھی زاد بھائی فردِ عشرۂ مبشرہ حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے تھے۔حکومت کی رٹ قائم کرنے کے

لئے انہیں تختۂ دار پر لٹکایا گیا چند روز ان کا جسد مبارک ایسے ہی لٹکا رہا۔ مقصد یہ تھا کہ اہل حق خوف زدہ ہو کر اعلان حق کرنا چھوڑ دیں لیکن اس واقعہ کو چودہ صدیاں گذر گئیں مگر ریاست کے نام پر استبداد کے علمبردار بھی موجود ہیں اور گویانِ حق وشہباز حریت بھی۔ ناکامی وخسران کس کا مقدر ٹھہرا، دنیا جانتی ہے الحق یعلو ولا یُعلٰی "حق غالب رہتا ہے مغلوب نہیں" علامہ اقبالؒ نے خوب عکاسی کی ہے ......

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

حقیقت یہی ہے، ازل سے تا امروز یہی ہوتا آ رہا ہے جس کا ذکر شاعر مشرق نے کیا ہے، طوالت کے خوف سے راقم بنی اُمیہ، بنی عباس، فاطمیوں اور عثمانیوں کے دور کا تفصیلی تذکرہ نہیں کرنا چاہتا، جاننے والے جانتے ہیں امام ابوحنیفہؒ کا جنازہ جیل سے کیوں برآمد ہوا؟ مامون الرشید، معتصم باللہ اور واثق باللہ جیسے تین جابر حکمرانوں نے امام احمد بن حنبلؒ کو کوڑے کیوں لگوائے؟ جرم کیا تھا؟ صرف یہ کہ خلقِ قرآن کے مسئلہ پر اعلان حق اور اظہار حق، اس تمام تر ظلم وستم کے باوجود حکومت اپنی رِٹ برقرار نہ رکھ سکی، بالآخر واثق باللہ کو امام احمد بن حنبلؒ کے قدموں میں آ کر ڈھیر ہونا پڑا، امام حق کے سامنے اشرفیوں کا ڈھیر لگایا، آپ نے اسے مٹی کے ڈھیر سے زیادہ اہمیت نہ دی آپ نہ مرعوب ہوئے نہ مغلوب ....

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

برصغیر میں اہلِ حق کی سرگزشت

برصغیر میں اہل حق کے ساتھ جو کچھ ہوتا رہا وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کمپنی بہادر کی حکومت سے لے کر فرنگی سامراج کے دوصد سالہ دور اقتدار تک اہل حق اور اہل دل کے ساتھ وہ کچھ ہوا جسے دیکھنے والے نہیں، پڑھنے والے کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اعصاب جواب دینے لگتے ہیں بیان نہیں کرسکتا، اس لئے کہ نہ لکھنے والے میں دم ہے نا پڑھنے والے میں ہمت، لکھنے والوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بڑے دل گردے کے ساتھ واقعات لکھے ہیں اس سلسلے میں مولانا غلام رسول مہرؒ اور مولانا ابوالحسن ندویؒ کی کتابیں ضرور مطالعہ کریں۔

جنگ آزادی کو ''غدر'' کا نام دینے والے نام نہاد مسلمان اس دور میں بھی تھے اور توہین رسالتؐ کے مجرموں کے خلاف احتجاج کرنے والوں کو ''شر پسند'' اور ''مفسدین فی الارض'' کہنے والے آج بھی ہیں۔ سیکولرازم کے پرستار لبرل ازم کے دلدادہ اور آزاد خیالی کے رسیا سارے جمع ہوجائیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں کا مقابلہ نہیں کرسکتے، ان کا راستہ نہیں روک سکتے۔ عارضی طور پر اُتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں لیکن آخری فتح اہل حق ہی کی ہوتی ہے اہل حق کیلئے شہادت کی موت تو زندگی کا دوسرا نام ہے وہ عالم شہود میں ہوں یا معدوم میں، ان کے نقوش پا مہر وماہ کی تابانیوں کو شرماتے رہتے ہیں ان کے جلائے ہوئے چراغ بجھتے نہیں، مزید چراغوں کو روشن کرتے ہیں۔ آج بھی روشن ہیں اور تا ابد روشن رہیں گے۔ ....

از صدسخن پیرم یک نکتہ مرایاداست   عالم نشود ویراں تا میکدہ آباداست

کئی چراغ روشن کردیئے

شہید ناموسِ رسالتؐ مولانا سمیع الحقؒ نے تو اتنے چراغوں کولَو دی ہے کہ شمار نہیں کیا جاسکتا، ملک اور بیرون ملک یہ سلسلہ جاری ہے اور تا قیام قیامت چلتا رہے گا، اسکی برکت سے حضرت کی قبر انور تا صبح ازل منور ودرخشاں رہے گی ان شاء اللہ! اللہ سے دعا ہے کہ انکی اولاد احفاد بھی حضرت کے نقوش کو حرزِ جاں بنا کر انکے عظیم مشن کی تکمیل کریں جس کیلئے انہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا......

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!

جی تو یہ چاہتا ہے کہ شہید حق حضرت مولانا سمیع الحقؒ کے اسلاف نامدار، بالاکوٹ کے شہیدوں کا ذکر جمیل کروں، جزیرۂ مالٹا کے اسیروں کا تذکرۂ خیر لکھوں، شاملی کے مجاہدوں کے کارہائے جلیلہ کے احوال وواقعات سناؤں مگر ڈر رہی کہ کہیں توسنِ طبع غزل کی روش پر نہ چل نکلے اور میرے لئے باگیں تھامنا مشکل ہوجائے، جبکہ اک راہ نوردِ شوق کے لئے منزل قبول کرتا اور لیلیٰ کی ہمنشینی کے باوجود محمل نشیں ہونا بھی روا نہیں......

تو راہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول   لیلیٰ بھی ہمنشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

جامع الصفات شخصیت

بہرحال! شہید ناموسِ رسالتؐ حضرت مولانا سمیع الحقؒ ہمہ جہت شخصیت کے مالک اور ہرمیدان کے شہہ سوار تھے، تدریس، تحقیق، تحریر، تقریر، جہاد اور سیاست حضرت کے من پسند مشاغل

تھے اور یہ تمام چیزیں دین اسلام کے تابع تھیں مولانا کی شب وروز کے مساعیٔ جمیلہ اور جہدِ مسلسل کا مقصدِ وحید ہی اسلام کی سربلندی، سرفرازی اور اسلام کے نام پر حاصل کی ہوئی مملکتِ خداداد میں اسلام کے نظام عدل کا نفاذ تھا۔ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ عمر کے جس دور سے گذر رہے تھے اس کا تقاضا آرام، راحت اور اپنے لئے سہولتیں فراہم کرنا تھا مگر حضرت مولانا کے حاشیۂ خیال میں بھی کبھی یہ بات نہیں آئی وہ تا دمِ شہادت ہر دم رواں بلکہ ہر دم جواں رہے۔ مولانا کی مثبت سوچ، تحریک انگیز فکر جذبات خیز ولولوں اور تگ ودو کا مطمح نظر کیا تھا؟ سنئے !! ......

آج ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

حضرت مولانا نظری معاملات میں غور وفکر کے بعد جس چیز کو صحیح سمجھتے اس پر عمل کرتے، مولانا مصالحت تو چاہتے تھے مگر وہ بھی اپنے فکر ونظر کے مطابق لیکن مصلحت کے وہ روادار نہیں تھے افغانستان کے طالبان کے معاملے میں وہ اپنے موقف پر ہمیشہ قائم رہے حالات میں اُتار چڑھاؤ آتے رہے معاملات میں تبدیلی آتی رہی مگر انہوں نے اپنی رائے نہیں بدلی اس حوالے سے انہیں بہت ساری صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں لیکن وہ اپنی ڈگر پر آخری دم تک قائم رہے......

انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی

غائبانہ تعارف وتعلق

شہید حق حضرت مولانا سمیع الحقؒ سے راقم کا غائبانہ تعلق تو ماہنامہ ''الحق'' کی وساطت سے ۱۹۷۲ء سے تھا یہ پچپن سال پہلے کی بات ہے ظاہر ہے یہ حضرت مولانا کی جوانی کا دور تھا، راقم پورے ذوق وشوق کے ساتھ مولانا کے خامۂ عنبر شامہ بلکہ کلکِ برق بار سے لکھے ہوئے ماہنامہ ''الحق'' کے اداریے پڑھتا اور دیگر احباب کو بھی جوش وخروش سے سناتا۔ اس طرح ہر ماہ مولانا سے باقاعدہ غائبانہ ملاقات ہوئی رہتی، ۱۹۷۴ء کے آواخر میں راقم ہفت روز ''ترجمان اسلام'' کے مدیر کی حیثیت سے لاہور آگیا تو ماہ بہ ماہ غائبانہ وصل کی بجائے مشافہانہ وصل کا آغاز ہوگیا۔ مولانا جمعیۃ علماءِ اسلام کے پروگراموں میں شرکت کیلئے تشریف لاتے تو ''ترجمان اسلام'' لاہور کے دفتر میں بھی ضرور تشریف لاتے۔ اکثر حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحبؒ راولپنڈی والے آپ کے ہمراہ ہوتے۔ کوئی مضمون دیتے یا رسالے کے بارے میں کوئی مشورہ دیتے ان دنوں اہل تشیع کے نصاب کی علیحدگی کی بات ملک میں چل رہی تھی اس موضوع پر حضرت مولانا نے قسط وار مسلسل لکھا جو ''ترجمان اسلام''

میں چھپتا رہا، کبھی ڈاک کے ذریعے ارسال کرتے اور ہدایات سے بھی نوازتے، چائے کیلئے عرض کرتا تو اپنی بے پناہ مصروفیت کا اظہار کرتے، حضرت شیخ الحدیثؒ کی قومی اسمبلی میں کی گئی تقریریں اور بیانات ''ترجمان اسلام'' کے لئے باقاعدگی سے ارسال کرتے، جو آج بھی ''ترجمان اسلام'' کے صفحات میں محفوظ ہیں، جمعیت علمائے اسلام میں تفریق اور میرے لاہور سے ۱۹۸۵ء میں چلے جانے کے بعد ملاقاتوں کا تسلسل ختم ہوگیا حافظ الحدیث والقرآن حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے جنازے سے قبل دین پور شریف کے کمرے میں مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق تشریف فرما تھے، راقم بھی ان حضرات کے ساتھ ہی بیٹھا تھا مولانا سمیع الحق نے میری طرف غور سے دیکھا تو مولانا فضل الرحمٰن نے فرمایا: اکرام القادری ہیں، عجیب محبت بھرے انداز میں فرمانے لگے، بہت دنوں بعد نظر آئے۔

آخری ملاقات و گفتگو

آخری ملاقات حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے جمعیۃ علماءِ اسلام پاکستان کے زیر اہتمام منعقد کردہ دارالعلوم دیوبند کی ڈیڑھ صد سالہ تاسیس کی یادگار کے طور پر تاروجبہ پشاور کے اجتماع کے اختتام پر راقم اور جناب محمد فاروق قریشی، ڈائریکٹر مفتی محمود اکیڈمی پاکستان اجتماع سے باہر آئے تو حضرت مولانا سمیع الحقؒ اور حضرت قاری سعید الرحمٰن صاحبؒ پر اچانک نظر پڑی۔ ان حضرات نے بھی ہمیں دیکھ کر ہماری ہی جانب قدم اُٹھائے مصافحہ کے بعد حضرت قاری سعید الرحمٰن صاحبؒ نے ارشاد فرمایا، ایک رات ہمارے یہاں ٹھہریں۔ میرے جواب سے پہلے حضرت مولانا سمیع الحق نے فرمایا قریب تو ہم ہیں یعنی اکوڑہ خٹک پہلے ہے اور راولپنڈی بعد میں۔ راقم نے عرض کیا حضرت ہم قیدی ہیں، مولانا مفتی جمیل خان صاحبؒ نے ہمیں اپنی تحویل میں لیا ہوا ہے ان کی خواہش ہے کہ ہم ایک رات پشاور قیام کریں دوسرے روز تیز گام سے روانہ ہوں۔ اسکے بعد ہم معانقہ ومصافحہ اور مسکراہٹوں کے تبادلے کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ یہ تھی حضرت سے آخری ملاقات، لکھنے کو تو حضرت سے بہت سی یادیں وابستہ ہیں لیکن دامانِ نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار کی کیفیت سے دوچار ہوں۔ آخر میں غالب کا ایک مصرعہ عام طور پر لکھا جاتا ہے راقم پورا شعر لکھ کر حالات کی نذر کرتا ہے ......

یہ لاش بے کفن اسدؔ خستہ جاں کی ہے
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مولانا محمد یحییٰ مجاہد
کالم نگار روزنامہ پاکستان

شہید ملت اسلامیہ: مولانا سمیع الحقؒ

- ...... مولانا شہیدؒ کا دِل ہمیشہ اسلام اور پاکستان کے لئے دھڑکتا تھا
- ...... وطن عزیز کا دِفاع ان کی زندگی کا سب سے بڑا نصب العین رہا
- ...... جلال الدین حقانیؒ اور طالبان رہنما بھی انہیں اپنا روحانی باپ سمجھتے تھے
- ...... مولانا شہیدؒ کی پوری زندگی اسلام اور پاکستان کے لئے وقف
- ...... مولانا سمیع الحقؒ کا قتل بین الاقوامی قوتوں کی مذموم سازش کا شاخسانہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر قاتلانہ حملہ کے نتیجہ میں ان کی شہادت پر پوری پاکستانی قوم شدید غم کی کیفیت میں ہے۔ ان کی پوری زندگی جرأت و شجاعت سے عبارت تھی، ملکی سیاست میں ہمیشہ انہوں نے نمایاں کردار ادا کیا، امریکہ نے جب افغانستان پر حملہ کیا تو ان کی کوششوں سے پاک افغان دفاع کونسل بنا کر ملک گیر سطح پر جلسوں، کانفرنسوں اور ریلیوں کا انعقاد کیا گیا، بعد ازاں انتخابات کے موقع پر متحدہ مجلس عمل بنی اور پھر جب سلالہ چیک پوسٹ پر حملہ ہوا تو دفاع پاکستان کونسل بنائی گئی جس کے چیئرمین مولانا سمیع الحق شہیدؒ بنے۔ یہ ایک بڑا اتحاد تھا جس میں جماعۃ الدعوۃ، جمعیت علماء اسلام، جماعت اسلامی اور دیگر جماعتوں نے نمایاں کردار ادا کیا اور دفاع پاکستان کونسل کی جدوجہد کے نتیجہ میں نیٹو سپلائی بھی بند ہوئی اور بھارت کو بھی پسندیدہ ترین ملک کا درجہ دینے کی حکومتی کاوشیں کامیاب نہیں ہوسکیں۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ تین مرتبہ سینیٹ کے رکن رہے، وہ متحدہ دینی محاذ کے بھی بانی تھے، انہوں نے ہمیشہ تمام مکاتب فکر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوششیں کیں۔ ملی یکجہتی کونسل کے قیام میں بھی ان کا نمایاں کردار تھا۔ افغان طالبان پر بھی وہ کافی اثر ورسوخ رکھتے تھے اور ملا عمر کے بارے

میں کہا جا تا ہے کہ وہ ان کے شاگردوں میں سے تھے۔اسی طرح جلال الدین حقانی اور دیگر کئی طالبان رہنما بھی انہیں اپنا روحانی باپ سمجھتے تھے۔

افغانستان میں دیرپا امن اور استحکام کے سلسلے میں اکثر پاکستانی اور افغان اعلی حکام ان سے ملاقاتیں کرتے تھے جبکہ حال ہی میں افغان حکومت کے ایک وفد نے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ان سے ملاقات کرتے ہوئے افغان امن عمل کے لئے کردار ادا کرنے کی اپیل کی تھی۔شہید جے یو آئی سربراہ کا دل ہمیشہ اسلام اور پاکستان کیلئے دھڑکتا تھا۔مرد مجاہد پروفیسر حافظ محمد سعید سے ان کا دیرینہ تعلق تھا اور جب کبھی پاکستان پر کوئی مشکل وقت آیا دونوں قائدین نے باہمی مشاورت سے دیگر جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا اور ملک گیر سطح پر جدوجہد کی گئی۔ان کی شہادت پر حافظ محمد سعید بہت غمزدہ نظر آئے اور انہوں نے اکوڑہ خٹک میں اور دیگر رہنماؤں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت بھی کی۔اس موقع پر انہوں نے جے یو آئی کے نومنتخب امیر مولانا حامد الحق حقانی اور مولانا محمد یوسف شاہ اور جامعہ حقانیہ کے نومنتخب مہتمم مولانا انوار الحق سے ملاقات کر کے تعزیت کا اظہار کیا۔

مرد مجاہد حافظ محمد سعید نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی پوری زندگی اسلام اور پاکستان کی خدمت کیلئے وقف کر رکھی تھی۔وطن عزیز پاکستان کا دفاع ہمیشہ ان کی زندگی کا سب سے بڑا پہلو رہا ہے۔ان کے خاندان کی زبردست خدمات ہیں اور دین کی خدمت کی طرح انہوں نے بھرپور سیاسی کردار ادا کیا ہے۔وہ ملک کے کونے کونے میں گئے اور پارلیمنٹ میں بھی ہمیشہ حق کی آواز بلند کی۔مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر قاتلانہ حملہ کا سانحہ بہت تکلیف دہ ہے جس کا اظہار الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قاتلوں کو ضرور بے نقاب کرے گا۔ان کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کو بہت کھٹکتے تھے اور بیرونی قوتیں ان کیخلاف سازشیں کرتی رہی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ موجودہ حالات میں قاتلانہ حملہ کے نتیجہ میں ان کی شہادت نے بہت سے سوالات کھڑے کر دیئے ہیں۔بے رحم قاتلوں نے ان کے سینے، دل، پیٹ اور سر پر چھریوں کے بے شمار وار کئے اور شدید زخمی حالت میں انہیں نیم مردہ حالت میں چھوڑ کر فرار ہو گئے

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی خاص بات یہ تھی کہ وہ پاکستان میں خودکش حملوں کے سخت خلاف تھے لیکن غاصب قوتوں کے خلاف جہاد کے زبردست حامی تھے اور اپنی پوری زندگی انہوں نے اسی مقصد کیلئے وقف کر رکھی تھی۔ان کا یہی وہ واضح اور دوٹوک موقف تھا کہ پاکستان اور افغانستان

سمیت پوری دنیا میں انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے بیٹے مولانا حامدالحق حقانی نے اپنے والد کے قتل میں امریکہ، افغانستان کی حکومت اور اس کی خفیہ ایجنسی کے ملوث ہونے کا عندیہ دیا ہے۔ان کی شہادت پر افغانستان میں پاکستان مخالف عناصر اور بھارت میں خوشیاں منائی گئی ہیں۔

سوشل میڈیا پر افغان خفیہ ایجنسی این ڈی ایس کی ایسی ٹویٹس بھی گردش کرتی رہی ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ انہوں نے چند دن قبل افغانستان میں قندھار کے گورنر ہاؤس میں ہونے والے حملہ (جس میں افغان انٹیلی جنس کے صوبائی چیف اور قندھار کے پولیس چیف نجیب رازق ہلاک ہوئے تھے) کا بدلہ لیا ہے۔جے یو آئی سربراہ افغانستان میں امن کیلئے جاری مصالحتی کوششوں میں بھی شریک تھے اور اس سلسلہ میں ان کی طرف سے افغان طالبان اور دیگر گروہوں سے رابطے بھی جاری تھے۔ باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ افغان ایجنسی این ڈی ایس (جو بھارتی خفیہ ایجنسی را کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے) نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو اس موقع پر شہید کروا کے ملک میں گھناؤنا کھیل کھیلا ہے اور جلتی پر تیل ڈالتے ہوئے پاکستان میں عدم استحکام کی صورتحال پیدا کرنے کی کوشش کی ہے،لیکن مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے بیٹے مولانا حامدالحق حقانی اور ان کی جماعت نے صورتحال کو بھانپتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں کہا ہے کہ ان کے والد کا قتل بین الاقوامی قوتوں کی مذموم سازش کا شاخسانہ ہے۔ انہوں نے کارکنان کو بھی پرامن رہنے کیلئے کہا ہے جس سے ملک میں بدامنی پھیلانے کی بیرونی سازش ناکامی سے دوچار ہوئی ہے۔حکومت پاکستان کو چاہیے کہ وہ اس سانحہ پر غفلت کا شکار نہ ہو اور قاتلوں کو فی الفور گرفتار کر کے قوم کے سامنے بے نقاب کیا جائے۔ اس سے سازشوں کا بھی توڑ ہوگا اور دشمن قوتیں اپنے مذموم ایجنڈے پورے نہیں کرسکیں گی۔

بہرحال! میں یہاں یہ ضرور ذکر کرنا چاہوں گا کہ راقم چونکہ دفاع پاکستان کونسل کی میڈیا کمیٹی کا نگران ہے اس لئے میں نے ہمیشہ دیکھا ہے وہ جب کبھی کسی پروگرام کے اختتام پر دعا کرواتے وہ اپنی شہادت کیلئے دعا کیا کرتے تھے اور اپنے دل میں اس کی زبردست خواہش رکھتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ رب العزت نے ان کی اس دعا کو قبول کر لیا ہے۔ پوری پاکستانی قوم دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت قبول فرمائے اور ان کے لواحقین اور کارکنان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

مولانا سید محمد اکرم شاہ ترمذی
مدیر ہفت روزہ جنوب مانسہرہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی انفرادی شان

مولانا سید محمد اکرم شاہ ترمذی صاحب، مانسہرہ سادات برادری کی نامی گرامی شخصیت ہیں، موصوف کو اللہ نے بے شمار صلاحیتوں سے نواز رکھا ہے، جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نامور تجزیہ نگار، صحافی بھی ہیں، ملکی سیاست پر گہری نظر رکھتے ہیں، ہفت روزہ ''جنوب'' مانسہرہ اخبار کے مالک بھی ہیں، وقتاً فوقتاً اخبارات میں لکھتے رہتے ہیں ابھی حال ہی میں ان کے مضامین کا مجموعہ ''صد رنگ'' کے نام سے منظر پر آچکا ہے۔ (ادارہ)

حکایت ہے کہ محمود غزنویؒ کے وزیر حسنکؒ کو امیر مسعود غزنوی کے حکم پر بلخ افغانستان سابق صوبہ خراسان میں اعدام کیا گیا، شہادت کے بعد ان کا جسد خاکی بدستور پھانسی کے پھندے پر لٹکتا رہا کسی نے ان کی والدہ ماجدہ کو اس سانحے کی خبر پہنچائی، انہوں نے اظہار غم اور افسوس کے ساتھ یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ میرے گراں قدر بیٹے ایک بادشاہ محمود نے تیری دنیا خوبصورت کی یعنی تجھے وزیر بنایا اور دوسرے بادشاہ مسعود نے تیری آخرت سنوار دی یعنی تجھے شہید کیا۔

قائدانہ کردار، مجاہدانہ وقار اور سرفروشانہ جذبۂ جہاد

ہمارے عظیم رہنما جناب حضرت علامہ سمیع الحق شہیدؒ مذکورہ ارشاد کے عین مصداق ہیں وہ گزشتہ حکومتوں میں قائدانہ کردار، مجاہدانہ وقار اور سرفروشانہ جذبۂ جہاد سے وہ ممتاز رہے اور موجودہ حکومت نے ان کو شہادت جیسے رتبے پر فائز کر کے ان کو اخروی نعمتوں کا مستحق بنایا عرب لوگ ایسے شخص کے بارے میں یہ جملہ ادا کرتے ہیں عاشَ سعیداً و مات شھیداً نیک بختی کی زندگی سے زندہ رہے اور شہادت کی موت سے وفات پاگئے۔

بہادری اور شجاعت کی زندگی

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے جس بہادری اور شجاعت کے ساتھ زندگی گذاری اسی حماست

اور جوانمردی سے شہادت کا رتبہ حاصل کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ بقول شاعر......

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل
شہید ناز کی تربت کہاں ہے

اس ملک میں اگر چہ مخصوص طبقے کو تمغے سجا کر اور القاب دیکر عوام کی نظروں میں انہیں مقبول بنایا جاتا ہے لیکن علمائے حق ان خود ساختہ ٹوٹکوں سے بے نیاز ہیں ان کو جو مراتب حاصل ہیں وہ ان کی شخصیت کا لازمی نتیجہ ہے، ہمارے ہاں تسلسل سے مداہنت کا طرزعمل جو صدیوں سے رائج ہے حکمرانوں کی طرف سے علمائے حق کو طرح طرح سے اذیت دے کر بالآخران کو زندگی سے محروم کیا جاتا ہے لیکن یہ سلسلہ جو حق پرستوں کا شیوہ بن چکا ہے اس کا ناطہ توڑا نہیں جاتا بلکہ یہ سلسلہ بدستور جاری ہے اور بدستور جاری رہے گا۔

مثالی ادیب اور مایہ ناز معلم

مولانا شہیدؒ ایک جید عالم دین تھے جنہوں نے دینی علوم میں وہ کمال حاصل کیا تھا جو ان کے معاصرین میں سے بہت کم لوگوں کو حاصل تھا۔آپ بیک وقت تفسیر، حدیث، فقہ، عربی ادب اور دیگر بہت زبانوں پر عبور رکھتے تھے جس کی وجہ سے وہ مثالی ادیب اور مایہ ناز معلم تھے، ان کے تحقیقی اور علمی مقالات ان کی علمی مہارت، گہری تحقیق اور بے مثال سلاست کے شاہد عدل ہیں، ایک مضمون نگار کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے کہ وہ اس کی تفصیل بیان کر سکے بحیثیت معلم اور استاد انہوں نے اپنی زندگی کا طویل عرصہ درس وتدریس میں گذار کر حاصل شدہ علوم کا حق ہی ادا کر دیا وہ اب تک اپنے اہتمام میں چلنے والے مدرسے جامعہ حقانیہ کے استاد حدیث رہے اور کسر نفسی کا عالم یہ تھا کہ شیخ الحدیث کا لقب اپنے نام کے ساتھ لکھنا ناپسند کرتے تھے کوئی لکھتا یا بولتا تو منع کر دیتے تھے۔

مولانا عبدالحقؒ کی رحلت کے بعد حقانیہ کی آن بان اور مثالی شان کو قائم رکھا

حضرت مولانا عبدالحقؒ کی رحلت کے بعد انہوں نے جامعہ حقانیہ کی آن بان اور مثالی شان کو کم ہونے نہ دیا اور اس ادارے کو ترقی کی راہ پر گامزن رکھا جس کا مطلب واضح ہے کہ انہوں نے اپنے والد گرامی کی کمی محسوس نہ ہونے دی، ہمارے ایک جلیل القدر بزرگ جناب قاضی فضل منانؒ آف عمرزئی چارسدہ نے ایک بار بندہ عاجز سے ذکر کیا کہ ہندوستان کی تقسیم اور پاکستان کے قیام کے

ساتھ ہی دارالعلوم دیو بند جانے کیلئے طلبہ کرام کا سلسلہ بند ہوا تو ۱۹۴۷ء کے سال ہم دورہ حدیث کے طلبہ حضرت مولانا عبدالحقؒ کی خدمت میں اکوڑہ خٹک حاضر ہوئے اوران سے گزارش کی تو انہوں نے اپنی مسجد میں دورہ حدیث کے اسباق ہمیں پڑھانے کا سلسلہ شروع فرمایا یہ دارالعلوم حقانیہ کے قیام کا اولین مرحلہ ہے تھوڑے عرصے بعد یہ ادارہ دارالعلوم دیو بند ثانی کے نام سے مشہور ہوااوراس ادارے نے چاردانگ عالم میں مقبولیت کا وہ مقام حاصل کیا جو بہت کم اداروں کو نصیب ہوا آج یہ ادارہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے فرزند حضرت مولانا انوارالحق دامت برکاتہم کے اہتمام سے بہرہ مند ہو رہا ہے۔

تصنیف کے شعبے کوادارے کا باقاعدہ حصہ بنانے میں کردار

حضرت شہیدؒ نے اپنی انتظامی صلاحیت اور پرخلوص محنت سے اس ادارے کوطرح طرح کی بلندیوں سے ہمکنار کر کے اس کو نا قابل تسخیر بنایا،انہوں نے تصنیف کے شعبے کوادارے کا ایک باقاعدہ حصہ بنایا جس کی نگرانی میں جامعہ کے مدرسین ،شیوخ حدیث اورابناء دارالعلوم کی تصانیف شائع ہورہی ہیں، عالمی سطح پران کی پہچان ان کے بلند آہنگ سیاسی کردار کی وجہ سے عمل میں آئی۔

جہادافغانستان میں روس وامریکہ کے خلاف مولانا شہیدؒ کا نمایاں کردار

دارالعلوم حقانیہ میں پڑھنے والے غیرملکی طلبہ ان کی شاگردی کا شرف رکھتے ہیں اور جہاد افغانستان چاہے روس غاصب کے خلاف ہو یاامریکی سامراج کے مقابلے میں مولانا شہیدؒ نے اس کی واضح طور پرحمایت کی ہے اور اب چندروزقبل جب افغان حکومت کا وفدطالبان سے مذاکرات کیلئے مولانا مرحوم کی حمایت حاصل کرنے اکوڑہ خٹک آیاتو مولانا نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ امریکہ افغانستان سے فوراًنکل جائے ۔امریکہ کے ہوتے ہوئے افغانستان میں امن کا قائم ہونا مشکل ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ اس کی مثال کچھ اس طرح دیتے کہ ایک کنویں سے گندگی جب تک باہرنہیں نکالو گے اس وقت تک کنواں پاک نہیں ہوگا۔

بہرحال ! مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک زیرک سیاستدان اور مدبر عالم دین تھے،اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے (آمین)

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد نوشہرہ

جامع الکمالات شخصیت

(زیرِ نظر مضمون حضرت شہید رحمہ اللہ کے حین حیات میں لکھا گیا تھا)

محفل سے اُٹھ کے رونق محفل کہاں گئی
کھل اے زبانِ شمع! کہ کچھ ماجرا کھلے

پاکستان میں جن شخصیتوں نے افتراق وانتشار، فرقہ واریت، باہمی سر پھٹول، فرقِ باطلہ کی یلغار، علمی و دینی اور تعلیمی اضمحلال، قومی وملی اور سیاسی زوال، اخلاقی انحطاط اور پریشان کن حالات میں ہمت شکستہ، زخم خوردہ اور افسردہ حال ملت کو علمی و دینی، تعلیمی وتربیتی، سیاسی واتحادی مساعی سے نیا حوصلہ دینے کی مؤثر اور بھرپور کوشش کی ہے اور افرادِ ملت کی صحیح، بے لوث اور مخلصانہ رہنمائی اور قیادت کی ہے، ان میں سرِ فہرست نام، محدثِ جلیل شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہم کا ہے۔ وہ بہت ہی جامع شخصیت کے حامل ہیں، قدرت کے دستِ فیاض نے ان کے نحیف وخفیف گلدستۂ وجود میں بیک وقت متنوع صلاحیتیں اور ہمہ جہتی اتنی استعدادات اور خوبیاں جمع کردی ہیں اور ایسے خوش رنگ اور عطر بیز پھولوں سے اسے سجا دیا ہے کہ جس کی مثال بہت کم مل سکتی ہے۔ میں نے ہمیشہ تقریر وتحریر میں ان کے لئے خواجہ مجذوبؒ کا یہ شعر کہا اور بجا کہا۔ علماء، صلحاء، مشائخ اور قومی وملی زعماء نے میرے اس انتخاب پر مجھے داد دی اور سب نے توثیق وتصدیق کی اور کہا کہ تمہارا انتخاب درست ہے واقعتاً بھی مولانا سمیع الحق اس کا مصداقِ اتم قرار پاتے ہیں......

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

وہ درس وتدریس، ایک عظیم جامعہ کے اہتمام وانصرام، دینی قوتوں کے اتفاق واتحاد، قلم وکتاب اور تصنیف وتالیف، تذکرہ وتاریخ، سیاست وانقلاب اور علم وتحقیق کی دنیا کے ایسے

تاجدار ہیں جن کا حریف بننا آسان نہیں ہے، مجھے بہت سے بزرگوں، اہل علم، زعماء اور قومی وملی رہنماؤں سے ملنے، ان کی مجالس میں بیٹھنے، فیضِ صحبت حاصل کرنے بلکہ انہیں بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا لیکن جو علمی وسعت، ادبی حلاوت، اخلاقی فضیلت اور مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے ان کی عظمت و اہمیت محسوس ہوتی تھی وہ کسی اور سے حاصل نہ ہوسکی، ان کا اصل موضوع، اگرچہ فکر اُمت، اتحادِ ملت اور غلبۂ شریعت ہوا کرتا تھا لیکن تفسیر وحدیث کا موضوع ہو، فقہ وتاریخ کی گفتگو ہو، حدیث وتصوف اور سیرت کا کوئی پہلو ہو، زبان وادب سے متعلق کوئی پہلو زیر بحث ہو، ملکی سیاسیات، عالمی حالات، بین الاقوامی انقلابات ہوں یا شعر وسخن کی کوئی بات چھڑ جائے، سیاسی عقدہ کشائی کا کوئی پہلو ہو، الغرض وہ جس مجلس میں بھی ہوتے ہیں میرِ مجلس ہوتے ہیں، جس بزم میں بھی جاتے شمع بزم بن کر رہتے، اس وقت وہ عمر کے جس مرحلے سے گذر رہے تھے ضعف وعلالت، امراض وعوارض کا پشتارہ ان کے کاندھوں پر تھا مگر بایں ہمہ ان کے دماغ کو جس قدر سوچنے اور نتیجہ اخذ کرنے کا ملکہ حاصل تھا ان کا دل بھی اسی قدر درد وکسک سے معمور تھا، اُمت پر کہیں کوئی مصیبت آئے، یہ دلِ درد آشنا تڑپ اُٹھتا تھا اور اُمت کی مشکلات کو حل کرنے کیلئے ان کا پورا وجود سرگرمِ عمل ہوجاتا تھا۔

اس لئے یہ کہنا ہرگز بے جا نہیں کہ وہ ایسی متنوع اور مختلف قسم کی صلاحیتوں سے نوازے گئے تھے جنکا اگرچہ باہم تضاد سمجھا جاتا ہے جن کا کسی ایک شخصیت میں جمع ہونا دُشوار اور بظاہر مشکل ہوتا ہے۔ ان کی زندگی میں بھی ان پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، اخبارات کے کالموں میں، رسائل ومجلّات کے صفحات پر، ملکی اور بین الاقوامی میڈیا کی سکرین پر، حتی کہ عالمی میڈیا نے تو ان کے اخلاق، اطوار، طرزِ گفتگو، اندازِ خطاب، درس وتدریس کے مختلف زاویے، لباس، سر کے بال اور پاؤں کے ناخنوں کی ہیئت تک کو پوری دنیا پر آشکارا کردیا تھا اور انہیں ''فادر آف طالبان'' کے لقب سے سرفراز کیا گیا۔

اس حقیر کو بھی مختلف عنوانات سے ان پر لکھنے کی سعادت حاصل ہوتی رہی، ان کی زندگی میں ''مولانا سمیع الحق' حیات و خدمات'' کے عنوان سے دو جلدوں میں ان کی سوانح لکھنے کا شرف بھی حاصل ہوا، جس میں ان کے درس وتدریس، علم وادب، تصنیف وتالیف، اہتمام وانصرام، جہاد واتحاد اور قومی وملی خدمات کے حوالے سے سیر حاصل مباحث لکھے گئے ہیں مگر ان کے شخصی حالات، اخلاقیات، ذاتی اور نجی واقعات، خاندانی معاملات، تواضع، عبدیت، انکساری، تربیت، صبر، حوصلہ، ہمت، مطالعہ وتحقیق شب و روز کی ذاتی سرگزشت اور اجتماعی زندگی میں معاصرین، شرکائے کار،

خدام، تلامذہ اور واردین وصادرین سے گفتگو و ملاقات اور اس نوعیت کے ہمہ جہتی موضوعات پر بہت کم لکھا گیا، جامع تذکرہ وسوانح میں ایک ہدف ان موضوعات کا احاطہ بھی ضروری ہوتا ہے مگر مجھے مولانا کی ذات وشخصیت سے حجاب رہا وہ ایسی تمام چیزوں کو حذف کرتے تھے جو ان کے منہ پر تعریف کے مترادف تھیں، تاہم ان کی طبعی افتاد بھی مجھے معلوم تھی کہ وہ ایسی چیزوں کو ترجیح نہیں دیتے تھے، اگر میں نے ان کی سوانح میں کہیں کچھ لکھ بھی دیا تو موصوف نے قلمزد کردیا، موصوف کی سوانح اگرچہ میں نے دوجلدوں میں ان کی حیات میں شائع کردی تھی، مگر مندرجہ بالاعنوانات کے حوالے سے اسے نامکمل سمجھتا ہوں اور یہ میں نے پہلے سے طے کر رکھا تھا کہ حضرت کے شخصی حالات اور ذاتی ونجی معاملات پر تفصیل سے لکھوں گا (ان شاء اللہ)

احباب اور باذوق دوستوں اور اپنے مخلص قارئین کا تقاضا بھی ہے کہ حضرت کے شخصی ونجی اور ذاتی کردار کے حوالے سے بھی ایک کتاب آنی چاہئے۔ جس میں آپ کے شخصی کردار، اخلاق، سیرت وسوانح اور نجی زندگی کے وہ تمام پہلو اُجاگر کئے جائیں جو طلبا، علما، صالحین اور عامۃ المسلمین کے لئے عملِ صالح کی انگیخت کا ذریعہ بن سکیں کیونکہ نجی زندگی انسان کی شخصیت و کردار کا اصل مظہر ہوتی ہے، باہر کی دنیا میں وقار و اعتبار کو قائم رکھنا اور اپنے رکھ رکھاؤ کے ذریعہ لوگوں کو متأثر کرنا آسان ہے لیکن جن لوگوں کے ساتھ شب وروز اور صبح وشام کا تعلق ہو، ان سے اپنی بشری کمزوریاں چھپائی نہیں جاسکتیں، حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق بہتر ہوں اورتم میں سے بہترین اخلاق کا حامل وہ ہے جس کا سلوک اپنے ''اہل'' کے ساتھ بہتر ہو''۔

''اہل'' ایک جامع لفظ ہے، اس میں اہلیہ بھی داخل ہے اور اولاد بھی، قریب اور دور کے رشتہ دار بھی، اعزہ واقارب بھی، خدام و ملازمین بھی، رفقاء واحباب بھی، اکابر بھی اور اصاغر بھی، بچے بھی اور بڑے بھی، رفقاءِ سفر بھی، رفقاءِ حضر بھی اور ہمہ وقت ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والے احباب بھی، پڑوسی بھی اور ملاقاتی بھی، جاننے والے بھی اور اَن جانے بھی، رفقائے کار بھی اور معالج وتیمار دار بھی، حیات وخدمات (۲ جلد) کے بعد جلد سوم میں ان کے سوانح کا زیادہ تر ہدف یہی رہے گا جو ہر لحاظ سے اُمت کے لئے نافع ہوگا (ان شاء اللہ)

مولانا ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن
مصنف کتب کثیرہ واسکالر

مولانا شہیدؒ کے بارے میں چند نقوش وتاثرات

مولانا قاری فیوض الرحمٰن صاحب کا ہزارہ سے تعلق ہے۔ تحریری میدان میں قدم مشاہیر علماء کے سوانحی تذکروں سے رکھا اس میدان میں مشاہیر علمائے سرحد، علماء ہزارہ، پاکستان کے عربی شعراء، مشاہیر علماء پاکستان وغیرہ کی شکل میں قابل قدر کام مرتب کیا، اس کے علاوہ کئی کالجوں فوج کے شعبہ مذہبی اُمور سے وابستہ ہوئے اور بریگیڈئر کے منصب تک پہنچ گئے، ''الحق'' کے قدیم اور دیرینہ رفقاءِ تحریر میں سے ہیں بڑی محبت اور خلوص کا تعلق ہے۔'' (مولانا سمیع الحق شہیدؒ)

اَعِدُ ذِکُرَ نُعُمَانٍ لَّنَا اِنَّ ذِکُرَہٗ
هُوَ الْمِسُكُ مَا کَرَّرُتَهٗ یَتَضَوَّعٗ
لَیُسَ عَلَی اللّٰهِ بِمُسُتَنُکَرٍ
اَنُ یَّجُمَعَ الُعَالَمَ فِیُ وَاحِدِ

دقات قلب المرء قائلة له
ان الحياة دقائق و ثوان
فارفع لنفسك قبل موتك ذكرها
فالذكر للانسان عمر ثان

(امیر الشعراء احمد شوقی مصری)

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ حضرت علامہ عبد الحقؒ بانی و شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ پشاور کے فرزند ارجمند اور ان کے صحیح جانشین تھے۔ ۱۲ رجب ۱۳۵۵ھ/ ۳ ستمبر ۱۹۳۶ء کو اکوڑہ خٹک نوشہرہ میں ولادت ہوئی۔

نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو گونا گوں صلاحیتوں سے مالا مال کیا ہوتا ہے مگر وہ ان سے پوری طرح کام نہیں لیتا مگر ہمارے مولانا سمیع الحقؒ نے ان سے بھرپور کام لیا ہے، جس گھر میں جنم لیا ہے وہ علم وعمل کا گہوارہ تھا۔ عمر کے ساتویں سال ۲۷ مارچ ۱۹۴۴ء کو اپنے والد گرامی کو دارالعلوم دیوبند میں خط لکھا ہے کسی کھلونے کی فرمائش نہیں کی جو اس عمر کے بچے کرتے ہیں، انہوں نے قلم کی فرمائش کی ہے، قرآن پاک کی پہلی وحی کا آغاز دو مرتبہ اقرأ سے ہوتا ہے، عربوں کو اپنے اُمّی ہونے پر فخر تھا، علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ پہلے اقرأ سے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ امّی ہونا باعثِ فخر نہیں علم باعث فخر ہے۔

پڑھو اور دوسرے اقرأ میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر پڑھے ہوئے ہو تو اسی علم پر اکتفا کر کے بیٹھ نہ جاؤ بلکہ برابر پڑھتے رہو کہ تمہارا رب بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا جو پہلے وہ جانتا نہ تھا وہ بھی پڑھو۔ ہمارے ممدوح نے اس عمر میں جو کتاب وقلم کو ہاتھ میں لیا وہ زندگی کی آخری گھڑیوں تک ان کے پاس رہا جن اساتذہ کرام اور علمائے دین سے اکوڑہ میں علم حاصل کیا وہ اپنے وقت کے علم وعمل کے آفتاب ومہتاب تھے۔ انہیں دارالعلوم دیوبند جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ قیام پاکستان پر وہی ادارہ ان کے لئے دارالعلوم دیوبند کا منظر پیش کرنے لگا ان کے اساتذہ کرام اور ان کے سرخیل ان کے والد گرامی دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل اور اس کے درجہ علیا کے اساتذہ میں سے تھے اور ان کے اکثر رفقاء بھی اسی دارالعلوم کے پڑھے ہوئے اور اکثر حضرات مولانا عبدالحق صاحب کے شاگرد تھے۔ ان سب نے جس بے مائیگی اخلاص اور انتہائی محنت سے متوکلاً علی اللہ تدریسی خدمات انجام دیں وہ بقول مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند دارالعلوم ثانی کا منظر پیش کرنے لگا کہ اس میں دورۂ حدیث پڑھنے والے تعداد میں بفضلہٖ تعالیٰ خود دارالعلوم دیوبند سے بھی بڑھ گئے تھے اور آج اپنے علم وعمل سے وہ پوری دنیا کو منور کر رہے ہیں، ان میں ان کے جگری دوست اور ساتھی مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ بھی شامل تھے۔

مولانا سمیع الحقؒ ایک فرد نہیں بلکہ ایک امت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیمی کے مؤسس اور بانی کو اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا کے خطاب سے نوازا ہے۔ امتِ مسلمہ کو بھی اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا انکے اسوہ کی پیروی کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے بڑی محنت سے علم حاصل کیا اور انہی اکابر کا رنگ ان پر چڑھا ہوا تھا۔ علم تفسیر میں وہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ کے ممتاز شاگرد تھے۔ انہی سے بیعت بھی ہوئے اور تربیت پائی پھر مولانا عبدالغفور مہاجر مدنیؒ کا دامن پکڑا ان سے بھی فیضیاب ہوئے۔

اصلاً پشتون مگر اُردو، فارسی اور عربی کے بھی ادیب، کثیر المطالعہ اور وسیع المطالعہ ۱۹۶۵ء میں ماہنامہ ''الحق'' کا اجراء کیا آپ اس کے بانی اور مدیر تھے ان کی تقریر اور تحریر بڑی مدلل، جاندار اور مؤثر ہوتی تھی، ان کی تصانیف سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ۱۹۵۰ء میں طالب علمی کے دور سے ڈائری لکھنے اور منتخبات اکٹھا کرنے کی دھن۔ ہر طالب و عالم کو اس کتاب ''مولانا سمیع الحق صاحب کی ڈائری اور علمی منتخبات'' کو اپنے مطالعہ میں رکھنا چاہیے۔

۲۵ ہزار سے زائد شاگرد، ہزاروں شاگردوں کی ایسی کھیپ تیار کردی جو آج بہترین مدرس، مصنف، شارح اور خطیب ہیں اور اعلیٰ علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

راقم الحروف کا کوئی پچاس سال کا ان سے اور ماہنامہ ''الحق'' سے تعلق تھا۔ میرے پچاس خطوط صرف انہی کے ہاں محفوظ رہے جو اُن کی عظیم الشان کتاب ''مشاہیر'' کی زینت بنے۔ اسی کے قریب میرے نام ان کے بھی خطوط ہوں گے چند ایک تو تلاش کرنے پر ملے ہیں، باقی کی تلاش جاری ہے۔ مضمون میں چند ایک شامل کر رہا ہوں۔

مکرمی ومحترم المقام برادر گرامی قدر حضرت مولانا قاری حافظ فیوض الرحمٰن صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ مزاج بالخیر ہوں گے۔ آپ کا گرامی قدر ہدیہ سنیہ اور عظیم کتابیں موصول ہوئیں اس قدر خلوص، محبت اور شفقت پر دلی شکریہ قبول فرماویں۔ اللہ کریم اجرِ عظیم سے نوازے اور دنیا وآخرت کی لازوال نعمتوں سے مالا مال فرمادے۔ آپ بڑے باہمت ہیں تن تنہا اتنا کام انجام دے رہے ہیں جو اکیڈمیاں بھی نہیں مکمل کرسکتیں۔ مزید دعوات صالحہ کی درخواست۔ تاخیر جواب پر معذرت خواہ ہوں کہ مسلسل سفر پر رہا۔ والسلام: سمیع الحق

---

۲۱ دسمبر ۱۹۷۲ء: برادر محترم! سلام مسنون! گرامی نامہ ملا یاد فرمائی کا ممنون ہوں۔ امید ہے مزاج گرامی بالخیر ہوں گے، آپ کے سوانحی شہ پارے ملک کے مجلّات میں پڑھ کر بڑی مسرت ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو ایک کام کی توفیق دی اب تکمیل اور مقبولیت کی نعمتوں سے بھی نوازے۔ آپ کے مضامین کی عدم اشاعت کی وجہ ناقدری نہیں حاشا وکلاّ بلکہ مولانا رسول خان مرحوم، مفتی محمود، مولانا بنوری، مولانا ہزاروی، مولانا افغانی مدظلہم جیسے واقعی معنوں میں مشاہیر کے سوانحی خاکے دوسرے

پرچوں میں دیکھ کر غبطہ ہوتا ہے یہ ''الحق'' کے معیار کے بہت شایان شان تھے مگر آپ نے ایسے مشاہیر میں اوروں کو ترجیح دی۔ بہرحال اگر مشاہیر علم وفضل پر کوئی مضمون ''الحق'' کو بھیجتے رہیں گے تو ''الحق'' کے بلند و بالا (بحمد للہ) معیار سے زیادہ مناسبت رکھیں گے۔ والد ماجد مدظلہ پر آپ کا سوانحی خاکہ ''خدام الدین'' میں پڑھا تھا آپ نے ان کے سوانح کی ایک اساس رکھی، اب اس سے فائدہ اٹھالیا جائے گا اور اس اساس پر عمارت تعمیر ہوگی۔ اس کے بعد جی چاہتا تھا کہ ''الحق'' میں شائع ہو مگر اب تک مہماامکن ''الحق'' میں ایسے امور سے جن کا تعلق الحق کے سرپرست یا ایڈیٹر سے ہو احتراز اس لئے ہو رہا ہے کہ ذاتی مدح سرائی اور خودستائشی میں شمار ہوگا۔

حق تعالیٰ آپ کو اجر عطا فرماویں۔ مجھ ناچیز کو ویسے خریدارِ یوسف کی طرح لسٹ میں شامل کرلیا گیا ورنہ میں ابھی ایسے امور سے کیا مناسبت رکھتا ہوں۔ میرا خود خیال تھا کہ مدرسین دارالعلوم حقانیہ جو بوجۂ کثرتِ تلامذہ جو عمومِ فیضِ علمی کے استاذ العلماء کے مقام پر ہیں تبحر علمی تدریسی مقام اس پر مستزاد ہر ایک سوانحی خاکہ کا مستحق ہے، اب آپ نے توجہ دلائی تو ضرور ان کو شریک بزم فرماویں گے۔ آپ کا سوالنامہ بھی دے رہا ہوں آپ خود بھی قدم رنجہ فرما کر آٹھ دس افراد سے علمی اور سوانحی انٹرویو لے لیں گے۔ میں عموماً جمعہ، ہفتہ اور جمعرات بعد از دوپہر سفر پر رہتا ہوں۔ اتوار، پیر، منگل، بدھ کو یہاں بشرطیکہ کوئی عارض نہ ہو البتہ ۳۰ دسمبر اسمبلی میں اسمبلی سیشن کی وجہ سے پشاور میں کچھ مصروف ہوں۔ کبھی تشریف لاویں تو مسرت ہوگی۔ حضرت مدظلہٗ کو مصروف ہونے سے فرصت ملے تو آپ کی خواہش کی تمہید پیش کردوں گا۔ الحق میں مشاہیر علمائے سرحد کے عنوان سے مولانا مارتونگ صاحب پر مضمون آرہا ہے یہ آپ کی کتاب میں شریک کرنے کے لائق ہے۔ اسی طرح پچھلے کسی شمارہ میں شیخ الحدیث غورغشتوی پر بھی۔

---

۲۴ جنوری ۱۹۸۲ء: محترمی و مکرمی! زید مجدکم، سلام مسنون! وفاقی کونسل (مجلس شوریٰ) میں میری شمولیت پر آپ کا خلوص و محبت سے لبریز تہنیت نامہ موجب صد تشکر و افتخار بنا، تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ دعا فرمایئے کہ جن مقدس مقاصد (ملک وملت کی فلاح و خیرخواہی اور دین حق کی ترجمانی اعلاء کلمۃ اللہ اور نفاذ اسلام کی جدوجہد کے پیش نظر یہ ذمہ داری قبول کی گئی ہے۔ حق تعالیٰ اسی کی توفیق عطا فرماتا رہے اور ہر حالت میں خوف وطمع سے بے نیاز رکھ کر جادۂ عزیمت و استقامت پر گامزن رکھے اور آپ جیسے مخلص حضرات نے اس سلسلہ میں جو دینی وملی توقعات وابستہ کی ہیں حق تعالیٰ مجھے ان پر پورا اتارے اور

اہلیت و صلاحیت ارشاد و ہدایت اور توفیق کی دولت سے برابر نوازتا رہے، میں ہر وقت ناقدانہ مشوروں ہدایات اور دعاؤں کا محتاج رہوں گا۔ والسلام: سمیع الحق (رکن وفاق مجلس شوریٰ، و مدیر ماہنامہ 'الحق' دارالعلوم حقانیہ)

---

۴ مارچ ۱۹۹۱ء: برادر گرامی قدر حضرت قاری صاحب زید مجدکم

سلام مسنون! امید کہ مزاج عالی بالخیر ہوں گے۔ آپ کے مکتوب گرامی سے والدہ ماجدہ کے سانحہ ارتحال کی خبر سے بے حد رنج و قلق ہوا باری تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ مرحمت فرمادیں۔ آپ جیسے عالم باعمل صالح اور نیکو کار اولاد مرحومہ کے لئے عظیم صدقہ جاریہ ہے۔ میری طرف سے آپ اور تمام اہل خاندان سے فرداً فرداً تعزیت عرض ہے۔ دارالعلوم میں اساتذہ نے دورۂ تفسیر کے درس کے بعد اور دار الحفظ میں خصوصیت سے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔ موقع ملا تو خود حاضری کی کوشش کروں گا۔ والسلام: سمیع الحق

طویل اسفار اور کثیر مشاغل کی وجہ سے خط کے جواب میں تاخیر اور تعزیت میں تاخیر پر معذرت خواہ ہوں۔

---

۷ نومبر ۲۰۱۵ء: حضرت مولانا قاری فیوض الرحمٰن صاحب مدظلہ

سلام مسنون! فون پر بات سے بے حد خوشی ہوئی، بعد میں مولانا عبدالقیوم حقانی نے اسے قندِ مکرر بنادیا اعد ذکر نعمان لنا "خطبات مشاہیر" کا ایک سیٹ ارسال ہے اس پر اپنے مفصل تاثرات سے ممنون فرمائیں۔ مولانا عبدالجلیل ہزاروی کے یقینی حالات پر بھی توجہ فرماویں انہوں نے کسی مولانا حق نواز ڈیرہ غازی خان کی کاپی نقل کر کے اپنے پاس محفوظ کر دی تھی جو کسی وقف کردہ کتابوں کے ساتھ کتب خانہ حقانیہ کے لئے بھیج دی تھی۔ دعا فرماتے رہیں کہ تفسیر امام لاہوریؒ کی تکمیل کی اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ مولانا حقانی صاحب تشریف لائے ہیں آپ کا ذکر خیر ہوتا رہا۔

والسلام: سمیع الحق خادم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تصنیفی خدمات

(۱) زین المحافل شرح الشمائل للترمذی (۲) اسلام کا نظام اکل و شرب (ترمذی ابواب الاطعمۃ) کی شرح

(۳) اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال (ترمذی ابواب البر والصلۃ) کی شرح

(۴) کاروانِ آخرت (۵) شریعت بل کا معرکہ (۶) اسلام اور عصرِ حاضر
(۷) صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام (۸) خطباتِ حق (۹) عبادات وعبدیت
(۱۰) مکاتیبِ مشاہیر (۱۰ جلد) (۱۱) منبر حقانیہ سے خطباتِ مشاہیر (۱۰ جلد)
(۱۲) قادیانیت، ملت اسلامیہ کا مؤقف (۱۳) قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ
(۱۴) War of Ideology (۱۵) قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق
(۱۶) حقائق السنن شرح جامع الترمذی (۱۷) مسئلہ خلافت وشہادت
(۱۸) دعواتِ حق (۴ جلد) جو مولانا عبدالحق کے خطبات کا مجموعہ ہے جسے آپ نے خود ضبط اور مرتب کیا۔

شہادت

بروز جمعہ ۲ نومبر ۲۰۱۸ء بعد نماز مغرب چھ بجے راولپنڈی بحریہ ٹاؤن کے اپنے مکان میں بعض دہشتگردوں نے خنجروں کے متعدد وار کرکے آپ کو زخمی کردیا اور اسی سے شہادت پائی۔انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا نے ٹیلیفون پہ فرمایا کہ کافی عرصہ سے آپ سے ملاقات نہیں ہوئی آپ چند دنوں کیلئے آجائیں کچھ مشورے بھی ہوجائیں گے۔ میں نے وعدہ کیا کہ حسب الارشاد جلد حاضرِ خدمت ہوجاؤنگا۔ میں اس ارادے سے ڈی ایچ اے اسلام آباد پہنچا ایک آدھ دن میں حضرت کے ہاں جانے کی تیاری میں تھا کہ خبروں میں مولانا کا نام آیا میں یہ سمجھا کہ کسی جلسہ میں خطاب فرمارہے ہیں پھر پتہ چلا کہ ان پر خنجر سے قاتلانہ حملہ کیا گیا ہے اور ہسپتال جارہے ہیں پھر گھنٹے کچھ بعد ان کی شہادت کی خبر نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا(انا للّٰہ وانا الیہ راجعون) انتہائی صدمہ پہنچا اور زندگی میں ملاقات کے بجائے مولانا عبدالقیوم حقانی کی معیت میں قبر پر پہنچا اور رقت طاری ہوگئی۔

دعا کے بعد تعزیت کے لئے ہال میں پہنچا تو انہوں نے اعلان کردیا چند باتیں دکھی دل سے کیں کہ حضرت نے نا معلوم کتنی بار شہادت کی آرزو کی ہوگی اور اس پر فائز ہوگئے، شہادت سے بڑھ کر کوئی اعزاز نہیں شہید تو مرکر بھی نہیں مرتا امر ہوجاتا ہے۔(عاش سعیدًا ومات شهيدًا)اللہ تعالیٰ اس جہان میں جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام پر فائز فرمائیں۔آمین۔

آخر میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کے شعر پر ختم کرتا ہوں:

تیرے جانے سے گماں برہمی دہر کا تھا
تو گیا اور دہر میں محشر بپا نہ ہوا

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی
خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی شاہؒ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ: مشاہدات وتاثرات

آخر کار دشمن کا وار کام کر گیا اور حضرت مولانا سمیع الحقؒ صاحب کو شہید کر دیا گیا،انا للّٰہ وانا الیہ راجعون گزشتہ ڈیڑھ ماہ قبل جب حضرت مولانا کی شہادت کی خبر آئی تو اس وقت رسالہ ''ملیہ'' اشاعت کیلئے پریس جا چکا تھا۔اس لئے اس وقت کچھ لکھنے کا موقع نہ تھا نیز اس حادثہ فاجعہ کے محرکات بھی معلوم نہ تھے،حضرت مولانا کے قتل میں جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے وہ انتہائی گھناؤنا اور شرمناک بھی ہے،طریقۂ واردات سے اس کا رُخ کسی دوسری طرف موڑنے کی از حد کوشش کی گئی ہے اور پھر میڈیا کا کردار بھی انتہائی بغض وعداوت پر مبنی ہے کیونکہ ہمارا پورا میڈیا ایک غیر ملکی فرم ہے جس کو یہود و نصاریٰ اپنے پالتوؤں کے ذریعہ کنٹرول کرتے ہیں۔

مولانا شہیدؒ کی شہادت کے محرکات

حضرت مولانا مرحوم چونکہ یہود و نصاریٰ کے پھندے میں آنے والے نہیں تھے ،اس لئے انہوں نے مولانا کی شہادت کو معمہ بنا کر پیش کر دیا حالانکہ یہ کوئی معمہ نہیں سیدھی سی عالمی گھناؤنے قتل کی واردات ہے ،اسے ''اندھا قتل'' بھی نہیں کہا جا سکتا اس کے محرکات واضح ہیں۔عالمی گماشتے افغانستان میں جب اپنا ہی لہو چاٹنے پر مجبور ہوگئے تو انہیں مولانا مرحوم کی حمایت و استعانت درکار تھی۔سیدھی سی بات ہے کہ مولانا مرحوم اس پر راضی نہ تھے، عالمی گماشتے یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح روس کے خلاف جہاد کے وقت مولانا مرحوم اپنا کردار ادا کرنے کی بنیاد پر نیٹو کے قریب ہوگئے تھے، بالکل اسی طرح اب بھی وہ ان کا ساتھ دیں گے لیکن انہیں معلوم نہیں تھا کہ مولانا مرحوم کا تعلق اس خاندان اور گروہ سے ہے جو کہ ہمہ وقت عالمی گماشتوں کے شکنجوں کو بہت خوبی سے سمجھتا ہے۔چنانچہ مولانا مرحوم نے عالمی گماشتوں کی سازشوں کا حصہ بننے سے انکار کر دیا۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ میری پہلی ملاقات

حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ شہید کے ساتھ میرا زیادہ تعلق تو نہ تھا مگر جتنا بھی تھا مولانا مرحوم نے اس کو خوب نبھایا۔حضرت مولانا مرحوم کی سب سے پہلی زیارت میں نے ہندوستان کے شہر لدھیانہ میں کی۔

مارچ ۱۹۸۰ء میں جب وہ دارالعلوم دیوبند کے صدسالہ اجلاس میں شرکت کے لئے ہندوستان گئے تھے۔میں بھی انہی دنوں اسی سلسلہ میں ہندوستان گیا ہوا تھا۔صدسالہ اجلاس سے اختتام پر واپسی پر میں کچھ دنوں کے لئے اپنے خاندان والوں کے پاس لدھیانہ ٹھہر گیا تھا تواسی دوران پاکستان سے گئے ہوئے حضرات اکثر لدھیانہ ضرور اُترتے تھے تاکہ آزادئ ہند کے متوالوں کے خاندان اوران کے شہرلدھیانہ کو دیکھتے جائیں اور ہمارے خاندان کے تاریخی آثار کی بھی زیارت کرتے جائیں۔ان میں حضرت مولانا زاہدالراشدی مدظلہ، حضرت مولانا مفتی محمودرحمہ اللہ،مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ سمیت بیسیوں افراد ہمارے بزرگوں کی یادگاروں پر اُترے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ بڑی مرنجاں مرنج شخصیت

انہیں میں ایک دن مولانا سمیع الحق شہیدؒبھی تشریف لائے، کچھ دیر قیام فرمایا، وہ بذریعہ بس تشریف لائے تھے مگر جلدی میں اترتے وقت ان کا سامان بس میں رہ گیا،جس پر وہ بہت پریشان تھے، ان کی پریشانی دیکھ کر میرے چچانے فوراًلدھیانہ کے ڈپٹی کمشنرکوفون کیا اور کہا کہ ان کا سامان ہر صورت ملنا چاہیے، چنانچہ آدھے گھنٹے کے بعد ڈپٹی کمشنر کا فون آ گیا کہ سامان مل گیا ہے اور میرا آدمی آپ کے گھر پہنچانے کیلئے آرہا ہے، چنانچہ سامان آ گیا اور مولانا کچھ دیر قیام کے بعد وہاں سے روانہ ہو گئے، یہ میرے لئے ان کی پہلی زیارت تھی، دوران قیام حضرت مولانا مرحوم ہمارے خاندان علماء لدھیانہ کے آزادئ ہند میں ادا کئے گئے کردار کی تفصیل سنتے رہے اور داد دیتے رہے۔حضرت مولانا سمیع الحق مرحوم بڑی مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے، بڑے ملنسار تھے، اگرچہ میرا ان کے پاس زیادہ آنا جانا نہیں تھا مگر پھر بھی جب کبھی ان سے ملنے کے لئے جانا ہوا تو وہ میرا نام سن کر ضرور ملاقات کرتے، پھر گھر کی بیٹھک میں لے جاتے اور تواضع فرماتے۔

سوویت یونین کی شکست میں مولانا شہیدؒ کا کردار

دسمبر ۱۹۷۹ء میں جب سوویت یونین نے افغانستان پر چڑھائی کی تو وہاں کے علماء اور دینی تنظیموں نے اس کی مزاحمت کی اور اتنی شدید کہ پوری دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔سوویت یونین کو ہرانا آسان کام نہیں تھا،امریکہ اسی آس میں مرا جارہا تھا مگر کچھ نہ کرسکا بلکہ اُلٹا اُسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا،اِدھر جن مجاہدین نے روس کے دانت کھٹے کرنا شروع کیے تو امریکہ کو بھی خیال آیا کہ وہ ان مجاہدین کی مدد کرے تاکہ روس کو شکست ہوجائے۔چنانچہ امریکہ نے روس کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کو وائٹ ہاؤس میں بلایا،ان کی خوب آؤ بھگت کی اور کہا کہ آپ ہمارے مائی باپ ہیں،آپ کو اس جہاد میں جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہم پوری کریں گے۔گویا کہ روس سے لڑنے والے امریکہ کے باپ تھے اور ان مائی باپ کے ''باپ'' مولانا سمیع الحقؒ تھے،اس حساب سے مولانا مرحوم امریکہ کے ''دادا'' ہوئے،امریکہ اور یورپ کے لوگوں کا عام کلچر یہ ہے کہ وہ اپنے باپ دادا کو اولڈ ہوم میں چھوڑ آتے ہیں کہ اب تمہاری کوئی ضروت نہیں ہم اب اپنا کام خود کرسکتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو طالبان اپنا روحانی والد سمجھتے

یہی کچھ انہوں نے روس کے خلاف جہاد میں کامیابی کے بعد افغانستان میں جنگ لڑنے والوں اپنے باپ دادا کے ساتھ کیا کہ جب تک جنگ رہی اور جہادی مرتے رہے اس وقت امریکہ اور یورپ نے انہیں باپ بنا کر اپنے کندھے پر بٹھائے رکھا مگر جب کام نکل گیا تو ان لوگوں کو اولڈ ہاؤس میں جانے کا کہا۔ہمارے ملک اور دین کا کلچر امریکہ و یورپ سے مختلف ہے ،ہم لوگ اپنے بڑوں کو سرآنکھوں پر بٹھا کر رکھتے ہیں،چنانچہ مجاہدین نے ان کی حیثیت برقرار رکھی،ایک وقت آیا کہ افغان مجاہدین کے آپس میں اختلافات ہوگئے اور مارنے مرنے پر آگئے، ان کو سمجھانے کی کوشش کی گئی مگر وہ باز نہ آئے،چنانچہ تنگ آکر نوجوانوں کا ایک طبقہ آگے کیا گیا، اس کو دنیا طالبان کے نام سے جانتی ہے،ان میں سے اکثریت مولانا سمیع الحق شہید کے مدرسہ سے فارغ التحصیل ہے گویا کہ مولانا نہ صرف ان کے بھی روحانی باپ تھے بلکہ طالبان بھی انہیں اپنا باپ سمجھتے تھے۔

طالبان نے افغانستان میں انصاف کی بنیاد پر ایسی حکومت قائم کی کہ پوری دنیا کی غیر مسلم طاقتوں کے نظام انصاف کیلئے ایک چیلنج بن گئی، چنانچہ عالمی گماشتوں نے اس حکومت کو گرا دیا پھر طالبان نے پوری دنیا کے ممالک کے خلاف صف آرا ہو کر ان کی جدید ترین ٹیکنالوجی کو مات دیدی اور نیٹو ممالک افغانستان میں اپنا سر پھوڑ کر چکرا گئے تو انہوں نے سوچا کہ ان ''طالبان کا باپ'' ایک مدرسہ کا ملاّ سمیع الحق شہیدؒ ہے، چنانچہ اس کے ذریعہ طالبان کو رام کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ طالبان تو کیا مانتے ان کا ''باپ'' سمیع الحقؒ ہی امریکہ سے راضی نہ تھا کیونکہ اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ لوگ اپنا مطلب نکل جانے کے بعد مُکر جانے والے ہیں، جیسا کہ پہلے ہو چکا تھا، وہی سمیع الحق شہیدؒ جو کہ ان کی نگاہوں میں بڑا مجاہد تھا اُسی پر اپنے ملکوں میں داخلے پر پابندی لگا دی، چنانچہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس معاملہ میں پڑنے سے انکار کر دیا، دوسرے یہ کہ انہوں نے ''دفاع پاکستان کونسل'' کے نام سے ایک مضبوط اتحاد بنایا، جس کا مقصد ہندوستان کے مقابلے میں پاکستان میں ایک مؤثر دینی اتحاد کو قائم کرنا تھا، جس میں سرفہرست مسئلہ کشمیر تھا، ہندوستان اس پر سیخ پا تھا، نیز ہندوستان اب افغانستان میں بھی پنجے گاڑ رہا تھا۔ مولانا کی وجہ سے ہندوستان کو بڑی مشکلات پیش آ رہی تھیں، جس کی سزا ان کو شہادت کی صورت میں ملی۔

مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت

اب ان کی شہادت کو ''اندھا قتل'' قرار دیدیا گیا ہے۔ ۴؍دسمبر کو راولپنڈی کی دہشت گردی کی عدالت میں جو چالان جمع کرایا گیا ہے اس میں پولیس نے یہی موقف اختیار کیا ہے تاکہ اصل چہرے بے نقاب نہ ہو سکیں! بظاہر ابھی تک اس میں ایسی کوئی پیش رفت ہوتی نظر نہیں آ رہی، کیونکہ یہ ایک عالمی سازش ہے جس میں کوئی شبہ نہیں، ہمارے ملک میں سب سے پہلے جنرل محمد ضیاء الحق شہید کو اس ٹیم کے ساتھ جہاز میں اُڑا دیا گیا تھا جو کہ افغانستان کے جہاد کی نہ صرف بانی مبانی تھی بلکہ شروع سے لے کر آخر تک اس کی سرپرست بھی رہی۔ ان کے حادثہ کا آج تک سراغ نہیں مل سکا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔ (آمین)

پروفیسر محمد یونس میو
پوسٹ گریجویٹ کالج آف کامرس گوجرانوالہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا اسلامی تحریکوں کو پروان چڑھانے میں کردار

جناب پروفیسر محمد یونس صاحب، علمی دنیا کے مایہ ناز ادیب، محقق اور ماہنامہ ''الحق'' کے قدیم وبہترین لکھاریوں میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین قلم اور خوبصورت دل ودماغ عطا فرمایا ہے، میرے پرانے کرم فرماؤں میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ سے مزید علمی وادبی اور تعمیری کام لے۔ آمین (مدیر)

کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی مظلومانہ شہادت پر کیسے تعزیت کروں اور کہاں سے الفاظ لاؤں؟ جو اس غم اور صدمے کا اظہار کرسکیں جو اس وقت میرے دل ودماغ کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے ہیں حوصلہ دینے کیلئے بھی حوصلہ چاہئے، گویا یہ کیفیت ہے کہ......

وقت خوش خوش کاٹنے کا مشورہ دیتے ہوئے ‏ ‏ ‏ ‏ رو پڑا وہ آپ مجھ کو حوصلہ دیتے ہوئے

دینی وسیاسی خدمات اور اسلامی تحریکوں میں کردار

مولانا شہید رحمہ اللہ کی دینی وسیاسی خدمات، ملی اور اسلامی تحریکوں میں ان کا کردار، وطن عزیز سے مرحوم کی محبت اور ایثار، پارلیمانی جدوجہد اور نفاذ اسلام کیلئے ان کی مساعی جمیلہ ماہنامہ ''الحق'' کا اجراء وارتقاء اور اس میں شائع ہونے والے سینکڑوں مقالات ومضامین کی صورت میں علمی وادبی سرمایہ، ''مؤتمر المصنفین'' کی مطبوعات، شہید ناموس رسالتؐ کی تعلیمی وتدریسی خدمات کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی شہادت نے ایک ایسا خلا پیدا کردیا جو شاید کبھی پُر نہ ہوسکے گو کہ آپ کے ہزاروں روحانی ابناء اور نسبی اولاد مولانا حامد الحق وغیرہ دن رات دینِ اسلام اور مدارس کے مختلف کاموں میں منہمک ہیں اور خصوصاً برادرم مولانا راشد الحق سمیع تو گزشتہ تین دہائیوں سے ماہنامہ ''الحق'' اور مؤتمر المصنفین کی خدمت کو بھرپور اور اچھے انداز سے نبھا رہے ہیں اور تصنیف و

تالیف کے باب میں اپنے عظیم والد کے پرتو ہیں لیکن حضرت شہیدؒ کی مسند، ان کی بلند شان اور محیر العقول علمی کارنامے جنہیں دیکھ کر انسان ششدر رہ جاتا، علمی دنیا میں آپ کی کمی صدیوں تک محسوس کی جائیگی، مجھے اس موقع پر سرسید احمد خان کا وہ تعزیتی مضمون یاد آ رہا ہے، جو انہوں نے بانی دارالعلوم دیوبند الامام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی وفات پر علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ (۲۴ اپریل ۱۸۸۰ء) میں لکھا تھا کہ ''زمانہ بہتوں کو رویا ہے اور آئندہ بھی بہتوں کو روئے گا لیکن ایسے شخص کیلئے رونا جس کے بعد اس کا کوئی جانشین نظر نہ آئے، نہایت رنج و غم اور افسوس کا باعث ہوتا ہے''

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

مولانا کی شہادت سے غم تازہ ہوگیا اور مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ، مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ (مدیر بینات) مولانا صلاح الدین شہیدؒ (مدیر تکبیر) اور حکیم محمد سعید شہیدؒ جیسے لوگ جو اب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں کب بھلائے جاسکتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں غالب نے کہا تھا کہ......

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں
رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج مشکلیں مجھ پر اتنی پڑیں کہ آساں ہوگئیں

فکری و روحانی اولاد مولانا شہیدؒ کے مشن کو جاری رکھنے

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے بعد ان کی فکری و روحانی اولاد اور دارالعلوم حقانیہ کے متعلقین کی دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ مرحوم کے مشن کو جاری رکھیں اور وہ قافلہ جو شاہ ولی اللہؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ، مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور سینکڑوں علمائے حق کی رہنمائی میں نکلا ہے، اس کا مشن غلبہ اسلام جاری ہے، یہ سفر جاری ہے اور یہ شمع جلتی رہے، مولانا مرحوم نے اپنا فرض پورا کردیا، وہ سرخرو ہوئے اور ان کی شہادت کی آرزو پوری ہوئی، اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ چین عطاء فرمائے، ان کے عزیز و اقارب اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازیں، کہ پوری قوم اس سانحہ میں آپ کے ساتھ کھڑی ہے، آپ کی ذمہ داری مزید بڑھ گئی ہے، آپ سے التماس ہے کہ ایک نئے جوش و جذبہ سے اٹھئے! اور اپنے عظیم والد اور ہزاروں لوگوں کے فکری قائد کی یاد میں ''الحق'' کا ایک یادگار نمبر نکالئے اپنے تمام دکھ کو قلم کی نوک کے ذریعے صفحہ قرطاس پر بکھیر دیجئے! اس یقین کیساتھ کہ شہید کبھی مرتے نہیں، اقبال نے کہا تھا:

موت تجدیدِ مذاق زندگی کا نام ہے خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

مولانا میاں ایاز احمد حقانی
مہتمم جامعہ اسلامیہ فریدیہ کانگڑہ شبقدر

شفقت ومہربانی کے حسین پیکر

مولانا میاں ایاز احمد حقانی صاحب، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ایک ہونہار سعادت مند فاضل ناچیز سے رشتۂ تلمذ کے وجہ سے حسن ظن اور عقیدت کا اظہار، زمانہ قیام حقانیہ میں حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحبؒ کا قرب اور خادم خاص ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ان کے نام پر گاؤں کانگڑہ شبقدر میں جامعہ اسلامیہ فریدیہ قائم کیا۔(از قلم سمیع الحق: ''مکاتیب مشاہیر'' ج ۲)

اللہ تعالیٰ کا نظامِ ربوبیت بھی عجیب ہے بعض حضرات اس جہان رنگ و بو میں دیر سے آتے ہیں مگر ان کونشست ''صدیقین اولین'' کے پہلو میں دی جاتی ہے۔ امام بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

اِنَّه سيكون فی آخر هذه الأمة قوم لهم مثل أجر اولهم يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكرو يقاتلون أهل الفتن (مشکوٰۃ:ص ۵۸۴)

''اس امت کے آخر میں کچھ لوگ ہونگے جن کو اجر امت کے پہلوں کا سا دیا جائے گا یہ لوگ ''معروف'' کا حکم کریں گے، برائیوں سے روکیں گے اور اہل فتنہ سے لڑیں گے''

یعنی المعروف کا حکم کرنا المنکر سے روکنا اور فتنہ پروازوں سے برسر پیکار رہنا یہی تین وصف ایسے ہیں جو پچھلوں کو پہلوں سے ملا دیتے ہیں۔ بلاشبہ علم وفضل ،طہارت وتقویٰ زہد و تقدس وغیرہ ایمانی انسانی اوصاف بھی نہایت گرانقدر ہیں مگر ان سارے اوصاف سے آدمی مقبولیت عنداللہ میں اپنے ہمعصروں سے آگے نکل سکتا ہے اور اپنے زمانے کا مقتدیٰ بن سکتا ہے۔ تاہم شمار اس کا اسی زمانہ میں ہوگا جس میں وہ پیدا ہوا اور اس کے اجر وثواب اور درجات کا پیمانہ بھی اسی زمانہ کے لحاظ سے متعین ہوگا لیکن جو چیز قرون متاخرہ کے افراد کو قرون اولیٰ کی شخصیت بنا دیتی ہے وہ صرف اور صرف امر بالمعروف اور نهی عن المنکر اور اہل فتن سے جہاد ہے۔ میرے شیخ ومرشد شیخ المشائخ شیخ الحدیث شہید ناموس رسالتؐ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نور اللہ مرقدہ انہی الآخرون

السابقون میں سے ہیں۔ جنہیں بہ ارشادِ نبویؐ لهم مثل أجر أولهم کے شرف وافتخار سے نوزا گیا اور جن کی پوری زندگی "اہل فتن سے جہاد و پیکار میں گزری۔

فتنہ اور اہل فتنہ

فتنہ لغت میں سونے کو کٹھالی میں پگھلا کر پرکھنے کو کہتے ہیں، قرآن و حدیث کی اصطلاح میں "فتنہ" ان آزمائشوں کا نام ہے، جن میں ایمان کا "زرخالص" پرکھا جاتا ہے، اسی ضمن میں وہ بدعتیں، گمراہیاں اور جدت طرزیاں بھی آتی ہیں، جن کو اپنے دماغ سے گھڑ گھڑ کر کجرو لوگ دین کے نام سے پیش کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو "اہل فتنہ" کہا جاتا ہے اور انہی اہل فتنہ سے جہاد کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، جسے اوپر نقل کر چکا ہوں، حق تعالیٰ نے زائغین کے برپا کردہ فتنوں کو ایمان کے جانچنے اور پرکھنے کی کسوٹی بنایا ہے یعنی اسے ان فتنوں سے تنفر ہے یا کشش ہے؟ جس شخص کے دل میں ایمان جتنا قوی، جتنا مضبوط اور جتنا صحتمند ہوگا۔ اسے فتنوں سے اسی قدر نفرت اور بغض و عداوت ہوگی، اس کے برعکس جس کا ایمان جس قدر کمزور اور زیغ آلود اور مریض ہوگا اسے فتنوں کی طرف اسی نسبت سے کشش ہوگی، صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے:

> تعرض الفتن على القلوب كالحصير عوداً عوداً ، فأى قلبٍ اشربهانكت فيه نكتة سوداءٌ وأى قلبٍ أنكرها نكت فيه نكتة بيضاء حتى تصير علىٰ قلبين على ابيض مثل الصفاء فلا تضره فتنة مادامت السموات والارض والاخر أسود مربادأكا لكوز مجحياً لايعرف معروفاً وّلاينكر منكراً إلا ماأشرب من هواه (المسلم ح ١٤٤)
>
> "فتنے قلوب کے سامنے آئیں گے جیسے چٹائی میں ایک تنکا بنا جاتا ہے سو، جس دل نے ان کو جذب کرلیا اس پر سیاہ داغ لگے گا اور جس نے اس سے نفرت کی اس پر سفید نشان لگتا جائے گا، یہاں تک کی دو قسمیں ہو جائیں گی، ایک سفید (سنگ سفید کی طرح اور چکنا کہ رہتی دنیا تک اسے کوئی نقصان نہیں دے سکتا) دوسرا کالا بھجنگا، کوزے کی مانند الٹا، یہ سوائے اپنی خواہش کے (جو اس میں رچ بس گئی ہے) نہ کسی بھلائی کو بھلائی سمجھے گا اور نہ برائی کو برائی سمجھے گا۔"

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ فتنے ایمان کی صحت اور مرض کیلئے مقیاس اور کسوٹی ہیں۔ جن قلوب میں فتنوں سے مقابلہ کی تب و تاب ہو، وہ صحت مند کہلائیں گے اور جن میں فتنوں سے

مصالحت کی استعداد ہو، وہ مریض الایمان ہونگے اور مرض بڑھ جانے کی صورت میں یہ لوگ ایمان سے محروم ہو جائیں گے، اہل فتنہ سے قتال ایمان کا بلند ترین مرتبہ ہے اور اس جہاد وقتال کیلئے چند اوصاف وصلاحتیں درکار ہیں۔

ایمانی حسن، فتنوں کی پہچان کی صلاحیت

سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے بس اس کا نام ایمانی حِس رکھوں گا اور یہ وہی چیز ہے جس کی طرف اوپر حدیث شریف میں اشارہ کیا گیا ہے یعنی جس طرح ہم آنکھ سے دیکھنے کا، کانوں سے سننے کا، زبان سے سے چکھنے کا کام لیتے ہیں۔اسی طرح مومن کے دل میں ایک ایمانی حاسّہ ہونا چاہیے جو فتنہ کی بوسونگھنے کی صلاحیت رکھتا ہواور ہر فتنہ کے رنگ وروپ کی تہہ میں چھپی ہوئی اصل حقیقت کو پہچان سکتا ہو اگر یہ ایمانی حِس موجود نہیں اور اس کے گرد وپیش فتنے منڈلاتے ہیں مگر اسے احساس نہیں تو سمجھنا چاہیے اس کا ایمان تندرست نہیں بیار ہے۔

ایمانی غیرت

دوسری چیز ایمانی غیرت ہے جس کے لئے فتنہ کی ناپاک بدبونا قابل برداشت رہے گی اور وہ بےقرار ہوکر پکار اٹھے اینقص الدین وانا حییٌ کیا میرے جیتے جی دین میں قطع و برید کی جائے گی؟ یہ امت کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے صدیق کا جملہ ہے جو اُن سے بے تابی کی اس حالت میں صادر ہوا تھا، جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے بارے میں ان سے نرم روی کی فرمائش کی تھی۔مؤمن میں اتنی غیرت ضرور ہونی چاہیے کہ وہ دین کو بگڑتا ہوا دیکھ کر بیتاب ہو جائے اور فتنہ کی سرکوبی کیلئے جو کچھ اُس سے بن پڑتا ہو کر گزرنے کیلئے آمادہ ہو جائے۔

بسالت اور شجاعت اور تعلق مع اللہ

بسالت وشجاعت ہے جو ایمانی غیرت کا مرکب بن کر آتش نمرود میں کود پڑے اور وہ وقت کے کسی بڑے سے بڑے فرعون وشداد کو خاطر میں نہ لائے، اللہ تعالیٰ سے قلبی تعلق اپنے ضعف وناتوانی پر نظر اور بارگاہ ربانی سے پیہم التجاء ہے، ان صفات کی حامل شخصیت حضرت اقدس شہید ناموس رسالت کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف کا ملہ سے نوازا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے وہ کام لیا جو عالم اسلام کی کئی صدیوں پر مشتمل عرصہ میں اتنا کام کسی اور نے نہیں کیا، ہر میدان میں میرے شیخ

شہسوار تھے اور وہ تن تنہا ان فتنوں سے لڑتے رہے، حضرت اقدس کی پوری زندگی عملی جہاد اور فتنوں کے تعاقب میں گزری اور اسی میدان میں شہید مظلوم مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا عثمان بن عفانؓ کی طرح مظلومانہ شہادت نصیب ہوئی۔ حضرت اقدس سیدی وسندی شہید ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ان بزرگوں میں سے تھے جن کی نظریں ہر دور میں گنی چنی ہوا کرتی ہیں۔ ان کی شخصیت کا شہرہ اس وقت چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ ان کے علمی وتحقیقی کارنامے اور اُن کی عملی جدوجہد پوری امت مسلمہ کے لئے بالعموم اور مسلمانان پاکستان کیلئے بالخصوص ہماری تاریخ کا گرانقدر سرمایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بیک وقت وسیع وعمیق علم، شگفتہ اور سیال قلم امت مسلمہ کے اجتماعی مسائل میں معتدل اور مدبرانہ فکر سے نوازا تھا۔ علمی، ادبی، سیاسی، معاشرتی، روحانی، جہادی، ثقافتی اور فلاحی ورفاہی میدانوں میں ان کی خدمات اظہر من الشمس ہیں، اُن کی تمام ملکات، دین کی صحیح خدمت اور امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کیلئے اس طرح استعمال ہوئیں کہ آج ہم سب کی گردنیں ان کے احسانات سے جھکی ہوئی ہیں، شہید ناموس رسالت جیسی علمی، تاریخی، تحقیقی شخصیت تو صدیوں میں ملتی ہے۔ بندہ اپنی ناقص سوچ میں تاریخ اسلام پر نظر ڈالتا ہے تو کئی صدیوں میں آپ جیسی عبقری شخصیت کا ملنا مشکل ہے۔

ذکاوت وذہانت

اللہ تعالیٰ نے میرے شیخ کو غیر معمولی ذکاوت اور قوت حافظہ عطا فرمایا تھا، جو کچھ پڑھتے یاد ہوجاتا تھا۔ ایک مرتبہ نہیں بار بار میرے شیخ ومرشد حضرت اقدس شیخ الحدیث مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو عجیب حافظہ عنایت فرمایا ہے کہ ہم اور دوسرے مدرسین دن رات مطالعہ کرتے ہیں اور مولانا صاحب دوسرے مشاغل اور مصروفیات کے ساتھ ساتھ اندورن ملک اور بیرون ملک کے اسفار سے تشریف لاکر اکوڑہ خٹک پہنچتے تو تدریس کے بغیر ماہی بے آب کی طرح تڑپتے تھے اور بہترین سبق پڑھاتے تھے، حضرت کو اگر موقع ملتا اور پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہتے تو دوسرے مدرسین کو شاگرد ہی نہ ملتے لیکن افسوس کہ حضرت کے دوسرے مشاغل کے وجہ سے فرصت نہیں ملتی تھی۔

میری مشاطگی کی کیا ضرورت حسن معنی کو
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنابندی

جامعہ حقانیہ میں تدریس اور درسی خصوصیات

شہید ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ علوم کی سند حاصل کرنے کے بعد ۲۵ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں بحیثیت مدرس مقرر ہوئے۔فنون کی ہر موضوع کی کتابیں خوب پڑھائیں اور ۱۹۶۰ء سے لیکر شہادت تک ۵۸ سال کے طویل عرصہ پر محیط تک جامعہ حقانیہ میں کتب احادیث پڑھاتے رہے۔

درسی خصوصیات

بندہ نے آپ سے جلالین شریف ۱۰ پارے، بخاری شریف جلد ثانی، ترمذی شریف جلد ثانی مع شمائل ترمذی شریف پڑھی۔ آپؒ کے درس میں حدیث شریف کی لغوی، اسنادی اور عالم اسلام کو درپیش مسائل اور ملکی و سیاسی حالات پر بحث ہوتی، درس قرآن و حدیث کو خوب شوق سے پڑھاتے، جلالین شریف کی عبارات کی صرفی، لغوی، نحوی اور ادبی انداز سے، بالخصوص قدیم و جدید عربی کے محققین کے حوالے دیکر طلباء کو سمجھاتے تھے۔ درس حدیث شریف کے دوران آپ حدیث شریف کا مفہوم وضاحت کے ساتھ اس طرح سمجھاتے کہ وہ طلباء کے ذہن نشین ہوجاتا۔مشکل مقامات پر اگر ضرورت ہوتی تو نحوی صرفی تحقیق بھی کرتے، دوران درس دلچسپ حکایات اور تاریخی واقعات سے بھی آگاہ فرماتے تھے، اخلاقی اور معاشرتی مسائل پر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ مغازی کے درس کا خاص لطف یہ تھا کہ حضرت اقدس عرب کے جغرافیہ سے واقف تھے، اس لئے مقامات جہاد کا جغرافیہ بڑی وضاحت سے بیان کرتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا عملی طور پر میدان جہاد میں اتر کر سب کچھ انجام دے رہے ہیں۔حضرت اقدس کا درس حدیث شریف اس شان سے ہوتا تھا کہ نظروں کو پھر وہ خوشگوار منظر کہیں نصیب ہی نہیں ہوا، وہ شیخ زمانہ جس کی دینی، ملی، سیاسی، سماجی، اصلاحی، انتظامی اور درسی خدمات کی کوئی حدنہ تھی وہ استقامت وثبات کا جبل اعظم تھا۔ مسند درس کو جب زینت بخشتا تو چہرے پر شگفتگی کے آثار نمایاں ہوتے، شخصیت اس قدر پرکشش اور دلربا ہوتی کہ دل انہی کی طرف کھنچے جاتے تھے، سال بھر درس میں حاضری دینے والے طالب علموں کے لئے حضرت کی ذات گرامی میں پہلے دن کی طرح نیا پن اور جاذبیت ہوتی تھی، طلبہ کے ہر قسم کے سوالات کا نہایت خندہ پیشانی سے تفصیلی جواب عنایت فرماتے، کبھی چہرے سے انقباض ظاہر نہ ہوتا۔

بندہ نے حضرت کے دروس کو قلم بند کیا تھا مگر افسوس کہ کوئی طالب علم میرے رجسٹروں کو لے گیا اور پھر واپس نہ کیا لیکن الحمدللہ برادر مکرم شیخ الحدیث مولانا اصلاح الدین حقانی صاحب نے

زین المحافل کے نام سے شرح شمائل کو مرتب فرما کر اور حضرت اقدس نے نظر ثانی کے بعد بہت اچھے انداز سے دو جلدوں میں شائع کیا، اللہ تعالیٰ میرے مخلص دوست کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ اسی طرح ترمذی شریف جلد ثانی کی ابواب الاطعمة والاشربة کی شرح ہمارے مخلص دوست مفتی مختار اللہ صاحب نے مرتب فرما کر شائع کی ہے، ہمارے دورۂ حدیث شریف کے سال آپ سینیٹ کے معزز رکن تھے، آپ اور مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مرحوم نے شریعت بل کے نام سے اسلامی قانون نافذ کرنے کیلئے بل پیش کیا تھا، بعض لوگ اُسے شرارت بل اور کیا کیا نام دے رہے تھے۔ مادر پدر آزاد عورتیں این جی اوز کے نمائندے اس کے خلاف پورے ملک میں مظاہرے کر رہے تھے۔ وکلاء ججز اس موضوع پر مناظرے ومباحثے کر رہے تھے۔ ایک بار درس حدیث میں ارشاد فرمایا کہ ایک جج نے مجھے کہا کہ مولانا صاحب! شریعت بل جب پاس ہوگا تو اس میں مجھ سمیت میری تین پشتیں برباد ہوں گی، میں خود جج ہوں میرا بیٹا جج ہے اور نواسہ قانون کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ اگر اسلامی قانون نافذ ہوا تو ہم کہاں جائیں گے؟ تو حضرت الشیخ نے فرمایا؛ ''میں نے اُن کو کہا، یہی عدالتیں ہونگی، آپ کے معاون اسلامی قانون کے ماہرین ہوں گے۔'' شریعت بل کے حق میں امام اہلسنت مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاون حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ، مفتی اعظم شیخ الحدیث مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا شیخ سلیم اللہ خان صاحبؒ نے ملک گیر بھرپور مہم چلائی اور جامعہ حقانیہ میں اس بل کے حق میں دورے اور مہم میں بار بار تشریف لاتے اور لاکھوں کی تعداد میں شریعت بل کے حق میں فارم چھپوائے اور روزانہ ڈاک میں ہزاروں فارم سینیٹ سیکرٹریٹ میں پہنچ جاتے تھے مگر افسوس کہ یہ بل منظور نہ ہوا۔ ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

بندہ پر شفقتیں

فراغت کے بعد یعنی ختم بخاری شریف کے دن بندہ کو دفتر ''الحق'' میں طلب کیا، فرمایا کہ میرے اور حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کی خواہش ہے کہ آپ جیسا مخلص شاگرد ہم اپنے آپ سے دور کرنا نہیں چاہتے لہٰذا آئندہ سال سے آپ جامعہ میں درس وتدریس اور مختلف خدمات انجام دیں گے، دس سال بہت وفاداری سے تم نے گزارے ہیں، اب آپ یہاں رہیں گے، (افسوس کہ والدین کی طرف سے اجازت نہ ملنے پر بندہ اس پیشکش سے محروم رہا) پھر بندہ کو طلب فرمایا، اُستاذ مکرم شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہ شارح صحیح مسلم کے ذریعے جامعہ فریدیہ اسلام آباد کے مہتمم حاجی اختر حسین مرحوم کے نام مکتوب گرامی از طرف حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ دیا گیا اور زبانی پیغام بھی ملا کہ آپ حاجی اختر حسین سے ملاقات

کریں، حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں کہ میں قومی اسمبلی کا ممبر ہوں لہٰذا تم وہاں بھی میری خدمت میں رہوگے اور جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف پڑھاؤ گے، ڈرو نہیں، ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں مگر افسوس کہ اس پر بھی عمل نہ کرسکا، حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ شہیدؒ نے مجھے پھر فرمایا کہ آپ آجائیں اور اپنی مادرِ علمی میں خدمات انجام دیا کریں لیکن افسوس کہ خانگی حالات کی وجہ سے اس پر عمل نہ کرسکا۔

دارالعلوم کی شوریٰ کی رکنیت

الحمدللہ بندہ نے اپنی طاقت کے مطابق جامعہ کی ہر خدمت انجام دی اور اب بھی حتی الوسع دے رہا ہوں تو حضرت شیخ شہیدؒ نے بندہ کو دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کا رکن بنایا، ہر سال اجلاس سے پہلے نظمائے کرام کی طرف سے دعوت نامہ آتا ساتھ ہی آپ کا فون بھی آتا کہ ضرور آجاؤ! دستار بندی کے موقع پر پھر دفتر سے مولانا حافظ فیض الاسلام یا ناظم مالیات جناب عالمگیر یا محمد عارف کی طرف سے فون آتا کہ حضرت الشیخ فرماتے ہیں کہ کھانا میرے ہاں ہوگا، دو سال پہلے بندہ دیر سے پہنچا پروگرام شروع تھا، ان نظمائے کرام صاحبان کے ذریعے سٹیج تک پہنچ گیا لیکن رش اور گرمی کی وجہ سے حضرت سے نہیں ملا۔ دوسرے دن بندہ نے حاضری لگانے کے لئے فون کیا، جب سلام کیا اور بندہ نے اپنا نام لیا تو فوراً فرمایا؛ کیا وجہ؟ کل تم غیر حاضر تھے، بندہ نے تفصیل پیش کی، خوب دُعاوں سے نوازا۔ الحمدللہ اکثر خدمت میں حاضری کے وقت بندہ پاؤں مبارک دبانے کیلئے بیٹھتا تو فرماتے؛ نہیں بیٹے! تم خود بڑے پیر ہو، اکثر متعلقین ساتھ ہوتے تھے، پھر اجازت عنایت فرماتے اور اُن لوگوں کو فرماتے ایاز بہت وفادار ہے، ہم سے بہت محبت رکھتا ہے، بندہ چپکے سے آپ کے پاؤں مبارک کا بوسہ لیتا تو آپ پر رقت طاری ہوتی اور فرماتے؛ بچو! ایسا نہ کرو، میں تو بہت گنہگار ہوں، بندہ بھی روتا رہتا تھا۔ گذشتہ مجلس شوریٰ کے اجلاس کے بعد برادرم مولانا عبدالمعبود حقانی اور بندہ دو تین گھنٹے آپؒ کے پاس بیٹھے رہے، راز ونیاز اور محبت وشفقت کی باتیں ہوئیں، ہمارے علاقے بٹگرام (شبقدر) میں ختم نبوت کانفرنس بندہ کی صدارت میں ہورہی تھی، حضرت الشیخ بھی تشریف لائے تھے، حضرت کے بیان سے پہلے مولانا عبدالمعبود سٹیج سیکرٹری حضرت اقدس کو عجیب والہانہ انداز سے دعوت خطاب دے رہے تھے اور بلا مبالغہ کم از کم ۲۰ یا ۲۵ منٹ تک آپ کی شخصیت کے مختلف گوشوں کو الہامی انداز سے ذکر کررہے تھے اور بندہ بمع دیگر فضلاء حقانیہ رو رہے تھے۔ شوریٰ کے اجلاس میں جب گئے، تو بندہ نے مولانا عبدالمعبود کا تعارف کیا کہ حضرت یہ وہ سٹیج سیکرٹری ہے تو فوراً حضرت نے حکم دیا کہ میری طرف سے تحفتاً ''خطبات مشاہیر'' دس جلد ان کو انعام میں دے دیں۔

جامع مسجد حقانیہ

جامعہ حقانیہ کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت عطا فرمائی ہے، حضرت الشیخ کی یہ دیرینہ آرزو تھی کہ مرکز علم جامعہ حقانیہ کی عظیم الشان مسجد ہو۔ جب مسجد کی تعمیر کا افتتاح ہوا، اس کے بعد شوریٰ کے اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا کہ جامعہ کے مشائخ بمع حضرت الشیخ اضلاع میں چندہ کی تحریک کے سلسلے میں تشریف لے جائیں گے، بندہ نے اجلاس میں حضرت الشیخ کی خدمت میں چارسدہ کے دورے کی دعوت دی، حضرت الشیخ بمع اساتذہ کرام تشریف لائے اور بہت کامیاب اجلاس ہوا، اُس وقت بھی چندہ ہوا۔ چارسدہ کی تینوں تحصیلوں کیلئے نگران حضرات کا تقرر ہوا۔ شبقدر میں معمر بزرگ سید السادات حضرت شیخ الحدیث مولانا سید عبداللہ شاہ برادرم مولانا عبدالمعبود حقانی مولانا یاسر جان حقانی، مفتی منصف حقانی مولانا عبدالوکیل حقانی اور دیگر علماء کے ذریعے شبقدر سے خطیر رقم جمع ہوئی۔

حضرت اقدس اکثر مجالس میں شبقدر کے علماء طلباء اور عام مسلمانوں کا شکریہ ادا کرتے تھے اور اسی وجہ سے شبقدر میں بار بار تشریف لائے۔ شبقدر سے جو بھی مدرسہ یا ساتھی حضرت کو دعوت دیتے تو حضرتؒ چپکے سے مجھے فون کرتے کہ تمہارے علاقہ کے یہ ساتھی آئے ہیں اور مجھے دعوت دے رہے ہیں، کیا کروں؟ میں دست بستہ عرض کرتا کہ حضرت! ضرور ان حضرات کو وقت عطا فرماویں، بہت خوشی اور بشاشت سے تشریف لاتے تھے۔ ہمارے سلسلہ کے نوشہرہ رسالپور کے بزرگ ساتھی الحاج چاچا محمد ریاض صاحب، چاچا محمد اسلام صاحب، بھی اکثر ملاقاتوں میں ساتھ ہوتے تھے، ایک بار آپؒ نے غصہ میں فرمایا کہ تمہارے شیخ حضرت مفتی صاحبؒ یہاں مراقبے ذکر و اذکار کرتے اور تم یہاں نہیں کرتے؟ بندہ نے ان بزرگوں کے مشورہ سے ایک روزہ مجلس ذکر کرائی، ختم خواجگان شریف کیا، مراقبات کئے، طلباء بھی اس میں شریک ہوگئے۔ دفتر کے ساتھیوں نے حضرت کو رپورٹ دی، بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ شارح صحیح مسلم میرے شیخ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے آپ کی سوانح حیات دو ضخیم جلدوں میں لکھی اور غالباً اسلامی تاریخ میں یہ بہت کم ہوا ہوگا کہ کسی زندہ شخصیت پر اتنی ضخیم کتاب دو جلدوں میں لکھی گئی ہو۔ اللہ حضرت حقانی صاحب کی عمر صحت میں مزید برکتیں عطا فرماوے۔ آمین! حضرت شہیدؒ کے تفصیلی حالات و سوانح پر برادرم مولانا راشد الحق سمیع ''الحق'' کا عظیم تاریخی نمبر مرتب کر رہے ہیں، برادرم مولانا راشد الحق سمیع اپنے عظیم والدؒ کے علمی، قلمی و تعمیراتی کاموں کو احسن طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں اور گزشتہ تین دہائیوں سے الحق کی ادارت اپنے والد صاحبؒ کی زندگی میں کامیابی سے نبھا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ دارالعلوم اور اسکے تمام شعبے ''الحق'' اور حضرت کی اولاد و احفاد کو اپنی امان میں رکھے اور انہیں میرے دونوں شیوخ کیلئے صدقہ جاریہ بنائے (آمین)

مولانا ثمیر الدین قاسمی، مانچسٹر
شارح ہدایہ وقدوری

مولانا شہیدؒ سے ملاقات کا ایک خوبصورت منظر

- ...... آتش شوق میں یہ سوچتا رہا کہ کچھ دیر اور ہم کلامی رہتی تو کچھ اور استفادہ کرتا
- ...... اس طرح محو گفتگو رہے، جیسے کوئی دیرینہ دوست ہو
- ...... دیر تک علمی باتیں ہوتی رہیں، پوری نقاہت کے باوجود وہ ہشاش بشاش رہے
- ...... اور مشفقانہ انداز میں گفتگو کرتے رہے

مولانا مفتی ثمیر الدین قاسمی صاحب انگلینڈ کے بزرگ عالم دین، لائق مدرس، متون کی شرح و توضیح میں باکمال شارح، فقہ ومیراث میں یکتا، میراث کی تفہیم اور فوری تقسیم میں ماہر، اہل علم کے لئے علمی تدریسی حوالے سے ایک مقتداء وپیشوا۔(ادارہ)

گزشتہ ماہ کسی سلسلے میں حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے برادر زادہ اور داماد حضرت مولانا عرفان الحق حقانی سے واٹس ایپ پر رابطہ ہوا تو موصوف نے مجھے اپنے تایا جان کے متعلق کچھ لکھنے کا کہا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میری تو ایک ہی ملاقات ہوئی ہے، جس پر انہوں نے کہا کہ اسی ایک ملاقات کو قلم بند کر دیجئے! ۲۳ مارچ ۲۰۱۷ء کو میں عمرہ کے لئے گیا تھا اور اس وقت میں مسجد نبویؐ میں تھا، ظہر کی نماز کے بعد پاکستان کے ایک اہم اور مشہور مفتی صاحب سے محو گفتگو تھا کہ اچانک مجلس میں کسی نے خبر دی کہ حضرت مولانا سمیع الحقؒ صاحب مسجد نبویؐ میں نماز ادا کر رہے ہیں، حضرت کی خدمات سے میں واقف تھا اور ان کی علمی قد وقامت بھی میرے ذہن میں رچی بسی ہوئی تھی لیکن یہ پہلی ملاقات تھی، میں نے ان کو کبھی دیکھا نہیں تھا، اس لئے ایک صاحب سے کہا مجھے حضرت سے ملاقات کرائیں کیونکہ میں انگلینڈ رہتا ہوں اس لئے شاید دوبارہ ملاقات نہیں ہو پائے گی، ملاقات کا شوق اتنا تھا کہ اس بڑے مفتی صاحب سے قطع کلامی کی اور حضرت کی ملاقات کیلئے سبک رفتاری سے چل پڑا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت مسجد نبویؐ سے باہر

چلے جائیں اور یہ من و سلویٰ دوبارہ ہاتھ نہ آئے۔اس وقت میں اس مفتی صاحب کو اپنی نادر کتاب ثمرۃ المیراث جس میں نئی ٹیکنالوجی سیٹ کی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے مناسخہ جیسا مشکل مسئلہ صرف دس منٹ میں حل ہو جاتا ہے اور عام حساب بھی صرف سات منٹ میں حل ہو جاتا ہے اور جائیداد بھی تقسیم ہو جاتی ہے، یہ ایک عجیب کتاب تھی جو اس مفتی صاحب کے ہاتھ میں دے دی تھی اور مفتی صاحب اس کے بہت متمنی بھی تھے لیکن میرے پاس صرف دو ہی نسخے تھے اور حضرت مولانا سمیع الحقؒ کو دینے کے لئے بے تاب ہو گیا تھا، اس لئے یہ دی ہوئی کتاب بھی مفتی صاحب کے ہاتھ سے لے لی اور حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کو دینے کے لئے تیزی سے چل پڑا، حضرت مولانا سمیع الحقؒ سے ملاقات ہوئی، حضرت مولانا اس وقت بیمار چل رہے تھے اور ویل چیئر پر تھے، میں نے اپنا تعارف کرایا اور دیر تک علمی باتیں ہوتی رہیں، پوری نقاہت کے باوجود وہ ہشاش بشاش رہے اور مشفقانہ انداز میں گفتگو کرتے رہے۔

حضرت مولانا ایک عظیم مدرسے کے عظیم مہتمم تھے، سیاسی میدان میں بھی آپ نمایاں حیثیت رکھتے تھے، آپ کی خدمات بہت روشن تھیں، اس کے باوجود اس طرح محو گفتگو رہے، جیسے کوئی دیرینہ دوست ہو اور کئی سرگوشیاں چھوٹی ہوئی ہوں، جن کو آج ہی پوری کرنی ہو، وقت کی قلت اور نقاہت کے باوجود وہ ناچیز سے علمی اور سیاسی گفتگو کئے جا رہے تھے اور میں اپنی کم علمی اور کم عمری کی وجہ سے شرمندہ تھا کہ حضرت کا وقت لے رہا ہوں بلکہ لیتے جا رہا ہوں لیکن بہت کام کی چیزیں تھیں اور تجربات کے خزانے سے بکھرے ہوئے موتی تھے، اس لئے میں بھی دوزانو ہو کر محو سماعت تھا، کچھ دیر کے بعد خادم نے ویل چیئر کو سرکایا اور مجھ سے اشارے سے کہا کہ حضرت کو کسی اور جگہ بھی جانا ضروری ہے اور اس کا وقت نکلتا جا رہا ہے میں رفاقت اور استقبال کیلئے مسجد کے دروازے تک آیا اور دیر تک اس جبال العلم کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا اور آتش شوق میں یہ سوچتا رہا کہ کچھ دیر اور ہم کلامی رہتی تو کچھ اور استفادہ کرتا لیکن دوبارہ یہ موقع نہ مل سکا اور مزید استفادے کی حسرت دل ہی میں رہ گئی اور آخر اخبار میں یہ خبر چھپی کہ حضرت کو کسی ناہنجار نے شہید کر دیا اور اتنی بڑی علمی شخصیت کی قدر نہیں کی اور استفادے کے بجائے راستے سے ہٹا دیا۔اس خبر کو سن کر مجھ جیسے طالب علم کو بہت قلق ہوا اور اس کی تپش آج تک موجود ہے۔

اے ہم نفسان محفل ما رفتید ولے نہ از دل ما

اللہ تعالیٰ حضرت کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور ان کی عظیم خدمات کا صلہ اپنی شایان شان عطا فرمائے...... ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

مفتی احسان الرحمٰن عثمانی
مدیر ماہنامہ ''العصر'' جامعہ عثمانیہ پشاور

شہید مظلوم کی داستان

- ...... حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی حیات و خدمات
- ...... وزیر اعظم کو اپنی آخری ملاقات میں آسیہ ملعونہ کی شرعی سزا برقرار رکھنے کا مشورہ
- ...... آپ کا آخری سفر بھی سعادتوں سے لبریز تھا۔

مولانا احسان الرحمٰن عثمانی صاحب، جواں سال فاضل، صاحبِ علم و قلم اور جامعہ عثمانیہ پشاور کے آرگن ماہنامہ ''العصر'' کے مدیر شہیر ہیں، جامعہ حقانیہ کے قدیم فاضل و مدرس حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب کے فرزند دلبند ہیں، انہوں نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے علمی اور روحانی آنگن میں آنکھ کھولی، یہیں پڑھتے اور آگے بڑھتے رہے، یہاں کے مشائخ و اکابر، اساتذہ سے گہری عقیدت اور محبت رکھتے ہیں، جب بھی کچھ لکھتے ہیں تو جامعہ حقانیہ، مؤسس و بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، شہید ناموسِ رسالتؐ مولانا سمیع الحق، یہاں کے اکابر اساتذہ، حتیٰ کہ اپنے والد گرامی کے معاصرین بالخصوص مولانا عبدالقیوم حقانی اور مولانا محمد ابراہیم فانیؒ کے تذکرے کی راہ بھی نکال لیتے ہیں، قلم و کتاب اور تحریر کے میدان کے شہسوار ہیں، اُردو ادب اور قلم میں بلا کی شگفتگی و دلدوزی ہے، آپ کی تحریروں میں علم و روحانیت، فکر و بصیرت اور تحقیق و کاوش کے جوہروں کیساتھ ادب کی چاشنی اور اسلوب کی دلآویزی چمکتی نظر آتی ہیں، آپ جواں سال اور بے مثال عالم باعمل ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی ادبی و تحریری صلاحیتیں، دینی فہم اور تفہیم کا ملکہ عطا فرمایا ہے اور حالات کا شعور بھی، جس کا بیّن ثبوت ان کا پیش نظر مقالہ ہے، قارئین پڑھیں گے تو انہیں بھی لذتِ قلب نصیب ہو جائے گی...... (ادارہ)

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خون جن کا حرم سے بڑھ کر

۲ر نومبر ۲۰۱۸ء بمطابق ۲۲ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ کو دیوبند ثانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کے مہتمم ورئیس ،جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ ،دفاع پاکستان اورافغانستان کونسل کے چیئرمین، جہاد افغانستان کے سرخیل، ملی تحریکوں کے میر کارواں، ہزاروں علماء اوراہل علم کے استاذ وشیخ ،مفسر ومحدث حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کوملک کے دارالخلافہ کے قریب بحریہ ٹاؤن راولپنڈی میں واقع ان کے گھر میں نہایت ہی خفیہ منصوبہ بندی سے ظلم وبربریت اورتشدد کی انتہاء کے ساتھ بڑی بے دردی سے شہید کردیا گیا، سب سے بڑھ کر المناک پہلو یہ ہے کہ موصوف کوشقی القلب نے۸۲ سالہ پیرانہ سالی میں بندوق وپستول کی بجائے خنجر اورچاقوؤں سے بدن کے مختلف مقامات پر گہرے زخم دے کر شہید کیا، مجھے یقین ہے کہ آپ کی روح ملاء اعلیٰ کوپرواز کرگئی تو وہاں فرشتے صف بستہ ہوکراس مظلوم شہید کوزندگی کے آٹھ عشروں پر محیط بے قراریوں کے حوالے سے خراج تحسین ، استقبال،خوش آمدیداورخیرمقدم کہہ چکے ہوں گے اللھم اغفرہ وارحمہ ولاتعذبہ

حضرت شیخ رحمہ اللہ کوایک ایسے وقت میں شہید کیا گیا جب ملک بھر میں عوام کی ایمانی غیرت وحمیت ناموس رسالتؐ کے حوالے سے آسیہ ملعونہ کی سزائے موت سے رہائی پر سراپا احتجاج بنی ہوئی تھی۔حضرت شیخ رحمہ اللہ کورہائی کے فیصلے سے متعلق حکومتی مؤقف کا پہلے سے اندازہ ہو چکا تھا جس کے بارے میں شہادت سے ایک دن قبل دارالعلوم حقانیہ کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کے دوران اظہار کر چکے تھے۔آپ نے برملا فرمایا کہ وزیراعظم نے ملاقات کے دوران مجھ سے دریافت کیا کہ آسیہ ملعونہ کے بارے میں کیا حکمت عملی اختیار کی جائے ؟ میں نے برجستہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخروئی پانے کے لیے بغیرکسی خوف وملامت کے پنجاب ہائی کورٹ کے مطابق سزاکوبرقرار رکھاجائے ،حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے سونگھی ہوئی قوتوں کے ارادے اس حوالے سے کچھ بہتر دکھائی نہیں دیئے،حضرت شیخ رحمہ اللہ اولین شخصیت ہیں جنہوں نے سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے بعد پہلی فرصت میں اپنے ادارے کے سامنے واقع جی ٹی روڈ پر ہزاروں افراد کی موجودگی میں پرامن احتجاج ریکارڈ کیااورکیوں نہ کرتے ،موصوف کی ساری زندگی پرخطراور خاردار جھاڑیوں پر ہی گزری کیونکہ آئے روز ملک اور بیرون ملک طرح طرح کے ہتھکنڈوں کے خلاف آپ ننگی تلوار بن کر میرکارواں بنتے نظرآئے ،اس دوران گرفتاریاں،نظر بندیاں یاپھرجیل کی سلاخیں آپ کی جبل استقامت میں رکاوٹ نہ ڈال سکیں ۔آپ کا آخری سفربھی سعادتوں سے لبریز تھا کیونکہ موصوف شہادت سے ایک دن قبل ہشت نگر ضلع چارسدہ میں عوامی اجتماع سے خطاب کے دوران ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے لیے غیورعوام سے جان کی بازی کے وعدے لے چکے،

پھر اگلے دن جمعۃ المبارک کو آپ نے اسلام آباد میں ناموس رسالتؐ کے حوالے سے مظاہرے میں شرکت کیلئے رخت سفر باندھا، مگر شاید عمر بھر کی بے قراری کو قرار آنے کا وقت آ پہنچا تھا کہ جمعۃ المبارک میں عصر کے قیمتی لمحات کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ چکے ......

اے اجل تجھ سے یہ کیسی نادانی ہوئی

پھول وہ توڑا جس سے چمن میں ویرانی ہوئی

حضرت شیخ رحمہ اللہ سے مجھ کو کئی حوالوں سے نیاز حاصل تھا۔ سب سے پہلے تو آپ میرے والد مکرم حضرت شیخ الحدیث مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی کے شفیق استاذ، مربی اور محسن تھے۔ چنانچہ حضرت والد ماجد مدظلہ نے ''روشن چراغ'' میں جہاں اپنے اساتذہ کرام کے سوانح عمری ترتیب دیئے تو ایسے میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے بارے میں یوں فرمایا:

عجیب اتفاق ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ سے استفادہ صرف آپ کی ذات تک محدود نہیں بلکہ آپ کی اولاد میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا انوارالحق صاحب دامت برکاتہم سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے میں نے جلالین جلد دوم اور موطائین کے چند اسباق پڑھے ہیں، صرف یہ نہیں کہ تدریس کے ایام میں پوری سرپرستی فرمائی بلکہ علمی ترقی میں آپ نے میری بہت مدد کی جہاں کہیں کسی کتاب کا ملنا مشکل ہوتا، آپ سیاسی بصیرت اور حکمت عملی سے اس کو ممکن بناتے، آپ کی توجہ کی برکت سے لکھنے سے مناسبت پیدا ہوئی اور آپ کی کوششوں سے جامعہ از ہر جا کر وہاں کے تعلیمی نظام سے آگاہی ہوئی بلکہ جہاں کہیں جس میدان میں سیکھنے کے مواقع دیکھے مجھے بچوں کی طرح وہاں سے استفادہ کا موقع فراہم کیا، عصری تقاضوں کی اہمیت کا احساس آپ نے دلایا۔ آپ نے تعلیمی، تدریسی اور تصنیفی میدان میں میری تربیت کی، گویا اصلاحی تربیت اگر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے دامن تربیت سے ملی تو لکھنے پڑھنے کے گر آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم نے سکھلائے۔ صرف یہ نہیں کہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا حسن سلوک حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی زندگی میں تھا بلکہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی رحلت کے بعد آپ کی توجہات میں اور بھی اضافہ ہوا۔ دارالعلوم حقانیہ کے زمانہ تدریس کے اٹھارہ سالوں میں جو وسعت ظرفی میں نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ میں پائی تھی اس

کا مشاہدہ میں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کے رویہ میں کیا، چنانچہ ''جامعہ عثمانیہ پشاور'' ان اکابر کی توجہات کی برکت ہے۔ (روشن چراغ: ۲۲۷)

مزید دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ مولانا عبد الحق نور اللہ مرقدہ نے ایک موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے فرمایا کہ ''مولانا غلام رحمانی کو ''ترمذی ابواب التفسیر'' کا حصہ دے دو، آپ نے فیاضی سے کام لیتے ہوئے اسی سال ''ترمذی ابواب التفسیر'' کے چند ابواب پڑھانے کو دیئے، دورۂ حدیث سے نسائی کا رابطہ اتنا مستحکم ثابت ہوا کہ دوسرے سال میری کم علمی کے باوجود مجھے ''ابوداؤد'' مل گئی، جس میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت فیوضہم کی حکمت عملی اور حضرت مولانا انوار الحق صاحب دامت برکاتہم کی مخلصانہ حمایت نے ناممکن کو ممکن بنا دیا، تربیتی، تعلیمی ترقی اور ہر عملی میدان میں موقع دینے کے علاوہ مشکل مواقع پر آپ نے میری مالی مدد بھی کی، صرف آپ نے نہیں بلکہ آپ کی اس سنت متواترہ کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم نے بھی مسلسل جاری رکھا، دارالعلوم حقانیہ میں قیام کے دوران حضرت شیخ اور آپ کے گھرانے نے مجھ پر احسانات کی بارش کر دی جس کا میں تاحیات احسان مند رہوں گا۔'' (روشن چراغ: ۲۱۸)

حضرت والد مکرم مدظلہ ۱۹۹۶ء میں جب دارالعلوم حقانیہ سے استعفیٰ دے کر رخصت ہو رہے تھے تو اس موقع پر حضرت شیخ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''مجھے اقرار ہے کہ میری نااہلیت اور کمزوری کے باوجود آپ نے ہمیشہ میری کمزوریوں سے چشم پوشی کی اور درگزر فرمایا، آپ نے ذاتی طور پر دوران تدریس میری جو حوصلہ افزائی کی اس سے چشم پوشی کرنا بڑی ناشکری ہے، تدریس کے پہلے سال آپ نے خصوصی شفقت فرما کر اپنی زیرِ درس کتاب ہدایۃ صلوٰۃ میرے حوالہ کی اور ۱۹۸۵ء میں اپنی زیر درس کتاب ترمذی شریف میں قربانی کا مظاہرہ فرما کر ابواب التفسیر میرے حوالہ کی، یہی دو مراحل میری علمی زندگی کا سہارا ہے جو آپ ہی کی وجہ سے معرض وجود میں آیا۔ خدا گواہ ہے کہ دارالعلوم حقانیہ سے عقیدت و محبت اور تعلق کی وجہ سے آج یہ فراق میرے لیے موت سے کم نہیں۔ آج ان سطور کے لکھتے وقت باطنی کیفیت اور ظاہری حالت پر ایک خدا گواہ ہے، وہی اس کیفیت کی حقیقت سے خوب واقف ہے۔'' (روشن چراغ: ۲۸۳)

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
وہ سب پود انہی کی لگائی ہوئی ہے

مزید چونکہ میں خود بھی دارالعلوم حقانیہ کے احاطہ میں بچپن کے دس سال گزار چکا ہوں، جس

دوران میں نے قرآن مجید کا بیشتر حصہ ضبط کیا، اس دوران اگرچہ فہم وشعور کا وہ دور تو نہیں تھا کہ جس سے حضرت شیخ رحمہ اللہ کی شخصیت، مقام و مرتبت سے آگاہی ملتی مگر حضرت شیخ رحمہ اللہ کے خلوت کدہ میں یا پھر دارالعلوم اور مسجد کے احاطہ میں آمنا سامنا کرتے وقت آپ کی شفقت بھری نگاہوں کو ایسے بھانپ لیا ہے کہ آج بھی وہ نقوش میرے قلب و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں۔ ہمیشہ سر پر دست شفقت رکھتے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے، چند سال سے جب میں نے ماہنامہ ''العصر'' پشاور کے ادارتی صفحات پر تحریر کا آغاز کیا اس دوران آپ کی بے پناہ حوصلہ افزائی شفقت ومحبت کے حسین جملے میری زندگی کا گراں قدر سرمایہ ہیں۔ ایک موقع پر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن اور مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب میں بے شمار خوابیدہ صلاحیتیں تھیں، صرف ایک ماحول اور پلیٹ فارم مہیا کرنے کی ضرورت تھی، بحمدللہ دارالعلوم کے ''مؤتمر المصنفین'' کے ادارے سے ان کی صلاحیتوں میں خوب بہار پیدا ہوئی، کبھی کبھار میں آپ کی تصانیف پر روزنامہ صبح پشاور کے اسلامی ایڈیشن میں تذکرہ کرکے آپ کو بھیج دیتا، یا پھر جب سوال وجواب کا کالم پڑھتے تو موقع پر ہی اپنے موبائل فون پر ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ حوصلہ، ہمت وعزم کے مسلسل کلمات ارشاد فرماتے۔ آج میرے قلب و دماغ پر آپ کی اصاغر نوازی، بلند پایہ علمی وعملی اخلاق کے مظاہر پر بے ساختہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے فراق میں آنکھیں اشک بار ہیں۔ گویا اگر دارالعلوم میں میرے والد مکرم کو تحریری میدان میں آپ کی سرپرستی حاصل رہی تو اس کے چند زاویے بشکل آپ کے مسلسل حوصلہ افزائی اور دعاؤں کی بدولت مجھے بھی حاصل رہی، یوں آپ کی طرف براہ راست شرف تلمذ کی نسبت کرنے میں حق بجانب ہوں، مزید حضرت شیخ رحمہ اللہ کی کرم نوازی اور اثر رسوخ کی بنا پر کئی بار حرمین شریفین کی سعادت حاصل کرنے میں سہولت وآسانی بھی رہی۔ حق تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت النعیم میں بدلے نصیب فرمائے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ جامعہ عثمانیہ پشاور سے متعلق گراں قدر جذبات رکھتے تھے، ہمیشہ یہاں کے نظم ونسق پر رطب اللسان رہتے۔ باوجود اس کے حضرت والد مکرم مدظلہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے خوشہ چین تھے۔ آپ اور آپ کے والد مکرمؒ سے ہی سب کچھ سیکھ چکے تھے مگر بایں ہمہ آپ اپنے تلامذہ اور آبنائے جامعہ کی کارکردگی پر ہمیشہ فخر کرتے، انہیں حوصلہ بخشتے اور آگے بڑھنے کی جرأت دیتے۔ آپ کی وسعت ظرفی اور فراخ دلی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نظم ونسق سے متعلق انقلابی تبدیلیوں کے لیے حضرت والد مکرم مدظلہ العالی کی مشاورت حاصل

کی اور جامعہ عثمانیہ جیسا نظم اپنانے کی خواہش ظاہر کی، ایسا ہی یہ آپ کا جامعہ عثمانیہ کے نظام پر اطمینان کا ایک ثبوت تھا کہ اپنے دوجگر گوشوں مولانا اسامہ سمیع اور مولانا خذیمہ سمیع سلمہما الرحمٰن کو جامعہ میں زیر تعلیم رکھا۔ کئی محافل میں میرے سامنے جامعہ کے بارے میں اور حضرت والد مکرم مدظلہ کے حوالے سے جن بلند پایہ خیالات کے ساتھ تذکرہ کیا وہ یقیناً آپ کا طرۂ امتیاز اور آپ ہی کا حصہ تھا۔ فتاویٰ عثمانیہ کے مقدمہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اپنے قلبی تاثرات کا یوں اظہار فرمایا:

''آج سے تقریبا ۱۵۔۲۰ سال قبل جب مفتی غلام الرحمٰن صاحب نے اپنے ادارے جامعہ عثمانیہ کی بنیاد رکھی تو تھوڑے ہی عرصہ میں اس کو بلندیوں تک پہنچادیا۔ آپ کی انتھک کوششوں سے اس جامعہ کا دارالافتاء بھی ملک بھر کے بڑے بڑے اور با اعتماد دارالافتاؤں میں شمار ہونے لگا جہاں کے جاری شدہ فتاویٰ نہ صرف عوام الناس، علماء اور علمی حلقوں میں داد تحسین حاصل کر چکے ہیں بلکہ عدالتی حلقوں میں بھی اس کو سند اعتماد اور قبولیت حاصل ہو چکی ہے، مفتی صاحب کی گونا گوں صلاحیتوں، عزم و جزم اور جوش عمل نے مفتی صاحب سے ان ۱۰ جلدوں کی تدوین و ترتیب کی شکل میں ایک اکیڈمی کا کام لیا۔

۲۰۰۲ء کو ادارہ موتمر المصنفین کے زیر اہتمام فتاویٰ حقانیہ چھپنے کے بعد حضرت شیخ نے میرے والد مکرم مدظلہ کو ''فتاویٰ حقانیہ'' کا مکمل سیٹ بمع مکتوب بھیجا جس میں آپ نے فرمایا: ''آج فتاویٰ حقانیہ کی ترتیب آپ کا دارالعلوم میں مسلسل کوششوں کا ایک ثمرہ ہے جس کا ہمیں اعتراف ہے۔''

مجھے ایک موقع پر حضرت مولانا انوار الحق صاحب نے فرمایا کہ آپ کے والد مکرم ہمارے پانچویں بھائی ہیں، یہ تمام تر مراسم علمیہ، شفقت و محبت کے یہ حسین جذبات آج ہمیں آپ کے داغ مفارقت اور بیدردی کے المناک شہادت پر خون کے آنسو رلانے پر مجبور کر رہے ہیں اور آپ کی شہادت کی تصویر دیکھ کر گویا ہمارا کلیجہ پھٹ رہا ہے۔

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا

حضرت شیخ رحمہ اللہ کو قدرت نے بلند قد و قامت، سفید مائل بہ سرخ چہرہ، اعضاء کا خوبصورت توازن اور فکر و نظر کی بلندی سے نوازا تھا۔ چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے میں سادگی اور ملنساری نے آپ کو مزید عظمتیں بخشی تھیں، تکلف و تصنع سے دور، آپ کی دھاری دار پگڑی، موسم کے لحاظ سے مناسب چغے کا اہتمام آپ جیسی کرشماتی شخصیت کا خاصہ تھا۔ موصوف بلند پایہ مقام، ذمہ داریاں،

مناصب وفرائض کیساتھ وابستہ مصروفیات کے باوجود آپ کے پاس آنے والا شخص آپ میں اپنائیت اور مکمل توجہ کے وہ اثرات محسوس کرتا جس سے یہ شبہ ہوتا کہ شاید حضرت کو اس سے تعلق میں مدتیں بیت گئیں ہیں۔ قدرت نے آپ کو علم وحلم، صبروتحمل، معاملہ فہمی اوراعلیٰ درجے کی وسعت ظرفی سے نوازا تھا۔ چنانچہ ملک وملت کے بیشتر پیچیدہ مسائل کے حل میں آپ کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا، اتحاد اورامن کے نصب العین تک پہنچنے میں آپ کا کلیدی کردار رہا ہے، دارالعلوم حقانیہ میں ادارتی امور سے متعلق کئی فیصلوں میں آپ کی وسعت نظری، دوراندیشی اورمناسب حکمت عملی کا بارہا مشاہدے نے آپ کی حقیقی عظمت کو آشکارا کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنی زندگی کے آٹھ عشرے مکمل کرنے کے بعد نویں عشرے میں داخل ہو چکے تھے، بیاسی بہاریں دیکھ کر بھی آج بحمداللہ نئی نسل اورنوجوان طبقے کو اپنے عزم وہمت اور بلند پایہ مقاصد کے حصول میں مسلسل متلاشی ہونے کے باعث ایک آئیڈیل، ماڈل اورایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ حضرت کی ذات اقدس سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ آپ نے بچپن کے اس زمانے میں جس میں عام طور پر بچے کھیل کود اورشعور کی عدم پختگی کی وجہ سے لایعنی مشاغل میں مصروف عمل رہتے ہیں، آپ نے ایسے ہی لمحات میں قلم وقرطاس سے اپنا رشتہ جوڑے رکھا، روزنامچہ کی ڈائری سے قلم پکڑنے کو اپنا معمول بنایا، آج اگرایک جملہ لکھتے وقت سوچ وبچار سے کام لیا تو اگلے دن اس کو بے دھڑک اور جرأت کے ساتھ تحریر فرمایا، کبھی اگرلفظوں کے انتخاب میں مشکلات کا سامنا کیا تو چند صفحات کے بعد الفاظ صف بستہ رہے اورموقع کی مناسبت سے انتخاب کا عمل شروع ہوا، اسی طرح اگر آج ایک شخصیت پر لکھتے وقت مناسب تعبیرات نہ ملیں تو اگلے دن ہرایک کو اس کی مرتبت میں اتارنے کے سلیقے جان گئے نیز اگرکسی خبر کو تحریر کا جامہ پہنانے میں ایک دن قلب ودماغ ساتھ نہیں دے رہا تھا تو ایک ایسا مرحلہ بھی آیا کہ ہرقسم کی تحریر میں بے تکلفی، ادبی بانک پن اور بے ساختہ لکھنے کا ملکہ عروج پر پہنچا، نوعمری میں تحریری ذوق نے آپ کی سطور میں وہ نکھار پیدا کیا کہ جو آج قاری کو اردوادب کی گہرائی، جملہ کی ساخت اورتعبیر کے سلیقوں سے روشناس کراتا ہے۔ آج اگرآپ نے اپنی تالیفات میں اسلام اورعصرِ حاضر، میری علمی اورمطالعاتی زندگی، کاروان آخرت، ایوان میں شریعت بل کا معرکہ، قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ، صلیبی دہشت گردی (مختلف انٹرویوز) اسلام کا نظام اکل وشرب، زین المحافل شرح شمائل، اسلامی معاشرے کے لازمی خدوخال، مکتوبات مشاہیر، خطبات مشاہیر، War of Ideology وغیرہ میں تدوین وترتیب کی نئی روایت کی داغ

بیل ڈالی تو اس میں بنیاد کا پتھر وہی ڈائری ہے جو بظاہر بے ربط جملوں، کہانیوں اور ملفوظات سے لبریز ہے مگر آپ نے اس کو بچپن کی اُن معصوم چاہتوں کے زمانے میں تحریر کیا کہ جہاں طبعی چاہتوں پر فرشتے بھی آمین کہتے ہیں چونکہ آپ سے مستقبل میں اللہ نے ماہنامہ ''الحق'' اور ادارہ ''مؤتمر المصنفین'' کی شکل میں امت کی رہبری ورہنمائی کا کام لینا تھا جس کیلئے بغیر وقت ضائع کیے قدرت نے ڈائری لکھنے کا پروان چڑھایا اور ایک غیبی انتظام فرمایا اور وقت کی اس قدر دانی نے آج آپ کی تحریر کو سکہ رائج الوقت اور معیار کی کسوٹی پر اتارا، کوئی شک نہیں کہ تحریر کا یہی نکھار ڈائری کے مسلسل عمل ہی سے ممکن ہوا۔

آپ نے اپنی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء میں لکھی تھی، اس وقت آپ نے حضرت شیخ رحمہ اللہ، ادارہ دارالعلوم حقانیہ اور ملک بھر میں مختلف النوع واقعات پر اپنے نقوش مرتب کر کے خاصی تاریخ رقم کی، آج اس کی ۸۱ ویں قسط ماہنامہ ''الحق'' جنوری ۲۰۲۱ء میں شائع ہو چکی ہے، جس سے گویا قاری اپنے آپ کو حضرت شیخ مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی مجلس کا دیدہ سمجھتا ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے بچپن کے اُس زمانے میں والد مکرم کے نام ہمہ جہت شخصیات کی طرف سے آنے والے خطوط کو پڑھ کر نہ صرف جمع کیا بلکہ اسے متاعِ عزیز جان کر محفوظ کیا اور ''مشاہیر بنام مولانا عبدالحق'' کے نام سے شائع کر کے اہل علم کی جانب سے خوب داد اور پذیرائی حاصل کی، جس کے بارے میں آپ اس کے مقدمے میں لکھتے ہیں، بچپن میں میری توجہ کا مرکز حضرت والد مکرم کے سرہانے لٹکا ہوا وہ سبز تھیلا ہوتا تھا جس میں حضرت کے پاس آنے والے خطوط کا مجموعہ ہوتا تھا، میں ان خطوط کو اس زمانے میں بڑے شوق سے پڑھتا تھا اور اس دوران اکابر اہل علم اور دیگر متنوع شخصیات کی حضرت کے ساتھ عقیدت ومحبت کے جذبات، تعلقات اور دیگر کئی چیزیں استفادہ کو ملتیں، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے اس شغف کے حوالہ سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ عموماً ایسی عمر میں بچے زیادہ تر والد سے کپڑوں، ٹافیوں اور کھلونوں وغیرہ کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن آپ نے عین اس زمانہ میں بھی قلم وقرطاس اور نقوش وحروف میں زیادہ دلچسپی لی، آپ نے حضرت شیخ کے نام اور بعد میں اپنے نام کے ان تمام خطوط کے ذخیرہ کو ''مکتوبات مشاہیر'' کے نام سے چھپوا کر برصغیر پاک وہند میں بالخصوص اور علمی دنیا میں بالعموم تحریر کی دنیا میں نہ صرف اضافہ کیا بلکہ اہل قلم کو نئے گروں سے آگاہی کے مواقع فراہم کیے، اسی طرح خود آپ نے اپنے نام کے دنیا بھر سے آئے ہوئے مختلف مکاتب فکر سے وابستہ شخصیات اور مختلف الجہات خطوط کو یکجا کر کے آٹھ ضخیم جلدوں میں ''مشاہیر بنام مولانا سمیع الحق'' شائع کر کے تقریباً پون صدی کے علمی، ثقافتی اور تاریخی ریکارڈ کو محفوظ رکھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان ضخیم جلدوں کی ترتیب وتالیف ،عنوانات وحواشی مرتب کرتے وقت حضرت کوکن کن صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا ہوگا اوراس سے بڑھ کرسب سے زیادہ مشقت کا باعث یہ ہے کہ پون صدی پہلے کے خطوط کو ہرقسم کے دیمک سے حفاظت میں رکھنااورآج ان کو پذیرائی دینا 'کارے دارد'۔اس جان توڑ محنت سے اگرایک طرف حضرت مؤلف کی علم دوستی ،قلم وکتاب سے گہری مناسبت اورطویل عرصے سے رشتے کا ثبوت ملتاہے تو دوسری طرف یہ اعلیٰ وسعت ظرفی ،بلند پایہ اخلاق اور اصاغرنوازی کا بھی بہت بڑا مظاہرہ ہے کہ اپنے بیشتر شاگردوں اورتلامذہ کے ہرخط کوبھی مدتوں تک ضائع نہیں کیاہے بلکہ جواب مرحمت فرمانے کے بعداسے اپنی فائل میں جگہ دے کران کوعزت بخشی ہے اورآج شاگردجن کی قوتِ حافظہ سے بھی شاید وہ سطورمحو ہوچکی تھیں مگرحضرت شہید نوراللہ مرقدہ نے انہیں محفوظ کرکے جب فراہم کیاتو شاگرد پڑھ کر بے ساختہ مزیدعظمت کا گرویدہ بن گیا۔

یہی علمی ذخیرہ قومی وملی خدمات کیلئے ایک دستورالعمل ،طریق کار کی وضاحت اورتجربات سے استفادہ کا ذریعہ ہے اوراس سلسلے میں ہرنئے موڑ پرنقل وحرکت میں انقلاب ،سلف واکابر پراعتماد، جہدِمسلسل کی شاہراہ پرمشتمل فکروعمل میں مثبت آبیاری اورامت کی فکری وحدت میں ایک سنگ میل کاوسیلہ ہے،حضرت مؤلف نے جہاں ''مشاہیر'' کے نام سے علمی دنیامیں ایک نمایاں اور وقیع اضافہ کیاہے وہاں اس اضافے کے ساتھ اربابِ قلم کو نئے رخ اوراسلامی تہذیب وثقافت کے دریچوں کو متعارف کرانے اورنئی نسل کیلئے اسلاف واکابر سے رشتہ جوڑنے کی بھی مستقل دعوتِ فکردی ہے اور خاص کرعصرحاضر کے حوالے سے جہاں سائنس اورٹیکنالوجی نے اگرایک طرف زندگی کی بیشتر سہولیات مہیاکیں تو بہت سی علمی وادبی دولتوں کو گنوانے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی،آج کا نوجوان طبقہ خط وکتابت ،ادب اورمضمون نویسی کی دنیاسے کوسوں دور چلا گیاہے اورعلمی لحاظ سے انحطاط کا سماں بندھا ہواہے،موبائل اورانٹرنیٹ کے ذریعے صرف غیرسنجیدہ مواد کے ساتھ ساتھ تفریحی کھیل میں مشغول ہیں اورسلف واکابر کےعلم ودانش کے دروس فراموش کرچکے ہیں۔

ہر اک مقام سے آگے گزر گیا مہِ نو
کمال کس کو میسر ہوا ہے بے تگ و دو

چندسال قبل آپ ہی کی تخلیقی فکروسوچ کے نتیجے میں آپ کامرتب کردہ ''خطبات مشاہیر'' کے نام سے دارالعلوم حقانیہ کے منبر پر اساطینِ علم کا وقیع علمی وتحقیقی مجموعہ اہل علم کے سامنے ہے، آپ کے یہ علمی نقوش درحقیقت آپ کے بچپن کے زمانے کے ان افکارکی عملی تصویر ہے جوآپ نے

معصوم چاہتوں کے دوران اکابر علماء کی مجلس میں ترتیب دی تھی ورقدرت نے اس کیلئے غیب سے انتظام بھی کیا، اپریل۲۰۱۶ء میں برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، دارالعلوم کے دارالحدیث میں طلبہ سے خطاب کے بعد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دولت کدہ پر ظہرانہ کا انتظام کیا گیا تھا، جس میں کبار علماء حاضر تھے۔اتفاقاً میں بھی اس مجلس میں موجود تھا کہ اچانک حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے خطبات مشاہیر کی فائل سے حضرت شیخ زکریاؒ کی ۱۹۶۷ء میں دارالعلوم کے منبر پر ہونے والے خطاب کو تحریری شکل میں آپ کے سامنے رکھ دیا، جس سے حضرت نے بے پناہ تعجب میں پڑ کر حضرت کی اس وقیع خدمت کی بھرپور تحسین اور پذیرائی کی، مجھے بذات خود آپ کی ذات میں یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ عصرِ حاضر کی علوم وفنون کی دنیا میں لوگ درس نظامی کیساتھ دیگر عصری اداروں سے استفادہ کی بھرپور محنت کرتے ہیں تاکہ ڈگریاں حاصل کرکے وہ موجودہ دور کے لوگوں میں اپنا مقام منوا سکیں، حضرت موصوف کو اکابر کیساتھ نشست وبرخاست اور خود آپکے والد مکرم کی مسلسل دعاؤں نے آپ کو عصری اداروں میں گئے بغیر وہ مقام بخشا کہ جس پر بیشتر اہل علم انگشت بدنداں ہیں۔

آپ نے جب منصب تدریس کو رونق بخشی تو درس وتدریس میں جداگانہ انداز میں طلبہ کو خوب استفادے کے مواقع مہیا کیے، نہایت آسان اور عام فہم تعبیر کے ساتھ طلبہ کو معاشرے سے آگاہ رکھنے کا بھرپور انداز آپ کی تدریس کا اہم حصہ تھا۔آپ نے اگر ایک طرف تلامذہ کو اکابر علماء پر اعتماد کے بارے میں وصیت کی تو ساتھ ہی علم ومعرفت کو مومن کی گمشدہ متاع کہہ کر اس کو جہاں بھی ملے کی تلقین کرکے طلبہ میں وسعت مطالعہ اور ہمہ وقت سیکھنے کا جذبہ نمایاں رکھا۔آپ نے احادیث مبارکہ کی تدریس کے دوران صرف فقہی مباحث پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فرامین مبارکہ کو براہ راست حالات حاضرہ پر منطبق کرنے کی کوشش کی اور یوں آپ نے علماء وفضلاء کو احادیث کے قیمتی ذخیرے سے معاشرے کی اصلاح اور اس میں حکمت کے پہلو کو اپنانے کی دعوت دی۔نیز وقتاً فوقتاً علماء اور فضلاء کو آپ نے نہایت بلیغ انداز میں معاشرے کے ساتھ براہ راست جڑنے کی جو تدابیر بتلائیں، وہ آج کے جدید دور میں حکمت و پند سے لبریز ہیں، آپ نے اگر دارالعلوم حقانیہ کے منصب اہتمام کو سنبھالا تو انتظام وانصرام میں آپ نے جس منتظم کا نقشہ پیش کیا وہ اپنی مثال آپ ہے، مجھے اپنے بچپن کی یاد پڑتی ہے کہ آپ صبح جب اپنے گھر سے نکلتے تو دفتر تک پہنچنے کے دوران دارالعلوم کے رواں جملہ منصوبوں، ضرورتوں اور قابل اصلاح امور پر گہری توجہ رکھتے اور چلتے چلتے مناسب ہدایات

دیتے۔غور طلب مسائل پر ہنگامی اجلاس بلاتے، دفتر جانے کے راستے میں والد مکرم حضرت مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ کے دارالافتاء کے آگے رک جاتے اورفرماتے مفتی صاحب !فارغ ہونے کے بعد بعض امور میں مشاورت کرنی ہے۔آپکے حسن انتظام کی مؤثر تدابیر اوراساتذہ کرام کیساتھ آپ کا مخلصانہ رویہ آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ماہنامہ ''الحق'' کا آغازاور''مؤتمر المصنفین'' کا ادارہ آپ ہی کے زرخیز دماغ کی سوچ اورفکر تھی جس کی خیر آج دنیاکے کونے کونے تک پہنچ رہی ہے، ادارہ کے وسائل کی خبرگیری، املاکِ جامعہ کا تحفظ اوراسکی ترقی وعروج کیلئے ہمیشہ فکرمند رہے۔

آپ نے میدان سیاست میں اگرقدم رکھا تو تین دہائیوں کے لگ بھگ ایوان بالا،سینیٹ اور وفاقی مجلس شوریٰ کے پلیٹ فارمز پر اعلائے کلمۃ اللہ کی صدائیں بلندرکھیں،تحریک نظام مصطفیٰ، فتنہ قادیانیت کے تعاقب سے لے کرفتنہ پرویزیت کی بیخ کنی میں جہد مسلسل کی داستانیں ثبت کیں۔متحدہ مجلس عمل، دفاع افغانستان کونسل اورتحریک طالبان میں نمایاں کردارادا کرکے عالم کفر کو جہاد اور فساد میں واضح فارمولے دیے۔بیرونی اسفار کے دوران آپ نے اسلام کی عالمگیریت ،اسلامی تہذیب وثقافت کوموضوع بنا کرمغربی تہذیب وثقافت اپنانے کوکھل کرمسلمان کے لیے زہرِ قاتل قرار دیا۔حال ہی میں دفاع پاکستان کونسل کی سربراہی میں ملک میں جاری بدامنی ،مہنگاہی، مدارس ومساجد کا تحفظ اورعوام کی بہبود وفلاح کے مؤثر اقدامات کے لیے آپ ہمہ وقت برسرمیدان رہے۔موسم کی شدت، بڑھاپے کے آثار، دوردراز سفرکی تھکن، مسلسل مجالس کی صدارت آپ کےعزائم کے حصول میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں بنی۔

ہمیں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی شخصیت کے حوالے سے اس بات پر بے پناہ خوشی اورمسرت ہو رہی ہے کہ حضرت کے صاحبزادگان مولانا حامدالحق حقانی، مولانا راشدالحق حقانی، مولانا اسامہ سمیع اور مولانا خذیمہ سمیع تمام کے تمام قلم وکتاب اوردرس وتدریس کے سلسلوں سے منسلک ہیں اوراپنے عظیم والد اوردادا کے مشن کوسنبھالے ہوئے ہیں، آج بحمداللہ بالعموم یہ تمام صاحبزادگان اپنے چچاجان حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ کی زیرنگرانی اورخصوصاً برادرم مولانا راشدالحق صاحب جامعہ کو نئے دور کے حالات اورعصری تقاضوں کے مطابق جدید خطوط پر استوار کررہے ہیں،حق تعالیٰ ان کو عزم وجزم اورہمت وحوصلے سے نوازے، اس موقع پرحقانی برادری کا ہرفرد آپ کے شانہ بشانہ ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی رحلت کا صدمہ صرف ان کانہیں ہم سب کامشترکہ ہے۔

اے خدا ایں جامعہ قائم بدار فیض او جاری بود لیل ونہار

حضرت شیخ رحمہ اللہ سے وابستہ یادیں

حضرت شیخ رحمہ اللہ سے بارہا مجالس میں جو حالات وواقعات ، علمی نکات یا پھر اہل علم کے بارے میں تجزیے میں نے سنے ہیں ان کا تذکرہ قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

حضرت مولانا میاں عزیر گل (اسیر مالٹا) کے بارے میں فرمایا: ایک مجلس میں راقم اور میاں عزیر گلؒ کے پوتے مولانا سید عدنان کا کا خیل آپ کے خلوت کدہ میں موجود تھے ، حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میاں عزیر گلؒ سے جب کوئی مالٹا جیل کی کہانی کے بارے میں پوچھتا تو وہ نہایت غصہ ہوتے اور کچھ نہیں بتاتے تھے ۔ میں نے بھی بڑی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا ، اخیر میں مجھے ایک صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت جب غصہ کی حالت میں یہ کہیں کہ میں نہیں بتلاتا ہوں تو تم جواب میں بڑی ڈھٹائی سے کہو کہ ضرور بتاؤ گے ! ہم کس سے پوچھیں گے؟ بس پھر آپ بتادیں گے ، چنانچہ یہ حربہ کارگر ثابت ہوا اور مجھے ایک موقع پر پوری داستان سنائی ۔

ایسا ہی حضرت شیخ رحمہ اللہ کا کہنا تھا کہ اسّی کی دہائی میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی شوریٰ کا اجلاس تھا ۔ جس میں اس وقت ناظم اعلیٰ کے فرائض حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب نوراللہ مرقدہ سرانجام دے رہے تھے ، تمام علمائے کرام نے حضرت میاں عزیر گل صاحبؒ سے ملاقات کی خواہش ظاہر فرمائی کہ وہ مجلس میں تشریف لائیں مگر حضرت نہیں مان رہے تھے تو طے ہوا کہ ہم ان کے علاقے سخاکوٹ مردان چلیں گے ، حضرت شیخ رحمہ اللہ نے شوریٰ والوں سے فرمایا کہ میں انتظام کرتا ہوں ، پھر فرمایا کہ یہاں بھی میں نے وہی پرانا نسخہ استعمال کیا اور کہا کہ آپ ضرور جائیں گے ، حضرت نے کہا نہیں میں نہیں جاتا ۔ میں نے کہا کہ کیا آپ اتنے بڑے عالم ہیں کہ سب علماء آپ کے ہاں آئیں گے بس یہ سننا تھا کہ فرمایا اچھا بھائی چلتے ہیں ، گویا حضرت شیخ رحمہ اللہ اکابر سے سیکھنے کا عمل بہرحال جاری رکھتے ۔

☆ ایک مجلس میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ مدنیؒ جوانی کے دور میں شعر وشاعری کا نفیس ذوق رکھتے تھے ، اس دوران اپنا تخلص حیران لکھتے تو میں نے آپ کی توجہ قرآن کی اس آیت کی طرف مبذول فرمائی کہ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ (الانعام: ۷۱) چنانچہ آپ نے اپنے اس تخلص سے رجوع فرمایا۔

حضرت امام التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تفسیری افادات کے متعلق فرمایا: کہ میں اور

مولانا شیر علی شاہ صاحبؒ دونوں حضرت کے پاس دورہ تفسیر کے لیے گئے تھے۔ میں حضرت لاہوریؒ کے تمام درس کو بالاستیعاب لکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ نے بڑا احسان کیا ہے کہ انہوں نے اپنا ہونہار بیٹا میرے پاس بھیجا ہے جو میرے درسی افادات کو مکمل طور پر قلم بند کر لیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت لاہوریؒ کا مزاج یہ تھا کہ وہ طلبہ سے باقاعدہ روزانہ کا سبق نہایت سرعت اور تیزی کے ساتھ سن لیتے تھے۔

حضرت شیخؒ نے پھر فرمایا کہ میں آپ کی تفسیر پر کام کرنا چاہتا ہوں، مجھے حیرانگی ہوئی کہ آپ نے نہایت قلیل مدت میں اس کے تین پاروں پر سورۃ آل عمران تک جب کام کیا تو اتفاقاً میں حاضر خدمت تھا۔ آپ نے وہ کام منگوایا اور ہمیں ہر صفحے کے متعلق معلومات دیتے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت لاہوریؒ خدام الدین رسالے کو بھی تحریراً کچھ مواد دیتے تھے میں اس کو بھی تفسیر کا باقاعدہ حصہ بنا رہا ہوں، مزید آپ نے فرمایا کہ میں ہر کسی کو اس دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی تکمیل کی سعادت سے مالا مال کرے، بس صرف اس کیلئے عمر چاہتا ہوں پھر ہنستے ہوئے فرمایا کہ اللہ کو ہماری اس تفسیر کی کیا ضرورت ہے؟ بس اک خواہش ہے کہ یہ مکمل ہو جائے، شہادت سے کچھ وقت قبل معلوم ہوا کہ آپ ستائیس پارے مکمل کر چکے تھے کہ بدبخت ظالموں نے آپ کا یہ خواب ادھورا چھوڑ دیا۔ حضرت شیخؒ کی زندگی کا یہ ایک نہایت لطیف باب ہے کہ سیاسی میدان میں آپ کے حریف آپ کو کئی مواقع پر بعض اقدامات پر موردِ الزام ٹھہراتے تھے مگر آپ کا دفاعی انداز نہایت ہی شائستہ، پُروقار اور حد درجہ صبر وتحمل اور برداشت کا ہوتا تھا، دارالعلوم حقانیہ میں سبق کے دوران بعض طلبہ آپ سے پرچی کے ذریعے مختلف قسم کے سیاسی شکوے وشکایات کرتے رہتے تھے مگر آپ نہایت ہنس مکھ اور خندہ پیشانی سے اس کا جواب ارشاد فرماتے، حضرت کے یہ اخلاق کریمانہ اور فاضلانہ رویے آپ کو اپنے عظیم والد حضرت مولانا عبدالحقؒ سے میراث میں ملے تھے۔

☆ ۲۰۱۶ء میں جب ''فتاویٰ عثمانیہ'' چھپ گیا تو اس وقت میں نے فتاویٰ کا ایک سیٹ آپ کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں بطور ہدیہ پیش کیا، ماہ رمضان کا موقع تھا۔ بعد از نماز ظہر آپ کے ساتھ ایک طویل علمی مجلس ہوئی جس میں بے شمار علمی نکات اور معلومات کا ذخیرہ ہاتھ آیا۔ اخیر میں اپنے والد مکرم حضرت شیخ الحدیث عبدالحق نوراللہ مرقدہ کے بارے میں فرمایا کہ ان کا عشق رسول کا عجیب انداز تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اس میدان میں ایک عجیب طریقے سے اس کا اظہار کیا۔ فرمایا کہ ایک موقع پر ایک تفصیلی خط لکھ کر ہمارے برادر مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدنی رحمہ

اللہ کو تھما کر فرمایا کہ اس کو مدینہ منورہ میں جا کر روضہ رسول کے سامنے ہماری طرف سے سنائیں۔ آپ نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا کسی نے اس قسم کے عشق نبویؐ کا اظہار کہیں کیا ہے؟

۲۰۱۲ء میں حج کے سفر میں آپ سے مسجد نبویؐ میں ملاقات ہوئی میں نے اس دوران اظہار کیا کہ حضرت! مزدلفہ کی رات میں نے آپ کے والد مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو خواب میں دیکھا، فرمایا کہ یہ تو حج کی مقبولیت کی علامت ہے۔ میں نے مزید عرض کیا حضرت کی داڑھی نہایت کالی تھی، میں نے جب سلام کیا تو آپ نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھائے مگر جب تعارف کیا کہ میں آپ کے شاگرد مفتی غلام الرحمان صاحب کا بیٹا ہوں تو معانقہ کیا، حضرت شیخ رحمہ اللہ نہایت خوش ہوئے، مسجد نبویؐ میں تفصیلی نشست کے بعد میں آپ کا ہاتھ تھام کر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کیلئے ہمراہ روانہ ہوا تو راستے میں فرمایا کہ ہندوستان کے دو بڑے علماء بھائی مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اور مولانا مکارم اخلاق گیلانی کی رحلت کے بعد کفن ہی میں داڑھی کالی ہوگئی تھی، آپ دونوں کہا کرتے تھے کہ ہم جنت میں جواں ہو کر جائیں گے۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے دوران میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ جالیوں کے قریب جا کر اپنی جیب سے چھوٹی ڈائری نکال کر دیر تک آہ وزاری اور نمناک آنکھوں کے ساتھ اس میں سے کچھ پڑھتے رہے، بعدازاں قبلہ رخ ہو کر دعائیں مانگیں، مجھے آج آپ کی یہ حسین یادیں میرے دل کی دنیا پر عجیب بجلی گرا رہی ہیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ نے استاذ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کی رحلت کے موقع پر جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں تعزیتی ریفرنس کے موقع پر فرمایا: ''میں بہت چھوٹی عمر میں تقریباً آٹھ نو سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند گیا تھا۔ شیخ الحدیث والد ماجد رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند میں تدریس فرماتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ مجھے لایا جائے اس وقت میری عمر آٹھ نو سال تھی، اس لیے ۱۹۴۷ میں پاکستان بنا ہے اور ۱۹۳۶ یا ۱۹۳۷ء میری پیدائش ہے تو میں آٹھ یا نو سال کا تھا کہ میرے داداجان نے مجھے اپنے چچا کے ساتھ دارالعلوم دیوبند بھیج دیا کہ حضرت شیخ الحدیث کی خواہش پوری ہو جائے تو ہم ریل گاڑی میں دارلعلوم دیوبند گئے، جب دارالعلوم دیوبند پہنچے تو مجھے اب تک وہ منظر یاد ہے کہ اوپر ایک درسگاہ میں حضرت شیخ الحدیث تشریف فرما تھے، سہ ماہی یا ششماہی تقریری امتحان لے رہے تھے تو حضرت شیخ الحدیث نے جب مجھے دیکھا تو خوشی سے امتحان مختصر کر دیا اور باقی طلبہ کو کہا کہ جاؤ بچو آپ تو ویسے بھی پاس ہو۔ یہ قصہ مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے مجھے سنایا تھا، وہ کہتے تھے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ آئے تھے اور کھڑکیوں اور تپائیوں پر چھلانگیں لگایا

کرتے تھے، اس واقعہ کے پس منظر پر میں جب حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب شہیدؒ کے جنازہ کے بعد تدفین کے موقع پر آپ کے آبائی قبرستان میں کھڑا تھا تو عالم خیال میں یہی سوچ رہا تھا کہ آج جب حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی رحلت کے ۲۹۔۳۰ سال بعد شہادت کے رتبے پر فائز ان کا جگر گوشہ ان کے پہلو میں سپرد خاک کیا جارہا ہے تو نہ معلوم آپ کو مدتوں کے بعد عالم ارواح میں ملاقات کا یہ منظر کتنا پرکیف ہوگا، کتنی خوشی اور مسرت ہوگی کہ میرے بیٹے نے میرے مرنے کے بعد میرے مشن سے عہد وفا نبھایا، میرے ہاتھ کے گلدستہ اور گلشن حقانیہ کو آباد و شاداب رکھا، ملک اور بیرون ملک کلمہ حق کی سربلندی کیلئے دن رات جہد مسلسل کو تھامے رکھا، جہاد افغانستان میں میرے روحانی بچوں کی سرپرستی فرمائی، صرف یہ نہیں بلکہ ناموس رسالتؐ اور دین اسلام کی نشر و اشاعت کیلئے اپنا تن من اور دھن قربان کر کے شہید مظلوم حضرت عثمانؓ کی یاد تازہ کردی۔

عمر بھر حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے اس ہدیہ کو کہ ایک ہاتھ میں قرآن مجید اور دوسرے ہاتھ میں کلاشنکوف اور ہتھیار دے کر عمر بھر اس کی پاسداری کی، آج آپ کے بدن کا لہو اور جسم کا بال بال بارگاہ الٰہی میں اس کی عمر بھر کی بے قراری اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے بے ساختہ گواہی دے رہے ہیں، دل کی گہرائیوں سے یہی آرزو اور تمنا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں آپ کی یہ المناک شہادت آپ کے رفع درجات کیلئے وسیلہ ثابت ہو۔ ہمیں اس موقع پر اس حوالے سے بھی دل کیلئے تسلی اور اطمینان کا پہلو موجود ہے کہ جب اہل بیت میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت ایک ایسے وقت میں ہورہی ہے کہ جہاں اس سے پہلے اسلام کے بے شمار شیدائیوں نے جان کے نذرانے دے کر ایک تاریخ رقم کی۔ ایسے میں تکوینی لحاظ سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشے کیسے اس میدان میں صف اخیر میں دکھائی دیں، قدرت نے ان کی شہادت کے لیے بھی اسباب پیدا فرمائے، میں یہی عرض کروں گا کہ جب حضرت شیخؒ نے عمر کا بیشتر حصہ مجاہدین کی سرپرستی میں گزارا، دارالعلوم حقانیہ میں عرصہ دراز سے بخاری شریف کی کتاب المغازی کا مسلسل درس دیا وہاں وہ کیسے شہادت کی خلعت فاخرہ کے بغیر رخصت ہوتے، وہ سرپرستی اتنی قبولیت اختیار کرگئی کہ آپ امام الشہداء کہلانے لگے، آپ کی نماز جنازہ میں موجود فرزندان توحید کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر کیا کچھ کم مقبولیت ہے۔ ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

التفات ایسا کہ آتش بن گئی باغ خلیل
بے نیازی وہ کہ مقتل ہے زمین کربلا

مولانا غلام محمد صادقؒ
مدیر ماہنامہ ''النصیحہ'' چارسدہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ: عبقری شخصیت

مولانا غلام محمد صادق صاحبؒ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قابل فرزند اورحضرت مولانا مفتی محمد فریدؒ کے خلیفہ مجاز تھے، آپ جامعہ اسلامیہ چارسدہ کے شیخ الحدیث اورناظم تعلیمات بھی تھے اور ماہنامہ ''النصیحہ'' کے مدیر بھی رہے، حال ہی میں پشتو زبان میں تفسیر فیض الفرید کے نام سے ۹ جلدوں میں لکھی، ایم ایم اے دور میں قومی اسمبلی کے ممبر بھی رہے، (ادارہ)

اس میں کوئی شک نہیں کہ موت وحیات کا سلسلہ اس جہاں ناپائیدار کے آغاز سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔عزیز واقارب اور دوست واحباب ہمیشہ اپنے عزیزوں،دوستوں، بزرگوں اور چھوٹوں پر روتے ہیں ان کے فراق پر ماتم وفریاد اورغم اندوہ کے آنسو بہاتے ہیں اوران کے اوصاف اورخوبیاں یادکر کے نوحہ کناں ہوتے ہیں لیکن کچھ ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ ان کی موت کی خبرسن کر انسان پر ایسی سراسیمگی طاری ہوجاتی ہے کہ دل ودماغ موقوف ومعطل ہوکر اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں، زبان گنگ ہوجاتی ہے،آنسو خشک ہوجاتے ہیں اور دل ایسا تنگ ومنقبض ہوجاتا ہے کہ کسی کام کی طرف شوق ورغبت رک جاتی ہے۔

چمنستان علوم ومعارف دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مالیاروحافظ،دین ودانش کے علمبردار، میدان جہاد وسیاست کے شہسوار استاذی المکرّم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی اچانک اور غیر متوقع موت کے حادثہ فاجعہ نے اس ناکارہ کے دل ودماغ اوراعصاب پر ایسا ہی اثر کیا ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ النصیحۃ کے مدیرِ اعلیٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سید گوہر شاہ صاحب اورراقم الحروف بندہ ناچیز (مدیر) ان کے حق میں تحریر کی شکل میں دوچار آنسو بہانے میں تاخیر کریں چونکہ ہم دونوں کا حضرت شہیدؒ کے ساتھ استاد وشاگرد کا تعلق ہے بلاشبہ اس نیاز مندانہ تعلق کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت کی وفات کی خبر سنتے ہی النصیحۃ کے ذریعہ درد والم کے آنسو بہا کر اپنے نیاز مندانہ تعلق کا حق ادا کرتا۔

حضرت الاستاد مولانا سمیع الحقؒ دنیائے علم وعمل کی عظیم شخصیت استاذ ناوشیخنا حضرت مولانا عبدالحقؒ کے فرزند ارجمند تھے اور اپنے عظیم والد کے عظیم فرزند کی حیثیت سے ان کے صحیح جانشین اور خلف الرشید ثابت ہوئے علمی، تدریسی، تصنیف وتالیف اور دشمنان اسلام کے خلاف جہاد وتعاقب کے میدانوں میں ہمیشہ قائدانہ رکردار ادا کرتے ہوئے عملی طور پر صفِ اول کے مجاہد ثابت ہوئے۔ایسے وقت میں جبکہ نام کے علماء ومدعیانِ دانش بے شمار ہیں مگر کام کے علما ومشائخ بہت کم ہیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ جیسے جید اور کام کے عالم کا وجود مسعود امت کیلئے گرانقدر سرمایہ تھا، جس سے محرومی بلاشبہ ایک بڑا نقصان وزیان ہے۔حضرت الاستاد کی عبقری شخصیت بہت سے فضائل وکمالات کا مجموعہ تھی وہ ایک جید متبحر، ذہین فطین، رمز شناس اور نکتہ دان عالم دین، کامیاب وتجربہ کار مدرس، بہترین مصنف اورفن حدیث سے واقف محدث، نامور خطیب، میدان عزم جہاد کے شہسوار اور قافلہ حق وصداقت کے میر کاروان تھے۔دجل ونفاق اور کفر وزندقہ کے علمبرداروں کیلئے صاعقہ موت اور شمشیر بے نیام تھے، استاذ مرحوم ومغفور ملکی سیاسیات میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے اور اپنے منفرد فکر ونظر کے مطابق ملکی سیاست میں موثر عمل وکردار ادا کرتے رہے، اکابر کی جماعت جمعیت علماء اسلام کے ایک حصے کی قیادت وسیادت ان کے ہاتھوں میں تھی، ان کی عزت وعظمت اور احترام سب کے درمیان مسلم تھا کسی کو انکی عزت واحترام پر انگلی اٹھانے کی جرات نہیں ہوئی، اس کے علاوہ حضرتؒ ایک تجربہ کار اور مایہ ناز صاحبِ قلم، سحر نگار ادیب اور تحریر وانشاء میں ایک خاص طرز کی حامل شخصیت بھی تھے ان کے علمی مضامین ومقالات ہمیشہ یادگار اور قابلِ مطالعہ رہیں گے۔اثبات حق اور ابطالِ باطل اور دور حاضر کے جملہ فرق باطلہ گمراہ کن فتن واشخاص کے تعاقب ومواخذہ میں حضرت مولانا شہیدؒ مرحوم کے قلمِ جرار نے ہمیشہ تیغ وتفنگ اور شمشیر بے نیام کا کردار ادا کیا ہے۔الغرض کہ حضرت استاذ مرحوم ومغفور بے شمار ناقابل فراموش علمی، جہادی اور دینی خدمات کے حامل ایک ایسی شخصیت تھے جن کا وجودِ مسعود اس دور قحط الرجال میں امت کیلئے بالخصوص دینی حلقوں کیلئے متاعِ گرانمایہ اور گرانقدر اثاثہ تھا۔

جامعہ دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ حضرت استاذ مرحوم اور ان کے والد گرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی توجہات ودعوات کا مرہون منت ہے کہ مرحوم نے ابتدائی مراحل سے لیکر ہمیشہ جامعہ دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ کو سرپرستی اور توجہات سے نوازا۔حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ تو دارالعلوم کی ابتدائے تاسیس کے اراکین شوریٰ میں سے تھے اور ان کے جانشین حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ دارالعلوم کے سالانہ جلسوں میں شرکت وخطاب سے کرم نوازی اور حوصلہ افزائی

فرماتے تھے اور عمر کے آخر تک برادر مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد گوہر شاہ صاحب مدظلہ (مہتمم جامعہ دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ) اور راقم الحروف ناچیز سے غیرمعمولی تعلق ومحبت کا اظہار فرماتے ،اگر چہ ہم دونوں سیاسی سفر میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے ہم رکاب وہم طریق ہیں مگر حضرت الاستاد کی دل کشادگی وسیع الظرفی اور وسعت نظری کا عالم یہ تھا کہ اتنے قریبی تعلق کے باوجود ہمیں کبھی ان سے بے التفاتی ،ناراضگی اور شکایت کے آثار محسوس نہیں ہوئے اور برابر انس ومحبت کا اظہار کرتے رہے، عقائد ونظریات کے بارے میں استاذ مرحوم ومغفور نہایت پختہ ،راسخ العقیدہ ،سنجیدہ اور امت کے جمہور علماء وآئمہ کی آراء کے تابع اور داعی تھے، جمہور کی رائے اور ان کے افکارو خیالات سے عدول ومخالفت کے قائل نہیں تھے اور متجددین کی خودساختہ تاویلات وتشریحات کی جرح وتردید حجت ودلیل سے فرماتے ،حرارتِ ایمانی اور دینی حمیت سے کبھی کبھی ملحدین وزائغین پر رد وجرح کے وقت جوش وجذبے اورغضب وغصے میں آکر جذباتی بھی ہوجاتے اور پھراس وقت وہ انسانوں کے ردوقدح اور دادوتحسین سے بے پروا ہوجاتے۔ان کی قابلیت ،تدبر،علم کی پختگی ،اسلاف واکابر کے ساتھ وابستگی ،اسلامی تہذیب وتمدن کی ترجمانی ،جہادی میدانوں میں پیش قدمی ، بےخوفی ودلیری ،اسلام اوراسلامی روایات وشعائر کی حفاظت وپاسداری سے شاید ہی کسی کواختلاف ہو۔حضرت الاستادؒ نے اعلائے کلمۃ اللہ اورحق کی دعوت وتبلیغ کیلئے ملک کے آئینی اداروں قومی اسمبلی اورسینٹ میں بھی قدم رکھ کراپنا بھرپور کردار ادا کیا اورحق وباطل کی ان رزم گاہوں میں آوازہ حق بلندکرکے باطل کی تردید ومخالفت میں اپنا فرضِ منصبی کسی دباؤ،لالچ اورخوف لومۃ لائم کے بغیرانجام دیتے تھے،علم وفضل ،ذہانت وذکاوت ،حاضر دماغی ،مطالعہ وکتب بینی، دور اندیشی ،عمل وکردار اور جذبہ حق گوئی ،معرکہ حق وباطل میں حق کا مشعل بردارساتھی ،رونق چمن اور چراغ انجمن ان کی زندگی کے خاص نقاط ہیں جن پرسینکڑوں صفحات لکھے جاسکتے ہیں ان کا ہشاش بشاش خوبصورت اورمتبسم چہرہ ،بہترین وخوشنما قد اور عمامہ کا خاص طرز سامنے ہیں جس سے حضرتِ اقدس کی ملاقات کی یادتازہ ہوتی ہے۔جامعہ اسلامیہ چارسدہ اور ماہنامہ النصیحۃ کی جملہ ترقیات جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی برکات ونوازشات ہیں لہٰذا جامعہ اسلامیہ چارسدہ جامعہ حقانیہ اورحضرت صاحبؒ کے اہل وعیال اور تمام خاندان بالخصوص حضرت کے علمی وروحانی اور سیاسی مسندنشینوں کے ساتھ غم وحزن میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ حضرتِ اقدس مرحوم کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کوصبر جمیل کی نعمت سےنوازے (آمین)

ہرگزنمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

مولانا محمد الیاس مدنی

مہتمم مدرسہ معہد الخلیل الاسلامی کراچی

بلند پایہ معلم ومحقق قدآور سیاسی وسماجی رہنما

مولانا سمیع الحق کوشہیدؒ لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آرہا ہے، ان کی ہمہ گیر شخصیت کا کوئی نعم البدل نہیں،اس دارفانی سے بہرحال! ہم میں سے ہر ایک نے کوچ کرجانا ہے، مولانا مرحوم خوش نصیب ٹھہرے کہ رتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے، انہوں نے ایک بھرپور زندگی گزاری اوراس کا حق ادا کردیا، ان کی خدمات یقیناً سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔مولانا شہیدؒ نصف صدی سے زائد عرصے پر محیط تھکا دینے والی علمی، سیاسی اور عملی زندگی گزار کر خلد آفریں ہوگئے ،دینی کاز کیلئے ان کی ہمہ جہت خدمات کی ایک تاریخ ہے جس سے کبھی بھی صرف نظر نہیں کیا جاسکے گا، ان کی دینی وملی خدمات کا اندازہ ''مشاہیر بنام مولانا سمیع الحق'' کے عنوان سے سات جلدوں پر مشتمل کتاب سے لگایا جاسکتا ہے، وہ نہ صرف ایک بلند پایہ معلم ومدرس اور محقق ومصنف تھے، بلکہ قدآور سیاسی وسماجی رہنما بھی تھے، مذہبی سیاست اورتحریکوں کی تاریخ ان کے بغیر نامکمل رہے گی۔پاکستان کے اندر اسلامائزیشن کا عمل ہو یا آئین میں موجود اسلامی شقوں کا دفاع، دونوں میں مرحوم پیش پیش رہے، آپ نے اپنے والد گرامی مولانا عبدالحقؒ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ حقانیہ کو بام عروج تک پہنچایا، ''الحق'' کے نام سے رسالے کا اجرا کرکے مجلّات کی دنیا میں ایک ممتاز جریدہ کا اضافہ کیا،ضعف وپیرانہ سالی کے باوجود دینی کاز کی خاطر کسی رکاوٹ کو آڑے نہیں آنے دیا۔علماء کے اس طرح بہیمانہ قتل کی واردات کا یہ پہلی بار نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی سینکڑوں علماء کو بیدردی سے شہید کیا گیا، اگر حکام بروقت بھرپور اور مناسب کاروائی کرتے تو اس سلسلے کو روکا جاسکتا تھا لیکن انہوں نے اپنی ذمہ داریاں نبھانے سے پہلوتہی برتی اور یوں ایک کے بعد ایک کوشہید کیا جاتا رہا دوسری جانب علماء کو بھی اس سلسلے میں کسی پیش بندی یا حکمت عملی کے بارے میں اجتماعی غور اورفکر کی ضرورت ہے، اب بھی حکومت اور علماء نے اپنے اپنے حصے کا کام نہیں کیا تو خاکم بدہن یہ سلسلہ تھمنے والا نہیں اور اہل حق کو اس طرح سانحات سے دوچار رہنا پڑسکتا ہے۔

نہ مدعی نہ شہادت حساب پاک ہوا ․․․ یہ خون خاک نشیناں تھا رزق خاک ہوا

امید ہے کہ مرحوم کے صاحبزادگان اپنے عظیم والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انکے قائم کردہ اداروں کو چار چاند لگائیں گے اوران کے مشن کو آگے بڑھائیں گے۔اس المناک سانحہ پر ہم اُنکے اہل خانہ،عزیز واقارب اور جملہ متعلقین سے تعزیت کرتے ہیں اور مرحوم کی مغفرت اور بلند درجات کیلئے دعا گو ہیں۔

مولانا محمد اسماعیل ریحان
کالم نگار ہفت روزہ ''ضرب مومن''

نفیس اور دلآویز شخصیت

چند روز سے ملکی منظر نامہ شدید ابتری اور انتشار کا منظر پیش کرر ہا تھا، آسیہ مسیح کی برأت کے فیصلے پر مسلمانانِ پاکستان سراپا احتجاج تھے، تمام کاروبار زندگی بند تھے، سڑکوں پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی، ہنگامہ آرائی کے خدشے سے سرکاری اور نجی تعلیمی اداروں کی میں بھی تعطیلات تھیں، پورا ملک میدانِ جنگ کا منظر پیش کرر ہا تھا، طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہورہی تھیں، دھرنے والوں سے حکومت کے مذکرات میں ڈیڈ لاک پیدا ہو گیا تھا، بعض حکومتی ترجمانوں کی طرف سے اب معاملہ کو ریاستی قوت کے ذریعے حل کرنے کا عندیہ دیا جارہا تھا، ایسا لگتا تھا کہ ایک اور سانحہ لال مسجد سر پر کھڑا ہے، شدید خدشہ تھا کہ ملک بھر میں سینکڑوں لوگوں کی گرفتاریاں ہوں گی، ایک بار پھر مرکز گریز قوتوں کو شہ ملی گی، قانون نافذ کرنے والے اداروں پر پے در پے حملے ہوں گے، خودکش دھماکوں کا تانتا بندھ جائے گا، ملک بمشکل دلدل سے نکلا تھا، ایک بار پھر وہیں جا پھنسے گا، را، سی آئی اے اور موساد کے ایجنٹوں کی بن آئے گی اور ملک کو توڑنے کی ناکام حسرت پوری کرنے کے لئے وہ نئی توانائیوں کے ساتھ میدان میں آ کودیں گے۔

اس قسم کے خدشات پورے ملک کی فضا پر طاری تھے اس دوران اچانک ایک پیغام ملا کہ حضرت مولانا سمیع الحق کو شہید کردیا گیا ہے، اس وقت ہم عشاء کی نماز کے بعد ایک مجلس میں تھے، یہ پیغام پڑھتے ہی اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا، کئی منٹ تک منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا، شرکائے مجلس حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ اچانک کیا ہوگیا، اس وقت شرکائے مجلس ملکی حالات کے باعث پہلے سے افسردہ خاطر تھے، میں نہیں چاہتا تھا کہ لوگ مایوسی کا شکار ہوں میں امید افزا باتیں کر کے انہیں حوصلہ دینا چاہتا تھا مگر اس پیغام نے خود مجھے ایک کھائی میں گرادیا، چند منٹ کے سکوتِ مسلسل کے بعد حاضرین کی سوالیہ نگاہوں کی تاب نہ لاکر میں گویا ہوا: حضرت مولانا سمیع الحق شہید کردیئے گئے ہیں، کیا؟ کب؟ کیوں؟ کیسے؟ کس نے؟ جیسے سوالات کا ایک طوفان امڈ آیا، ہر کوئی ایک دوسرے سے یہی پوچھ رہا تھا، فون ہاتھوں میں آ گئے،

ادھر ادھر رابطے ہونے لگے، ابتدائی خبر یہ تھی کہ وہ دہشت گردوں کے حملے کا شکار ہوئے ہیں، ماضی کے ایسے واقعات پر قیاس کر کے یہی سمجھا جا رہا تھا کہ ان کی گاڑی کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا ہوگا، تاہم کچھ دیر میں ذرائع ابلاغ نے واضح خبر نشر کر دی، جس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کو چھریوں کے پے در پے وار کر کے شہید کیا گیا ہے۔

ملکی تاریخ میں ایک انتہائی جید عالم دین کو اس طرح بے رحمی اور بیدردی سے قتل کرنے کی شاید ہی کوئی مثال ہو۔ کچھ احباب کی رائے یہ ہے کہ اس قتل کے پیچھے حکومت ملوث ہے کیونکہ شہید نے توہین رسالتؐ کے مسئلے میں عدالتی فیصلہ آنے پر اپنے دلی جذبات کا کھل کر اظہار کیا تھا اور اس کی شدید مذمت کی تھی مگر اس رائے میں کوئی وزن نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اگر وجہ قتل یہ تھی تو دھرنا دینے والے علماء میں سے کسی کو کیوں نہ نشانہ بنایا گیا؟ کچھ لوگوں کا تاثر یہ ہے کہ انہیں بعض مذہبی مخالف لوگوں نے قتل کیا ہے جو اس وقت ملک میں جگہ جگہ توڑ پھوڑ کرتے پھر رہے ہیں، شاید انہیں میں سے کسی نے مولانا کو ان کے موجودہ حکومت سے دوستانہ روابط کے جرم عظیم کی سزا دی ہے یعنی یہ قتل ایک وقتی اشتعال کا نتیجہ تھا۔

یہ امکان بظاہر قوی لگتا ہے اور خبر سننے کے بعد اکثر لوگوں کا پہلا تأثر یہی تھا، معروف اسلحے سے قتل کرنے کی بجائے آلاتِ جارحہ سے وار کرنا بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ حملہ عام آدمی نے کیا ہے جو پیشہ ورانہ طریقہ واردات سے واقف نہیں، پے در پے چھریوں کے وار ظاہر کرتے ہیں کہ حملہ آور نہایت مشتعل تھا اور اس نے قتل کرنا کافی نہیں سمجھا بلکہ حد سے زیادہ وار کئے اور چہرے تک کو مجروح کیا مگر یہاں دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ قتل کرنے والے نے یہ انداز واردات اسی لئے اختیار کیا تاکہ حملے کو متعدد پہلوؤں کی طرف پھیلا دیا جائے اور تفتیش کاروں کو غلط رخ پر ڈال دیا جائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ قتل اتفاقی اشتعال کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک گہری سازش کار فرما ہے یہ حملہ اسی وقت میں ہے جبکہ وزیر اعظم پاکستان چین کے دورے پر تھے تاکہ پاکستان کی مالی مشکلات دور ہوں اور سی پیک کے معاملے کو تیزی سے آگے بڑھانے اور مزید وسعت دینے پر اتفاق رائے ہو، ادھر امریکا جو سی پیک کو اپنی معیشت کے لئے قاتل تصور کرتا ہے، اپنے بغل بچے اسرائیل کو گوادر کی بندرگاہ کے عین سامنے عمان میں لانچ کر رہا ہے تاکہ سی پیک کو ناکام بنایا جا سکے، اس کیلئے ضروری ہے کہ ایک طرف پاکستان میں حالات خراب تر ہوں تو دوسری طرف افغانستان میں بدامنی اور جنگ کا سلسلہ جاری رہے، جس کا پاکستان کے امن وامان سے بھی گہرا تعلق ہے، اسلئے اس وقت

پاکستان کی پوری کوشش ہے کہ افغانستان میں امریکہ اور اس کے حواریوں کو غالب دیکھنا چاہتے ہیں، اور وہاں کی حکومت میں انہیں علماء کا غلبہ اور اسلام کی بالا دستی برداشت نہیں، یہ لوگ پاکستان کو بھی خانہ جنگی کی آگ میں دھکیلنا چاہتے ہیں اور یہاں کی حکومت میں انہیں علماء کا غلبہ اور اسلام کی بالا دستی برداشت نہیں، یہ لوگ پاکستان کو بھی خانہ جنگی کی آگ میں دھکیلنا چاہتے ہیں، اس لئے انہوں نے مولانا کو شہید کرنے کیلئے ایسے نازک وقت کا انتخاب کیا، جب پورا ملک پہلے ہی نہایت نازک صورتحال سے دوچار تھا، ایسا لگتا ہے کہ اس قتل کا ایک مقصد تحفظِ ناموسِ رسالت کی تحریک کو ناکام بنا کر ملک کے مختلف مکاتبِ فکر کو باہم لڑوانا بھی تھا، جیسا کہ قتل کے فوراً بعد سوشل میڈیا پر ایسی چیزیں آنے لگیں جو اسے تحریکِ لبیک کے کھاتے میں ڈال رہی تھیں تاکہ ان مذہبی مکاتب فکر میں پھوٹ ڈال دی جائے جو اس وقت تمام فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر تحفظ ناموس رسالت ؐ کیلئے متحد دکھائی دے رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ سازش ناکام ہوئی، تمام طبقات کے علماء نے اس قتل کی شدید مذمت کی ہے، تحریکِ لبیک نے بھی خطرے کی بو سونگھ کر ڈیڈ لاک ختم کر دیا، حکومت سے اس کے مذاکرات کامیاب ہوگئے اور دھرنا دینے کا سلسلہ ختم کر دیا گیا، میں اسے بھی شہید رحمہ اللہ کی کرامت سمجھتا ہوں کیونکہ یہ کام بظاہر ناممکن لگ رہا تھا، اس ڈیڈ لاک کے باعث ملک ایک انتہائی خطرناک خانہ جنگی کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا مگر حضرت مولاناؒ کی شہادت نے ذہنوں کو بدل ڈالا اور انتہائی مشکل کام چند منٹوں میں ہوگیا، یوں اللہ نے اپنے اس پیارے بندے کی قربانی کو ملک اور اسلام کیلئے انتہائی بابرکت بنا دیا، اللہ تعالیٰ انہیں پوری امت کی طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ان کی تربت پر تا قیامت بے شمار و بے حساب رحمتوں کی بارش کرے۔

حضرت مولانا شہید رحمہ اللہ کی ذات ایک بحرِ ذخار تھی، جسے سمونا چند صفحات میں ممکن ہی نہیں وہ بیک وقت محدث، مجاہد ولی کامل، منتظم، ادیب، صحافی، سیاسی قائد اور قومی و مذہبی رہنما تھے، ان کی شخصیت بڑی نفیس اور دلآویز تھی، عمر رسیدگی کی باوجود وہ جوانوں سے بڑھ کر کام کرتے تھے، ان کی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کی خدمت کیلئے وقف تھا، ان کی زندگی بھی مسلمانوں کو نفع پہنچانے میں گزری اور شہادت باکرامت بھی طوفان میں پھنسی کشتی کو ساحل پر لے آئی، ہمارا فرض ہے کہ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے پاک خون کی لاج رکھیں اور ان کے مشن کو اپنی زندگیوں کا مقصد بنالیں، ان کی طرح اسلام کے سپاہی اور ملک وملت کے پاسباں بن جائیں اور انہی کی طرح اپنی جان راہ حق میں قربان کرنے کیلئے کمر بستہ رہیں، اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

پروفیسر مولانا محمد الیاس حقانی، اکوڑہ خٹک

بعض اوصاف حمیدہ کا تذکرہ

پروفیسر مولانا محمد الیاس حقانی صاحب، دارالعلوم حقانیہ کے انتہائی قابل فاضل شاگردوں میں سے ہیں، آپ نے وفاق المدارس کے سالانہ امتحان میں دورہ حدیث کے سال پورے پاکستان میں پہلی پوزیشن حاصل کی، آپ کو اخلاق کریمانہ، بے نفسی، تواضع، انکساری اور بے پناہ صلاحیتوں کے باعث علاقہ بھر میں انتہائی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، آپ نے دارالعلوم حقانیہ کی عزت و ناموس میں اپنی ہر دلعزیز شخصیت کے باعث خوب اضافہ کیا ہے۔ آپکے ذریعے سے متعدد غیر مسلموں نے اسلام بھی قبول کیا۔ آپ عمر بھر حضرت والد صاحب شہیدؒ، دارالعلوم اور راقم سے بے پناہ محبت وعقیدت کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ (مدیر)

وہ جن کے دم سے جنس وفا تھی گراں بہا
وہ لوگ بزم دھر سے نایاب ہوگئے

شہید ناموس رسالتؐ اور شہید ختم نبوتؐ نے ایک ایسا سنہری باب تاریخ کے اوراق میں ضم کیا کہ غازی علم الدین شہید رحمہ اللہ کی یاد تازہ ہوئی ان کا جنازہ بھی وسیع تھا، للّٰہیت کی منفرد تصویر سامنے آئی، گھنٹوں نکلنے کا راستہ نہ ملا لیکن حضرت شیخ شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے جنازے کی طرح ایک زبان بھی شاکی نہ رہی، سب برضا ورغبت منتظر رہے، اسی طرح حاجی عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ کے جنازے نے بھی حضرت الامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی نماز جنازہ کی گونج سنائی، حضرت مولانا ابوالکلام آزاد صاحب رحمہ اللہ کا جنازہ بھی دس لاکھ افرد نے پڑھا، باقی افراد مثلاً ہندو سکھ ویسے معتقد ہو کر کھڑے رہے، جن میں وزیر اعظم ہندوستان بھی شامل رہا، بالکل محترم مولانا موصوف صاحب رحمہ اللہ کی نماز جنازہ بھی مرقع علماء وصلحاء کا علمبردار بنا۔

بجھا چراغ، اٹھی بزم، کھل کے رو اے دل
وہ چل دیئے جنہیں عادت تھی مسکرانے کی

جو مقدر ہے وہی ہو کر رہے گا

محترم شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ ہر کسی سے ملاقات فرماتے اور ہر کسی کی بات سنتے، مثلاً ایک دفعہ دفتر اہتمام دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں میمنت لزوم قدوم فرمایا، ایک مہمان نے کہا کہ اسلام آباد کے ہر چوک میں خفیہ کیمرے یہودیوں نے نصب کئے ہیں آخر ہم کہاں جائیں، آپ نے فرمایا کہ خیر ہوگی تشویش نہ کریں، جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں کچھ مخصوص بندوں کو مختلف فتنوں کے تعاقب میں سینہ سپر کی قوت عطاء فرماتے ہیں، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ انہی میں سے ایک فردِ فرید تھے، آپ تا دم حیات فتنوں کا تعاقب فرماتے اور فتنوں کی پہچان کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔

بدل کے بھیس زمانے میں پھر سے آتے ہیں
اگرچہ پیر ہے آدم جواں ہیں لات و منات

بقول مولانا موصوف ان کا آخری عمل خدمت تفسیر تھا، وہ سر پر تاج شہادت سجائے بارگاہِ ربوبیت میں حاضر ہوئے۔

زخموں پہ زخم کھا کے دل اتنے لہو گھونٹ پی
آہ نہ کر لبوں کو سی، عشق ہے دل لگی نہیں

چند اہم خدمات

مولانا شہیدؒ ہمہ گیر شخصیت اور بین الاقوامی شہرت رکھتے ہوئے آپ نے مندرجہ ذیل اہم خدمات انجام دیں۔(۱) اہتمام مدرسہ (۲) وادی صحافت میں سفر (۳) تصنیف وتالیف میں خدمات (۴) قومی قیادت، عالمی سطح پر سرپرستی اور دینی طبقات کی نمائندگی (۵) تادم شہادت نفاذِ شریعت کی جدوجہد کا سلسلہ قائم رکھنا (۶) ۱۹۷۴ء میں قادیانیت کے مسئلے پر ختم نبوت میں خدمات کا سلسلہ جاری رکھنا۔(۷) شریعت بل کا پیش کرنا۔ آپ کی ذات علمی، تدریسی، دعوتی، تصنیفی، ادبی، صحافتی، قومی، ملی سیاسی اور انقلابی پہلوؤں سے حوالے کا درجہ رکھتی ہے......

کچھ ایسے بھی اس بزم سے اٹھ جائیں گے جن کو تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

محترم حقانی صاحب نے بحوالہ مولانا محترم احمد حافظ یہ چند اشعار آپ شہید رحمہ اللہ کیلئے پیش کئے۔

افق کی سرخ قبا سے سراغ ملتا ہے ہمارا خون ستاروں میں جگمگائے گا
ہمارے بعد کہاں یہ وفا کے ہنگامے کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا

بقول پروفیسر قاضی ضیاء الحق صاحب دامت برکاتہم

حضرت گئے روٹھ گیا موسم بہار کا ساعتے بااہل حق کی محفل اجڑ گئی
قلب ونظر کی راحت کا سامان نہیں رہا حقانیوں کے درد کا درماں نہیں رہا

اللہ تعالیٰ کی ذات پر کمال اعتماد

مولانا شہید اللہ تعالیٰ کی ذات پر بے حد اعتماد اور بھروسہ رکھتے تھے، ایک دفعہ مدرسہ کے لنگر میں مخدوش حالات آئے کسی نے آکر کہا کہ حضرت! یہ تو مشکلات کا سامنا ہے کیا کریں؟ فوراً جواب دیا کہ یہ دارالعلوم عبدالحق (صاحب رحمہ اللہ) اور سمیع الحق (صاحب رحمہ اللہ) کا نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ چلاتا ہے، اگر گندم کا ایک ایک دانہ لاکھ روپے کا ہو جائے تو بھی یہ نظام چلتا رہے گا اور پھر کیا تھا لنگر بھی چل پڑا اور وسعت وجدت کے ساتھ آگے سلسلہ دراز ہوتا گیا، دارالعلوم حقانیہ میں پھر سے بہار آئی دراصل یہ درس آپ شہید رحمہ اللہ کو اپنے عظیم والد رحمہ اللہ سے ورثہ میں ملا تھا۔

حقانیہ رواں دواں رہے گا

چند وجوہات کی بناء پر دارالعلوم حقانیہ سکول کو چلانا مشکل ہو گیا تھا کیونکہ اخراجات بہت زیادہ تھے اور کوئی فیس وغیرہ نہیں تھی، مگر کام چلتا رہا، ایک دفعہ ہنگامی میٹنگ منعقد ہوئی، شرکاء کی گفتگو سے قنوطیت کے بادل چھا رہے تھے، ایک تجویز یہ بھی پیش کی گئی کہ اِسے عارضی طور پر بند کر دیا جائے مگر شہید رسالت رحمہ اللہ کا جواب یوں آیا کہ دارالعلوم حقانیہ سکول تو حقانیہ مدرسہ کی ماں ہے، کیا جب کسی کی ماں بیمار پڑتی ہے تو اولاد اس ماں صاحبہ کو دریا میں پھینکتی ہے؟ پھر سب کو حوصلہ ملا اور نئے ولولہ سے کام کرنے لگے اور یہ تاریخی سکول اب تک رواں دواں ہے۔

اسلام کے مقدس ورثے کی حفاظت

مولانا شہید رحمہ اللہ کی بڑی کاوشوں میں ایک کاوش فکر ونظر، علم وعمل، تاریخ وتذکرہ، اخلاص وللّٰہیت، ذکاوت وتقویٰ، سیاست واجتماعیت، تبلیغ واشاعت دین، تعلیم وتدریس، غرض ہمہ جہت، جامع نفع بخش، اصحاب علم وکمال، علماء، فصحاء، ادباء، دانشوروں، بزرگوں اور اہل نقد ونظر کے

آراء وافکار بھرے خطوط کا رقم کرنا ہے، آپ رحمہ اللہ کی ایک بلند فکری اور حفاظتی حظ وہبی تاریخ کے اوراق میں ہر چیز کا ڈھالنا تھا جو دیکھا لکھا، جولکھا کتاب بنی تاریخ میں ضمیمہ واضافہ بنا۔

آپ سے آپ الٹ جاتے ہیں، یادوں کے ورق
ہو نہ ہو یہ تیرے دامن کی ہوا آتی ہے

ظرافت طبعی

جب کچھ عرصہ قبل سیلاب آیا تو اکوڑہ کے ساکنان کو مفت رہائش، راشن اور مفت بجلی وغیرہ فوری فراہم کی، آپ رحمہ اللہ ظرافت میں بھی مشہور تھے، جب آزمائش کا دورانیہ بہت طویل ہوا اور مدرسہ میں یہ تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تو از راہ مذاقاً فرمایا کہ یہ متاثرین سیلاب ہیں اور ہم متاثرین متاثرین سیلاب ہیں۔

ظرافت کا فنی واقعہ

ایک دفعہ مدینہ منورہ کے حرم مقدس کے امام صاحب دامت برکاتہم العالیہ راستے پر گزر رہے تھے، مخالف حکومت کی طرف سے غالباً دارالعلوم حقانیہ میں ٹھہرنے کی اجازت نہ تھی، طلبہ نے اسی زمانے میں باقاعدہ روڈ بند کیا اور امام موصوف کی موٹرکار کو کندھوں پر اٹھا کر دارالعلوم کے صحن میں لاکر رکھ دیا، شہید ناموس رسالت رحمہ اللہ موجود تھے، ایک دفعہ دوران گفتگو فرمایا کہ یہ واقعہ میں نے مدینہ منورہ کے امام صاحب مذکور کے سامنے بیان کیا تو وہ ہنس پڑے، آپ رحمہ اللہ اسم بامسمّٰی تھے، حق بات کے نہایت سامع بلکہ سمیع تھے، ہم چھوٹوں کو بڑا حوصلہ دیتے تھے ہم سے کیا ہر طالب علم سے ان کو شدید محبت تھی۔

بچپن کی ذہانت

حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نور اللہ مرقدہ کے خاص دوست حضرت مولانا حافظ نور بادشاہ صاحب رحمہ اللہ جو مرحوم کے بھی استاد تھے، انہوں نے مجھے بتایا کہ مولانا شہید رحمہ اللہ جب چھوٹے بچے تھے، ہم نے ان کے سامنے بطور امتحان کاغذ پر ایک بڑا دائرہ اور اس کے درمیان ایک چھوٹا دائرہ بنایا اور شہید رحمہ اللہ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ فوراً جواب دیا کہ یہ جوار کی

روٹی ہے اور درمیان میں ساگ ہے، حضرت نور بادشاہ صاحب نے ایک واقعہ مزید بتایا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ اپنی مسجد میں جمعۃ المبارک کو تقریر فرماتے ایک دفعہ حضرت صاحب رحمہ اللہ موجود نہ تھے تو حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو بڑی فکر دامن گیر تھی کہ تقریر کون کرے گا؟ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے معذرت کی مگر ہم بڑوں نے ان سے کہا کہ شرمانے اور ڈرنے کی ضرورت نہیں ہم نے اپنے گڑ کی منڈی کا دروازہ بند کر کے ان سے تقریر کرنے کا کہا کہ گڑ کی بوریوں کے سامنے تقریر کریں چنانچہ پندرہ بیس منٹ تقریر کی اور اس دن پہلی تقریر مسجد میں ۴۵ منٹ (غالباً) فرمائی، یہ ان کی زندگی کی پہلی تقریر تھی۔

مولانا عمادالدین محمود صاحب دامت برکاتہم کے بقول ان کو ایسے حالات میں شہید کیا گیا جب طالبان علوم نبوت کو ان کی شفقت ومحبت درکار تھی، اہل علم ان کے علم اور تجربے کے محتاج تھے، وہ آرام سے نہیں بیٹھے تھے، ایوان سلاطین پر بجلیاں برسانے والے شہید رحمہ اللہ ہی تھے، ''الحق'' کے کامیاب ایڈیٹر تھے، نو وارد ونوآموز لکھاریوں کی طویل تر تحریروں کو کاٹ چھانٹ کر جب وہ ''الحق'' کی زینت بناتے تو خود لکھاری ورطہ حیرت میں ڈوب جاتے، یہ ان کی حوصلہ افزائی کا بہترین نتیجہ تھا کہ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ وغیرہ اسلامی دنیا کے سامنے آئے۔

بقول مولانا سعد الباقی صاحب زمانہ طالبعلمی کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ جب چھوٹے تھے تو ان کو استاد فاضل دیوبند ڈاکٹر مولانا اسرار الحق قاسمی رحمہ اللہ نے منہ پر مارا جس سے ان کا دانت ٹوٹ گیا ایک دفعہ اور ضرب رسید کی تو مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کے پاس چلے گئے چنانچہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فرمایا مجھے خوشی ہوئی کہ آپ نے میرے بیٹے مولانا سمیع الحق پر نظر تربیت رکھی، آئندہ بھی اسی طرح سرپرستی فرمایئے گا۔

الغرض! آپ رحمہ اللہ کی ذات اس شش جہت ہیرے کی طرح ہے، جس کی ہر نوک سے آفتاب کی شعاعوں کے باعث مختلف رنگوں کی روشنیاں جھلک رہی ہیں اور پھر ہر نوک میں کائنات کی رنگینیاں سمٹ کر بہار کا عکس سامنے لا رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی برکتیں قائم رکھے اور ختم نبوت کی تحریک تاقیامت جاری رکھے۔ (آمین)

مولانا مفتی سراج الحسن
میڈیا انچارج وفاق المدارس خیبر پختونخوا

امن کے داعی کا تابناک کردار

مولانا مفتی سراج الحسن صاحب جامعہ عثمانیہ کے فاضل ومتخصص اور قابل مدرس ہیں، وفاق المدارس العربیہ خیبر پختونخوا کے میڈیا انچارج بھی ہیں اس کے ساتھ ساتھ آپ کئی کتابوں کے مصنف، مؤلف اور کالم نگار بھی ہیں۔(ادارہ)

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ممتاز عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے بڑے صاحبزادے تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں وہ بیک وقت محدث، مفسر اور ایک اصولی سیاستدان تھے۔آئین پاکستان پر بھی ان کے دستخط موجود ہیں، موجودہ دور میں جنوبی ایشیا کی سب سے بڑا دینی ادارہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی تھے۔جہاں سے سالانہ ہزاروں کی تعداد میں علماء فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ملک وملت کے کئی بڑے رہنما اس ادارے کے فاضل ہیں جن میں ایک بڑا نام مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا بھی ہے جو آج ملک کے لیے اعلیٰ سطح پر اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ایک ہمہ گیر اور قدآور شخصیت

جہاں تک مولانا شہیدؒ کی شخصیت اور خدمات کا تعلق ہے تو اس کا مکمل احاطہ کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ وہ ایک ہمہ گیر شخصیت تھے۔ایسے عالم دین تھے جن کی خدمات منبر اور محراب تک محدود نہیں تھیں بلکہ بین الاقوامی دنیا بھی ان کی خدمات کی معترف ہے۔علمی اور سیاسی لحاظ سے قدآور شخصیت تھے، ۱۹۷۳ء کے آئین کی تیاری، شریعت بل کی منظوری میں سب سے زیادہ کردار مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا تھا۔قریب سے جاننے والے کو بخوبی معلوم ہے کہ موصوف دین کی سربلندی کے لیے حق بات کہنے میں معمولی ہچکچاہٹ بھی محسوس نہیں کرتے تھے۔جس موقف کو اپنی دانست کے مطابق حق جانا تو اس پر ڈٹ کر کھڑے رہتے۔ان کا حوصلہ پیرانہ سالی میں بھی جواں تھا، آپ اگر ایک طرف تحریر کے

میدان میں ادیب تھے تو دوسری طرف جہاد کے میدان میں سپہ سالار بھی تھے، آپ اپنے والد محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے صحیح جانشین تھے اپنے والد کے قائم کردہ ادارے کو ایسا چمکایا کہ اس کو دیوبند ثانی کا لقب ملا۔ مولانا موصوف ہی کی مدبرانہ پالیسیوں کا نتیجہ ہے کہ آج بھی دارالعلوم حقانیہ علوم نبوت کا بہت بڑا مرکز ہے، تواضع ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ بندہ کو بھی ان کے صاحبزادے برادرم محترم اسامہ سمیع اور خزیمہ سمیع کی وساطت سے کئی بار ملنے کا شرف حاصل ہوا، بہت شفقت فرماتے اور میڈیا کے ساتھ قریبی تعلق قائم رکھنے پر زور دیتے اور اس حوالے سے حوصلہ افزائی اور رہنمائی فرماتے۔ ان کی پوری حیات پر حق کا سایہ رہا، وہ جمیعۃ علماء اسلام کے سربراہ تھے۔ تین مرتبہ ایوان بالا کے رکن منتخب ہوئے تھے، کئی تحریکوں کے قائد تھے۔ ان کو اگر بابائے دینی اتحاد کا لقب دیا جائے تو غلط نہ ہوگا، وہ سفیر امن تھے، کہا کرتے تھے کہ اسلام کو دہشتگردی سے نتھی کرنا دو متضاد چیزوں کو ملانا ہے اسلام کا نام ہی امن و سلامتی ہے، وہ وحدت امت کے داعی تھے انہوں نے پاکستان میں اتحاد امت اور فرقہ واریت کے سدباب کیلئے جو کردار ادا کیا اس سے ہر ایک بخوبی واقف ہے۔ وہ نفاذ شریعت کی علامت اور ہر کڑے وقت میں پاکستان کیساتھ کھڑی رہنے والی شخصیت تھے۔

مسجد الحرام کی تاریخی توسیع کے سنگ بنیاد کی تقریب میں شرکت

مولانا موصوف پاکستان کی واحد شخصیت تھے جنہوں نے ۱۹/اگست ۲۰۱۱ء کو مسجد الحرام کی سب سے بڑی شاندار اور تاریخی توسیع کے سنگ بنیاد کی تقریب میں شرکت کی۔ اس تقریب میں سعودی عرب سے باہر عالم اسلام کی شخصیات میں سے پاکستان سے یہ اعزاز مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو حاصل ہوا اور اس تاریخی و مبارک تقریب میں سب سے پہلی نشست مولانا سمیع الحق شہیدؒ کیلئے مختص کی گئی۔

مظلومانہ شہادت

ان ظالموں کو اس بزرگ کے نورانی چہرہ پر نظر پڑنے اتنے ضعیف استاذ الحدیث کی بیماری کو دیکھ کر بھی رحم نہیں آیا کس قدر تکلیف ہوئی ہوگی ان کو جب ایک کے بعد ایک واران کے جسم سے خون کی ندیاں بہار رہا ہوگا؟ اس وقت کیا کیفیت ہوگی جب انہوں نے اپنے کمزور ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کیا ہوگا؟ کس ہمت سے فرشتوں نے ایک بیمار بوڑھے کی بے بسی کو دیکھا ہوگا زمین وآسمان نے کس ہمت سے اس منظر کو دیکھا ہوگا؟ جب ایک شیخ الحدیث اور ضعیف العمر شخص نے اپنے دائیں بائیں کسی کو مدد کے لیے ڈھونڈا ہوگا؟ کیا عالم ہوگا جس وقت انہوں نے زندگی سے

مایوس ہوکر اپنی آنکھیں بند کی ہوں گی اور درد سے کراہتے ہوئے آخری ہچکی لی ہوگی؟ ان ظالموں نے صرف ایک شیخ الحدیث کو شہید نہیں کیا ہے بلکہ اپنی پیٹھ پر ایک بڑا بوجھ لادلیا ہے، اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے تاہم اللہ تعالیٰ نے ۸۲ سال کی عمر میں ہزاروں شہیدوں کے استاد کی قسمت میں شہادت لکھی تھی یقیناً انہوں نے رب کے ہاں اعلیٰ علیین میں مقام پایا ہوگا اور اپنے جسم پر بہنے والے مظلومانہ خون کے ساتھ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوئے۔ ویسے تو موت ہر ذی روح کو آنی ہے مگر رشک آتا ہے ایک ایسی شخصیت پر جس نے نہ صرف سعادت کی زندگی گزاری بلکہ شہادت کی موت کو بھی لبیک کہا۔

شہادت پر پسماندگان اور روحانی اولاد کا قابل دید صبر وحوصلہ

اس کلمہ حق کی وجہ سے تدفین کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استقبال فرمایا ہوگا۔ اس موقع پر جمعیۃ علماء اسلام (س) کی قیادت اور حضرت شیخ شہیدؒ کے لاکھوں شاگردوں نے جس صبر اور تحمل کا مظاہرہ کیا، امن وامان کو برقرار رکھا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ ورنہ بے نظیر بھٹو کی شہادت پر پورے ملک میں تباہی پھیل گئی تھی جلاؤ گھیراؤ ہوا تھا جبکہ یہاں لاکھوں طلبہ کے استاذ کو بے دردی سے شہید کیا گیا جلاؤ گھیراؤ تو دور کی بات ایک گملا بھی نہ ٹوٹا اور نہ پاکستان مخالف نعرہ لگا کیونکہ انہوں نے اپنے لاکھوں شاگردوں کو یہ نہیں پڑھایا کہ اگر مجھے شہید کیا جائے تو ملک کی اینٹ سے اینٹ بجادینا بلکہ اپنے شاگردوں کو حب الوطنی کا درس دیا تھا اور ان کے دلوں میں یہ بٹھایا تھا کہ یہ ملک اللہ کی طرف سے عظیم نعمت ہے اس کی حفاظت ہم سب پر فرض ہے لیکن پھر بھی جہالت اور انتہا پسندی کا الزام مولویوں پر لگایا جاتا ہے یہ ہے حب الوطنی اور تربیت۔ اللہ تعالیٰ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے درجات بلند فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

گولیوں کے دور میں بھی خنجر سے شہادت
کتنی قربت ملی ہے تجھے صحابہ سے
بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

مولانا شفیق احمد سلیم ملکانوی
جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا

مولانا سمیع الحق شہیدؒ، سالارِ قافلۂ حق

مولانا شفیق احمد سلیم ملکانوی صاحب جید عالم اور بہترین مدرس ہیں، تصنیف وتالیف سے خصوصی شغف رکھتے ہیں، ''سفرنامہ دہلی'' انکی ادبی کاوش ہے، جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ میں بھی استاد رہے، اب جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا کے استاد حدیث اور ناظم تعلیمات کے عہدہ پر فائز ہیں۔(ادارہ)

عظیم تر شخصیات میں ایک نام حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ تھا جنہیں ظالموں ، سفاکوں اور درندوں نے انتہائی بربریت کے ساتھ لقمۂ اُجل بنایا۔ بالکل بجا کہ ہر ایک نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت اور یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ دنیا میں رہنے کا جس کا جتنا دورانیہ ہے اس نے وہ ضرور پورا کر کے جانا ہے لیکن انتہائے زیست جب بے رحمانہ ہو اور اس قدر سفاکانہ کہ انسانیت مارے شرم کے منہ چھپائے پھرے اور اس قدر کربناک ہو کہ ہوش تک اُڑا دے اور اس قدر اندوہناک ہو کہ جو سنے اسے آٹھوں پہر رُلائے رکھے تو کلیجہ منہ کو نہ آئے تو کیا ہو؟

کوئی تو ہے جو اس ہنستے بستے منظر میں
چپکے سے آواز میں آنسو رکھ جاتا ہے

یہ مشقِ ستم اس انسان سے روا رکھی گئی جس نے علم کا حظ وافر سنبھال رکھا تھا اور جو اس کارگاہِ زیست میں چہار سو باطل سے نبرد آزما تھا اور جو اس چومکھی جنگ میں اپنی باطل شکن اداؤں سے من ابنآء الاخرۃ تھا، اس مردِ قلندر نے نہ جانے غرور وستم کے کتنے بُت پاش پاش کئے ہوں گے اور نہ جانے کتنے فرعونوں اور جابروں کے آگے آوازۂ حق بلند کیا ہوگا اور نہ جانے کتنی بار افضل الجہاد کا علم بلند کیا ہوگا ؟ اس آوازۂ حق کو انتہائی بیدردی کے ساتھ دبا دیا گیا۔

قمار خانۂ عقل و خرد کی ذریت
ادائے صوم و نوائے صلوات کیا جانے

حضرت مولانا شہیدؒ ایک علمی خانوادہ کے چشم و چراغ تھے اور وراثتِ علمی سے مالا مال تھے، اس لئے کہ بچپن اور بعد کی لطف کی زندگی سے ہی اپنی مشت خاک کو بزرگوں کے گوشۂ دامن سے باندھ دیا تھا اور پھر لطف یہ کہ اوائل زندگی سے ہی اپنے بزرگوں کی ہر تعلیم کو چشم عقیدت کا سرمہ بنایا۔

حضرت مولانا شہیدؒ کے والد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے فاضل جلیل ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں کے استاذ بھی رہے تھے پھر اکوڑہ خٹک آکر ایک ادارے کی داغ بیل ڈالی اس کی آبیاری کی اور اسے خونِ دل سے سینچا۔ حضرت شیخؒ کی انتھک محنت، کوشش، لگن اور جانفشانی سے یہ ادارہ محض ایک تناور درخت ہی نہیں بلکہ ثمر بار شجرۂ طوبیٰ قرار پایا، اس ادارہ کا نام ''دارالعلوم حقانیہ'' ہے، علمی دنیا میں آج اس ادارے کا غلغلہ بامِ عروج پر ہے، اس ادارہ کے فضلاء نے دنیا کے کونے کونے میں شمع علم روشن کر رکھی ہے اور بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''دارالعلوم حقانیہ'' کو زمین کے کسی ایک ٹکڑے کے حدود اربعہ سے ناپنا اور اس کی پیمائش کرنا اس ادارہ کی سب سے بڑی توہین ہوگی۔ آج دنیا کے ہر کونے میں اس ادارہ کے فضلاء نے علمی دھوم مچا رکھی ہے۔ دنیا بھر کے بڑے دینی جامعات میں ایک بہت بڑا دینی جامعہ ''دارالعلوم حقانیہ'' ہے، حضرت شیخ الحدیثؒ کے انتقال پر ملال کے بعد اس عظیم ادارہ کی تمام تر ذمہ داری حضرت مولانا شہیدؒ کے کاندھوں پر آپڑی، حضرت مولاناؒ نے اپنے حسن انتظام اور کمال تدبر سے اس ادارہ کو مزید ترقیات سے نوازا، صرف تعلیمی ترقی ہی نہیں بلکہ طلباء کی بہتات میں خاطر خواہ اضافہ ہوا اور ظاہری و تعمیری ترقی تو آسمان سے چشمک کر رہی ہے۔

دیکھے ہیں بہت ہم نے بھی پرکیف مناظر
لیکن ترے کوچہ کی فضا اور ہی کچھ ہے

حضرت شہیدؒ اپنے حسنِ عمل اور جفاکشی وجانکاہی میں الولد سر لابیه اور ابن ابیه کی تابناک مثال تھے، مولانا شہیدؒ کی اپنی تدریسی وتالیفی زندگی کی اور خدمات کی ایک طویل داستان ہے

قدم قدم پہ ذرا نقدِ جاں کو ہارے تو ہماری طرح کوئی زندگی گذارے تو
ہماری طرح غبارِ راہِ وفا ہو کر نقوشِ راہ محبت کوئی اُبھارے تو

آغازِ شباب ۲۲ رسال کی عمر سے اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں کو دارالعلوم کے حوالہ ہی نہیں کیا بلکہ اپنے کل کو دارالعلوم کے سپرد کر دیا۔ ۱۹۵۸ء میں علم الصیغہ اور کنز الدقائق جیسی اہم ترین

کتب سے اپنی تدریس کی بسم اللہ کی اور ۲۰۱۸ء میں تادم واپسیں الجامع الصحیح للبخاریؒ الجامع السنن للترمذی زیردرس تھیں ۔ یہ ساٹھ سال کا دورانیہ ہے اور خالص علمی مشغلہ ہے اور تالیفی اعتبار سے تفسیر لاہوری پر بڑی عرقریزی سے کام جاری تھا اور دنیا جہان کے جھنجھٹ الگ سے چمٹے ہوئے تھے ۔ بہ حسنِ صورت و سیرت موصوف بود و بہ انواع صفت وخوبی آراستہ بود، اپنوں اور غیروں کے طعنے اس کے سوا تھے لیکن یہ مرد قلندر التفاتِ دل دوستاں اوردوسروں کے سوزِغم ہائے نہانی سے دوآتشہ ہوکر رہ گذر عشق میں چلتا ہی رہا اور چلتا ہی رہا تا آنکہ کشتۂ عشق ہوا......

کشتۂ دشمن ہوں گر چہ تھا بیار دوست　　　عشق میں ''بیدادِ رشک غیر'' نے مارا مجھے

حضرت مولانا شہیدؒ علم کے ساتھ ساتھ قلم کے بھی بادشاہ تھے ۔ بڑے احترام اورانتہائی سلیقہ سے اردو کے دامن سے صرف شناسائی ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ ایک پہاڑی پٹھان زادے نے اپنے علاقہ میں اردو کو پالا پوسا تھا اور اسی پر بس نہیں بلکہ اب تو آپ کے اردو کے ''الحق'' نے وہ معیار اپنا لیا ہے کہ اگر اردو کے بڑے ادیبوں کے مضامین چھپ جائیں تو ''الحق'' پر احسان نظر نہیں آتا، (الحمد لله علی ذلك) اورحضرت مولانا شہیدؒ نے ریختہ کو نئے رُخ دیئے اوراپنے حقیقت رقم قلم سے زیبائش بھی عطاء کی اورادب کے دامن کو بہت کچھ سے بھرا بھی !

اردو کے ان مکتوبات کا ڈھیر اور انبار جو اُن کے والدمحترمؒ اورخود ان کے نام ہے اور جو پون صدی کے طویل دورانیے پر مشتمل ہیں اور ان کے لکھنے والوں میں بقول حضرت مولانا شہیدؒ : ''اساطین علم وادب ، علماء ومحدثین ، مشائخ واکابرین امت ، نامور اہل قلم وشہسواران صحافت ، دانشور ومصنفین ، سیاسی زعماء وحکمران وسلاطین ہیں''اور یہ مکتوبات طویل وعریض اورعمیق سات مجلدات پر مشتمل ہیں، یہ اردو کی گراں قدر ادبی خدمت ہی نہیں بلکہ ٹھوس علمی خدمت بھی ہے اور پھران مکتوبات کو ادبی تعارفی حواشی اور توضیحات کے خوبصورت نگینوں کے ساتھ ٹانکا گیا، حضرت مولانا شہیدؒ کی طرف سے اگر یہ کچھ نہ ہوتا تو حقیقت یہ کہ ان عظیم مکتوبات کا نغمہ بے ساز وصدا ہوتا اوران کا وافر حصہ قارئین کی سمجھ سے محفوظ ہوتا ۔ اب ہر مکتوب اوراس کی ہرسطر خوب واضح اور روشن ہے اور پھول پر شاخ پر اب دستِ دعا بنتا نظر آرہا ہے　　　زندگی زندگی بن گئی　　　دردِ راحت اثر مل گیا

اللہ کرے حضرت مولانا شہیدؒ کو ان کے صفات خاصہ اورمزایا کے ساتھ شہرت عام اور بقائے دوام نصیب ہو ۔ نہ جانے انہوں نے کن خدمتوں میں رہ کر پرورش پائی تھی کہ ان میں کمال کے رویے تھے کہ انقلاباتِ زمانہ کے باوجود دل انکا شکستہ پائی سے ناآشنا ہی رہا　وله شعائر حسنة مليحة

مولانا محمد اسلم زاہد
معروف سکالر و سیرت نگار و مصنف

علم و حلم کے سمندر

مجھے سب سے پہلے مولانا شہیدؒ کے آخری لمحات کے حالات جاننے کی تمنا ہوتی ہے کہ حادثے کے بعد ان کو کچھ دیر تڑپنا پڑا یا فوراً لبیک کہتے ہوئے اللہ سے جا ملے؟ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کی خبر دینے والے نے پہلے صرف ان کی دنیا سے رخصتی اور حملہ کی خبر دی تو حسب معمول غم اور تفکر کیساتھ ایک گونہ سکون ہوا کہ ان کی دیرینہ تمنا پوری ہوگئی، شہادت نصیب ہوئی اور وہ اس وقت اپنے خالق و مالک سے محو کلام ہیں، اللہ ان کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں اور وہ اللہ کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں، میں چشم تصور سے اللہ کو تو نہ دیکھ سکا تاہم مولاناؒ کا چہرہ بشرہ دیکھا ہوا تھا، اسے میں نے بخوبی پہچان لیا اور میری زبان پہ بے ساختہ جاری ہوا: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (القیامۃ: ۲۲،۲۳)

شہادت کی موت اور خوبصورت ترین زندگی

میں نے مولانا شہیدؒ کو صرف تصویروں اور ویڈیو میں دیکھا تھا، آج مجھے لگا، میری برسوں کی ملاقاتیں ہیں، میری کتابوں اور مضامین پر ان کی خوشی اور تشجیعات کے پیغامات آئے، ان کی عظمت کے پیش نظر ان کو فون بھی نہ کرسکا، لیکن یہ عقیدت تھی جو سامنے آگئی اور یہ تعلیمات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان تھا جس نے ان مناظر سے محظوظ کیا۔ شہداء کی موت، اس کے بعد ان کی خوبصورت ترین زندگی کا یقین، مطالعۂ قرآن اور درس گاہوں کے فیض نے اس قدر بڑھا دیا ہے کہ وہ علماء، مدرسین، خطباء، حفاظ اور داعیانِ اسلام جو اپنے فرائض منصبی ادا کرتے ہوئے مرتے ہیں یا مارے جاتے ہیں اور اپنے مشن پر قائم زندگی کی حالت میں موت کو گلے سے لگاتے ہیں، وہ سیدھا جنت جاتے ہیں، نیک روحیں ان کا استقبال کرتی ہیں اور خاص فرشتے ان کی روح کو لے کر علیین میں جاتے ہیں۔

چومکھی لڑنے والے مجاہد

میں بچپن سے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تحریریں پڑھ رہا ہوں ہمارے گاؤں میں

''الحق'' جاتا تھا، ایک عرصہ سے'' القاسم'' نے ان سے جوڑے رکھا تھا، میں محسوس کرتا رہا وہ چونکہ لڑنے والے مجاہد تھے، میں ابھی قرآنِ کریم حفظ کر رہا تھا، اس کے مفاہیم سے واقف نہ تھا، ان ایام سے ہی افغانستان اور اس کے بعد پاکستان پھر دنیا کے مختلف گوشوں سے یہ خبریں مسلسل سن رہا ہوں کہ دین اسلام کی ترویج واشاعت نفاذِ شریعت اور داڑھی اور پگڑی کے جرم میں موت کے گھاٹ میں مسلمانوں کو اتارا جارہا ہے، اس لئے علماء کی شہادت میرے لیے کوئی نئی، تعجب خیز، حیران کن اور درد انگیز نہ رہی۔

مولانا شہیدؒ کی شہادت کی تمنا

قارئین! آپ کو میرے اس نظریے سے اختلاف بھی ہوسکتا ہے تاہم مجھے کامل یقین ہے کہ جتنے اہل ایمان بھی، کسی بھی دینی شعبے میں محنت کررہے ہیں سب شہادت کے راستے پہ چلے ہوئے ہیں، آگے قسمت ہے ہمارے مولانا شہیدؒ کی طرح ان کی یہ تمنا پوری ہوجائے یا حاجی عبدالوہابؒ کی طرح بستر پر موت آجائے، جیل کی کال کوٹھڑیوں میں ڈال دیا جائے یا اسے نان جویں کے لیے ترسا دیا جائے، میڈیا کے ذریعے اسے سیاسی موت مارا جائے یا اس کے مقصد زندگی کو بدنام کیا جائے، بہرصورت یہ کسی نہ کسی حملے کا نشانہ ہیں اور مولانا شہیدؒ نے تو کوئی محاذ خالی نہیں چھوڑا، وہ کیسے بچتے، ان کو تدریس، تعلیم، نفاذِ شریعت، جہاد، تحریر وتقریر اور دعوت وتبلیغ کے محاذوں پر بیک وقت کھڑا رہنے کی وجہ سے ہر قسم کے دشمنوں کی توپوں کا سامنا تھا، چھریوں کے ذریعے ان کو مارنے والے بہت پچھتائے کہ اس خون ناحق کے لیے تو عالمی طاقتیں بے تاب ہیں، ہم نے یہ جرم کیا تو کیوں کیا؟

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے

اے علماء اور دین اسلام اور خصوصاً مسلک حقہ اہل سنت سے وابستہ دوستو! اپنے ساتھیوں کی ناقدری چھوڑ دو! ہماری صفوں کا ایک ایک آدمی ہیرا ہے، ہر ایک کی قدر کرو، نورانی قاعدہ پڑھانے والے کی بھی اتنی ہی عزت ہے جتنی بخاری شریف پڑھانے والے کی ہے، اس لیے کہ یہ دونوں ایک ہی ربّ کے سپاہی ہیں۔ مولانا شہیدؒ سب کو جمع کرتے رہے، ایک ایک کو بلاتے رہے، اس لیے کہ اپنی اپنی جگہ باطل کے خلاف ایک ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر صف

آراء ہیں، مسجدوں میں فضائل اعمال کی تعلیم کرنے والے اور تبلیغی اجتماعات کے اندر لاکھوں لوگوں میں بیان کرنے والے اس لحاظ سے یکساں قابل قدر ہیں کہ دونوں ایک ہی گاڑی کے ڈبے ہیں، سب کا احترام ضروری ہے اور ان کی زندگی میں ضروری ہے۔ ایک ٹاک شو میں مولانا حافظ حسین احمد (جمعیۃ علماءِ اسلام کے رہنما) نے فرمایا ''ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم تعریف وتوصیف کے الفاظ اور کسی کی خدمات اور محنتوں کے اعتراف کرنے کے لیے اس کی موت کا انتظار کرتے ہیں، اس کی زندگی میں اس کا ساتھ دینا تو کیا نصیب، چند جملے بھی اس کے کام کی توصیف کے لیے بولنا ہمارے لیے مشکل ہوتا ہے، ہاں! جب وہ مر ہی جائے تو ہمارے ہونٹ بھی حرکت میں آجاتے ہیں، قلم بھی چل پڑتا ہے، جلسے بھی ہوتے ہیں اور سیمینار بھی۔'' شہید علماء ومجاہدین کی شان میں اکثر یہ شعر پڑھا جاتا ہے......

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جان کی کوئی پرواہ نہیں

امت مسلمہ کے اتحاد کے لئے ان کی جدوجہد

اسے میں اس طرح سمجھا ہوں کہ دور حاضر میں ہر وہ شخص مقتل میں ہے جو دین کی کسی بھی محنت میں شریک ہے، اس لیے کہ اس مشن کی کوئی قسم ایسی نہیں ہے جہاں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر نہ جانا پڑے، ہر ایک ہی نشانے پر رہتا ہے اور ہر ایک ہی لائق قدر ہے، حضرتؒ کی شہادت کے بعد میں نے اس کی سوانح کو پھر سے دیکھا، ''الحق'' کی فائلوں میں ان کے مضامین کا مطالعہ کیا تو میرا یہ دعویٰ اور مضبوط ہوا کہ وہ علم وحلم کا سمندر تھے ان دونوں صفات کے ساتھ وہ مسلم امہ کو یکجا کر رہے تھے اور کچھ کر گئے تھے اس کے ساتھ اپنے اہل مسلک کو ایک جگہ لا رہے تھے اسی جدوجہد اور آرزو سے نبرد آزما تھے کہ بلاوا آگیا ......

مرنے کے بعد ہوتی ہے محسوس اب کمی
بزمِ ادب میں اب شعلۂ مستعجل دگر نہیں

مولانا ثناء اللہ غالب
کالم نگار روزنامہ "اسلام"

شہید حق کے شہر میں کچھ ساعتیں

- ...... اپنے سے چھوٹوں، ناواقف، کم حیثیت افراد اور ماتحتوں کیساتھ حسن سلوک
- ...... جامعہ میں کام کرنے والوں کے ساتھ محبت آمیز رویہ
- ...... مولاناؒ کی خندہ پیشانی اور کھچاؤ کے بغیر گفتگو
- ...... مولانا کی شہادت کی موت گویا ان کی خدمات پر ختامہ مسک

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے جنازے میں تو شرکت ہوئی تھی لیکن مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا اہل گلگت بلتستان وکوہستان سے تعلق کا تقاضا تھا کہ ان کے جذبات واحساسات حقانی خاندان تک پہنچانے کے لیے اکوڑہ خٹک کا سفر کیا جائے، چنانچہ اتحاد علماء کونسل کا ایک وفد، (جو مولانا حسین طارق، قاری عطاء الرحمٰن، مولانا غلام رسول ناصر، مولانا نائب خان سبحانی اور راقم السطور پر مشتمل تھا) اکوڑہ خٹک روانہ ہوا۔ جڑواں شہروں سے نکل کر موٹروے پر آگئے، موٹر وے کی تعمیر نے جہاں پاکستان میں مواصلات کو ایک نئی جہت دی ہے، وہاں موٹروے کی صفائی اور نظافت، آلودگی سے پاک فضا اور اس کے دائیں بائیں لہلہاتے کھیتوں کے تاحد نگاہ خوشنما مناظر سے دل ودماغ ایک نئی فرحت اور آنکھیں تراوٹ محسوس کرتی ہیں، کاش! نواز شریف شاہراہوں کی تعمیر، میٹرو اور اس قسم کے دوسرے قابل قدر اقدامات کے ساتھ دینی حلقوں خصوصاً اپنے تینوں ادوار حکومت میں اہل حق کے حوالے سے اپنی معاندانہ اور اپنے آخری دور حکومت میں سیکولر طبقے کے ساتھ پینگیں بڑھانے بلکہ ان کی رہنمائی میں نظام مملکت چلانے کی پالیسیوں پر نظر ثانی کرتے اور ان کے ایماء پر سود کے خاتمے کے عدالتی فیصلے کے خلاف دائر پٹیشن واپس لے لی جاتی تو نواز خاندان اس کڑے وقت میں تنہائی کا شکار نہ ہوتا۔

مغرب ہوتے ہوئے اکوڑہ خٹک پہنچے تو طے ہوا کہ نماز مغرب مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ

صاحب کی مسجد میں ادا کی جائے، یوں مسجد سے متصل احاطے میں موجود ڈاکٹر صاحبؒ کی قبر پر حاضری بھی ہوجائے گی۔ نماز ادا کر کے مقبرے کی زیارت سے مشرف ہوئے، یہاں آنے والوں کو زندگی بھر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھانے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کی دعوت دینے والے استاذ المحدثین کی سنت کے مطابق بنی ہوئی سادہ قبر سے بھی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پابندی کا سبق ملتا ہے۔ مولانا شیر علی شاہؒ صاحب کی قبر پر لگے کتبے کو پڑھ کر ایک عجیب حیرت ہوئی کہ قدرت نے ڈاکٹر صاحبؒ اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی للّٰہی رفاقت کا یوں احترام کیا کہ ان رفیقوں کا یوم وفات بھی، سال کے فرق کے ساتھ ایک اور تدفین کا دن بھی ایک ہے اور پھر یہ بھی کہ دونوں کے جنازوں میں عوام وخواص کی فقید المثال شرکت کی یکسانیت بھی جو بجائے خود ایک ریکارڈ ہے۔

قبر پر دعا سے فارغ ہوکر جامعہ حقانیہ کے لیے روانہ ہوئے، آج یہاں جامعہ حقانیہ قائم ہے، اس کے آس پاس سید احمد شہیدؒ کا قافلہ سخت جان کا پڑاؤ تھا اور یہیں مجاہدین بالاکوٹ کی سب سے پہلی تلوار چلی تھی، بے جا نہ ہوگا اگر یوں کہا جائے کہ جامعہ حقانیہ شہدائے بالاکوٹ کا فیضان ہے، یہی وجہ ہے کہ جامعہ حقانیہ تعلیمی وتربیتی خدمات میں تابندہ نقوش کی تاریخ کا حامل ہے تو فرزندان حقانیہ افغان طالبان کی صورت میں مشعل جہاد بھی فروزاں کیے ہوئے ہیں، حق نے بانی جامعہ مولانا عبد الحقؒ کو علم وعمل کی جامعیت کے ساتھ انداز خسروانہ بھی عطاء کیے تھے، دراز قد، روشن اور تیز طرار آنکھوں اور کشادہ پیشانی والے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں اپنے والد گرامی سے یہ اوصاف ورثے میں ملے تھے۔ مولانا شہیدؒ ان اوصاف کو لے کر میدان عمل میں یوں اترے کہ پھر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ ساری زندگی ملک وملت کی زلف برہم سنوارنے میں گزار دی۔ مولانا شہیدؒ کی زندگی اقبال کے الفاظ میں یوں گزری:

اسی کشمکش میں گذریں مری زندگی کی راتیں   کبھی سوز وساز رومی، کبھی پیچ وتاب رازی

اس صورت پر گزری زندگی کا ہی یہ صلہ تھا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے تذکرے کے بغیر ۷۰ کے عشرے سے مولانا کی شہادت تک کی وطن عزیز کی دینی، علمی، ادبی، صحافتی اور سیاسی تاریخ نامکمل رہے گی، یہ سب اپنی جگہ، مگر میں سمجھتا ہوں کہ شہید حق کی زندگی کے کچھ رخ ایسے ہیں جو انہیں اپنے ہم عصروں سے ممتاز کرتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کے امیر ثانی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے بارے میں پڑھا تھا کہ دعوتی اسفار کی کثرت، سفر وحضر میں روزانہ اجتماعات سے خطاب اور وفود سے گفتگو کی مصروفیات کے ہوتے ہوئے بھی حضرتؒ نے تصنیف وتالیف کا تسلسل بھی برقرار رکھا ہوا تھا۔ یوں ان

کے قلم سے طحاوی شریف کی شرح ''نیل الامانی'' اور صحابہ کرام کی سیرت پر ''حیاۃ الصحابۃ'' کے نام سے سیر وسوانح کی تاریخ میں ایک منفرد کتاب سامنے آئی۔ ایسے ہی مولانا سمیع الحقؒ نے دو متضاد چیزوں کو جمع کیا کہ سیاسی سرگرمیاں، جلسوں سے خطاب، تحریکوں کی قیادت، شب وروز کے ہنگاموں پر موقوف ہیں، جب کہ تصنیف وتالیف اور علمی مشاغل اپنے ساتھ کسی اور کی شرکت کے روادار نہیں لیکن مولاناؒ دونوں کو ساتھ لے کر چلے۔ عمر کے آخری حصے میں مولاناؒ نے حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تفسیری افادات کی ترتیب وتدوین کا کام شروع کیا تھا، پھر اس میں ایسے ڈوبے کے شہادت سے ایک آدھ ماہ پیشتر جراحت قلب کے لیے ہسپتال میں داخل ہوئے تو تفسیری افادات کا مسودہ بھی ساتھ تھا۔ جراحت کے مرحلے سے گزرنے سے کچھ پہلے کی ساعتوں میں بھی مسودے کی تصحیح وتدوین میں انہماک کا سن کر سلف کے علمی شغف اور اس راہ میں مشقتیں اٹھانے کے مناظر نگاہوں میں گھوم جاتے ہیں۔

انسانی عظمتوں کی پرکھ اپنے سے چھوٹوں، ناواقف، کم حیثیت افراد اور ماتحتوں کے ساتھ سلوک سے ہوتی ہے، جامعہ حقانیہ میں کام کرنے والے مولاناؒ کے پرانے رفقائے کار کا مولانا کی شفقتوں اور ماتحتوں کے ساتھ محبت آمیز سلوک کا تذکرہ پڑھ کر اور عام افراد کی مولانا شہیدؒ جیسی نامور شخصیت تک کسی حاشیہ بردار کے تند وتلخ جملوں اور دل آزار رویے سے سابقہ کے بغیر رسائی اور پھر ان کے ساتھ مولاناؒ کی خندہ پیشانی اور کھنچاؤ کے بغیر گفتگو دیکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ مولانا شہیدؒ اس حیثیت میں بھی بالا وبلند تھے۔ مولانا کی شہادت کی موت گویا ان کی خدمات پر ختامہ مسک ہے۔

بہرحال! ان احساسات وجذبات کے جلو میں جامعہ حقانیہ کے مہمان خانے میں داخل ہوئے۔ مہمان خانہ میں مولانا حامد الحق، مولانا عبد القیوم حقانی، وہاڑی سے آئے ہوئے مولانا ظفر احمد قاسم اور دیگر حضرات موجود تھے، مجلس میں شہید اور پھر اسی نسبت سے دیگر اکابر سمیت حضرت لاہوریؒ کی باکرامت زندگی کا تذکرہ رہا، ہم مہمان خانے سے نکل رہے تھے کہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہم تشریف لائے۔ حضرت کی دست بوسی کا شرف حاصل کرتے ہوئے مقبرہ حقانیہ پہنچے تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گرد وپیش کی فضا کو مدرسے کی عمومی فضا، مقبرے کے متصل قرآنی درس گاہوں اور وہاں سے اٹھتی ہوئی قرآن پڑھتے ہوئے سینکڑوں بچوں کی آوازوں اور قبر پر دعا کرنے والوں کے ہجوم نے نور ورحمت سے بھرا ہوا ہے، مقبرے سے نکل کر جامعہ کے ایوان حدیث (جہاں برسوں شہیدؒ حدیث کی کرنیں بکھیرتے رہے) قریب سے گزرتے ہوئے باہر نکلے۔

مولانا حمزہ احسانی
مدیر مجلّہ ''صفدر''، سرگودھا

شہید ناموس رسالتؐ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ (تلمیذ حضرت مدنی رحمہ اللہ) کے فرزند ارجمند، حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید، دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم، ہزاروں علماء کے استاد، جمعیۃ علماء اسلام (س) کے مرکزی امیر حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو ۲/نومبر بروز جمعہ کو سفاک قاتلوں نے نہایت بے رحمانہ طریقہ سے شہید کر دیا۔ (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

آپ ۱۹۳۶ء کو اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے، ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد مکرم سے حاصل کی، ۱۹۵۸ء میں دارالعلوم حقانیہ سے ہی دورہ حدیث کیا، حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے دورہ تفسیر پڑھا، بیعت کا تعلق بھی حضرت لاہوریؒ سے قائم کیا، ۲۲/سال کی عمر سے ہی جامعہ حقانیہ میں تدریسی خدمات شروع فرمادیں، ''الحق'' کے نام سے ایک معروفِ زمانہ ماہنامہ بھی جاری فرمایا۔ متعدد علمی و ادبی کتب بھی تحریر فرمائیں، شہادت کے دوسرے روز لاکھوں عقیدت مندوں نے جنازہ میں شرکت کی شہادت سے قبل سپریم کورٹ پاکستان کے آسیہ ملعونہ سے متعلق فیصلے کے خلاف کمر بستہ ہو چکے تھے اور اسی مشن میں جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ سپریم کورٹ کے اِس سیاہ فیصلے کے تھوڑی دیر بعد ایک صاحب نے آپ سے فون پر رابطہ فرمایا جو گفتگو ہوئی، اس کا کچھ حصہ پیش خدمت ہے:

چیف جسٹس کے غلامانہ فیصلے کے بعد لیا گیا انٹرویو!

عبدالسلام: (السلام علیکم) میں عبدالسلام بات کر رہا ہوں لاڑکانہ سے۔
مولانا سمیع الحقؒ: (وعلیکم السلام) جی! خیریت ہے جی؟
عبدالسلام: آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟
مولانا سمیع الحقؒ: جی جی!!
عبدالسلام: مولانا! مصروف تو نہیں؟

مولانا سمیع الحقؒ: کلاس میں ہوں۔ سبق پڑھا رہا ہوں!

عبدالسلام: آج سپریم کورٹ میں فیصلہ ہوا ہے۔ شاید آپ کو پتہ ہو؟ آسیہ کو باعزت بری کر دیا۔

مولانا سمیع الحقؒ: یہ کب ہوا؟ رہا کر دیا؟

عبدالسلام: جی رہا کر دیا ہے یہ ابھی ہوا ہے، ایک گھنٹہ پہلے، اس کے نتیجے میں ختم نبوتؐ کے عاشقان اتنے برہم اور گرم ہو گئے ہیں کہ وہ سڑکوں پر نکل گئے ہیں۔ سپریم کورٹ پر لعنتیں ہو رہی ہیں۔ (اِس بارے میں) کیا کہیں گے آپ؟

مولانا سمیع الحقؒ: ایسا ہوا ہے تو پھر لعنت ہونی چاہیے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر غیرت نہ ہو تو پھر اللہ ہی حافظ ہے۔ یہ تو بیرونی غلام ہیں حقیقت میں اور غلاموں کا کیا اختیار ہوتا ہے، امریکہ اور یورپ جو کہیں (اُن کے غلام وہی کریں گے) اور اگر اس کو باعزت بری کر دیا ہے تو پھر بہت بڑی اور بُری بات۔ (جب نواز شریف نے ممتاز قادری کو پھانسی دی تھی تو) میں نے اُس وقت کہا تھا کہ میاں صاحب نے یہ بہت بُرا کیا ہے، اس کا عتاب آئے گا اور وہ ایک رات بھی سکون سے نہیں سو سکے گا اور اسی طرح ہوا، اس پھانسی کے بعد اس پر زوال آیا ہے، سارا خاندان بلکہ عورتیں تک عدالتوں کے چکر میں ہیں، دراصل یہ وہی عتاب ہے، میری اُس دن عمران خان سے ملاقات ہوئی تھی، سب سے پہلے میں نے یہی بات کی تھی (کہ) خبردار آسیہ کے مسئلہ میں دباؤ میں نہ آنا۔ ورنہ تمہارا اَنجام بھی نواز شریف کی طرح ہوگا۔

سپریم کورٹ کے سیاہ فیصلے کے بعد قوم کے نام پیغام

''میرے ملک کے غیور شہریو! مسلمانو! خواتین و حضرات! آج سپریم کورٹ کا جو فیصلہ آیا ہے، اس نے پاکستان کی ستر (۷۰) سالہ تاریخ میں بہت بڑا دھبہ لگایا ہے، مسلمانوں کے جذبات مجروح کیے بلکہ پوری امت کے دل زخمی کر دیے ہیں۔ ہمیں سب کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملا ہے ورنہ آج ہم بھی سکھ ہوتے، ہندو ہوتے، عیسائی ہوتے، گائے کے گوبر اور پیشاب کی پوجا کرتے ہوتے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور دنیا اور آخرت کی فلاح کا راستہ دکھایا۔ سب کچھ اسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرہون منت ہے۔

میں حکمرانوں سے اپیل کروں گا، فوج سے بھی اور مقتدر اِداروں سے بھی، اِس فیصلے پر نظر ثانی کرائیں۔ ملک کی بقاء، ملک کی سالمیت، ملک کا امن وامان ہم سب کو عزیز ہے۔ ایسے فیصلے سے ملک کی سالمیت کو آگ لگائی ہے۔ میں سمجھتا ہوں اِس عدالت نے جس کو ہر وقت اپنی توہین کی فکر رہتی ہے اور اپنے آپ کو مقدس گائے کی طرح سمجھتے ہیں لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر انہوں نے گویا لایعنی تاویلات کیں، شکوک اور شبہات پیدا کیے، جبکہ خود اِن کی دو بڑی عدالتوں نے اس کی سزا کو برقرار رکھا تھا اور آسیہ ملعونہ کی سزائے موت کی توثیق کر دی تھی لیکن آج بیرونی دباؤ، ڈالروں کے لالچ میں اور غلامی کی وجہ سے مغربی اقوام سے مجبور ہو کر اور دباؤ میں آ کر انہوں نے ایسا فیصلہ کیا ہے جس نے ملک کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔

میں سمجھتا ہوں ہمارے وزیراعظم جب ریاست مدینہ کی بات کرتے ہیں تو ریاست مدینہ کا اولین تقاضا ہے کہ ریاست کے اولین بانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس پر اسٹینڈ لیں اور یہ جو آگ لگی ہے اِس کو بجھانے کا یہی طریقہ ہے کہ تمام مقتدر طاقتیں مل کر اس کی کوئی تلافی کریں، اس پر نظر ثانی کریں، اس میں یہ نہ ہو کل اس ملعونہ کو وی آئی پی پروٹوکول کے ساتھ جہاز میں بٹھا کے روانہ کر دیں آج افواہ بھی یہی ہے کہ یہی ہوگا۔

بہرحال! میں سمجھتا ہوں ملک کا امن وامان بھی ہمیں عزیز ہے، سب سے پہلے ہم اِس ملک کے امن و امان، اِس ملک کی آزادی، سالمیت اور دفاع کے لیے مصروف عمل ہیں، میرا ''دفاع پاکستان کونسل'' بنانے کا مقصد یہی تھا۔ اِس ملک میں شر اور فساد بدامنی نہ ہو اور غیروں کے تسلط سے ہمیں آزادی ملے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اِس وقت دینی جماعتیں اتحاد ویکجہتی کا مظاہرہ کریں اور کوئی اقدام اگر ہم کرتے ہیں تو مشترکہ مشاورت سے کریں اور متفقہ بائیکاٹ کی اپیل کریں، ہڑتال کی اپیل کریں، مظاہروں کی اپیل کریں اور یکجہتی کا مظاہرہ اس میں ہو اور نفسانفسی نہ ہو کہ ہر ایک اپنی ڈیڑھ اینٹ کی دکان کو چمکائے۔ میں سمجھتا ہوں فوری طور پر پورے ملک کو جمعہ کے دن پرامن احتجاج کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور ایک بات ضروری ہے کہ ہم اِن مظاہروں میں اور احتجاج میں کسی کے مال اور اَملاک کو نقصان نہ پہنچائیں، کسی بھی بے گناہ شہری کو تکلیف نہ ہو اور ٹریفک کو نقصان نہ پہنچائیں کیونکہ یہ اپنے ملک کے ساتھ برائی ہے اور اسلام ہمیں یہ اجازت نہیں دیتا کہ کسی بے گناہ

کے مال اور جان اور عزت پر ہاتھ ڈالا جائے۔ البتہ پرامن احتجاج اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے تعلق وجذبات کا اِظہار ضروری ہے، یہی ایمان کا تقاضا ہے اور جب تک یہ جذبہ ہم میں نہیں ہوگا ہم مومن نہیں ہوں گے......

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

میں اپیل کرتا ہوں ''جمعیۃ علماء اسلام'' سے اور ''دِفاع پاکستان کونسل'' میں شامل تمام دینی جماعتوں سے، تمام علماء، مشائخ اور صوفیہ سے اور معزز، غیرت مند، غیور مسلمان شہریوں سے کہ وہ اپنی سیاسی وابستگیوں سے اور تعصّبات سے بالاتر ہوکر خالص عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے کے ساتھ مظاہرہ کریں اور مغربی اقوام کو یہ پیغام پہنچادیں کہ پاکستان کے مسلمان نبی پاک کے لیے جان مال سب کچھ فدا کر سکتے ہیں اور ہمارے حکمرانوں کی یہ بدقسمتی ہے کہ اُن کے ساتھ یہ سب کچھ کھیلا گیا۔ ہم تو خیرخواہ تھے اِس حکومت کے، ہم اِس کو مستحکم دیکھنا چاہتے تھے لیکن جو سازش ہوئی اور جس ذریعے سے گویا ملک کی چولیں ہلا دی گئیں۔

میں نے پہلی ملاقات میں وزیراعظم پاکستان عمران خان سے دو ہفتہ پہلے یہی کہا تھا اِس معاملے میں دباؤ میں نہ آئیں۔ آپ ناموس رسالتؐ پر اسٹینڈ لیں گے تو اللہ آپ کی حفاظت کرے گا لیکن اگر اس میں اسٹینڈ نہ لیا تو میں نہیں سمجھتا کہ اس کے بعد آپ کی حکومت مضبوط اور مستحکم رہ سکے گی۔ میں یہی اپیل کرتا ہوں جمعیۃ علماء اسلام، دفاع پاکستان کونسل اور علماء اور ہزاروں لاکھوں مدارس کے متعلقین سے، تمام مختلف فرقوں سے کہ وہ اِن ساری چیزوں سے بالاتر ہوکر پرامن مظاہرہ کریں۔

باقی عنقریب میری کوشش ہے کہ ایک دو دن میں تمام دینی جماعتوں سے مشاورت مکمل ہوجائے۔ پھر مشترکہ مشاورت سے کوئی پروگرام بنائیں گے، وہ اے پی سی کی شکل میں ہو، یا کسی اور بڑے اجتماع کی شکل میں ہوسب مل بیٹھ کر اس کا لائحہ عمل طے کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو!''

مولانا امیر جان حقانی
معروف قلم کار

مولانا سمیع الحقؒ، ایک عہد ساز شخصیت

مولانا امیر جان حقانی صاحب جواں سال فاضل، منجھے ہوئے ادیب، بے لاگ تجزیہ نگار اور حقیقت پسند کالم نگار ہیں۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے حین حیات ۲۰۱۵ء میں ان کے قلمی رُشحات پر مقالہ لکھا، موصوف بڑے عمدہ لکھاری ہیں۔ انہوں نے اپنے اسلوبِ خاص میں مولانا سمیع الحقؒ کی قلمی کاوشوں کا تعارف کرایا، ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے، حاضر دماغ تجزیہ نگار ہیں، کلمۂ حق کہنے اور بلند کرنے کی جرأت رکھتے ہیں جو چیز ان کے نزدثابت، قطعی اور برحق ہو بلاتأمل بیان کر دیتے ہیں، ان کا اندازِ تحریر غماز ہے کہ وہ برملا سچ کہنے کے عادی ہیں، وہ کسی جعلی مردِ حق کے مرید نہیں، ان کے پیر مولانا سمیع الحقؒ ہیں، کلمۂ حق کہنے میں نہایت بلند آہنگ رکھتے ہیں، وہ حقانی ہیں مگر حقانیہ کے فاضل نہیں، انہیں مولانا سمیع الحقؒ کی محبت نے حقانی بنادیا ہے۔ لیجئے! مولانا امیر جان حقانی کو آپ بھی پڑھ لیں، علم وقلم اور ادب کا سیل رواں ہیں، نفع ہی نفع ہوگا۔ (ادارہ)

مولانا سمیع الحق سے میری صرف دو ملاقاتیں ہوئی ہیں، پہلی بار اس وقت جب مولانا پارلیمانی وفد کے ساتھ جرمنی سے بلجئیم جاتے ہوئے ایرپورٹ پر روک دیئے گئے تھے۔ میں ان دنوں دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث مولانا مغفوراللہ (باباجی صاحب) کے بیٹے برادرم منصوراللہ کے ساتھ جامعہ فاروقیہ سے ششماہی تعطیلات گزارنے کے لئے دارالعلوم اکوڑہ خٹک آیا تھا اور باباجی کے چھوٹے سے گھر میں ٹھہراہوا تھا۔ ہم باباجی کے ساتھ ان کے کمرے میں بیٹھے تھے کہ اچانک مولانا سمیع الحق صاحب کا ورود ہوا، چارپائی پر بیٹھ گئے اور باباجی سے باتیں شروع کی بلجئیم میں ہونے والی گرفتاری کا ماجرا پشتو زبان میں سنارہے تھے تو میں نے مداخلت کی کہ حضرت! اگر اردو میں بات کریں تو مہربانی ہوگی۔ مولانا سمیع الحق صاحب مجھ سے مخاطب ہوئے تو میں نے کہا کہ میرا نام امیر جان حقانی ہے، کہنے لگے کہ کیا آپ جامعہ حقانیہ کے فاضل ہیں؟ میں نے نفی میں جواب دیا، پوچھا تو

کیا آپ ہمارے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں؟ جواب نفی میں پا کر مولانا صاحبؒ نے پوچھا پھر آپ حقانی کیسے ہیں؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت لاشعوری سے حقانی ہوں اور اب آپ کی محبت بھی غالب آ چکی ہے۔ جس پر کمرہ قہقہوں کی گونج سے زعفران بن گیا۔

مولانا سمیع الحق کی ذات گرامی علمی، ادبی، سیاسی، مذہبی، جہادی، صحافتی اور دینی حلقوں کے لیے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ یہ بات سب پر عیاں ہے کہ پاک و ہند کی بنجر زمین کی سرسبزی و شادابی میں مولانا سمیع الحق کا حصہ سب پر بھاری ہے۔ مملکت عزیز کی دینی و قومی روایات کے تحفظ، بدعات و خرافات میں توحید و سنت کی شمعیں روشن کرنے، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل، مجاہد، عالم، محدث و مفسر، مناظر و متکلم، قاری و حافظ اور فقیہ و مفتی اور ادبی و صحافتی شہسواروں کی فوج تیار کرنے میں مولانا کی شخصیت اور ان کا ادارہ ستاروں میں چاند کی مانند ہے۔ انشاء و نثر نگاری اور تصنیف و تالیف اور تحقیق میں مولانا کا نام سرفہرست ہے۔ اپنے دور کے ایک نامور خطیب ہیں، مولانا نثر میں ایک خاص طرز اور اسلوب کے موجد و مالک ہیں، الفاظ اور تراکیب کے حسن اور اندازِ بیان سے عبارت میں ایک مخصوص رنگ جھلکتا ہے، واقفانِ حال سمجھتے ہیں کہ آپ کی تحریر میں ابوالکلام آزادؒ اور شورش کاشمیری کی جھلک نظر آتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مولانا سمیع الحق اردو زبان کے ممتاز اور صاحب طرز ادیب ہونے کے ساتھ سحرالبیان مقرر و خطیب بھی ہیں۔

مولانا موقع محل کے مناسب ایسا انداز گفتگو کرتے ہیں کہ ہر مقام پر جدت و ندرت اور شائستگی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جب مولانا نے قلم اٹھایا تو علمی دنیا کے شہنشاہ ادب بن گئے۔ ان کی کتابیں گواہ ہیں کہ وہ صاحب تخلیق اور بے مثال انشاء پرداز کی شکل میں نصف صدی سے زیادہ عرصے سے اسلامی ادبی دنیا پر حکومت کر رہے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مؤرخ نے ان کے ساتھ درست انصاف نہیں کیا، آج ہماری اجتماعی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم مولانا کی ان اعلیٰ کارکردگیوں کو منظر عام پر لائیں جو سیاسی و علاقائی عصبیت کے پردے میں چھپ کر رہ گئی ہیں۔ نسلِ نو کو ان جیسے جلیل القدر علما سے صحیح آشنا کروانے کی ضرورت ہے۔

مولانا عبدالقیوم حقانی نے مولانا سمیع الحق حقانی کی سوانح عمری ضبطِ تحریر میں لائی ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے جو آج (۱۵ رمئی ۲۰۱۵) ہی مجھے موصول ہوئی۔ انتہائی خوبصورت ٹائٹل اور کاغذ میں چھپی اس کتاب میں مولانا سمیع الحق کی ذات کے ہزاروں پرتو نظر آتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے سے یہ تاثر زائل ہو جاتا ہے کہ مولانا سمیع الحق کوئی پاکستانی نامور لیڈر ہے اور ایک بڑے

مذہبی طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں بلکہ مولانا ایک عالمی رہنماء کے طور پر ابھرتے ہیں۔مولانا عبدالقیوم حقانی نے انتہائی عرقریزی سے ''مولانا سمیع الحق، حیات و خدمات'' کو مرتب کیا ہے، گو کہ اس کتاب میں مولانا کی پوری زندگی کا احاطہ نہیں مگر اہم حصوں کا احاطہ ضرور ہے۔مولانا نے انٹرنیشنل پریس کو جتنے انٹریوز دیئے ہیں ان کے متعلق بھی معلومات ہیں۔انٹرنیشنل پریس کو جو انٹرویو دیئے ہیں اس کا ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام'' کے نام سے الگ کتاب چھپی ہے، پڑھنے کی چیز ہے، عالمی حالات و خیالات اور موجودہ کروسیڈ سے مکمل آگاہی حاصل ہو جاتی ہے۔

مولانا سمیع الحق کی ایک کتاب ''مکاتیب مشاہیر'' جو سات جلدوں میں شائع ہوئی ہے اور دو تین جلدیں ابھی زیر طبع ہیں، یہ کتاب ثابت کرتی ہے کہ مولانا سمیع الحق ایک عالمی لیڈر ہیں۔اردو، فارسی، عربی، انگلش، فرانسیسی اور جرمنی ،غرض کسی بھی زبان میں اتنی تعداد میں اہل علم، دانشور واسکالر،اولیاء،صوفیاء، محققین ومحدثین، سیاست دان وحکمران،صحافی و ادیب بلکہ مختلف الجہت باثر لوگوں کے خطوط جمع کیے گئے ہوں ممکن نہیں۔میں نے کئی دن انٹرنیٹ پر سرچ کیا مگر ناکامی ہوئی اور نہ ہی خطوط کی ایسی دستاویز کا کہیں اشارہ ملا،اس کتاب میں شیخ الاسلام تقی عثمانی صاحب کے غالباً بیاسی خطوط ہیں۔

تحریک ختم نبوتؐ کی کامیابی میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ان کی کتاب ''قادیانیت، ملت اسلامیہ کا موقف'' اور دوسری کتاب ''قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ'' اس پر دال ہے۔مولانا کی ایک کتاب انگلش میں ہے۔ یہ بھی انٹرنیشنل پریس کو دیئے گئے انٹرویوز پر مشتمل خلاصہ ہے۔ برطانوی صحافی ایون ریڈلی (مریم) نے اس پر تبصرہ لکھا ہے۔ جہاد افغان میں ان کی خدمات ایک مکمل روشن باب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ان کے پیش کردہ شریعت بل کی ایک طویل داستان ہے۔ان کی کتاب ''شریعت بل کا معرکہ'' لائق صد تحسین ہے۔مولانا کی زندگی کا سب سے حیران کن باب ''قومی اسمبلی میں شریعت بل'' نفاذ شریعت کی سیاسی و پارلیمانی جدوجہد اور افغان جہاد اور افغان لیڈروں سے تعلق کا ہے۔مولانا کے اسمبلی کے مشترکہ فورم سے جتنے بھی خطاب ہوئے ہیں پڑھنے اور سننے کے قابل ہیں،سینیٹ کے چیئرمین جناب صدر اسحٰق خان صاحب کے سامنے ایوان بالا (سینیٹ) میں شریعت بل کا مقدمہ کے عنوان سے کی گئی تقریر بار بار پڑھنے کے قابل ہے۔سینیٹ سیکرٹریٹ کے ریکارڈ میں موجود ہے۔اسمبلیوں میں تحفظ اہل بیت وتحفظ صحابہؓ پر مولانا کی تقاریر ریفرنس کا کام دیتی ہیں۔

دنیا کے تمام بڑے لیڈروں، ریاستی سربراہوں، علمی و ادبی زعماء اور نامور شخصیات نے

مولانا کو تفصیلی خطوط لکھے ہیں۔ ایران کا صدر ہو یا سعودی عرب کا بادشاہ، افغانستان کے حکمران و مجاہد رہنما ہوں یا عراق و فلسطین کے زعماء، نئی دنیا کے کرتا دھرتا سے لے کر تیسری دنیا تک کے با اثر لوگ و حکمران طبقے کے ساتھ مولانا کسی نہ کسی صورت میں رابطے میں نظر آتے ہیں، دارالعلوم حقانیہ اور مولانا سمیع الحق واحد انسان ہیں جن سے پاکستان کے کسی بھی ادارے اور لیڈر سے زیادہ مغربی دنیا نے انٹرویو قلمبند کیے۔ جدید دنیا کے ہر معتبر میڈیا فورم نے ان سے طویل طویل انٹرویو بار بار کیے۔

گزشتہ دنوں ایک فیس بکی دوست کی نشاندہی پر مولانا کی پچاس سال پہلے لکھی کتاب ''اسلام اور عصر حاضر'' کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ اس کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ مولانا کی تحریر میں رعنائی بھی ہے اور تازگی بھی۔ بیان میں سچائی اور شگفتگی کے ساتھ عصری تاثرات، خیالات، نظریات و افکار کا مکمل احاطہ بھی ہے اور سماجی زندگی میں پیش آنے والے واقعات اور ان کی دین اسلام سے رہنمائی اور ترجمانی سے مولانا ایک مکمل صاحب طرز قلم کار نظر آتے ہیں۔ میں اپنے قارئین کی خدمت میں یہ عرض کرسکتا ہوں کہ مولانا کی کتابوں میں سیاسی شعور کی پختگی، مذہبی و سیاسی نظریوں اور رویوں میں استحکام بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے۔ مولانا کے انداز نگارش نے انہیں بلند پایہ صحافیوں، قلم کاروں اور انشاء پردازوں میں لا کھڑا کر دیا ہے۔ ان کی کتاب ''اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال'' بہت پیاری کتاب ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں سوشل لائف کو بیان کیا ہے۔

غالباً مولانا عدنان کاکاخیل کی کسی تحریر میں پڑھا تھا کہ پختون علماء میں سب سے اچھی اردو مولانا سمیع الحق صاحب لکھتے ہیں۔ اس پر مستزاد میں یہ کہوں گا کہ ادب وانشاء کی دنیا میں پختون علماء نہیں بلکہ پورے پاکستان کے علماء وادباء میں مولانا کا مقام بہت عظیم ہے اور خصوصاً اردو زبان کی بقاء، دلکشی و جاذبیت، شیرینی و چاشنی اور سحر انگیزی میں مولانا سمیع الحق نے اردو کو ایک نئی جہت عطاء کی ہے، اردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کا برمحل اور خوبصورت استعمال کوئی مولانا سے سیکھے، ضرورت اس امر کی ہے کہ مولانا کے اس مقام کو علمی و ادبی حلقوں میں سامنے لایا جائے تاکہ ان کے بیش بہا لعل و گوہر سے نوجوان نسل مستفید ہو۔

اپنی اس مختصر تحریر میں مولانا سمیع الحق کی شخصیت کے تمام پہلوا جاگر نہیں کرسکتا۔ بس اتنا ضرور کہوں گا کہ برصغیر کے جید علماء میں یورپ کی آنکھوں کا سب سے بڑا کانٹا مولانا سمیع الحق ہیں۔ یورپ کا پورا میڈیا اس بات پر اتفاق کرتا ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ فادر آف طالبان ہیں بلکہ فادر آف طالبان (افغان طالبان) کا لقب بھی مولانا کو یورپی میڈیا نے ہی دیا ہے۔ امیر المؤمنین ملا عمرؒ سمیت کئی وزراء

نے مولانا سمیع الحق سے تعلیم حاصل کی ہے اور ان کے جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے سندفراغت حاصل کی ہے۔ یہ بات بھی ریکارڈ پر ہے کہ جب بھی افغان مجاہدین میں اختلافات ہوئے تو مولانا سمیع الحق نے ان اختلافات کوختم کروایا ہے۔ ملاعمر اور اسامہ کے درمیان اختلافات بھی مولانا سمیع الحق کی کوششوں سے رفع دفع ہوئے، ملی یکجہتی کونسل، ایم ایم اے، متحدہ دینی محاذ، دفاع افغانستان کونسل، دفاع پاکستان کونسل کے بھی اصل بانی وخالق مولانا سمیع الحق ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں اوروں نے اغوا کیا، تحریک ختم نبوت، ۱۹۷۳ء کے آئین کی تیاری، شریعت بل کی منظوری میں پاکستان کی کسی بھی مذہبی جماعت کے لیڈر یا عالم دین سے سب سے زیادہ کوشش اور کردار مولانا سمیع الحق کا ہے، تحریری وتحریکی جدوجہد اوردینی وملی اغراض کے لیے مولانا سمیع الحق ۱۹۵۰ء سے آخری روز تک مسلسل کوشاں رہے، نصف صدی تک جمعیت علما اسلام کے مرکزی رہنماء رہے۔ ان کی تحریکی زندگی بلاشبہ قابل تقلید ہے۔ مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبداللہ درخواستیؒ اور شیخ القرآن غلام اللہ خانؒ جیسے جلیل القدر علماء کے ساتھ طویل عرصہ تحریکی وسیاسی جدوجہد کی۔ آپ جمعیت علماء اسلام (س) کے امیر ہیں۔

میں اکیلے بیٹھ کر جب سوچتا ہوں تو مولانا سمیع الحق کی زندگی داستانِ عزیمت لگتی ہے۔ پون صدی پر مشتمل یہ داستان عزیمت ایک عہد کی مکمل تاریخ ہے۔ ایک ایسی داستان ہے جس میں لاکھوں اسباق پوشیدہ ہیں، علم وقلم کی ہو یا درس وتدریس کی، تحقیق وادب کی ہو یا تاریخ وتاریخ سازی کی، اعلائے کلمۃ اللہ کی ہو یا قومی وملی خدمات کی، قادیانیت کی تردید کی ہو یا فرق باطلہ کے تعاقب کا، امت مسلمہ کی زبوں حالی کے درد کی ہو یا صلیبی دہشت گردی کی تعاقب کا، نفاذ شریعت کے قیام و جدوجہد کی بپتی پارلیمنٹ میں ہو یا میدان جنگ ومحاذ میں، افغان جہاد کی ہو یا امارت اسلامی افغانستان کی، تحریک دفاع اسلام وافغانستان کی ہو یا دفاع پاکستان کونسل کی، دینی مدارس وجامعات کے تحفظ کی ہو یا اسلامی کلچر وتہذیب کے دفاع کا، غرض ہر میدان میں یہ مرد مجاہد صف اول میں نظر آتے ہیں اور اپنے ان مٹ نقوش چھوڑتے ہیں، میرے نزدیک مولانا کی علمی شخصیت کا حوالہ ومرتبہ بہت بلند وارفع ہے بلکہ تمام خدمات پر فائق واونچا ہے، وہ بیک وقت پندرہ سوعلماء کو درس دے رہے ہیں، دارالعلوم حقانیہ میں انسانی تاریخ کا سب سے بڑے فاضل مجموعے کو سال بھر درس (لیکچر) دیا جاتا ہے یعنی سال بھر ایک کلاس ''دورہ حدیث شریف'' میں پندرہ سوطلبہ کو درس دیا جاتا ہے اور اس درس کے روح رواں مولانا سمیع الحق ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

مولانا عبدالرؤف بادشاہ
مدیر سہ ماہی ''الصدیق''، بام خیل صوابی

عزم وہمت کا کوہ گراں

- ...... انکی تحریریں اور تقاریر ایمانی غیرت اور دینی حمیت کا بین ثبوت
- ...... امت مسلمہ کے درد میں دردمند، اتحاد امت کے داعی اور علمبردار
- ...... جہاد اور عزیمت کا کوہ گراں، دینی غیرت وحمیت کی تابندہ مثال
- ...... اہم دینی تحریکات اور اداروں کے سرپرست اور سربراہ

مولانا عبدالرؤف بادشاہ صاحب بام خیل صوابی کے معروف علمی وروحانی خانوادے کے چشم وچراغ ہیں، اس وقت وہاں کے معروف دینی جامعہ ''معہد الصدیق للدراسات الاسلامیہ'' کے مہتمم اور سہ ماہی ''الصدیق'' کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں۔ (ادارہ)

اس جہان فانی میں موت اور حیات کا سلسلہ مشیت ایزدی سے اٹل ہے، جو کوئی اس جہان فانی میں آیا اسے ایک نہ ایک دن کوچ کر جانا ہے، یہ نظام ہستی ہے جو چلتا چلا آ رہا ہے اور چلتا رہے گا لیکن اس نظام ہستی میں بعض شخصیات ایسے ہوتے ہیں جن کا وجود مسعود ہی دنیا والوں اور خاص کر اہل علم وفضل کے لیے نہ صرف باعث رحمت ہوتا ہے بلکہ ان حضرات کی محبوبیت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ہر کس وناکس کی ان حضرات سے محبت وارفتگی کی حد تک ہوتی ہے، یہ شخصیات ہوتے ہی اتنے محبوب ہیں کہ رب کریم ان ہستیوں کی عقیدت ومحبت کو اپنی مخلوق کی دلوں میں جاگزیں فرما دیتے ہیں، یہ ایسے شخصیات ہوتے ہیں جو اپنی گوناگوں خوبیوں اور خدمات کی بنا پر دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں انہیں میر کارواں کہیں، جان کہیں یا جان محفل کہیں، چراغ کہیں یا چراغ انجمن کہیں، وہ چمن میں ہمیشہ گلاب کی طرح کھلتے رہتے ہیں، لیکن یہ دنیا فانی ہے اس میں کسی کو بھی دوام اور بقا نہیں بلکہ جو بھی آیا اپنی

حیات مستعار کے ایام گزار کر اصل مقام کی طرف چلا گیا، اس کے چاہنے اور ان سے محبت کرنے والے اس کی یاد میں آنسو بہاتے رہے، اس کی خدمات، جدو جہد اور مساعی جمیلہ کو ایک عرصہ تک یاد کرتے رہتے ہیں، وہ جانے والا کچھ ایسا کام کر جاتا ہے جو بعد میں آنے والوں کیلئے نمونہ اور ایک مثال بن جاتا ہے، انہیں شخصیات میں سے عالم اسلام کے مایہ ناز عبقری شخصیت، امت مسلمہ کے درد میں دردمند، اتحاد امت کے داعی اور علمبردار، جہاد اور عزیمت کا کوہ گراں، خلوص، للّٰہیت اور تواضع کا پیکر، دینی غیرت وحمیت کی تابندہ مثال، اہم دینی تحریکات اور اداروں کے سرپرست اور سربراہ، شیخ الحدیث مولانا عبد الحق نور اللہ مرقدہ کے صحیح جانشین، کتب کثیرہ کے مصنف اور ادیب، ماہنامہ ''الحق'' کے موسس وبانی، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم شہید ناموس رسالتؐ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہید نور اللہ مرقدہ کا نام نامی اور اسم گرامی قابل ذکر ہے۔

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب نور اللہ مرقدہ فہم وفراست اور زندگی کے وسیع تجربات کے حامل، توازن واعتدال کے میزان، مکارم اخلاق اور انسانی شرافت کے پیکر، ظاہری اعتبار سے فقیر اور درویش منش، مگر جود وسخا میں امیروں سے بڑھ کر، مسکین ومتواضع مگر لاکھوں دلوں پر حکومت کرنے والے نیک طبیعت انسان تھے، مولانا شہیدؒ کی تمام تر زندگی دعوت وتبلیغ، تحفظِ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم و ناموسِ صحابہؓ، درس وتدریس، تحریر وتصنیف اور مختلف فتنوں کے خلاف قلمی جہاد میں گزری، آپ کی پاکیزہ زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے، عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے لئے آپ کی بے مثال خدمات ناقابل فراموش اور تاریخ کا سنہری حصہ ہیں، اسلام دشمن قوتوں نے موقع پاکر ایک بین الاقوامی سازش کے تحت ۲ نومبر ۲۰۱۸ء کو راولپنڈی میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کو اپنے گھر میں خنجر کے وار سے شہید کردیا، جہانِ علم وعمل کا یہ خورشید جام شہادت نوش کر کے اپنے پیاروں کو سوگوار اور دل فگار چھوڑ کر گیا اور اسلاف کی شہادتوں کی یاد ایک بار پھر تازہ کردی۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شخصیت پر کئی حوالوں سے مختصر اور طویل گفتگو کی جاسکتی ہے، اگر کوئی باہمت انسان اس پر تفصیل سے لکھنا چاہے تو اس جامع الصفات شخصیت اور لاکھوں کمالات کے مجموعہ کی سرگزشت حیات ۸۲ سالہ زندگی پر محیط ہے جس کا احاطہ طویل وقت اور بلند ہمتی کا متقاضی ہے، اس مختصر سے مضمون میں اس کا احاطہ ناممکن ہے، تاہم یہ چند سطور لکھ کر اپنے آپ کو خریدارانِ یوسف کی صف میں شامل کرانا چاہتا ہوں۔

کس کس کمال کا کوئی اب تذکرہ کرے
ان کے تو ہر کمال میں لاکھوں کمال ہیں

کسی شخصیت کے بننے ،نکھرنے اور سنورنے میں جہاں اس کے ذاتی اوصاف اور فطری کمالات کا دخل ہوتا ہے وہاں اس کی شخصیت کی تعمیر میں دیگر اسباب کی طرح چند عوامل بھی ہوتے ہیں جو اس کی شخصیت کے سنوارنے اور اس کی کردار سازی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ،شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی تعمیر شخصیت میں ان کے خاندان کا بھی اہم کردار ہے ، اسلام نے اگر چہ حسب ونسب، خاندانی شرافت اور وجاہت پر فخر کی بجائے تقوی اور پرہیز گاری کو ترجیح دی ہے، تاہم خاندانی شرافت کو یکسر نظر انداز بھی نہیں کیا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں فرمایا کہ مجھے بنی ہاشم سے منتخب کیا گیا،قریش کو پورے عرب سے اور عرب کو پوری دنیا کے انسانوں میں سے منتخب کیا گیا، یہی وجہ ہے کہ کسی نامور دینی خانوادے کا فرد ہونے کو عزت واحترام سے دیکھا جاتا ہے اور کسی بھی ممتاز قابل عزت شخصیت کے پیچھے اس کے خاندان کی شرافت اور نجابت کا تعلق ضرور ہوتا ہے،مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ، شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کے خاندان کے فرد فرید اور ان کے فرزند ارجمند تھے،مولانا عبدالحق رحمہ اللہ علما اور مشائخ کے ہاں منفرد علمی اور روحانی مقام رکھتے ہیں،مولانا عبدالحق رحمہ اللہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے ایک پوری نسل کی علمی پیاس کو بجھا کر اسے سیراب کیا، بڑے بڑے شیوخ کرام ان کے شاگرد اور تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں،مولانا عبدالحقؒ اپنے دور کے ولی کامل ، رہبر شریعت وطریقت تھے،علوم عقلیہ اور نقلیہ کیساتھ ساتھ سلوک ومعرفت کے بھی امام تھے ،انہیں کے علوم ومعارف سے شہید ناموس رسالتؐ حضرت مولانا سمیع الحقؒ سالہا سال تک فیضیاب ہوتے رہے اور ان کے رنگ میں رنگتے چلے گئے۔

اس کے علاوہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی تعمیر شخصیت میں اچھے ماحول کا بھی اہم کردار رہا ہے،جس ماحول میں وہ پلے بڑھے وہ ایک علمی وروحانی ماحول تھا، اپنے والد کی موجودگی اور اس نیک فضا میں آپ کی پرورش وتربیت ہوئی ،جس نے آپ کی زندگی پر اچھے اثرات مرتب کیے، دینی ادارے ویسی بھی روحانی انوارات کے مراکز ہوتے ہیں، خاص کر اس وقت جب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ بقید حیات تھے تو جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں اس زمانے کے بڑے بڑے مشائخ ، علماء اور اولیائے کرام کی آمد ورفت ہوتی تھی تو اس سے اس نورانی فضا کو مزید جلا ملتی تھی، خود ان کے

گھرانے کا ماحول بھی روحانی، دینی اور مذہبی تھا، ایسے ماحول میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی پرورش ہوئی، اسی تربیت کے ہوتے ہوئے آپ کی ذات لوگوں کے لیے قابل رشک شخصیت بن گئی۔

اسی طرح سب سے زیادہ اثر کسی شخصیت کی تعمیر میں اس کی تعلیم وتربیت کا ہوتا ہے، اگر تعلیم وتربیت صحیح نہج پر ہو تو آدمی کی شخصیت میں نکھار آتا ہے اور وہ نہ صرف یہ کہ خود صراط مستقیم پر گامزن ہوتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی سیدھے راستے پر ڈال دیتا ہے کیونکہ تعلیم وتربیت کا اثر صرف فرد یا افراد پر نہیں بلکہ پوری قوم پر پڑتا ہے، آپ نے دارالعلوم حقانیہ میں اکابر و مشائخ خاص کر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے زیرسایہ تعلیم کی تکمیل کی، اس کے علاوہ ملک اور بیرون ملک کے بڑے بڑے اکابر ومشائخ سے علوم نبوت میں استفادہ کیا، تکمیل علم کے بعد جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں بحیثیت مدرس آپ کا تقرر ہوا، تدریس میں انہوں نے خوب محنت کی، رفتہ رفتہ بڑے اساتذہ کی صف میں شامل ہوگئے اور ترقی کرتے ہوئے آخر دم تک شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، یہ تینوں (خاندان، ماحول، تعلیم وتربیت) حضرت شیخ کی تعمیر شخصیت میں اہم کردار ادا کرنے والے عناصر ہیں، اس کے علاوہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ جامع الصفات والکمالات شخصیت تھے اور بہت سی خصوصیات کے حامل تھے۔

حضرت مولانا کا سب سے امتیازی وصف علم تھا، تعلیم وتعلم، درس وتدریس، وعظ وتلقین، تصنیف وتالیف کے بعد جو وصف آپ کی ذات میں بہت نمایاں تھی جس وصف نے آپ کو اپنے تمام ہمعصروں میں ممتاز کردیا تھا وہ دینی حمیت وغیرت تھی، اسی دینی غیرت اور حمیت ایمانی ہی کا نتیجہ تھا کہ امت میں جو بھی فتنہ برپا ہوا، اس کی سرکوبی کیلئے آپ میدان عمل میں اترے اور جب بھی کسی فتنہ نے سر اٹھایا تو آپ کو اس وقت تک چین نہیں آیا جب تک اس فتنہ کو کچل نہ ڈالا، فتنہ قادیانیت، فتنہ انکار حدیث، فتنہ جدیدیت اس طرح دیگر فتنوں کے مقابلے میں حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ صف اول میں نظر آتے، ان کی تقاریر وتحاریر اس ایمانی غیرت اور دینی حمیت کا بین ثبوت اور نمونہ ہے۔

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کو اہل علم وفضل سے بہت محبت اور الفت تھی اور ان کی بہت قدر کرتے تھے یہ دراصل علم ہی کی قدردانی تھی، آپ کی مجلس میں علم اور اہل علم کا ہی تذکرہ ہوتا تھا، تصنیف وتالیف کی ہی باتیں ہوتی تھیں، ہر وقت علماء اور مشائخ سے رابطہ میں رہتے تھے، ان کی شخصیت اتنی عظیم تھی کہ اکثر علمائے کرام ان کی خدمت میں حاضری دینا اپنے لیے سعادت

سمجھتے تھے اور علماء کی علمی خدمات کا کھلے دل سے اعتراف فرماتے تھے، خاص کر ابنائے حقانیہ جو بھی علمی کارنامہ سرانجام دیتے تھے تو خوشی کا اظہار فرماتے اور ان کو دعاؤں سے نوازتے۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اتنے عظیم شخصیت ہونے کے باوجود بڑے متواضع انسان تھے، تلامذہ، متعلقین اور اہل علاقہ کی بڑی دلجوئی فرمایا کرتے تھے، شفقت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، رکھ رکھاؤ کی صفت میں بہت آگے تھے، راقم کے ساتھ والہانہ محبت اور عقیدت مندانہ تعلق تھا، ہر معاملے میں میری دل جوئی اور سرپرستی فرماتے تھے، خاص کر جب سہ ماہی ''الصدیق'' کا اجراء ہوا تو انتہائی مسرت اور خوشی کا اظہار فرمایا اور میری حوصلہ افزائی کے لیے یہاں تک فرمایا کہ ''الصدیق'' نے ''الحق'' کا پچاس سالہ ریکارڈ ایک سال میں برابر کردیا، کہاں ''الحق'' اور دارالعلوم حقانیہ اور کہاں میں اور میری بے علمی، کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ لیکن یہ حضرت کی محبت (جو کہ حضرت والد ماجد رحمہ اللہ اور برادر کبیر حضرت مولانا عبدالحئ مدظلہ العالی کی وجہ سے) اتنی زیادہ تھی کہ شاید کسی اور کے ساتھ ہو۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے بطور صدر دفاع پاکستان وافغانستان کونسل جامعہ فریدیہ اسلام آباد کا دورہ کیا، میں نے حاضر ہوکر اپنا تعارف کرایا تو فرمانے لگے کہ کیوں اپنا مدرسہ (مراد جامعہ حقانیہ) چھوڑا ہے ادھر آجاؤ! (اس وقت جامعہ فریدیہ کے اکابر اساتذہ بھی موجود تھے) اس کے علاوہ میں جب بھی ان کے پاس جاتا تو بہت سے شفقتوں سے نوازتے اور اپنائیت کا وہ احساس دلاتے جیسے کہ میں انہیں کے خاندان کا ایک فرد ہوں، چھوٹوں کو بڑوں جیسے مرتبہ ومقام دے کر وہ ہر ایک کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے، ان کی محبت بھری ادائیں میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس محبت (جو مولانا شہید رحمہ اللہ کی میری اور میرے خاندان سے تھی) کے بدلہ میں اجر عظیم عطا فرمائے اوران کے پسماندگان استاذی ومحبی حضرت مولانا انوار الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ، حضرت مولانا حامد الحق حقانی، حضرت مولانا راشد الحق سمیع، مولانا اسامہ سمیع اور خزیمہ سمیع ودیگر اہل خانہ کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

آج مجھے افسوس ہے کہ ایسے نازک دور میں جب کہ امت کو علم اور دین کے ایسے اکابر کی سرپرستی کی بے حد ضرورت تھی اس نعمت کا چھن جانا بڑا خسارہ، ایک بڑی مصیبت اور عظیم حادثہ ہے، دعا ہے کہ اس پیکر صدق وصفا، سراپائے وقار وتمکنت، مجسمہ ورع وتقوی، مخزن علم وعمل، جامع کمالات، شہید ناموس رسالتﷺ کی روح پاکیزہ، ابر رحمت کے فیض قدسی سے ہمیشہ سرشار وشاداب رہے اورانکی قبر مبارک آفتاب کرم کی ضوفشانی سے ہمیشہ بقعہ نور بنی رہے اوران کا نورانی چہرہ سراپا نور ہو۔

مولانا مفتی محمد یحییٰ عثمانی
مدرس ومعین مفتی جامعہ عثمانیہ پشاور

غرض میں کیا کہوں تجھے کہ وہ صحرانشین کیا تھے

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ تعالیٰ جن کی عظمت ورِفعت کا صحیح اندازہ اور جن کے کمالات کا صحیح ادراک کوئی صاحبِ نظر ہی کرسکتا ہے۔ مجھ جیسا کوئی ادنیٰ طالب علم صرف اُس کا سطحی جائزہ اور سرسری تصویر ہی پیش کرسکتا ہے۔ گہرائی تک رسائی مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے، آپؒ کی ذات گرامی کو اللہ تعالیٰ نے ایسے کمالات کا مجموعہ بنایا تھا اور خدمتِ دین کے ایسے مواقع نصیب فرمائے تھے، جن کو دیکھ کر ایک خوشگوار حیرت انسان کو گھیر لیتی ہے اور بے اختیار زبان پر اللہ تعالیٰ کا یہ پاک ارشاد آتا ہے کہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ، اہل اللہ کی صحبت انسان کو کندن بنا دیتی ہے۔ آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے جن اولیاءُ اللہ کی صحبت میں بیٹھنے، اُن کی توجہات کا مرکز بننے اور اُن کی برکات سمیٹنے کے مواقع نصیب فرمائے تھے، ان میں سے کسی ایک شخصیت کی صحبت بھی انسان کو باکمال بنانے کے لیے کافی ہے۔ آپ کے والد گرامی شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ جن کی صحبت، تلمذ اور خدمت میں ساری زندگی گزری۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ، حضرت مولانا عبدالغفور عباسیؒ، حضرت مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ اور نہ جانے کتنے دیگر اولیاء اللہ ہیں جن کی صحبت سے آپ فیضیاب ہوئے۔

اخلاق کریمانہ کا پیکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اچھے اخلاق میزان میں سب سے بھاری ہوں گے، آپؒ کو اللہ نے جن کریمانہ اخلاق سے نوازا تھا، ہر چھوٹا بڑا، اپنا پرایا، دوست دشمن اُس کا معترف ہے، آپ نہایت ہنس مکھ، کشادہ جبیں اور شریف النفس تھے۔ چال ڈھال میں عاجزی وانکساری نمایاں تھی، آپؒ کے اخلاقِ کریمانہ میں حضرت شیخ مولانا عبدالحقؒ کی جھلک محسوس ہوتی تھی۔ عموماً اخلاق کا صحیح اندازہ قریب رہنے والے کو بخوبی ہوتا ہے، آپؒ سے جو جتنا قریب رہا اُتنا ہی آپ کے اچھے

اخلاق کامعترف رہا، دارالعلوم حقانیہ کے مدرسین، طلبہ اورآپؒ کے اعزہ واقارب اس کے گواہ ہیں، ماشاءاللہ، آپ کے صاحبزادگان میں بھی خوش اخلاقی کا یہ وصف نمایاں نظرآتا ہے۔

درس وتدریس محبوب مشغلہ

درس وتدریس ایک عالم دین کامحبوب مشغلہ ہوتاہے، آپؒ ۱۹۵۸ء سے ۲۰۱۸ء تک مسلسل ساٹھ سال اس مبارک مشغلہ سے وابستہ رہے اورپھر تدریس میں بھلا احادیثِ مبارکہ کی تدریس سے زیادہ مبارک اورکون سے علم کی تدریس ہوگی؟! آپؒ صحیح بخاری اور جامع ترمذی جیسی بلند پایہ کتبِ حدیث کے سالہاسال تک کہنہ مشق مدرس رہے اوروہ بھی کہاں؟! دیوبندِ ثانی دارالعلوم حقانیہ میں جس کافیض چاردانگ عالم میں پھیلا ہے اورپھیل رہا ہے۔ آپؒ مختلف مجالس میں یہ فرماتے کہ ایک عالم کے لیے سب سے بڑی رحمت اورنعمت درس وتدریس ہے اور اس خواہش کا اظہارکرتے کہ اللہ تعالیٰ یہ سعادت موت تک جاری وساری رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خواہش پوری فرمادی۔

قرآن کریم سے والہانہ وابستگی

قرآنِ کریم کی خدمت اوراس سے وابستگی خواہ جس درجہ میں بھی ہو، انسان کیلئے باعث ِصدافتخار ہے، آپؒ کے لیے کتنا باعثِ فخر ہے کہ بیسویں صدی میں پاک وہند کی سرزمین پرقرآنِ کریم کافیض عام کرنے والے ایک عظیم مفسراورولی اللہ''حضرت مولانا احمدعلی لاہوریؒ'' کی تفسیر کومرتب کرنے کا کارنامہ آپ نے پیرانہ سالی میں انجام دیااورشہادت کے روز تک اس کام میں مشغول رہے۔ یہ تفسیرحضرت لاہوریؒ کے تلامذہ کے ذمے ایک قرض تھاجوآپ نے چکایااوربحمداللہ خوب چکایا، آپؒ فرماتے تھے کہ میں حضرت لاہوریؒ کا درس لفظ بہ لفظ تحریر کرتا اورکبھی کبھی حضرتؒ کو دکھا دیتا تو آپؒ دیکھ کرخوش ہوتے اورفرماتے: مالھذا الکتاب لایغادرصغیرۃ ولاکبیرۃ الا احصاھا اسی طرح ایک مرتبہ سیدعطاء اللہ شاہ بخاریؒ لاہورتشریف لائے تھے توحضرت لاہوریؒ نے اُن سے فرمایا کہ''شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے مجھ پراحسان کیاہے کہ سمیع الحق کو یہاں بھیجاہے۔ یہ سب کچھ لکھ لیتاہے۔''

حدیثی خدمات کی ایک جھلک

قرآنِ کریم کے بعدسرورِکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ شریعت کا دوسرا اہم سرچشمہ ہے، اس سے وابستگی انسان کیلئے بہت بڑا سرمایہ نجات ہے۔ آپؒ سے اللہ تعالیٰ

نے احادیثِ مبارکہ کی کئی قسم کی خدمت لی۔ تدریس بھی کی، شرح بھی کی اور ہزار ہا طلبہء حدیث کی خدمت بھی۔ بخاری وترمذی کے سالہا سال مدرس رہے۔ شرحِ حدیث کے سلسلے میں جامع ترمذی کے أبوابُ الأطعمة کی شرح ''اسلام کا نظامِ اکل وشرب'' کے نام سے، جبکہ جامع ترمذی ہی کے ابواب البر والصلة کی شرح ''اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال'' کے نام سے مرتب ہوکر شائع ہوئی ہیں اوران دونوں کتابوں کی افادیت کا ادراک وہی کرسکتے ہیں جو ان کا مطالعہ کر چکے ہوں۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی قدر سے عشق ومحبت اورآپ کی صورت وسیرت اورخصائل وشمائل کی اشاعت دُنیاوآخرت میں خوش بختی کی ایک واضح علامت اورحصولِ شفاعت کا ایک اچھا ذریعہ ہے۔ سیرتِ طیبہ کے سلسلے میں امام ترمذیؒ کی الشّمائل المحمديّة ایک منفرد کتاب ہے جومستند بھی ہے اورنرالی بھی، آپؒ کواللہ تعالیٰ نے سالہا سال تک اس کتاب کی تدریس کی توفیق بخشی اور پھرآپ کے تلامذہ کے ذریعے ''زین المحافل'' کے نام سے اس کی شرح بھی مرتب ہوئی جواس باب میں ایک حسین اضافہ ہے۔

اضیاف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

مہمانانِ خدااوررسول کی خدمت یقیناً ایک بڑی سعادت ہے۔ آپؒ نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم کی حیثیت سے مسلسل تیس سال تک طلبائے علوم نبویہ کی خدمت کی۔ مالی اعتبار سے ایک پسماندہ علاقہ میں اور بے سروسامانی کے عالم میں ہرسال ہزاروں طلبہ کے لیے درس وتدریس اور قیام وطعام کا پُرسکون ماحول مہیا کرنے کے لیے کوشاں رہے اورواقفانِ حال گواہ ہیں کہ آپؒ نے ہمیشہ یہ خدمت کشادہ جبینی اورخندہ پیشانی سے کی۔

علمی، قلمی اورادبی معرکے

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا عقیدہ ضروریاتِ دین میں سے ہے اوراس عقیدہ سے منکر باجماعِ اُمت ملتِ اسلامیہ سے خارج ہیں، پاک وہند کی سرزمین میں اس عقیدہ پرڈاکہ ڈالنے والے منحوس انسان مرزا قادیانی کے فتنے کا آئینی سدباب کرنے کے لیے جن شخصیات سے اللہ تعالیٰ نے کام لیا، اُن میں ایک نمایاں کردارآپؒ کا بھی ہے۔ چنانچہ ۱۹۷۴ء میں جن دنوں قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیرمسلم قراردینے پر بحث چل رہی تھی، اُس بحث کے لیے علمی

مواد کی تیاری اور فراہمی میں مرکزی کردار مولانا شہیدؒ اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کا رہا۔ یہ دونوں حضرات راولپنڈی میں مقیم ہوکر شب وروز جانفشانی اور عرق ریزی سے مواد مرتب کرتے رہے۔ بعد میں ''قادیانیت، ملتِ اسلامیہ کا مؤقف'' کے نام سے ان دونوں حضرات کی یہ کاوش شائع بھی ہوئی۔

مملکت خداداد پاکستان اسلام کے نام پر حاصل ہوا لیکن شومئی قسمت کہ ستر سال سے زائد گزرنے کے باوجود یہ منزل حاصل نہ ہوسکی لیکن الحمدللہ علمائے حق نے اس سلسلے میں انتھک اور غیرمعمولی خدمات سرانجام دیں اوردے رہے ہیں۔''نفاذِ شریعت'' کے لیے جدوجہد کرنا حضرت شہیدؒ نے اپنی حیات مستعار کے بنیادی مقاصد میں سے بنالیا تھا جس کے لیے ہرمحاذ پرآپ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے اوراسی مقصد کے لیےعملی سیاست سے بھی وابستہ رہے۔کئی مرتبہ ایوانِ بالا کے ممبر منتخب ہوئے، جہاں آپؒ نے فعال کردارادا کیا اور دفاع دین کا فریضہ بطریقہ احسن نبھایا۔

۱۹۷۳ء کے آئین کی تیاری میں علمائے کرام نے جن اسلامی دفعات کوشامل کیا، اُن میں آپ اپنے والدگرامی قدر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے دست وبازو رہے جواُس وقت دستور ساز اسمبلی کے رُکن تھے۔اس کی تفصیلات آپؒ نے''قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع کی ہیں۔اسی طرح ۱۳جولائی ۱۹۸۵ء کوآپؒ اورآپ کے رفیق مولانا قاضی عبداللطیفؒ نے ایوانِ بالا میں''شریعت بل'' کے نام سے ایک جامع اور بہترین مسودہ پیش کیا جو پانچ سال کی طویل اورصبرآزما بحث وتمحیص کے بعد۱۳مئی ۱۹۹۰ء کو''نفاذِ شریعت ایکٹ ۱۹۹۰ء'' کے عنوان سے منظور ہوا۔ مولانا عبدالقیوم حقانی کی مرتب کردہ کتاب''شریعت بل کا معرکہ''میں اس کی ساری تفصیلات درج ہیں۔

قلم وقرطاس کے ذریعے دین متین کی دعوت اور دِفاع کا فریضہ سرانجام دینا علمائے امت کے فرائض میں سے ہے۔حضرت شہیدؒ نے ماہنامہ''الحق'' کے ذریعے اعلائے کلمۃ اللہ اور باطل کے خلاف قلمی جہاد کا فریضہ بخوبی نبھایا۔ستمبر۱۹۶۵ء میں''الحق'' کا پہلامجلّہ شائع ہوااور بحمداللہ آج تک یہ شمع روشن ہے۔ تعجب ہے کہ ایک دورافتادہ گاؤں، پختون ماحول اوراردوزبان سے نابلدمعاشرہ سے اُبھرنے والے اس مجلّہ کواتنی پذیرائی ملی کہ دہلی ولکھنواورلاہوروکراچی میں بھی اس کا ڈنکا بجنے لگا۔ بڑے بڑے اصحابِ علم نے داد ودُعادی اورمیدانِ صحافت سے وابستہ مشہورومعروف شخصیات نے آپؒ کے قلم پر بلاجھجک رشک کیا۔مولانا قاری محمد طیبؒ نے آپؒ کے ایک مضمون کے متعلق مراسلہ میں لکھا:

> ''انشاء وادب بھی ماشاء اللہ زبان اورسلاستِ بیان کے بارے میں قابلِ قدر اور لائق صدتحسین ہے، یہ مضمون لوگوں کواتنا پسند آیا کہ رسالہ مجھ سے چھین کرلے گئے

اور میں اس دستاویزِ نجات سے خالی رہ گیا۔ اس لیے درخواست ہے کہ اگر اس رسالہ کی دوتین کاپیاں مزید ارسال فرمادی جائیں تو عین لطف وکرم ہوگا۔''

اسی طرح ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہانپوری (مدیر قومی زبان) نے ۱۹۷۲ء میں لکھا:

''مجھے اگر کسی پر رشک آتا ہے تو وہ اکوڑہ خٹک کے ایک نوجوان عالم سمیع الحق جس کی فکر نے اسلامی وملی فرائض کی ادائیگی کی ایک راہ ڈھونڈ نکالی ہے، جس پر چلنے اور اس کے آداب ورسوم سنبھالنے کی اس میں بہترین صلاحیتیں بھی ہیں۔ اس میں نہ تنگ نظری ہے، نہ تقشف اور نہ ژولیدہ فکری ہے''

یقیناً اخلاص اور عزم وہمت ہو تو اللہ تعالیٰ ناممکن کو بھی ممکن بنا دیتے ہیں۔ ایک پٹھان معاشرہ میں پلنے، بڑھنے اور پڑھنے والے عالم کا اردو ادب کا اتنا ماہر ادیب بن جانا کہ ادباء اس پر رشک کریں شاید اس کو کرامت کہنا بے جا نہ ہوگا۔

''اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا'' کے مصداق آپؒ کی شخصیت ''سیّارہ'' تھی۔ ساری زندگی دینی تحریکوں میں متحرک کردار ادا کرتے ہوئے گزاری۔ جمعیت علمائے اسلام کے فعال کارکن رہے، ۱۹۸۶ء کو ناظم عمومی (سیکرٹری جنرل) منتخب ہوئے اور حضرت درخواستیؒ کے بعد تاحیات جمعیت علمائے اسلام (س) کے امیر صدر رہے۔ اسلامی جمہوری اتحاد کے نائب صدر رہے۔ متحدہ مجلس عمل کے بانیان میں رہے، متحدہ قومی محاذ کے بھی بانی امیر رہے۔ دفاع افغانستان کونسل اور دفاعِ پاکستان کونسل کے بھی بانی رہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کے پرجوش داعی

ذروۃ سنام الاسلام سے وابستگی جرأت، شجاعت، غیرت وحمیت اور پختہ ایمان کے بغیر ممکن نہیں۔ آپؒ ہزاروں مجاہدین کے استاد، شیخ اور مربی رہے۔ ہمیشہ یاس اور قنوطیت کی بجائے عزم، ہمت اور حوصلے کا درس دیا اور بلاخوف جہاد کا علم بلند رکھا۔ روس جب افغانستان پر حملہ آور ہوا تو دارالعلوم حقانیہ ہی وہ ادارہ تھا جس نے نہ صرف یہ کہ علی الاعلان مجاہدین کی حمایت کی بلکہ طلبہ کو جہاد کی ترغیب دے کر محاذ پر بھیجا اور اس لئے تو مغربی میڈیا نے دارالعلوم حقانیہ کو ''جہاد کی نرسری'' قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت سے ان نہتے افغان مجاہدین نے دنیا کے سُپر پاور کو شکست دے کر پاش پاش کیا۔ افغانستان سے روسی افواج کی شکست وانخلاء کے بعد باہم متحارب گروہوں

کے درمیان صلح میں بھی آپؒ نے مرکزی کردارادا کیا۔ کعبۃ اللہ کے سایہ میں شاہ فہد مرحوم اوراس وقت کے وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کے توسط سے ان متحارب گروہوں کی سرکردہ شخصیات کے درمیان جومصالحت ہوئی اُس میں آپ بھی شریک رہے اورمصالحت کے بعد جب شاہ فہد کے خصوصی حکم سے سب مہمانوں کوکعبہ شریفہ کے اندر لے جایا گیاتو وہاں کعبہ کے اندر آپ نے ایک ایک کومعاہدہ پرعمل پیرا رہنے کی اپیل کی۔

بعد ازاں جب ''طالبان'' کی حکومت قائم ہوئی تو آپؒ نے طالبان کی حمایت کی۔ طالبان دورِحکومت میں دارالعلوم حقانیہ کے بیسیوں فضلا اورآپ کے شاگرد اہم انتظامی، عسکری، قضائی اورعلمی عہدوں پرفائز رہے، اکیسویں صدی کے اوائل میں ۱۱۔۹ کے بعد جب دجالی میڈیا کے توسط سے پروپیگنڈہ کے ذریعے ''جہاد'' کودہشت گردی کے نام سے متعارف کرانے کی بھرپور مہم چلائی گئی اور بہت سارے علماء بھی مصلحت اورحکمت وبصیرت کے پردے میں چھپ گئے، ایسے نازک حالات میں بھی آپ ایک بلند ہمت جرنیل کی طرح بانگِ دہل جہاد کے داعی اورحامی رہے۔افغانستان کے ''طالبان'' سے آپ کے گہرے روابط کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ میڈیا نے آپ کو Father of Taliban کے لقب سے نوازا جسے آپ اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے تھے، جہادِ افغانستان سے آپ کاتعلق تقریباً چارعشروں پرمحیط ہے، آپ نے دنیا بھر میں مجاہدین کی سفارت ووکالت کی اور انٹرنیشنل میڈیا پراپنی بیسیوں انٹرویوز میں جہاد کے بارے میں غلط فہمیوں کوزائل کرنے کی کوشش کرتے رہے، ان انٹرویوز کا مجموعہ ''صلیبی دہشتگردی اورعالمِ اسلام'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور اسکی تلخیص انگریزی میں Afghan Taliban: War of Ideology کے نام سے شائع ہوئی۔ ایک نومسلم صحافیہ مریم ریڈلی (یوآن ریڈلی) کتاب پراپنے تاثرات میں لکھتی ہیں:

> ''جب تھکن نہ ہواوراس کتاب کواُٹھا کر پڑھنے کے بعد آپ اسے رکھیں گےتو اسلام، طالبان اورافغانستان میں آغازِ جنگ کے ایک مختلف پس منظر کے بارے میں آپ خوب اچھی واقفیت حاصل کر چکے ہوں گے۔کئی حوالوں سے یہ بش اوربلیئر کے اُن انتہاپسندانہ بیانات کے لیے تریاق بھی ہے جن کوآج بھی کئی لوگ الاپتے ہیں۔''

غرض ''جہاد سے دیرینہ وابستگی'' آپ کی زندگی کاایک قابل فخر سرمایہ اورروشن باب ہے، دیارِغیر میں یہی آپ کا تعارف ہے، اس شوق وجذبے کا ہی ثمرہ تھا کہ بیاسی سال کی عمر میں بھی شہادت کی موت نصیب ہوئی۔

غرض میں کیا کہوں تجھے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے!
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

ایک طفلِ مکتب کے اِن سطور سے اُس عظیم شخصیت کی خدمات اور کارناموں کا احاطہ ہرگز مقصود نہیں کہ نہ تو وہ بس میں ہے اور نہ چند سطور اس کے لیے کافی ہیں۔ صرف ایک ہلکی سی جھلک دِکھانا مقصود تھی کہ ساحل سے سمندر کا نظارہ کرنے والا اُس کی لپیٹ کو اگرچہ نہیں دیکھ پاتا لیکن اُس کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہو ہی جاتا ہے۔ یوں سمجھیں کہ ساحلِ سمندر پر کھڑے ایک مصوّر نے سمندر کی تصویر کھینچ لی ہے، اُس میں سمندر کا کتنا حصہ آچکا ہوگا؟ آپ خوب جانتے ہیں۔

آپؒ کی مظلومانہ شہادت سے آپؒ کی اس باسعادت دنیاوی زندگی کا تو اختتام ضرور ہوا لیکن ساتھ ہی آپؒ کو بابرکت ابدی حیات حاصل ہوئی، آپ کی شہادت کے اندوہناک اور دردناک واقعہ سے لاکھوں آنکھیں اشکبار اور لاکھوں دِل غمگسار ہوئے، میں نے اپنے علاقے کی بعض دیہاتی خواتین کے بارے میں سُنا کہ وہ حضرت شہیدؒ کی ذات اور خدمات سے بالکل ناواقف تھیں، شاید زندگی میں کبھی نام بھی نہیں سنا تھا لیکن جب اُن کی شہادت کی اطلاع سُنی تو بے اختیار رونے لگیں اور جب وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ ''پتہ نہیں کیا وجہ ہے اس واقعہ سے ہمارا دِل رو رہا ہے۔ بے اختیار آنسو نکل رہے ہیں اور آہیں اُٹھ رہی ہیں۔''

مثلِ مرغانِ چمن پھوٹ کے روئے ہیں سب
گلِ گلشن کو جونہی چاکِ گریبان دیکھا

تنہائی کے عالم میں خنجروں کے وار سے آپ کو کتنی تکلیف ہوئی ہوگی! اس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور بدن پر جھرجھری طاری ہو جاتی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس موقع پر تسلی دینے کے لیے کافی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الشهيد لايجد مس القتل الا كما يجد أحدُكم القرصة يقرصها یعنی شہید کو قتل کے درد کا صرف اتنا ہی احساس ہوتا ہے جتنا کہ تم میں سے کسی کو چیونٹی یا کھٹمل وغیرہ کے کاٹنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

مولانا عبدالباری حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم رحمانیہ مینی صوابی

تواضع وعبدیت کا مظہر

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

۲ نومبر کو مغرب کی نماز کے بعد ایک ساتھی کے عمرہ کے سفر سعید سے واپسی کے بعد ہم تہنیت کی غرض سے ان کے یہاں حاضر ہوئے، ماء زمزم اور مدینہ منورہ کی مبارک کھجور کھانے کی سعادت حاصل کرنے کے بعد وہاں بیٹھک ہی میں محو گفتگو تھے، کہ موبائل فون کی گھنٹی بجی، فون ریسیو کر کے مولانا حیدر علی نے بدمزہ اور دل دہلانے والی خبر گلوگیر آواز میں سنائی، مولانا سمیع الحق صاحب رحمہ اللہ کو اسلام آباد میں شہید کر دیا گیا ہے، میں نے خبر کی تصدیق پر شک کرتے ہوئے حیرت سے ایک بار پھر پوچھا کہ واقعی یہ خبر مبنی برحقیقت ہے؟ انہوں نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا کہ یہ خبر سچی ہے، قارئین کرام! آپ اندازہ لگائیں کہ ایسے وقت میں ایک روحانی فرزند و شاگرد ہونے کے ناطے انسان کے جذبات و احساسات اور خیالات کا کیا حال ہوگا کہ ایک عظیم المرتبت، ہمہ گیر و ہمہ جہت شخصیت، شفیق و مہربان، استاذ مکرم کی شہادت کی صاعقہ جیسی خبر سنی، راقم نے اِنا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور اپنے ہم محفل ساتھیوں کو یہ بھیانک خبر سنائی، تمام اہل مجلس نہایت غمزدہ ہوئے اور یوں خوشیوں بھری محفل کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

در محفل خود راہ مدہ ہمچو منی راہ
افسردہ دل افسردہ کند انجمن را

وہاں سے فوری واپسی کر کے مدرسہ حاضر ہوا، مدرسے کا ماحول ایسا لگ رہا تھا جیسا مدرسے ہی کا کوئی شیخ الحدیث یا مہتمم وفات پا چکا ہو، اساتذہ کرام، طلبہ عظام، اہل محلّہ تمام کے تمام اس عظیم سانحہ پر اشک بار تھے، ہر کوئی اپنی بساط کے موافق سفاک اور درندہ صفت ظالم قاتلوں کو برا بھلا کہہ کر

اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا، ان ظالم اورسفاک پتھر دل قاتلوں کوکیا پتہ کہ وہ پاکستان کے ایک عام شہری کونہیں بلکہ عالم اسلام کے ایک ایسے سپوت کوشہادت سے ہمکنار کررہے ہیں،جن کے جانے سے منبرومحراب،علماء، طلبہ،مدرسہ وخانقاہ اور ہر دینی واسلامی محفل ومجلس یتیم ہوجائے گی اور یقیناً ہمارے شفیق ومہربان استاذ محترم اس شعر کے صحیح مصداق تھے۔

وما كان هلك قيس هلكه واحد

ولكن بنيان قوم تهدما

آپ کی شہادت کا یہ حادثہ فاجعہ تنہا دارالعلوم حقانیہ یا اہل پاکستان کے لئے نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔

حضرتؒ کی سب سے پہلی زیارت

۸۴۔۱۹۸۳ کی بات ہے کہ میرے والدمحترم دارالعلوم حقانیہ کے دورہ حدیث کے طالبعلم تھے، راقم الحروف اس وقت پرائمری کلاس میں پڑھ رہا تھا،اپنے والدصاحب کی معیت میں اللہ کریم نے عنفوان شباب ہی میں دارالعلوم حقانیہ کی زیارت کی سعادت نصیب فرمائی، دارالعلوم کے صدر دروازے کے عین محاذات میں دارالحدیث کی پرشکوہ اور پرنور عمارت آنکھوں کواپنی طرف کھینچنے کے لئے کھڑی تھی۔کوئی بھی بندہ دارالعلوم میں قدم رنجہ فرماتا تو سب سے پہلی نظر دارالحدیث ہی کی عمارت پر پڑتی،اسی پرنوردارالحدیث میں حضرت مولانا شہیدؒ کا حدیث کی کسی کتاب کا درس تھا، جواب مجھے یاد نہیں کہ کونسی کتاب تھی، بندہ اپنے والدمحترم کے ساتھ درس حدیث میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے گیا تھا،حضرت کا گلابی کتابی اورخوبصورت نورانی چہرہ ابھی تک آنکھوں کے سامنے ہے،اس زمانے میں دورہ حدیث کے طلبہ کی تعداداتنی زیادہ نہ تھی،تمام طلبہ استاد کی نگاہ میں ہوتے، حضرت نے دوران درس بندہ ناچیز کی طرف نگاہ اٹھائی تو کہنے لگے دیکھو! یہ بچہ بھی دورہ حدیث دیکھنے اور حدیث سننے کا شرف حاصل کرنے آیا ہے۔میرے والدصاحب نے جواباً فرمایا کہ جی حضرت! یہ میرا فرزند ہے اور دارالعلوم دیکھنے کے لئے ساتھ آیا ہوا ہے، یہ بہت ہی پرکیف و پرلطف منظر تھا۔

۷سال بعد۱۹۹۰ میں جب دارالعلوم میں باقاعدہ درجہ ثانیہ پڑھنے کیلئے داخلہ لیا، دارالعلوم کے جملہ اساتذہ کرام وشیوخ عظام کے پرنورو پررونق چہرے اورداڑھیاں دیکھ کرنگاہ ہٹنے کا نام نہ لیتی لیکن حضرت شہیدؒ کواللہ کریم نے باطنی روحانیت کے ساتھ ظاہری حسن وجمال ورعنائی سے امتیازی طور

پر نوازا تھا۔اس دوران جبکہ ہم ابتدائی درجات کے طالب علم تھے حضرت ملکی و بین الاقوامی مختلف اسفاراورسیاسی خدمات میں ایسے مگن رہتے کہ بسااوقات کافی دنوں تک حضرت کی زیارت نہ ہوتی اور جب طلبہ کرام کو پتہ چلتا کہ حضرت دارالعلوم تشریف لا چکے ہیں تو ہرکسی کی دلی خواہش آپ سے ملاقات کی ہوتی،ایک دفعہ مجھے خوب یاد ہے،احاطہ محمودیہ میں ہمارا کمرہ تھا،عشاء کے وقت احباب مطالعہ کتب میں مصروف تھے کہ اچانک کمرہ کا دروازہ کھلا تو حضرت شہیدؒ اپنے ساتھیوں سمیت طلبہ کے کمروں کا معائنہ کررہے تھے صفائی ستھرائی کا نظام کیسا ہے؟راقم کواب یادنہیں کہ آپ نے اس وقت ارشادفرمایا تھا تاہم ہمارے جملہ ساتھی حضرتؒ کی اس اچانک زیارت سے بہت محظوظ ہوئے۔

بندہ عاجز کا حضرت شہیدؒ سے شرف تلمذ

اگرہم تمام مناصب دینیہ پرنظرڈالیں توان میں جس منصب کاسب سے زیادہ جوڑاورتشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ سے ہے وہ درس وتدریس کامشغلہ ہے،خودہی بزبان رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافرمان عالیشان تسکین روح وجان کتب حدیث میں ہم پڑھتے ہیں،انمابعثت معلما میں معلم بناکربھیجا گیاہوں۔

اللہ کریم نے ہمارے اکابرین دیوبندکواس امتیازی شان سے نوازاہے کہ مختلف الجہات دینی،اسلامی ملکی بین الاقوامی،سیاسی تقریروتحریرکی جملہ مصروفیات کے باوصف درس وتدریس کے منصب کودیگرتمام مصروفیات پرمقدم رکھا،دیگرمیدانوں کواس پرتو قربان کیالیکن اس منصب جلیل کے ساتھ تاموت سنگت نبھاتے رہے،ان اکابرحضرات میں ہمارے استادمحترم شیخ الحدیث حضرت مولانا شہیدرحمہ اللہ بھی تھے،حضرت شہیدرحمہ اللہ کی زندگی عہدطفولیت اورعنفوان شباب سے لےکرتایوم شہادت بھرپورمصروفیات والی تھی،قومی،ملی ایک بڑی سیاسی جماعت کی قیادت سنبھالنا،دارالعلوم کے منصب اہتمام کوباحسن وجوہ چلانا،ماہنامہ ''الحق'' کی ادارت،تحریروتصنیف،ان تمام مصروفیات کے باوجودحضرت شہیدؒ جس اندازسے مسندِدرس وتدریس کی زینت بنے،یہ سعادت ہرکسی کونہیں ملتی۔

ایں سعادت بزور بازوئے نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت شہیدؒ کی ان گوناگوں مصروفیات کودیکھ کرتمام طالب علم حیرت میں رہتے کہ حضرت شہیدؒ مطالعہ کس وقت کرتے ہیں،راقم الحروف نے آپؒ سے جامع ترمذی کی کتاب الاطعمة پڑھی۔

اخلاق کریمانہ اور وسعت ظرفی

حضرت شہیدؒ کے جملہ اوصاف، عادات و اطوار لائق صد تحسین و لائق تقلید تھے لیکن یہ عاجز حضرت کی نرم طبیعت، اخلاق حسنہ، وسعت ظرفی سے بے حد متاثر تھا، جمعیت علمائے اسلام کے دونوں دھڑوں کے سیاسی اختلافات شروع ہی سے چلے آرہے ہیں، یہی اختلافات دارالعلوم کے بعض طلبہ کرام میں بھی نفوذ کر چکے تھے، حضرتؒ کے درس حدیث ختم ہونے کے بعد طلبہ کرام مختلف سوالات کی پرچیاں حضرت کو دیتے، حضرت شہیدؒ تقریباً تمام پرچیوں کو ملاحظہ فرماتے، طلبہ کرام میں بعض حضرات عجیب و غریب مزاج والے ہوتے ہیں، جو اساتذہ کرام کے آداب و احترام کو بالائے طاق رکھ کر غیر مناسب اور غیر سنجیدہ افعال کا مظاہرہ کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض پرچیوں میں بہت نامناسب باتیں ہوتیں، لیکن قربان جاؤں حضرت شہیدؒ کے اخلاق حسنہ اور عفو درگزر کے جذبہ پر کہ آپ کے ماتھے پر شکن تک نہ آتی اور نہ کبھی آپؒ نے اپنی زبان کو نازیبا کلمات سے آلودہ کیا۔ ورنہ اگر اس طالب علم کا سراغ لگا کر مدرسے سے اخراج کرتے تو کون پوچھنے والا ہوتا؟ آپ شہیدؒ تو بااختیار مہتمم تھے لیکن کبھی بھی آپ کے نرم مزاج، تواضع و انکساری والی طبیعت نے سختی اور درشتی سے کام نہ لیا، پچھلے دنوں استاد محترم مولانا حافظ شوکت علی مدظلہ یہاں موضع مینئی صوابی میں ایک تقریب کے سلسلے میں تشریف لائے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت شہیدؒ انتہائی نرم طبیعت کے مالک تھے، ان کے تیس سالہ دورِ اہتمام میں میں نے کبھی بھی ان کو کسی پر غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت شہیدؒ کا ذوق تحریر

اللہ کریم کا ارشاد مبارک ہے علم بالقلم جس سے مراد تصنیف و تالیف اور ذوق تحریر ہے، اپنے جذبات، خیالات، احساسات، حالات حاضرہ، معلومات متنوعہ اگلی نسلوں تک پہنچانے کا سب سے موثر ذریعہ تحریر ہے، آپؒ کو رب کریم نے دیگر صلاحیتوں کے ساتھ ادبی، تصنیفی تالیفی ذوق سے حظ وافر عطا فرمایا تھا۔ آپ کی تحریر میں دینی ملی، سیاسی علمی مواد کے ساتھ ساتھ زبان و ادب کی چاشنی الفاظ مانوسہ کے بروقت و برمحل استعمال میدان صحافت میں آپ کے ذوق سلیم کی عکاس ہے، برصغیر پاک و ہند کے ادبی ذوق کے حامل حضرات میں آپ کا نام سب سے اعلیٰ و ارفع ہے، باوجودیکہ آپ کا تعلق پٹھان یعنی پشتو زبان سے تھا نیز آپ کی عصری تعلیم بھی اتنی زیادہ نہ تھی لیکن اللہ کریم نے صغر سنی ہی سے آپ کو تحریر کا ملکہ عطا فرمایا تھا، جس پر آپ کی ذاتی ڈائری شاہد عدل ہے کہ زمانہ طالب علمی ہی سے

لکھنے کے شوقین تھے، وفاق المدارس کے صوبائی ناظم مولانا حسین احمد کے ساتھ ہم بیٹھے تھے، دوران مجلس حضرتؒ کا تذکرہ آیا، ناظم صاحب نے فرمایا کہ غالبًا دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ کی وفات پر ماہنامہ ''الحق'' میں حضرت شہیدؒ نے مضمون لکھا جبکہ دوسری طرف عالمی سطح کے اہل علم اوراردوداں ادیبوں نے بھی کچھ صفحات لکھے تھے۔ان کا نام لکھنا یہاں مناسب نہیں لگتا، ناظم صاحب نے مزید فرمایا کہ اچانک میرے کمرے میں حضرت مفتی نظام الدین شہیدؒ ہاتھ میں ''الحق'' کا پرچہ تھامے ہوئے داخل ہوئے۔کہنے لگے ایک پٹھان عالم کا ذوق ادب اورتحریرملاحظہ کریں اور دوسری طرف اردوداں عالم کا ذوق ادب اورتحریردیکھو! یقینًا حضرت شہیدؒ کا پلہ اس پر بھاری تھا،ایک مرتبہ راقم آثم حضرت شہیدؒ کی کوئی تحریرمطالعہ کررہا تھا،اس میں یہ جملہ ''پاکستان کا مرحوم حصہ مشرقی پاکستان'' پڑھا تو مجھے یہ تعبیر بہت اچھی لگی۔

زندگی کا ایک یادگاردن

جیسے مال ودولت ،سیم وزر کے شیدائی لحہ بہ لحہ اپنی دولت بڑھانے کے لئے فکرمند ہوتے ہیں، ایسے ہی اہل اللہ واہل دل حضرات اپنی آخرت بنانے کے فکر میں مگن ہوتے ہیں، دینی مدارس کا قیام، ان کی جملہ ضروریات کا انصرام وانتظام،مساجد،مکاتب الغرض جملہ دینی امور میں اپنا حصہ ڈالنے کی ہروقت کوشش کرنا، اہل اللہ کا وطیرہ رہا ہے،اس سلسلے کی ایک کڑی دارالعلوم حقانیہ کی عظیم الشان جامع مسجد عبدالحقؒ بھی ہے جوکروڑوں روپوں کا طویل المیعادعظیم الشان تعمیری منصوبہ ہے، دارالعلوم میں طلبہ کرام کی تعداد کی کثرت کی وجہ سے قدیم مسجد تنگ پڑگئی۔اس لئے اہل شوریٰ حضرات نے دارالعلوم کے شایان شان، وسیع وعریض، پرشکوہ جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ تعمیر کرنے کا بروقت مناسب فیصلہ کیا۔ہمارے حضرت شہیدؒ اس عظیم کارخیر کی بنیاد اور اساس ہیں،اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں حضرتؒ کی سوچ وفکرامت کیلئے انتہائی ناصحانہ وہمدردانہ تھی،آپ چاہتے تھے کہ اس میں امت مسلمہ کے فقراء ومساکین اوراہل خیرحضرات کے اخلاص بھرے اورحلال وطیب اموال صرف ہوجائیں،تا کہ تمام مسلمان کا اس کارخیر میں حصہ پڑ کر اخروی اجروثواب کے مستحق ہوجائیں،اس سلسلے میں اہل مدرسہ دارالعلوم کے مختلف اضلاع کے فضلائے کرام سے رابطہ کرتے کہ وہ کوئی اجتماعی تقریب کا انتظام کرکے عوام الناس، دینی حمیت رکھنے والے اہل خیرحضرات کو شرکت کی دعوت دیں، دارالعلوم کی طرف سے بذات خود مہتمم صاحب نائب مہتمم صاحب اور دیگر شیوخ اوراساتذہ کرام حضرات بھرپورشرکت فرمائیں گے، یہ اطلاع بندہ ناچیز کو میرے ہمدردساتھی

مفتی فدا محمد صاحب نے دی، اس عظیم خوشخبری سے بندہ کو بہت بڑی مسرت ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی ایسے مکرم ومنور بابرکت ضیوف کرام کے شایان شان ضیافت اورمہمان نوازی اور مناسب جگہ میں ان کی مجلس رکھنے کی فکر دامن گیر ہوئی۔

احباب کے مشورہ سے یہ بات طے ہوئی کہ مہمانان کرام کی نشست گاہ مدرسۃ البنات کے دورہ حدیث کی درسگاہ ہوگی، جومناسب صفائی ستھرائی کے ساتھ سجائی گئی، حضرت شہیدؒ کے پرہیزی کھانے کے بارے میں پوچھنے پر ہمیں کہا گیا کہ حضرت دیسی مرغی بڑی رغبت سے تناول فرماتے ہیں، اس لئے احباب نے کھانے کی دوسری اشیاء کے ساتھ خصوصی طور پر حضرت کے فرمائشی کھانے کا انتظام کیا۔ الحمدللہ! یہ پرانوار قافلہ بروقت دارالعلوم رحمانیہ موضع مینئ پہنچا، حضرت شہیدؒ کے ساتھ آپ کے برادرخورد مہتمم دارالعلوم حقانیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق دامت برکاتہم اور دیگر شرکائے سفر تھے، بعد میں دارالعلوم کے شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا مغفوراللہ باباجی دامت فیوضہم بھی تشریف لائے، کھانا تناول کرنے کے بعد ہال میں موجود جملہ حضرات نے نماز ظہر وہاں ادا کی، نماز ظہر کے فوراً بعد یہ حضرات پنڈال تشریف لائے اور بلا تاخیر پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، اس کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب دامت برکاتہم نے اختصار کے ساتھ تعمیر مسجد کے کچھ فضائل بیان کئے پھر حضرت شہیدؒ کو دعوت خطاب دی گئی، خطبہ مسنونہ کے بعد حضرت نے ایک عمدہ تفصیلی پرمغز خطاب فرمایا، جس میں آپ نے مغرب اوراہل یورپ کے مذموم عزائم کو تمام شرکائے مجلس کے سامنے بلاخوف لومۃ لائم بیان کیا۔ آج کے دور میں علماء، طلبہ، دینی مدارس اور مجاہدین ان کی آنکھوں کا کانٹا بنے ہوئے ہیں، اس رکاوٹ اور کانٹے کو اپنے تاریک راستے سے ہٹانے کی وہ بھرپور کوشش کرتے ہیں، نیز آپ نے علماء، طلبہ اورعوام الناس کے اس مشترکہ جلسے سے عصر حاضر کے جدید چیلنجز اوردینی مدارس کے موثر کردار کے بارے میں بھرپور خطاب کیا۔ بعد میں حاضرین سے مسجد کیلئے چندہ اورتعاون جمع کرنے کی اپیل کی گئی، الحمدللہ فی الوقت حاضرین نے لاکھوں کی تعداد میں چندہ جمع کیا، اسی مجلس میں آئندہ کے لئے بھی لائحہ عمل طے کیا گیا، موضع مینئ کے علمائے کرام اورعوام الناس نے اس عظیم کارخیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، راقم الحروف عشاء کے وقت ایک مسجد میں چندہ کرنے کی غرض سے گیا، مختصر سا بیان کرکے اسی ہزارروپے کا چندہ جمع ہوا، بعد میں بھی مقامی علمائے کرام کے مشورہ سے مضافات کی مساجد میں اس غرض سے جانے کیلئے کئی علمائے کرام کی تشکیل کی گئی، الحمدللہ اہل علاقہ نے اس عظیم الشان تعمیری منصوبے میں اپنی بساط کے موافق

بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، یقینی طور پر گنتی مجھے یاد نہیں لیکن اللہ کے فضل وکرم سے لاکھوں روپے اہلیان موضع مینئ نے جمع کیے، ہمارے علم میں بعض مخلص ساتھی ایسے بھی ہیں کہ وہ چپکے سے دارالعلوم گئے اور وہاں انتہائی رازداری کے ساتھ پیسے حوالہ کرکے واپس آگئے اور ہمیں بھی ان کی گنتی معلوم نہیں، حضرت شہیدؒ احبابِ دارالعلوم رحمانیہ (مینئ ضلع صوابی) کے اس منظم ثمرآور پروگرام سے انتہائی خوش تھے، اہل مدرسہ اور مینئ کی بہت مدح سرائی کرتے۔

حضرت سے ایک یادگار ملاقات

دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمیٔ محفل کی یاد
جل چکا حاصل، مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

حضرت شہیدؒ سے ایک مرتبہ ایک نجی محفل ومجلس رہی، جو بہت ہی پرلطف و پرکیف ہونے کے ساتھ ساتھ بندہ گناہگار کے لئے ایک یادگار ملاقات ومجلس تھی، یہ بات میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ حضرت شہیدؒ کے غیر معمولی اعلیٰ اخلاق، اصاغر نوازی، قدردانی، شفقت ورافت سے یہ عاجز بہت متاثر ہے، آپؒ کے اس اعلیٰ وصف کی ایک جھلک راقم نے اس ملاقات میں دیکھی، آپؒ سے یہ ملاقات دارالعلوم رحمانیہ مینی میں ہونے والے پروگرام کے بعد رمضان المبارک میں ہوئی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پرانوار ہے، من لم یشکر القلیل، لم یشکر الکثیر، ومن لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ، آپؒ اس حدیث جلیل کے صحیح مصداق تھے، ایک مقامی ساتھی کا اکوڑہ خٹک میں کسی بندے سے کوئی کام تھا، اس سے ملنے کی غرض سے ہم گئے لیکن اللہ کی شان وہ بندہ گھر پہ موجود نہ تھا، رمضان المبارک کا مہینہ تھا اور عین نماز ظہر کا وقت تھا، میں نے ساتھیوں سے کہا ظہر کی نماز باجماعت دارالعلوم میں پڑھیں گے، چونکہ قدیم مسجد تو شہید کی گئی تھی، اس لئے قدیم دارالحدیث میں ہم نے ظہر کی نماز باجماعت ادا کی، نماز کے بعد ہمیں حضرت شہیدؒ کے بارے میں معلوم ہوا کہ اپنے دفتر میں تشریف فرما ہیں، اس لئے اچانک نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر بلا تاخیر ملاقات کی نیت سے آپ کے یہاں حاضر ہوئے، حضرت اس پیرانہ سالی، گوناگوں بیماریوں کے باوصف اتنے ہشاش بشاش خندہ جبینی وفرحت اور انبساط کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ تا اختتام مجلس کسی قسم کی خشونت خشکی یبوست محسوس ہی نہ ہوئی۔ حاضر ہونے پر حضرت شہیدؒ نے جس خندہ پیشانی، پرتپاک طریقے سے

ہمارا استقبال کیا اور جتنا آپ نے اعزاز واکرام، رعایت اور تعظیم کا خیال رکھا، ابھی تک اس یادگار ملاقات کے انمٹ نقوش اس سیاہ کار کے دل پر ثبت ہیں، مصافحہ اور حال احوال پوچھنے کے بعد مجلسی گفتگو شروع ہوگئی۔

حضرت شہیدؒ ہمارے پروگرام سے بہت خوش اور مطمئن تھے کہ بہت منظم اور مثمر طریقے سے یہ پروگرام ہوا ہے، کیا کہوں؟ اپنے اکابر کی قدردانی، احسان دانی، اصاغر نوازی کی، یہ سیاہ کار تو کہتا ہے کہ اگر ہم ذاتی طور پر اتنی رقم کسی دوسرے بندے کو دیتے تو وہ اتنا خوش، ممنون ومشکور نہ ہوتا، جتنا کہ حضرت شہیدؒ نے مسجد کے اس چندہ پر فرحت وخوشی کا اظہار کیا حالانکہ ہمارا دیا ہوا سب کچھ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں، حضرت شہیدؒ نے اس ملاقات میں ہماری بڑی حوصلہ افزائی، دلجوئی فرمائی، گفتگو ہورہی تھی کہ حضرت شہیدؒ نے فرمایا ''کہ مردان کے ایک سکھ پروفیسر نے مسجد کیلئے چندہ بھیجا'' اور مزید فرمایا کہ ایک غریب ومسکین نیک سیرت خاتون نے اپنی مرغی کے کئی دنوں کے انڈے جمع کرکے بیچ دیئے اور وہی اخلاص بھری رقم مسجد کے چندہ میں داخل کی، نیز آپ نے بڑی تعداد میں سونے کی زیورات کا بھی تذکرہ کیا لیکن مجھے اب مقدار یاد نہیں، اس سیاہ کار نے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ذوق کے موافق کہا کہ حضرت! اگر اسی طرح ان انوکھے واقعات کو جمع کیا جائے تو ایک تاریخی دستاویز ہوگی۔

مزید حوصلہ افزائی دلجوئی کرتے ہوئے حضرت نے اپنے داماد اور بھتیجے حضرت مولانا عرفان الحق حقانی سے فرمایا کہ ان کو ''مولانا سمیع الحق: حیات وخدمات'' والی کتاب بطور ہدیہ دو، مولانا موصوف کتاب لائے تو حضرت شہیدؒ نے اس پر لکھا ہدیہ برائے مولانا عبدالباری جامعہ رحمانیہ مینگ اور اس کے نیچے حضرت شہیدؒ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنا نام مبارک لکھا، ان سطور کے لکھنے کے دوران اس کتاب پر حضرت شہید کے دست اقدس کی لکھی ہوئی تحریر اس سیاہ کار کے سامنے ہے،

بعدازاں حضرت شہیدؒ نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ راشد الحق سمیع کو (جو کہ دارالعلوم میں درجہ ثانیہ تا دورہ حدیث راقم آثم کے ہم جماعت ساتھی تھے) سے فرمایا کہ ان کو مسجد کا معائنہ کرائیں، حضرت کے حکم کے مطابق صاحبزادہ صاحب نے تفصیلی طور مسجد کے تعمیری ڈھانچہ سے ہمیں آگاہ کیا۔

کچھ متفرق احوال

۱۹۹۶ء میں جس سال ہمارا دورہ حدیث کا سال تھا، حضرت شہیدؒ کا طالبان افغانستان سے دیرینہ تعلق سب پر عیاں ہے، اس دور میں تحریک طالبان بہت زوروشور کے ساتھ روبہ ترقی تھی، افغانستان کے اکثر صوبے انکے زیرنگرانی تھے، غالباً حضرت شہیدؒ امارت اسلامی کی دعوت پر افغانستان کے تفصیلی دورے پر تشریف لے گئے، دورے سے واپسی پر طلبہ دارالعلوم کی طرف سے بار بار اصرار تھا کہ حضرت شہیدؒ اپنے دورہ افغانستان کے تفصیلی احوال اور طالبان کے متعلق چشم دید واقعات سنائیں، جس کیلئے ایک خصوصی تقریب کا انتظام قدیم جامع مسجد میں کیا گیا، بندہ کو خوب یاد ہے کہ اس تقریب میں علاقے کے مشہور نعت خواں فی البدیہ شاعر امان شاہ امان نے طالبان افغانستان کے حق میں ایک پرجوش نظم پڑھی تھی، جس کا مقطع تھا۔

قلم پورته شه یو نظم په افغان اولیکه
د قندهارنه پورته شوے طالبان اولیکه

حضرت شہیدؒ اس نظم سے بہت محظوظ ہوئے، غالباً سوروپے کا نوٹ انعام میں دے دیا۔ بعدازیں حضرت شہیدؒ نے طالبان کی مختلف کارگزاریاں اور ملا عمرؒ کی سادہ زندگی کے بارے میں مفصل خطاب فرمایا۔

سانحہ شہادت

زندگی ہو گئی اس عہد میں ارزاں کتنی
خون دیکھا ہے بکھرتے ہوئے پانی کی طرح

اسلام تو امن وسلامتی صلح وآشتی کا دین ہے، دومسلمان جب آپس میں ملتے ہیں تو السلام علیکم کہنے میں ایک دوسرے کو سلامتی کا پیغام دیتے ہیں، اس لحاظ سے ہمارے استاد محترم تو بابائے امن تھے لیکن نہ معلوم کہ کون بدقسمت، ظالم سفاک کے دل میں بغض وعداوت اور نفرت کی آگ چھپی ہوئی تھی کہ ایک معمر بوڑھے عالم دین کو اتنی بے رحمی، ظالمانہ اور سفاکانہ طریقے سے شہید کیا۔ اللہ کریم سے دست بدعاہوں کہ ہمارے حضرت شہیدؒ کو جنت الفردوس میں اپنی جوار رحمت میں مسکن عطا فرمائیں اور آپ کے جملہ روحانی فرزندان کو آپ کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

مولانا حفظ الرحمٰن اعوان
مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ، ڈیرہ اسماعیل خان

علم وادب کے روشن چراغ

اجل مسمی (موت) کا ہاتھ انسانیت کے دسترخوان سے قیمتی دانوں کو بتدریج اٹھاتا جارہا ہے، اوراب انسانیت کے ڈھیر میں خال خال حضرات ایسے نظر آتے ہیں، جو انسان کے اخلاقی جوہر کے مکین ہوں جن کے علم پر اعتماد کیا جاسکے، جن کا عمل امت کیلئے نمونہ ہے، جس کے سیرت وکردار کو دیکھ کر انسانی سیرت کی نوک پلک درست کی جائے، ان اکابر کے سانحہ ارتحال کا ایک المناک پہلو یہ ہے کہ امت ان فیوض وبرکات سے محروم ہوجاتی ہے جن کا تعلق ان کی ذات سے ہوتا ہے، ان کی دعائے نیم شب بارگاہ خداوندی میں ان کی گریہ وزاری امت کے لئے ان کا سراپا سوز وگداز اصلاحِ امت کی فکر اور لگن، یہ چیزیں ان کی ذات کے ساتھ رخصت ہوجاتی ہیں اورامت کے لئے اس نقصان کی تلافی ناممکن ہوجاتی ہے۔

ضابطہ خداوندی کے تحت ہرانسان اس عارضی اورفانی دنیا کو چھوڑتا ہے تمام انسانوں کی موت اورایک عالم دین کی موت میں فرق ہے عام آدمی کی موت سے اسکے اعزہ واقارب علاقہ اور گاؤں والے متاثر ہوتے ہیں جب کہ ایک عالم دین کی موت کو موت العالم موت العالم فرمایا گیا کہ عالم دین کی موت سارے جہان کی موت ہے کاروان آخرت کے مسافروں کی نقل مکانی جہان فانی سے جس تیزی کے ساتھ دارالبقاء کی جانب ہورہی ہے اورعلم وادب کے روشن چراغ جس طرح ہم سے جدا ہورہے ہیں، بظاہر یوں لگتا ہے کہ علم وفضل کے شہراور بستیاں کچھ عرصے میں بالکل ویران ہوجائیں گے، آئے روز کسی نہ کسی آفتاب ومہتاب کی جدائی پردل خون کے آنسو بہاتا رہتا ہے، تازہ حادثہ ولی کامل استاذ العلماء والمجاہدین امام المجاہدین نمونہ اسلاف مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو انتہائی بیدردی کے ساتھ سفاکانہ طریقے سے شہید کردیا گیا ہے۔

ان کی اس المناک شہادت پر پورا عالم سوگوار ہے، یہ حادثہ صرف آپ کا اورآپ کے

خاندان کا نہیں بلکہ پوری امت اسلامیہ کا حادثہ ہے، ہر مسلمان اس دکھ اور کرب کو محسوس کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ بڑھاپے کی عمر میں ان کی اس عظیم قربانی کو قبول فرمائے۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے اپنے والد گرامی محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ کی چھوڑی ہوئی وراثت اور سپرد کی ہوئی امانت کی پوری طرح پاسداری کی اور اس کے چھوڑے ہوئے عظیم مشن پر اپنی جان قربان کر گئے، یقین ہے کہ وہ انتہائی کامیاب زندگی گزار کر اور سرخرو ہوکر جنت میں اپنے والد کے پاس پہنچ گئے اور بتا دیا گیا ہوگا کہ میں آپ کی وراثت امانت اور آپ کے عظیم مشن کو خون کا پانی دے کر آیا ہوں آپ کی وراثت مشن اور امانت کو قربان نہیں کیا بلکہ خود اس پر جان دے دی اور یہی ان کی صداقت اور حقانیت کی دلیل ہے دشمن شاید یہ سمجھا ہے کہ مولانا کو شہید کر کے ان کے مشن کو مٹا دیا جائے گا، یہ اس کی بھول ہے جس درخت کے جڑوں میں شیخ الحدیث کا مقدس خون چلا جائے اس درخت پر کبھی خزاں نہیں آ سکتی، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے اساتذہ کرام اور شیوخ عظام پہلے سے بڑھ کر اس دین متین کی خدمت سرانجام دیں گے۔ (ان شاء اللہ)

امید ہے نئے مہتمم حضرت مولانا انوارالحق صاحب زیدہ مجدہ نئے جوش اور نئے جذبے کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ اور مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے مشن کو آگے چلائیں گے اور اپنے بھائی کی طرح انتہائی شجاعت و بہادری کے ساتھ باطل قوتوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہوں گے۔ پوری قوم اس دکھ کی گھڑی میں آپ کے شانہ بشانہ ہے اور آپ کے غم میں ہم سب مدرسہ ہذا کے جملہ اساتذہ کرام طلبائے کرام برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ رب العزت آپ کی اور آپ کے ادارے کی پوری طرح حفاظت فرمائے اور اپنے خصوصی حفظ وامان میں رکھے۔

اللہ تعالیٰ مولانا شہیدؒ کے خون کی برکت سے ناموس رسالت کے قانون کی حفاظت فرمائیں اور ہم سب کو اکابرین دیوبند کے نقش قدم پر پوری طرح کاربند رکھے (آمین)

تیری یاد کی خلش ہو تیرے ذکر کی تپش ہو
میرے اشک ہائے غم کو کوئی چاہیے بہانہ

مولانا عبدالحق مجاہد
صدر انجمن انوار اسلام، ملتان

حق وصداقت کی پہچان اور اتحاد امت کی علامت

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت نے ملت اسلامی کے ہر ہر فرد کو رنج وغم کی انتہاء میں مبتلاء کر دیا ہے، دل چاہتا ہے کہ ہر کلمہ گو انسان ایک دوسرے سے تعزیت کرے ان پر قاتلانہ حملہ جو سفاکیت وبربریت کی انتہائی المناک مثال ہے اس نے ہر دل کو رلا دیا ہے، حضرت اقدس محبوب العلماء والمشائخ تھے، عوام الناس میں ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے، دنیا بھر میں ان کے بے شمار شاگردانِ رشید دین حق کی تعلیم وتبلیغ واشاعت میں مصروف ہیں، موصوف حق وصداقت کی پہچان اور اتحادِ امت کی علامت تھے، ہر مشکل اور کڑے وقت میں انہوں نے حسن تدبیر فراست ایمانی علمی وجاہت اور بے پناہ اثر رسوخ کی بناء پر امت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے میں بے مثال کردار ادا کیا۔

شیعہ سنی فسادات کی روک تھام میں مولانا شہیدؒ کا کردار

ایک وقت تھا، جبکہ خفیہ ہاتھوں کی سازش کے تحت ملک عزیز پاکستان میں شیعہ سنی فساد عروج پر پہنچا اور چاروں طرف قتل وغارت کا بازار گرم ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا، اس موقع پر امتِ مسلمہ پر انہوں نے جو احسان فرمایا وہ کبھی نہ بھول سکے گا، بہت دور گئے ہوئے مختلف مسالک کے علمائے کرام اور عوام الناس کو بہت قریب کر دیا، جس کی بناء پر ملک عزیز پاکستان میں امن قائم ہوا، ان کا یہ احسان قوم ہمیشہ یاد رکھے گی۔

جہاد افغانستان میں کردار

وہ دور جس میں خطرہ لاحق ہوا تھا کہ روس کی گرم پانیوں تک پہنچنے کی ہوس اسلامی ملک کو ہڑپ کر ڈالے گی، ہماری بہادر اور اسلام کی جانباز فوج کے جرنیل جنرل محمد ضیاء الحق صاحب رحمہ اللہ اور جنرل اختر عبدالرحمٰنؒ اور دوسرے بہادر جرنیلوں نے جہاد افغانستان میں بہت اہم کردار ادا کیا اس

کے ساتھ ساتھ طبقہ علماء بھی اس افغان جہاد کی صف اول میں شامل ہوگیا ،جن میں سب سے نمایاں کردار حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا رہا، اس کے علاوہ آپ میں ان گنت خوبیاں وکمالات بھی تھے، آپ نے ہمیشہ اتحاد امت کے لئے کام کیا، آپ اتحاد کے داعی اور فساد کے دشمن تھے، دنیا میں محبتیں پھیلانے والے اور نفرتوں سے کوسوں دور رہنے والے تھے وہ ہم سب سے اچانک بچھڑ گئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

خوش خلق اور خوش اخلاق

ملتان میں دو دفعہ ان کی تشریف آوری کے موقع پر بہت قریب سے ان سے شرف ملاقات حاصل ہوا اور علاوہ ازیں اکوڑہ خٹک وفاق المدارس کے اجتماع میں بھی ملاقات ہوئی اور کئی دفعہ دور سے بھی زیارت ہوتی رہی ، وہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے میں اپنی مثال آپ تھے، انتہائی خوش خلق تھے ان کی شہادت کے بعد ایک باب بند ہوگیا ہماری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے جنت میں درجات بلند فرمائے بحیثیت انسان کوئی غلطی کوتاہی ہوگئی ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل معاف فرمائے ۔

شہادت کی سعادت

الحمدللہ ! ہمیں یہ سعادت حاصل ہوئی ہے جونہی اس سانحہ کے اطلاع ملی تو اسی وقت طلبائے کرام سے ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھوایا گیا ،اسی طرح طلبہ نے اس ہفتے میں جو قرآن مجید پڑھا تھا، وہ بھی جمع کر کے بخش دیا گیا ہے، ان شاء اللہ العزیز ہمارا ارادہ ہے کہ کم از کم ایک ہزار کلام اللہ ایک ماہ کے اندر اندر حضرت کو بخش دیا جائے، بلاشبہ استاد محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ وہ عظیم شخصیت ہیں جو اپنے لاکھوں شاگردوں ،مجاہدین ،مبلغین ،عقیدت مندان کو صدقہ جاریہ کی صورت میں اپنے پیچھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ ہمارا یہ نذرانہ وثواب بھی ان کی روح کے لئے ایک ہدیہ وصدقہ جاریہ ہے، نیز میرے گھرانے کے تمام افراد اس غم میں آپ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں اور اظہار رنج وغم کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ وتبارک آپ سب کو صبر جمیل عطاء فرمائے ۔(آمین)

مولانا مفتی فدا محمد
جامعہ رحمانیہ مینئی صوابی

مختلف الجہات شخصیت

مولانا مفتی فدا محمد صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے لائق ترین فاضل، مدرس، مبلغ و خطیب اور دسیوں کتابوں کے مصنف، مقالات ومضامین اس پر مستزاد، اللہ نے لکھنے اور قلم وکتاب کی دولت سے بہرہ ور فرمایا ہے۔ مولانا شہیدؒ کے شاگردِ خاص اور ان کے علوم ومعارف کے ترجمان وامین ہیں...... (ادارہ)

---

۲ نومبر ۲۰۱۸ کو شہید اسلام شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب نوراللہ مرقدہ کی شہادت کی اچانک خبر دل ودماغ پر بجلی بن کر گری۔ اول تو ایسی اچانک اور بھیانک خبر دل ماننے کو ہرگز تیار نہیں تھا۔ بعد میں ٹیلی فونک رابطوں اور میسج کے ذریعے اطلاع دینے والوں کا ایک تانتا بندھ گیا۔ میں استعجاب اور غم واندوہ کے ملے جلے جذبات کے درمیان ہکّا بکّا سا رہا، کلمہ استرجاع دہراتا رہا، پاؤں تلے زمین نکل گئی۔ بعض افراد کی رحلت کا اثر ایک خاندان تک محدود رہتا ہے جبکہ بعض بااثر شخصیات کا انتقال ایک گاؤں میں کہرام مچا دیتی ہے۔

علمائے کرام جو ورثة الانبیاء ہیں ان کی رحلت کائنات کو سوگوار کر کے رکھ دیتی ہے۔ جیسا کہ حدیث ہے موت العالم موت العالم پھر حضرتؒ کو اپنے مکان میں درجنوں وار کر کے خنجروں کے ذریعے جس بیدردی سے شہید کیا گیا وہ ایک عظیم داستان غم ہے۔ ۶۰ برس تک تسلسل کے ساتھ قال اللّٰه وقال الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم کے زمزمے بلند کرنے والے ہونٹ ہمیشہ کیلئے خاموش ہوگئے۔ رسمی طور پر اگرچہ آپ کے ورثاء کو تسلی دی جارہی ہے اُن کے ساتھ تعزیت کرائی جارہی ہے لیکن درحقیقت آپ کا ہرایک شاگرد اور دارالعلوم حقانیہ کا ہر فرزند اپنے آپ کو تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے۔ موت سے تو کسی کو مفر نہیں لیکن آپ کو جس بے دردی سے شہید کیا گیا اس ظلم عظیم پر آپ کا ہر شاگرد اور آپ کا ہر عقیدت مند غم سے نڈھال ہے، اس موقع پر بس ہم یہی کہہ سکتے ہیں انا للّٰه وانا الیه راجعون، ان للّٰه ما اخذ وله ما اعطیٰ وکل شیٔ عنده باجل مسمی۔

بہترین محدّث، کہنہ مشق مدرس، باصلاحیت اور مدبر مہتمم

حضرت شہیدؒ کی ہمہ گیر شخصیت پر ہم جیسے طفلان مکتب کیلئے لکھنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں بس ایک اظہارِ غم اور اظہارِ عقیدت ہی ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک بہترین محدّث، کہنہ مشق مدرس، باصلاحیت اور مدبر مہتمم، بیباک اور نڈر سیاستدان، عالمی فکر لیڈر اور ایک جرأت مند غازی ومجاہد ہی نہیں بلکہ پاکستان کی مذہبی، سیاسی اور صحافتی تاریخ کا ایک قومی ورثہ تھے۔ مسند حدیث اور منبر ومحراب سے لیکر پارلیمنٹ کے ایوانوں تک تقریر وتحریر اور ماہنامہ ''الحق'' کے ادارتی صفحات کے ذریعے ہر جگہ باطل قوتوں کے خلاف برسرپیکار رہے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا نام زبان پر آتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ گلستان ہزار رنگ کی ایک دل آویز داستان کھل گئی ہے اور ایک بلبل ہزار داستان ہے جو اپنے نوع بہ نوع نغموں سے سیر کنندہ گلستان کے دلوں کو لبھا رہا ہے۔ موصوف مختلف الجہات شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو علم وفضل کی بے شمار خوبیوں اور فکر ونظر کے بیش بہا خصائص سے نوازا تھا۔

صاحب فکر شخصیت

وہ صرف ایک عالم اور صاحب فکر شخصیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خدمتِ قوم ووطن کی توفیق ارزانی بھی فرمائی تھی، آپ کی رہنمائی کا دائرہ منبر ومحراب، مسجد ومدرسہ سے لے کر پارلیمنٹ اور سیاست کے میدانوں تک وسیع ہے۔ پاکستان میں نفاذ شریعت کی تاریخ میں اُن کی رہنمائی کے نقش ثبت ہیں جس کی تفصیل ''سینیٹ میں شریعت بل کا معرکہ'' نامی کتاب میں موجود ہے۔ اسلام کی حقانیت، جامعیت اور عالمگیریت ثابت کرنے کیلئے ماہنامہ ''الحق'' کے وہ اداریے کافی ہیں جو ''اسلام اور عصر حاضر'' میں مرقوم ہیں۔ نفاذ شریعت کے حوالے سے جب بھی کوئی کڑا وقت آیا اور کسی بھی فتنے نے سر اٹھایا تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ بلا تاخیر میدان میں اتر کر فتنوں کا تعاقب کرتے رہتے تھے، اس میں کسی قسم کے روادار واقع نہیں ہوئے، ہمیشہ حق پر جمے رہے اور خوف لومۃ لائم کا لحاظ کیے بغیر ہمیشہ اظہار حق کرتے رہے۔ اُن کی سیاست صرف ڈرائنگ روم تک محدود نہیں بلکہ وہ عملی زندگی کے ہر میدان کے شدائد اور کٹھن مراحل سے گزر کر جیل خانوں کے سلاخوں میں اسیر رہے لیکن پائے استقامت میں لغزش نہ آئی ......

میرے ذوق رنگ وبو کو نہ بدل سکی اسیری　　　پھر وہی چمن کی باتیں وہی یاد آشیانہ

اعلائے کلمۃ اللہ کا برملا اظہار

جولوگ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو قریب سے جانتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ جب بھی اظہار حق، اعلائے کلمۃ اللہ اور دعوت اسلام کے سلسلے میں انہیں کسی بھی فورم پر بات کا موقع ملا تو حضرتؒ نے ڈنکے کی چوٹ پر اظہار خیال فرمایا۔ واضح اور دوٹوک الفاظ میں اسلام اور عالم اسلام کی ترجمانی کی، وہ اس اعتبار سے قدامت پسند واقع ہوئے تھے کہ ان کے نزدیک تمام مسائل کا حل قرآن وسنت تھا لیکن ساتھ ساتھ دور جدید کے مسائل اور عصر حاضر کے تقاضے نظرانداز کرنے کے قائل بھی نہیں تھے۔ اُن کی مزاج وطبیعت کا صحیح اندازہ وہ لوگ کرسکتے ہیں جنہوں نے حضرتؒ کو قریب سے دیکھا ہو، مجھ گناہگار کیلئے انتہائی سعادت کی بات ہے کہ مجھے اُن سے شرفِ تلمذ رہا ہے، اُن کے سایہ عاطفت میں گزرے ہوئے متبرک علم ریز اور محبت خیز ایام کی باتیں آج تک لوح دل ودماغ پر تازہ ہیں۔

صحرا کو شہر دشت کو دریا نہیں لکھا
دیدہ لکھا ہے ہم نے شنیدہ نہیں لکھا

مولانا شہیدؒ سے شرف تلمذ

حضرتؒ کے نام سے ویسے تو پہلے سے مانوس تھے، اساتذہ کرام سے اُن کا نام اور اُن کی سرگرمیاں سنتے آرہے تھے لیکن ۱۹۸۹ء میں دارالعلوم حقانیہ کی اولین حاضری کے موقع پر سب سے پہلے میں نے جس کی تقریر سنی وہ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی تھی۔ شوال میں اسباق کی افتتاحی تقریب کے موقع پر کچھ مختصر اور ضروری ہدایات سنا کر طلبائے کرام چلے گئے تاہم اُن سے یہ پہلی ملاقات ہوئی اور پھر دوران طالبعلمی گاہے گاہے اُن سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں اور اُن کے بیانات اور تقاریر سنتے رہتے تھے۔

۱۹۹۴ میں دورہ حدیث کے سال اُن کے ساتھ باقاعدہ رشتہ تلمذ قائم ہوا۔ آپؒ نے ترمذی شریف کی أبواب الأطعمة اور بخاری شریف کی کتاب التفسیر پڑھائی۔ طلبائے کرام کو اُن کی آمد پر بڑی خوشی ہوتی، آپ کا درس بڑا پرمغز اور جامع ہوا کرتا تھا۔ آپ بخاری اور ترمذی کی عبارات خود ترنم اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھتے، طلبائے کرام کو سننے میں بڑا مزہ آتا تھا، اسی سال دورہ حدیث کے طلباء کی تعداد ۱۵۱۴ تھی جن کیلئے پرانا دارالحدیث ناکافی تھا اس بناء پر پرانی جامع مسجد (جواب شہید

کی گئی ہے) میں درس حدیث دیا جاتا تھا۔ طلبائے کرام انتظامیہ کے متعلق کبھی کبھی کچھ گلہ وشکایت کرتے تو آپ بڑی توجہ سے سن کر فی الفور ازالے کی کوشش فرماتے ، طلبائے کرام سے شفقت اور محبت کا رویہ رکھتے ، بسا اوقات طلباء کی شکایات نا مناسب بھی ہوتیں لیکن حضرت سب کی بات توجہ سے سن کر مناسب جواب دیتے کبھی بھی آپ پر ناگواری کے آثار ظاہر نہ ہوئے ۔

آپ بہت ہی حلیم الطبع اور بردبار انسان تھے ۔ ۲۷ر دسمبر ۱۹۹۴ء کو ختم بخاری کا وہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ حضرت مفتی محمد فرید صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا اور بعد ازاں آپ نے فضلائے دورہ حدیث کے سامنے ایک زبردست جوشیلے انداز میں تقریر کر کے اُن پر ان کی ذمہ داریاں واضح کر دیں ۔ علماء کا مقام ومرتبہ بیان کیا، فضلائے کرام سے دونوں ہاتھ اٹھوا کر عہد لیا کہ اپنے مال ، جان اور وقت کے ساتھ اللہ کے دین کو اللہ تعالیٰ کی دھرتی پر زندہ کر کے دم لیں گے ۔ آپ کا انداز بیاں ایسا جامع ، موثر اور دلنشین تھا کہ پورے مجمع نے ایک زبردست اثر لیا۔ میرے والد محترم جو اُس تقریب میں شامل تھے انہوں نے حضرت کے انداز اور کلام کو خوب سراہا اور بارہا مختلف مجالس میں اس کا اظہار کرتے رہے ۔

جامع مسجد عبدالحقؒ کے لئے ان کی مساعی

دارالعلوم حقانیہ کی جامع مسجد عبدالحقؒ کے تعمیراتی سلسلے میں آپ سے روابط اور بھی مضبوط ہوئے ۔ ایک دن آپ کے حکم پر مولانا یوسف شاہ صاحب نے فون پر بتایا کہ آپ ضلع صوابی کے فضلاء جمع کریں حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ اُن سے کچھ معروضات پیش کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ہم نے صوابی کے فضلاء حقانیہ سے رابطہ کر کے ان کو جمع کیا، دارالعلوم رحمانیہ کے سامنے والے گراؤنڈ میں بیان کا انتظام کیا گیا آپؒ بمعہ اساتذہ ومشائخ کے ساتھ نماز ظہر سے پہلے وقت مقررہ پر پہنچ گئے ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب دامت برکاتہم بھی ساتھ تھے ۔ مدرسۃ البنات میں مہمانوں کیلئے ظہرانے کا انتظام کیا گیا تھا ۔ آپ کے قریب بیٹھنے کا یہ پہلا موقع تھا جو اللہ تعالیٰ نے دیا، عذر کی وجہ سے آپؒ نے کھانا میز کرسی پر تناول فرمایا۔ نماز بھی کرسی پر بیٹھ کر پڑھی ۔ دوران طعام بہت ہی علمی اور معلوماتی باتیں ہوتی رہیں اکابر ومشائخ سے متعلق بعض اہم باتیں انہوں نے سنائیں ۔ خاص کر حضرت مولانا عبدالرحمٰن مینویؒ کے متعلق بہت معلومات فراہم کیں اور فرمایا کہ حضرت مینویؒ کو دارالعلوم حقانیہ لانے کی ہم نے مقدور بھر کوشش کی تھی یہاں تک کہ حضرت کا کتب خانہ بھی ہم نے

وہاں منتقل کیا لیکن اُن کی دارالعلوم حقانیہ آمد مقدر نہیں تھی اور اُن کے نہ آنے پر ہم پریشان بھی ہوئے۔ میری خوش قسمتی تھی کہ پروگرام کیلئے مجھے بطور اسٹیج سیکرٹری نامزد کیا گیا تھا۔ آپ سے پہلے دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نائب صدر حضرت مولانا انوارالحق مدظلہٗ نے مختصر بیان فرمایا اور اُن کے بعد پورے القاب وآداب کے ساتھ آپ کو بیان کیلئے مدعو کیا گیا۔ آپ نے فضلائے حقانیہ کے سامنے ایک جامع اور ولولہ انگیز بیان فرمایا۔ عالمی حالات پر روشنی ڈالی، اندلس کے حالات بیان کیے، جامع مسجد قرطبہ کا تذکرہ اور وہاں کے سفر کی روئیداد بیان کی جس سے مجمع بہت محظوظ ہوا۔ حکومت وقت کے غلط منصوبوں اور عزائم پر کڑی تنقید کی اور پھر آخر میں مادرعلمی سے ربط اور تعاون پر روشنی ڈالی کہ دارالعلوم حقانیہ آپ کی روحانی ماں اور آپ روحانی اولاد ہیں۔ آپ سے دارالعلوم حقانیہ کے حقوق وابستہ ہیں اور دارالعلوم حقانیہ کے عظیم منصوبے جامع مسجد عبدالحقؒ سے تعاون کا تذکرہ کیا جس میں مجمع نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جبکہ بعض مستورات نے اپنے زیورات بھیج کر اس عظیم منصوبے میں حصہ لیا۔ فضلاء نے بعد میں تعاون کیلئے منظّم اور فعال کمیٹیاں بنائیں جنھوں نے بعد میں اپنی ذمہ داری بطریق احسن نبھانے کی پوری کوشش کی۔ یہ ہمارے لئے ایک یادگار مجلس تھی جس میں حضرتؒ بھی بہت ہشاش بشاش نظر آرہے تھے کہ اپنے قدیم فضلاء سے ملاقاتیں ہوئیں اور آپس میں تبادلہ خیال بھی ہوا۔

بعد میں دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں خطبات مشاہیر کی تقریب رونمائی میں جہاں اجلّہ علماء اور شیوخ کو دعوت دی گئی تھی۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی بطور مہمان خصوصی مدعو کیے گئے تھے تو راقم اور حضرت مولانا عبدالباری صاحب مدظلہ العالی بھی مدعو تھے، مجلس میں مشائخ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ اُن کے بیانات سے مستفید ہوئے، حضرتؒ نے عصری اور دینی اداروں کے شیوخ کو سٹیج پر جمع کیا تھا، جہاں بزرگان دین اور شیوخ کی تقاریر سے ہم نے استفادہ کیا تو بعض عصری اداروں کے ذمہ دار احباب نے ایسی ایمان افروز باتیں سنائیں جس سے اثر لیے بغیر ہم نہ رہ سکے، خاص کر شیخ زید اسلامک سنٹر پشاور کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر دوست محمد صاحب کی باتیں آب زر سے لکھنے کی قابل تھیں۔ تقریب ختم ہونے کے بعد دسترخوان پر آپ کے قریب بیٹھنے کا موقع ملا، حضرتؒ سے کچھ اظہار خیال بھی ہوا۔

شفقت اور اصاغر نوازی

حضرتؒ کی شفقت اور اصاغر نوازی کا علم تو ویسے پہلے ہی سے تھا لیکن یقین اُس وقت زیادہ بڑھ گیا کہ جب راقم نے اپنی کتاب ''اہم فقہی مسائل'' پر تقریظ لکھنے کے لئے آپ سے درخواست کی تو آپ کی مصروفیت، بڑھاپے، اسفار اور کثرت امراض کی وجہ سے مجھے اس کے کہنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی لیکن حضرتؒ نے بڑی فراخدلی کے ساتھ میرا ارادہ بھانپتے ہوئے میری درخواست قبول کر لی اور ایسی جاندار اور دل آویز تقریظ کمپوز کر کے بھیجی جس کا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ایک شاگرد کیلئے اپنے شیخ اور استاذ کی قلم سے اس قسم کی حوصلہ افزائی نعمت عظمیٰ سے کم نہیں فجزاھم اللّٰہ خیراً

شعبان ۱۴۳۸ھ میں ٹھنڈکوئی ضلع صوابی میں گاؤں کے سطح پر فضلاء کی اجتماعی دستار بندی تھی جس میں دارالعلوم حقانیہ کے شیوخ کے علاوہ آپ بطور مہمان خصوصی شریک تھے، بیان سے پہلے دسترخوان پر بیٹھ کر آپ کے ساتھ اظہار خیال کا موقع ملا۔ حال احوال پوچھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ میں نے اُن کی تقریظ اور کتاب کی طباعت کا تذکرہ کیا جس سے آپ بہت خوش ہوئے۔ مجلس میں تصنیف وتالیف سے متعلق گفتگو چلتی رہی۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنی تصانیف کا پورا سیٹ دارالعلوم حقانیہ کے کتب خانہ کیلئے بھیج دو۔ آپ کی ان باتوں سے مجھے یقین ہو رہا تھا کہ آپ میری حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں، بہرحال! یہ آپ کی بلند ظرفی، علم دوستی اور اصاغر نوازی کا بین ثبوت ہے اور خوب اندازہ ہو گیا کہ معاصرین، اساتذہ، علماء اور قائدین کی فہرست میں یہ وصف دلربائی ورعنائی حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے خصوصی امتیازات ہیں۔ بعد میں جب آپ بیان کیلئے سٹیج پر براجمان ہوئے تو فضلاء اور عوام کے مخلوط مجمع کے سامنے بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''کہ اہل مغرب کو ہماری داڑھی، پگڑی اور شکل وصورت سے بھی خطرہ ہے اور نظریہ حیات سے بھی خطرہ ہے، اسلام کے فیصلہ کن عقائد ونظریات کی موجودگی میں اہل یورپ ہم سے کبھی خوش اور مطمئن نہیں ہو سکتے، اُن کیلئے بڑا چیلنج اسلام، جہاد، مجاہدین اور علماء حقانی ہیں، ان کی نفسیاتی اور علمی یلغار کا ہر راستہ اسلام اور اہل اسلام کی طرف جاتا ہے، اگر اہل باطل ہماری اس خودی پر مبنی فکر اور اسلامی سوچ پر ہمیں ''دہشتگردی'' کا طعنہ دیں تو ہمیں نہ صرف یہ منظور بلکہ اس پر فخر ہے۔ ہم اللہ اور اس کے رسول کے غلام اور دین اسلام کے سپاہی تھے، ہیں اور تاحیات رہیں گے، امریکہ اور یورپ کی بالادستی قبول کرنا اور فرنگی

تہذیب و معاشرت کا اسیر بنے رہنا روشن خیالی اور اس کے بالمقابل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غیر متزلزل وفاداری، اعلائے کلمۃ اللہ کا اظہار اور نعرہ جہاد ان کے ہاں ''دہشت گردی'' ہے تو یہ عجیب منطق ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔''

اس کے بعد فضلائے کرام کی دستار بندی کر کے آپ وہاں سے راولپنڈی کیلئے راونہ ہوئے جہاں کسی اہم اجلاس میں شرکت تھی، کیا اندازہ تھا کہ اس مبارک چہرے کو قریب سے دیکھنے کا یہ آخری موقع ہے اس کے بعد آپ کے قریب بیٹھنے کا موقع دوبارہ ہاتھ نہیں آیا لیکن آپ کا بیان سن کر مجھے اندازہ ہوا اور بعد میں ساتھیوں کے سامنے اس خیال کا تذکرہ بھی کیا کہ دفاع اسلام، دفاع مدارس اور دفاع پاکستان کیلئے آپ کا یہ واضح اور دوٹوک موقف کسی بھی وقت آپ کیلئے خطرۂ جان ثابت ہو سکتا ہے، مجھے آپ کے بیان سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ شہادت ہی ان کا مطلوب اور مقصود ہے۔

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی فکر جب ایسی ہو تو باطل قوتوں کو اپنی فکر کیوں نہ لگے؟ سو مولانا سمیع الحق شہیدؒ غلبہ اسلام کی فکر پیش کرتے رہے اور امریکی سامراج کے پجاری اپنے اقتدار کی فکر کرتے رہے، یوں ایک کشمکش جاری تھی، سامراجی کارکن خنجر چلاتے رہے اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنا جگر آزماتے رہے، بالآخر اس خنجر سے شہادت کی سعادت پا کر امر ہو گئے۔

دنیا کے جلیل القدر پیغمبر، اولیاء، اور اتقیاء کو بھی موت کی آغوش میں جانا پڑا ہے۔اس سے کسی کو مفر نہیں لیکن آپ کو جس ظلم سے شہید کیا گیا یہ تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے، حضرت شہید اسلام کی وفات دنیائے اسلام کا ایک عظیم حادثہ ہے جس کی گواہی آپ کا نماز جنازہ دے رہی تھی، حضرت شہیدؒ علم و عمل کا روشن باب، دین و مذہب کا مجسم پیغام، حق و معرفت کی آواز، قصر حریت کے معمار، نفاذ اسلام کے علمبردار اور پاکستان بلکہ عالم اسلام کی تاریخ نو کے ایک اہم باب تھے، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی سیمابی طبیعت اور اُن کی زندگی بھر کی ریاضت اور جد و جہد کے بعد جچتی تو اُن کے ساتھ شہادت کی موت ہی تھی لیکن سفاک اور درندہ صفات قاتلوں کی سنگدلی پر اور حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی پر دل خون کے آنسو بہا رہا ہے۔

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مولانا عرفان الحق حقانی
استاذ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

بلادِ حرمین میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا ذکرِ خیر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیس مبارک مدینۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل وکرم کے طفیل اس سال رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ کی ابتداء نصیب فرمائی، وذٰلك فضل اللّٰه اس شہر کی محبت ہر مسلمان کے دل میں رچی بسی ہوئی ہے۔ پہلی دفعہ اپنے بڑوں عمّی المکرّم شہید ناموس رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا سمیع الحق اور قبلہ والد ماجد حضرت مولانا اظہار الحق حقانی رحمہما اللہ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد یہ حاضری نصیب ہورہی ہے، شدت سے ان کی کمی کا احساس دلوں میں جاگزین ہے، رضا بالقضاء مسلمان کا عقیدہ ہے، ان بلادِ مقدسہ کی عقیدت واحترام اور عشق ومحبت مرحومین نے ہمیں سکھلائی یہ ان شاء اللہ ان کیلئے صدقہ جاریہ رہے گا، ہماری دعا ہے کہ یہ سلسلہ ہماری ذریتوں میں نسلاً بعد نسلٍ جاری وساری رہے (آمین)

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خانوادہ مدنی (شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ) کے چشم و چراغ حضرت مولانا اخلد مدنی دامت برکاتہم کے دسترخوان پر افطار کے مواقع اکثر میسر ہورہے ہیں، موصوف نے ایک دن شہید حضرت مولانا سمیع الحقؒ کے قاتلوں کی تباہی وبربادی کی بددعائیں چیخ چیخ کر کیں اللھم خذھم اخذ عزیز مقتدر یہاں پر احقر کی ملاقات انڈین پارلیمنٹ کے سہ بارہ منتخب ہونے والے رکن مولانا بدرالدین قاسمی سے بھی ہوئی موصوف دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن بھی ہیں، جن کو میں نے اپنی تالیف شہید ناموس رسالت مولانا سمیع الحقؒ پیش کی کہ اسے قبلہ علمی دیوبند پہنچایا جائے۔ تبلیغی جماعت کے معروف رہنما حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب کی شفقتوں سے بھی بہرہ ور ہوئے۔

مکہ مکرمہ میں پچاس سال سے مقیم ہندوستانی عالم دین حضرت مولانا رضوان قاسمی سے بھی ملاقات ہوئی، افریقہ جوہانسبرگ کے روحانی سلسلہ سے منسلک حضرت محسن صاحب سے ملاقات رہی، جن کو ایک کتاب مولانا شبیر احمد صاحب کے نام دارالعلوم زکریا پہنچانے کے لئے دی۔ برطانیہ کے

معروف عالم دین شیخ مولانا اسماعیل دھورات سے گنبد خضراء کے سایہ میں بر سر راہ ملاقات ہوئی جنہوں نے دارالعلوم حقانیہ کے اکناف عالم میں پھیلی ہوئی خدمات کا ذکر خیر کیا، انہوں نے اپنی کتاب سے بھی احقر کو نوازا۔

مدینہ منورہ میں شیخ عبدالرحمٰن الحذیفی صاحب سے بعداز نماز مغرب حجرہ امام میں ملاقات ہوئی، اس موقع پر فرزند عزیز محمد معزالحق حقانی کو ماتھے پر چومتے ہوئے کامیابی کی دعائیں دیں، فرزند موصوف نے کم سنی کے باوجود ان کی عظمت کا احساس کرتے ہوئے مصافحہ کے وقت ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ احقر نے انہیں حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کی اطلاع دیتے ہوئے ان کے قاتلوں کی بربادی کے لئے دعائیں دینے کی درخواست کی تو اس پر سخت افسردہ ہو کر فرمایا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ مجھے خوب یاد ہے کہ جب آٹھ دس برس قبل عم شہیدؒ نے ایک دفعہ مدینہ حاضری کے موقع پر شیخ حذیفی کی رہائی کے بعد ان کی حق گوئی اور بیباکی کے عظیم کردار کی وجہ سے ملاقات کی خواہش ظاہر فرمائی تو احقر نے اس سفر کے دوران ایک موقع پر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز کے بعد بڑھ کر حضرت کا تعارف شیخ حذیفی سے کرواتے ہوئے ملاقات کروانی چاہی تو انہوں نے حد درجہ محبت کے ساتھ اگلی صبح تفصیلی وقت سے نوازا، اس موقع پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اُن کی حق پرستی پر مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے کلمہ حق کہہ کر مسلمانوں کی پیشانیاں روشن کردی۔

احقر نے عم مکرم مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی دینی وسیاسی وملی خدمات سے امام مدینہ کو آگاہ کیا مجھے خوب یاد ہے کہ شیخ حذیفی نے دارالعلوم حقانیہ کی تعلیمی، روحانی و اشاعتی کاموں اور اس کی تفصیلات میں بڑی دلچسپی لیتے ہوئے بہت سارے سوالات کئے بہرصورت! آج کی اس مختصر ملاقات پر وہ لمحات یاد کرکے دل خون کے آنسو رونے لگا کہ بدبختوں نے علم کے اس سمندر سے عالم اسلام کو محروم کردیا ہے۔

مکہ مکرمہ میں ۳؍مئی کو حضرت مولانا محمد مکی حجازی سے ان کے درس تفسیر ابن کثیر سے قبل مسجد حرام میں ملاقات ہوئی، انہوں نے بڑی شفقت اور محبت سے نوازا، اس موقع پر میں نے مولانا شہیدؒ کے متعلق اپنی تالیف انہیں دی، جس پر انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا، میں نے انہیں اس پر اپنے تاثرات لکھ کر پاکستان بھیجنے کی گذارش کی، جس پر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کب تک یہاں مقیم ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ۲۰؍رمضان تک تو انہوں نے کہا کہ میں اس دوران اپنی رائے لکھ کر آپ کو دستی دے دوں گا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی نورانی فضائیں اور برکات سے معمور یہ لمحات اللہ کے فضل وکرم

سے نصیب ہوئے ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل نسیم سحر یہ تیری مہربانی ہے

امام حرم شیخ صالح بن حمید کے ساتھ بھی مختصر ملاقات رہی، میں نے اپنے بچوں کو ملاتے ہوئے کہا کہ یہ شیخ شہید رحمہ اللہ کے نواسے ہیں تو اس پر انہوں نے نام سنتے ہی فرط جذبات میں حضرت کیلئے دعائیہ کلمات فرمائے۔ میں نے ان سے اجازت حدیث کی فرمائش بھی کی ان کے درس حدیث نیل الاوطار میں بیٹھنے کا موقع بھی ملا۔ موصوف یہاں جب سینیٹ کے چیئر مین تھے تو اس دور میں پاکستان کے دورے کے موقع پر حقانیہ تشریف آوری بھی فرمائی تھی اور نماز جمعہ پڑھائی تھی۔ ان کے ساتھ عم مکرم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے بڑے گہرے تعلقات تھے یہاں بھی ان کے مکان پر متعدد بار ملاقاتیں اس سے قبل ہوتی رہی ہیں ان کے والد شیخ عبداللہ حمید بھی جید حق پرست عالم اور مکہ کے محکمہ کے سربراہ اور مصنف کتب کثیرہ تھے۔

مظاہر العلوم سہارنپور کے جید معمر عالم دین مولانا محمد عاقل صاحب سے حرم میں ملاقات رہی موصوف ابوداؤد شریف کی اردو شرح الدرالمنضود کے مؤلف اور شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کے داماد ہیں ان سے شناسائی صولتیہ کے قیام کے زمانہ سے ہے، احقر نے اپنی نئی زیر طبع کتاب ''داستان رفتگان'' سرسری طور پر پی ڈی ایف فائل میں دکھائی، اس سے قبل مدینہ شریف سے واپسی کے دن مظاہرالعلوم کے مدیر اور مولانا زکریاؒ کے نواسے مولانا شاہد سہارنپوری سے بھی تفصیلی ملاقات رہی، انہوں نے دوران گفتگو کہا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ جب بھی مجھ سے ملتے تو فرماتے کہ شاہد! تم نے اپنی تحریروں سے مظاہرالعلوم کو زندہ و جاوید بنا دیا۔ موصوف نے مجھے اپنی دو کتابیں ''خلافت عثمانیہ کے تحفظ میں مظاہر العلوم کا کردار'' اور'' تین بڑوں کے تین کام'' (مولانا محمد الیاس، مولانا محمد یوسف، مولانا محمد انعام الحسن: تعلیم، تبلیغ، تزکیہ) سے بھی نوازا، بڑی محبت، اخلاص وعقیدت سے آخر تک نوازتے رہے۔

طواف وحرم میں جا بجا دارالعلوم حقانیہ کے اکناف عالم سے آئے فضلاء و متعلقین کا سامنا ہوتا ہے جو کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت پر سخت دلسوزی کا اظہار فرماتے ہیں، آج عم مکرم حضرت مولانا انوار الحق صاحب برادرم مولانا حامد الحق اور مولانا سلمان الحق بھی رابطہ عالم اسلامی کی کانفرنس کے سلسلہ میں مکہ پہنچ گئے، ان کا قیام ہیلٹن سوئٹس میں کیا گیا ہے۔

مولانا قاری محمد احسان الحق
مدیر دوماہی ''الاحسان'' ملاح اٹک

منصب قیادت سے منصب شہادت تک

- ...... حق گوئی کے جرم کی ''سزا'' شہادت کی صورت میں مولاناؒ کو دیدی
- ...... اپنے مشن اور نظریے سے وفا کرتے ہوئے اُسے اپنے خون سے بھی سیراب کیا

ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت اچانک ہمیں داغ مفارقت دے کر اس دار فانی سے کوچ کرجائے گی، حضرت مولانا جیسی شخصیت کے بارے میں غور وفکر کرتا ہوں اور سوچتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایسی شخصیات صدیوں بعد امتِ مسلمہ کے نصیب میں آتی ہیں، ظالم اور سفاک قاتلوں نے اس عظیم ہستی کو خون آلود کرتے ہوئے اتنا بھی نہ سوچا کہ جس عظیم ہستی پر ہم اتنی بے رحمی سے وار پے وار کرتے جارہے ہیں ایسی عظیم ہستی بننے پر کتنی محنت صرف ہوئی ہے، سالہا سال کی محنت سے تیار ہونے والا امت مسلمہ کا اتنا عظیم سرمایہ انہوں نے اتنی بیدردی کے ساتھ لمحوں میں ہم سے جدا کردیا، یہ ظالم سفاک قاتل کون تھے؟ اور کس نے ان کو بھیجا تھا؟ تو یہ باتیں ہیں جن میں پڑنا سوائے وقت ضائع کرنے کے اور کچھ بھی نہیں ہے، کیونکہ راقم بیس سال سے ان مدارس کے ساتھ وابستہ ہے اس عرصے کے دوران علمائے کرام کی شہادتوں کی ایک قطار لگی ہوئی ہے مگر آج تک یاد نہیں پڑتا کہ کسی عالم کے قاتلوں کو پکڑا گیا ہو اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا گیا ہو، بس دلی تمنا اور آرزو یہی ہے کہ اللہ ان قاتلوں کو بے نقاب کرکے ان کو عبرت کا نشان بنادے (آمین)

حضرت مولانا ایک جامع ترین شخصیت تھے، انہوں نے بیک وقت کئی محاذوں پر دین اسلام کے غلبے اور دفاع کیلئے کام کیا، دین اسلام کے غلبے کی فکر اور درد اِن کے دل ودماغ پر سوار رہتا تھا، حضرت مولانا شہید رحمہ اللہ ان شخصیات میں سے تھے جنہوں نے دین اسلام کو محض چند رسومات وعبادات کا مجموعہ نہیں سمجھا تھا بلکہ انہوں نے دین اسلام کو سسٹم آف لائف کے طور پر پیش کیا کہ دین

اسلام محض ایک مذہب ہی نہیں ہے بلکہ دین اسلام زندگی گزارنے کا ایک نظام ہے اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، اسی طرح وہ دین اسلام کو محض ایک مذہب کے طور پر پیش نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اس کو ایک اسلامی تہذیب کے طور پر متعارف کراتے تھے، اس کا اندازہ ان کی تحریرات، دروس اور تقاریر سے ہوتا ہے اس دور میں مغربی تہذیب کے مقابلے میں وہ محض عملی میدان میں مورچہ زن نہیں تھے بلکہ فکری میدان میں بھی وہ مغربی تہذیب کے خلاف مورچہ زن تھے، وہ اپنے دروس میں ایک طرف اگر اسلامی تہذیب اور اسلامی نظام زندگی کی خوبیاں بیان کرتے تھے تو دوسری طرف وہ مغربی تہذیب پر جابجا تنقید بھی فرمایا کرتے تھے اس کے علاوہ وہ مغربی تہذیب اور مغربی نظام زندگی میں موجود خامیوں کی نشاندہی بھی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت شہیدؒ رحمہ اللہ امن کے خواہاں تھے، اس کے لئے انہوں نے اپنی کوششیں آخری دم تک جاری رکھیں، پاکستان کے اندر تحریک طالبان اور حکومت کے درمیان امن مذاکرات میں ان کا نمایاں کردار رہا ہے، افغانستان میں بھی وہ مثالی امن دیکھنے کے خواہاں تھے، روس اور امریکی جارحیت کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والے اور ان کو شکست سے دوچار کرنے والے اکثر ان ہی کے شاگردوں میں سے تھے، بعض عناصر نے حضرت شہیدؒ کی شخصیت پر کیچڑ اچھالنے کیلئے یہ شوشہ چھوڑ رکھا ہے کہ ان کے فتوے کی وجہ سے افغانستان میں چالیس سال خون کا رقص کھیلا گیا مگر افغانستان میں خون کا جو رقص کھیلا گیا اس کے ذمہ دار تو روس اور امریکہ ہیں جن کی وجہ سے لاکھوں افغانی مسلمان شہید ہوئے اور اسی طرح لاکھوں دربدر ہوئے، حضرت مولانا نے ان کی جارحیت کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر کیا تھا کہ ان کی جارحیت کو روکا جائے اور مظلوم افغان مسلمانوں کی مدد کی جائے اور افغانستان میں امن کی فضا قائم کی جائے، جہاد کا مقصد فساد نہیں ہوتا بلکہ جہاد کا مقصد امن وامان قائم کرنا ہوتا ہے حضرت شہیدؒ اسی جہاد کے قائل تھے اور اسی جہاد کے علمبردار اور داعی تھے تو حضرت شہیدؒ کو افغانستان میں ہونے والے خون خرابے کا ذمہ دار قرار دینا سراسر بے انصافی ہے۔

حضرت شہیدؒ اپنے نظریے کے ساتھ وفادار تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں گھر بیٹھے شہادت کے عظیم منصب پر فائز کر دیا، امن دشمن عناصر کب افغانستان میں امن وامان کی بحالی چاہتے تھے، اس لئے انہوں نے حضرت شہیدؒ کے اس خواب کو شرمندہ تعبیر ہونے سے پہلے ہی ان کو راستے سے ہٹا دیا، اگر حضرت مولانا شہیدؒ افغانستان میں بدامنی کے ذمہ دار ہوتے تو وہ مختلف مذاکرات کے

ادوار میں شریک نہ ہوتے! اس لئے اس طرح کے پروپیگنڈوں سے پرہیز کرنا چاہئے بلکہ حضرت مولانا شہیدؒ نہ صرف امن کے داعی تھے بلکہ اس کے لئے ان کی زندگی گویا وقف تھی ۔ راقم کو وہ وقت بھی یاد ہے جس وقت جامعہ حقانیہ کے دارالحدیث کے اسٹیج پر بیسیوں علمائے کرام کی موجودگی میں مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی کتاب ''خطبات مشاہیر'' کی تقریب رونمائی ہورہی تھی تو اس وقت مولانا بھی پوری آب وتاب کے ساتھ اسٹیج پر رونق افروز تھے مگر جس دن حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا جنازہ تھا اس دن جب راقم جامعہ حقانیہ کے دارالحدیث پہنچا تو وہی اسٹیج علماء کرام اور طلبہ گلشن نبوت تھے مگر حضرت مولانا شہیدؒ کے بغیر یہ سارا گلستان مرجھایا ہوا نظر آرہا تھا، جامعہ حقانیہ کے در و دیوار اور دارالحدیث کا اسٹیج جس پر حضرت مولانا شہیدؒ بیٹھ کر قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند کرتے تھے، وہ سب حضرت شہید کے بغیر ویران سے نظر آرہے تھے مگر اس کے باوجود مولانا شہیدؒ کا دیا ہوا نظریہ اور ان کا دیا ہوا جذبہ اور جنون اسی طرح اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ زندہ اور سلامت نظر آرہا تھا جو حضرت شہید رحمہ اللہ کا خون کرنے والوں کو یہ پیغام دے رہا تھا کہ تم نے حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کو ان کی حق گوئی کے جرم کی سزا تو شہادت کی صورت میں دے دی ہے مگر ان کے نظریے کا نہ تم خون کرسکتے ہو اور نہ ہی قیامت کی صبح تک تم ان کے نظریے کو شکست سے دوچار کرسکتے ہو۔

دنیا میں ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں وہی لوگ زندہ اور تابندہ رہتے ہیں جو اپنے نظریے اور مشن کے ساتھ وفادار ہوتے ہیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے تو اپنے مشن اور نظریے سے وفا کرتے ہوئے اُسے اپنے خون سے بھی سیراب کردیا، وہ اپنے والد حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک طرف ملک خداداد کے سیاسی افق پر بھی ایک روشن ستارے کی طرح چمکتے رہے تو دوسری طرف وہ علمی حلقوں میں بھی اپنی بے پناہ علمی صلاحیتوں کی بنا پر داد وصول کرتے رہے، ان کے حسن انتظام سے آج جامعہ حقانیہ دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں سے زیادہ ممتاز نظر آرہی ہے، اسی طرح علم وتحقیق ،تصنیف وتالیف ،اردو ادب ،شعر وشاعری کے ساتھ ان کا ذوق لطیف اہل علم اور اہل ذوق سے داد رسی حاصل کرچکا ہے ، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما کر ہمیں ان کا بہترین نعم البدل عطا فرمائے ۔ (آمین)

مولانا مفتی اکبر رحمٰن حقانی
مدرس دارالعلوم عربیہ گجرات بخشالی مردان

ایک مردِ خود آگاہ: مظلوم شہیدؒ

سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اپنی بات کہاں سے اور کیسے شروع کروں؟ کس طرح لکھوں، کہاں سے لکھنا شروع کروں؟ کیسے قلم کو گھماؤں؟ نوک قلم سے کس طرح لکھوں کہ میرے شیخ اور مرشد ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں علماء کے استاذ اور رہنما کو خنجروں کے وار سے درندہ صفت ظالموں نے شہید کر دیا، وہ تو جنت کے حسین باغات میں سیر کر رہے ہوں گے لیکن اس ظالم نے یہ اقدام کر کے اپنے ''ہاویہ'' میں نارِ حامیہ مزید تیز کردی۔۸۲ سالہ اس شیخ پر حملہ کرتے وقت ان ظالموں نے کیا فرعون و نمرود کے دل چھین لیے تھے؟ کیا حضرت خبابؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ، پر ظلم کرنے والے درندہ صفت انسان اب بھی موجود ہیں؟ امام مظلوم سیدنا عثمانؓ پر تلوار سے وار کرنے والے ظالموں کے ظالم وارث اب بھی امام مظلوم کے وارث اور نام لیوا شیخ سمیع الحقؒ پر دیوانہ وار تلواروں کے وار کر رہے ہیں اور تکوینی طور پر یہ اتفاق قائم ہے کہ حضرت شیخ بھی امام مظلوم کی طرح خنجروں سے شہید ہو گئے، شہادت بھی اور کیفیت شہادت میں بھی عثمان غنیؓ کی اقتدا کردی، مبارک ہو۔

انبیاء پر، صحابہ پر تلواروں سے چھریوں سے وار کئے گئے اور آمنے سامنے آ کر ان پر دیوانہ وار حملے کئے گئے، ایسا ہی معاملہ ہمارے شیخ فرشتہ نما صورت اور سیرت رکھنے والے انسان سے کیا گیا آج یقیناً مولانا اطہر علیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا عبدالحقؒ، مولانا درخواستیؒ، مولانا بنوریؒ، مولانا عبداللہ بہلویؒ، قاری طیب قاسمیؒ، علامہ افغانیؒ، مولانا ہزارویؒ اور اس طرح کے سینکڑوں اکابر کی روحیں غم سے نڈھال ہوئی ہوں گی جو اس مرد درویش اور مرد مجاہد کو چھوٹے سمیع الحقؒ، پیارے سمیع الحقؒ، عزیز القدر سمیع الحقؒ، عزیزی سمیع الحقؒ اور اس طرح کے شفقت اور محبت سے بھرے ناموں سے پکارتے اور لکھتے تھے، مولانا انوار الحق، مولانا حامد الحق، مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا راشد الحق، مولانا عرفان الحق، مولانا محمد ادریس پر کیا قیامت گزری؟ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء، طلباء، علماء پر کیا آسمان ٹوٹ گیا، درندہ صفت قاتل جو انسان کہنے کے لائق نہیں، انسان جیسے

اشرف الاسماء کے مستحق نہیں، میرے پاس ان کے لیے کوئی لفظ نہیں کہ استعمال کروں، میرا حوصلہ جواب دے رہا ہے میں تصور میں جب اس درندہ صفت انسان کو دیکھتا ہوں تو کپکپی طاری ہوجاتی ہے، قلم ہاتھ سے گر جاتا ہے، آنکھیں پرنم ہوجاتی ہیں کہ ظالم! تو نے ہمارے شیخ پر، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام، پیارے عاشق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے وارث کے سینہ پر وار کرکے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر وار کر دیا، یہ سینہ علوم قران اورعلوم نبویہ سے معمور تھا، اس سینہ میں امام الاولیاء حضرت لاہوریؒ کی پوری تفسیری افادات محفوظ تھی، اے ظالم! اتنا صبر تو کرتا کہ میرے شیخ حضرت لاہوریؒ کی یہ امانت امت کے حوالے کردیتے۔ میں ہر رات اس تصور اور سوچ میں بیٹھ کر قلم کاغذ لے کر اپنے شیخ سے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں لیکن یادوں کی دنیا بھول جاتی ہے، مرحوم سے متعلق بہت سی یادداشتیں سینہ میں محفوظ ہوتے ہوئے غائب ہوجاتی ہیں، افسردہ و پریشان ہوکر قلم کاغذ میز پر رکھتا ہوں ع افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

ماہنامہ ''الحق'' میں شیخ کی ڈائری پڑھنا، ماہنامہ ''القاسم'' میں ساعتے با اہل حق پڑھنا معمول تھا، ہائے میرے اللہ! اب میں یہ مجالس، ملفوظات، ارشادات کہاں ڈھونڈوں، کہاں تلاش کروں؟ میرے شیخ کی اب یہ مجالس، محافل عالم برزخ میں منعقد ہوں گی، ان اکابر کے ہاں چلے گئے جو آج سے ساٹھ ستر سال پہلے مرے شیخ کو چھوٹے، پیارے، عزیز القدر، عزیزی لکھتے اور پکارتے تھے، اب بڑا ہوکر ان کے ہاں چلا گیا اور ہم یتیم، بے یار و مددگار رہ گئے۔

امام الاولیاء اس انتظار میں تھے کہ میرے شاگرد اور مرید صاحبزادہ سمیع الحقؒ مجھ کو تفسیر کا تحفہ بھیج رہے ہیں، میرے شیخ اور صاحبزادہ نے شیخ الشیخ کو ستائیس پاروں کا تحفہ اپنے ساتھ لے کر ہم سے رخصت لی اور ساتھ ہی خون آلود کپڑے، سینہ پر چھریوں کے وار، زخموں سے شرابور حالت میں پیش ہوئے، معلوم نہیں کہ امام الاولیاء نے میرے شیخ اور اپنے لاڈلے کا استقبال کس شان میں کیا ہوگا؟ لیکن امام الاولیاء، امام سندھیؒ کے جانشین، ان کے جہاد وحریت کے علمبردار، پوری زندگی جہاد، اسلامی سیاست، تحفظ ناموس رسالتؐ وناموس صحابہؓ میں گزری تھی اور یہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میرے شیخ کا استقبال اس انداز میں کیا ہوگا، مرحبا ایھاالولد مرحبا، پیارے بیٹے! پریشان نہ ہونا یہ میں آپ کو بلاتا تھا، جلدی تھی کہ مجھ کو تفسیری تحفہ پیش ہوجائے اورتم من نیز حاضرمی شوم تفسیر قرآن دربغل کی سعادت حاصل کرو۔ پیارے بیٹے! میں نے تم کو جہاد کا درس دیا تھا، شہادت کا شوق دلایا تھا، یہ جہاد اور شوق شہادت تمہارا بھی تھا، تم اس کی تمنا کررہے تھے،

پیارے بیٹے! پریشان نہ ہوناتم کامیاب ہو،امام رازیؒ کا مقولہ آپ نے تفسیر کبیر میں پڑھا ہے فمن قتله العدو الظاهر كان شهيدا اور پیارے بیٹے! آپ کا والدمحدث کبیر، ان کا شیخ حضرت مدنیؒ، اور شیخ الشیخ حضرت شیخ الہندؒ بھی اسی شہادت کی آرزو اور تمنا کیا کرتے تھے،شاید تم نے سب کی طرف سے کفارہ ادا کردیا، مبارک ہو، مبارک ہو، میرے لاڈلے سمیع الحق مبارک ہو۔

حضرت شہیدؒ کی زندگی ایک عظیم مشن جہد مسلسل تھی، آپ بیک وقت بڑے محدث ،مفسر، مختلف علوم وفنون کے جامع مدرس، مدبر سیاستدان ،عظیم صحافی، مصنف اور چند دیگر صفات اور خوبیوں کے مالک تھے، آپ کی زندگی کے مختلف گوشے تھے سب کو احاطہ تحریر میں لانا مرے بس کی بات نہیں لیکن آپ کی زندگی کی چند خصوصیات اور کارنامے پیش خدمت ہیں ۔

حضرت مولانا شہیدؒ بڑے پائے کے عالم اور مدرس تھے،عام طور پر ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ سیاسی عالم تھے، آپ کا سیاسی شعور اور بصیرت اپنی جگہ لیکن مولانا ایک محقق اور راسخ الفہم مدرس تھے، آپ کے دروس کی ریکاڈنگ اب بھی دستیاب ہے، اسے سن کر اندازہ ہوگا کہ بخاری اور ترمذی کا درس دیتے ہوئے آپ سند حدیث جب پڑھتے اور اعراب جاری فرماتے تھے تو اندازہ ہوتا تھا کہ حضرت مولانا شہیدؒ کو علم نحو میں کون سا مقام حاصل ہے؟ اس طرح متن الحدیث میں جب مشکل لغات پیش آتیں تو آپ ایک ایک لغت کی وضاحت فرماتے اور مختلف عربی کتب سے اشعار بطور استشہاد پیش فرماتے ، دیوان حماسہ، دیوان حسان ،قصیدہ بانت سعاد، متنبّی ،سبعہ معلقہ وغیرہ کے اشعار بلاتکلف پڑھتے تھے اور عربی لغت کے بڑے بڑے مراجع ،لسان العرب ،صحاح جوہری وغیرہ کا حوالہ دیتے تھے،المنجد پر سختی سے رد کرتے اور طلباء کو اس کے مطالعہ سے منع فرماتے تھے کہ یہ ایک عیسائی کا لکھا ہوا ہے اور اس میں بہت سی غلطیاں ہیں اور بعض کی نشاندہی بھی فرماتے تھے۔

ایک دفعہ مجھے خوب یاد ہے، بخاری کا درس دیتے ہوئے فرمایا کہ تم چھ سو طلبا ہو، آو! میرے اور تمہارے درمیان مقابلہ سخت ہوگا میں بھی شعر پڑھوں گا اور تم بھی پڑھو، یہ مولانا کا حافظہ تھا، بندہ نے استاد محترم حضرت دیر باباجی مدظلہ سے سنا ہے کہ مفتی اعظم مفتی محمد فرید صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ دارالحدیث کے دروازہ میں کھڑے ہوکر میں نے مولانا کا درس سنا اور مولانا کے حافظے پر حیران ہوا، ہم ساری رات مطالعہ کرتے ہیں پھر بھی مولانا ہم سے بازی لے جاتے ہیں، میں مولانا کا درس سن کر ورطہ حیرت میں پڑجاتا ہوں ،مولانا اس طرح علمی نکات بیان کرتے ہیں کہ ہم کو تو کتابوں میں بھی نہیں ملتے، حضرت مفتی محمد فریدؒ بڑے فقیہ اور معقولی عالم تھے، حضرت مولانا غورغشتویؒ کے شاگرد تھے

اور معقولات کی کتب حضرت مولانا مارتو نگؒ کے ہاں سے پڑھی تھیں اور استاد محترم سے عمر میں بھی بڑے تھے، یہ بات علماء سے مخفی نہیں ہے کہ مولانا مارتو نگؒ کے تلامذہ کی علمی گہرائی کتنی ہے؟ جب وہ کسی ہمعصر عالم کے بارے میں اس طرح کی گواہی دیں تو اس کی کتنی وقعت ہوگی؟ احقر نے مولانا مارتو نگؒ کے ایسے تلامذہ بھی دیکھے ہیں کہ باوجود سکول کے استاد ہونے کے علمی پختگی زیادہ ہوتی تھی۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ہمہ گیر شخصیت کے پہلو میرے سامنے اتنے زیادہ ہیں کہ میں کس کس کا ذکر کروں؟ آپ کی تصنیفی، تدریسی، جہادی، صحافت، سیاسی خدمات، اتحاد امت، وحدت بین المسلمین کے حوالے سے خدمات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اگر ہر ہر پہلو پر میں فقط اپنے حافظے کے بل بوتے پر لکھنا شروع کروں تو ان شاء اللہ بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ چند مجلدات اگر نہیں تو ایک ضخیم جلد ضرور تیار ہو جائے گی، یہاں پر اس مختصر تحریر میں آپ کی خدمات کا جائزہ لینا اور احاطہ کرنا ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے۔ آپ کے خدو خال، لباس و اخلاق، گفتگو و کردار، ناز و ادا کا تذکرہ اپنی جگہ لیکن یہاں پر صرف آپ کی اجتماعی زندگی سے متعلق چند مشاہدات و تاثرات قلمبند کرنا چاہتا ہوں، احقر حضرت مولانا شہیدؒ کے شاگردوں کے لامتناہی سلسلہ میں ایک جز لایتجزی جیسا ہے، حضرت مولانا شہیدؒ کے شاگردوں میں بڑے بڑے علماء، شیوخ، مصنفین، صحافی، پروفیسرز، ڈاکٹرز، سیاسی قومی رہنما غرض زندگی کے ہر شعبہ سے وابستہ ہر قسم کے افراد موجود ہیں، میں کس طرح زبان و قلم سے ایسی ہستی کے بارے میں کچھ کہوں یا لکھوں لیکن حضرت مولانا اور دارالعلوم سے نسبت کی خاطر عقیدت کے چند پھول نچھاور کر رہا ہو، ورنہ من آنم کہ من دانم۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں ایک جانی پہچانی شخصیت کے مالک تھے، آپ کے گوناگوں کمالات و خصوصیات میں ایک طرف اگر آپ کے عظیم والد محدث کبیر کی نسبتوں کا دخل تھا تو دوسری طرف آپ کی اپنی ذاتی خوبیوں اور استعداد و لیاقت کا حظ وافر ضرور شامل تھا، حضرت مولانا شہیدؒ کی زندگی پر اگر کوئی نظر ڈالے تو خوب معلوم ہوگا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے روز اول سے ایسی صلاحیتوں سے نوازا تھا کہ سن یا پڑھ کر بندہ حیران ہو جاتا ہے، چھوٹی عمر میں آپ کی ڈائری لکھنا اور اس ڈائری میں اپنے عظیم والد کی ذمہ داریوں، علمی اسفار اور محافل کو ایسے انداز میں ذکر کرنا کہ آج پچاس ساٹھ سال کے بعد اس ڈائری کو علمی اور ادبی دنیا نے داد تحسین دیدی، یہی وجہ ہے کی یہ ڈائری چھپ کر ہاتھوں ہاتھ لی گئی، بندہ نے پوری ڈائری شائع ہونے سے پہلے ماہنامہ ''الحق'' میں پڑھی تھی، ڈائری والے صفحات کی فوٹو اسٹیٹ کر کے ساتھیوں میں تقسیم کی، سب محظوظ ہوئے اور علمی ذوق وشوق بڑھ گیا۔

علمی مقام

حضرت مولانا شہیدؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا علمی مقام عطا فرمایا تھا جن علماء کو آپ کے درس حدیث میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ہو وہ بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت مولانا کا علمی مقام کیا تھا؟ اس سلسلے میں آپ کے مکتوبات مشاہیر کا مطالعہ اگر غور سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بڑے بڑے علماء اور اکابر نے آپ کی علمی عظمت کا اعتراف کیا۔ مثلاً حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ، مولانا عبداللہ بہلویؒ، شمس العلما علامہ شمس الحق افغانیؒ، مفتی محمودؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، قاضی زاہد الحسینیؒ، مفتی محمد فریدؒ، ڈاکٹر سید شیر علی المدنیؒ، ڈاکٹر حسن عسکری، ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوریؒ اور اس طرح کے بڑے بڑے اکابر علماء، دانشور آپ کی علمی عظمت اور ادبی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ دارالعلوم حقانیہ میں اکثر دوران درس علمی ذوق وشوق پر زور دیتے تھے، ایک دفعہ احقر رسائل و جرائد کے وسیع ہال میں ایک پرانی فائل کا مطالعہ کر رہا تھا تو حضرت مولانا تشریف لائے۔ فرمایا، بیٹھ جاؤ مطالعہ کرو اور بہت خوش ہوئے، ایک دفعہ دارالعلوم حقانیہ حضرت کی ملاقات کیلئے گئے اس وقت مکتوبات مشاہیر طبع نہیں ہوئے تھے بلکہ اس پر کام جاری تھا، اسی سفر میں مولانا قاری اکرام الحق صاحب (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مردان) بھی ہمراہ تھے، احقر نے حضرت مولانا سے ''مکتوبات مشاہیر'' کے بارے میں پوچھا فرمایا اس پر کام جاری ہے، احقر نے حضرت مولانا کے نام بعض اکابر کے خطوط ماہنامہ ''الحق'' میں پڑھے تھے، میں نے بعض خطوط کا حوالہ دیا اور عرض کیا کہ مولانا انظر شاہ کشمیریؒ نے آپ کے نام اپنے مکتوبات میں عجیب جملے ارشاد فرمائے ہیں، جملے میں نے سنائے، نضر الله وجهك يوم القيامة ووفقك الله لسماع الحق و قد سماك الله تعالىٰ سميع الحق فعليك سماع الحق یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور حاضرین مجلس سے فرمایا کہ مکتوبات مرے نام پہ ہیں، دیکھو اس کو زبانی یاد ہیں، حضرت کا یہ ارشاد میرے لیے دنیا میں استناد اور آخرت میں نجات کا وسیلہ ہے اور یہ حضرت کا اپنے شاگردوں سے شفقت اور محبت تھی، ورنہ میں آوارہ و نالائق اس کا اہل نہیں۔ مکتوبات کے شائع ہونے سے بہت پہلے میں نے ایک خط لکھا تھا، جو ماہنامہ ''الحق'' میں شائع ہوا، میں نے حضرت مولانا کا سفرنامہ ''گنبد خضریٰ کے سائے میں'' پڑھ کر حضرت کی خدمت میں خط بھیجا اور ساتھ ہی حضرت مولانا سے یہ مطالبہ بھی کیا کہ آپ کے نام جو خطوط ہیں اگر یہ کتابی شکل میں شائع ہو جائیں تو فائدہ عام ہوگا۔

''مکتوبات مشاہیر'' شائع ہونے کے بعد تقریب رونمائی میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مہمان خصوصی تھے تو راقم کو بھی اس تقریب میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی اور مکتوبات کا پورا سیٹ لیا، ایسی عظیم الشان مجلس میں حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا یہ ارشاد سن کر حیرت کی انتہا نہ رہی، فرمایا ''کم از کم میرے علم اور ناقص مطالعے کے اندر کسی زبان میں مثلاً فارسی، اردو، عربی، انگریزی اور دیگر جتنی زبانیں میں جانتا ہوں اس میں کوئی ایسی کتاب مجھے یاد نہیں آرہی جسمیں اتنی بڑی تعداد کے علماء، دانشور، اولیاء، صوفیاء، اہل قلم اور سیاستدانوں بلکہ مختلف الجہت لوگوں کے مکاتیب کو جمع کیا گیا ہو، میری دانست میں میرے علم کی حد تک کوئی ایسی کتاب اس سے قبل نہیں آئی۔''

ایک دفعہ دارالعلوم کے دفتر اہتمام میں حضرت مولانا شہیدؒ جلوہ افروز تھے، حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ بھی موجود تھے۔ایک عالم دین تشریف لائے جو حضرت مولانا کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا شہیدؒ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ محنت کرو مطالعہ کرو، تدریس کرو، مولانا حقانی کو دیکھو اور اس سے کچھ نصیحت لو ہفتہ اور مہینے میں ان کی کوئی نہ کوئی کتاب آتی ہے، اب مسلم شریف پر شرح لکھ رہے ہیں ۔آپ کی مجلس علمی، ادبی اور روحانی ہوتی تھی ''ساعتے با اہل حق'' جو مولانا سید حبیب اللہ شاہ نے ترتیب دی ہے، حضرت مولانا کی مجالس کے افادات کا مجموعہ ہے، اس میں اکثر مجالس علمی اور ادبی موضوعات پر مشتمل ہیں۔

ادبیت

حضرت مولانا ایک محدث، مدرس اور فنی عالم ہونے کیساتھ ساتھ پوری دنیا میں مانے ہوئے اردو ادب کے عظیم نقاد اور ادیب تھے۔اس بات کی شہادت مغرب اور مغربی افکار کے ناقد اردو زبان کے مشہور ادیب حسن عسکری مرحوم نے دی ہے، حسن عسکری حضرت مولانا کی ادبیت سے بہت متاثر تھے اور فرماتے تھے کہ ماہنامہ ''الحق'' سے بہت متاثر ہوں، مجھے ''الحق'' کا شدید انتظار رہتا ہے خصوصاً آپ کا اداریہ پڑھنے کا ''ان کے علاوہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا عبداللہ بہلویؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، قاری محمد طیبؒ، علامہ افغانیؒ، مولانا بنوریؒ، مولانا منظور نعمانیؒ، آپ کے ادبی مقام کے قدردان اور معترف تھے، مثلاً حکیم الاسلام نے محدث کبیر کو اپنے گرامی نامہ میں مولانا شہیدؒ کی ادبیت کے متعلق لکھا تھا، اللہ صاحب مضمون کو درجات عالیہ دارین میں عطا فرمائے، انشاء وادب بھی ماشاء اللہ زبان وسلالت بیان کے بارے میں قابل قدر اور لائق صد تحسین ہے''۔

مرکز اتحاد

حضرت شیخ واحد شخصیت تھے کہ مختلف مسالک والے آپ کی قیادت پر متفق ہوئے تھے اور آپ وسعت ظرفی اور شفقت ومحبت کا پیکر تھے، سب کا احترام کیا کرتے تھے، دفاع پاکستان کونسل، متحدہ شریعت محاذ وغیرہ اس پر شاہد عدل ہے۔

درسی خصوصیات

آپ کی درسی خصوصیات مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے ذکر کی ہیں، ان خصوصیات میں مابہ الامتیاز خاصیت جو ہے، وہ آپ کا تطبیق بین القدیم و الحدیث ہے، جدید آراء، متجددین کے افکار پر بڑی متانت اور سنجیدگی سے رد کرنا آپ کی خصوصیت تھی، معاصر دینی اداروں میں جدید آراء پر نقد وجرح نہیں کیا جاتا ہے اور یہ ہماری بڑی کمزوری ہے، استاد محترم کی دو کتابیں ''اسلام اور عصر حاضر''، '' قرآن کریم وتعمیر اخلاق''، جو آپ کے مختلف مواقع پر لکھی گئی تحریرات کا بیش قیمت ذخیرہ ہے، ان دو کتابوں میں جدیدیت پر کافی رد وقدح، جدید اور سنجیدہ انداز میں فرمایا ہے، عالم اسلام کے عظیم علمی اور ادبی شخصیت، عرب وعجم کے استاد، مغرب اور مغربی افکار سے خوب واقف اور ان کے ناقد مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اس کتاب پر مقدمہ لکھا ہے، مقدمہ میں لکھا ہے مقام شکر ہے کہ مولانا سمیع الحق صاحب علماء کے اسی باشعور طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جو مغربی تہذیب کے نقائص و عیوب کو جانتے اور ان پر بروقت گرفت کرتے رہتے ہیں۔

مولانا علی میاںؒ کی یہ شہادت استاد محترم کے حق میں کیا وقعت رکھتی ہے؟ یہ بات وہ لوگ جانتے ہیں جو مولانا علی میاںؒ کے علمی مقام اور دینی تشخص سے پوری طور پر واقف ہوں، تب ان کو مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا مقام و مرتبہ معلوم ہوگا۔مزید تفصیل کی حاجت نہیں، عاقلاں را اشارہ بس است، کسی نے سچ کہا ہے، ملا را ملامی شناسد

ہمارے ملک میں کوئی نظریاتی اور سنجیدہ سیاست نہیں بلکہ مغرب اور مغربی افکار سے متاثر سیکولر پارٹیوں کی سیاسی دھوم ہے جو مغرب کی تقلید میں ایک دوسرے کی توہین اور بے عزتی کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں اور اپنے اس احمقانہ رویے پر عوام کو خوش کر رہے ہیں، مغرب سے آئی ہوئی سیاست اور نظام میں دھوکہ، فراڈ اور سازش سب کچھ ہے، اللہ تعالیٰ ''بھلا کرے'' ہمارے ملک کے عوام کا کہ وہ بھی ایسوں سے متاثر اور خوش ہیں۔

ہمارے ملک میں حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک سیاسی عالم کے طور پر عوام میں مشہور تھے، شاید کہ بعض خواص کو بھی اس کا علم نہیں تھا کہ جس شخصیت کی علمیت ،ادبیت، کام، مقام، قومی اور ملکی خدمات کے حوالے سے مولانا احمد علی لاہوریؒ جیسا مفسر، مولانا محمد زکریا کاندھلوی، علامہ بنوری جیسا محدث کبیر، علامہ افغانی جیسا قد آور عالم ،علوم قدیمہ وجدیدہ کا جامع ،مولانا ادریس کاندھلوی جیسا فلسفہ وکلام کا رمز شناس ،قاری محمد طیب قاسمی جیسا حکیم اور ترجمان الحقائق ،مولانا محمد منظور نعمانی جیسا حق گو سنجیدہ وفہیم ،مولانا عبداللہ بہلوی، جیسا جامع شریعت وطریقت ،خواجہ عبدالغفور عباسی جیسا صوفی باصفا،مولانا عبداللہ درخواستی جیسا مفسر قرآن ،مولانا مفتی محمود جیسا مدبر اور مفکر، خواجہ خان محمد جیسا درد دل رکھنے والا، حسن عسکری جیسا ادیب و نقاد، ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری جیسا مورخ ،ادیب و ناقد، ماہر ابوالکلامیات، قاضی محمد زاہد الحسینی جیسا زاہد متقی اور اہل حق کا ترجمان ،مولانا عبیداللہ انور جیسی نظریاتی وفکری شخصیت ،مولانا نور عالم خلیل امینی جیسا عربی واردو زبان کا ادیب ،انکے علمی مقام کی گواہی اور داد تحسین دے رہے ہوں تو ان کی دوسری خدمات کا دائرہ کتنا وسیع ہوگا۔ بلا مبالغہ ایسی ہستی کے بارے میں کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، بھلا جس شخصیت کی ادبیت علمیت اور علمی رفعت وبلندی کے مذکورہ اکابر مداح ہوں مجھ جیسے کم فہم کیلئے لب کشائی کرنا مشکل ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ درد دل رکھنے والے انسان تھے، ملک اور بیرون ملک مسلمانوں کے خیرخواہ اور النصح لکل مسلم کے حقیقی مصداق تھے، آپ کی مجلس میں علماء مشائخ ،عصری اداروں سے تعلق رکھنے والے حضرات غرض ہر قسم ارباب بسط وکشاد تشریف لاتے تھے اور آپ کی نورانی اور عرفانی محفل میں اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے،آپ کی مجلس کیا ہوتی ،ایک علمی دسترخوان ہوتی جس سے علم ومعرفت اور بزم ادب و سیاست کے بھوکے اور پیاسے سیر اور اس قند ثمرقند کی مٹھاس سے لطف اندوز ہو جاتے ،احقر کو کئی مرتبہ یہ اعزاز حاصل ہوا کہ آپ کی عام مجالس علمی سے محظوظ ہوا ہوں۔

علم و ادب اور قلم وقرطاس کی دنیا کا بادشاہ اور پٹھانوں کا ابوالکلام آزاد، ہمارے شیخ اور استاد محترم کے علمی عظمتوں رفعتوں کا قدردان،و فادار وفاشعار، شارح صحیح مسلم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے حضرت شیخ شہیدؒ کے ان ہی محافل مجالس علمی افادات کو یکجا کر کے ایک علمی سوغات تیار کی، جس کا مطالعہ کرتے وقت استاد محترم کی ادبی ذوق علمی شوق ، جہادی ولولہ ،شیخ الہند و حضرت مدنی کا جذبہ حریت و جہاد ،اپنے عظیم والد اور محدث کی تواضع اور اخلاص کا احساس ہوتا ہے اور پڑھنے والا یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ استاد محترم ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے بلکہ اپنی ذات میں

انجمن تھے اور ہم نے اس در نایاب کی قدر نہیں کی۔مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی گونا گوں خدمات اور عظمتوں کا دائرہ وسیع ہے، آپ کی علمی، دینی، تصنیفی ادبی، سیاسی خدمات سے اگرنظر قطع کر لی جائے تو آپکی عظمت اور شخصیت کیلئے ایک خدمت ہی کافی ہے، وہ دارالعلوم حقانیہ کا اہتمام، انتظام، تعمیراتی کام مختلف شعبہ جات کی نگرانی ہے، یہ کوئی آسان کام نہیں، جہاں پر ہزاروں طلباء پڑھتے ہیں ان کا رہن سہن، کھانا، رہائش، علاج، ساتھ ہی دارالعلوم کا بین الاقوامی دنیا میں ترجمانی اورآئے دن مختلف حادثات سے نمٹنا، روزانہ اندرون و بیرون ملک کے بین الاقوامی شخصیات کا آنا یہ امورتن تنہا یہ ۸۲سالہ شیخ انجام دے رہا تھا جس میں کوئی رکاوٹ آج تک نہیں آئی۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دور اہتمام میں دارالعلوم حقانیہ نے بہت ترقی کی، مولانا سمیع الحق صاحبؒ ہمہ تن دارالعلوم کی طرف متوجہ تھے، یہاں تک کہ دارالعلوم کا اگرکوئی فاضل ملاقات کیلئے آجاتا، فاضل دارالعلوم اس ملاقات کو اپنے لئے باعث خیر ونجات وصدافتخار سمجھتا تھا، دوسری طرف حضرت مولانا بہت شفقت اورمحبت سے اپنے فاضل کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور پوری توجہ اورمحبت سے شاگرد کی باتیں سنتے تھے، کئی مرتبہ اس طرح کے فضلاء کا حضرت مولانا سے ملاقات کا خود میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے، یہ حضرت مولانا شہید کی دارالعلوم اوراس کے منتسبین سے محبت وشفقت تھی، فضلاء جب دارالعلوم آتے تو ان کو ایک جملہ ارشادفرماتے کہ میرے بچو! کام کرو، بس کام کرو! کوئی فاضل اگر کتاب تقریظ کے لیے لاتا تو انتہائی خوش ہوکر فی الفور تقریظ لکھتے اورفرماتے کہ بچے ''الحق'' کیلئے بھی لکھو، یہ ''دارالعلوم'' کا رسالہ ہے، یہ تمہارا اپنا رسالہ ہے، یہ رسالہ فضلاء کے لیے ہے اوران کا حق بنتا ہے کہ اس میں لکھیں۔

ایسی عظیم ملکوتی صفات شخصیت کو بیدردی سے شہید کردیا گیااور سفاک قاتلوں نے اپنی آخرت برباد کردی، ہائے افسوس! مری آنکھیں اس حسین وجمیل سرخ وسفید نورانی چہرے کودیکھنے کے لیے ترس رہی ہیں، مرے ہاتھ اس ریشم کی طرح نرم و نازک ہاتھوں کومس کرنے اورمرے ہونٹ بوسہ لینے سے محروم ہوئے، جن ہاتھوں کوآپ نے زندگی بھرکسی پر ایذا کیلئے نہیں اٹھایا بلکہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کا مظہر بنا ہوا تھا اورشفقت، محبت، ایثار وہمدردی کیلئے اے مرے محبوب شیخ واستادآپ کا یہ نالائق شاگردآپ کی خدمت میں آنسوؤں کا نذرانہ پیش کررہا ہے اسے قبول فرمائے۔ ع نذر اشک بے قرار از من پذیر

مولانا سعید الحق جدون
لیکچرر شعبہ اسلامیات ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ہمہ جہت خدمات

مولانا سعید الحق جدون صاحب، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے جواں سال فاضل، کئی ایک کتابوں کے مصنف، ادیب و مؤرخ اور معروف مقالہ نویس ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور جمیع حقانیین سے تعلق خاطر رکھتے ہیں۔ شہید ناموسِ رسالتؐ کی ہمہ جہت خدمات پر بڑا خوبصورت مقالہ لکھا، رواں دواں اور ادبی سلیس تحریر ہے ضرور پڑھئے اور لطف اُٹھایئے۔ (ادارہ)

دنیا میں بہت ساری نامور اور مقبول شخصیات موجود ہیں اور اپنے اپنے حلقوں میں ان کی قدر کی جاتی ہے مگر میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس خطے میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا شمار مسلمانوں کی مقبول ترین اور عظیم شخصیات میں ہوتا ہے۔ یہ خطہ کیا بلکہ پورے عالمِ اسلام عرب وعجم میں مولانا شہیدؒ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شخصیت علمی اور سیاسی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ وہ ایشیاء کی عظیم اسلامی یونیورسٹی ''جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک'' کے مہتمم اور دراسات عالیہ کے استاد تھے، ملکی سیاست میں ۱۹۸۰ سے وفاقی مجلس شوریٰ پارلیمنٹ اور ۱۹۸۵ء سے ۲۰۰۹ء تک سینٹ آف پاکستان کے ممبر رہے، اس دورانیہ میں ان کے علمی اور سیاسی کارناموں کی ایک طولانی فہرست ہے جس کو بیان کرنے سے ایک ضخیم کتاب بنے گی۔

مولانا صاحب ایک جہاندیدہ مفکر، صاحبِ قلم، ادیب، کہنہ مشق مدرس، مدبر سیاستدان، نڈر مجاہد اور ممتاز عالم دین تھے۔ ان ہمہ جہت صفات کی وجہ سے لوگوں نے ان کو مختلف جہات سے پہچانا، ارباب سیاست کا خیال ہے کہ مولانا صاحب ایک مدبر سیاستدان تھے کیونکہ انھوں نے مولانا سمیع الحق کو ایوانِ بالا میں دیکھا، اہل مدارس کا کہنا ہے کہ موصوف مدارس دینیہ کے قابل قدر ترجمان اور سرپرست تھے کیونکہ ان لوگوں نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو جامعہ حقانیہ اور وفاق المدارس کے پلیٹ فارم پر دیکھا، تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ مولانا صاحب ایک اچھے ادیب، منجھے ہوئے صحافی، مایہ ناز

تجزیہ نگار اور نقاد تھے کیونکہ ان لوگوں نے مولانا کی ادبی اور علمی تحریرات کو ''الحق'' کے صفحات پر دیکھا افغان جہاد میں جاندار کردار کی وجہ سے مجاہدین کا کہنا ہے کہ مولانا صاحب نہ صرف یہ کہ ایک تجربہ کار مجاہد بلکہ استاد المجاہدین کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے آپ کو عہد حاضر میں ''بابائے طالبان'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، عوام نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے خطبات سن کر یہ رائے قائم کی کہ موصوف ایک بہترین خطیب اور مقرر تھے، ہم جیسے طالب علموں نے حضرت شہیدؒ کو بخاری کتاب المغازی اور ترمذی کتاب الاطعمة پڑھاتے ہوئے دیکھا۔ اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ ہمارے استاد ایک تجربہ کار مدرس اور مایہ ناز محدث تھے، مولانا صاحب کے ان ہمہ جہت صفات کو دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ وہ اس شعر کے اصل مصداق ہیں۔

لیس علی اللّٰہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

بعض اہل علم حضرات کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ علمی میدان میں نمایاں ہوتے ہیں، دن رات ان کا مشغلہ کتب بینی ہوتی ہے، درس و تدریس اور علم وتحقیق ان کا کام ہے لیکن اجتماعی زندگی کے عملی مسائل میں کسی حد تک لاتعلق ہوجاتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی شخصیت صرف اپنی درسگاہ تک مقید رہتی ہے اور ان کا علم محض کتاب تک محدود رہتا ہے۔ ہمارے استاد محترم کا معاملہ اس سے مختلف ہے، وہ علم وتحقیق اور درس وتدریس کے ساتھ ساتھ صرف جامعہ حقانیہ کا انتظام وانصرام ہی نہیں بلکہ بہت سی ملکی، انتظامی، مشاورتی، پارلیمانی اور سیاسی ذمہ داریوں کو بھی نبھا رہے تھے، تادم شہادت ''دفاع پاکستان کونسل'' اور ''متحدہ دینی محاذ'' جیسے اہم پلیٹ فارموں کی سربراہی کررہے تھے۔

منبر ومحراب اور مسجد و مدرسہ سے صدائے شریعت بلند کرنا تو تمام اہل علم کا شیوہ رہا تاہم بعض اہل علم کو اسمبلی کے فلور پر صدائے شریعت بلند کرنے کا امتیازی شرف حاصل ہوا جن کا ایک اہم باب ہمارے استادِ محترم تھے جنہوں نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریک نظام مصطفیٰ میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ سینیٹ آف پاکستان میں شریعت بل کا معرکہ لڑا، عورت کی حکمرانی کے خلاف تمام مکاتب فکر علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا، فرقہ واریت ختم کرنے کے لئے ملی یکجہتی کونسل قائم کی، جہاد افغانستان اور تحریک طالبان کی حمایت میں ''دفاع افغانستان کونسل'' کا قیام عمل میں لاکر اس میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اب ''دفاع پاکستان کونسل'' اور ''متحدہ دینی محاذ'' کے نام سے مختلف پارٹیوں کو اکٹھا کرکے ان کی قیادت کے معاملے کو احسن طریقے سے نبھایا۔ جس کی تفصیل تو درکنار اختصار بیان کرنا بھی مشکل ہے۔ ع کوتہ نہ تواں کرد کہ ایں قصہ درازست

مولانا صاحبؒ کی خدمات قابل داد اور اظہار حق میں ان کی جرات و بہادری قابل دید ہے، اپنے مقاصد میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے، ایک جری، دلیر سیاستدان کی حیثیت سے حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کرنے کے خوگر تھے، گویا مولانا موصوف وہی سیاستدان تھے، جن کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا......

تو اگر کوئی مدبر ہے تو سن میری صدا
ہے دلیری دست ارباب سیاست کا عصا
عرض مطلب سے جھجک جانا نہیں زیبا تجھے
نیک ہے نیت اگر تیری تو کیا پروا تجھے
بندہ مومن کا دل بیم وریا سے پاک ہے
قوتِ فرماں روا کے سامنے بیباک ہے

مولانا صاحبؒ کے دینی خدمات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اس مشکل اور کٹھن دور میں جہاں ''مدرسے'' اور ''دینی تعلیم'' کا نام لینا ''جرم'' ہے، ہرسال قوم وملت کے پانچ چھ ہزار بچوں کو مفت تعلیم دلوا رہے تھے۔ حکومت سے کوئی فنڈ وصول نہیں کرتے اور نہ ہی طلبہ سے کوئی فیس وصول کرتے تھے، حقیقت میں وہ اس عظیم کارنامے پر ''قومی ایوارڈ'' کے مستحق تھے۔

استادِ محترم کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مدرسے کو سیاست سے پاک رکھا، مدرسے میں خالص علمی ذوق کے ممتاز محدثین اور تجربہ کار مدرسین رکھے جن کا شب وروز مشغلہ کتاب کا مطالعہ اور درس و تدریس ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مولانا صاحبؒ کے سیاسی مشاغل کے باوجود دارالعلوم حقانیہ میں سیاسی پگڈنڈیوں کے پیچ وخم کا کوئی اثر نہیں تھا۔

دارالعلوم حقانیہ سے ہرسال تقریباً پندرہ سو طلبہ فارغ ہوتے ہیں، دورہ حدیث میں اس قدر زیادہ تعداد دنیائے اسلام کے کسی مدرسے میں بھی نہیں ہے، یہاں تک کہ دارالعلوم دیوبند میں بھی اس قدر زیادہ طلبہ دورہ حدیث میں نہیں ہوتے، یہ صرف دارالعلوم حقانیہ کی خصوصیت ہے پھر یہی فضلاء ملک کے مختلف حصوں اور بیرون ممالک میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں، اسلام دشمن قوتوں سے پنجہ آزمائی اور بھرپور مقابلہ کرنا حقانی فضلاء کا امتیازی وصف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج جامعہ حقانیہ مغرب کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے، ان کی طرف سے مختلف الزامات روز کا معمول

بن گئے ہیں، صرف الزامات نہیں بلکہ شبِ ظلمت میں بانگ سحر کا فریضہ ادا کرنے والے اس عظیم ادارے کی اس علمی سفر میں رکاوٹوں کے بند باندھنے کے مذموم عزائم بھی رکھتے ہیں، جس کی پہلی کڑی حضرت مولانا نصیب خانؒ تھے اور پھر حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی المناک شہادت لیکن حقیقت یہ ہے کہ شہید مر کر بھی مرا نہیں کرتے ان شاء اللہ! دشمنوں اور مغرب کے سارے مذموم عزائم خاک میں مل جائیں گے اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا یہ خون رائیگاں نہیں جائے گا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے آپ کے مشن کا یہ سفر جاری رہے گا۔ ع صحرا میں اذانوں کا تسلسل نہیں ٹوٹے

جہاں تک قلمی خدمات کا تعلق ہے تو اس میدان میں بھی مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے، مولانا صاحبؒ سیال قلم کے مالک تھے، اگر انہیں قلم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ کہاجائے تو مبالغہ نہ ہوگا، ان کی قلم کی روانی وسلامت اور مدوجذر سے مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تصوراتی یاد تازہ ہوجاتی ہے، ان کی تحریروں میں ادبیت کے ساتھ خاص معلومات بھی ملتی ہیں، جس کے پڑھنے سے قومی اور مذہبی شعور پیدا ہوتا ہے، ضمیر کا مردہ لاوہ ابھرتا ہے، ایمانی جذبات عہد شباب کو پہنچتے ہیں، نفس امارہ کو جھنجھوڑتا ہے، عقابی روح بیدار ہوتی ہے اور راہ حق کا بھٹکا ہوا مسافر صحیح سمت کی رہنمائی لیتا ہے، حضرتؒ کا ایک اقتباس بطور مثال ملاحظہ ہو:

''کاش! میرے لئے ایسا ممکن ہوتا کہ اس افغان جہاد کی تاریخ دعوت وعزیمت کی روح پرور داستانِ صد ہزار رنج واَلم اور لاکھوں خونِ شہیداں کے ذکر سے رنگین اس جلد کا مقدمہ اپنے خونِ جگر سے لکھ پاتا اور اُن بے کس، بے گور وکفن مظلوم لاشوں کا نوحہ ومرثیہ میر وانیس ودبیر کی طرح پیش کرسکتا اور اپنے مجروح دل ودماغ اور سوختہ جان وتن کے مقتل میں ان تیس برسوں کے جہاد کے دوران مختلف موقعوں پر صدموں، حادثوں اور عارضی شکستوں نے جو قیامتیں ڈھائی ہیں ان داغوں کی بھی کچھ تصویر کشی یا زخموں کی کچھ نقاب کشائی صفحہ قرطاس کی زینت بنا سکتا لیکن مجھ میں ایسا کرنے کی تاب نہیں کہ

مرا در دیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی یہ تحریر اگر ایک طرف ان کی ادیبانہ طرز اور صحافیانہ رنگ کی غمازی کرتی ہے تو دوسری طرف ان کی جذبہء جہاد اور تمناء شہادت کی عکاسی بھی کرتی ہے۔مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا مودودیؒ کے بعد اہل علم میں سب سے زیادہ موثر قلم مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا تھا۔

ہمارے اس دعوے پر ماہنامہ ''الحق'' کے ولولہ انگیز اداریئے شاہد عدل ہیں، جو''اسلام اور عصر حاضر'' کے نام سے بہت پہلے شائع ہوچکے ہیں، اس کے علاوہ ''قادیانیت اورملت اسلامیہ کا موقف''، کاروان آخرت، شریعت بل کا معرکہ، حقائق السنن، خطبات حق، اسلام کا نظام اکل وشرب، شمائل ترمذی کی شرح زین المحافل' صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام، مکتوبات مشاہیر بنام مولانا عبدالحقؒ ومولانا سمیع الحقؒ، خطبات مشاہیراورتفسیر امام لاہوریؒ وغیرہ ان ہی کی رشحات قلم کا نتیجہ ہیں۔

کاروان حقانیہ سے نسبت یہ ناکارہ اپنے لئے سعادت دارین سمجھتا ہے، اگرچہ اس میں کچھ شک نہیں کہ حقانی فضلاء کا جو رنگ اور مہک ہے ہم اس سے عاری ہیں، ان کی جرات اور بہادری کا جو نرالا انداز ہے وہ ہماری زندگی میں عنقاء ہے۔ان کے رعب اور دبدبے کا جوواویلا ہے وہ ہمارے جسموں میں مفقود ہے،ان کی علمی صلاحیتوں کا جوشہرہ ہے۔ اس سے ہم تہی دامن ہیں لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ہم اس ''حقانی چمن'' کی گھاس ہی ہیں جس پر ہم فخر محسوس کرتے ہیں۔

ہرچند کہ نیست رنگ و بویم
آخر نہ گیاہ باغ اُویم!

استادِمحترم مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہر ایک شاگرد کوعزت دیتے تھے تاہم جوشاگرد لکھنے کے فن سے وابستہ تھے، ان کے کام پرخصوصی نظر رکھتے تھے، راقم کے ساتھ انتہائی شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، آپ ایک مشفق استاد اور منجھے ہوئے اتالیق تھے جوبھی کتاب بندہ نے لکھی اورشائع کرانے سے پہلے حضرتؒ کو پیش کرتا تو آپ اس کوملاحظہ فرما کر بطور سنداس پر کچھ نہ کچھ زیب قرطاس بھی فرمادیتے، میرے مضامین کے بارے میں نیک خواہشات کا اظہار فرماتے اور جب بھی میری ملاقات ہوتی تو فرماتے کہ فلاں فلاں رسالے میں آپ کا مضمون نظر سے گزرا،ساتھ ہی''الحق'' میں لکھنے کا حکم دیتے تھے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنے شاگردوں کے لئے ہرمیدان میں مسیحا بن کر سامنے آتے، کئی مواقع پرہم نے اس کا مشاہدہ کیا ہے، جولوگ لکھاری ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ کتاب لکھنا اتنا مشکل نہیں ہوتا جس قدر مشکل اس کی چھپائی کا مرحلہ ہوتا ہے لیکن اس مشکل وقت میں بھی مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہمارا ہاتھ بٹاتے تھے،استادمحترم شیخ الحدیث مولانا سید شیرعلی شاہؒ سے دوران درس سنے ہوئے ارشادات وملفوظات کو جب میں نے مکمل کیا تو اس کی چھپائی کا کوئی بندوبست نہیں تھا،مولانا سمیع الحقؒ نے اس کی چھپائی کا

عندیہ دے دیا اور جناب شفیق الدین فاروقیؒ کو فرمایا کہ اس کیلئے ''موتمر المصنفین'' دارالعلوم حقانیہ سے چھپائی کا کوئی بندوبست کرلیں، چنانچہ شفیق الدین فاروقیؒ نے موتمر سے اس کتاب کو شائع کیا، چھپائی کے بعد شفیق الدین فاروقی صاحبؒ نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ایک نسخہ دے دیا، چونکہ حضرت مولانا شیر علی شاہؒ صاحب اور حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ دونوں بچپن سے بڑھاپے تک ساتھی تھے، اس وجہ سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو یہ کتاب بہت پسند آئی، دارالعلوم حقانیہ کے دفتر اہتمام میں ایک ملاقات کے دوران انہوں نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: یہ کتاب (مولانا شیر علی شاہ مدنیؒ کی درسگاہ میں) نہایت دلچسپ کتاب ہے، یہ میرے پاس گاڑی میں بھی ہوتی ہے، میں اس کو سفر اور فرصت کے وقت مطالعہ کرتا ہوں، مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ اپنے اساتذہ اور مشائخ کے ارشادات وملفوظات اور درسی افادات جمع کررہے ہیں۔ مجھ جیسے دیہاتی پٹھان، ادب کی دنیا سے بے خبر، صحافت کی دنیا کا ایک طفلِ مکتب اور علم کی دنیا کے ایک ادنیٰ طالب علم کیلئے استادمحترم کے یہ تشجیعی کلمات کسی بڑے سے بڑے ''ایوارڈ'' سے کم نہیں تھے۔ ع کہاں ہم اور کہاں یہ نکہتِ گل

اس موقع پر میں نے استادِ محترم مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے ان کی کتابوں کے دلچسپ اقتباسات کو منتخب کر کے کتابی شکل میں جمع کرنے کی خواہش ظاہر کی جس کی انہوں نے تحسین و تائید کے ساتھ بخوشی اجازت دی۔ حضرت نے نہ صرف اپنی کتابوں کا ایک سیٹ دیا بلکہ ایسے مفید مشوروں سے بھی نوازا جس سے ہمارا کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

چشم فیض سے اگر ایک اشارہ ہوجائے   لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہوجائے

استادِ محترم مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا، موتی اور جواہر جیسے ملفوظات نکالنے میں مصروف ہوا، آپ کی کتابوں میں شریعت وطریقت، سیاست وامارت، معقولات ومنقولات، تصوف وارشاد، حالات وواقعات اور اقوال ومواعظ غرض یہ کہ ہر حوالے سے زریں شذرات موجود تھے کیونکہ موصوف بیک وقت ایوان شریعت سے بھی نسبت رکھتے تھے اور ایوان سیاست سے بھی، ملکی حالات پر بھی گہری نظر رکھتے تھے اور بین الاقوامی تاریخ پر بھی، منقولات کے بھی ماہر تھے اور معقولات میں بھی، قدیم علوم کے بارے میں بھی جانتے تھے اور جدید علوم بھی، یہی وجہ ہے کہ ان کی کتابوں میں ہر حوالے سے مواد مل سکتا ہے، اس لئے بندہ کی دلچسپی اور بڑھ گئی کہ حضرت مولانا سمیع الحقؒ کے ان جواہر پاروں کو ان کی کتابوں سے منتخب کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کرسکوں۔

بیا نگ چنگ بگوئیم آں حکایت ہا   کہ از نہفتنِ آں دیگ سینہ می زد جوش

اس خواہش کی تکمیل کیلئے راقم نے ان کی کتابوں کی ورق گردانی شروع کی، ایک ایک اقتباس منتخب کرتے کرتے ''قطرے قطرے سے دریا بنتا ہے'' کے مصداق یہ ضخیم کتاب وجود میں آئی۔ بعض اقتباسات کے ساتھ معمولی حاشیے کی پیوندکاری کا کام بھی اللہ تعالیٰ نے بندہ عاجز سے لیا۔ اس کے بعد یہی مسودہ استاد محترم کی خدمت میں پیش کیا، انہوں نے شفقت فرماتے ہوئے مصروفیات کے باوجود اس پیرانہ سالی اور ضعف میں نظر ثانی کر کے غلطیوں کی نشاندہی فرمائی۔ یہ کتاب تکمیل کے بعد سرقہ کی نذر ہوئی اور چھپائی سے رہ گئی۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی کس کس شفقت اور محبت کا تذکرہ کروں ابھی جب ایم فل کی تکمیل ہوئی میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مقالہ ان کے سامنے رکھ کر عرض کیا کہ میں اس مقالے کو کتابی شکل میں ''حضرت مولانا شیر علی شاہ مدنی: حیات و خدمات'' کے نام سے شائع کرنا چاہتا ہوں، اس لئے اگر آپ اس کتاب کا پیش لفظ لکھ لیں تو مہربانی ہوگی مولانا صاحب نے حاضرین مجلس سے مخاطب ہوکر میری بڑی حوصلہ افزائی کی اور فرمایا کہ یہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کو بھی بھیج دیں تاکہ وہ بھی کچھ کلمات لکھ لیں، میں نے عرض کیا حضرت !مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی مصروفیات بہت زیادہ ہیں اور وہ کتابوں پر تقریظ نہیں لکھتے ،اسی وقت آپ نے ''الحق'' کے کمپوزر برادر بابر حنیف کو فرمایا کہ میرا لیٹر پیڈ لے آو، جب وہ لیٹر پیڈ لائے تو حضرت مولانا سمیع الحقؒ نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کو خط لکھا کہ میں بھی اس کتاب پر تقریظ لکھ رہا ہوں اور آپ سے بھی یہی امید ہے کہ آپ بھی کچھ قیمتی کلمات اس پر لکھ لیں۔ میں نے آپ کا خط اور کتاب پوسٹ کیں اور تقریباً دو ہفتے بعد حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے دو صفحات پر مشتمل تقریظ لکھ کر بھیج دی جسے دیکھ کر میں انتہائی خوش اور حیران ہوا کہ یہ بھی حضرتؒ کے طفیل ممکن ہوا۔

آج حضرت کی شہادت کے بعد سوچ رہا ہوں کہ حضرت شیخ مجھ سمیت جن سینکڑوں شاگردوں کیلئے علمی دنیا میں ایک سہارا تھے، اب وہ سہارا نہیں رہا، اس لئے بہت سے لوگوں کو ایک مسیحا ڈھونڈنے کی ضرورت پڑے گی لیکن شاید ہی پھر ایسا مخلص بندہ مل سکے، اس لئے یہ ایک حقیقت ہے کہ اس واقعہ سے صرف آپ کی اولاد یتیم نہیں ہوئی بلکہ آپ کے شاگرد اور متعلقین بھی اس عظیم سائے سے محروم ہوئے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کو جنت الفردوس نصیب فرمائے اور قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے لواء الحمد کے نیچے ہمیں شفاعت نصیب فرمائے۔

مولانا مفتی عبدالصمد ساجد
مدرس جامعہ حقانیہ، ساہیوال سرگودھا

مولانا سمیع الحق شہیدؒ محاسن ومحامد

اللہ گواہ ہے کہ دماغ ماؤف ہے، دل ڈوب ڈوب جاتا ہے، آنکھوں میں بار بار نمی آجاتی ہے، قلم ٹوٹ چکا ہے، خیالات منتشر ہیں، الفاظ غائب ہیں، جملے جذبات کے سیلاب میں بہتے ہوئے کہیں دور نکل گئے ہیں، پورے وجود کو گھیر لینے والے حزن والم کا اظہار کیا جائے تو کیسے کیا جائے؟ سوالات کی ایک یلغار ہے جو بار بار دماغ پر دستک دے رہی ہے، کیا ملکِ عزیز پاکستان کا آئین اپنے شہریوں کے مال، جان، عزت اور آبرو کے تحفظ کی ضمانت نہیں دیتا؟'' یہ الفاظِ درد والم ایک سانحۂ غم پر شہیدِ اسلام داعی قرآن مولانا اسلم شیخوپوری شہید رحمہ اللہ نے لکھے جو آج ایک اور عالمِ ربانی کی شہادت کے حادثۂ فاجعہ پر حرف حرف صادق آرہے ہیں۔

رو رہی ہے آج ایک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

آہ! آج شہیدِ حق، مجاہدِ ملت، سرخیل دیوبند، استاذ العلماء سرخیل افغان جہاد شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید نور اللہ مرقدہ ہمیں داغِ مفارقت دے گئے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون اللہ گواہ ہے کہ ان کی جاں گداز و جگر سوز شہادت کا اب تک یقین نہیں ہو رہا، سینے میں دل رکھنے والا ہر شخص آج ان کی الم ناک شہادت پر محزون و مغموم ہے۔

صدمۂ فرقت یہ فردِ واحد کے لیے
آسماں بھی گریہ زن ہے بزم حقانی کے ساتھ
موت تھی، اللہ ! تیری کس قدر رشک آفریں
جب اٹھا تیرا جنازہ کیفِ وجدانی کے ساتھ

اگر رونا دھونا اور ماتم روا ہوتا تو میں گریبان چاک کرتا، کپڑے پھاڑتا، چیختا چلاتا اور دہائی

دیتا لیکن سانحہ خواہ کتنا ہی جان لیوا اور اندوہ ناک کیوں نہ ہو، دینِ اسلام ہمیں درسِ صبر وتحمل دیتا ہے، ساتھ ہی ظالم سے انتقام اور قصاص بھی شریعتِ اسلامیہ ہی کی تعلیم ہے، کاش! ہماری حکومت اس پر بھی عمل کرے اور ناعاقبت اندیش ظالموں اور قاتلوں کو کیفرِ کردار تک پہنچائے۔

حضرت مولانا سمیع الحق رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ جہت اور جامع شخصیت تھے، افسوس کہ آج اکثر لوگ انہیں صرف ایک سیاسی لیڈر کی حیثیت سے جانتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ محاسن ومحامد کے جامع انسان تھے، علم وعمل، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، تحقیق وتدقیق، صحافت وادب، سیاست وحکومت، تبلیغ وجہاد اور زہد وتقویٰ اور اخلاص وللّٰہیت کا بحرِ ذخار تھے۔

۱۹۵۸ء میں دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کے ہاں دورۂ تفسیر کیا اور سندِ تفسیر حاصل کی، اس کا حال خود تحریر فرماتے ہیں:

''رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ کا زمانہ کتنا پُرکیف اور پرلطف تھا اور کتنے حسین وجمیل تھے زندگی کے چندوہ ایام جو لاہور کے بقیۃ السلف حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہ کی صحبت میں گزرے، ایک طرف رمضان کا مبارک مہینہ پورے برکات سے سایہ فگن، دوسری طرف صبح وشام حضرت الاستاذ کے درس میں قرآن مجید کے علوم ومعارف کا ذکر ومذاکرہ، روحانی فیوضات کی ہر طرف بارش، پوری فضا روحانیت میں بسی ہوئی تھی اور مجھ جیسے نامہ سیاہ پراگندہ خاطر انسان کو بھی چین وسکون کی دولت نصیب تھی، زہے نصیب! ایک مردِ کامل اور شیخ کے جوار میں قیام وسکونت اور خصوصی شفقتوں کی دولت حاصل ہورہی تھی......

نظر میں ہے اب تک وہ رنگین زمانہ
نشیلا سہانا نشیلا سہانا

(کاروانِ حیات، ص۲۳)

ان کی زندگی خدمتِ دین، اشاعتِ دین اور حفاظتِ دین سے معمور تھی، درس وتدریس کے ساتھ ملکی سیاست میں بھی نمایاں کردار ادا کیا، متحدہ مجلس عمل، جمعیت علماء اسلام اور دفاعِ پاکستان کونسل کی تاریخ ان کے بغیر ادھوری اور نامکمل ہے، تاہم ان کی سیاست فاسد اغراض سے پاک اور خالص اعلائے کلمۃ اللہ اور غلبۂ اسلام کے لیے تھی۔

ختم نبوتؐ علی صاحبہا الصلاۃ و السلام کے حوالے سے بھی یادگار خدمات چھوڑیں۔

نہ صرف یہ کہ ملکی سیاست میں کردار ادا کیا بلکہ امن عالم کے لیے بھی یادگار خدمات پیش فرمائیں، ۸۰ء کی دہائی میں جب روس سرخ ریچھ بن کر افغانستان پر آن چڑھا تو روس کے مقابلہ کے لیے جہادِ افغان میں حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ اور ان کے مدرسہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ نے جو کردار ادا کیا وہ افغان جہاد کی ناقابلِ فراموش تاریخ ہے، امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ اور مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ جیسے لوگ انہی کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے جنہوں نے نہ صرف روس بلکہ اس کے بعد خوفناک ہاتھی امریکہ کو بھی ناکوں چنے چبوائے اور بقول ایک صاحبِ نظر آج انہیں فاتح روس و امریکہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ملکِ عزیز پاکستان میں بھی جب کبھی امن اور مذاکرات کی بات چھڑی تو اس سلسلہ میں حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا نام ضرور آیا اور حکومت سمیت وہ سب کی امید کی کرن رہے، علاوہ ازیں ان کی تصنیفی اور ادبی خدمات بھی انتہائی یادگار ہیں، ۱۹۶۵ء میں ایک علمی و ادبی ماہنامہ مجلّہ ''الحق'' کا اجراء کیا اور ''الحق'' نے علمی و ادبی حلقہ میں ایک نمایاں نام کمایا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کی ادارت میں جاری ہونے والے اس مجلّہ کی علم و ادب کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی اور اس کا طوطی بولتا تھا اور آج بھی بحمد اللہ پورے آب و تاب سے جاری ہے، آپ کے سینکڑوں علمی، ادبی، تاریخی، سیاسی، اصلاحی اور تبلیغی مضامین اس مجلّہ کی زینت بنے، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ مغربی افکار و نظریات اور مغربی طرزِ حیات و معاشرت کو ہمارے اس باحمیت معاشرے کے لیے سمِ قاتل اور ایک ناسور سمجھتے تھے، چنانچہ اسلامی اقدار و شعائر کے تحفظ اور احیاء پر انہوں نے الحق میں بیسیوں اداریے تحریر فرمائے، بطور اداریہ چھپنے والے مضامین کے مجموعے کے علاوہ، ان کی مستقل تصنیفی و افاداتی خدمات کی فہرست بھی طویل ہے مگر ''خطباتِ مشاہیر'' اور ''مکتوباتِ مشاہیر'' ان کے دو ایسے شاہکار ہیں جسے علم و تاریخ اور ادب میں رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے والے ہزاروں میں ہیں، جن میں نامور علماء، فقہاء، اساتذۂ حدیث و تفسیر، سیاستدان، مجاہد، خطیب و ادیب اور مصنف شامل ہیں بلکہ انہوں نے تبلیغ ، جہاد، تصنیف ، ادب ، تحقیق اور صحافت و تدریس کے میدان میں ایک کھیپ تیار کردی تھی، جن میں سرِ فہرست مولانا مفتی غلام الرحمٰن (مہتمم و رئیس دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور)، مولانا عبدالقیوم حقانی ، مولانا سیف اللہ حقانی ، مولانا نصیب خان شہید، مولانا محمد ابراہیم فانی، مولانا عبدالکبیر حقانی (سابق گورنر جلال آباد و معاون سرپرست شوری عالیہ افغانستان)، مولانا سید غیاث الدین ، مولانا حبیب اللہ حقانی، وغیرہ شامل ہیں ۔ملکِ عزیز بلکہ

عالمِ اسلام کی مقتدر اور مشاہیر شخصیات سے ان کے گہرے مراسم و روابط اور خط و کتابت تھی، جس کا عملی نمونہ مکتوباتِ مشاہیر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

حال ہی میں جب شاتمہ آسیہ کیس کا مسئلہ پیش آیا تو سپریم کورٹ کے فیصلہ پر شدید ترین ردِ عمل کا اظہار کیا اور ان کی زندگی کا آخری بیان حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لیے ہوا جو یقیناً ان کے عاشقِ صادق ہونے کی الٰہی دلیل ہے اور ان کی خوش بختی و سعادت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

افسوس صد افسوس! بے پناہ صفاتِ حمیدہ و خصالِ حسنہ کا تاج ور، علم و عمل کا شناور، دنیائے تصنیف و تالیف اور آسمانِ دنیا کا نیر تاباں اپنے لاکھوں عقیدت مندوں، ہزاروں شاگردوں اور سینکڑوں اعزہ کو سوگوار چھوڑ کر ۲ نومبر ۲۰۱۸ بروز جمعۃ المبارک عصر و مغرب کے درمیان راولپنڈی میں اپنی آرام گاہ پر سفاک اور درندہ صفت ظالم قاتلوں کی درندگی کا نشانہ بن کر شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہو گئے اور ان کی شہادت کی دیرینہ آرزو پوری ہوئی اور انہوں نے اقبال کی اس دینی و اسلامی فکر کو حقیقت کر دکھایا کہ

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

یقیناً انہیں ان کی انمٹ اور ہمیشہ زندہ رہنے والی خدمات اور کارناموں کی بدولت تا قیامِ قیامت یاد رکھا جائے گا اور ان کی یادیں ہمارے لیے راہِ عمل متعین کریں گی۔

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
مثلِ ایوانِ سحر مرقد فرُوزاں ہو ترا
نُور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نَورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مولانا عبدالسمیع عثمانی
امیر جمعیت علماء اسلام ضلع ہنگو

عہد ساز شخصیت کے گرانقدر کارنامے

امام الشہداء شہید ناموس رسالتؐ، شہید پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ۱۹۳۷ء کو خیبر پختونخواہ کے علاقے اکوڑہ خٹک میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے گھر پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، تقسیم آزادی سے پہلے ان کے والد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ برصغیر کے عظیم تعلیمی ادارے دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، تقسیم ہند سے کچھ قبل تعطیلات میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک اپنے آبائی گاؤں تشریف لائے تھے، جب شیخ عبدالحقؒ نے دارالعلوم دیوبند واپسی چاہی تو راستے بند ہونے کی وجہ سے نہ جاسکے تو حضرت شیخ صاحبؒ نے اکوڑہ خٹک میں ہی ایک دینی ادارہ دارالعلوم حقانیہ کے نام سے شروع کیا جس میں عصری تعلیم حاصل کرنے کیلئے حقانیہ ہائی سکول بھی کھول دیا گیا چونکہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اسی دوران زندگی کے ابتدائی ایام سے گزر رہے تھے، انکی تعلیم وتربیت کے ساری ذمہ داری خود ان کے والد ماجد مولانا عبدالحقؒ نے اٹھائی تھی، اس وجہ سے اچھی طرح ان کی تربیت ہوئی۔

مولانا عبدالحقؒ کی علمی وعملی تربیت کا اثر

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنے والد کے زیر سایہ درس و تدریس سے منسلک ہوگئے چونکہ اس وقت پاکستان معرض وجود میں آیا تھا اور آزادی کی جنگ کے بعد علماء پر بہت زیادہ ذمہ داری آن پڑی تھی اور پہلے سے سیاست میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ بہت بڑا کردار ادا کرتے چلے آرہے تھے تو علمی تربیت کے ساتھ ساتھ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی سیاسی تربیت بھی ان کے بچپن میں ہی ہوئی تھی۔

مولانا سمیع الحق شہید کا ردقادیانیت میں کردار

۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد اس ملک خداداد پاکستان میں قادیانیت کا مسئلہ زور وشور سے شروع ہوا، اس وقت مولانا شہیدؒ کا شباب کا زمانہ تھا اور وہ علمی سیاسی سماجی خدمات ادا کرنے

میں بہت زیادہ عروج پر تھے۔۰۷ء کی دہائی میں جب حضرت مولانا عبدالحق ؒ شیخ الحدیث مولانا نعمت اللہ دیوبندیؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا مفتی محمودؒ نے قادیانیت کے خلاف آواز بلند کی تو اس وقت مولانا سمیع الحق شہیداور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کو یہ کام سونپ دیا گیا کہ وہ آئین پاکستان تیار کریں جس میں سب سے اہم کام قادیانیت کو اقلیت میں تبدیل کرنا تھا، ان دونوجوان عالم دین نے اتنا بڑا فریضہ سرانجام دیا اوراس ملک خداداد پاکستان کو آئین دیا جو بہت بڑی کامیابی تھی۔

مولانا شہیدؒ کا آئین پاکستان میں اہم کردار

الحمدللہ آج بھی ہمارے اکابرین کے دستخط آئین پاکستان پراب بھی موجود ہیں، جس میں نمایاں طور پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اورمولانا مفتی محمودؒ کے دستخط موجود ہیں، قادیانیت کو اقلیت میں تبدیل کرنے کا مسودہ تیار کرنے میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا بڑااہم کردار تھا لیکن آج کل لوگوں کو اس بات کا علم نہیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ اس وقت سے پوری طرح سیاست میں متحرک ہوگئے تھے اور انہوں نے اکابرین جمعیت علماء اسلام پاکستان میں ایک مقام پیدا کیا۔

مولانا عبداللہ درخواستیؒ کا مولانا شہیدؒ پر اعتماد

جب جمعیت علماء اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل کا مسئلہ آیا تو اس وقت کے امیر حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے لاہور میں مینار پاکستان کے سائے تلے مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر بہت بڑا اعتماد کرتے ہوئے جمعیت علماء اسلام پاکستان کا مرکزی سیکرٹری جنرل بنا کر مستقبل کی قیادت جیسی اہم ذمہ داری کیلئے چنا، چونکہ پارلیمانی جمہوری سیاست میں جنرل سیکرٹری بہت اہم ذمہ داری ہوتی ہے اس وجہ سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے مستقبل کی سیاست میں اہم کردار ادا کیا۔ اس جلسہ عام میں مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ایک ہاتھ میں قرآن پاک اور دوسرے ہاتھ میں کلاشنکوف دے کر سیاست اور جہاد کی ترغیب دی۔ اسکے بعد مولانا شہیدؒ نے سیاسی میدان کیساتھ ساتھ جہادی میدان میں بھی عملی طور پر خدمات سرانجام دینا شروع کردیں۔

دوسپر پاورز کی شکست میں مولانا شہیدؒ کا اہم کردار

جب ۸۰ء کی دہائی میں روسی افواج سوویت یونین افغانستان پر حملہ آور ہوئی تو یہی مولانا سمیع الحق شہیدؒ ان کیلئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح میدان میں کھڑے رہے، اس میں ایسا جاندار کردار ادا کیا کہ پھر ''فادر آف طالبان'' کے نام سے پکارے جانے لگے، اسی وجہ سے سوویت یونین گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوا اوران کو افغانستان سے دم دبا کر بھاگنا پڑا پھر جب امریکہ نے نیٹو ممالک کے

ساتھ مل کر افغانستان پر چڑھائی کی تو یہی ''فادر آف طالبان'' کے شاگردان و وفاداران نے اُسے ناکوں چنے چبوا کر ذلیل کروا کر شکست سے دوچار کیا۔ آج ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ امریکہ بھی افغانستان سے راتوں رات بھاگنے پر مجبور ہو گیا ہے۔

درس وتدریس اوراحادیث نبویؐ سے لگاؤ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ سیاسی و جہادی میدان کے علاوہ علمی میدان میں بھی کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے، اتنی زیادہ مصروفیت کے باوجود ۵۰۔۶۰ سال تک درس و تدریس کے ساتھ مضبوطی سے منسلک رہے، صحاح ستہ ساری کی ساری انہوں نے پڑھائی، حدیث نبویؐ سے اتنا لگاؤ تھا کہ شہادت کے وقت تک ان کی زبان قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معطر تھی۔

تصنیفی اورتالیفی خدمات

مولانا شہیدؒ اتنا بڑا علمی ذخیرہ چھوڑ کر چلے گئے کہ ایک جید عالم دین کے بقول اس کو صرف مطالعہ کرنے میں کم از کم دس سال کا عرصہ لگ سکتا ہے خاص طور پر قرآن پاک کی ''تفسیر امام لاہوریؒ'' انہوں نے لکھی ہے اور شہادت کے آخری دنوں میں اختتام کے قریب تھی، وہ تحقیق وتصنیف کے میدان میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے، ویسے تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی کئی تصانیف ہیں لیکن جو دو تصانیف ان کے قلم سے نکلی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں، اس میں ایک ''مکاتیب مشاہیر بنام مولانا سمیع الحق و بنام مولانا عبدالحقؒ'' اور دوسری ''خطبات مشاہیر'' ہیں، ان کے مطالعہ سے انداز ہوتا ہے کہ یہ پون صدی کی کتنی عظیم شخصیات تھیں بقول شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے لئے ہر کام میں پیشرو بنایا تھا، وہ مجھ سے پہلے درس نظامی سے فارغ ہوئے، مجھ سے پہلے انہوں نے ماہنامہ ''الحق'' کا اجرا کیا، مجھ سے پہلے انہوں نے تجدد اور جدت پسندی کے خلاف ''الحق'' کے ذریعے قلمی جہاد شروع کیا، ہر کام میں وہ میرے پیش رو تھے تو اللہ نے پاس بلانے میں بھی ان کو میرا پیش رو بنا دیا

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ملک وقوم کیلئے گراں قدر خدمات

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی اس ملک وقوم کے لئے گراں قدر خدمات ہیں، پاکستان کی سیاسی تاریخ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو سیاسی اتحادوں کا بانی کہا جاتا ہے، ۹۰ء کی دہائی میں عوامی جمہوری اتحاد بنایا جس سے بعد میں ایک پارٹی فائدہ اٹھا کر اقتدار کی مسندوں تک پہنچ گئی پھر ''متحدہ دینی محاذ'' بنایا اور

ساری مذہبی جماعتوں کو اکٹھا کیا پھر جب پرویز مشرف نے اقتدار پر قبضہ کر لیا تو اس کی آمریت کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور متحدہ مجلس عمل کو بنانے میں بنیادی کلیدی کردار ادا کیا، مذہبی جماعتوں کو اکٹھا کر کے ان کو ایک اچھا پلیٹ فارم مہیا کیا جس کے ثمرات آج بھی علماء حاصل کر رہے ہیں، اس ملک خداداد پاکستان کے بہتر مستقبل کیلئے دفاع پاکستان کونسل بنائی، ساتھ میں دفاع افغانستان کونسل بھی بنائی تا کہ دونوں ممالک کے درمیان اچھے تعلقات ہوں اور امن کا بول بالا ہو۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک عہد ساز شخصیت

غرض یہ کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک عہد ساز شخصیت تھے ان کی اس ملک وقوم کیلئے علمی، سیاسی، سماجی اور جہادی ہر قسم کی خدمات ہیں شہادت کے بعد بعض سیکولر عناصر ان خدمات سے چشم پوشی اختیار کر رہے ہیں اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی خدمات پر قدغن لگانے کی کوشش کرتے ہیں جو حقائق کو مسخ کرنے کے مترادف ہے، ان شخصیات کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ تین بار ایوان زیریں (قومی اسمبلی) کے ممبر رہے، خود مولانا سمیع الحق شہیدؒ تین بار ایوان بالا (سینٹ) کے ممبر رہے، اسی دوران دین اسلام اور اصولی سیاست کر کے ملک وقوم کا نام روشن کیا، کبھی بھی دین اسلام اور اس ملک کی خاطر مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔

حقانی خاندان کی ملک وملت کے لئے بے پناہ خدمات

اس کے بعد موجودہ قائد جمعیت علماء اسلام پاکستان مولانا حامد الحق حقانی قومی اسمبلی کے رکن بنے، قومی اسمبلی اسٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے قومی اسمبلی میں شریعت بل پیش کیا پھر مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے سینیٹ میں اس کا معرکہ لڑا جس کا بعد میں سینیٹ میں ''شریعت بل معرکہ'' کے عنوان سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی مفصل کتاب بھی شائع ہوئی، تین نسلوں سے حقانی خاندان اس ملک وقوم کی خدمت میں مصروف ہے اور ان شاء اللہ ان اکابرین کے مشن کو آگے بڑھانے سے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا، اللہ کے حضور دست بدعا ہوں کہ اللہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے آمین۔

وہ ایک سجدہ جس سے رو زمین کانپتی تھی
اسی کیلئے آج ترستے ہیں منبر و محراب

مولانا عماد الدین محمود
خطیب جامع مسجد ''زکریا'' چودھوان

عزیمت واستقامت کا کوہِ گراں

مولانا عماد الدین محمو صاحب، جواں سال عالمِ دین، صاحبِ قلم، درجن سے زائد کتابوں کے مصنف اور القاسم اکیڈمی کے رُکن ہیں۔ موصوف، تصنیف و تالیف میں باکمال اور تحریر و نگارش کے فن میں ایک عمدہ مثال انشاء پرداز ہیں۔ اسلوبِ نگارش اس قدر دلربا ہوتا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم شہید ناموسِ رسالت ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوکر ان کی صحبت سے مستفید ہورہے ہیں اور وہ ہمارے سامنے عملی میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیتے نظر آرہے ہیں......(ادارہ)

بجھا چراغ، اُٹھی بزم، کھل کے رو اے دِل!
وہ چل بسے جنہیں عادت تھی مسکرانے کی

چہرہ کتابی، شہابی، کشادہ پیشانی، کشادہ دل، روشن آنکھیں، موزوں قد وقامت، سادہ طبیعت، سر پر سجی دستار، پیکر صدق وصفا، یہ تھے محدث جلیل شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ جنہیں ظالم وسفاک قاتلوں نے ۲رنومبر ۲۰۱۸ء بروزِ جمعۃ المبارک بعداز نماز عصر خنجروں کے پے در پے وار کر کے شہید کر دیا، شاید ایسے ہی کسی منظر کو دیکھ کر شاعر نے کہا......

قاتل کو کوئی قتل کے آداب سکھا دے
دستار کے ہوتے ہوئے سر کاٹ رہا ہے

جب حضرت سعید بن جبیرؒ ۹۵ھ میں حجاج کے دست جفا سے شہید ہوئے تھے تو حافظ عماد الدین ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ان کے بارے میں امام عزیمت امام احمد بن حنبلؒ کا یہ ارشاد نقل کیا قتل سعید بن جبیر وما علی الارض الا ھومحتاج الی علمه (سعید بن جبیر اس وقت شہید کئے گئے کہ روئے زمین کا ہر شخص ان کے علم کا محتاج تھا) پاکستان کی حد تک یہ فقرہ شہید ناموسِ رسالت ﷺ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر حرف بہ حرف صادق آتا ہے انہیں ایسے حالات میں شہید کیا گیا جب طالبان علوم نبوت کو ان کی شفقت ومحبت درکار تھی، اہل علم ان کے علم اور تجربے کے محتاج

تھے، اہل دانش کو انکے فہم وتدبر کی احتیاج تھی ، مجاہدین افغانستان ان کی سرپرستی کے خواہاں تھے، اہل سیاست ان کی قیادت وزعامت کے حاجت مند تھے۔ان کی شہادت بیک وقت علم ودانش، فقہ وحدیث، سیاست وقیادت اور حلم وتدبر کا ماتم ہے، تنہا شہید مولانا سمیع الحقؒ کی ذات سے دین اور خیر کے اتنے چشمے پھوٹ رہے تھے کہ ایک جماعت بھی ان کے خلا کو پُر کرنے سے قاصر رہے گی۔

مخدوم ومکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کی معیت میں بارہا شہید مولانا سمیع الحقؒ کی زیارت وملاقات کے مواقع نصیب ہوئے ہم جب بھی شہید کی محفل اور مجلس میں حاضر ہوتے تو ان کی آمد سے سامعین وحاضرین کے دلوں کی افسردہ کلی شگفتہ وشاداب ہوجاتی۔بجھی ہوئی طبیعتیں چمک اُٹھتیں میں آج ان کی حسین یادوں کو اپنے دامن میں سمیٹے بیٹھا ہوں ......

زمانہ اور دکھلائے گا کیا اس کے سوا دل کو
کہ مٹ کر رہ گئے وہ نقش جن پر ناز تھا دل کو

مجھے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی پہلی زیارت کا شرف ۱۹۹۰ء میں ڈیرہ اسماعیل خان کے حق نواز پارک میں ایک جلسے میں ملا ، یہ وہ ایام تھے جب مولانا قاضی عبداللطیفؒ ڈیرہ اسماعیل خان کے حلقہ سے قومی اسمبلی کے امیدوار تھے،حضرت قاضی صاحبؒ کی الیکشن مہم کے سلسلے میں مذکورہ جلسے کا اہتمام کیا گیا تھا،حق نواز پارک لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا،مولانا سمیع الحقؒ جب تشریف لائے تو نعروں کی گونج میں ان کا استقبال کیا گیا ،ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں،مولانا مائیک کے سامنے آئے اور خطبہ مسنونہ کے بعد درج ذیل شعر سے اپنی بات کا آغاز کیا ......

غیروں سے کہا تم نے غیروں سے سنا تم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا کچھ ہم سے سنا ہوتا

۱۹۹۸ء میں شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی کی شفقت ومحبت اور رہنمائی سے قلم پکڑنا سیکھا تو شہید مولانا سمیع الحقؒ سے ملاقاتیں معمول کا حصہ بن گئیں کیونکہ لکھنا پڑھنا اور اہل علم وقلم سے ملنا جلنا مولانا شہیدؒ کا محبوب مشغلہ تھا۔شاید ہی ایسے ہوا ہو کہ میں ان کی بارگاہ علم میں حاضر ہوا ہوں اور وہ قلم وکتاب کے کام میں مصروف نہ ہوں۔ وہ زندگی میں سعی وعمل کے قائل تھے آپ لاکھ کہئے وہ بیکار نہیں بیٹھ سکتے تھے بڑھاپے میں بھی جوانوں سے زیادہ عزم وحوصلہ تھا۔ خدمت خلق فروغ علم وادب ، اصلاح تہذیب واخلاق اور وحدت ملی کچھ اس درجے ان کی رگ رگ میں شامل ہو چکا تھا جو انہیں

آرام سے بیٹھنے نہیں دیتا تھا یہی آتش شوق وہ اپنے احباب میں پیدا کرنا چاہتے تھے یہی سبب تھا کہ شہید کو کام کے آدمی پسند تھے۔ کاہل، نکمے، بےفکرے، غافل اور غیر ذمہ دار لوگ انہیں قطعی ناپسند تھے، ہم جب مولانا عبدالقیوم حقانی کی معیت میں ان کے ہاں حاضر ہوتے تو مولانا حقانی کو دیکھ کر شہید کے چہرے پر بشاشت آجاتی، ان کا چہرہ نکھر جاتا تھا، ظلم و ناانصافی کے سامنے سینہ سپر ہوجانے والے اور ایوان سلاطین پر بجلیاں برسانے والے مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنی ذاتی محافل میں خلیق، متواضع اور نرم خو انسان کی صورت میں نظر آتے۔ شاید اس لیے کسی نے کہا......

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

شہید مولانا سمیع الحقؒ کا ملکی سیاست میں بڑا نام اور مقام تھا مگر ہم جیسے طالب علموں پر حد درجہ شفقت فرماتے اور اپنے حسنِ سلوک اور خاطر تواضع سے ہمیں اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بہت کم گو طبیعت کے مالک تھے لیکن جس سے مزاج کی ہم آہنگی ہو جاتی تھی اس پر اکرام وتواضع اور محبت وخلوص کی انتہا کر دیتے تھے پھر یہی سنجیدہ ومتین اور باوقار وخوددار مولانا سمیع الحق شہیدؒ نہایت شگفتہ وباغ وبہار نظر آتے تھے، اس سلسلے میں مولانا حقانی کی مثال میرے سامنے ہے مولانا حقانی سے شہید مولانا سمیع الحقؒ کو حد درجے لگاؤ تھا جس کا ثبوت ''ساعتے با اہل حق'' کے ہر صفحہ پر بکھرا اور نکھرا نظر آتا ہے، آج شہیدؒ کا مادی وجود اس دنیا میں نہیں لیکن ان کی محبتیں اور اخلاص بھلائے نہیں بھولتا......

کیا پوچھتا ہے ہمدم کل کیا تھا آج کیا ہے
محفل اُجڑ گئی ہے افسانہ رہ گیا ہے

شہید مولانا سمیع الحقؒ نے سالوں تک اپنے جامعہ حقانیہ کے ترجمان ماہنامہ ''الحق'' کی ادارت بھی کی، شہید نہایت کامیاب ایڈیٹر تھے، اصلاح مضامین پر انہیں کمال حاصل تھا، نو آموز لکھاریوں کی طویل تر تحریروں کو کانٹ چھانٹ کر جب وہ ''الحق'' کی زینت بناتے تو خود لکھاری ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے تھے، وہ ماہنامہ ''الحق'' کے لیے لکھے گئے مضامین کا ایک ایک لفظ پڑھتے تھے۔ اظہار رائے خود بھی احتیاط اور سچائی کے ساتھ کیا کرتے اور دوسروں کے مضامین کو بھی حسن تنظیم اور سلیقے سے مرتب کرتے تھے، نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے، یہ ان کی حوصلہ افزائی اور تربیت کا ثمرہ ہی تو ہے کہ مولانا عبدالقیوم حقانی کا شمار آج ملک کے نامور اور سحر نگار قلم کاروں

میں ہوتا ہے۔شہید مولانا سمیع الحقؒ اعلیٰ منتظم اور مثالی مدیر تھے۔ ماہنامہ ''الحق'' کا اجراء اور تسلسل سے اس کی اشاعت مولانا شہید کا ایسا زریں کارنامہ ہے جو تاریخ فروغ علم وادب میں ہمیشہ یاد رہے گا۔ وہ جامعہ حقانیہ اور ماہنامہ الحق کی ڈاک کو سنبھال کر رکھتے بالخصوص خطوط کا بڑا خیال کرتے۔خطوط کا جواب بھی پابندی اور اختصار سے دیا کرتے تھے۔ان کے مضامین کی طرح ان کے خطوط میں بھی بسا اوقات ادبی گل کاریاں اور علمی گہرائیاں ہوتی تھیں شہید نے اپنے اکابر، اصاغر اور احباب و متعلقین کے خطوط کا مجموعہ کافی محنت اور عرق ریزی سے تیار کر کے مشاہیر کے خطوط کے نام سے شائع کیا ان خطوط کو پڑھ کر بندہ بے اختیار پکار اٹھتا ہے......

گل جو چمن میں ہیں ہزار، دیکھ ظفرؔ ہے کیا بہار
سب کا ہے رنگ الگ الگ ، سب کی ہے بو جُدا جُدا

شہید کی تصنیفات وتالیفات کا مفصل تذکرہ شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی کی کتاب ''حیات وخدمات مولانا سمیع الحق'' میں موجود ہے۔ میں تو یہ عرض کئے دیتا ہوں کہ مجھے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی پوری زندگی'' کام کام اور صرف کام'' کی آئینہ دار نظر آتی ہے،اپنی زندگی کے آخری ایام میں جب انہیں بڑھاپے اور دل کے عارضے کی وجہ سے آرام کی ضرورت تھی وہ تب بھی کام میں مصروف رہے اور اپنی زندگی زبان وادب ، ملت و وطن اور ناموس رسالتؐ پر نثار کردی ۔شہید کا اصل مقصد حیات اسلام کی سربلندی اور پاکستان میں اسلامی نظام کا قیام ونفاذ تھا اس کی خاطر انہوں نے تن من دھن سے مسلسل جدوجہد کی ،سینیٹ کے ایوانوں میں شریعت کا معرکہ لڑا اور ہر موقع پر ارباب اقتدار کو اسلام کی خاطر لگی لپٹی رکھے بغیر کھری کھری سنائیں ۔جس وقت بڑے بڑے بہادر مصلحت کا شکار نظر آتے اس وقت مولانا سمیع الحق شہیدؒ بے خوف وخطر ہوکر بولتے نظر آتے۔شہید،عزیمت واستقامت کا کوہ گراں تھے، انہوں نے باطل کے سامنے کبھی ہار نہیں مانی بلکہ اپنے عزم وحوصلے سے صاحب کردار حق پرست علماء کی تاریخ کو زندہ کیا، وہ ملک پاکستان میں اسلام کو غالب دیکھنا چاہتے تھے اور اس کے لیے انہوں نے اپنی صحت وطاقت بلکہ زندگی داؤ پر لگا دی ۔ درحقیقت شہید اپنی ذات میں ایک انجمن ، ایک تحریک اور ایک ادارہ تھے بلا شبہ وہ ان افراد وملت میں سے تھے جو اپنی نیکی ، پارسائی، محبت وخلوص، انکساری وشرافت ، اصول پسندی اور حق گوئی کی بدولت جریدۂ عالم پر نقش دوام ثبت کر جاتے ہیں۔شہید مولانا سمیع الحق بڑی خوبیوں کے مالک تھے ان کی خوبیوں کا احاطہ ایک مضمون میں ممکن نہیں، میں تو یہ عرض کر کے بات ختم کر رہا ہوں کہ ع لکھی جائیں گی کتاب دل کی تفسیریں بہت

حضرت مولانا قاری فضل ربی
مہتمم جامعہ عربیہ اسلامیہ راولپنڈی کینٹ

پیکر اخلاص ومحبت اور عہد ساز شخصیت

ویسے تو اس دھرتی پر انسان کے آباد کرنے کا مقصد امتحان کے طور پر معرض وجود میں آیا اور جہاں آپ کو اچھی سوچ اور فکر کے لوگ ملیں گے وہاں برے اور منفی سوچ کے لوگ بھی ملیں گے، اگر آپ کو آدم علیہ السلام کی سادگی نظر آئیگی تو وہیں پر شیطان کی چالاکی بھی نظر آئے گی، کسی موقع پر ہابیل کا صبر چمکے گا تو قابیل کی سفاکی بھی روشن ہوگی اگر قوم نوح کا شرک صاف واضح ہوگا تو حضرت نوح علیہ السلام کی محنت کی لازوال داستان بھی دیکھنے کو ملے گی اگر نمرود کا ظلم، قوم عاد کی فوجی طاقت کا غلط استعمال، قوم ثمود کی سائنس اور ٹیکنالوجی کا بے محل تبذیر اور قوم شعیب کا تاریخی دھوکہ، قوم لوط کی اخلاقی بے راہ روی سے تاریخ کے اوراق بھرے ہوئے ہوں گے تو اس کے مقابلے میں حضرت صالح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، لوط علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام کی کامیاب ترین تبلیغی اور ترویجی سرگرمیاں بھی نظر سے گزریں گی کیونکہ قانون ہے کہ ہر عمل کیلئے ردعمل ہوتا ہے، منفی سوچ کیساتھ مثبت سوچ بھی ہوتی ہے، تمہید کا مقصد وبضدھا تتبین الاشیاء کو بیان کرنا ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ بھی ہر باطل کے مدمقابل اور انبیاء علیہم السلام کے وارث ہونے کی سبب بڑی صفات اور محاسن سے مزین تھے۔

ہمارے ملک پاکستان اور عالم اسلام کی عظیم علمی، تحقیقی، روحانی اور سیاسی شخصیت حضرت مولانا سمیع الحقؒ کو پچھلے دنوں بیدردی سے شہید کردیا گیا جس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی جوار رحمت میں بلند مرتبے پر فائز ہوگئے اور درجات عالیہ کے مستحق قرار پائے لیکن پاکستان کے طلبہ علماء مشائخ اور دین دار طبقے کو سوگوار چھوڑ گئے۔ مولانا سمیع الحقؒ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے وہ بیک وقت ایک عظیم ادارے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث بھی تھے، ایک کامیاب قلم کار اور مصنّف بھی تھے، ایک عظیم سیاست دان اور لیڈر بھی اور اہل علم کے مرجع وخلائق بھی تھے۔ سفّاک اور درندہ صفت ظالموں نے ان پر حملہ کر کے اپنی آخرت کو تو تباہ کیا ہی لیکن ساتھ ساتھ پورے ملک کو ایک عظیم مشفق سے بھی محروم کر دیا۔

حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی پوری زندگی دین کی تعلیم و تبلیغ، تحقیق و تصنیف اور ملک میں اسلامی نظام کی سعی اور کوشش سے عبارت ہے پاکستان میں جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں آپ نے نفاذ شریعت کیلئے بڑی جدو جہد کی، پورے ملک کے لوگوں کے ذریعے جنرل ضیاء الحقؒ کے نام خطوط لکھوائے کہ وہ ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ کریں چنانچہ ان کی کوشش سے خطوط سے بھرے ہوئے کئی کارٹن جنرل ضیاء الحق کے پاس پہنچے۔ اس موقع پر مولانا شہیدؒ نے جنرل ضیاء الحق کو جکڑ اور پکڑ کر کہا کہ ملک میں نظام شریعت نافذ کریں۔ انہوں نے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اسمبلی سے بل منظور کروایا، ان کے یہ کارنامے ملک و ملّت پر عظیم احسان ہے۔ مجھے (بندہ قاری فضل ربی عفی اللہ عنہ) کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں نے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے والد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ (جو حضرت مدنیؒ کے شاگرد اور جامعہ حقانیہ کے بانی ہیں) کی بار بار زیارت اور خدمت کی ہے اور ان سے دعائیں لینے کا شرف حاصل کیا ہے۔ جب آپ قومی اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے راولپنڈی تشریف لاتے تو اکثر ان کی زیارت اور خدمت کا موقع ملتا اور حضرت ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی وفات کے بعد یہ تعلق مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے ساتھ بھی استوار رہا اور اس میں مزید مضبوطی پیدا ہوئی چنانچہ ان کے ساتھ میرا یہ تعلّق ۴۰ سال کے عرصے پر محیط ہے۔ میں نے شروع ہی سے مولانا کی خدمت کی ہے اور انہیں قریب سے دیکھا ہے، آپ میں اکابرین جیسی للہیّت، تقویٰ اور دین اور اہل دین کے درد اور ان کی مشکلات پر آپ کی بے چینی کا مشاہدہ کیا اور آپ کو اپنے والد کا صحیح جانشین پایا۔

مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ علیہ کا حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰنؒ (بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ صدر راولپنڈی) کے ساتھ گہرا تعلّق تھا اور چونکہ قاری صاحبؒ میرے استاد تھے اس وجہ سے میرے ہاں بھی مولانا صاحب کا اکثر آنا جانا تھا۔ قاری سعید الرحمٰنؒ کا شاگرد ہونے کی وجہ سے میں اکثر ان حضرات کی ملاقاتوں میں بھی شریک ہوتا تھا تو مولانا بڑے پیار سے میرے بارے میں فرماتے کہ آپ کا یہ شاگرد مدرسوں کے قیام کے حوالے سے تو آپ سے بھی آگے نکل گیا ہے تو حضرت قاری سعید الرحمٰن صاحبؒ فرماتے کہ یہ تو اب ہمارا بھی مہتمم ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے بھی مجھ سے اپنے اس تعلق کو خوب نبھایا۔ چنانچہ ہر مشکل میں حضرت نے میرے سر پر دست شفقت رکھا اور میری سرپرستی فرمائی۔ میرے جوان سال بیٹے مفتی محمد طاہر صاحب کی وفات کے موقع پر حضرت تشریف

لائے اور نماز جنازہ پڑھائی اور مجھے تسلّی دی۔اسی طرح جب میرے دوسرے صاحبزادے کو گرفتار کیا گیا تو حضرت خود بنفس نفیس تشریف لائے اور اس پریشانی میں بھی میری غم خواری کی اور میری شریک حیات کی وفات کے موقع پر حضرت بوجہ ہارٹ سرجری کی بیماری کے جنازہ میں شرکت نہ فرما سکے مگر وفات کے چوتھے دن میرے پاس تشریف لائے اور مجھے سہارا دیا۔غرض ہر موقع پر اور ہر مشکل میں میرا ساتھ دیا اور اپنے پرانے تعلّق کی لاج رکھی۔

حضرت کی یہ خصوصیت تھی کہ اپنے چھوٹوں پر انتہائی شفقت فرماتے اور ان کے ساتھ نہایت رحم دلی کا معاملہ فرماتے۔حضرت اتنے بڑے کارناموں اور اتنی مصروفیات کے باوجود سادگی اور عجز و انکساری کا پیکر تھے۔حتیٰ کہ ہر چھوٹا بڑا حضرت کے تعلق کو دیکھ کر یہ گمان کرتا کہ حضرت کا میرے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ایک مرتبہ کچھ طلبہ ان کے ہاں ان کا مدرسہ دیکھنے گئے اور انہیں جا کر بتایا کہ ہم قاری فضل ربی صاحب کے مدرسے سے آئے ہیں تو حضرت نے خوب خاطر تواضع کی اور خود ساتھ چل کر سارا مدرسہ دکھایا اس طرزِ عمل پر طلبہ کا تبصرہ یہ تھا کہ حضرت ہمارے ساتھ اتنی شفقت سے پیش آئے کہ اس طرح شفقت کی ہم پر ہمارے والدین بھی نہیں کرتے۔

مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے علمی شغف کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ان کو دل کی تکلیف ہوئی جس کی وجہ سے انہیں راولپنڈی کے ادارہ امراض قلب میں داخل کیا گیا اس موقع پر مجھے بھی ان کی خدمت کا موقع ملا، میں نے دیکھا کہ حضرت اس حال میں بھی کچھ لکھنے میں مصروف ہیں تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کیا لکھ رہے ہیں؟ بیماری میں کچھ آرام کریں یہ کام ہوتے رہیں گے تو حضرت نے فرمایا کہ بھائی! زندگی کا کوئی پتہ نہیں میں تفسیر قرآن لکھ رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میری زندگی میں مکمل ہو جائے۔اتنی پیرانہ سالی میں بھی بس یہی فکر ہے کہ تفسیر قرآن کی تکمیل ہو جائے۔ حضرت کی شہادت کے بعد ان کے خادم سے معلوم ہوا کہ شہادت تک ۲۷ پاروں کی تفسیر تحریر فرما چکے تھے حضرت کی شہادت کی جب خبر ملی تو میں ہسپتال روانہ ہوا اور تقریباً ۳ گھنٹوں تک حضرت کے اسٹریچر کے ساتھ کھڑا رہا اسی دوران ایک خاتون ڈاکٹر جو غالباً اسی ہسپتال کی انچارج تھی انہوں نے مولانا شہیدؒ کے جسد خاکی کو دیکھ کر بے ساختہ کہا کہ مولانا علم کے پہاڑ تھے اور امت مسلمہ کا ایک عظیم سرمایہ تھے جو کہ آج ہم سے رخصت ہو گئے۔حضرت شیخ کے زخموں سے تازہ خون رس رہا تھا شیخ کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ہونٹوں پر ہلکی مسکراہٹ تھی جو ان کی پوری زندگی کی مساعی جلیلہ کی قبولیت کی دلیل ہے۔ہمارے مدرسے کے اساتذہ کے مشورے سے جامعہ میں تمام تعلیمی سرگرمیاں موقوف کر کے طلبہ

اور علماء کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ حضرت شیخ کے جنازہ میں شریک ہوں ۔میرے اکوڑہ خٹک روانہ ہونے کے بعد ہمارے ادارے کے اساتذہ اور طلبہ کا تین سو افراد کا قافلہ حضرت کے جنازہ میں شریک ہوا ،تا حدِ نگاہ لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جس میں حضرت کے احباب ،شاگرد، متعلقین اور دیگر سیاسی اور مذہبی زعماء شریک تھے۔

اس کے علاوہ چند سال پہلے جب حضرت شیخ سینے کے عارضہ میں مبتلا تھے اور راولپنڈی کے ایک نجی ہسپتال (کڈنی سینٹر) میں زیرعلاج تھے تو میرے فرزند مفتی محمد طاہر صاحب مرحوم روز ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حضرت سے دعائیں سمیٹتے جب حضرت شیخ ہسپتال سے ڈسچارج ہوئے تو مجھے فون کر کے بتایا کہ مفتی محمد طاہر کو میرے پاس بھیجو ۔جب میں نے اپنے مرحوم بیٹے کو یہ بات بتائی تو وہ خوشی خوشی جلدی سے ہسپتال پہنچے تو حضرت نے اپنے خادم سے فرمایا کہ وہ بڑا کیک مجھے دے دو تا کہ میں اپنے بیٹے کو دے دوں کیونکہ میں نے یہ کیک خصوصی طور پر ان ہی کے لئے منگوایا ہے۔

حضرت شیخ کا یہ انداز محبت وشفقت مفتی صاحب مرحوم اپنی رحلت تک یاد رکھے ہوئے تھے اور اسی طرح گذشتہ سال حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا محمد اسامہ کی دستار بندی تھی اس مبارک موقع پر انہوں نے خصوصی طور پر مجھے (قاری فضل ربی) فون کر کے مدعو کیا اور ساتھ فرمایا کہ آپ نے ضرور بالضرور آنا ہے ۔میں جب حاضر خدمت ہوا تو مجھے اسٹیج پر ساتھ بٹھایا اور شفقت کا اظہار فرمایا جو کہ میری زندگی کا حسین ترین لمحہ تھا۔

حضرت شیخ شہیدؒ کئی بار ہمارے اس ادارے جامعہ عربیہ اسلامیہ گلستان کالونی میں تشریف لائے اور خصوصی طور پر ادارے اور طلبہ کے لئے دعا فرماتے اور گاہے بگاہے شفقت کا اظہار فرماتے، مجھے جنازہ کے کچھ دن بعد سفر عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی، وہاں بھی حضرت شیخ کی بلندی درجات کیلئے اللہ کی بارگاہ میں سربسجود رہا اور خوب ایصال ثواب کیا۔یہ بھی حضرت کے ساتھ میرے تعلق اور وابستگی کا اظہار ہے۔ہماری کوشش ہوگی کہ ہمارا یہ نسلوں کا تعلق اور وابستگی ان کے صاحبزادگان کے ساتھ بھی جاری وساری رہے تا کہ یہ ہماری مغفرت اور سعادت اور اللہ کے ہاں سرخروئی کا باعث ہو۔ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت کی کروٹ کروٹ بخشش فرما کر ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے جملہ متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر موقع پر ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت عطا فرمائے ۔

قاضی محمد طیب حقانی
عمرزئی ضلع چارسدہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی آخری مہمان نوازی کا شرف

برادرم مولانا قاضی محمد طیب حقانی صاحب، فرزند حضرت قاضی فضل المنان صاحبؒ عمرزئی چارسدہ کے مشہور علمی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں، اعلیٰ اخلاق سے مزین اور شرافت کے پیکر ہیں، دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر ہیں اور خاندان مولانا عبدالحقؒ سے بے پناہ محبت و عقیدت کی وجہ سے یوں لگتا ہے گویا یہ بھی ہمارے خاندان کے ہی فرد ہیں۔ آپ کے خاندان کا ہمارے خاندان کے ساتھ تین نسلوں سے قدیم تعلق چلا آ رہا ہے، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بھی ان سے بے پناہ محبت و لگاؤ تھا اسی لئے چارسدہ میں زندگی کی آخری شام ان کے درمیان گزاری۔ قاضی صاحب خوش قسمت ہیں جو انہیں حضرتؒ کی آخری مہمان نوازی کے لمحے میسر آئے۔ (مدیر)

میرے والد محترم مولانا قاضی فضل منان رحمہ اللہ عمرزئی چارسدہ سے تعلق رکھتے تھے، فرماتے تھے کہ ۱۹۴۳ء میں جب دارالعلوم دیوبند گیا تو اس وقت حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند میں مدرس اور دارالعلوم ہی میں مقیم تھے اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے ساتھ ان کے کمرے میں مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے ماموں زاد مولانا لطف الرحمٰن بھی رہائش پذیر تھے، ایک دن لطف الرحمٰن صاحب سے میری (فضل منان) ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا کس علاقے سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے بتایا ''عمرزئی چارسدہ'' سے میرا تعلق ہے، چونکہ اس وقت دارالعلوم کا قانون یہ تھا کہ نحو میر اور ہدایۃ النحو وغیرہ تک پڑھنے والوں کیلئے دارالعلوم کی طرف سے قیام وطعام کا انتظام نہ تھا تو لطف الرحمٰن نے کہا کہ میں مولانا صاحب سے آپکی رہائش کے سلسلے میں بات کرتا ہوں کہ آپکی رہائش کا انتظام کرلیں اور یہی بات حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات کا ذریعہ وسبب بنی، جب مولانا عبدالحقؒ سے ملاقات ہوئی تو میں نے اپنا تعارف کرایا، حضرت شیخ الحدیث چونکہ عمرزئی میں رہ چکے تھے یہاں منطقی مولوی صاحب سے کچھ کتابیں پڑھی تھیں، اس لئے عمرزئی کا نام سنکر بہت خوش ہوئے۔

ایک مرتبہ ۱۹۴۵ء میں مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اوران کے چچا جناب نور الحقؒ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ سے ملنے کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو وہاں ہم (قاضی فضل منان عمرزئی) عبدالرزاق تخت بھائی مردان، حبیب اللہ جان تنگی اور نور محمد مندنی چارسدہ نے حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ، ان کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اوران کے مہمان بھائی وغیرہ کیلئے مشترکہ طور پر دعوت کی اور یہاں سے اس عظیم خاندان کے ساتھ ہمارے تعلقات کی ابتداء ہوئی اور جب میں نے (قاضی طیب) نے ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا تو حضرت شیخ عبدالحق رحمہ اللہ اور شیخ سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، حضرت شیخ سمیع الحق شہید رحمہ اللہ سے بہت کچھ پڑھا، بہت کچھ سنا، بہت کچھ سیکھا اوران کی شخصیت کے بارے میں میرا کچھ لکھنا ایسا ہے جیسے سورج کو چراغ دکھانا، وہ ایک نکتہ رس، باریک بین، محقق، مدقق، مدرس اور ایک ہمہ گیر شخصیت تھے، سراپا مہر و محبت صدق، صفا شخصیت تھے، دارالعلوم کی ترقی کیلئے اور طلباء کی حمایت اوران کے لئے سہولیات کی فراہمی کیلئے ہر وقت مصروف عمل رہتے تھے۔

جب حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تو بعض لوگوں نے خدشہ کا اظہار کیا کہ حقانیہ بھی خدانخواستہ فلاں مدرسہ کی طرح زوال کا شکار ہوجائے گا، میں نے اپنے والد محترم سے اس بات کا تذکرہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ نہیں ایسا نہیں ہوگا بلکہ جس طرح دارالعلوم دیوبند میں حضرت قاسم نانوتویؒ کے زمانہ میں چند طلباء تھے اور پھر ان کی وفات کے بعد ان کے قابل فرزند حضرت مولانا محمد احمدؒ کے زمانے میں طلباء کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی، یہی حال ان شاء اللہ دارالعلوم حقانیہ کا ہوگا (اور آج الحمد للہ وہی حال جامعہ حقانیہ کا ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں طلباء دارالعلوم حقانیہ میں پڑھتے اور فارغ التحصیل ہوتے ہیں)

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی اصاغر نوازی

جس وقت میں دارالعلوم حقانیہ میں پڑھتا تھا، اس وقت میرے ساتھ ایک ساتھی رہتا تھا، جس کا دارالعلوم میں رہنے پر کسی خلاف ورزی کی وجہ سے پابندی تھی، اس وقت مولانا عبدالحلیم دیر باباجی نگران تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا شہید رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ آپ کیسے نگران ہیں؟ غیر متعلقہ یا سزایافتہ افراد مدرسہ میں آتے رہتے ہیں؟ تو دیر باباجی نے فرمایا کہ آپ جس کی بات

کررہے ہیں، وہ تو عمرزئی کے قاضی صاحب کے ساتھی ہیں لہٰذا ان سے آپ خود کہہ دیں، صورتحال جان کر اور ہمارے بڑوں کے احترام کی وجہ سے شہید رحمہ اللہ نے شفقت اورمہربانی کی وجہ سے ہمیں کچھ بھی نہیں کہا ورنہ آپ کو ہرقسم تادیبی سزا دینے کے مجاز تھے۔

شیخ سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا بندہ ناچیز پر اعتماد

ایک مرتبہ راقم (قاضی طیب) اور محمد علی نے حضرت شہید رحمہ اللہ کے داماد جناب شفیق الدین فاروقیؒ کے گھر میں ان کے کہیں جانے کی وجہ سے رات گذاری، دوسرے دن میں گھر آیا اور ان کے گھر سے چوری ہوگئی حضرت شیخ رحمہ اللہ اس وقت سینیٹر تھے، انہوں نے پولیس کو بلایا پولیس نے بغرض تفتیش ہم دونوں کو حاضر ہونے کو کہا، محمد علی حاضر ہوئے اور میں چونکہ گھر پر تھا، جب پولیس نے میرے حاضر کرانے پر بار بار اصرار کیا تو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ تم اس کو شامل تفتیش نہ کرو، اس کو شامل تفتیش کرنا ایسا ہے جیسے سمیع الحق کی چوری ہوئی اور تم اس کو پکڑو کہ آؤ، سمیع الحق تم سے چوری کے بارے میں تفتیش کریں گے لہٰذا تم لوگ اس کو شاملِ تفتیش نہ کرو۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی آخری ملاقات

حضرت شہید رحمہ اللہ کے خاندان کے ساتھ ابتدائی ملاقات جس انداز سے ہوئی وہ بھی عجیب اور خود حضرت شیخ شہید رحمہ اللہ کے ساتھ آخری ملاقات بھی بڑی عجیب ہے، حضرت شیخ رحمہ اللہ یکم نومبر بروز بدھ تنگی میں جلسہ کرکے ہمارے گھر واقع باغ کورونہ عمرزئی تشریف لائے اور جب پرانی بیٹھک میں تشریف فرما ہوئے تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ قاضی صاحب! پرانی یادیں تازہ ہوگئی ہیں، پھر عصر کی نماز پڑھی اور ہم نے چائے وغیرہ کے ساتھ ان کی کچھ خاطر تواضع کی۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی آخری خواہش

باتوں باتوں میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اپنی ایک خواہش کا اظہار کیا، فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تفسیر لاہوری جس کے ستائیس پارے مکمل ہوگئے ہیں یہ پایہ تکمیل تک پہنچے تاکہ شعبان کی چھٹیوں میں طلباء اس کا مطالعہ کریں اور دوسری خواہش کا اظہار کچھ یوں فرمایا کہ کتنا اچھا ہوگا کہ رمضان سے پہلے جامع مسجد عبدالحق رحمہ اللہ کی تعمیر مکمل ہوجائے اور ہم اس میں تراویح اور ختم قرآن فی التراویح کی سعادت حاصل کریں۔

آہ ! کائنات کے ظالم ترین انسانوں کے ظلم عظیم کا نشانہ بننے والے میرے شیخ کی دونوں خواہشیں ان کی زندگی میں پوری نہ ہوئیں (اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان کے فرزند برادرم مولانا راشد الحق اپنے والد کی عظیم خواہش کی تکمیل جلد سے جلد پوری کرکے ان کی ادھوری آرزو اور خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرادیں) انہوں نے یکم نومبر کو بعد عصر ہماری بیٹھک میں ارشاد فرمایا کہ مجھے آج ہی اسلام آباد جانا ہے کیونکہ کل وہاں اجلاس اور تحفظ ناموس ختم نبوتؐ کے سلسلے میں بڑے احتجاجی جلسے کی صدارت بھی کرنی ہے۔حضرت شیخ شہید رحمہ اللہ ہمارے ہاں سے جاکر ۲ رنومبر کو افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر کے فریضے کی ادائیگی کی پاداش میں بدبختوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ میرے شیخ شہید مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کی بال بال کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عنایت فرمائے۔(آمین)

حضرت شہید کا ہمارے والد کے نام مکتوب

آخر میں مولانا شہیدؒ کا ایک محبت آمیز مکتوب نذر قارئین ہے،جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا شہیدؒ ہمارے خاندان کے ساتھ کس قدر مشفقانہ محبت والفت کا تعلق رکھتے تھے۔

مخدوم محترم حضرت قاضی فضل منان صاحب مدظلہ وعافاہ اللہ

سلام مسنون! برخوردار مولوی محمد طلحہ سے آپ کا ذکر ہوتا رہتا ہے، الحمدللہ

دارالعلوم سے فیض یابی کا سلسلہ تیسری نسل تک جاری ہے، اللہ تعالیٰ تاقیامت جاری رکھے، آپ کی یاد بہت آتی رہتی ہے،مشتاق دید بھی ہوں مگر موقع نہیں مل رہا،اللہ تعالیٰ ملاقات میسر فرمادیں،''خطبات مشاہیر'' سے آپ کا خوش ہونا یقینی بات تھی اور یہی توقع تھی،دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ان خدمات کی توفیق کو جاری وساری رکھیں،خصوصی دعاؤں کا منتظر ومحتاج وملتمس ہوں،مولانا محمد طیب صاحب سلمہ اللہ کی خدمات سے بھی خوشی ہوتی ہے،اللہ تعالیٰ ہمارے مخلص جگری یار مولانا قاضی فضل دیان کے درجات بلند فرمائے، ان کی ظرافت آمیز پرخلوص باتیں اور تحریر کا لطف اب تک تازہ ہے، آپ کی صحت کاملہ اور عافیت تامہ کیلئے دست بدعا ہوں، یہاں سے برخوردار حامد الحق اور تمام اہل و عیال سلام اور استدعا دعوات پیش کرتے ہیں،مولانا واسع اللہ صاحب سلمہ اللہ سب واقفین کو تسلیمات

والسلام: مولانا سمیع الحق ۱۰ رمحرم الحرام ۱۴۳۷

مولانا محمد اکمل جمال

رکن شعبہ ''موسوعۃ الحدیث'' دارالعلوم کراچی

گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

مولانا محمد اکمل جمال صاحب،ژوب بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں، شیخ الحدیث مولانا محمد جمال خان مرحوم کے فرزند ہیں، اللہ تعالیٰ نے کم عمری ہی میں اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا ہے، آپ جامعہ دارالعلوم کراچی کے فاضل اور بہترین مفتی ہیں،آج کل دارالعلوم کراچی کے شعبہ ''موسوعۃ الحدیث'' سے منسلک ہیں۔(ادارہ)

جس ماحول میں مَیں نے ہوش سنبھالا، مجھے یاد ہے میری عمر ے سال سے کچھ زیادہ نہیں تھی، اس وقت جبکہ مجھے اپنے گھر کے افراد کے علاوہ کسی سے واقفیت کیا کسی کا نام تک بمشکل معلوم تھا مگر جس شخصیت کا نام مجھے اس وقت معلوم تھا وہ ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ، آپ کی ایسی محبت دل بیٹھی ہوئی تھی کہ میں اُن کو اپنا آئیڈیل سمجھتا تھا، اس میں بجا طور پر اصل کردار والدمحترم مولانا جمال خان صاحبؒ کی تربیت کا ہے، والدمحترم نہ صرف ان کے مدرسے کے طالب علم اور وہاں سے فارغ التحصیل ہیں بلکہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کی طرح آپ کے بھی براہ راست شاگرد اور سیاسی رفیق رہے ہیں، اس لیے ان کو مولانا سمیع الحق شہیدؒ، ان کے والد بزرگوار مولانا عبدالحقؒ، ان کی پوری خاندان اور جامعہ حقانیہ سے بڑی محبت تھی، ہمیشہ ان کا تذکرہ فرماتے، عظیم المرتبت باپ، بیٹے، ان کے علم وعمل کے قصے، ان کا انداز تدریس، سیاسی افکار، استعمار کے خلاف ان کے فولادی عزائم اور قومی وملی خدمات کا ان سے بہت کچھ سنا ہے۔

والدمحترم کا اس خانوادے کے ساتھ عظمت واحترام کے اسی تعلق نے ہمارے دلوں میں بھی اس خانوادے کے ہر فرد کی ایسی عقیدت بٹھائی تھی کہ گھر کے ماحول سے پہلے اسی کو اپنا پیشوا، رہنما اور اپنے لیے آئیڈیل سمجھتے تھے۔ والدمحترم چونکہ اس خانوادے کے علمی مرکز کے خوشہ چین اور فیض یافتہ ہیں، اس لیے مولانا کی نت نئی تصنیفات خصوصاً دارالعلوم حقانیہ سے نکلنے والا ماہنامہ ''الحق'' کا تقریباً

ہر شمارہ آپ کے پاس آتا رہا یہی میری طالب علمانہ زندگی کا پہلا علمی مجلّہ بھی ہے جس کے گھر کے کتب خانے میں پڑے ہوئے مختلف شمارے میں شوق سے پڑھتا تھا، اس کے بعد جب علمی پیاس بجھانے کی خاطر اپنے شہر سے باہر بڑے علمی مراکز کا رُخ کیا تو عرصے تک اس علمی عقیدت میں کچھ کمی رہی مگر جب دھیرے دھیرے آپ کی تصانیف، تحریرات، آپ کی ادارت میں نکلنے والے مجلّے میں فکر و دعوت، علم وعمل، نظریہ اور سوچ سے معمور آپ کی نگارشات کا مطالعہ کرنے لگا، مسلمانان عالم کے متعلق آپ کی فکرمندی، دنیائے عالم کے شاہان اور مشاہیر اہل علم کے ساتھ آپ کے روابط دیکھے تو وہ عقیدت نہ صرف عود کر آئی بلکہ اور بڑھی۔

یہ عقیدت اس وقت محبت میں بدلی جب چند سال قبل آپ کی اس خطے کی دو منفرد تالیفات ''مکاتیب مشاہیر'' اور ''خطبات مشاہیر'' منصۂ شہود پر آئیں جو دونوں کم از کم پون صدی پر محیط مشاہیر اہل علم، شاہان عالم اور امت کے اصحاب مرتبت شخصیات کی ایک مکمل دستاویز ہے، جن کو اگر اس خطے کے مشاہیر کے مکتوبات اور خطبات کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ان علمی خدمات کی وجہ سے مجھے ان سے اتنی محبت ہوگئی کہ پاکستان بھر میں جن دو شخصیات سے علمی حوالے متاثر ہوں، ان میں سے ایک آپ کی شخصیت ہے۔

حضرت مولانا شہیدؒ بلاشبہ اس خطے کی وہ ہستی تھی، جسے قدرت نے بیک وقت علم، فکر، جہاد، سیاست، تصنیف وتالیف اور دعوت دین کا نہ صرف ذوق بخشا تھا بلکہ عملی طور پر ان سب میدانوں میں آپ کو اکثر معاصرین پر سبقت حاصل تھی، قیادت وسیادت کا میدان ہو، علم وفکر کی رزمگاہ ہو، کتابت وتحریر کی محفل ہو، خطابت وتدریس کی بزم ہو، یا قومی اور ملی بیداری کی رزم ہو، ہر موقع اور محاذ پر آپ نے اپنی ذمہ داری کا حق ادا کیا، آپ کی ذات بہت سی خصوصیات کا مرکب تھی، ''وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے''

یہ اور بات ہے کہ ہر میدان میں حصہ لینے کی وجہ سے آپ کی صلاحیتیں گو کہ تقسیم ہوگئیں تھیں مگر اتنی ہمہ جہت اور ہمہ پہلو اور متنوع صفات کی حامل شخصیت ہونے کے باوجود آپ نے علمی زندگی میں جو خدمات انجام دی، تصنیفات وتالیفات کا جو ذخیرہ چھوڑا اس کا اگر آپ کی زندگی کی ہمہ جہت پہلوؤں سے موازنہ کیا جائے تو یقیناً یہ علمی میدان میں اتنی بڑی خدمت ہے جو ایک پوری ٹیم بمشکل کرسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ کو یہ ذوق اپنے والد بزرگوار سے ملا تھا، خاندانی علمی ماحول

نے اس کو جلا بخشی پھر آپ کی اپنی ذاتی دلچسپی، محنت پیہم، خود اعتمادی اور ہمہ وقت استفا دے کے رسیا مزاج نے اس کو نکھارا، چنانچہ آپ مسلسل اپنے معاصرین سے استفادہ کرتے رہے، مکاتیب میں دیکھیں تو سب سے زیادہ خطوط مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اور شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی کے نام ہیں، علی میاںؒ بھی اپنی سرگزشت ''کاروان زندگی'' میں آپ کا تذکرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ عمدہ ذوق اس سے پہچانئے کہ آپ بچپن سے اپنی ڈائری لکھتے رہے، ماہنامہ ''الحق'' نے عرصہ سے اس کی قسط وار اشاعت کا اہتمام کیا ہے، ان ڈائریوں میں درج علمی نکات، تاریخی واقعات اور نادر علمی تراشے آپ کے عمدہ ذوق کی دلیل ہیں۔

مولانا شہیدؒ یقیناً اپنے والد بزرگوار مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے علوم وافادات کے امین اور ان کی اداؤں کا مرقع اور زندہ تصویر تھے۔ مکمل چھ دہائی تک قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر علوم کا درس دینے کے ساتھ ملکی سیاست اور ملکی وغیر ملکی تحریکات کا حصہ بھی رہے، پڑوسی ملک میں جاری امریکی مزاحمت کی کھل کر مخالفت اور وہاں اپنی آزادی کیلئے لڑنے والے سرفروشوں کی برملا حمایت کی، بین المسالک ہم آہنگی، بین المذاہب یکجہتی اور وطن عزیز میں آباد برادر اقوام کو قریب لانے کیلئے ہمہ وقت کوشاں رہے، لحہ بھر کے لئے نہیں بیٹھے، ہر وقت متحرک رہے، اس پیرانہ سالی میں بھی اپنے عقائد ونظریات کی ترویج کے لیے دن رات سرگرم رہے، یہاں تک کہ اسی تگ ودو میں آپ کی شہادت ہوئی، (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

مجھے نہ ان سے براہ راست استفادے کا موقع ملا، نہ اس طرز کی کوئی خاص استفادے کی ملاقات ہوئی، البتہ ایک مرتبہ آپ کی زیارت ضرور ہوئی تھی، جب آپ ہمارے علاقے میں تنظیمی پروگرام کے سلسلے میں تشریف لائے تھے، تاہم چونکہ اس وقت میری عمر بہت کم تھی، اس لیے اب مجھے نہ ان کی تقریر کی کوئی بات یاد ہے، نہ آپ کی کوئی ادا حافظے میں موجود ہے۔ البتہ آپ کی تحریرات پڑھنے، والد محترم، آپ کے تلامذہ اور آپ کے ادارے کے مستفیدین سے جو کچھ سنا ہے، اس سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ کی شخصیت کی عمارت امتیازات وکمالات کے جن عناصر پر کھڑی تھی، ان میں سے پانچ ایسی خصوصیات ہیں جو معاصر اہل علم میں یکجا بہت کم ملتی ہیں (۱) بلند نظری (۲) علم اور اہل علم کی قدر دانی (۳) نو آموزوں کی حوصلہ افزائی (۴) رجال کار کی عزت افزائی (۵) وسعت ظرفی۔ اللہ مولانا شہیدؒ کے درجات بلند فرمائے اور درندہ صفت قاتلوں کو دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا فرمائے (آمین)

چھٹا باب

قومی، ملی، سماجی، پارلیمانی اور سیاسی خدمات

- ...... فرقہ واریت کے سدّ باب میں زعیم ملک وملت مولانا شہیدؒ کا مخلصانہ کردار
- ...... زعیم ملک وملت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی مساعی کا ہمہ جہتی دائرۂ کار
- ...... پارلیمنٹ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا قائدانہ کردار
- ...... قصاص و دیت سے متعلق مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا مؤقف
- ...... جب تک انکے جسم میں جان رہی وہ عالمِ کفر کی آنکھوں میں بری طرح کھٹکتے رہے
- ...... ملی یکجہتی کونسل کی تشکیل اور تاریخی کارنامے
- ...... مجلسِ شوریٰ میں شرکت پر اکابرین کی رائے
- ...... پاکستان کی نظریاتی سرحدات کے محافظ
- ...... شریعت بل کی تدوین اور دفعات کا تعارفی مطالعہ اور جدوجہد کی طویل داستان
- ...... عورت کی حکومت کے خلاف سیاسی جدوجہد
- ...... حدود آرڈیننس کے حوالے سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا سینٹ میں یادگار خطاب
- ...... سانحۂ لال مسجد پر سینٹ میں باطل شکن تقریر
- ...... دینی مدارس کا دفاع، مغربی میڈیا سے دوٹوک مکالمہ

اگرچہ بت ہیں جماعت کے آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

....

ممکن نہیں کہ تم سے زمانہ ہو بے نیاز
تم ہو جہاں میں گوہر نایاب کی طرح

....

کوئی بھی چیز اپنی جگہ پر نہیں رہی
جاتے ہی ایک شخص کے کیا کیا بدل گیا

مولانا ابوعمار زاہد الراشدی
سرپرست الشریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی مساعی کا ہمہ جہتی دائرہ کار

- ...... قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے میں ان کا بڑا حصہ ہے
- ...... شریعت بل کی تحریک میں ان کا قائدانہ کردار رہا
- ...... جہاد افغانستان میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے کردار کو کلیدی حیثیت ہے
- ...... حق کے جری نمائندے اور اکابر کی روایات کے امین
- ...... فکری الحاد اور نظریاتی گمراہیوں کا مسلسل تعاقب

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کے بڑے بیٹے، جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث، ملکی اور عالمی سیاست کے منجھے ہوئے تجزیہ نگار، شریعت کونسل کے چیئرمین، فکری و دینی اور دعوتی حوالے سے عالمِ اسلام کی متاعِ عزیز، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے سیاسی آغازِ کار کے قریبی ساتھی، قلم کاری کے بے تاج بادشاہ، متعدد رسائل و جرائد کے نامہ نگار اور کئی قومی اخبارات کے کالم نگار، ان کا ہر تجزیہ بے لاگ، ان کا ہر تبصرہ حقیقت پر مبنی اور ان کی تجاویز قوم و ملت کے مستقبل کا کامیاب لائحہ عمل، مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے متعلق ان کی تحریر ایک عینی شاہد عدل کی صداقت بھری شہادت ہے۔ (ادارہ)

---

۱۳ نومبر منگل کو جامعہ فاروقیہ سیالکوٹ میں حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی یاد میں تعزیتی سیمینار کا اہتمام تھا جس میں مولانا شہیدؒ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے علاوہ عمومی دینی جدوجہد کی صورتحال بھی گفتگو کا موضوع بنی، اس تعزیتی سیمینار میں جمعیۃ علماء اسلام (س) سیالکوٹ کے امیر حافظ احمد مصدق قاسمی، جماعت اسلامی کے رہنما جناب عبد القدیر راہی اور اہل حدیث رہنما مفتی کفایت اللہ شاکر کے علاوہ راقم الحروف نے بھی خطاب کیا، اس موقع پر راقم الحروف نے جو گزارشات پیش کیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اکابر کی روایات کے امین

حضرت شہیدؒ اہل حق کے جری نمائندہ اور اکابر کی روایات کے امین تھے جنکی المناک شہادت سے ہر باشعور مسلمان دکھی اور غمزدہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ نئی نسل کیلئے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جدوجہد اور خدمات کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لانے کی ضرورت ہے تاکہ نوجوان علمائے کرام اور دینی کارکن ان سے رہنمائی حاصل کرسکیں، اس محفل میں چند پہلوؤں کی طرف مختصراً اشارہ کرونگا۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی زندگی کے مختلف پہلو

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی زندگی کا ایک دائرہ یہ ہے کہ وہ ایک کامیاب مدرس اور محدث تھے، ان کی ساری زندگی تدریس وتعلیم میں گزری اور ہزاروں علماء وطلبہ نے ان سے استفادہ کیا۔ ان کی جدوجہد کا ایک دائرہ صحافت اور تصنیف و تالیف کا تھا جس کا انہوں نے ماہنامہ ''الحق'' سے آغاز کیا اور دینی لٹریچر میں مختلف حوالوں سے قیمتی اضافہ کرتے چلے گئے۔ فکری الحاد اور نظریاتی گمراہیوں کا مسلسل تعاقب کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے دینی جدوجہد کی یادداشتوں، دستاویزات اور دیگر ریکارڈ کو محفوظ ومرتب کرنے کا جو کام کیا ہے صرف وہ کام ہی کئی اداروں کے کام سے زیادہ وقعت کا حامل ہے۔

نفاذ اسلام کی جدوجہد

۱۹۷۳ء کے دستور کی تشکیل و تدوین میں جن شخصیات نے دستور ساز اسمبلی میں سب سے زیادہ کام کیا ان میں حضرت مولانا عبدالحقؒ کا نام نمایاں ہے جبکہ ان کی اس علمی و دستوری جدوجہد کے پس منظر میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شبانہ روز محنت کی نمایاں جھلک دکھائی دیتی ہے۔

قادیانیت کا تعاقب

۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تو ایوان کے اندر مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا ظفر احمد انصاریؒ، پروفیسر غفور احمدؒ اور مولانا عبدالمصطفیٰ ازہریؒ جیسے بزرگوں کی محنت نمایاں تھی مگر ان کی پشت پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ، مولانا مفتی محمد تقی عثانی اور مولانا عبدالرحیم اشعرؒ جیسے اہل علم تحقیقی خدمات اور پیپرورک میں مسلسل مصروف رہے اور ان کا اس محنت میں بڑا حصہ ہے۔

شریعت بل کا معرکہ

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور مولانا قاضی عبداللطیفؒ نے سینٹ آف پاکستان میں قرآن وسنت کی دستوری بالادستی کے لیے ''شریعت بل'' پیش کیا تو ملک بھر میں اس کے لیے ہر سطح پر جدوجہد منظم ہوئی اور قاضی حسین احمدؒ، مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ، مولانا معین الدین لکھویؒ، مولانا محمد اجمل خانؒ اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے ساتھ ہزاروں علمائے کرام اور کارکنوں نے ''متحدہ شریعت محاذ'' کے پلیٹ فارم پر پورے ملک میں پرجوش تحریک کا ماحول پیدا کر دیا۔

سوویت یونین کے خاتمے میں کردار

افغانستان میں سوویت یونین کی لشکر کشی کے بعد افغان قوم کے جہاد آزادی کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور حضرت مولانا عبدالحقؒ نے مجاہدین اور نظریاتی کارکنوں کی جو کھیپ فراہم کی وہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے اور میں عرض کیا کرتا ہوں کہ اسلامی تعلیمات کے فروغ، اسلامی روایات وتہذیب کے تحفظ اور فکری واعتقادی فتنوں کے مقابلہ میں جو کردار دارالعلوم دیوبند نے پورے جنوبی ایشیا میں ادا کیا اسی کردار کو وسطی ایشیا کے دروازے پر بیٹھ کر دارالعلوم حقانیہ نے وسطی ایشیا میں پھیلا دیا اور میرے نزدیک دارالعلوم حقانیہ کو دیوبند ثانی قرار دینے کا مطلب یہی ہے جبکہ اس جہاد میں بھی مولانا سمیع الحقؒ کے کردار اور محنت کو کلیدی حیثیت حاصل ہے اور اب اسی جہاد افغانستان کو اس کے نظریاتی اہداف اور فطری ثمرات سے محروم کر دینے کے لیے امریکہ کی قیادت میں جو عالمی گٹھ جوڑ مسلسل متحرک ہے اس کے خلاف بھی مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک مضبوط آواز اور رکاوٹ کی حیثیت رکھتے تھے۔

امریکی اتحاد جو مقابلہ میدان جنگ میں نہیں جیت سکا اسے وہ مذاکرات کی میز پر اپنے حواریوں کے ذریعے جیتنا چاہتا ہے، اس چال کو مولانا سمیع الحق شہیدؒ اچھی طرح سمجھتے تھے اور اس کا مقابلہ بھی کر رہے تھے۔ ان حالات میں مولانا کی شہادت دینی حلقوں اور جہاد افغانستان کے نظریاتی اہداف سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے بطور خاص بہت بڑا صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو جوارِ رحمت میں جگہ دیں اور ان کے ورثاء ومتوسلین کو ان کا مشن جاری رکھنے کی توفیق سے نوازیں۔ (آمین یا رب العالمین)

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ

نفاذِ شریعت کی جدوجہد اور سیاسی و پارلیمانی کردار

سیاست دین اسلام کا ایک مشکل اور حساس شعبہ ہے اس کے خارزاروں میں دامن بچا کے چلنا اور قدم سنبھال کے بڑھنا بڑا جان جوکھوں کا کام ہے اس لیے کہ اسلامی سیاست میں فراست ضروری ہے لیکن عیاری نہیں، تدبر کی اجازت ہے شاطری کی نہیں، تحمل و بردباری سے کام لیا جاسکتا ہے لیکن مداہنت سے نہیں اور ایک مشکل ترین مرحلہ اس وقت سامنے آتا ہے جب مال و دولت اور وسائل کے دریا سامنے سے گزرتے ہیں لیکن بلاضرورت ان سے ہاتھ تر کرنے کی بھی شرعاً اجازت نہیں ہوتی یہاں آ کر بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اگر کوئی وسائل پر قبضے کی نیت سے سیاست کی دوڑ میں شامل ہونا چاہتا ہے یا اس کے دامنِ دل میں شہرت کی آرزوئیں مچل رہی ہیں اور تصور کی دنیا میں قومی دولت سمیٹنے کے خواب انگڑائیاں لے رہے ہیں تو سمجھ لیجئے! یہ اسلامی سیاست نہیں بلکہ اقبال کی زبان میں چنگیزی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے کہا تھا......

ع   جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

میں گناہ گار جب مولانا سمیع الحقؒ کو سیاستدان کہتا یا لکھتا ہوں تو میری مراد اسلامی سیاست ہوتی ہے مجھے غیر اسلامی سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ چاہتے تو اقتدار کے ایوان ان کے منتظر تھے، جناب ضیاء الحق صاحبؒ کی خواہش تھی کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ یا ان کے لائق فائق بیٹے مولانا سمیع الحق شہیدؒ آئیں اور وزارت سنبھالیں۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ چاہتے تو حکومت میں سب سے اونچی کرسی پر بیٹھ سکتے تھے لیکن وہ وزارت نہیں نفاذِ شریعت کے خواہاں تھے، وہ آمادہ ہوجاتے تو وزارت دو قدم پر تھی مگر وہ وزارت کے لیے نہیں خلافت راشدہ کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے لیے مضطرب رہے۔ وہ دنیاوی سیاستدان کے انداز میں سوچتے تو ضیاء الحق صاحبؒ اور نواز شریف کی حکومتوں میں سب سے اونچی کرسی ان کیلئے ہمیشہ خالی رہتی مگر وہ حکومتی عہدوں کو اپنے لیے مسند اعزاز نہیں توہین سمجھتے رہے، وہ تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے انہیں مسند حدیث

اور تدریس حدیث سے ہی لگاؤ تھا، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی سیاست کا محور ومرکز اللہ کی رضا کو بنایا انہوں نے جو طرز سیاست اپنائی کرسیوں کے طلب گار آج تک انگشت بدنداں ہیں کہ یہ نئی اور انوکھی طرز ہے ورنہ آج تک تو اکثر سیاستدان حکمرانوں کے قدموں میں بیٹھنے کی آرزو میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے بےقرار نظر آتے ہیں اور حکمرانوں کی آغوش سب کے لیے آغوش پدر سے بڑھ کر ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے اندازِ سیاست نے دنیا کو باور کرا دیا کہ جس شخص کو درسگاہ نبوت اور قرآن وحدیث سے نسبت ہو وہ اقتدار کی رنگینیوں کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہے، انہوں نے دنیا کو بتا دیا......

ان کے در کی بھیک چھوڑیں سروری کے واسطے
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

سیاست کا مقبول چلن

ایک اور بات یہ بھی ہے کہ دنیا کے ہر خطے میں سیاست کا مقبول چلن آج تک یہی ہے کہ ارد گرد یہ تأثر عام کر دیا جائے اور خوش امیدی کا ایک ہالہ بنا دیا جائے کہ اقتدار چند دنوں میں ہمارے پاس آیا چاہتا ہے اور قوت واقتدار کے مراکز میں طے پا گیا ہے کہ ہمارے لیے حکومت کا راستہ ہموار کر دیا جائے اس امید اور بھروسے پر عمائدین اور کارکنان اپنی سرگرمیاں تیز کر دیتے ہیں مگر مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی سیاست کے آئینے میں رخِ حکومت دکھا کر لوگوں کو اپنا شیفتہ وفریفتہ نہیں بنایا بلکہ قوم کو شہادت یا نفاذ شریعت کا سلوگن دے کر اپنا متوالہ ودیوانہ بنا دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سرزمین افغانستان پر شہادتوں کی لہلہاتی فصل تیار ہو گئی اور شہادت کی آرزو میں جامعہ حقانیہ کے فضلاء اس آن بان، اس سج دھج اور ذوق وشوق سے میدان کارزار کی طرف بڑھے کہ اپنے تو اپنے غیروں کو بھی یقین آ گیا......

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

اسلامی انقلاب کا نعرۂ مستانہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی طرزِ سیاست کو ایک اور اعزاز اور امتیاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے اپنی سیاسی قوت کو اقتدار کی سودے بازی کا ذریعہ نہیں بنایا اور اپنی سیاست کو اقتدار کے گرداب میں نہیں پھنسایا بلکہ اسلامی انقلاب کا نعرۂ مستانہ بلند کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے سیاست کا

سبق کسی مادہ پرست، سیاست دان کی کتاب سے نہیں بلکہ یہ درس بارگاہِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا کیونکہ آج سے چودہ سو سال پہلے بھی طاغوت کے نمائندوں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو زرو جواہر کی پیش کش کی تھی لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دو تب بھی تمہاری بات نہیں مانوں گا اور دنیا کو کفر کے اندھیروں سے پاک کرنے کے لیے وہ سب کچھ کر گزروں گا جس کا حکم میرے ربّ نے مجھے دیا ہے۔

کفر کی نمائندہ طاقتیں آج بھی دنیا و دولت کی پیش کش ہر وقت اپنی جیب میں رکھتی ہیں لیکن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ان کے دست برد سے محفوظ ہیں۔ اقتدار میں شرکت فرد کی خواہش ہوتی ہے اور انقلاب عوام کی آرزو۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے فرد کی خواہش پر عوام کی آرزو کو مقدم رکھا یہی وجہ ہے کہ جب ضیاء الحق صاحبؒ کے دور میں نفاذِ شریعت کی تحریک مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی نگرانی میں چلی تو بڑے بڑے دنیا پرست سیاستدان انہیں للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے رہے اور اپنا اپنا دام بچھا کر بیٹھے رہے کہ شاید یہ شہبازِ سیاست کسی دانے کی بدولت پھنس جائے لیکن تھوڑے ہی عرصے میں سب کو معلوم ہو گیا۔ ع کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

تحریک نظامِ مصطفیٰ میں گرفتاری

حضرت مولانا مفتی محمودؒ کو مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے گہری محبت تھی جب بھی ملتے تو حضرت مفتی صاحب کی طبیعت کھل جاتی اور علمی و ادبی لطائف وظرائف کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا، ایک مستقل ظریفانہ پارٹی کے منشور پر بحث ہوتی عہدہ داروں اور سرگرم کارکنوں کی نامزدگیاں ہوتیں، عہدے گھٹائے اور بڑھائے جاتے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ جب دیکھتے کہ حضرت مفتی صاحبؒ ملک وملت کے گھمبیر مسائل میں گھرے ہوئے ہیں، طبیعت چور چور ہے تو اشارتاً کہتے کہ حضرت! نکلئے ان ہنگاموں سے چلیں کہیں کچھ دیر آپ کو تفریح کرائیں، مفتی صاحبؒ بخوشی آمادہ ہوجاتے، گھنٹوں بے تکلفانہ اور ظریفانہ گفتگو رہتی، مفتی صاحبؒ ہشاش بشاش ہوجاتے، فرماتے مجھے تو ان ہنگاموں نے مار ڈالا ہے جب تحریک نظامِ مصطفیٰ چلی تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی گرفتار ہوئے اس وقت مفتی صاحبؒ ہری پور جیل میں تھے مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے اس وقت کی انتظامیہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ نصر اللہ خٹک کے الیکشن میں شکست کھا جانے کی وجہ سے سخت ناراض تھی مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو گرفتار کر کے سیدھا ہری پور جیل لے جایا گیا مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ہری پور جیل جانے کی خود خواہش ظاہر کی

تھی تا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی صحبت میسر ہو، جب مولانا سمیع الحق شہیدؒ جیل پہنچے تو حضرت مفتی صاحب نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا میں تو اللہ سے یہی دعا مانگ رہا تھا کہ یا اللہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ہری پور جیل لے آ، ہری پور جیل میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا شہید رحمہ اللہ کے مشاغل اور بے تکلفانہ محفلیں اس کے بیان کے لیے ایک دفتر درکار ہے ۔ جیل میں حضرت مفتی صاحبؒ نے بعد از عصر حدیث کا درس شروع کیا حاکم وقت کو یہ ناگوار گذرا، درس بند کر دیا گیا حضرت مفتی صاحبؒ نے یہ ذمہ داری مولانا سمیع الحقؒ کو سونپ دی تو یہ درس مولانا سمیع الحق شہیدؒ دیتے رہے جب مفتی صاحبؒ کو سہالہ ریسٹ ہاؤس منتقل کیا گیا تو تقریر اور خطبہ جمعہ کی ذمہ داری بھی جیل کے مختلف مکاتب فکر کے سیاسی و علمی زعماء اور ہزاروں رضا کاروں نے مولانا شہیدؒ کے سپرد کر دی جسے آپ نے باحسن طریقہ نبھایا (الحق نومبر ۱۹۸۰، ص:۲۲)

بہار ہو کہ خزاں، لا الٰہ اِلاَّ اللہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنی اسیری کے دوران ''الحق'' کے ناظمِ دفتر شفیق الدین فاروقیؒ کو خط لکھتے ہیں : جناب ناظم صاحب! سلام مسنون! جمعہ کی تیاری ہے، نماز مفتی صاحبؒ ہمارے گراؤنڈ میں پڑھائیں گے، میرے دفتر (الحق) میں جہاں میں بیٹھتا ہوں میری پشت پر الماری کے دروازوں میں یا الماری کے شیشہ پر یا اس کے آس پاس بہت سی فائلیں ہوں گی، ان میں کئی فائلوں میں والد صاحبؒ کی غیر مطبوعہ تقاریر و خطبات یا اس کے قریب قریب عنوان سے کچھ فائلیں ہوں گی، یہ فائلیں اگر مل جائیں تو مضبوط بندھوا کر کل ہی کسی کے ہاتھ لازماً میرے پاس بھیج دیں، تا کہ میں ''دعواتِ حق'' جلد دوم کی تبییض کا کام شروع کروں۔ یہاں وقت فارغ ہوتا ہے، آپ خود یہ فائلیں تلاش کر کے بھجوا دیں (مکاتیب مشاہیر:۱۰۲۵/۳)

مولانا سمیع الحق نے ۱۹۷۳ء کے آئین اور عبوری آئین کی تدوین میں اپنے والد ماجد (مولانا عبدالحقؒ) کی سر پرستی میں بھر پور حصہ لیا جس کی تفصیل ''قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ'' کے نام سے مرتب کی ۔۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھر پور حصہ لیا۔قومی اسمبلی میں مسلمانوں کی طرف سے پیش کیے جانے والے بیان ''ملت اسلامیہ کا مؤقف'' کا کافی حصہ آپ نے مرتب کیا، ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ میں قائدانہ کردار ادا کیا ،۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۵ء فیڈرل کونسل کے ممبر رہے اور اسلامی قانون سازی کی جنگ زور و شور سے لڑی ۔

مولانا سید معروف شاہ شیرازی
مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''ظلال القرآن'' اسلام آباد

مولانا سمیع الحق شہیدؒ: سیاسی و پارلیمانی جدوجہد

مولانا سید محمد معروف شاہ شیرازی صاحب ہزارہ کے معروف عالم دین ودانشور ہیں، عرصہ دراز سے جماعت اسلامی سے وابستہ ہیں، علمی اور دینی میدان میں ان کی خدمات کا وسیع سلسلہ ہے، قلم وقرطاس سے گہرا تعلق ہے، سید قطب مرحوم کی تفسیر ''فی ظلال القرآن'' کا اردو ترجمہ آپ کا قابل فخر کارنامہ ہے۔ ظلال القرآن فاؤنڈیشن کے سرپرست، ماہنامہ ''ظلال القرآن'' اسلام آباد کے مدیر اعلیٰ ہونے کے ساتھ آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ دینی تحریکات میں ساتھ رہے۔ (ادارہ)

لیاقت علی خان مرحوم کی شہادت سے لے کر بے نظیر مرحومہ کے قتل تک تمام سیاسی قتل راز ہی رہے ہیں، یہ معلوم کرنا ہماری ایجنسیوں کا کام ہے کہ وہ معلوم کریں کہ یہ قتل کیوں ہوا؟ ہماری ایجنسیوں کے لئے قابل فخر بات مشہور ہے کہ وہ گرتے پانی سے بھی سوئی نکال لیتی ہیں لیکن مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا قتل اس وقت ہوا جب پاکستان مکمل طور پر جام تھا اور تمام امن وامان قائم کرنے والے ادارے شل تھے، شاید پاکستان کے بین الاقوامی دشمنوں نے یہ سمجھا ہوگا کہ اگر ایسے موقع پر دو چار اہم شخصیات کو قتل کر دیا جائے تو پاکستان کا حشر سوویت یونین کی طرح ہو جائے گا، وہ (پاکستان) ایٹمی طاقت ہے مگر پیسہ ایک بھی نہیں۔ (واللہ اعلم)

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے شہادت کے سفر کے آخری دن سے پہلے عمران خان کو بھی متوجہ کیا تھا کہ ممتاز قادریؒ کی سزائے موت نواز شریف کیلئے تباہ کن ثابت ہوئی، تم آسیہ کو رہا نہ کرنا لیکن وہ متأمل تھا مقتدر حلقوں نے بھی عمران کو متوجہ کیا تھا کہ یہ فیصلہ نہ کرو، پھر مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے پارلیمنٹ کے سامنے تقریر کے لئے پہنچنے سے پہلے راستے ہی میں جو تقریر کی وہ وائرل ہو چکی تھی، وہ تقریر ان کی آخری انتباہ تھی، یہ انتہائی مؤمنانہ تقریر تھی، مناسب ہے کہ ہر شخص اس تقریر کو دیکھے اور سنے اور یہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی آخری تقریر تھی۔ یہ انہوں نے پارلیمنٹ کے سامنے ختم نبوتؐ کے مظاہرے سے ایک دن پہلے کی تھی، وہ پارلیمنٹ نہ پہنچ سکے اور گھر آ گئے، دہشت گرد ان کے پیچھے لگے

ہوئے تھے اورانہوں نے ان کو شہید کر دیا، تحریک لبیک اور دوسری اسلامی تحریکات نے ملک کو جام کر دیا تھا، مقتدر حلقوں کے نمائندے ، چیف جسٹس ، آرمی چیف معذرت خواہانہ انداز میں چلے گئے تھے اور تحریک لبیک والے ڈٹے ہوئے تھے، تمام دینی جماعتیں میدان میں تھیں کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تقریر اور شہادت نے حالات کا نقشہ بدل دیا، تحریک لبیک نے سمجھ لیا کہ کسی اور کی شہادت بھی ہوسکتی ہے اس لئے انہوں نے بڑی سمجھداری سے دھرنا ختم کرنے کا معاہدہ کرلیا، اس تحریک نے آسیہ کی روانگی روک لی، حالانکہ سارا یورپ آسیہ کے استقبال کی تیاریاں کر رہا تھا، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اور مولانا رضوی کی جرأت نے پاکستان کو بڑے بحران سے نکال دیا، اللہ تعالیٰ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور اسلامی تحریکات کو اتحاد دے اور پرامن متفق علیہ منہاج اختیار کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ ایک فاضل اور معتدل عالم دین تھے اور وہ ہمیشہ مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے جامعہ کی خدمت کرتے رہے، وہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم تھے اور شاید کسی کتاب میں مولانا فضل الرحمٰن کے استاد بھی ہوں، آپ جمعیت علماء اسلام میں حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ بزرگی کی وراثت حاصل کر گئے، مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کا دائرہ یہ عظیم جامعہ تھا تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ اس کی خدمت میں لگے رہے۔ راقم حضرت مفتی محمودؒ کے ساتھ ہری پور جیل میں پانچ ماہ تک قید رہا، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو جیل کے افسران نے ایک سالم بیرک دی ہوئی تھی، اس بیرک کے دو کمرے مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے پاس تھے اور ایک کمرہ میرے پاس تھا، جیل میں حضرت مفتی صاحب طلبہ کو پڑھاتے تھے، مولانا نثار احمد صاحب امیر جماعت ہزارہ درس دیتے تھے، راقم تفسیر فی ظلال القرآن کا ترجمہ کرتا تھا اور مولانا سمیع الحق ڈائری لکھتے تھے، مولانا فضل الرحمٰن صاحب اکوڑہ خٹک میں دوسرے طلباء کے ساتھ اونچے درجے کی کتابیں پڑھتے تھے، جیل میں کچھ پارٹیاں پینے پلانے میں اور کچھ گانے بجانے میں لگی ہوئی تھیں، قاضی حسین احمد مرحوم نے کالج کے طلبہ کی تدریس کا انتظام کیا تھا، غرضیکہ جیل نہ تھی بلکہ ایک علمی اور ثقافتی میلہ تھا اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ پورے پی این اے کے صدر تھے، اگر ضیاء الحق صاحب مارشل لاء نہ لگاتے تو حضرت مفتی صاحب وزیراعظم ہوتے، میرا کمرہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ سے جڑا ہوا تھا اس لئے خوب گپ شپ رہتی تھی، جبکہ پوری جیل کے صدر شوکت علی خان مرحوم تھے، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ جب تک تھے خوب میٹنگز رہتی تھیں۔

ماہنامہ ''ظلال القرآن'' کے تبادلہ میں مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا رسالہ ماہنامہ ''الحق'' اول روز سے آتا تھا اور ''الحق'' سے ان کی علمی حیثیت کا اندازہ ہر مہینے ہوتا تھا لیکن مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے حقانیہ چلا کر پورے افغانستان کی علمی ضروریات پوری کیں، افغانستان کیلئے جامعہ حقانیہ دراصل ''الازہر یونیورسٹی'' تھی ، میں نے کسی سے معلوم کیا کہ اس سال دورۂ حدیث میں کتنے طلباء ہیں؟ تو عارف شیرازی نے بتایا ایک ہزار طلبہ ہیں، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی عزت و وقار اس جامعہ کی وجہ سے تھا، امریکہ پاکستان پر دباؤ ڈال کر افغان طالبان کے ساتھ صلح کرانا چاہتا تھا اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے پاؤں پکڑتا تھا کہ مصالحت کرواؤ مگر انہوں نے ہمیشہ انکار کیا کہ تم صلح نہیں چاہتے افغانوں کو غلام رکھنا چاہتے ہو اور امریکہ کی بلا شرط خروج کے سوا کوئی حل نہیں، ان کا یہ موقف آخر تک رہا اور ہر سال ایک ہزار سے زائد جید علمائے کرام کا تحفہ تمام تحریکات کو دیتے رہے۔

مولانا عبدالحق مرحوم کے کام اور مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت اور مولانا رضوی کی آنکھیں کھلنے کے بعد اب پاکستان کی اسلامی قیادت کا یہ فرض ہے کہ وہ مسئلہ ختم نبوت کو زندہ رکھیں اور ان حادثات کو ایک بڑا اسلامی اتحاد بنانے کا ذریعہ بنائیں، جس طرح الجزائر میں عباسی مدنی نے ''فس'' بنایا تھا اور جیت گیا تھا اور پھر جب ''فس'' دس ٹکڑوں میں تقسیم ہوا تو سب پارٹیاں ہار گئیں لیکن جس طرح کہ پی این اے کے وقت مختلف الخیال پارٹیاں حضرت مفتی محمودؒ کی قیادت پر جمع ہوئی تھیں کیا پاکستان کی تیس چالیس اسلامی پارٹیاں جو سب یقیناً اسلام کیلئے کام کر رہی ہیں وہ کسی ایک شخص کی قیادت میں جمع ہو سکتی ہیں؟ مثلاً رضوی صاحب کی قیادت میں ہی جمع ہوں اگر وہ تشدد سے باز آئیں یا رضوی صاحب اپنے دماغ سے سولو فلائٹ نکال دیں اور تعاون طلب کریں اگر مقتدر قوتوں نے، ججوں نے اور پی ٹی آئی نے مذاکرات سے اور اپنی مہارت اور عیاری سے اتنا بڑا بحران ٹال دیا تو کیا اسلامی جماعتوں کی قیادت میں یہ اہلیت نہیں ہے کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور پرامن راہ اختیار کر کے اقتدار لیں جبکہ رضوی صاحب الیکشن ہی کے ذریعے جتنا چاہتے ہیں اور اپنی تقریروں میں کہتے بھی ہیں کہ تشدد نہ کرو مگر ساتھ ساتھ وہ عوامی انقلاب کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور اس میں تشدد ہو جاتا ہے۔

تحریک لبیک نے معاہدہ سے پہلے ختم نبوتؐ کے مسئلہ پر قوم کا اجتماع دیکھ کر اپنی ٹون قدرے بدل دی ہے اور مقتدر قوتوں کے ساتھ دو معاہدے کر کے انہوں نے دیکھ لیا کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ کیا پورا یورپ اس قدر احمق تھا کہ وہ آسیہ کا استقبال کر رہا تھا اور اس کا اعلان بھی کر رہا تھا؟ درحقیقت انہوں نے اپنا معاملہ پکا کر لیا تھا، اسامہ بن لادنؒ کی شہادت کے بعد ان کا بہت بڑا

کارنامہ وقوع پذیر ہو رہا تھا، اس لئے انہوں نے خوشی کی شادیانے بجانے شروع کردیئے تھے، جناب رضوی صاحب اور تمام دوسرے علماء کو غور کرنا چاہئے کہ یہ معاملہ عمران حکومت کی رضا، سپریم کورٹ کی رضا کے بغیر نہ ہوسکتا تھا۔ یورپ بیتاب ہے کہ پاکستان کے اسلامی لوگوں کو مصری تحریک کی طرح کرش کردے، ایسے حالات میں اسلامی قائدین کو بیٹھ کر اپنے لئے پرامن منہاج بنانا چاہئے، خصوصاً مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے صاحبزادگان اوران کے ادارے کے ذمہ داران کو کیونکہ کوئی ادارہ تشدد اور حکومت سے مقابلہ کے بعد نہیں پنپ سکتا لہٰذا اکوڑہ خٹک اور اسلامی مدارس کی تنظیمات کو پرامن راہ متعین کرنی چاہئے، میں تمام اسلام پسند جماعتوں کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں اور ایک بہت ہی اہم عالمی صورت حالات کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ پوری دنیا میں کمیونزم اور سوشلزم فیل ہوگئے ہیں، ہر قسم کا بایاں بازو اور لبرل ازم فیل ہوگئے ہیں، پوری دنیا میں دائیں بازو کی قوم پرست لیڈرشپ اوپر آرہی ہے، یورپ امریکہ، جنوبی امریکہ فار ایسٹ اور شمالی ایشیا میں قوم پرست اقتدار میں آرہے ہیں، مسلمان قوم پرست نہیں اور اسلام پرست ہیں، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ان کیلئے احیائے اسلام کا یہ بہترین موقع ہیں، تیونس کے ریڑھی بان کی خودسوزی سے عرب میں بہار آئی جسے اسلام دشمن نے دبا لیا، کیا مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت اسلامی انقلاب کا نقطہ آغاز نہیں ہوسکتی؟ کیا تمام اسلامی قیادت ڈونکی راجہ کا مصداق ہوگئی ہے اور وہ نہیں دیکھ رہی ہے کہ اس کے پاس کتنی عظیم قوت ہے یعنی اسلام کی قوت جس نے پاکستان جیسے عظیم ملک کو جام کرکے رکھ دیا، قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ آنکھوں والو! عبرت، نصیحت اور دانش اختیار کرو، اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ؟ کیا کوئی دید والا نہیں، مولانا مودودی کی وفات پر ایک پرانے مرید نے کہا تھا کہ چرواہا چلا گیا بھیڑوں کو راستہ معلوم ہوگا کہ نہیں، پس اسلامی جماعتوں نے راستہ ڈھونڈنا ہے اور دیدہ بینا والی قیادت ڈھونڈنی ہے، پس راہ وہی ہے جو حقانیہ کے بانی مولانا عبدالحق رحمہ اللہ مرحوم نے اختیار کی تھی کہ وہ الیکشن میں کھڑے ہوتے اور کسی سے ووٹ نہ مانگتے اور مخالفین کہتے کہ ہمارے خلاف (نعوذ باللہ) پیغمبر کھڑا ہے اور دوسرا راستہ وہ ہے کہ جو مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اختیار کیا تھا کہ پہلے ریاست قائم کرو اور پھر پرامن طریقے سے الیکشن میں حصہ لو مگر ہم لوگ یا تشدد کا سہارا لیتے ہیں یا ان لوگوں کا سہارا لیتے ہیں جو سرے سے ووٹ کے دشمن ہیں یا زبردستی ووٹ لیتے ہیں یا کروڑوں روپے دے کر ووٹ لیتے ہیں اور حضرت رضوی اگر اپنے منہاج سے تشدد کو نکال دیں اور تمام اسلامی عناصر کو اکھٹا کردیں تو چشم زدن میں اسلامی انقلاب برپا ہوگا لیکن ان کی تحریک خود تقسیم ہے، کیا مہدی کا انتظار کریں؟ کیا اب نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انتظار کریں؟

مولانا راشد الحق سمیع حقانی

دینی مدارس کے خلاف حکمرانوں کے خطرناک عزائم

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا انتباہ اور اہل اسلام کی ذمہ داریاں

دارالعلوم حقانیہ میں بتاریخ ۳۰ اپریل ۲۰۰۰ء تحفظ دینی مدارس کانفرنس کا اہتمام اور تاریخی اعلامیہ

فروغ علم اور تعلیم وخواندگی کی شرح میں اضافے کیلئے دینی مدارس کا کردار بہت اہم ہے مگر المیہ یہ ہے کہ بند آنکھیں اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتیں اور تعصب زدہ لوگ مدارس کو منفی نظر سے دیکھتے ہیں جبکہ مدارس ہی کی وجہ سے آج نگر نگر، قریہ قریہ علم کی روشنی پھیل رہی ہے، آخری قطار میں کھڑا آدمی بھی اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے، غریب سے غریب آدمی علم کی دولت سے مال مال ہو رہا ہے، برصغیر میں مدارس کی ایک زریں تاریخ ہے، ان مدارس سے بڑے بڑے علماء، فضلاء پیدا ہوئے ہیں، فروغ علم کے ساتھ ساتھ امور سلطنت میں بھی ان کی حصہ داری رہی، انہوں نے ملک اور معاشرے کو بہت کچھ دیا، مدارس کے فضلاء نے ملک کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرایا، تختہ دار پر چڑھ گئے مگر انگریزوں کے جبر کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کیا، یہ علماء ہی کی قربانیوں کا ثمرہ ہے کہ ہمارے ملک کو آزادی کی اتنی بڑی نعمت ملی ہے، فضلائے دینی مدارس کی ایک روشن تاریخ ہے انہوں نے کالا پانی کی سزا پائی، پھانسی پر لٹکے، ان کے دلوں میں ایک ہی جذبہ تھا کہ ملک آزاد ہو، علمائے دیوبند نے آزادی کی جنگ میں قائدانہ کردار ادا کیا، فضلائے حقانیہ نے دو سپر پاور کے تکبر وغرور کو خاک میں ملا دیا، روس ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور امریکہ کو عالمی سطح پر فوجی و سیاسی میدانوں میں ذلت آمیز شکست ہوئی مگر آج المیہ یہ ہے کہ آزادی کی جنگ لڑنے والوں کو ''دہشت گرد'' کہا جاتا ہے اور دینی مدارس کو ''دہشت گردی کے اڈے'' کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مدارس کا دہشت گردی سے کوئی بھی تعلق نہیں، مغربی طاقتیں اور عالم کفر دینی مدارس کی سرکوبی اور انہیں ڈائنامیٹ کردینے کے مشن پر بڑی تیزی سے گامزن ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ باطل طاقتوں کے مذموم عزائم سے پوری طرح باخبر تھے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ مدارس کھلی کتاب کی طرح ہیں، کوئی جاکر وہاں کی سرگرمیوں کا جائزہ لے سکتا ہے اور یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہاں کی تعلیم ہمارے ملک اور معاشرے کے لئے مفید ہے یا مضر؟ مولانا

سمیع الحق شہیدؒ فرماتے تھے کہ عالمی سطح پر مدارس کے خلاف جو منفی مہم چلائی جارہی ہے اس کے خلاف مؤثر اور طاقتور آواز بلند ہونی چاہیے کیونکہ یہ صرف مدارس کی شبیہ کو مسخ کرنے کی سازش نہیں ہے بلکہ حقیقت سے چشم پوشی کرتے ہوئے ملک اور معاشرے کے ایک بڑے حصے کو ناخواندہ رکھنے کی سازش ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ موجودہ حالات میں حسب ضرورت مدارس کا اندازِ فکر بھی بدلا ہے، یہ ایک اچھی بات ہے، ظاہر ہے کہ زمانے کے تقاضے بدلتے ہیں تو پھر تبدیلی ایک فطری عمل ہوتا ہے، اب مدارس پر دقیانوسیت یا فرسودگی کا الزام لگانا صحیح نہیں کیونکہ مدارس نے زمانہ حال کی ضرورتوں اور جدید تقاضوں کے پیش نظر اپنے طرزِ عمل میں خاصی تبدیلی کرلی ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے حالات کے تقاضوں کے عین مطابق جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ''تحفظ دینی مدارس کانفرنس'' منعقد کی اور اس میں ایک تاریخی اعلامیہ جاری کیا، جس میں مدارس کے حوالہ سے غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا تاکہ مدارس کا ایک صحیح تصور اور حقیقی تصویر بھی سامنے آسکے، ذیل میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا پیش کردہ تاریخی اعلامیہ نذر قارئین ہے، جس سے بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ملک وملت و معاشرے کی تعمیر و ترقی میں مدارس کا بہت اہم کردار رہا ہے، اگر کوئی اس سے انکار کرتا ہے تو وہ بہت بڑی بے انصافی ہوگی۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے مدارس کو سیاق و سباق سے دیکھنے کی ضرورت پر توجہ دلاتی ہے، امید ہے قارئین اور ارباب فکر ونظر اور ارباب اقتدار اسے قدر ومحبت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ (ادارہ)

یہ ملک وملت کی بدقسمتی سمجھئے کہ اسے ابتدائے آفرینش ہی سے ایسے حکمرانوں سے پالا پڑ رہا ہے جو ملک کی اسلامی اور نظریاتی اساس کو ادھیڑنے میں لگے ہوئے ہیں، ابھی بے نظیر اور نواز شریف حکومتوں کی دین و وطن کے خلاف جاری جنگ خدا خدا کر کے ختم ہوئی تھی کہ ایک بار پھر فوجی حکمرانوں نے اپنے آقا ''امریکہ'' کی ایماء پر انہیں راستوں کو اختیار کرنا شروع کردیا جن پر ان کے پیشوا چلتے رہے۔

کمال اتاترک کو آئیڈیل قرار دینے والوں نے اتاترک کی طرح مدارس اسلامیہ اور اسلامی دفعات کے خلاف اعلانیہ طبل جنگ بجا دیا ہے۔ چیف آف آرمی سٹاف (ڈکٹیٹر جنرل مشرف) سمیت حکومتی ارکان وزراء بلکہ سارے حواریانِ حکومت، این جی اوز کے ادارے، دینی مدارس کے بارے میں طرح طرح کی بولیاں بول رہے ہیں، دینی درس گاہوں اور اسلامی علوم سے وابستہ طلبا کو ایسے انداز میں دھمکاتے پھر رہے ہیں جس طرح کہ باڑہ مارکیٹوں کے تاجروں، سمگلروں اور دیگر وطن دشمن عناصر کو للکارا جارہا ہو، فوجی ڈنڈا بردار حکمران سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنے کی کوشش کررہے ہیں۔

علوم دینیہ کے حاملین، اصحاب صفہ کے امین اور وارثانِ علوم نبویہؐ کے خلاف وہی زبان استعمال کی جارہی ہے جو مجرموں، کرپشن میں مبتلا سیاستدانوں وغیرہ کے لائق وسزا وار ہے۔ معلوم نہیں کہ حکومت کے تھنک ٹینکس، سیکورٹی کونسل اور دیگر مشیروں کی فوج ظفر موج ملک اور حکمرانوں کو کس سمت میں دھکیل دے رہے ہیں؟ جہاں پہلے ہی سے ملک وملت طرح طرح کے مسائل بلکہ عذابوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جہاں کے سیاسی نظام کی سانسیں قریب الموت مریض کی طرح برائے نام چل رہی ہیں، بجائے اس کے فوجی حکومت اس کی مسیحائی کرتی الٹا اس کے مرض میں اضافے کی تجویزیں زیر غور ہیں۔ جہاں مہنگائی کے عفریت نے غریب کے منہ سے روٹی کا نوالہ بھی چھین لیا ہے۔ جہاں نفرتوں، رنجشوں اور سازشوں کے جال نے زندگی کے ہر شعبے کو بری طرح دبوچ لیا ہے اور جہاں عصری تعلیمی نظام طبقاتی سسٹم کی بھینٹ چڑھا دیا گیا ہو پھر نقل اور سفارش کے رجحان نے ڈگریوں کی اہمیت کوڑیوں کے دام کردی ہو۔ جہاں عصری علوم وفنون، فکر ونظر، علم وآ گہی اور حکمت و دانش کے گہوارے (سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز) غنڈہ گردی، سیاست بازی، ہڑتالوں اور اساتذہ کی توہین وتذلیل کے مراکز بن چکے ہوں۔ ملک وملت کے ان ناگفتہ بہ اور افسوسناک حالات میں نہ جانے کیوں حکومت کے دل میں یہ بات آئی (یا ڈالی گئی) کہ ان پرامن دینی تعلیمی درس گاہوں کو بھی چھیڑا جائے۔ (کیونکہ ان تعلیمی اداروں نے بھی حکمرانوں کے زعم میں حکومت پاکستان کا سب کچھ ہڑپ کرلیا ہے اور بیرون ملک مضبوط اثاثے منتقل کردیئے ہیں۔) کبھی حساب وکتاب چیک کرنے کے بہانے تو کبھی غیر ملکی طلبا خصوصاً وسط ایشیا سے آئے ہوئے طلبا کی تعداد اور ان کی آمد کا مقصد دریافت کرنے کے بہانے اور کبھی نصاب کی ''اصلاح'' کے خوشنما دعوؤں کی صورت میں یہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ حساب کتاب اور احتساب ہر ایک کا ہونا چاہیے۔ دینی مدارس کا دامن الحمدللہ پاک وصاف ہے۔ ہم نے پہلے بھی ہزار بار اپنے اکاؤنٹس متعلقہ اداروں کے سامنے پیش کئے ہیں اور آئندہ بھی صد ہزار بار حساب وکتاب پیش کرنے کیلئے تیار ہیں لیکن اس کے لئے بھی ایک باعزت اور باوقار طریق کار ہونا چاہیے۔

اس طوائف الملوکی میں دینی مدارس ہی اپنے دم خم سے انسانیت اور آدم سازی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ جہاں آج بھی استاد اور شاگرد میں قرون اولیٰ والی انس ومحبت اور شفقت و

ادب کا لازوال رشتہ موجود ہے۔ یہاں کے در و دیوار خدا کے کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیمات سے گونج رہے ہیں۔ جہاں کے پاکیزہ علمی، دینی اور ادبی ماحول میں عصر حاضر کے فتنوں اور مغربی سیاست کی ضرر رسانیوں کا دور دور تک نام و نشان نہیں پایا جاتا۔

اب تک تو ارباب مدارس اور دینی قیادت حکومت کے ان منفی اقدامات کا باریک بینی سے جائزہ لے رہے تھے لیکن اب حکومت کا علی اعلان مزاحمتی تحریک اور منفی سرگرمیوں کے شروع کرنے کے بعد دینی جماعتوں اور ارباب مدارس نے بھی الحمدللہ مکمل صف بندی کر لی ہے۔اس سلسلے میں بروقت، مؤثر اور ٹھوس کاروائی ۳۰/اپریل ۲۰۰۰ء کو دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم، جمعیت علمائے اسلام (س) کے امیر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی طرف سے بلائے گئے اہم اجلاس میں کی گئی۔ یہ اہم نمائندہ اجلاس اتنا مؤثر ثابت ہوا اور اس کے اعلامیہ اور قرار دادوں نے فوجی حکومت کے ایوان اقتدار کے در و دیوار ہلا کر رکھ دیئے، مغربی آلہ کاروں کی ساری کاوشوں پر یک لخت اوس پڑ گئی۔ اجلاس میں ملک بھر کے جید علما مہتممین اور وفاق المدارس کے اہم مرکزی رہنماؤں نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور حکومت پر واضح کیا گیا کہ دینی مدارس کے خلاف کسی قسم کی مزاحمت قابل برداشت نہیں اور نہ ہی ہم آپ کی ایماء پر اپنے تعلیمی نصاب اور نظام میں کوئی تبدیلی قبول کریں گے، اجلاس میں ایک ہزار کے لگ بھگ علمائے کرام و مہتممین نے شرکت کی۔ دینی مدارس کے تحفظ کے بارے میں ایک نمائندہ اور جامع کمیٹی بھی بنائی گئی جس میں ملک بھر سے علما اور مہتممین حضرات کا انتخاب کیا گیا۔ یہ کمیٹی دیگر مسالک کے وفاقوں سے مل کر دینی مدارس کے تحفظ کے لئے مشترکہ لائحہ عمل طے کریں گے

یہ دینی مدارس اسلام کے مضبوط قلعے ہیں اگرچہ انہیں برطانوی اور روسی استعمار اور دیگر مغربی آلہ کاروں نے ماضی میں بھی مٹانے کی مذموم کوششیں کیں لیکن وہ بڑی قوتیں خود ہی نیست و نابود ہو گئیں، موجودہ حکومت کیلئے اس میں بڑی عبرت ہے اگر وہ سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہے......؟

مرا نقش ہستی نہیں مٹنے والا
بتوں کے مٹانے سے مٹتا نہیں ہے

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا تاریخی و ادبی خطبہ استقبالیہ

کل پاکستان تحفظ مدارس دینیہ کانفرنس

منعقدہ دارالعلوم حقانیہ ۳۰ اپریل ۲۰۰۰ء

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم الحمدللّٰہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذی ناصطفٰی اما بعد

بزرگان محترم! اضیاف کرام و مشائخ عظام! سب سے پہلے میں خداوند قدوس کا ہزار بار شکر گزار ہوں کہ جس نے آج اس دور افتادہ گاؤں میں دارالعلوم حقانیہ میں مدارس عربیہ کے اکابر کی ایک قدسی جماعت کے قدوم مبارکہ کی سعادت سے نوازا۔ اس کے بعد میں تمام اکابر مدارس عربیہ کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ یہاں کی دور اُفتادگی اور ہر لحاظ سے بے سروسامانی کے باوجود دارالعلوم حقانیہ کے خدام کو ایسے برگزیدہ اجتماع کی میزبانی کا شرف بخشا۔ اس کے ساتھ ہی اس مبارک اجتماع میں تشریف لانے والے تمام معزز مہمانان گرامی کا صمیم قلب سے خیر مقدم کرتا ہوں، جنہوں نے مدارس عربیہ کی ترقی و استحکام کی خاطر اس دور دراز قصبے کا رخ کیا اور سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ (فجزا کم اللّٰہ عنا وعن سائر المسلمین خیرا الجزاء)

حضرات گرامی! یہ موقع دارالعلوم حقانیہ کیلئے عید سعید سے کم نہیں، یہاں کے تمام اساتذہ و طلبہ دیدہ و دل فرشِ راہ کئے ہوئے ہیں، یہاں کا ذرہ ذرہ آپ جیسے علمی آفتاب و ماہتاب حضرات سے مستنیر و مستفید ہونا چاہتا ہے اور ہم سب خلوص ومحبت کی ساری پونجی آپ کے قدموں پر نچھاور کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہمیں اس تقصیر و کوتاہی کا بھی شدت سے احساس و اعتراف ہے کہ اس دیہاتی ماحول میں آپ حضرات کے شایان شان آرام و راحت کا ہرگز انتظام نہیں کر سکے جس پر ہم نہایت عجز و اخلاص سے آپ سب حضرات سے معذرت خواہ اور عفو درگذر کے خواستگار ہیں۔

حضرات خادمین قرآن وسنت! آج ہم ایسے حالات میں یہاں جمع ہیں کہ اعداء اسلام یہود ونصاریٰ اور ان کے حواری اور آلہ کار قوتیں دینی مدارس کے اس نظام کو درہم برہم کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ برصغیر میں انگریزی استعمار کے ڈیڑھ سو سالہ کوششیں، علوم قرآن وسنت کے آفتاب و ماہتاب کو گہنا نہ سکیں اور ملت کا اسلامی تشخص ان مدارس کی بدولت برقرار رہا۔ سوویت یونین کے ظالمانہ اور جابرانہ یلغار کو افغانستان میں ان مدارس سے وابستگان نے روکا، نتیجتاً کمیونزم کا سارا

ڈھانچہ تہس نہس ہوا۔ ان مدارس کے دیئے گئے جذبہ جہاد سے سوویت یونین بکھر کر قصہ ماضی بنا اور آج پوری کفر کی دنیا افغانستان کے طالبان کو اسلامی نظام سے روکنے میں ناکام ہورہی ہے اور پورے عالم اسلام میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ، حمیت اسلامی اور جذبہ دینی کی لہریں چل پڑی ہیں اس صورتحال نے عالم کفر کو مدارس دینیہ کے بارے میں الرٹ کردیا ہے اور ان مراکز کی اہمیت ان پر آشکارا ہوگئی کہ جسد ملت کیلئے ان مدارس کی حیثیت شہ رگ، نبض حیات اور دل کی دھڑکن سے زیادہ اہم ہے اور بدقسمتی سے پاکستان میں بیرونی طاقتوں سے مرعوب حکمرانوں کی خاندان غلامان وقفے وقفے سے اس نظام کو کبھی دہشت گردی اور فرقہ واریت کے مکروہ پروپیگنڈہ، کبھی مدارس کی فلاح و بہبود اور خیر خواہی کی منافقانہ ترغیبات اور کبھی مدارس کے نصاب و نظام کے اصلاح وترقی کے پرفریب منصوبوں کی آڑ میں درہم برہم کرنے یا اسے غیر مؤثر کردینے اور اس کا دائرہ کار اور آزادی کو کسی طرح پابند اقتدار کردینے کے درپے ہیں، بے نظیر اور نواز شریف کے دور حکومت میں اس عالمی صیہونی اور استعماری پروگرام کو آگے بڑھایا گیا مگر خداوند تعالیٰ نے ان ناعاقبت اندیش حکمرانوں کو گرفت میں لیا اور وہ ساری حسرتیں دل میں لئے مکافات عمل کے شکنجوں میں پھنس گئے۔ موجودہ عسکری حکومت کا ابھی آدھا سال نہیں گذرا کہ پھر وہی راگ مختلف سُروں میں چھیڑ دیا گیا ہے اور مدارس کے اصلاح کے نام سے کبھی دہشت گردی اور کبھی فرقہ واریت کی آڑ میں کئی ادارے اور ایجنسیاں سرگرم عمل ہوگئی ہیں۔ ہمیں آج کے اس اجتماع سے ٹھوس لائحہ عمل اور طریق کار طے کرکے اٹھنا چاہیے کہ بار بار کفر و الحاد کے تھپیڑوں سے اس نور حق اور شمع ہدایت کی حفاظت کیسے کی جاسکے اور بار بار کے ان ظالمانہ چیلنجوں کا کیسے مقابلہ کیا جاسکے؟

حضرات کرام! آج ہماری مسرتیں اور خوشیاں اس لحاظ سے بھی دوبالا ہوگئی ہیں کہ اس مبارک اجتماع میں ہمارے قافلہ سالارانِ جہاد حریت امام انقلاب شاہ ولی اللہ دہلویؒ مجاہد کبیر سید احمد شہیدؒ مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ اور انکے وارثین مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا گنگوہیؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور اس حقانی چھاؤنی کے قافلہ سالار محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے تلامذہ و دریوزہ گر اور کفش بردار علماء دیوبند یہاں جمع ہیں۔ ان کا وجود ہمیں جہاد وعزیمت، اخلاص وللّٰہیت، علم وتفقہ اور زہد وتقویٰ کے ان عظیم سرچشموں کی طرف متوجہ کررہا ہے جو ہمارے اسلاف و اکابر دیوبند کی شکل میں اس صدی میں عالم اسلام کیلئے روشنی کے مینار اور رشد و ہدایت کے

آفتاب بنے۔ جن کی مثال چشم فلک نے اس صدی میں کہیں اور نہیں دیکھی تھی پھر ریشمی رومال، مالٹا اور الجزیرۃ کے زنداں ہمیں قدوسیوں کی اس عظیم جماعت کی یاد دلاتی ہے جو امیر المومنین، امام المجاہدین سید احمد شہید قدس اللہ سرہ کی قیادت و سیادت میں حق کی علمبردار بنی اور جنہوں نے اپنے خون سے چمنستان اسلام کو سینچا۔

برصغیر کی تحریک جہاد وعزیمت کا سرچشمہ یہی جماعت تھی اور آج خوش قسمتی سے آپ جہاں جمع ہیں تو یہ قصۂ زمین برسر زمین والا معاملہ ہے۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے رفقاء کے مقدس خون نے سب سے پہلے اسی خطہ کو لالہ زار بنایا اور کئی صدیوں بعد اسلامی حدود و شرائط کے مطابق یہ پہلا اسلامی جہاد تھا جو اکوڑہ خٹک کی سرزمین پر اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لڑا گیا اور امام حریت وشریعت سید احمد شہیدؒ نے اکوڑہ خٹک (کے قیام) کی اس رات کو ''لیلۃ الفرقان'' قرار دیا، بیشک یہاں جو بھی کچھ حقیر سی خدمت دین ہورہی ہے یہ انہی فدایان شمع رسالت کے خون شہادت کے برگ و بار ہیں اور انہی نفوسِ قدسیہ کی برکات ہیں جو یہاں کی فضاؤں میں بکھری ہیں۔

بہر زمیں کہ نسیمے ز زلف اوز دست ہنوز از سرآں بوئے مشک می آید

یہ قربانیاں جتنی لافانی تھیں اور یہ جہاد جتنا عظیم اور امر تھا اس کے اثرات و برکات بھی قیام عالم تک جاری وساری رہیں گے۔ یہ دعوت کبھی تحریک دیو بند کبھی تحریک ریشمی رومال اور کبھی آزادیِ ملک وملت کی شکل میں ظاہر ہوئی تو کبھی علمائے حق کے مدارس و مراکز اور کبھی علمی اور تحقیقی اداروں، دعوت وتبلیغ کے عالمگیر نظام تبلیغی جماعت اور کبھی جہاد افغانستان اور تحریک طالبان کے نفاذ اسلام اور کبھی پاکستان میں تحریک نفاذ شریعت کی صورت میں نشان دعوت وعزیمت بن کر صفحہ عالم پر ابھرتا اور پھلتا اور پھولتا رہے گا۔

اکوڑہ خٹک کی اس چھوٹی سی بستی پر لیلۃ الفرقان میں شہداء اسلام کے خون نے چمنستان اسلام کی جو آبیاری کی تو دنیا کے سب سے بڑے اسلام دشمن سامراج سوویت یونین کے ظلم وعدوان کے مقابلے میں جو طائفہ حقہ آہنی دیوار بنا اور افغانستان کی سرزمین پر بدر وحنین کی تاریخ رقم کی اس میں ایک بہت بڑی جماعت اور اہم قائدانہ کردار اسی بستی پر قائم اسی ادارہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور مستفیدین کا ہے اور آج طالبان کی شکل میں شاہ ولی اللہؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور بطل اسلام شیخ الہندؒ کا جہاد اور نفاذ اسلام کی جدو جہد افغانستان کے پہاڑوں اور وادیوں میں جاری وساری ہے۔

حضرت اکابرین ملک و ملت! برصغیر پاک و ہند پر برطانوی سامراج کے تسلط کے بعد دینی علوم اور اسلامی فنون کی تعلیم و ترویج کا سلسلہ درہم برہم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے دین متین اور اسلامی ورثہ کی حافظت کے لئے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیو بند اور ان کے قدسی صفات مخلص رفقا، کار نے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ جیسے صاحب بصیرت ولی اللہ کی ہدایات و رہنمائی میں دارالعلوم دیو بند اور دیگر مدارس عربیہ کی داغ بیل ڈالی۔ یہ نہایت بے سروسامانی کا عالم تھا اور دین کی کسمپرسی کا عجیب حال مگر ان اکابرین وقت نے نہایت نازک صورت حال کا بروقت اندازہ لگایا اور برصغیر کے اطراف و اکناف میں مدارس دینیہ کا ایک جال پھیلا دیا، یہ مساعی کارگر ثابت ہوئیں اور برصغیر کے طویل عہد غلامی و استبداد کے باوجود علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ جاری ہو گیا اور اسلامی تہذیب و تمدن کا علمی اثاثہ علوم اسلامیہ کی شکل میں محفوظ و مصئون رہ گیا، ان علمی مراکز سے ہزاروں علماء اور رجال کار نکلے۔ جنہوں نے برصغیر میں اشاعت کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ آزادی وطن۔ جہاد حریت اصلاح معاشرہ اور تنظیم امت کے کاموں میں شاندار قائدانہ کردار ادا کیا اور بالآخر ان مساعی سے جب ملک آزادی سے ہمکنار ہوا تو دینی اثاثہ ان مدارس کی بدولت محفوظ تھا اور یہ سرزمین دینی لحاظ سے تاشقند و بخارا، اسپین، چینی اور ترکستان جیسے المناک حالات سے دوچار نہ ہوئی۔

پاکستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہمارے یہ دینی مدارس اور دارالعلوم اسی سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں جو اس امانت الٰہی کی پرچار اور اسلامی صداقتوں کی اشاعت میں شب و روز مشغول ہیں اور انہی مدارس کے دم سے پاکستانی قوم کا دینی تشخص اور اسلامی حمیت قائم و دائم ہے اور ان مدارس و جامعات کی سب سے جامع اور مؤثر تنظیم ''وفاق المدارس العربیہ'' ہے جسے اس کے دوراندیش اصحاب بصیرت نے علم اور دین کی نشاۃ ثانیہ اور تعلیم و تربیت کے انقلابی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر قائم کیا۔ اس کے محرکات میں مدارس عربیہ کے احیاء و بقا اور ترقی کا ملاً ارتباط و تنظیم کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کی رہنمائی کیلئے ہر شعبہ حیات میں اعلیٰ ترین رجال کار اور جید علما راسخین کی تیاری بھی تھا، جدید عصری تقاضوں کے مطابق تعلیمات اسلامیہ کی ترویج و اشاعت بھی مدنظر رہی۔ مروجہ نصاب تعلیم (درس نظامی) کو زیادہ سے زیادہ جامع اور مؤثر بنانا بھی ملحوظ تھا اور اس کے ساتھ ہی ان مدارس کو جو کارخانہ حیات انسانی کی رشد و ہدایت کے حقیقی سرچشمے ہیں ان تمام تعلیمی، انتظامی، اخلاقی اور معاشرتی نقائص سے اجتماعی طور پر دور رکھنا بھی اہم ترین مطمح نظر تھا۔ ان تمام اہم مقاصد وعزائم پر

ابتدائے قیام سے وفاق کے اکابر اور اجتماعات کے فیصلے، قراردادیں، ہدایات تحریری شکل اور مطبوعہ رپورٹوں کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں، ان تمام چیزوں کو نئے جوش وخروش اور پختہ ایمان و یقین کے ساتھ لے کر منزل مقصود کی طرف گامزن ہونا چاہیے اور اگر کارکردگی میں کچھ جھول پیدا ہوں تو یہ خامیاں آپس میں مل بیٹھ کر دور کردینی چاہئیں اور علماء کو دیوبند کے اس واحد متفقہ تعلیمی پلیٹ فارم کی سیسہ پلائی دیوار کی طرح حفاظت کرنی چاہیے۔

دارالعلوم حقانیہ میں تحفظ مدارس دینیہ کانفرنس کا متفقہ اعلامیہ

نحمده تبارك و تعالىٰ و نصلي و نسلم على رسوله الكريم وعلى آله وأصحابه و أتباعه أجمعين

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ملک بھر کے دینی مدارس کے نمائندگان کا یہ بھرپور اجتماع دینی مدارس کے بارے میں بین الاقوامی سیکولر لابیوں، اداروں اور میڈیا کی مسلسل، منفی اور کردارکشی پر مبنی رپورٹوں کے پس منظر میں حکومت پاکستان کی طرف سے دینی مدارس کے نصاب و نظام کی اصلاح اور انہیں اجتماعی دھارے میں لانے کے خوشنما عنوان کے ساتھ دینی مدارس کے معاملات میں مداخلت کے مبینہ اعلانات کو گہری تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس پر شدید اضطراب کا اظہار کرتے ہوئے حکومت پاکستان قومی حلقوں اور رائے عامہ کو اس سلسلہ میں چند ضروری حقائق کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہے۔

☆ دینی مدارس کا یہ نظام برطانوی استعمار کے ہاتھوں برصغیر پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش میں مسلم اقتدار کے خاتمہ اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد اس خطہ میں دینی علوم کے تحفظ، اسلامی تہذیب وتمدن کی بقا اور ماضی کے ساتھ مسلمانوں کا فکری وعملی رشتہ قائم رکھنے کی غرض سے چند مخلصین اور اہل اللہ کی کوششوں سے وجود میں آیا تھا اور ان مدارس نے کسی قسم کی سرکاری سرپرستی اور امداد کو قبول کئے بغیر باہمی تعاون اور رضا کارانہ مشن کی بنیاد پر عام مسلمانوں کی امداد کے ساتھ اپنے مقاصد کی طرف ایسی کامیاب پیش رفت کی ہے کہ آج پوری دنیائے کفر جنوبی ایشیا کے دینی مدارس کے اس تاریخی کردار پر تلملا رہی ہے اور عالمی استعماران مدارس کے ہاتھوں اپنی عبرتناک تہذیبی وثقافتی شکست پر بدحواس ہوکر ان مدارس کے آزادانہ کردار پر جداگانہ تعلیمی تشخص کے خاتمہ کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

☆ ان مدارس دینیہ نے نہ صرف یہ کہ عام مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ کا تحفظ کیا ہے بلکہ معاشرہ میں مسجد و مدرسہ کے وجود و کردار کے تسلسل کو قائم رکھا ہے، ارتداد والحاد کے فکری حملوں کا مقابلہ کیا ہے۔ اسلامی طرز معاشرت اور تمدن وثقافت کو اپنی اصلی شکل میں نئی نسل تک منتقل کیا ہے، مغرب کے سیکولر فلسفہ اور ثقافت کا راستہ روکا ہے، مسلمانوں کی آزادی فکر اور آزادی کردار کی پشت پناہی کی ہے، جنوبی ایشیا میں برطانوی استعمار اور وسطی ایشیا میں روسی استعمار کے تسلط کیخلاف جنگ آزادی کے ناقابل شکست مورچے کا کردار ادا کیا ہے اور اب مغربی ایشیا میں امریکی استعمار اپنے فوجی تسلط اور وحشیانہ معاشی استحصال کو برقرار رکھنے میں سب سے زیادہ خطرہ انہی مدارس سے محسوس کررہا ہے حتیٰ کہ اس خطہ کے دینی مدارس کا یہ فیضان دنیا کے ہر خطہ کے مسلمانوں تک پہنچا ہے اور آج دنیا بھر میں اسلامی عقائد واعمال، تہذیب وثقافت اور اسلام کے اجتماعی معاشرتی کردار کے جو مظاہر ایک بار پھر ابھرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ ان کے پیچھے جنوبی ایشیا بالخصوص پاکستان کے انہی مدارس دینیہ کا ڈیڑھ سوسالہ کردار واضح طور پر جھلکتا دکھائی دے رہا ہے۔

☆ یہ انہی مدارس کے آزادنہ کردار اور جداگانہ دینی وتعلیمی تشخص کا کرشمہ ہے کہ جہاد افغانستان میں ان مدارس کے فیض یافتہ لاکھوں علماء اور طلبہ کی قربانیوں کے نتیجہ میں سوویت یونین جیسی عظیم قوت، ریت کی دیوار کی طرح بکھر کر رہ گئی ہے اور نہ صرف افغانستان کو آزادی نصیب ہوئی ہے بلکہ وسطی ایشیا کی مسلمان ریاستیں اور بالٹیک خطہ کی مسیحی ریاستیں تک آزاد ہوئی ہیں، مشرقی یورپ کو روسی تسلط سے نجات ملی ہے۔ جرمنی ایک بار پھر متحد ہوا ہے پاکستان کی شمالی مغربی سرحد ہمیشہ کیلئے محفوظ ہوگئی ہے اور یہ بھی ان دینی مدارس کے طلبہ اور مجاہدین کے خون کا صدقہ ہے کہ یورپ کے ممالک آج ''ریاست ہائے متحدہ یورپ'' کی عملی شکل کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں جس کا تصور وہ کبھی خواب میں بھی اپنے ذہنوں میں نہیں لا پاتے تھے لیکن یہ بھی دنیا کی پوری تاریخ میں ''احسان فراموشی'' اور ''نمک حرامی'' کا سب سے بڑا مظاہرہ ہے کہ افغان مجاہدین اور دینی مدارس کے طلبہ وعلما کی عظیم قربانیوں کے ثمرات سے جھولیاں بھرنے والے یہی ممالک واقوام انہی مدارس اور طالبان کی اسلامی حکومت کے خلاف گھناؤنی سازشوں میں مصروف ہو گئے ہیں۔

☆ دینی مدارس کا یہ آزادانہ نظام اور جداگانہ تعلیمی تشخص اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سابقہ حکومتوں کو بھی کھٹکتا رہا ہے اور کم وبیش ہر حکومت کے دور میں یہ کوشش ہوتی رہی ہے کہ ان مدارس کے جداگانہ نظام تعلیم کو ختم کرکے انہیں ریاستی اداروں کے کنٹرول میں لایا جائے اور مدارس کے معیار کو

بہتر بنانے اور انہیں اجتماعی دھارے میں شامل کرنے کے خوشنما نعرہ کے ساتھ ان کے امتیازی کردار سے محروم کردیا جائے لیکن ہر دور میں دینی مدارس نے متحد ہوکر ایسی ہر کوشش کو ناکام بنایا ہے اور آج جبکہ امریکہ اور دیگر بین الاقوامی قوتوں اور اداروں کی انگیخت پر دینی مدارس کے گرد سازشوں کا ایک نیا حصار قائم کرنے کی تیاری کی جارہی ہے اور حکومت پاکستان کے ذمہ دار حضرات نے دینی مدارس کے نظام کے بارے میں پھر سے الٹے سیدھے بیانات دینا شروع کردیئے ہیں ایک بار پھر یہ ضروری ہوگیا ہے کہ دینی مدارس اپنے موقف اور کردار کے تسلسل کو باقی رکھنے کیلئے متحد ہو جائیں اور دینی مدارس کے آزادانہ نظام اور جداگانہ دینی تشخص کے خلاف ہر سازش کو ناکام بنادیں۔

☆ دینی مدارس کے نظام میں مداخلت کے جواز اور ان کے آزادانہ کردار کو ریاستی کنٹرول میں لانے کے بہانہ کے طور پر جن امور کا ذکر کیا جاتا ہے ان میں سے کوئی مسئلہ بھی نیا نہیں ہے ان امور پر حکومتوں اور مدارس کے درمیان بیسیوں بار گفت وشنید ہو چکی ہے۔ مدارس نے کبھی کسی جائز بات کو قبول کرنے سے انکار نہیں کیا اور نہ ہی اب کسی جائز اور معقول بات کو تسلیم کرنے سے مدارس دینیہ کو انکار ہے لیکن اس سلسلہ میں اس اصولی اور فیصلہ کن موقف کا اعادہ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ:

۱۔ دینی مدارس کے جداگانہ تعلیمی تشخص کے خلاف کوئی بات قبول نہیں کی جائیگی۔

۲۔ دینی مدارس کے آزادانہ نظام اور کردار پر کسی قسم کی کوئی قدغن برداشت نہیں کی جائے گی۔

۳۔ سیکولر ریاستی مشنری اور اداروں کی کسی ڈکٹیشن کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

دینی مدارس کے حسابات کی جانچ پڑتال کا مسئلہ ہو نصاب و نظام کی اصلاح اور اس کی بہتری کا سوال ہو یا غیر ملکی طلبہ کے داخلہ اور ان کی تعلیم کا معاملہ ہو ہم دینی مدارس کے جداگانہ تعلیمی تشخص، آزادنہ نظام و کردار اور ریاستی اداروں کی عدم مداخلت کے تین بنیادی اصولوں کے دائرہ میں رہتے ہوئے کسی بھی حلقہ کی ہر جائز تجویز پر غور کرنے کیلئے تیار ہیں لیکن بنیادی اصولوں میں سے کسی ایک کی نفی بھی ہمارے نزدیک دینی مدارس کے تاریخی کردار سے دست برداری کے مترادف ہے جس کیلئے ہم کسی صورت میں اور کسی قیمت پر تیار نہیں ہیں ان حقائق کی روشنی میں اور ان کی بنیاد پر دینی مدارس کے نمائندگان کا یہ ملک گیر اجتماع دینی مدارس کے بارے میں حکومتی عہدیداروں کے حالیہ اعلانات کو قطعی طور پر مسترد کرنے کا اعلان کرتا ہے اور یہ بات واضح کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ اگر حکومت نے ناعاقبت اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دینی مدارس کے معاملات میں مداخلت کی کوئی

کوشش کی تو اسے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اس کیساتھ ہی یہ اجتماع تمام مذہبی مکاتب فکر کے دینی مدارس کے ذمہ دار حضرات سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس نازک مرحلہ میں مکمل یک جہتی اور اتحاد کا مظاہرہ کریں اس مقصد کے لئے مختلف مکاتب فکر کے دینی مدارس کے ذمہ دار حضرات سے رابطہ قائم کرنے کی غرض سے ایک رابطہ کمیٹی قائم کی جارہی ہے جس کے کنویز اور ارکان درج ذیل ہوں گے۔

رابطہ: کمیٹی برائے تحفظ مدارس دینیہ

کنویز: شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب

ممبر سرحد: مولانا قاضی عبداللطیف کلاچی، مولانا حمداللہ جان ڈاگئی۔

ممبر پنجاب: مولانا زاہد الراشدی گوجرانوالہ۔ شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد فیصل آباد، مولانا فضل الرحیم لاہور

ممبر سندھ: مولانا محمد اسعد تھانوی، مولانا اسفند یار خان، مولانا زرولی خان، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی۔

ممبر بلوچستان: مولانا اللہ داد کاکڑ ژوب۔ مولانا عبدالباقی کوئٹہ، مولانا عبدالغنی، چمن۔

شمالی علاقہ جات: مولانا قاضی محمد نثار

راولپنڈی اسلام آباد: مولانا اشرف علی، مولانا قاری سعید الرحمان۔

آزاد کشمیر: مولانا محمد یوسف خان پلندری

اس کے علاوہ کمیٹی کے کنویز دیگر اکابر کے مشورے سے ان کے تجویز کردہ نام بھی کمیٹی میں شامل کرسکیں گے۔ یہ کمیٹی تمام مکاتب فکر کے دینی مدارس کے وفاقوں کے ذمہ دار حضرات اور اہم رہنما دینی مدارس کے سربراہوں سے ملاقات کرکے ایک مشترکہ موقف اور حکمت عملی کے تعین کے ساتھ ساتھ تمام مکاتب فکر کے دینی مدارس کے ''مشترکہ تحفظ دینی مدارس قومی کنونشن'' کی راہ ہموار کرے گی تاکہ دینی مدارس کے تشخص اور آزادی کے خلاف اس نئی سازش کو ناکام بنانے کیلئے یہ مشترکہ جدوجہد کا لائحہ عمل طے کیا جائے گا۔ یہ اجتماع دینی مدارس کے تمام وفاقوں کے سربراہوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ فوری طور پر مل بیٹھنے کا اہتمام کرکے ملک بھر کے دینی مدارس کے کارکنوں اور مذہبی حلقوں کی رہنمائی کا بروقت فریضہ سرانجام دیں اور دینی مدارس کے خلاف اس عالمی سازش کا نوٹس لیتے ہوئے اسکے بارے میں واضح اور دوٹوک پالیسی کا اعلان کریں۔

ایوانِ بالا (سینٹ) میں ''شریعت بل'' کا مقدمہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا مفصل اور معرکۃ الآراء خطاب

''شریعت بل'' پر سینٹ میں ایک عرصہ تک عام بحث جاری رہی، ۱۵؍فروری ۱۹۸۷ء کی شام کو سینیٹ میں ''شریعت بل'' کے محرک حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے بحث کو سمیٹتے ہوئے جوابی اختتامی تقریر شروع کی تو آدھ گھنٹہ تقریر کے بعد اجلاس ملتوی ہوگیا، اس کے بعد مورخہ ۱۵؍مارچ ۱۹۸۷ء کے اجلاس میں اپنی ادھوری تقریر مکمل کی جو دو گھنٹے تک جاری رہی۔ ''شریعت بل'' کی اہمیت اس کی نظریاتی و اساسی حیثیت تمام طبقوں کے حقوق کا تحفظ وجامعیت، اس کی فوری منظوری ونفاذ کی ضرورت، اربابِ اقتدار، ارکانِ پارلیمنٹ اور لادین سیاست دانوں کو انتباہ و اتمامِ حجت، قومی رہنماؤں اور عامۃ المسلمین کی ذمہ داری واحساسِ مسئولیت، ملت اسلامیہ کا واضح موقف اور جمہوری مطالبہ، حکومت کا منافقانہ اور شرمناک کردار اور قومی ضرورت وملکی سیاست کے دیگر کئی ایک اہم مباحث بھی اس میں آگئے ہیں۔ پارلیمنٹ میں حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ڈھائی گھنٹوں کی یہ تاریخی تقریر نفاذِ شریعت کی جدوجہد میں قافلہ ولی اللہیؒ کے مساعی کا تسلسل اور برصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ افادۂ عام کے پیشِ نظر سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ سے نقل کرکے نذرِ قارئین ہے، چیئرمین سے مراد اس وقت کے غلام اسحاق خان مرحوم ہیں۔ (مدیر)

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم قال اللّٰہ تعالٰی

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

جنابِ چیئرمین صاحب! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اس اہم ترین بل پر اظہارِ خیال کا موقع دیا۔ یہ ایک تاریخی بل ہے اور اس کی اہمیت اس بات سے واضح ہو رہی ہے کہ پچھلے تقریباً ڈیڑھ سال سے ایوان کے معزز اور فاضل ارکان اس کے حسن و قبح پر اس کی تردید وحمایت یا مخالفت میں اظہارِ خیال کرتے چلے آ رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ کافی حد تک ارکان نے اس کی اہمیت اور نزاکت کو محسوس کیا اور موضوع کا جو احترام تھا اس کو بھی ملحوظ رکھا، اگرچہ بعض حضرات جوشِ خطابت میں یا احساس کی کمی کی وجہ سے اس موضوع پر احتیاط کا وہ دامن نہ تھام سکے جو اس کا متقاضی تھا۔ یہ موضوع مذہبی اور ایمانی لحاظ سے نہ صرف دنیوی لحاظ سے بلکہ اُخروی لحاظ سے بھی بہت دور رَس نتائج کا حامل ہے اور اس کے اثرات دنیا میں بھی مرتب ہوں گے اور عالمِ آخرت میں بھی۔

ایسے حساس موضوع پر احتیاط کا دامن چھوٹنا بہت خطرے کی بات ہے۔ اس ملک کے ایک عظیم خطیب سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بارے میں سنا ہے کہ انہیں ڈیرہ اسماعیل خان میں سیرت کے ایک جلسے میں تقریر کیلئے بلایا گیا تو انہوں نے تقریر کے آغاز میں کہا کہ میں ہر موضوع پر تقریر کرتا رہتا ہوں اور کی ہے لیکن آج کا یہ موضوع میرے لئے انتہائی نازک اور مشکل موضوع ہے کیونکہ اس کا سیرتِ طیبہ سے تعلق ہے۔ اگر میں نے کسی سیاسی موضوع پر ایک آدھ لفظ آگے پیچھے کر دیا اور کوئی جملہ ایسا بھی منہ سے نکلا جو خلافِ قانون بھی تھا تو اس پر سال یا چھ مہینہ کی سزا مجھے مل جائے گی لیکن اگر شریعت اور سیرتِ مطہرہ کے موضوع پر ذرا بھی میں نے بے احتیاطی کی اور ایک حرف بھی آداب کے خلاف نکلا تو اس کی سزا جہنم اور خداوند تعالیٰ کی گرفت کی صورت میں مرتب ہوگی اور یہ سزا عطاء اللہ شاہ بخاری برداشت کرنے کی تاب نہیں رکھتا۔

نازک اور مشکل موضوع

یہاں جہانگیر بادشاہ کی ایک بات یاد آئی ہے، اس کا اپنی بیوی کے ساتھ بے پناہ اور والہانہ تعلق تھا، ان کی محبت کے قصے بہت مشہور ہیں۔ ایک دفعہ جہانگیر سے اس نے کوئی ایسی فرمائش یا خواہش ظاہر کی جو دینی اور ایمانی لحاظ سے قابل پذیرائی نہیں تھی تو جہانگیر نے اس سے کہا کہ......

ع جاناں جاں بتو دادم لیکن ایمان بتو نہ دادم

(کہ میری محبوبہ! جان تو تمہیں دے چکا ہوں لیکن ایمان تمہیں نہیں دے چکا)

تو یہ موضوع ایسا ہے کہ ایوان کے ہر ممبر کے جماعتی، گروہی، نفسانی اور ذاتی خیالات اور وابستگیوں سے بالاتر ہے۔ اس میں ایسے سخت مراحل بھی آسکتے ہیں کہ ہم اپنے مفادات، اپنی پالیسیوں، اپنے حکام اور جس حکومت سے وابستہ ہیں اور ان کی جماعت میں ہیں، ان سب سے صرفِ نظر کر کے ایمان' ضمیر اور حق کا ساتھ دینا ہوگا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا تعلق شریعت سے ہے اور یہ شریعت کیا ہے؟

شریعت قرآن وسنت کا نام ہے

افسوس! آج اس اصطلاح کی بھی تعریفیں ڈھونڈھی جارہی ہیں اور اس کا مفہوم متعین کیا جارہا ہے۔ شریعت قرآن اور سنت کا اور احکامِ الٰہی کا دوسرا نام ہے اور یہ ایک بالکل واضح اصطلاح ہے جو چودہ سو سال سے متعارف اور غیر مبہم آرہی ہے اور سمجھی جارہی ہے۔ بعض اصطلاحات ایسی

ہوتی ہیں کہ ان کی تعریفات کو زیرِ بحث لانا خارج از موضوع ہوتا ہے، جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اور قربانی۔ یہ ایسے واضح اور قطعی اصطلاحات ہیں اور ان کے معنی واضح طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن نے متعین کئے ہیں، آج اگر کوئی کہے کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ اس مناظرہ میں پڑ جائے کہ اس کے معنی اور تعریف کیا ہے؟ تو لوگ کہیں گے کہ بھائی! یہ تو چودہ سو سال سے بالکل واضح اور متعین چیز ہے۔ قرآن وسنت کے احکام، فرائض اور واجبات قرآن وسنت نے یہ سب متعین کئے ہیں جو ۱۴سو سال سے اُمت کے ہاں مسلمہ چلے آرہے ہیں۔ اس کی تعبیر اللہ کی اصطلاح میں شریعت سے کی جاتی ہے اور یہ اصطلاح اللہ نے مقرر کی ہے، قرآن مجید میں کئی جگہ اس کا ذکر آیا ہے لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا کہ اے رسولؐ! صرف آپؐ کے لئے نہیں بلکہ تمام انبیاءِ سابقینؑ کے لئے اور ان کے اُمتیوں کے لئے ہم نے ایک طریق کار اور زندگی گزارنے کے احکام وفرامین اور ضوابط متعین کردیئے ہیں۔ احکام اور طریقہ کار بھی متعین ہیں اور سب انبیائے سابقینؑ ان ضوابط اور احکام پر چلتے تھے۔ پھر فرمایا: ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا (اے رسولؐ! میں نے تمہیں ایک واضح شریعت دی ہے) وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اور جو لوگ شریعت کی حکمتیں، مصلحتیں اور حقیقتیں ان چیزوں کو نہیں سمجھتے یا خواہشات کی وجہ سے اس کو نظر انداز کرتے ہیں اور ان خواہشات کی پیروی کرنے والوں کا آپ ہرگز ساتھ نہ دیں تو اس اہم ترین موضوع جس کا نام شریعت ہے اور قرآن میں اس کا جگہ جگہ ذکر آیا ہے۔ اس کے بارے میں اس ایوان نے اظہارِ خیال کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا تعلق پوری طرزِ حیات سے ہے۔ مسلمان کی پوری طرزِ زندگی سے ہے۔

شریعت کی اہمیت

اس پر میں بھی اتنا ضرور کہوں گا کہ ہم اس شریعت بل کے لئے جھگڑتے ہیں اور کیوں اتنی جدوجہد ہورہی ہے اور اس کو کیوں اہم ترین مسئلہ بنایا گیا ہے؟ اس کی بنیاد یہ ہے کہ جب ہم برصغیر میں غلام ہوئے، انگریز آیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا قدم جمایا تو اس نے رفتہ رفتہ شریعت کو اس نظام کو اس طریقہ کار کو مسلمانوں سے چھین لینے کی کوشش کی۔ اس نے نہ صرف ہمیں غلام بنایا بلکہ اس نے انتہائی ظالمانہ کام یہ کیا کہ ہماری عدالتوں سے وہ طریقہ کار جو صدیوں سے مسلمانوں کے ہاں چلا آرہا تھا جو قرآن وسنت اور اس پر مبنی احکام تھے، ان تمام قوانین وضوابط کو عدالتوں سے یکسر چھین لیا۔ اس نے تمام انتظامی شعبوں میں اپنا ایک نظام رائج کیا جس پر مسلمان تڑپ اُٹھے اور جنگِ آزادی کا

آغاز ہوا۔ وہ آزادی کی جنگ کیوں لڑی گئی تھی؟ اس کے لئے ہمیں تاریخ میں پیچھے کی طرف دیکھنا ہوگا۔ سب سے پہلے یہاں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے گھرانے سے ان حالات میں انقلابی اقدامات کئے گئے۔ اس وقت کے ہندوستان بھر کے سب سے بڑے عالم اور تمام مکاتبِ فکر کے مقتدا اور محترم شخصیت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے ایک فتویٰ مرتب کیا اور اس نے اس فتوے سے ثابت کیا کہ اب برصغیر دارالحرب بن چکا ہے اور دارالحرب کی دو وجوہات لکھیں۔

☆...... ایک وجہ یہ لکھی کہ ہم پر ایک غیر مسلم عیسائی قوت قابض ہو چکی ہے۔ اس سامراجی نظام نے ہم کو غلام بنایا ہے اور کسی بدیسی حکومت کو ہم پر حکومت کرنے کا حق نہیں۔

☆...... دوسری بات انہوں نے اپنے فتوے میں یہ لکھی کہ اصل وجہ دارالحرب ہونے کی یہ ہے کہ عیسائیوں نے آکر ہماری عدالتوں سے قرآن وسنت کے جو مستند احکام ہیں وہ سارا نظام ہم سے چھین لیا ہے۔ اور ہم پر اپنے انگریزی قوانین اور ضوابط نافذ کر رہے ہیں۔ اس لئے جب تک ہم عدالتوں میں اس نظام کو واپس نہ لاسکیں گے اور انگریز کو یہاں سے نہیں نکالیں گے تو یہ ہندوستان دارالحرب ہی رہے گا۔

اس کے بعد شاہ عبدالعزیزؒ کے گھرانے سے جہاد کا آغاز ہوا۔ یہ عملی جہاد دراصل شریعت اور اس کے نظام کو واپس لانے کے لئے شروع کیا گیا تھا۔ اس کے لئے سب سے پہلے مسلح جہاد کی شکل میں جدوجہد آپ کے سامنے ہے۔

سید احمد شہیدؒ کا جہاد بھی نفاذِ شریعت کے لئے تھا

آپ کی نظر تاریخ پر ہے۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اسی مقصد کے لئے ہندوستان سے ایک طویل سفر کیا۔ بڑی مصیبتوں اور مشقتوں سے دریاؤں اور گھاٹیوں کو عبور کیا۔ ڈیڑھ دو سال میں تمام مراحل طے کر کے برصغیر سے باہر افغانستان تک پہنچے پھر وہاں سے درہ بولان انہوں نے عبور کیا۔ درمیان میں سکھ حکومت تھی، وہ براہِ راست نہیں جاسکتے تھے۔ وہ بلوچستان سے ہوتے ہوئے سرحد پہنچے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی تاریخ میں ماؤزے تنگ کے لانگ مارچ سے بڑھ کر لانگ مارچ موجود ہے۔ اس شریعت بل اس شریعت کے لئے جن کے لئے آج ہم لڑ رہے ہیں، سب سے بڑی اور طویل لانگ مارچ جو ماؤزے تنگ کی لانگ مارچ سے بھی بڑی تھی، سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے مجاہدین کی تھی جو دو ڈھائی سال کی محنت، مشقت اور تکالیف کے بعد

سرحد آئے۔ یہ سب کچھ انہوں نے کیوں کیا؟ اس کا جواب سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی دستاویزات، مکاتیب اور برصغیر کے نوابوں، راجاؤں اور جاگیرداروں اور حکمرانوں کو جو خطوط انہوں نے بھیجے ہیں سے واضح طور پر ملتا ہے۔ سید احمد شہیدؒ کے مکاتیب میں یہ بات موجود ہے کہ یہ طویل جنگ محنت اور مشقت اس لئے نہیں ہے کہ میں صرف سکھوں کی ایک ریاست پر قبضہ کرلوں۔ میرا اصل ٹارگٹ نصاریٰ ہیں اور انگریز ہندوستان میں آ کر قدم جما رہا ہے اور جما چکا ہے۔ اس نے ہماری عدالتوں میں، ہماری زندگی کے تمام شعبوں سے ہمارا نظام ختم کر دیا ہے اور قرآن وسنت کے اسلامی قوانین اس نے معطل کر دیئے ہیں۔ میں ان احکام کی بالادستی کے لئے سکھوں سے لڑ کر اور ان پر فتح پا کر بالآخر نصاریٰ پر حملہ کروں گا اور جہاد کروں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمام جنگ، انگریز کے خلاف نہیں تھی بلکہ انگریز کے قائم کردہ نظام کے خلاف تھی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب یہ جنگ آزادی آخرکار فیصلہ کن مرحلہ پر پہنچی اور قیامِ پاکستان کا نعرہ بلند ہوا تو اس وقت یہ قربانیاں بھی انتہا کو پہنچ گئیں۔ اس وقت بھی نعرہ صرف انگریز کو نکالنے کا نہیں تھا، اگر صرف انگریز کو ملک سے نکالنا مقصود ہوتا تو برصغیر کے مسلمان پاکستان کیلئے اتنی عظیم قربانیاں ہرگز نہ دیتے۔

قیامِ پاکستان کا مقصد نفاذِ شریعت کے لئے تھا

وہ متحدہ برصغیر میں ایک سیکولر سٹیٹ میں رہ کر بھی سفید چمڑی والے انگریز سے آزادی حاصل کر چکے ہوتے، اس کیلئے خون کی ندیوں سے گزرنے کی ضرورت نہ تھی۔ گھر بار اُجاڑ کر پاکستان کیلئے انہوں نے ہجرت نہیں کرنا تھی۔ اس وقت یہ نعرہ لگایا گیا کہ پاکستان کا معنی کیا؟ لا الٰہ الا اللہ ہے کہ قیامِ پاکستان کا مطلب انگریز کو نکالنا نہیں ہے۔ سیکولر سٹیٹ ہندوؤں کا ہوسکتا ہے۔

الغرض ہمارے سامنے دو مقاصد تھے کہ انگریز بھی نکل جائے اور انگریز کے اس لعنتی نظام سے بھی چھٹکارا حاصل ہوجائے جو سوڈیڑھ سو سال سے ہم پر مسلط کیا ہوا ہے۔ اس لئے قائداعظم نے واضح طور پر اعلانات کئے، خطوط لکھے اور ریاست کو الگ کرنے کے لئے یہی ایک بنیاد تھی کہ متحدہ ہندوستان میں ایک لادینی اور غیر مسلم نظام سے شاید ہمیں نجات نہ مل سکے۔ اس لئے مسلمان خود اپنی ایک ریاست بنا کر اس میں قرآن وسنت کی بالادستی قائم کریں گے۔ ۱۹۴۴ء میں قائداعظم نے مسٹر گاندھی کو ایک خط لکھا اور اس میں واضح طور پر کہا کہ ہمارے پاس چونکہ خود ایک ضابطۂ حیات موجود ہے اور کہا کہ قرآن ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اس میں زندگی کے ہر شعبے کے لئے حتیٰ کہ

سماجی، قانونی، تمدنی اور اخلاقی تمام شعبوں کے لئے چونکہ قوانین موجود ہیں۔ اس لئے ہمیں اِدھر اُدھر دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوگی اور سامراجی اور بدیسی نظام سے چھٹکارا پانے کیلئے لاکھوں مسلمانوں نے جان کی قربانی دی کروڑوں مسلمان دربدر ہوئے اور ملک چھوڑ کر ہندوستان کو خیرباد کہہ کر پاکستان آئے اور کتنی ہی ماؤں اور بہنوں کی عزتیں اور عصمتیں لٹ گئیں، یہ تاریخ کا لازوال اور بے مثال اور عظیم کارنامہ ہے۔ جس میں کسی مسلمان قوم نے چودہ سو سال کی تاریخ میں کسی نظریاتی مملکت کے قیام کے لئے یہ قربانی دی اور کہا کہ اس مملکت کا معنی لا الٰہ الا اللہ ہے۔

جناب چیئرمین صاحب! یہ ساری جدوجہد اور جنگ اسی مقصد کے لئے تھی کہ جب ہم ایک آزاد ملک کو حاصل کرلیں گے تو ہم یہاں اسی طرز پر قرآن وسنت کی حکمرانی قائم کریں گے اور انہیں قوانین پر ہم فیصلہ کرسکیں گے اور اس کے بہترین معتدل اور عادلانہ نظامِ زندگی پر چل کر مشکلات اور تکالیف سے چھٹکارا حاصل کرلیں گے۔

آزاد قوم کے لئے غلامانہ قوانین

اور وہ قوانین جو انگریز نے ایک غلام قوم کے لئے بنائے تھے، مگر ہوا عجیب معاملہ کہ اتنی قربانیوں کے بعد انگریز تو چلا گیا لیکن جو قوانین ایک قیدخانے، ایک غلام قوم کے لئے انگریز نے اپنی ضرورتوں، مصلحتوں اور سیاسی تقاضوں کے لئے بنائے تھے جس میں وہ ہمیں سختی سے جکڑ سکتا تھا، ہمیں شکنجے میں جکڑ سکتا تھا ہمیں آپس میں لڑا سکتا تھا اور ہمیں ہر قسم کی آزادی اور حریت کے اقدامات سے روک سکتا تھا، ان قوانین کو ہم نے ایک آزاد قوم ہوتے ہوئے بھی مضبوطی سے تھام لیا۔ یہاں پاکستان میں اور دنیا کے ہر ملک میں قیدخانے کے الگ قوانین ہوتے ہیں۔ قیدی کو ہر حالت میں ان قوانین کو برداشت کرنا پڑتا ہے، جب قیدی آزاد ہوجاتا ہے تو باہر کے قوانین جو آزاد دنیا کے لئے ہوتے ہیں وہ سراسر قیدخانے کے قوانین کے بالکل برعکس اور مختلف ہوتے ہیں۔ ایسا تو نہیں ہوتا کہ قیدی باہر آ کر بھی قیدیوں جیسی زندگی بسر کرے لیکن بدقسمتی سے انگریز نے ایسی چال چلی اور اس نے جاتے جاتے اس نظام کو ایسی ڈگر پر چلانے کیلئے اتنے بھرپور انتظامات کئے کہ ہم نام کے حوالے سے تو آزاد ہوگئے لیکن اٹھارہ سو ستاون اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے آنے کے بعد کسی صورتِ حال میں ذرّہ تبدیلی ہم نے گوارہ نہ کی۔

ہم آزاد ہیں یا غلام؟

جناب چیئرمین صاحب! آپ سے پوچھتا ہوں کہ ہم اپنے آپ کو ایک آزاد شہری کہلا سکتے

ہیں، ہم اپنے ملک کو آزاد ملک کہلا سکتے ہیں جس مملکت میں سامراجی دور کا نظام جاری وساری ہو۔ جس میں تمام تعزیرات، تعزیراتِ انگریز ہوں جس میں وہی حدود وقیود ہوں اور تعلیم کے میدان میں اور تمدن کے میدان میں، سیاست کے میدان میں، معیشت کے میدان میں اور خاص کر عدالت کے میدان میں تمام وہی طریقۂ کار اور ضوابط ہوں، ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ یہاں سے سفید چمڑی والا انگریز چلا گیا ہے لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم ایک نظام سے آزاد ہوگئے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ جب تک یہ عظیم مقصد حاصل نہیں کریں گے دوسو سال میں دی جانے والی تمام قربانیاں رائیگاں رہیں گی۔ ہم ہر سال آزادی کا دن مناتے ہیں لیکن درحقیقت ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ درحقیقت ہم اس دن آزاد ہوں گے جب ہم لارڈ میکالے اور لارڈ کرزن کے نظام سے گلوخلاصی حاصل کریں گے اور اسی دن ہمیں حقیقی آزادی منانے کا حق ہوگا۔ جب کہ چالیس سال سے مسلسل ہم نے اسی نظام کو سینے سے لگائے رکھا ہے۔

چالیس سال میں ہم کہاں پہنچے؟

اس کے نتیجے میں آپ نے دیکھا ہے کہ ہمارے یہ چالیس سال کیسے گذرے ہیں؟ یہ عرصہ مسلسل سیاسی کشمکش، اقتدار کی رسہ کشی، ایک دوسرے کو اُتارنے چڑھانے کی سازشیں کرنے میں گذرا ہے۔ اس کے بعد معیشت کے میدان میں کتنا عظیم تفاوت ہے۔ اخلاقی اقدار کی پامالی اور اخلاق باختگی اور اپنی زندگی کے حقیقی مقاصد سے ہم دور ہٹتے چلے گئے ہیں، پھر آخر کار یہ ہوا کہ اسلام کا جو رشتہ ہم سب کی قومیتوں کو جسدِ واحد بنا کر رکھ سکتا تھا، جس رشتے کی وجہ سے برصغیر کے پورے مسلمانوں نے لازوال قربانیاں دیں، اس وقت نہ کسی نے یہ کہا کہ میں سندھی ہوں یا پٹھان ہوں یا یوپی والا ہوں، مگر وہ رشتہ بھی کمزور ہوتا گیا کیونکہ جب نظام انگریزی تھا تو یہ نظام ہمیں ڈنڈے کے زور سے غلام بنا کر رکھ سکتا تھا لیکن بحیثیت نظام کے وہ ہمیں ایک رشتے میں نہیں جوڑ سکتا تھا تو ملک کا ایک بازو ٹوٹ گیا اور اس کے بعد لسانی اور گروہی عصبیتوں کا ایک طوفان اُٹھا اور اب ایسے عفریت نے منہ کھولا ہوا ہے جو ہمیں ہڑپ رہا ہے تو یہاں یہ تمام سیاسی بحران پیدا ہوئے اور پھر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور سے عاری ایک نظام ہوگا تو اس سے انسان مادہ پرست بن جاتا ہے، پوری قوم مادہ پرستی کی طرف چالیس سال سے روانہ ہے۔ اسی کے نتیجہ میں رشوت کا دور دورہ ہوا۔ اس کے نتیجے میں سمگلنگ، ملاوٹ اور چور بازاری کا بازار گرم ہوا۔ اسی کے نتیجہ میں مہنگائی انتہا کو پہنچنے لگی،

ہر شخص نے یہ تصور کیا کہ اب حلال حرام کا تصور تو ہے نہیں۔ بقولِ اکبرالٰہ آبادیؒ ......

چند دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

وہی تصور چھا گیا کہ راتوں رات دولت حاصل کرو، امیر بنو، اس کے لئے حلال وحرام کی سب حدود پامال کرو، یہ قوم اب بالکل ایک مادہ پرست قوم بن چکی ہے۔ وجہ یہی کہ ہمارے سامنے اپنا کوئی نظام نہیں رکھا گیا جو ہمیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور دیتا جو ہمیں ڈراتا، ہمیں اس پر چلاتا اور ہم اس کی برکات سے محظوظ ہوتے۔

قراردادِ مقاصد کی اساس

جناب چیئرمین صاحب! قیامِ پاکستان کے فوراً بعد ۱۹۴۹ء میں یہ کوششیں دین چاہنے والے علماء، بزرگوں اور عام لوگوں کی طرف سے شروع ہوئیں کہ ہم اس گاڑی کا قبلہ درست کر دیں اور اس کے لئے بڑی زبردست جدوجہد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت اور سرکردگی میں ہوئی جو پاکستان کے بانیوں میں سے تھے اور جس نے بہت سی قربانیاں اپنوں اور پرایوں سے جھگڑ جھگڑ کر دی تھیں انہوں نے ایک منظم تحریک چلائی کہ اس حکومت کے بنیادی خدوخال اور بنیادی راہِ عمل اور خطوط طے ہوں اس سلسلے میں ۱۹۴۹ء میں قیامِ پاکستان کے بعد قراردادِ مقاصد کی شکل میں ایک مقدس دستاویز مرتب کی اور اس کے منوانے کے لئے کوشش کی، جسے بالآخر انہوں نے اس وقت کے حکمرانوں سے منوالیا۔ اس طرح انہوں نے اس ملک کا قبلہ متعین کرایا مگر بدقسمتی سے اس کی روشنی میں کوئی قانون سازی نہ ہوئی، قرادادِ مقاصد کی بنیاد یہی تھی کہ ہم نے جب آزاد ملک حاصل کیا ہے تو یہاں ساورنٹی حاکمیت اعلیٰ خداوندتعالیٰ کی ہوگی۔ ہم رب کے طے کردہ وہ حدود اور جو راستے ہیں جو طریقے ہیں ان کے اندر رہتے ہوئے اپنی حکمرانی جو کہ اللہ تعالیٰ کی ایک امانت ہے اس کو استعمال کرتے رہیں گے مگر اس کے بتائے ہوئے حدود کو پامال نہیں کریں گے اور

حاکمیتِ خداوندی کے تقاضے

حاکمیتِ اعلیٰ حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی، اس لئے کہ مسلمانوں کے لئے یہ ایمان کا تقاضا ہے کہ مسلمان کبھی بھی اپنے آپ کو اصل حکمران نہیں کہہ سکتا۔ اس کی حاکمیت خلافت کی حاکمیت ہوتی ہے۔ امانت کی حاکمیت ہوتی ہے اور فیصلے اس نے انہی احکام کے تحت کرنے ہیں جو حاکمِ مطلق نے اس کے لئے متعین اور واضح کردئے ہیں، اس لئے کہ اس کے سامنے یہ آیات ہوتی ہیں:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ o وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ o وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o

اور فرمایا "ان الحکم اِلَّا لِلّٰہ" اور فرمایا الا له الخلق والامر اور فرمایا: "لِلّٰه الامر" ان آیات میں اور ایسی بے شمار سینکڑوں آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر حاکمیت اعلیٰ اور ساورنٹی اپنے آپ تک محدود رکھی ہے اور یہ الاٹ کرا رکھی ہے کہ یہ میرے دائرۂ اختیار میں ہے، اس میں بندے کو مداخلت کا حق نہیں ہے ہاں ان حدود میں رہتے ہوئے خلافت کے طور پر اپنی زندگی گزارنے کا حق ہے، اب اس حاکمیت اعلیٰ کو ہم قانون کے ذریعے ہی زندگی میں نافذ کروا سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حاکم اعلیٰ ہے لیکن اس کی سنت کا اور اس کی حکمتوں کا یہ تقاضا نہیں ہے، نہ اس کی صورت یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ آ کر جج بن جائے اور حاکم کی کرسی پر بیٹھ جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حاکمیت قرآن و سنت کے ذریعہ سے منوانا چاہتا ہے بندوں پر۔ اللہ کی حاکمیت یہ ہے کہ اس کے دیئے ہوئے راہِ عمل اور احکام و فرامین جو قرآن وسنت کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں، ان کے تحت ہم ان کو حاکمیت کا حق دیں۔ ہم اقتدار کی کرسی پر عدالت کی کرسی پر اور اپنے تمام مناصبِ جلیلہ پر قرآن وسنت کو بٹھا دیں، اور اس کی یہی صورت تھی۔ عدالتوں میں قرآن وسنت کے قوانین جاری کرتے اور ہماری زندگی پر صرف قرآن وسنت کو بالادستی حاصل ہوتی اور ہم اللہ تعالیٰ کو ساورن مان لیتے، اور اللہ کو حاکم اعلیٰ مان لیتے لیکن ایسا کئے بغیر ہم کسی دستور میں لاکھ بار بھی اللہ کو حاکمِ اعلیٰ کہیں اور اپنے دروازوں پر بڑے بڑے طغرے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے لگائیں اور تقریروں کی بنیاد اس کو بنا دیں۔ اس کو سلوگن بنا دیں۔ اس کو تعویذ کی طرح استعمال کریں لیکن میں کہتا ہوں کہ اس طرح حاکمیت اعلیٰ ہماری عملی زندگی میں نافذ نہیں ہو سکتی۔

حاکمیتِ خداوندی کا اعتراف عدالتوں سے ہی کرایا جاسکتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ سے عدالت کے ذریعہ اور نظامِ عدالت کے ذریعہ اس حاکمیتِ اعلیٰ کو چلایا اور نافذ کروایا اور زندگی کے سارے شعبوں پر کنٹرول عدالت کو دے دیا۔ اس کے بعد عدالت کو بھی کھلا نہیں چھوڑا۔ عدالت کو قطعی پابند کیا کہ حاکم بھی مسلمان معاشرے کا ایک فرد ہے، تم بھی اللہ کی طرف سے حاکم کے طور پر اور ثالث کے طور پر فیصلے کرو گے لیکن فیصلے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق کرو گے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ تیرے ربّ کی قسم جب تک تجھے حاکم نہ مان لیں اپنے معاملات اور جھگڑوں میں تجھ سے فیصلہ نہ کروائیں تو

یہ ہرگز ہرگز مؤمن نہیں کہلا سکتے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

یہ ساری آیتیں ہیں کہ فیصلہ کے حق کو بھی کسی جج کو کسی عدالت کو بالکل کھلا نہیں چھوڑا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکام اور فرامین کے خلاف جسے بھی چاہے وہ فیصلہ دے دے تو گویا یہ عدالت نائب ہے خلیفہ ہے کہ یہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمیت کو مسلم معاشرے میں اس کی مخلوق میں نافذ کروائے۔

اسلامی تاریخ میں اسلامی عدالتیں

چنانچہ چودہ سو برسوں سے انہیں عدالتوں کے ذریعہ قرآن وسنت کی حاکمیت کا اعتراف کیا جاتا رہا ہے اور قرآن وسنت کو حق دیا جارہا ہے کہ وہ اپنے تمام احکام اور معاملات کا فیصلہ اس کے ذریعے سے کرواسکیں کبھی یہ عدالتیں مدون دفعات سامنے رکھ کر فیصلے کرتی تھیں، کبھی غیر مدون دفعات کی شکل میں قرآن وسنت اور اس سے مستنبط احکام اور پچھلے فیصلوں کو سامنے رکھ کر اپنی اہلیتوں اور صلاحیتوں کی روشنی میں فیصلے کرتی چلی آرہی تھیں۔ خلافتِ راشدہ کے بعد بھی اسلام کے عروج اور اس کے ارتقاء کے اور امن وسلامتی کے ایسے بڑے بڑے دور گزرے ہیں، پوری خلافت بنواُمیہ اور خلافت بنی عباس کے زمانہ میں عدالتیں فیصلے قرآن وسنت کی روشنی میں کرتی تھیں۔ ان کے سامنے اگرچہ مدون چیزیں نہیں تھیں لیکن اُصول وضوابط مآخذ ایسی تمام چیزیں موجود تھیں۔ خلافتِ عثمانیہ میں بھی یہی سلسلہ چلا آرہا تھا، کئی سو برس ہندوستان میں بھی مسلم عدالتیں قرآن وسنت اور اس پر مبنی احکام اور تفاصیل کو سامنے رکھ کر مسلم معاشرے میں عدل و انصاف اور حقیقی فلاحی ریاست کی جو رعائتیں ہیں، جو حقوق ہیں وہ برکات بکھیرتی رہیں اور اس طرح مسلمان معاشرہ تمام دنیا کے لئے قابل رشک معاشرہ عدالتی نظام کے لحاظ سے بھی بنا۔

کیا دفعہ وار قوانین لازمی ہیں؟

قرآن وسنت نے یہ تو لازم قرار نہیں دیا کہ ایک عدالت کے سامنے لازماً ایک مدوّن اور دفعہ وار قانون موجود ہونا چاہئے۔ یہ صورتِ حال بھی دنیا میں کئی جگہوں پر موجود ہے۔ برطانیہ جو کہ دنیا میں قانون کا بہت بڑا علمبردار بنا ہوا ہے، وہاں بھی آئین اور قانون سے بڑھ کر پہلے سے جاری

جو روایات ہیں، انہی روایات کو دیکھ کر فیصلے کئے جاتے ہیں۔ وہ عدالتیں اپنی اُن روایات کا لحاظ رکھتی ہیں اور ان روایات کے تقدس کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہیں اور فیصلے کرتی ہیں۔ یہی اس وقت ایک اسلامی سٹیٹ سعودی عرب میں ہو رہا ہے، پھر اگر ہم چاہتے کہ یہ مشکل بھی حل ہو جائے اور جدید تقاضوں اور جدید حالات کی روشنی میں عدالتوں کے سامنے ایک ڈیفائنڈ مدون ایک قانون موجود ہو تو اس کے لئے یہ مشکل نہیں تھا چالیس برس ایک طویل عرصہ ہے۔ آج کہا جا رہا ہے کہ دفعہ وار قوانین نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس غفلت اور کوتاہی کا ارتکاب کس نے کیا ہے؟ چالیس سال اللہ نے ہمیں حکمرانی کا موقع دیا اور ہم ہمیشہ کہتے رہے کہ قرار دادِ مقاصد ہماری راہنما ہے اور ہم اسلامی آئین کے مطابق فیصلے کریں گے۔ یہ مسلم معاشرہ ہے یہاں اسلامی قوانین کی بالادستی ہوگی تو اس لئے کچھ کام تو آگے بڑھا دیا ہوتا۔ چالیس سال کیا میں کہتا ہوں کہ یہ کام چالیس مہینوں میں بھی سرانجام دیا جا سکتا تھا۔

تدوینِ قوانینِ اسلامی اور حکومت کی مجرمانہ کوتاہی

جنابِ والا! پھر شریعت بل کو یہاں پیش ہوئے تقریباً پونے دو سال ہونے کو ہیں جب شریعت بل کا مسئلہ سامنے آیا تو اربابِ حکومت کو وزارتِ انصاف کو اور وزارتِ قانون کو یہ سوچنا چاہیئے کہ یہ چیز جو سامنے آ رہی ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے وہ قانون کو دفعہ وار مدوّن کرنے کا کام شروع کر لیتے اس طرح دو سال کے عرصے میں اس کا کچھ حصہ تو سامنے آیا ہوتا، پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ اتنا بڑا مشکل کام نہیں۔ اس وقت عالم اسلام میں کئی مدوّن مجموعے موجود ہیں اور اس پر فیصلے ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ خلافتِ عثمانیہ نے المجلہ کی شکل میں ساری دفعات کو مدوّن و مرتب کر دیا تھا۔ اس وقت اردن کی حکومت نے بہت بڑا عظیم کام کیا ہے اور ایک فقہی انسائیکلو پیڈیا فقہ پر مرتب کر رہے ہیں۔ پھر اگر ہم اس صورتِ حال کی ضرورت پیدا کریں گے تو بحران پیدا نہیں ہوتا ضرورت کے بعد اس کی مشکلات بھی حل ہوں گی اور وہ سارے دفعات بھی مرتب ہو جائیں گے اس وقت بھی ہم خلاء میں نہیں ہیں کہ یک دم یہ مشکل ہمارے سامنے آ جائے گی۔ تقریباً طویل عرصہ یعنی ۱۵؍سال سے اسلامی نظریاتی کونسل انہی خطوط پر کام کر رہی ہے اور اس نے بہت سی چیزیں رپورٹوں کی شکل میں دفعات کی شکل میں مسودات کی شکل میں بہت بڑا ذخیرہ ہمارے سامنے رکھا ہوا ہے۔ ہم اگر آج بھی عدالتوں کو اسلامی قوانین پر فیصلہ کرنے کا پابند کر دیں تو ان کے سامنے بہت بڑے ڈھیر آ جائیں گے مگر آپ ارادہ کر لیں۔

دیت اور قصاص پر آپ ایک سال بحث کر چکے ہیں۔ اس قوم کے برگزیدہ لوگوں نے، اسکالروں نے، دانشوروں، قانون سازوں نے، ججوں نے ۱۹۷۸ء سے تقریباً ۱۹۸۵ء تک دیت اور قصاص کے مسئلے پر ساری تفصیلات پر غور وخوض کیا۔ اس کے متبادل ترامیم آئین یہ سارا ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ دیت اور قصاص کا وہ مسودہ جو مجلس شوریٰ نے بالآخر تمام مکاتب فکر کے ہوتے ہوئے متفقہ طور پر اس کو پیش کیا، اگر آج بھی اس دیت اور قصاص کے مسودے کو آپ اپنے اس مؤقر ایوانوں سے پاس کروالیں اور آپ چاہیں تو یہ سب کچھ ایک دن میں پاس کروا سکتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ستر فیصد فوجداری قوانین مرتّب شکل میں ہمارے سامنے ہوں گے۔

☆...... جناب چیئرمین: اِختصار سے کام لیں، کیونکہ وقت بہت گذر گیا ہے۔

☆...... مولانا سمیع الحق: جناب میں تو تقریباً تین گھنٹے لوں گا، اب فیصلہ آپ فرمالیں کیونکہ ڈیڑھ سال اس موضوع پر لوگوں نے اظہارِ خیال کیا ہے، اگر میری صحت نے جواب نہ دیا اور گلا نہ بیٹھا اور آپ نے بھی اس طرح تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کیا تو کم از کم رات ۱۲ بجے تک میں ان شاء اللہ اس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ڈیڑھ سال تک لوگوں کو آپ نے کھلا وقت دیا ہے۔ اس وقت تو میں بالکل ابتدائی پوائنٹ پر ہوں اور مجھے وہ تمام خدشات اور شبہات جو ملک بھر میں اٹھائے گئے ہیں اجتہاد کے مسئلہ میں فرقہ واریت کی شکل میں اور مقننہ کے اختیارات پر قدغن لگانے کی شکل میں اور یہ کہ یہ سیاسی بل ہے۔ یہ متنازعہ ہے ان شاء اللہ ان تمام باتوں پر اپنا طالب علمانہ اظہارِ خیال کرنا ہے۔ اب جیسے آپ حکم دیں کہ کس وقت تک آپ چلا سکتے ہیں اجلاس کو، وہ آپ خود دیکھ لیں۔

☆...... جناب چیئرمین: جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو بارہ کیا چھ بجے تک بھی بیٹھ سکتا ہوں لیکن ایوان میرے خیال میں اس کا متحمل نہیں ہوسکے گا۔

☆...... مولانا سمیع الحق: جیسے جناب آپ کی اور ایوان کی رائے ہو تو چاہتا ہوں کہ آج اس معاملے کو ختم کردیں۔

☆...... سید عباس شاہ: آپ اس کو ختم کردیں یا نہ آپ کی مرضی لیکن کورم جناب پورا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: اگر آج پہلی خواندگی ختم ہوجاتی تو آگے بھی بہت سارے مراحل ہیں۔ آپ کے سامنے بھی ایوان کے سامنے بھی تو اس پر بھی بہت سی بحث ہوسکتی ہے۔ بہرحال اگر کورم نہیں ہے تو گھنٹی بجائی جائے (گھنٹی بجائی گئی)

☆...... جناب چیئر مین: میرے خیال میں اجلاس کو برخاست ہی کرنا پڑے گا۔

☆...... جناب وسیم سجاد: جناب! یہ بحث اگلے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر بھی جاری رکھیں گے۔

☆...... جناب چیئر مین: اچھا۔

☆...... مولانا سمیع الحق: یعنی فلور میرے ہاتھ میں ہوگا میں آغاز کروں گا۔

☆...... جناب چیئر مین: جی فلور آپ کے پاس ہوگا۔

☆...... مولانا سمیع الحق: بس ٹھیک ہے جی، میں آغاز کروں گا۔

مداخلت

☆...... مولانا سمیع الحق: میں نے تو کہنا تھا، اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی، اور......

نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں ہمنوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں

تو میں نے کہا: آج آپ نے جگر تھام کے بیٹھ کر سننا ہوگا، اس لئے کہ

شبِ وصال بہت کم ہے آسماں سے کہو کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا

☆...... جناب چیئر مین: ضرور۔

☆...... مولانا سمیع الحق: لیکن یہ حضرات تو کہہ رہے ہیں کہ آج رات بارش ہوئی ہے بڑی زبردست فضا ہے، ہم باہر جانا چاہتے ہیں۔

o...... جناب چیئر مین: اچھا وزارتِ انصاف و پارلیمانی اُمور کی وساطت سے اجلاس کی آئندہ کارروائی کے متعلق صدر صاحب کا ایک حکم موصول ہوا ہے وہ میں آپ کو سناتا ہوں۔

(اجلاس برخاست)

اس کے بعد مورخہ ۱۵/مارچ کو مولانا سمیع الحق نے سینٹ کی پرائیویٹ کارروائی کے دن رات کی نشست میں اپنا خطاب مکمل فرمایا۔

چیئر مین نے کہا: اس پر پہلی خواندگی ابھی جاری ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے جو کہ اس بل کے ایک محرک ہیں، اپنی اختتامی یا جوابی تقریر آج مکمل کرنی چاہئے تو وہ مہربانی کر کے وہاں سے شروع کریں جہاں سے انہوں نے پچھلے اجلاس میں ختم کیا تھا۔

عدالتوں کو پابند بنانے پر اشکالات اور جواب

مولانا سمیع الحق: جناب چیئر مین صاحب! میں نے اپنی گذارشات کے اختتام میں یہ عرض کیا تھا کہ

بل کے ذریعہ ہم عدالتوں کو قرآن وسنت کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند بنانا چاہتے ہیں، اس کے بارے میں کچھ خدشات اور مشکلات بیان کی گئی ہیں اور بہت سے دوستوں نے ان مشکلات کا ذکر کیا ہے تو اس وقت میں عرض کر رہا تھا کہ ایک طریق کار تو یہ ہے کہ مدون قانون کو ڈیفائی دفعہ وار کسی عدالت کے سامنے رکھا جائے اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عدالت کو قرآن وسنت اور اسلامی احکام کی تعبیر وتشریح کا حق دیا جائے اور قانونِ موضوعہ اس کے سامنے نہ ہو۔ دونوں صورتوں میں کچھ مشکلات بیان کی گئی ہیں کہ اگر ان کو کلی اختیار دیا جائے تو ان کو چونکہ اسلامی علوم کے اوپر مہارت نہیں ہے اور اسلامی قانون کا جو سرچشمہ ہے اور اکثر عربی میں ہے تو اس طرح شائد وہ صحیح فیصلہ نہ کرسکیں اور دوسری صورت یہ تھی کہ ہم قوانین مدوّن کر کے ان کے سامنے رکھیں۔ اس میں یہ مشکلات سامنے آتی ہیں کہ قوانین کی تدوین اگر ہم از سرِنو شروع کریں۔

پارلیمنٹ سے منظوری کے لئے عمرِ نوحؑ درکار ہے

اور جیسے کہ پارلیمانی نظام مروّج ہے اور پھر پارلیمنٹ کے سامنے ان قوانین کی منظوری کا یہ سارا سلسلہ چلتا رہے تو دو تہائی اکثریت درکار ہوگی اور پھر یہ ہے کہ جو مسودہ سامنے آئے گا اس پر پہلی خواندگی ہوگی پھر دوسری، پھر تیسری اور پھر ترامیم در ترامیم آئیں گی۔ ہم نے دو سال میں دیکھا کہ قوانین اور بل ان مراحل سے گذارے جاتے ہیں، شائد وہ ان مدون دفعات کو منظور کریں بھی یا نہ کریں۔ اور اگر کریں بھی تو اس کے لئے عمر نوحؑ اور صبر ایوبؑ درکار ہے۔ چالیس سال ہم نے ایسے گذار دیے ہیں، اگر تدوین کا یہ سلسلہ از سرِ نو پارلیمنٹ سے گذارا جائے تو اس کے لئے غیر معینہ مدت بلکہ شاید صدیوں تک ہمیں انتظار کرنا پڑے اور ہم اسلامی قوانین کی طرف پیشرفت نہ کرسکیں۔

یہاں تلور (ایک پرندہ) پر پابندی کا مسئلہ دو سال تک چلتا رہا اور قومی اسمبلی نے اس مسئلہ پر قیمتی وقت اور سرمایہ ضائع کیا۔ اور میں نے بعض دوستوں سے کہا کہ ۷۰ء سے جو تحریک چلی تھی، سوشلزم کا نعرہ اُٹھا تھا، پھر ۷۷ء میں ملک میں ایک تحریک چلی اور اس کے نتیجے میں مارشل لاء آیا، اور مارشل لاء کے نتیجے میں پھر ۱۹۸۵ء میں یہ جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ یہ سارا سترہ سال کا سلسلہ گویا تلور کے لئے تھا، خلاصہ تو اس کا ہمارے سامنے یہی آیا۔

اور بالآخر اسے مسترد کر دیا گیا۔ اگر اس طریقے سے ہم ایک ایک دفعہ اور قانون پاس کرائیں گے تو اس کیلئے ہم شاید اپنی منزل پر نہ پہنچ سکیں۔ تو میں نے عرض کیا تھا کہ اس وقت کچھ

چیزیں ہم مدون شکل میں عدالت کے سامنے رکھ سکتے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن وسنت کی تشریح وتعبیر کے لئے عدالتوں کو ان چیزوں کا پابند بنائیں گے، تو دونوں میدانوں میں ہم آگے قدم بڑھا سکیں گے۔ مشکلات دونوں میں آئیں گی لیکن کچھ تو پیش رفت شروع ہوجائے گی اور مشکلات اللہ کی مہربانی سے حل ہوجائیں گی تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے پاس اس وقت بہت سا ذخیرہ مدون بھی موجود ہے، نظریاتی کونسل نے ایک طویل عرصہ تک کام کیا ہے، دیت اور قصاص کے قوانین پر محنت ہوئی ہے، شفعہ کا سارا مسئلہ مدون شکل میں موجود ہے۔ قانونِ شہادت کا سارا مسودہ نظریاتی کونسل اور کئی اداروں کی تنقیح تجربہ اور تحلیل سے گزرا ہے۔

عدالتوں کو پابند بنانے سے بحران پیدا نہیں ہوگا

اس وقت کوئی بہت بڑا بحران پیدا نہیں ہوگا اگر ہم عدالتوں کو اسلامی قوانین پر فیصلہ کا پابند بنائیں گے کیونکہ اس وقت جتنے قوانین رائج ہیں تو ان میں بہت بڑی اکثریت ایسے قوانین کی ہے جن کا تعلق انتظامی نوعیت کے قوانین سے کیا جاسکتا ہے۔ ان کا تعلق حلال وحرام اور جائز وناجائز سے نہیں ہوتا۔ ان قوانین میں سے کچھ پر نظریاتی کونسل اور کچھ پر وفاقی شرعی عدالت نظر ثانی کا کام کرچکی ہے اور سارا ذخیرہ ان انتظامی قوانین کا ان دونوں اداروں نے کھنگالا ہے۔ ان میں سے اگر اِکا دکا کوئی بات آئے گی تو معمولی ترمیم کی ہوگی اور ان ترامیم کی نشان دہی بھی کی جاچکی ہے تو ہم جب اس بل کا دفعہ چار پاس کرلیں گے تو رائج الوقت قوانین جو انتظامی نوعیت کے ہیں، ان کو اسی حال پر رہنے دیں گے اور ان کو تحفظ مل جائے گا کہ وہ خلافِ شرع نہیں ہیں۔ یہ سلسلہ وہاں ختم ہوجائے گا۔ اس میں ہم اتنی بات کریں گے کہ اس تصریح کے ساتھ کہ عدالتیں ان انتظامی قوانین پر فیصلہ کی پابند ہوں گی، بجز اس کے کہ اس کی کوئی چیز قانونِ شریعت کے خلاف نظر آئے تو اس میں شریعت کو بالادستی ہوگی، اگر کسی جج کو ازخود کوئی چیز نظر آئے کہ ان انتظامی قوانین میں کوئی چیز خلافِ شرع ہے تو اس تصریح کے بعد اس کے لئے کوئی مشکلات نہیں ہوں گی۔ دوسرا حصہ عدالتوں میں مروجہ فوجداری قوانین کا ہے تو سارے فوجداری قوانین کی منسوخی بھی ضروری نہیں۔

اگر ہم دفعہ چار نافذ کردیں تو اس سے تمام فوجداری قوانین یک دم یک لخت منسوخ نہیں کرنے پڑیں گے، وہ اس لئے کہ اس وقت حدود آرڈی نینس نافذ العمل ہے اور بہت سے فوجداری قوانین حدود آرڈی نینس کے دائرے میں آجاتے ہیں۔ اسی طرح دیت وقصاص کا مسودہ جو سارے

مراحل سے گذرا ہے اگر ایک دن میں بھی اس کو نافذ کرانا چاہیں تو نافذ کرا سکتے ہیں تو ۷۰ر فیصدی فوجداری قوانین اس کے ماتحت آ جائیں گے اور ایک مدون چیز ۷۰ر فیصدی دیت و قصاص کی شکل میں ہم عدالت کے حوالے کرسکیں گے کہ اس کے مطابق آپ نے فیصلہ کرنا ہے۔

شریعت سے متصادم قوانین

فوجداری قوانین میں بھی ہم یہ کر سکتے ہیں کہ کسی عدالت کی فوجداری قوانین میں کوئی دفعہ شریعت کے خلاف ہو تو شریعت کا حکم بالادست ہوگا۔ اب ہمارے سامنے صرف دیوانی اور ایسے فوجداری قوانین ہیں جن کا شریعت سے تصادم آ سکتا ہے۔ کچھ دیوانی قوانین اور فوجداری قوانین اسلامی قوانین کے بنیادی تصورات سے مختلف ہیں اور ایسے قوانین ہیں جن کا شریعت سے بنیادی اختلاف موجود ہے، مثلاً: قانونِ معاہدہ ہے، قانونِ بیع ہے قانونِ انتقالِ اراضی اور قانونِ انتقالِ جائیداد ہے۔ اس میں اگر کوئی دفعہ شریعت کے خلاف نظر آئے تو اس کو ہمیں منسوخ کرنا پڑے گا۔ اس دفعہ کی روشنی میں صرف ایک تہائی چوتھائی حصہ قوانین جو ایسے سامنے آئیں گے کہ جس کو ہم منسوخ کر کے عدالت کے سامنے متبادل چیز رکھ سکتے ہیں، فی الحال عبوری دور کے لئے کہ ان دیوانی قوانین میں آپ کو یہ یہ چیزیں سامنے رکھنی ہوں گی اور اس سے رہنمائی لینی ہوگی۔

عالمِ اسلام میں مدون اِسلامی قوانین

عالمِ اسلام میں ہمارے سامنے بہت سے ایسے مجموعے آ چکے ہیں جن پر بڑی محنتیں ہوئی ہیں۔ علماء نے، ججوں نے اور انتظامیہ نے ان قوانین کو مدون کیا ہے۔ سب سے پہلے مجلة الاحکام العدلیه جو خلافتِ عثمانیہ میں دس سال یا سولہ سال کی محنتوں کے بعد مدون ہوا۔ اس کے انگریزی ترجمے بھی موجود ہیں، اگر عدالت ان ساری چیزوں سے رہنمائی حاصل کرے گی تو کوئی اختلاف یا انتشار یا پریشانی نہیں ہوگی۔ یہ مدون مجموعہ خلافت عثمانیہ میں بھی رائج رہا۔ اردن اور کویت اور دیگر کئی اسلامی ممالک میں عدالتیں اس کو سامنے رکھ کر اب بھی فیصلہ کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ اردن میں اس سلسلے میں بڑا کام ہوا اور انہوں نے اسلامی قوانین کا ایک انسائیکلو پیڈیا یا جو دیوانی مقدمات سے تعلق رکھتا ہے اور دو جلدوں میں وہ مجموعہ موجود ہے۔ وہ مجموعہ بھی ہم عدالتوں کے سامنے رکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح مصر میں علماء، وکلاء اور ججوں کی رہنمائی میں بہت بڑا دیوانی اور فوجداری مجموعہ شائع ہوا ہے اور اسی پر عمل ہوتا ہے اور علماء نے اس کو دیکھا ہے کہ اس میں قرآن و

سنت کے مطابق سارے دفعات بنائے گئے ہیں۔ یہ چیزیں اگر ہم ان عدالتوں کے سامنے رکھیں تو ہمارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

پرسنل لاء اور عدالتیں

شخصی قوانین جو پرسنل لاء ہے جس میں نکاح، طلاق، وراثت، عدت اور ان چیزوں کے مسائل ہیں جو پرسنل لاء کہلاتے ہیں۔ اس کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ عدالت ہر مسلمہ اسلامی مکتبِ فکر جو ہے اس کی جو واضح تعلیمات ہیں اس کو سامنے رکھ کر اس پر فیصلہ دے گی، کسی مکتبِ فکر کے حقوق پر بھی زد نہیں پڑے گی اور نہ کسی کا مواخذہ۔

تشریح و تعبیر نہیں بلکہ تطبیق

اس طرح ہم یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ ہم نے عدالت کو تعبیر و تشریح کا حق دیا۔ ہم عدالت کو تعبیر و تشریح کا حق نہیں دیتے بلکہ قوانین ان کے سامنے رکھ کر ان کو کہتے ہیں کہ بھئی! آپ اس کو دیکھ کر فیصلہ کریں۔ آج بھی عدالت تشریح و تعبیر نہیں کرتی بلکہ تطبیق کرتی ہے جو مروّجہ قوانین ہیں۔ اس کی دفعات کو اپنے سامنے رکھ کر اپنی ذہنی اِستعداد، اپنے تجربہ، اپنے معلومات اور انکشافِ حقائق کے بعد کسی دفعہ کی تطبیق کسی فیصلہ پر کراتی ہے، یہی صورت اس وقت بھی ہوگی۔

عقیدہ سے ہم آہنگ قوانین کی وجہ سے عدالتیں محتاط رہیں گی

یہاں یہ کیا جاتا ہے کہ ہم نے موجودہ حالات میں آ کر اسلامی قوانین ججوں کے حوالے کئے اور ان کے قوانین کے مطابق فیصلہ کرنے کا، تو معاشرہ خراب ہے اور سارے طبقوں میں بددیانتی رچی بسی ہے تو پھر قرآن و سنت کا تقدس نہیں رہ سکے گا اور اس کے خلاف رشوت ستانی سے شریعت بکے گی اور دین کے مطابق فیصلے نہیں ہوسکیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم کوئی ایسی بات کرتے تو ہمیں ازالۂ حیثیت عرفی اور توہین عدالت کی سزا دی جاتی لیکن یہاں اس ملک میں شریعت بل پر بحث کرتے وقت کئی لوگوں نے مضامین، تقاریر کے ذریعہ ججوں کو اور سب کو مطعون کر دیا کہ پھر وہ ساری شریعت بیچ دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ الحمد للہ ہر طبقے میں اچھے لوگ بھی ہیں، ہمارے سارے ججوں کی دیانت پر شک نہیں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی قانون انسان سے نظریہ و عقیدہ سے ہم آہنگ اور اس کو تصورِ آخرت و محاسبۂ آخرت سے وابستہ کیا جائے تو اس پر انسان بڑی بیدردی اور جلدی سے فیصلہ نہیں کرسکتا۔ موجودہ قوانین اگر کسی جج کے سامنے ہیں تو اس کو کوئی جھجک نہیں کہ وہ اس کو صحیح طور

پر چلائے یا نہ چلائے۔ وہ اس کو پتہ ہے کہ انگریزی قانون ہے اس کا کوئی تقدس میرے عقیدے میں نہیں اور نہ یہ میرے عقیدہ سے ہم آہنگ ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ اس قانون میں ایک دن میں ایک گواہ دس دس مرتبہ بِک کر اندر آتا ہے اور وہی گواہ گواہی دیتا ہے۔ اس کو یہ بھی پتہ ہے کہ وکیل حقائق کو بدل رہا ہے، ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بناتا ہے، پھر وہ کہے گا کہ جب سارا نظام ہی غلط طریقوں سے آ رہا ہے تو مجھے کیا پابندی کرنی ہے ان قواعد کی؟ میں کیوں ہزار دس ہزار میں اس فیصلے کو نہ بدلوں اور ان قوانین کو کیوں نہ بیچوں لیکن اگر قرآن وسنت سامنے رکھیں گے تو کسی فیصلہ پر پہنچنے سے قبل ہزار مرتبہ سوچے گا اور وہ اگر مسلمان ہوگا تو لرز اُٹھے گا کہ اب اگر میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو بدلوں تو اللہ اس کا مواخذہ مجھ سے کریگا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح راستہ بالکل آسان ہو جائے گا اور رشوت ستانی، بددیانتی اور غلط فیصلوں کا سلسلہ بھی خود بخود رُک جائے گا۔

علماء سے استفادہ

پھر بھی اگر انہیں کچھ مشکلات ہوں گی تو ہم نے اس میں ایک دفعہ رکھی ہے کہ علماء اور اسلامی علوم کے ماہرین سے مشورہ کیا جائے اور ان کی رہنمائی میں وہ چند دن کیلئے ان سے استفادہ کریں۔ اسی طرح ہم نے شریعت کورٹ میں یہ اُصول تسلیم کرلیا ہے وہاں بھی یہی اُصول اس لئے رکھا گیا کہ دونوں آپس میں مل کر افہام وتفہیم اور ایک دوسرے سے استفادہ کرنے کے بعد کسی صحیح نتیجے پر پہنچ جائیں، اگر یہاں بھی کسی جج کے ساتھ کوئی عالم بیٹھتا ہے اور ہمارے شریعت بل کی دفعہ نمبر ۱۰ کے مطابق وہ معاونین کے طور پر ان کی رہنمائی کرے تو اس سے کوئی قیامت نہیں ٹوٹ پڑے گی، یہ مشکلات ان کی اس طرح حل ہو جائیں گی۔

ملاّ اِزم اور تھیا کریسی یا وسیع الظرفی

اور پھر اس کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ بھی کہا ہے جب کہ ہمیں کہا جا رہا ہے کہ یہ ملاّ اِزم ہم پر مسلط کیا جا رہا ہے۔ ملاّ اِزم تو تب مسلط ہوگا کہ ہم کوئی ایسا قانون پاس کرواتے اور ہم آپ کے سامنے کوئی ایسا بل لاتے کہ سارا انتظامی ڈھانچہ ہی تبدیل کیا جائے، سارے عدالتی نظام سے وابستہ اشخاص کو یکسر تبدیل کر کے ان کی بجائے اسلامی علوم کے ماہرین کو بٹھایا جائے، اس وقت آپ کہہ سکتے تھے کہ یہ ملاّ اِزم اور تھیا کریسی مسلط کی جا رہی ہے۔ یہ تو علماء کی انتہائی وسیع الظرفی ہے کہ ہم نے سارے انتظامی اور عدالتی نظام کے ڈھانچے کو تبدیل کرنے اور اسے ازسرِ نو نئی بنیادوں پر استوار

کرنے کا مسئلہ نہیں اُٹھایا۔ ہم نے کہا کہ فیصلہ یہی لوگ کریں۔ عدالتیں انہیں کے ہاتھ میں ہوں لیکن اصلاح کی طرف کوئی قدم بڑھ جائے ان کو مدون شکل میں قوانین دیے جائیں اگر کوئی مشکلات ہوں تو علماء سے تعاون حاصل کریں، اگر انہی افراد کو آپ چند دنوں میں تربیت دیں گے اور ان کے سامنے جب ایک چیز کی ضرورت پیدا ہوجائے گی تو وہ بڑا ذہین طبقہ ہے، وہ چند ماہ میں ان ساری مشکلات پر عبور حاصل کرسکتا ہے۔ آپ ایل ایل بی کے نصاب میں انقلابی اور بنیادی تبدیلیاں لائیں گے اور جب اسلامی علوم کے تراجم انگریزی میں ان کے سامنے لائیں گے تو وہ اسلامی شریعت سے بھی باصلاحیت ہوکر نکلیں گے۔ آپ ان کو ریفریشر کورس فوری کروائیں اور یہ مجلة الاحکام العدلیه اور جو مجموعے اسلامی ممالک کے ہیں باقاعدہ درساً ان کو پڑھادیں اور چھ مہینے کے اندر اندر تمام جج ان تمام اسلامی قوانین جو اسلامی ممالک میں مدون شکل میں رائج ہیں ان پر ان کو عبور حاصل ہوسکتا ہے۔

عدالتوں کے فیصلہ میں تضاد کا اشکال

یہاں یہ جھگڑا بھی بہت زیادہ اُٹھایا گیا ہے کہ اس طرح عدالتوں کے فیصلوں میں اختلاف ہوگا۔ ایک جج ایک فیصلہ کرے گا تو دوسرا اس کے مخالف، اور اسلامی قوانین کے فیصلوں میں بہت بڑا تضاد پیدا ہوگا۔ عجیب بات ہے آج بھی یہی صورتِ حال ہے کہ آج تعزیراتِ ہند کی شکل میں جو قوانین ان کے سامنے ہیں یا جو اور قوانین ہیں ان سارے قوانین کے ہوتے ہوئے سارے جج ایک ہی فیصلہ نہیں کرتے۔ راولپنڈی کا جج ایک قسم کے کیس میں جو فیصلہ کرتا ہے، بدین اور کوئٹہ کا جج اور حیدرآباد و کراچی اور ساہیوال کا جج اسی قسم کے فیصلے پر نہیں پہنچتا۔ فیصلے مختلف ہوتے ہیں جبکہ قانون ایک ہی سامنے ہوتا ہے۔ متضاد فیصلے آتے ہیں، آگے عدالتوں میں جاکر ان کی تنقیح ہوتی ہے اور چھوٹی بڑی عدالت سے گزرتے گزرتے پھر ہائیکورٹ پھر سپریم کورٹ سے اس کی باقاعدہ ایک متعین تعبیر سامنے رکھ دی جاتی ہے۔ اب متعین تعبیر جب سامنے آتی ہے تو پھر ساری عدالتیں اس کی پابند ہوجاتی ہیں تو یہاں بھی اگر کسی مسئلہ میں تضاد آیا تو اس کو حق ہوگا کہ اوپر اسلامی ہائیکورٹ یا شرعی کورٹ میں جائے تو یہ تضاد خود بخود ختم ہوجائے گا۔

جمہوریت اور پارلیمنٹ پر قدغن کا اشکال

یہاں پر یہ اشکال بھی بہت سے لوگوں نے اُٹھایا ہے کہ اس بل سے پارلیمنٹ اور جمہوریت

پر قدغن لگ جائے گی حالانکہ یہ بالکل غلط تصور ہے، ہماری جمہوریتوں اور غیر مسلموں کی جمہوریتوں میں فرق ہے۔ ہم نے بالکل مغربی جمہوریت کو اپنے تصور میں بٹھا رکھا ہے کہ مسلمان بھی اسی ڈگر پر من وعن چلے گا تو یہ معاملہ کسی مسلم معاشرے کے ساتھ چل نہیں سکتا ان کی جمہوریت حلال وحرام، جائز اور ناجائز یا قرآن وسنت اور خداوندتعالیٰ کی بالادستی سے بالکل عاری ہوتی ہے۔ یہاں ہم نے قراردادِ مقاصد کو آئین کا حصہ بنا دیا اور ہم نے کہا ہے کہ حاکمیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور ساورنٹی جب ہم نے ان کو دی ہے تو ہم جمہوریت اور پارلیمانی اداروں کو کھلی آزادی نہیں دے سکیں گے۔ بے شک وہ سارے مسائل کے حل وعقد کو سوچیں گے اور اس کے بارے میں فیصلہ کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے کچھ متعین حدود ہیں اس کے وہ پابند رہیں گے۔

اسلامی اور غیر اسلامی جمہوریت

ہم یہ نہیں کر سکتے کہ پارلیمنٹ کو کھلی چھٹی دے دیں اور اس پر کوئی قدغن نہ ہو اگر یہ قدغن ہے تو پھر قراردادِ مقاصد کو آئین کا حصہ نہیں بنانا چاہئے۔ یہ قدغن ہمارے آئین نے پہلے سے پارلیمنٹ پر لگا دی ہے پھر اس کے بعد میں نے جو عملی مشکلات بیان کی ہیں، یہ مانا کہ ہم کلی طور پر تدوینِ قوانین کا کام اگر پارلیمنٹ کے حوالے کردیں تو اس کیلئے ہمیں صدیاں درکار ہوں گی، کسی مسئلے کے نتیجے پر پہنچنے کیلئے اور ترامیم پر پھر اس کو رد کرنے پر اور دوتہائی اکثریت حاصل کرنے پر ایک عمر درکار ہوگی۔ خدانخواستہ کل کوئی ایسی حکومت آتی ہے جو لادینیت کی علمبردار ہے اور وہ سیکولرازم اور سوشلزم کے نام پر آتی ہے جیسے پہلے بھی اس قوم کیساتھ ایسا ہوا تو آپ پارلیمنٹ کو کھلم کھلا حق دے سکتے ہیں کہ اب یہ ملک اسلامی جمہوریہ نہیں اور پارلیمنٹ یہ فیصلہ کردے کہ اب یہ سیکولر اسٹیٹ ہے۔ اس طرح تو پھر ملک کی بنیادیں ہی ہل جائیں گی۔ وہاں بھی آپ کو قدغن لگانی ہوگی کہ کوئی پارلیمنٹ ان حدود کے اندر رہ کر وہ اپنے مسائل طے کرے گی پھر پارلیمنٹ کو ہم نے یہ نہیں کہا کہ وہ انتظامی اُمور میں بھی بے دست وپا ہوگی۔ نہیں تمام ملک میں اسلامی قوانین نافذ کرنا، تنفیذ کی ساری صورتیں سوچنا، پارلیمنٹ کو اس کا کلی اختیار حاصل ہوگا۔ اس کا کام اللہ تعالیٰ کے احکام اور فرامین کا نفاذ ہے اور یہ بہت بڑا اعزاز ہے جو پارلیمنٹ کو حاصل رہے گا۔ تجارت کے اُمور میں، داخلی اور خارجی سیاست اور بیرونی ممالک سے تعلقات اور اسی طرح ہزاروں شعبے اور مسائل ہیں جن کے مسودے

پارلیمنٹ کے سامنے آتے رہیں گے اور اس پر کوئی قدغن اس بل کی وجہ سے عائد نہیں ہو سکے گی۔

شریعت کے بنیادی مأخذ اور ترجیحات

پھر جنابِ والا ہم نے عدالت کو اسلامی قوانین کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے اس کی حدود مقرر کردی ہیں کہ وہ کن چیزوں کے مطابق فیصلہ کرے گی۔ اس کی ترجیحات بھی ہم نے متعین کردی ہیں کہ کسی عدالت کے سامنے ترجیحی ترتیب کیا رہے گی؟ اس میں ہم نے لکھا ہے کہ بنیادی چیز قرآن و سنت کو ملحوظ رکھ کر وہ فیصلہ کرے گی پھر اس کے بعد ہم نے اس بل میں اجماع اور قیاس کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ چاروں چیزوں کی حیثیت ایک جیسی ہے ہم نے ترجیحی بنیاد پر کہ پہلا نمبر قرآن کا ہے، دوسرا نمبر سنت کا ہے تیسرا نمبر اجماع کا ہے چوتھے نمبر پر قیاس ہے جسے اجتہاد کہا جاتا ہے۔ یہ چاروں چیزیں خود قرآنِ کریم نے متعین کردی ہیں۔

قیاس اور اجتہاد

قرآن نے خود قیاس کو، اجتہاد کو بھی مأخذِ قانون بنایا ہے۔ اجماع کو بھی مأخذِ قانون بنایا ہے۔ سنت کو بھی مأخذِ قانون بنایا ہے۔ ہم نے یہ چاروں چیزیں رکھ کر قرآن و سنت کی خلاف ورزی نہیں کی ہے بلکہ اس کے مطالبات اور تقاضے پورے کئے ہیں اگر کوئی سنت کو رکھتا ہے تو سارا قرآن کہتا ہے کہ سنت بھی قرآن کی طرح تشریعی حیثیت رکھتی ہے۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الآیۃ)

پھر ایسی ہی سینکڑوں آیات آپ کے ذہن میں ہوں گی کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی، ان کی سنت کو بھی وہی تشریعی حیثیت اللہ نے دی ہے پھر اللہ نے خود کہا ہے کہ:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

کہ کسی معاملہ میں آپ کی رہنمائی نہیں ہوسکتی تو اہلیت والے صلاحیت والے حضرات سے پوچھا کرو پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کو واضح کیا اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجتے ہوئے کہا کہ:

تمہیں میں اپنا نائب اور قاصد بنا کر بھیج رہا ہوں اور جج بنا کر بھیج رہا ہوں۔ آپ کس چیز پر فیصلہ کریں گے؟ انہوں نے کہا: کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر فیصلے کروں گا پھر پوچھا کہ اگر کتاب اللہ میں آپ کو وہ چیز نہ ملے وہ موجود نہ ہو یا آپ کا ذہن وہاں تک نہ پہنچ سکے، پھر فیصلے کس چیز کی روشنی میں

کروگے؟ انہوں نے کہا: سنت، سنت رسولؐ کو سامنے رکھ کر فیصلے کروں گا، پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ ان دو ماٴ خذوں میں آپ کو کوئی مسئلہ نہ ملے؟ معلوم ہوگیا کہ ہر چیز صرف قرآن وسنت سے ہمیں نہیں مل سکتی۔ اس میں ہزاروں چیزیں ہوں گی لیکن ہمارا ذہنِ نارسا وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا تو وہاں معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ " اجتهد برأی" کہ میں اجتہاد کروں گا، قرآن وسنت میں اگر ہو تو پھر اجتہاد نہیں کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"الحمد لله الذی وفق رسول رسوله"۔ (الحمد للہ کہ جس نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو صحیح اور حق بات کہنے کی توفیق دی اور اس نے صحیح کہا)

اجتہاد اور شریعت بل

اب ہم نے اجتہاد کی گنجائش رکھی ہے۔ اس بل میں اور قیاس کے الفاظ میں اس کی تعبیر کی گئی ہے، اگر ہم یہ گنجائش نہ رکھتے تو پھر یہ طوفان اُٹھایا جاتا کہ دیکھئے! مولوی لکیر کا فقیر ہے کہ وہ ہمیں اجتہاد سے روکتا ہے اور اجتہاد کا دروازہ تو بند نہیں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلا چھوڑا ہے، اب مولوی ہمیں بالکل جمود اور تعطل میں ڈالنا چاہتا ہے اجتہاد کا بھی دروازہ بند کردیا، یہ طوفان اُٹھتا۔

اب جب ہم نے صحیح اسلامی تعلیمات اور حالات کی روشنی میں کہ قیامت تک یہ دین اٹل ہے اور ہزاروں لاکھوں مسائل ایسے پیش آسکتے ہیں جن کا قرآن وسنت میں صراحتاً ذکر نہ ہو اور یہ اسلام قیامت تک چیلنج ہے اس کے لئے اجتہاد ضروری تھا اور اجتہاد کے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے تھے تو پھر یہ طوفان اُٹھایا گیا کہ انہوں نے قرآن وسنت پر اکتفاء نہیں کیا، اس میں انہوں نے اجتہاد کا دروازہ کھول دیا ہے، اگر ''گویم مشکل'' والا معاملہ ہے پھر یہ ضرور ہے کہ جب یہ اصطلاحات یہاں آگئے ہیں تو سب سے بڑا پیچیدہ مسئلہ اجتہاد کا بنا دیا ہے۔

اجتہاد اور متضاد انتہاء پسندانہ رویے

اجتہاد کے بارے میں بھی آپ کے چند قیمتی منٹ لوں گا کہ اس کا تمام چیزوں سے بنیادی تعلق ہے۔ اجتہاد کے بارے میں معاشرے میں انتہائی متضاد قسم کی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں اور کوئی ایک انتہاء پر جاتا ہے کوئی دوسری انتہاء پر۔ اس میں معتدل راستہ لوگوں کے سامنے عموماً چھپ جاتا ہے، کبھی تو اجتہاد کی تعبیر ایسی کی جاتی ہے کہ اجتہاد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ قطعاً کسی کو حق نہیں ہے، یہ ایسی انتہاء ہے جو جمود و تعطل ہے اور ایک ایسے دین کے ساتھ جو تا قیامت جامع آفاقی اور ہمہ

گیر ہے، اس کے ساتھ ایسی بات کرنا مذاق ہے۔ پھر اجتہاد کی دوسری تعبیر یہ کی جاتی ہے کہ اس میں کھلی آزادی ہے، جیسے کوئی چاہے اپنی عقل اور رائے کے مطابق بغیر کسی قدغن و حدود کے فیصلہ کردے۔ ایسا کرنا تحریف اور الحاد کی طرف لے جاتا ہے، نہ وہ اجتہاد کے بارے میں صحیح رائے ہے نہ یہ اجتہاد کے بارے میں صحیح رائے ہے۔

اجتہاد کے نام پر تحریف والحاد

آپ کو معلوم ہے کہ تاریخ میں کتنا بڑا ظلم اجتہاد کے نام سے اسلام کے ساتھ ہوا ہے، تاریخ میں ہمیشہ اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش اس اجتہاد کے ذریعہ کی گئی جس کا انتہائی غلط معنی لیا گیا۔ فرقِ باطلہ کا آغاز قرامطہ باطنیہ معتزلہ وخوارج اور الملل والنحل جس میں فرقِ باطلہ کی ساری تاریخ مرتب ہوئی ہے، وہ ساری تاریخ بھری ہوئی ہے۔ اس غلط اجتہاد کا سہارا اور آڑ لے کر لوگوں نے کس کس طرح قرآن وسنت کے ساتھ مذاق کیا اور تحریف کا راستہ کھولا گیا حالانکہ اجتہاد ایک دو دھاری تلوار کی طرح ہے کہ وہ حفاظتِ جان کا بھی ذریعہ بن سکتا تھا اور دوسروں کی ہلاکت کا ذریعہ بھی۔ اجتہاد کا معاملہ بالکل پل صراط جیسا نازک ہے کہ وہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ اس پر چلیں گے تو ان مشکلات کو عبور کر کے پہنچ جائیں گے، آگے اور ذرا بھی بے احتیاطی کی تو نیچے جہنم کے گڑھے میں پہنچ جائیں گے۔

آپ دیکھئے! اس ملک میں ہمارے ایک بہت بڑے دانشور نے جس کے مضامین چھپتے ہیں جس کی بڑی شہرت ہے اس ملک میں، اس نے کہا کہ السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما اس نے اجتہاد کیا۔ اس کا معنی تو یہ ہے کہ چور مرد اور چور عورت کا ہاتھ کاٹ دو۔ قطع ید کی سزا دو اور یہ واضح الفاظ تھے۔ سارق کا معنی بھی معلوم تھا اور قطع ید کا مفہوم بھی واضح لیکن نیشنلائزیشن کا زمانہ تھا، سوشلزم کی باتیں ہو رہی تھیں۔ اس دانشور نے کہا: السارق والسارقة سے مراد سرمایہ دار مرد اور سرمایہ دار عورت ہے اور فاقطعوا ایدیهما سے مراد یہ ہے کہ اس کے کارخانوں کو اس کی صنعتوں کو چھین لو! اس کے ہاتھ اس سے کٹ گئے، جب کہ اس کی یہ تعبیر چودہ سو سال میں اس سے پہلے کہیں نہیں کی گئی تھی۔ یہاں ہمارے ایک بہت بڑے دانشور نے جو اَب وفات پا چکے ہیں اور سنت کے منکر تھے اور اجتہاد کے بڑے علمبردار تھے، اس نے کہا یسئلونك عن المحیض قل هو اذًی اب یہ ظاہر بات ہے سب حضرات علماء وفضلاء میں حیض سے کیا مراد ہے کہ ماہواری کے ایام میں جو تکلیف ہوتی ہے خواتین کو،

اس حالت میں اللہ تعالیٰ حکم بیان کرتا ہے کہ اس حالت میں معاملات اور تعلق کیسا رہے گا؟ اللہ نے کہا کہ ان بیماری کے ایام میں دور رہنا چاہئے مگر اس شخص نے یوں ترجمہ کیا کہ یسئلونك عن المحیض کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام کے بارے میں آپ سے پوچھتے ہیں کیونکہ بینکنگ سسٹم کی وجہ سے وہ ساری دولت جمع ہوجاتی ہے اور ارتکازِ دولت ہوتا ہے اور محیض کا معنی جمع کرنے کی جگہ، تو یہ بینکاری سسٹم اور ساراقل هو اذًى یہ لعنت ہے اور غلط ہے، اس کو ختم کردو اور کمیونزم کو اس ملک میں نافذ کردو، یہ غلام احمد پرویز تھا، اس پر کئی صفحے سیاہ کئے ہیں، ان کی تفسیر میں اس کا ترجمہ یہی ہے۔

☆...... جناب چیئرمین غلام اسحاق خان: مولانا اس لئے کہا گیا ہے کہ ......

ولے تاویل شاہ در حیرت انداخت خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

☆...... مولانا سمیع الحق: پھر ہمارے یہاں ایک اور روشن خیال آ گئے، ڈاکٹر فضل الرحمٰن پورا ادارہ تحقیقاتِ اسلامی' اس غلط اجتہاد کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس نے کہا: یہ سارا رائج سود جائز ہے اور قرآن میں ہے کہ لا تاكلوا الربوا اضعافًا مضاعفه کہ سود کو چند در چند، دگنا، سہ گنا، چہار گنا مت کھاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سود مرکب حرام ہے اور سود مفرد سارا حلال۔ اس نے کہا کہ قرآن پاک میں ہے کہ کوئی عورت عفت چاہتی ہو تو اس کو فحاشی پر مجبور مت کرو لا تكرهوا فتياتكم على البغاء ان اردن تحصنًا اور اگر کوئی عورت فحاشی کو پسند کرتی ہے اور وہ بازارِ حسن میں بیٹھنا چاہتی ہے اور وہ عفیف رہنا نہیں چاہتی تو کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس کو روکے۔ اب قرآن کریم کی آیات سے اس نے شراب کو حلال کردیا۔ سود کو بھی، زنا کو بھی اور اس نے کئی مضامین لکھے تھے کہ اس وقت جو شراب بیئر وغیرہ چل رہی ہے، یہ وہ ساری شراب نہیں ہے جس کا ذکر قرآنِ کریم میں ملتا ہے، یہ حلال ہے۔ اس طرح مغربی تہذیب کی جتنی خرابیاں اور لعنتیں مسلم معاشرے میں موجود ہیں، اس کے لئے مستشرقین نے اور جو متجددین ہیں اور ماڈرن ازم کے علمبردار ہیں انہوں نے اجتہاد کا سہارا لیا اور ان ساری چیزوں کو مباحات کا درجہ دے دیا خواہ وہ رقص و سرور تھا یا تصویر کا مسئلہ، ان تمام چیزوں کو حلال قرار دیا۔

اجتہاد کے بارہ میں غلط رویہ

اس لئے ہمیں اجتہاد کے مسئلے کو اس طرح کھلا نہیں چھوڑنا ہوگا کہ ان سے مکمل جس طرح انسان چاہے اجتہاد کردے، پھر اجتہاد کے بارے میں یہ رائے کہ عقل اور رائے میں جو بھی فیصلہ

آ جائے وہ دے دو، اس قسم کی تعبیر کسی کے ہاں بھی مسلمانوں کے دور میں نہیں رہی کہ ہر مسئلے میں اجتہاد کیا جائے گا۔ یہ تو معاذ ابن جبلؓ کی اس حدیث میں واضح ہے کہ قرآن وسنت میں اگر کوئی چیز نہ ہو تو اس معاملے میں اجتہاد کر سکتے ہیں، اگر کوئی ایسی بات تھی کہ ہم کو ہر معاملے میں عقل وانصاف اور رائے کے مطابق کھلی آزادی ہوتی اور ہم فیصلے دے سکتے اور اس کے مطابق ہم جس طرح چاہتے اس پارلیمنٹ میں قانون بنا لیتے تو پھر تو انبیاءِ کرام علیہم السلام کی بعثت کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو ہر دور میں وحی اُتارنے کی ضرورت ہوتی۔

☆...... مولانا کوثر نیازی...... پوائنٹ آف آرڈر۔

☆...... جناب چیئرمین: جی مولانا صاحب!

☆...... مولانا کوثر نیازی: جنابِ والا! مجھے مولانا سمیع الحق صاحب کی وسعتِ علم کا اندازہ ہے اور میں ان کا بڑا معترف ہوں مگر اب تک جتنی مثالیں انہوں نے پیش کی ہیں وہ تفسیر بالرائے کی مثالیں ہیں غلط اجتہاد کی انہوں نے کوئی مثال پیش نہیں کی، وہ اگر غلط اجتہادات کے بارے میں بھی روشنی ڈالیں تو شاید زیادہ مناسب ہوگا۔

☆...... جناب چیئرمین! مولانا سمیع الحق صاحب!

☆...... مولانا سمیع الحق: تفسیر بالرائے کی علماء نے یہی تعبیر کی ہے اس کو تحریف بھی کہتے ہیں اور الحاد بھی، یہی اجتہاد ہے کہ تفسیر کئے بغیر اس کے آگے پیچھے سیاق وسباق کو کاٹ کر عربی لغتوں کو دیکھ کر موضوع کو سامنے رکھ کر یا اس طرح مختلف طریقوں کو سامنے رکھ کر اجتہاد کر لیتے ہیں اگر وہ تفسیر بالرائے ہے یا الحاد ہے یا تحریف ہے تو اسے ہم اجتہاد کہیں گے، اجتہاد کا معنی ہے کہ کسی جدوجہد کے ذریعے ایک چیز تک پہنچنا اس پر ذہنی اور فکری صلاحیتیں لگانے کے بعد کسی ایک نکتہ پر پہنچنے کو اجتہاد کہتے ہیں۔

بہرحال! میں عرض کر رہا تھا کہ پھر انبیاءِ کرامؑ کتاب وسنت اور اسلامی تعلیمات کی ضرورت ہی نہ ہوگی بلکہ اللہ نے واضح طور پر کہا ہوتا کہ بس انسانوں کو میں نے پیدا کیا ہے اور اب جس معاملے میں ان کی رائے اور عقل فیصلہ دے دے تو اس کے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہیں، اگر ایسا ہوتا تو مذہب کی پابندیوں کی، وحی اور تعلیماتِ الٰہی کی پابندیوں کی ضرورت ہی نہ تھی۔

نئے اجتہاد کے نام سے چودہ سوسالہ ذخیرہ اور عظیم سرمایہ نظرانداز نہیں کیا جاسکتا

اس کے علاوہ اجتہاد کے بارے میں ایک دوسرا تاثر یہ ہے: یہ پہلے کی طرح تو نہیں ہے کہ

بالکل انہیں کھلی چھٹی ہے کہ قرآن وسنت کو بھی بالکل سامنے نہ رکھیں اور اجتہاد کرلیں لیکن اجتہاد کے بارے میں دوسرا تاثر رکھنے والوں کا پھر بھی یہ خیال ہے کہ گویا قرآن آج پہلی بار ہم پر نازل ہوا ہے، اس کے معنی متعین کرنے کے بارے میں اس کی تعبیرات اور تشریحات کرلیں گے؟ ایسا بالکل نہیں ہے۔

صحابہ کرامؓ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے شاگرد اور قرآن وسنت کے پہلے مخاطب تھے صحابہ کرامؓ نے اس کی تعبیرات وتشریحات متعین کیں، پھر خلفائے راشدینؓ نے متعین کیں، پھر تابعین نے ساری زندگیاں تحصیلِ علم کے لئے وقف کیں، ان صلاحیتوں کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے کیا کیا ریاضتیں کیں، یہ پوری تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ انہوں نے روکھی سوکھی کھائی، ننگے بھوکے رہے، چٹائیوں پر ساری زندگیاں گذاریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو تعلیمات آئی تھیں، اس کی تشریح میں وہ لگے رہے، پھر فقہاءِ اُمت نے اس پر بڑی محنتیں کیں۔ ان چودہ سو سالہ محنتوں کے ساتھ ساتھ ہمارے سامنے ایک بہت بڑا ذخیرہ اجتہادات کا رکھ دیا۔ اب اگر کوئی مسئلہ سامنے آئے گا اور ہم کہیں گے کہ سارے چودہ سو سالہ ذخیرہ سے صرفِ نظر کریں، اس طرح کا تو اپنی تاریخ، ثقافت اور کلچر کے ساتھ کسی قوم نے ایسا ظلم نہیں کیا ہوگا۔

رائج الوقت قوانین کا دفاع کرنے والے دقیانوسیت میں مبتلا ہیں

جنابِ والا! ازسرِنو فقہ کو ادھیڑ کر بیٹھ جانے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری چودہ سو سال کی پرانی محنتیں ضائع ہوگئیں اور ہم پھر چودہ سو سال پیچھے چلے جائیں۔ اسی کو رجعتِ قہقہری کہتے ہیں، اسی کو دقیانوسیت کہتے ہیں، جس کا طعنہ علماء کو دیا جاتا ہے، پھر ان لوگوں کو تو اس بات کا بڑا غم ہے کہ سو سال موجودہ تعزیرات پر محنتیں ہوئیں اور فیصلے عدالتوں نے کئے ہیں وہ تمام ذخیرے جو سو سال کی محنت سے تیار ہوئے وہ ہم سے ضائع ہوگئے حالانکہ وہ سو سالہ محنتیں ایک غیر مسلم قوم کے قانون پر ہوئی تھیں، یعنی انگریز کے قانون پر، پھر چودہ سو سال تک اس تمام ذخیرے پر جو عظیم محنتیں ہوئی ہیں، اس کا ہمیں کوئی دکھ نہیں ہوگا۔

ہماری اہلیت، ہماری صلاحیت، ہماری ذہانت، ہماری دیانت، ہمارا تقویٰ اور ہماری محنتیں، ہمارا علم، غرض یہ ساری چیزیں ان لوگوں کے برابر تو نہیں ہیں اگر وہ لوگ چودہ سو سال میں نہیں سمجھ سکے تو پھر اسلام کو تو لپیٹ کر کے بالائے طاق رکھنا چاہئے کہ چودہ سو سال سے اس کی تعبیر کسی کی سمجھ

میں نہیں آئی۔ اس لئے ہم آج نئے سرے سے بیٹھ کر اس کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ جنابِ والا! بہرحال اسلام میں اجتہاد ہے۔

☆...... پروفیسر خورشید احمد: جنابِ والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

☆...... جناب چیئرمین: پروفیسر خورشید احمد۔

☆...... پروفیسر خورشید احمد: میں مولانا صاحب کی فاضلانہ تقریر میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا تھا، مگر آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرا رہا ہوں کہ ہم اس وقت ایک نہایت ہی اہم موضوع پر بحث کر رہے ہیں لیکن اس وقت ایک بھی باقاعدہ وزیر ایوان میں موجود نہیں ہے جس سے کہ گورنمنٹ کی کم از کم ٹوکن نمائندگی ہو۔ یہ معاملہ افسوس ناک ہے مولانا صاحب اپنی تقریر جاری رکھیں۔

☆...... مولانا سمیع الحق: تو حضورِ والا د! اجتہاد کی گنجائش ہے۔ اب اس کی صورت کیا ہے؟ ایک مسئلہ ہمارے سامنے آئے گا تو یہ دیکھا جائے گا کہ جن چیزوں کا حل قرآن وسنت میں واضح طور پر طے کیا گیا ہوگا اور وہ موجود ہوگا اس کے بارے میں ہم اجتہاد نہیں کریں گے۔ مثلاً زکوٰۃ ہے، صلوٰۃ ہے اور حج ہے وغیرہ۔

☆...... جناب چیئرمین! ایک منٹ، پروفیسر خورشید احمد کے پوائنٹ آف آرڈر کا یہ فائدہ تو ہوا، ایک باقاعدہ وزیر بنفسِ نفیس ہاؤس میں تشریف لے آئے ہیں۔

☆...... جناب عبدالرحیم میرداد خیل، وزیر مذہبی اُمور تو ایوان میں موجود نہیں ہیں۔

☆...... جناب چیئرمین! اس کا تعلق وزیر قانون ہی سے ہے۔

☆...... مولانا سمیع الحق! جناب والا! میں بھی عرض کروں گا کہ مجھے بھی معلوم نہیں تھا کہ جناب وسیم سجاد صاحب (وزیر انصاف وقانون) ایوان میں موجود نہیں ہیں اگر وہ اتنے اہم موضوع پر تقریر کے وقت ایوان سے چلے گئے تھے تو میں بھی اس پر اظہارِ افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں مطمئن تھا کہ چلئے! وزیر قانون تو ہاؤس میں موجود ہوں گے۔ بہرحال اللہ کا شکر ہے کہ اگر صبح کا بھولا ہوا شام کو واپس گھر آیا۔

اجتہاد کے حدود وقیاس

تو جنابِ والا! جس چیز کا حل قرآن وسنت میں موجود ہو، اس کے بارے میں اجتہاد نہیں ہوسکتا۔ آج زکوٰۃ کے معنی کے بارے میں کوئی نئی شے مقرر نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی اس میں کوئی کمی بیشی کرسکتا ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ کے معنیٰ متعین کرنے میں کوئی اجتہاد نہیں کرسکتا۔ یہ قطعیاتِ دین ہیں یا

اس کو ضروریاتِ دین کے عنوان سے علمی اصطلاح میں تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح حج اور قربانی اور صدقۃ الفطر یہ ساری چیزیں واضح ہیں، اس کے بعد یہ دیکھا جائے گا کہ فقہاءِ صحابۂ کرامؓ اور فقہاءِ اُمت کی آراء اس کے بارے میں کچھ ہیں کہ نہیں اگر یہ ساری چیزیں سامنے آتی ہیں کہ کسی چیز کے بارے میں کوئی حکم نہیں ملتا، مثلاً آج ہزاروں مسائل سامنے آگئے ہیں، آنکھوں کا عطیہ ہے، خون کا مسئلہ ہے اور ٹیوب بے بی وغیرہ۔ اس قسم کی کئی چیزیں سامنے آرہی ہیں، ان کے بارے میں ہم نے قرآن و سنت فقہاء کے اصول اور مصطلحات جو ہیں ان سب کو سامنے رکھ کر حدود و قیود میں رہتے ہوئے ان مسائل کو حل کرنا ہے اور شریعت کی اصل مراد کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی اور اس کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس صورت میں ہمیں اجتہاد کا حق حاصل ہے۔ اس کا دروازہ کسی نے بند نہیں کیا، جو دروازہ حضورِ اقدس اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھولا ہے، اس کو کوئی بند نہیں کرسکتا۔

ہر معاملہ میں فن اور اہلیت ملحوظ رہتی ہے

لیکن اجتہاد کیلئے لازمی بات ہے کہ اس کیلئے اسلامی ماہرین ہوں جیسے ہر فن کیلئے اہلیت اور فنی صلاحیت ملحوظ رکھی جاتی ہے، جیسے طبیب کیلئے طب اور میڈیکل سائنس میں ماہر ہونا ضروری ہے۔

آپ کسی بڑھئی کو یا کسی اور فن کے مستری کو چاقو یا قینچی ہاتھ میں نہیں دے سکتے کہ آیئے! ذرا مریض کے پیٹ میں درد ہے یا اس کے دل میں نقصان ہے آپ اس کا آپریشن کرلیں، آپ کہیں گے کہ اہلیت والوں کو دکھائیں۔ اسی طرح قانون کی تعبیر کرتے ہوئے آپ وکیل سے رجوع کریں گے۔ یہ نہیں ہوتا کہ آپ کسی انجینئر کو بلائیں اور اس سے کہیں کہ آپ اس مقدمہ میں پیروی کریں تو جب انجینئرنگ میں انجینئر اور طب میں طبیب اور قانون کی تعبیر کے لئے جج اور وکیل کی اہلیت ضروری ہے تو اسلام کی تعبیر اور اسلامی قوانین کے بارے میں رائے کا اظہار اور اجتہاد کرنا بہت بڑی بات ہے۔ اس کے لئے بھی لازماً مطلوبہ اہلیت اور صلاحیت اور یہ ساری چیزیں ہم نے ملحوظ رکھنی ہوں گی، اگر وہ مطلوبہ مہارت اور صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے تو اس کو اجتہاد کا حق حاصل ہوگا۔

اجماع اور قیاس

اِسی طرح ماضی میں جو اجتہادات کئے گئے ہیں، ہم دیکھیں گے کہ انہوں نے قرآن وسنت کو سامنے رکھا ہے اور یہ بھی دیکھیں گے کہ اب بھی اس مسئلے میں وہی اسباب ہیں اور وہی مقتضیات ہیں، وہی علل ہیں اور مقیس اور مقیس علیہ ایک ہے اور جو چیز اس میں قدرِ مشترک ہے وہ بھی ایک

ہے اور اس پر انہوں نے ایک فیصلہ کیا ہے، اگر پوری اُمت نے اور اکثریت نے اسی طرح فیصلہ کیا ہے ائمہ اربعہؒ اور تمام ائمہ اس پر متفق ہیں تو ہم اس کو اجماع کہیں گے کہ انہوں نے اجتماعی اجتہاد کیا۔ اب اجتماعی اجتہاد کے نتیجے میں ایک فیصلہ ہمارے سامنے آیا جس کی تعبیر ہم اجماع سے کرتے ہیں، ہم اجماع سے پھر اِدھر اُدھر نہیں ہٹ سکیں گے۔ ساری اُمت کے اکابر اور اہلیت رکھنے والے وہ تو غلطی پر نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے دلائل ہم نے دیکھے، ان کے مآخذ کو ہم نے جانچا، ان کے اسباب اور مقتضیات اور علل کو ہم نے پرکھا، پھر یہ ہماری ڈھٹائی ہوگی کہ ہم کہیں کہ یہ سب کچھ ٹھیک ہونے کے باوجود ہم ان سب کو مسترد کرتے ہیں، اگر وہ فیصلے انفرادی ہوں گے تو پھر ان کو مسلمہ فقہاء کے اجتہادات اور تعبیرات جس کا ذکر شریعت بل میں ہے تو ہم نے انفرادی فیصلوں کو بھی ملحوظ رکھا ہے اور اجتماعی فیصلوں کو بھی۔ ایک کی تعبیر اجماع سے کی گئی ایک کی تعبیر قیاس سے کی گئی اور قرآن وسنت نے خود ان چیزوں کو ملحوظ رکھا تھا تو ہم نے اس شریعت بل کی دفعہ ایک میں تعریف میں قرآن وسنت سے کوئی حکمِ عدولی نہیں کی۔

بل میں ہم نے تحریف کا راستہ بند رکھا، اجتہاد کا نہیں

اگر ہم صرف قرآن وسنت رکھیں گے تو آگے ہم بالکل نہیں چل سکیں گے اور تفسیر بالرائے کا جیسے مولانا نے فرمایا اور تحریف کا اور الحاد کا دروازہ کھل جائے گا، ہم نے اس الحاد کے دروازے کو کھولنا نہیں تھا اور اُمت کو مسائل اور انتشار اور بحرانوں میں ڈالنا نہیں تھا اور اُمت کو اباحیت اور مغربیت کی طرف جانے سے روکنا تھا تو ہم نے شریعت بل میں تحریف کا راستہ بند کیا لیکن اجتہاد کا راستہ ہرگز بند نہیں کیا۔

شریعت بل اور فرقہ واریت کا پروپیگنڈہ

میں ان تفصیلات میں زیادہ تفصیلات چھوڑتے ہوئے دوسرے نقطے کی طرف آتا ہوں کہ پورے ملک میں یہ کہا گیا کہ شریعت بل سے فرقہ واریت پھیلے گی اور شریعت بل سے انتشار پیدا ہوجائے گا اور آپس میں جو جھگڑے ہیں وہ اور بھی بڑھ جائیں گے حالانکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ شریعت کے نفاذ سے فرقہ واریت ساری ختم ہوجائے گی اور شریعت بل سے کوئی فرقہ واریت نہیں پھیلے گی، اسے بدقسمتی سے جان بوجھ کر متنازعہ بنا دیا گیا ہے اور اس کو ہوا دی گئی کہ یہ فلاں فرقے کے خلاف ہے فلاں فرقے کے خلاف ہے اور مجھے ایسی صورتیں اور ایسی کوششیں معلوم ہیں کہ بریلویوں کے پاس

جا کر کہا گیا کہ یہ تو وہابیوں کا بل ہے اور وہابیوں کے پاس جا کر کہا گیا کہ یہ تو جماعت اسلامی کا بل ہے اور منصورہ برانڈ ہے، اس سے مودودی اِزم آ جائے گا۔ اس طرح چاروں مکاتب فکر میں ہر جگہ جا کر ان کو بھڑکا یا گیا اور کسی نے دیکھے پڑھے اور سوچے بغیر ہنگامہ کر دیا کہ اچھا اس میں یہ ہے، کسی سے کہا گیا کہ اس سے مزارات مٹا دیئے جائیں گے کسی کو کہا گیا کہ اس سے فلاں مسئلہ ختم ہو جائے گا کسی کو کہا گیا کہ اس سے یہ ہو جائے وہ ہو جائے گا، حالانکہ آپ خود شریعت بل کو دیکھیں اور سب فاضل ممبران کے سامنے ہے، اس میں کوئی بھی دفعہ ایسی نہیں جس میں کسی بھی مکتب فکر کے مسلمانوں کے معتقدات کو چھیڑا گیا ہو، ان کے نظریات پر قدغن لگائی گئی ہو یا ان کے معمولات، رسومات اور روایات ہیں اس کا کوئی ادنیٰ سا اشارہ بھی ہو۔

شریعت بل اور خواتین

عورتوں میں جا کر کہا گیا کہ اس سے آپ کے حقوق سلب ہو جائیں گے۔ آپ خود دیکھیں کہ ان کے متعلق شریعت بل میں کوئی ایک نقطہ، ایک حرف، کوئی ایک سطر بھی نہیں ہے جس میں قرآن اور سنت اور اجماع اور قیاس، ذرائع ابلاغ مقننہ اور انتظامیہ کا ذکر ہے۔ اب انہوں نے تفصیلات دیکھے بغیر جلوس نکالنے شروع کر دیئے۔ بھئی! کوئی اور بل ہوگا تو اس کے بارے میں کوئی اور بات ہوگی۔ شریعت بل سے حقیقت میں تو سارے طبقوں کو حقوق مل جائیں گے اور عورتوں کا فرش سے عرش تک مقام اونچا ہو جائے گا لیکن پھر اس بل میں ان کا کسی جگہ ذکر ہی نہیں ہے۔ کسی دفعہ سے ان کے نکاح، طلاق، عدت، میراث وغیرہ کسی مسئلے پر زد ہی نہیں پڑتا، کون سی بات جائز کون سی ناجائز؟ یہ تو پھر آگے جا کر دیکھا جائے گا کہ وہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ شریعت بل نے جزیات کو چھیڑا ہی نہیں ہے اور نہ عورتوں کے متعلق کسی خاص اُصولی حکم کو چھیڑا گیا ہے لیکن اِن بیچاریوں کو بھی جا کر کہا گیا ہے کہ یہ تو تمہیں تباہ کر رہے ہیں اور تمہارے حقوق سلب ہو جائیں گے اور تم مصیبتوں میں پڑ جاؤ گی۔

شریعت بل پر استصوابِ رائے بھی متنازعہ بنانے کے لئے تھا

اسی طرح ایک ایک طبقۂ فکر میں جا کر اس کو اچھالا گیا اور اس کو متنازعہ بنا دیا گیا حالانکہ یہ تو بالکل سیدھا اور صاف ستھرا بل تھا جس میں کوئی اُلجھی ہوئی مبہم اور کوئی پیچیدہ اور کوئی منطقی اصطلاحات اور وہ چیزیں نہیں تھیں۔ ساری اُمت کو صاف صحیح اسلام کی سمت پر ڈالنا اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش تھی لیکن یہاں اس سلسلہ میں پھر ایوان کے بعض دوستوں نے یہ مسئلہ اُٹھایا کہ اس کو استصواب

کے لئے پیش کر دیا جائے۔ اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ استصواب رائے کے ذریعے اس کو بالکل متنازعہ بنایا جائے اور یہ مسئلہ سب سے بڑا اُلجھا ہوا سامنے آجائے، ہم کہیں گے کہ اس پر تو لوگ بالکل متنازعہ ہیں حالانکہ بات اگر صرف شریعت کی تھی اور شریعت کے نفاذ کی تھی تو اس کے بارے میں ہمارا حق ہی نہیں تھا کہ قوم سے پوچھتے کہ آپ شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں یا نہیں؟ اگر خدانخواستہ ایک مسلم معاشرہ میں سارے کے سارے لوگ کہہ دیں کہ ہم نہیں چاہتے تو کیا ہم اسلامی قانون کے بنیادی اور اساسی نظریات سے دست بردار ہو جائیں گے؟

اسلامی استصواب

آج اگر پوری قوم کہے گی کہ ہم سرخ انقلاب کا استقبال کرتے ہیں تو کیا آپ قوم کی یہ بات مانیں گے؟ آج اگر قوم کہے کہ ہم سوشلزم کے لئے تیار ہیں تو آپ مانیں گے؟ آج اگر سیکولر ازم کا کوئی نعرہ لگائے کوئی کنفیڈریشن کا نعرہ لگاتا ہے کوئی علیحدگی اور صوبائیت اور لسانی اور علاقائی عصبیت، اگر پوری قوم اس کے متعلق رائے دے تو کیا ہم کہہ دیں گے کہ ہاں یہ ٹھیک ہے؟ قوم نے فیصلہ کر دیا ہے۔ نہیں ہم قوم کا وہی فیصلہ مانیں گے جو اس ملک کی بنیادوں سے ہم آہنگ ہو، اس ملک کے قیام کے وقت جس مقصد کے لئے قربانیاں دی گئی ہیں اس کو ختم نہ کریں گے، اس کی سالمیت پر ضرب نہ آئے تو اگر پوری قوم کہہ دیتی ہے کہ ہم شریعت کا نفاذ نہیں چاہتے پھر بھی اس حکومت کا یہ حق نہیں تھا کہ قوم کے اس فیصلے کو تسلیم کرتی اور پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حق ہی نہیں دیا کہ اسلام کو قبول کرنے یا نہ کرنے، نافذ کرنے یا نہ کرنے میں ان کو اختیار ہو تو ہم نے اس استصواب کے ذریعہ اس مسئلے کو اور متنازعہ بنانے کی کوشش کی۔

قوم نے بار بار رائے دیدی ہے

حالانکہ قوم نے تو رائے دے دی تھی قوم نے قیامِ پاکستان کے وقت عظیم قربانیاں دے کر کہا تھا کہ ہمیں شریعت کے نفاذ کے لئے ملک چاہیئے۔ پھر ایک دو سال قبل ریفرنڈم کے ذریعہ قوم نے رائے دیدی تھی کہ ہم اسلامی نظام اور نفاذ کے کام کی وجہ سے اس صدر کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ رہے، اور اس نے اپنا نام بھی نہیں لکھا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اسلامی نظام میں پیش رفت چاہتے ہو یا نہیں؟ پوری قوم نے کہا: ہاں! چاہتے ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں پوری قوم نے بہت بڑی قربانیاں دے کر کہا کہ ہمیں اسلامی نظام چاہیئے تو ہم قوم سے کب تک پوچھتے؟ لیکن قوم پر آفرین ہے اور یہ تحسین کی مستحق

ہے کہ ان ساری قربانیوں اور مشکلات سے گذرنے کے باوجود اور بار بار دھوکہ کھانے کے باوجود انہوں نے پھر بھی شریعت بل کے ریفرنڈم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، تاریخ میں انہوں نے ساڑھے گیارہ لاکھ، پندرہ لاکھ، سولہ لاکھ جیسے آپ نے بھی ابتداء میں سارے اعداد وشمار بیان فرمائے تھے۔ اتنی بڑی تعداد میں انہوں نے اس بل کے حق میں رائے دی اور آپ نے فرمایا بھی تھا، شاید پارلیمنٹ کی تاریخ میں کسی قوم نے ایک بل کے بارے میں اتنی بڑی تعداد میں ہاں یا نہ کی شکل میں رائے دی ہو تو قوم نے اپنا حق ادا کر دیا۔

سیاسی مخالفین کی سیاسی مخالفت

لیکن ہم نے ان ساری آوازوں کو تو چھوڑا لیکن اگر کہیں دور سے کوئی خلاف آواز اُٹھی تو ہمارے کان کھڑے ہوگئے کہ اچھا! وہ تو نہیں مانتا ہے اور ان میں وہ لوگ بھی تھے جو حکومت کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے تھے، وہ اس حکومت کو جائز نہیں مانتے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ حکومت متنازعہ ہے، تو ان کی مخالفت سیاسی مخالفت تھی، وہ کہتے تھے کہ یہ لوگ چھٹی کر کے گھروں کو چلے جائیں اور ان کو حق ہی نہیں ہے کہ اسمبلیوں میں بیٹھے ہوئے ہوں اور یہ متغلبہ ہیں اور جبری تسلط سے آئے ہوئے ہیں ان کی رائے یہ تھی لیکن آپ نے ان کی اس بات پر دھیان نہیں دیا اور کہا وہ فلاں مولوی بھی نہیں مانتا ہے۔ بھئی! وہ مولوی شریعت تو مانتا ہے، شریعت بل مانتا ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ میں اس حکومت کے ذریعہ، اگر یہ حکومت پورا قرآن بھی نافذ کر دے تو میں تسلیم نہیں کرتا حالانکہ یہ بات ان کی بے اعتدالی تھی، غلط تھی۔ قرآن وسنت کے مقابلے میں سیاست کو سامنے نہیں رکھنا چاہیئے تھا، جن لوگوں کا اوڑھنا بچھونا اسلام پر تھا جو اُٹھتے بیٹھتے اسلام کے نام پر اور جن کا کھانا پینا اسلام کے نام پر ہے ان کی سیاست کی دُکان ساری اسلام کے نام پر چمکتی تھی۔ ان کو چاہیئے تھا کہ وہ شکر کرتے کہ چلو جس حکومت کے ذریعہ بھی ہو لیکن منزلِ مقصود تک کچھ پیش رفت ہو جائے۔ تو بات ان کی اُصولاً غلط تھی۔

ہمیں سیاست سے نہیں شریعت سے سروکار ہے

یہ ایسی بات تھی جیسے یہود نے جو وحی کو نہیں مانتے تھے، انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ وحی آپ کے پاس کون لے کر آتا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جبریل علیہ السلام۔ انہوں نے کہا اچھا جبریل سے تو ہماری بڑی دشمنی ہے اور اگر میکائیل علیہ السلام یہ

وحی لے کر آتے تو پھر ہم تسلیم کر لیتے لیکن جبریل لاتا ہے اس لئے ہم تسلیم ہی نہیں کرتے۔ مگر ہم نے کہا: کوئی نان پارٹی سسٹم کی بنیاد پر حکومت ہو یا سیاسی بنیادوں پر حکومت آئی ہو، یا مارشل لاء کی کوکھ سے جنم لینے والی حکومت ہو، ہمیں ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم نے اس لئے تو بائیکاٹ کی ساری اپیلیں مسترد کر دیں اور اس لئے ہم نے اس حکومت کو ایک بار پھر موقع دیا اور اس لئے ریفرنڈم میں ہم نے ضیاء الحق کو ہاں کہہ دیا کہ انہیں تو اسلام چاہئے تھا تو یہ ۹۵ ر فیصد لوگ اِن جھنجھٹوں میں نہیں تھے لیکن سیاست دانوں کی سیاست کی دُکان پھر بند ہو جاتی۔ انہوں نے شور مچایا کہ یہ بل نہیں منظور ہونا چاہئے کیونکہ یہ متنازعہ اسمبلیاں ہیں حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ غلط تھا۔ یہ متنازعہ نہیں تھیں مگر اپنوں نے بھی ہمیں ادھر سے چھرا گھونپ دیا اور اس حکومت نے بھی یہ کیا کہ ان کی اور ساری باتیں تو چھوڑ دیں اور یہاں اس ایوان میں بہت سے لوگوں نے یہ کہا کہ فلاں مولوی نے مخالفت کی ہے۔

بھائی! فلاں مولوی تو تمہارے وجود کو تسلیم ہی نہیں کرتا، اس لئے یہ مخالفت تو لا تقربُوا الصلٰوۃ و انتم سکارٰی والی بات ہوئی، یہاں وانتم سکارٰیٰ کو چھوڑ دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نشے کی حالت میں نماز کے مت قریب ہونا۔ ہم نے نشے والی بات تو چھوڑ دی اور شور مچایا کہ اللہ نے کہا ہے کہ نماز نہ پڑھو۔ یہ تو وہی صورتِ حال ہوئی۔

بہرحال! جان بوجھ کر اس مسئلے کو متنازعہ بنایا گیا اور اس سے ہرگز کسی فرقے کے حقوق پر زد نہیں پڑتی۔

ہر مکتبِ فکر کے مسلمہ علماء بل کے حق میں ہیں

اسی وجہ سے ملک کے جو مسلمہ علماء ہیں، آپ خوب سمجھتے ہیں کہ جو بکاؤ مال نہیں ہیں جو ہر سرکار کے دربار میں ہاں میں ہاں نہیں ملاتے، جو درسیات وغیرہ سے گذرے ہوئے ہیں جنہوں نے سیاست کو اپنا پیشہ اور کاروبار نہیں بنایا۔ ان تمام علماء نے اس پر اتفاق کیا اور مل بیٹھے۔ آپ اہلِ حدیث جو غیر مقلد ہوتے ہیں ان کے جید علماء کو دیکھیں وہ اس بل کے حق میں ہیں۔ بریلوی حضرات کے جو جید علماء ہیں جو آپ کی نظریاتی کونسل کے رُکن ہیں وہ سب اس کے حق میں ہیں۔ جن پر سیاست بہت زیادہ چھائی ہوئی نہیں ہے، آپ بریلویوں کو دیکھیں، اہلحدیث کو دیکھیں، دیوبندیوں کو دیکھیں، میں کہتا ہوں شیعہ حضرات نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی یہ (مخالفت میں بیان دینے والے)

بھی ایسے ہی مولوی ہیں جنہوں نے سیاست کو کاروبار بنا رکھا ہے۔ اسی طرح ان میں چند اہم نام ہیں جو سامنے آ رہے ہیں مگر جو اصل مجتہد ہیں جو اصل ان کے علماء ہیں جو محقق ہیں، جو سیاسی اپچی ٹیٹر نہیں ہیں، ان کی طرف سے ان کی مخالفت میں کوئی بیان نہیں آیا اور جب ہماری سٹینڈنگ کمیٹی بیٹھی اور اقبال احمد خان صاحب اس کے چیئرمین تھے تو ان کی طرف سے کچھ ہمارے سامنے تجاویز آئیں کہ ہم اس بل پر اس صورت میں خوش ہوں گے، ہم نے ان کی تجاویز کو دیکھا پرکھا اور ہم نے ان کے مشوروں کو اس میں ملحوظ رکھ لیا، پھر ایک ہفتہ بعد مجھے ان کے بڑے جید علماءِ کرام کے ٹیلی گرام آئے ان کے خطوط آئے جو میرے پاس موجود ہیں کہ اب اس ترمیم کے بعد ہم اس بل پر خوش ہیں اور ہم اس پر متفق ہیں تو شریعت بل نے ایک بہت بڑی دینی قوت کو اور دین چاہنے والوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ شریعت بل انتشار کا ذریعہ نہیں یہ اتفاق و اتحاد کا ذریعہ ہے اور آگے چل کر اُمت کو بہت بڑی رحمتیں ملیں گی اور اتحاد کے راستے کھل جائیں گے۔

کسی قانون کے لئے پورے ملک کا اتفاقِ رائے ضروری نہیں

پھر دنیا میں کوئی ایسا بل آپ دکھائیں کہ جس کے بارے میں کہا گیا ہو کہ اس کو ہم تب منظور کریں گے جب اس پر پوری مملکت کے شہری متفق ہوں اور اگر ان کو پسند نہیں ہے ناگوار ہے تو ہم اس کو منظور نہیں کریں گے یہ تو عجیب سا معاملہ ہوا۔ ہم ہیروئن کو بند کرنا چاہتے ہیں، ہم منشیات کے دشمن ہیں، ہم رشوت ستانی کے خلاف ہیں، ملاوٹ کے بارے میں آپ قوانین بناتے ہیں تو ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ بھئی! آپ سب کی کیا رائے ہے؟ آپ نے گدون میں پوست کی فصل کو تلف کیا وہ سارے بتا رہے تھے کہ ہمیں حکومت کی یہ کارروائی منظور نہیں ہے لیکن آپ نے ملک و ملت کے مفاد میں جس چیز کو بہتر سمجھا اسی کو کیا اور آپ کے نزدیک وہی کرنا چاہئے تھا اسی میں بہتری تھی۔ آپ جب بھی کسی معاملہ میں قانون بنائیں گے تو کیا جرائم پیشہ اور تمام لوگوں سے کہیں گے کہ سب متفق ہو جاؤ۔ اس شریعت بل سے جن لوگوں کے مفادات پر ضرب پڑے گی، جاگیردارانہ سسٹم کو نقصان پہنچے گا، بے حیائی پھیلانے والوں پر قدغن لگے گی تو وہ لوگ اس کے خلاف چیخیں گے۔

کیا حکومت اکبر کا دینِ الٰہی نافذ کرنا چاہتی ہے؟

یہاں ہمارے وزیراعظم صاحب نے بھی کہا تھا کہ ہم ایک ایسا بل لائیں گے جس پر پوری

قوم متفق ہو، کوئی نہ کوئی مفاد پرست طبقہ اس پر راضی نہیں ہوگا کوئی ایسا بل جس پر پوری قوم متفق ہوگی تو وہ پھر بل ہی بل ہوگا۔ اس میں کوئی معقولیت نہیں ہوگی، یہ تو اکبر کا دین الٰہی ہوگیا، اکبر چاہتا تھا کہ میں ایسے قوانین بنادوں جس میں ہندو، سکھ، مسلم، عیسائی لادین کمیونسٹ اور دَہری سارے کے سارے خوش ہوں گے، اس اکبر کے دین الٰہی کا انجام کیا ہوا۔ اُمت نے اس کو قبول نہیں کیا وہ چند سال سے آگے نہیں بڑھا اور اس کے نتیجے میں برصغیر میں ایک بہت بڑا اسلامی انقلاب آیا۔

اس مملکت اور شریعت بل کے بانی مجدد الف ثانی ہیں

اورنگزیب عالمگیر اور مجدد الف ثانی مقابلے میں آ گئے میں کہتا ہوں، اس مملکت اور شریعت بل کے بانی اوّل جو ہیں اور برصغیر میں شریعت بل کا آغاز کرنے والے مجدد الفِ ثانی ہیں اور اس وقت سے ہماری یہ کوششیں رُکی ہوئی ہیں اور آگے نہیں بڑھ رہیں اور ہماری یہ ساری قربانیاں رائیگاں ہیں۔

ارکانِ اسمبلی تاریخ کے فیصلہ کن موڑ پر ہیں

اگر اس پارلیمنٹ نے اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ساری چیزوں کو سامنے رکھ کر اس بل کو پاس کیا تو ان کو تاریخ میں ایک لازوال مقام ملے گا ہزار سال کے بعد جو چار پانچ سو سال محنتیں ہوئی ہیں اور جو قربانیاں دی گئیں وہ سب ان کے ہاتھوں ٹھکانے لگ جائیں گی۔ اب یہ ان کے اوپر ہے کہ اللہ کے ہاں سرخرو ہوتے ہیں اور اسلاف کی محنتوں کو ٹھکانے لگاتے ہیں یا اس پر یہ لوگ بھی پانی بہاتے ہیں، تاریخ کا یہ ایک فیصلہ کن موڑ ہے تو ملک میں مختلف مکاتب فکر ہوتے ہیں طبقات ہوتے ہیں تو ان فرقوں کو ہم تحفظ دے سکتے ہیں، ان کو اپنے حقوق کی فکر کرنی چاہئے۔ اپنے دین، اپنے قوانین اور اپنے جو مسلمہ نظریات ہیں ان کیلئے فکرمند ہونا چاہیے کہ ہم ان کو نہ چھین سکیں۔

کسی فرقہ کو ہمیں اپنی شریعت پر عمل کرنے سے روکنے کا حق نہیں

ہم نے جب آئین میں ترمیم کرکے تمام فرقوں کو یہ حق دے دیا ہے کہ وہ اپنے پرسنل لاء میں اپنی فقہ اور اپنے مسلمہ عقائد کے مطابق ہم نے اس بل میں بھی دفعہ ۸ میں یہ واضح طور پر کہا کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں کسی فرقے کے اپنے جو پرسنل لاز ہیں اپنے کوئی معتقدات اور نظریات ہوں تو وہ اس کے مطابق اپنی زندگی گذاریں اور جج بھی اس کے مطابق فیصلہ کرے گا تو ان کو تو اپنا حق مل گیا وہ پانچ فیصد ہیں دس فیصد ہیں فرض کریں ۴۲رفیصد ہیں لیکن کسی فرقے کو یہ حق کہاں سے

آیا؟ ہمارے جو معتقدات ہیں میرا جو دین ہے میرا جو نظریہ ہے میری جو فقہ ہے میرے جو کتاب وسنت، اجماع اور مآخذ ہیں اس سے ہمیں وہ کیسے روک سکتے ہیں؟ نہ ہمیں ان کو روکنا چاہئے اور نہ ہمارے دین، اپنے نظام اور اپنے دستور العمل کی طرف پیش رفت کرنے سے روکنا چاہئے، یہ روکنا تو اخلاقاً قانوناً، جمہوریت کے لحاظ سے ہر لحاظ سے ایک ظلم ہوگا۔ ۹۰ یا ۹۵ر فیصد اکثریت اپنے دین پر عمل کرنا چاہتی ہے بس۔ وہ قطعاً یہ نہیں چاہتی کہ اس فرقے کے حدود پر قدغن لگے، اس پر کوئی ظلم ہو، ان پر کوئی زیادتی ہو، یہ بڑی زیادتی ہے کہ ہم اپنے دین سے اپنی فقہ سے، اپنے مسلمہ قواعد سے دست بردار ہوجائیں کہ کوئی ایک فرقہ خفا ہوتا ہے، ناراض ہوتا ہے، ہم ان کے معتقدات میں قطعاً مداخلت نہیں کرتے، ان کو اپنے پرسنل لاء کے مطابق چلنے کا حق دیتے ہیں۔

متفقہ ۲۲ر نکات کا شریعت بل سے موازنہ

جنابِ والا! اس مسئلے کا ایک فیصلہ ابھی ہوسکتا ہے، ہمیں ایک ایسی چیز سامنے رکھنی چاہئے تھی جس پر تمام طبقاتِ فکر نے اور فقہ کے پیروؤں نے متفقہ ایک فیصلہ دے دیا اور قابل احترام شخصیت ہمارے پیر پگاڑا نے بھی کہا کہ ۲۲ر نکات کی روشنی میں یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے کیونکہ ۲۲ر نکات پر ایک دفعہ اجماع ہو چکا ہے، اس میں جید شیعہ اور سنی علماء تھے، پھر ہمارے دوست شام کو ایک بات کرتے ہیں اور صبح کو دوسری اور ملک میں آوازیں اُٹھتی ہیں، انہوں نے بھی شور مچایا کہ اس بل سے متفقہ بائیس نکات مجروح ہوجائیں گے اور وہ ختم ہوجائیں گے، تو میں ان لوگوں کے جواب کے لئے کچھ عرض کروں گا اور جناب پیر صاحب کے مشورے کی تحسین کرتے ہوئے میں بھی کچھ عرض کروں گا کہ دونوں چیزیں سامنے رکھ کر دیکھیں کہ ہم نے کون سی بات سے ۲۲ر نکات کی نافرمانی کی ہے، خلاف ورزی کی ہے یا اس سے سرتابی کی ہے؟ اگر یہ چیز آج طے ہوجائے تو ہمارے بل کی ایک ایک دفعہ ۲۲ر نکات کے مترادف ہے، متفق ہے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی گئی تو پھر ان تمام لوگوں کو جن کے اکابرین نے دستخط کئے تھے تو ان کا اخلاقاً فرض ہوگا کہ وہ اس بل کو بھی تسلیم کرلیں۔ میں یہاں مختصراً اس کی چند مثالیں دوں گا:

شریعت بل ۲۲ر نکات ہی کی قانونی زبان ہے

میرے سامنے بائیس (۲۲) نکات بھی ہیں اور اپنا بل بھی ہے۔

جناب چیئرمین! اگر ذرا اختصار سے کام لیں اور وقت بھی کم ہو رہا ہے۔

مولانا سمیع الحق : حضرت ابھی وقت تو تنگ نہیں ہوا، ابھی تو رات کے بارہ، ایک بجے تک ہم بیٹھ سکتے ہیں، یہ اتنا اہم مسئلہ ہے بڑا قومی مسئلہ ہے، یہ ممبران حضرات کچھ ایثار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو اجر بھی دے گا، اگر ۹ ربجے سے کچھ بڑھ بھی جائے تو کیا حرج ہے؟ بہرحال! میں کوشش کروں گا کہ چند منٹ کے بعد اس کو سمیٹ لوں، ہمارے ہاں بل میں بڑا مسئلہ تعریف کا ہے کہ شریعت کا اصل مأخذ قرآنِ پاک اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، دفعہ۲ کی شق ب، اب اس میں ہم بنیادی نقاط کو دیکھتے ہیں۔ دفعہ۲ کے دوسری نقطے میں واضح لکھا گیا ہے کہ ملک کا قانون قرآن وسنت پر مبنی ہوگا۔ اب اس میں کہاں ہم نے ادھر سے حکم عدولی کی، اگر دفعہ۳ ہے کہ کوئی مقنّنہ شریعت کے خلاف قانون نہیں بنائے گی تو آگے کی مقنّنہ کوئی ایسا قانون یا قرارداد ایسی منظور نہیں کر سکے گی جو شریعت کے احکام کے خلاف ہو، اگر ایسی کوئی قرارداد یا قانون منظور کرلیا گیا تو اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جاسکے گا۔

اب وہاں جو دوسرا نکتہ ہے اس میں بھی یہی ہے کہ ملک کا قانون قرآن وسنت پر مبنی ہوگا اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جاسکے گا یعنی مقنّنہ (پارلیمنٹ) پر وہاں بھی قدغن لگائی گئی ہے کہ پارلیمنٹ کو کھلی آزادی نہیں ہے، وہ کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکے گی اور نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جاسکے گا۔ اس میں ہمارا اگلا نکتہ آیا ہے کہ مقنّنہ کو بھی اس کا پابند بنایا گیا ہے اور ایڈمنسٹریشن کو بھی کہ دونوں کوئی ایسا حکم نہیں دے سکیں گے جو کتاب وسنت کے خلاف ہو، ہماری دفعہ۳ میں ایک جملہ زیادہ ہے کہ اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جاسکے گا، کیونکہ ۲۲ رنکات مرتب کرتے وقت وفاقی شرعی عدالت کا کوئی تصور یا ادارہ موجود نہیں تھا۔ اس لئے وہاں یہ نہیں کہا جاسکا۔

عدالتی احتساب

آگے ہمارے بل کی دفعہ ٦ ہے کہ شریعت کے خلاف احکامات دینے پر پابندی، انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدرِ مملکت اور وزیراعظم شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا تو وہاں ۲۲ رنکات میں شق نمبر۳ میں یہ چیز واضح موجود ہے کہ کوئی ایسا قانون نہ بنایا جاسکے گا نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جاسکے گا جو کتاب وسنت کے خلاف ہو اور مملکت کسی جغرافیائی، نسلی، لسانی یا کسی اور تصور پر نہیں بلکہ ان اُصولوں اور مقاصد پر مبنی ہوگی جن کی اساس اسلام کا پیش کیا ہوا ضابطۂ حیات ہے، یہ

ہمارے بل کی اگلی دفعہ ۷ ہے۔ عدالتی عمل اور احتساب! کہ حکومت کے عمال بشمول صدرِ مملکت اسلامی قانونِ عدل کے مطابق عدالتی احتساب سے بالاتر نہیں ہوں گے۔

جنابِ والا! آیئے ہم اب بائیس نکات دیکھتے ہیں اس میں سترواں نکتہ واضح طور پر یہ ہے کہ صدرِ مملکت کو یہاں کہا جا رہا ہے کہ صدرِ مملکت کو آپ کیوں لپیٹتے ہیں اور وزیراعظم کا ذکر آپ کیوں کرتے ہیں؟ تو وہاں ۲۲/نکات کا سترواں نکتہ یہی ہے کہ رئیس مملکت شہری حقوق میں عامۃ المسلمین کے برابر ہوگا اور قانونی مواخذہ سے بالاتر نہیں ہوگا۔ صاف طور پر یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ عام شہری کی طرح یہ بھی ہوگا۔ اسی ۲۲/نکات کا ۱۸/رواں نکتہ ہے کہ ارکان اور عُمّالِ حکومت اور عام شہریوں کے لئے ایک ہی ضابطۂ قانون ہوگا اور دونوں پر اس کو عدالتیں ہی نافذ کریں گی اس میں ارکان، عُمّالِ حکومت اور سب شہری احتساب کے دائرے میں لائے گئے۔

غیر مسلموں کی مذہبی تبلیغ

دفعہ ۸ کے تحت جو مسلمہ فرقے ہیں ان کو ان کے پرسنل لاء جو اس وقت بعض دوستوں نے حذف کرا دیئے تھے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ وہ حذف نہ ہوں، وہ اپنی جگہ پر رہیں اور منتخبہ کمیٹی میں انہوں نے کہا کہ اس مسئلہ کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ آئین میں نئی ترمیم کی شکل میں آرڈیننس طے ہو چکا ہے تو چونکہ آئین میں یہ چیز آ گئی ہے کہ ان کو اپنے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی اجازت ہوگی تو اس نکتے کی ضرورت نہیں۔ یہاں ملک میں بڑا زور شور مچایا گیا کہ اس دفعہ کو حذف کرلیا گیا ہے حالانکہ اصل محرکین نے اس دفعہ کو رکھا تھا لیکن وہاں یہ تجویز سامنے آئی کہ اس دفعہ پر عمل ہو چکا ہے، اب بھی اگر کوئی چاہے تو ہمیں انکار نہیں ہے، اس میں باقاعدہ یہ دفعہ رکھ سکتے ہیں۔

ہمارے بل کی دفعہ ۹ جو ہے اس میں واضح طور پر غیر مسلموں کو تبلیغ کی آزادی یعنی غیر مسلم باشندگانِ مملکت کو اپنے ہم مذہبوں کے سامنے مذہبی تبلیغ کی آزادی ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون کے مطابق کرنے کا حق حاصل ہوگا اور یہ شریعت بل ان پر لاگو نہیں ہوگا۔

علماء جج یا معاون

اب یہی دفعہ ۹ جو ہے وہ ۲۲/نکات کے دسویں نکتے میں واضح طور پر موجود ہے۔ واضح طور

پر کہا گیا ہے کہ غیر مسلم باشندگانِ مملکت کو حدود و قانون کے اندر مذہب، عبادت، تہذیب وثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی حاصل ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون یا رسم و رواج کے مطابق کرانے کا حق حاصل ہوگا تو دسواں نکتہ یہاں ہم نے اپنی دفعہ ۹ میں پورا سمودیا ہے۔ آپ دونوں کو سامنے رکھ کر موزانہ کرسکتے ہیں پھر اس میں علماء کو جج مقرر کرنے کی بات کی گئی ہے یا معاون کے طور پر کام کریں گے، اس چیز سے اچنبھا کیوں ہے؟ یہ اگر ۲۲ رنکات میں نہیں ہے تو اس کو ہم نے ۱۹۷۳ء کے آئین میں باقاعدہ طور پر تسلیم کیا ہے اور نظریاتی کونسل کے متعلق جو باب ہے اس میں یہ ساری چیز موجود ہے کہ علماء، ان کے شرائط، تدریس کی مدت جب ساری بات وہاں تسلیم ہوچکی ہے تو یہاں کوئی نئی چیز نہیں ہے جس سے بہت بڑا طوفان آجائے گا۔

ذرائع ابلاغ کی تطہیر

آگے ذرائع ابلاغ کی تطہیر دفعہ ۱۴ تو وہ نکتہ ۲۰ جو ہے اس پر واضح طور پر موجود ہے۔ ہم ذرائع ابلاغ کی تطہیر، غلط افکار ونظریات کے خلاف ہو، اخلاق وعقیدے کے خلاف ہو، اس پر پابندی لگانا چاہتے تھے، تو ۲۲ رنکات میں بیسواں نکتہ یہ ہے کہ ایسے افکار ونظریات کی تبلیغ واشاعت ممنوع ہوگی جو مملکتِ اسلامی کے اساسی اُصولوں اور مبادی کے انہدام کا باعث ہو۔ ہم نے اس کو بھی یہاں ملحوظ رکھا۔ ہمارا سولہواں نکتہ بنیادی حقوق کے تحفظ کا ہے۔ اس کے بارے میں بڑی لے دے ہوئی ہے تو اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ''شریعت نے جو بنیادی حقوق باشندگانِ ملک کو دیئے ہیں ان کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا جائے گا''۔

اب اس کو دیکھتے ہیں کہ یہ نکتہ ہے کہ نہیں تو ہم بائیس نکات کا ساتواں اور آٹھواں نکتہ جو بالکل واضح طور پر ہے ہم نے یہاں بہت مختصر الفاظ میں اس کو سمودیا ہے ساتواں نکتہ یہ ہے کہ:

''باشندگانِ ملک کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو شریعتِ اسلامیہ نے ان کو دیئے ہیں''۔

تحفظ جان ومال وعزت آبرو

یعنی حدود قانون کے اندر تحفظِ جان ومال، عزت وآبرو، آزادیٔ مذہب و ملک، آزادیٔ عبادت، آزادیٔ ذات، آزادیٔ اظہارِ رائے، آزادیٔ نقل وحرکت، آزادیٔ اجتماع، آزادیٔ اکتسابِ رزق، رفاہی ادارے سے ترقی کے مواقع میں یکسانی اور استفادے کا حق اور آٹھواں نکتہ یہ ہے کہ

مذکورہ بالا میں سے کسی شہری کا کوئی حق اسلامی قانون کی سند جواز کے بغیر اس وقت تک سلب نہیں کیا جائے گا اور کسی جرم میں بغیر موقع صفائی دیئے اور فیصلۂ عدالت کے سزا نہیں دی جائے گی۔

اب یہ چند مثالیں تھیں جو میں نے شریعت بل جو ایوان کے سامنے ہے اور ۲۲ رنکات، یہ چند مثالیں سرسری مطالعہ سے جو سامنے آئیں میں نے آپ کے سامنے رکھ دیں کہ ہم نے تو بنیادی حقوق کو نافذ کرنے کی اس بل کے ذریعہ کوشش کی ہے۔ ہم نے قراردادِ مقاصد کو عملاً اس ملک میں نافذ کرنے کیلئے یہ شریعت بل پیش کیا ہے، ہم نے پچھلی تمام کوششوں سے سرموانحراف نہیں کیا بلکہ ان تمام محنتوں کو نتیجہ خیز اور ثمر آور بنانے کی کوشش کی ہے۔

بہت پہلے شریعت بل پر پوری اُمت کا اتفاق ہو چکا ہے

جناب چیئر مین صاحب! اس بائیس نکات کے متفقہ آئینے میں دیکھئے کہ آپ کو اس میں علامہ جعفر حسین مجتہد کا نام بھی نظر آئے گا۔ آپ کو علامہ حافظ مفتی کفایت حسین مجتہد کا نام بھی نظر آئے گا، آپ کو اس وقت کے جمعیت اہلحدیث کے بہت بڑے عالم مولانا محمد اسماعیل کا نام بھی نظر آئے گا، آپ کو اس میں دیو بندی اور بریلوی مکتب فکر کے تمام سرکردہ علماء کے دستخط ثبت ہوئے نظر آئیں گے۔ مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا اطہر علی اور مولانا ابوجعفر محمد صالح۔ یہ میں نے چند مکاتب فکر کے مسلمہ علماء کے نام لئے ہیں کہ ان لوگوں نے اس پر دستخط کئے ہیں کہ ہم اس طرح ملک کی گاڑی کو اسلام کی پٹڑی پر آگے چلا سکتے ہیں۔

بل مسترد کر دیا تو منافقت پر مہر لگ جائے گی

میں آخر میں اتنی عرض کروں گا کہ شریعت بل منظور کئے بغیر ہرگز اس ملک میں حاکمیت اعلیٰ خداوند قدوس کی قائم نہیں ہوسکتی۔ ہم ان کو ہزار ساورن کہیں اس کی ساورنٹی تب آئے گی جب شریعت بل کو عدالتوں، ایوانوں اور ایڈمنسٹریشن میں اور ذرائع ابلاغ کے اداروں میں ہم جب تک نہیں پہنچائیں گے تو اس ملک میں حاکمیت اعلیٰ صرف تبرک کے لئے تو ایک بات ہوگی لیکن عملاً کوئی پیش رفت نہیں ہوگی اور نہ ہم اس کو مسترد کر دینے کے بعد اسلام کا نام لینے کا حق رکھتے ہیں، ہم اسلام کا نام الیکشنوں میں لے سکیں گے اور جس طرح ہم چالیس سال سے کر رہے ہیں نہ ہم اسلام کا نام سیاست کے لئے، نیابت کے لئے اور قوم کی ترجمانی کیلئے استعمال کرسکیں گے۔ اس سے اس حکومت

پر، اس ملک پر مہر لگ جائے گی کہ یہاں ویسے نام کیلئے اسلام لایا گیا ہے۔ خدارا! ملک کو اس فضیحت سے بچایئے اور یہ ایوان ایسے کوئی اقدامات نہ کرے اس کو ایسی ترامیم کے ذریعہ مجروح نہ کیجئے! جو اس بل کی روح کو ختم کردے، یہ ایوان ایسا نہ کرے جو اس بل کی روح کو ختم کردے۔

سرکاری ترامیم شریعت بل کو ڈائنامیٹ کرنے کے مترادف ہے

آج ہمارے سامنے ترامیم کا ایک مسودہ رکھا گیا ہے مجھے پڑھ کر انتہائی دُکھ ہوا اور میں نے دیکھ لیا کہ حکومت کے عزائم کیا ہیں؟ اِن ترامیم کے ذریعہ انہوں نے اس شریعت بل کی ایک ایک دفعہ کو ڈائنامیٹ کردینے کی کوشش کی ہے۔ حکومت یہ نہ سمجھے کہ وہ یہ ترامیم پاس کرائے گی اور قوم کو یہ کہا جائے گا کہ شریعت بل پاس ہوگیا ہے، قوم بھی بڑی ہوشیار ہے وہ بڑی آہنی آنکھیں رکھتی ہے وہ سارا پوسٹ مارٹم کرے گی، اِن ترامیم کا بھی اور بل کا بھی، اور ان شاء اللہ جب تک ہم قوم کو نہیں کہیں گے کہ یہ شریعت بل، شریعت بل ہے تو آپ ہزار ترامیم اور مسودے پاس کرائیں قوم آپ کو نہیں مانے گی، ہماری مانے گی۔

ہر شہری، ہر طبقہ کے حقوق کی حفاظت

پھر میں دوسرا یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ اس شریعت بل سے ملک کے کسی طبقہ، کسی شہری کے حقوق پر قطعاً کوئی زد نہیں پڑتی۔ سب کو حقوق مل جائیں گے اور مفاد پرست افراد جو جونک کی طرح معاشرے کو چوس رہے ہیں بلیک میلنگ کر رہے ہیں ان کے تمام راستے اس بل سے بند ہوجائیں گے۔ اس طرح میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ غیر مسلم اقلیت کو اس بل کے ذریعے ایک بے مثال تحفظ مل جائے گا ان کو تمام حقوق مل جائیں گے۔ ابتدا میں کچھ مشکلات ہوتی ہیں، ہم جب ایک عبوری دور سے گزریں گے تو کچھ مشکلات سامنے آئیں گی لیکن اللہ تعالیٰ ان کو آسان کردے گا۔

نظام کی تبدیلی سے وقتی دشواریاں برداشت کرنی ہوں گی

اور جب پوری قوم چاہتی ہے اور آپ بھی چاہیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کے دروازے کیسے کھولتا ہے اور وہ مشکلات کیسے آسان کردیتا ہے؟ اگر کچھ دشواریاں ہیں تو وہ اس نظام کی وجہ سے ہیں جو ڈیڑھ سو برس سے ہم پر مسلط ہے اب جب اس نظام کو جوا اُتار دیں گے تو کچھ مشکلات تو

سامنے آئیں گی نا۔ایک شرابی جو ہر وقت شراب پینے کا عادی ہے جب آپ اس سے شراب چھڑائیں گے تو اسے تکلیف ہوگی وہ تڑپے گا لیکن یہ بات تو نہیں کہ شراب بڑی اچھی چیز تھی اور اسے بڑی اچھی چیز سے محروم کر دیا گیا ہے۔اس لئے وہ تڑپتا ہے شراب بذاتِ خود ایک خراب چیز تھی لیکن اس کی عادت اتنی بڑھ چکی تھی اور اس کے جسم و جان میں اتنی سرایت کر چکی تھی کہ جب اس غلط چیز کو اس سے چھڑائیں گے تو اس کو کچھ دن تو تکلیف ہوگی اور جب اس کی یہ عادت چلی جائیگی تو پھر وہ دُعائیں دیگا وہ شکر کرے گا کہ یا اللہ میں تو بہت بڑی مصیبت سے چھوٹ گیا، یہ انگریزی نظام ہماری جڑوں میں شراب اور ہیروئن کی طرح سرائیت کر گیا ہے۔اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے کچھ دن تک تکالیف، کچھ مشکلات، کچھ دشواریاں برداشت کرنی پڑیں گی، ایسا تو نہیں ہے کہیں کہ ع آئینِ نو سے ڈرنا طرزِ کہن پر اڑنا

والی بات ہوجائے کہ ع منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

تو اس کٹھن منزل کو ہمیں عبور کرنا ہوگا، پھر اللہ کی نعمتیں اور رحمتیں ہمارے ساتھ ہوں گی۔

دنیا کے لئے مثالی انقلاب مثالی نمونہ

اور یہ معاشرہ ایک مثالی اور اسلامی بن جائے گا۔ یہ معاشرہ اگر اسلامی بن گیا ایک نمونہ بن گیا تو آپ دیکھیں گے کہ یہ ملک، معاشرہ اور اس کا انقلابی عمل پوری دنیا میں انقلاب کا ذریعہ بنے گا۔اس کے اثرات مشرق و مغرب میں پڑیں گے، آپ کے سیکولرازم والے سیکولرازم سے دستبردار ہوجائیں گے۔آپ کا روس اور چین سوشلزم کو دور پھینک دے گا، اصل راحت تو اس نظام میں ہے۔ آپ کا امریکہ اسے محسوس کرے تو انسانی حقوق تو وہاں محفوظ ہیں۔خوشحالی، آسائش اور عدل و انصاف تو وہاں ہے۔اس کے انقلابی اثرات پوری دنیا پر مرتب ہوں گے، اگر یہ امامت و قیادت پاکستان کو نصیب ہوئی تو یہ اس کی بہت بڑی سرخروئی اور خوش قسمتی ہوگی۔اللہ تعالیٰ ہمیں جلد از جلد اس منزل پر پہنچنے کی توفیق دے۔وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین ۔

جناب چیئرمین ! شکریہ۔ (شریعت بل کا معرکہ ص:۱۹تا۲۷)

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ

شریعت بل کا معرکہ: پاکستانی تاریخ کا روشن باب

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی نفاذِ شریعت کی جدوجہد کے حوالے سے پارلیمانی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایوانِ بالا سینٹ میں ایک جامع ''شریعت بل'' پیش کرنا ایک عظیم تاریخی کارنامہ ہے۔ ملک کی تاریخ میں نفاذِ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب، ایوانِ بالا سینٹ اور قومی سیاست میں نظامِ اسلام کی جنگ، آغاز، رفتارِ کار، صبر آزما مراحل کی لحہ بہ لحہ روداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی، عورت کی حکمرانی، جہادِ افغانستان اور اہم قومی وملی اور بین الاقوامی مسائل پر شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے شریک اشاعت ہیں۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی سرپرستی میں ۵۳۸ صفحات پر مشتمل ان کی اس کتاب کی تالیف وترتیب کی سعادت بھی احقر کو حاصل ہوئی۔ احقر نے کتاب کا جو پیش لفظ لکھا تھا اس میں ساری کتاب کا جوہر وخلاصہ اور مقاصد واہداف کا احاطہ کیا گیا ہے۔ قارئین پڑھیں گے تو مولانا شہیدؒ کے اس تاریخی کارنامے سے مکمل آگاہ ہوجائیں گے۔ (عبدالقیوم حقانی)

آج اس صاحبِ کردار کی باتیں ہوں گی
ان کی گفتار ان کی رفتار کی باتیں ہوں گی
جو جلاتا تھا اندھیروں میں محبت کے چراغ
آج روشنی کے اس مینار کی باتیں ہوں گی

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کسی خاص علاقہ، طبقہ یا قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام نوعِ انسانیت کو جامع اور ہمہ گیر ہے، اِسی طرح تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین اور ورثاء حضرات علماء بھی کسی خاص نسل یا خاص ملک کیلئے نہیں بلکہ تمام بنی نوعِ انسان کی خدمت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں، علماءِ حق نے ہر دَور میں تعلیماتِ نبویہ کی روشنی میں اِنفرادی اور اِجتماعی طور پر دُنیائے انسانیت کے لئے راہِ ہدایت کے سنگ میل قائم کیے اور کفر وظلمت کی فضاؤں میں ایمانی اور روحانی روشنی کے چراغوں کو دوام بخشا۔

خلیفۂ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، قاضی ابو یوسفؒ، امام شعبیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ ابن العربیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، امام رازیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور خواجہ اجمیریؒ اپنے زمانہ کے علم وفضل، زُہد وتقویٰ، سلوک وتصوف، تدریس، تصنیف وتالیف کے امام رہے مگر اس کے باوجود دینی سیاسیات کے مقتضیات کے مطابق دُنیا کی رہنمائی بھی کی۔ درس وتدریس کے حلقوں اور حجروں سے نکل کر میدانوں کی جادہ پیائی، حکمرانوں سے نبرد آزمائی، جابر سلاطین کے مظالم پر تنقید اور اصلاح وتدبیر کی مساعی ان کا ایک عظیم کارنامہ، تاریخ اسلام کا سنہری باب اور ایک اہم روداد ہے۔

برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی حیثیت اور شخصیت جامع اور ہمہ گیر تھی۔ وعظ وارشاد، تصنیف وتالیف اور تصوف وسلوک کے امام ہونے کے باوجود ہندوستان میں سیاسی بدامنی اور قتل و غارت کی بیخ کنی، جماعت کی تنظیم، رجالِ کار کی تربیت بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان میں اعلائے کلمۃ اللہ، علم وعمل اور سیاست و انقلاب کا گلزار ان ہی کا سجایا ہوا ہے۔ الجزائر کے امیر عبدالقادر، سوڈان کے محمد احمدؒ، امام السوسیؒ اور سید احمد شہیدؒ سب اسی سلسلہ کی سنہری کڑیاں ہیں۔

....

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا مفتی محمودؒ، قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، ان سب حضرات کی دعوت کا مرکز ومحور، اخلاص وللّٰہیت، احترامِ اُمت، علم وعمل میں سلف صالحین اور اکابر ومشائخ کا کامل اعتماد اور اتباع تھا۔ شاہ ولی اللہؒ کے تلامذہ ہوں یا سید احمد شہیدؒ کے جان نثار رفقاء، مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے روحانی فرزند ہوں یا شیخ الہندؒ کی جمعیۃ کے مخلص ورکر اور علماء، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے علوم و معارف کے خوشہ چین ہوں یا شیخ لاہوریؒ، حضرت امیر شریعتؒ، مولانا مفتی محمودؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے کاروانِ جہاد کے سالار و رہنما، سب سرفروشی و جانبازی کا تصور لے کر اُٹھے اور صحیح تجدید و اصلاح کرکے ایک ایسی صالح اور انقلابی جماعت پیدا کردی جس کے افراد شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے اور سنت رسولؐ کے نمونے تھے جنہوں نے اپنے خون کے رشتوں اور علاقائی وابستگیوں کو ایمان ومحبت، عقیدت و احترام اور اطاعت وجاں سپاری کے رشتوں پر قربان کر دیا تھا، ترویج شریعت کی جدوجہد میں عہدہ ومنصب اور قیادت کی تحصیل کے بجائے سپاہی بننے پر اصرار کرتے تھے۔ انہوں نے وقتی سیاسی ضرورت اور

جماعت سازی کے بجائے افراد سازی کو ترجیح دی۔ وہ روحانی ترقی، باطنی کمال، اسلامی سیاست، مذہبی انقلاب اور نفاذِ شریعت جیسے عظیم مقاصد کے لئے مجاہدے، سرفروشی وجانبازی، جہاد وقربانی، تجدید وانقلاب، فتح وتسخیر کی ضرورت و اہمیت کو جان کر بھی اخلاص وللّٰہیت، روحانی وقلبی قوت، احترامِ اکابر اور سلف وصالحین کی کامل اِتباع کو مقدم سمجھتے تھے۔ جب تک یہی وطیرہ رہا اکبر کے دین الٰہی سے لے کر بھٹو شاہی کے سامراج تک برصغیر میں اسلامی اقدار کے تحفظ، سیاسی کردار کے تسلسل اور علماء کی رہنمائی وقیادت کو دوام رہا۔

ایوبی آمریت کے خلاف بغاوت ہو یا ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت، ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ ہو یا ملک میں سیاست وانقلاب کا کوئی مرحلہ، حالات پر علمائے حق کا تسلط رہا اور سیاست کی نبضوں پر ان کے ہاتھ رہے۔

پاکستان میں گذشتہ نصف صدی خصوصاً ماضی قریب کے بیس پچیس سال کے بعد سے نظامِ اسلام اور نفاذِ شریعت کے ساتھ باطل قوتوں، مغربی دانشوروں، لادین سیاست دانوں اور نااہل حکمرانوں نے جو معاندانہ رویہ اختیار کیا اور انہوں نے اسلام کے ناقص نظامِ حکومت کے تأثر اور لادین مغربی جمہوریت کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ خود مسلمانوں کے حکمرانوں اور سیاستدانوں سمیت عامۃ المسلمین کا ایک بہت بڑا طبقہ بھی ''سحر سامری'' سے مسحور ہو کر رہ گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس نقارخانہ میں ہر صدائے اِحتجاج اور ہر سعیٔ اصلاح واعلانِ حق طوطی کی صدا بن کر رہ گئی بلکہ بدقسمتی سے اچھے اچھے دینی اور خالص مذہبی سیاسی حلقوں میں بھی اس کے پر جوش وکیل اور نقیب پیدا ہو گئے۔

اس خطرناک صورتِ حال کے خلاف آواز اُٹھانا علمائے حق کا اوّلین فریضہ، مذہبی و دینی ذمہ داری اور وقت کا بہت بڑا جہاد تھا۔ جابرانہ وآمرانہ نظامِ حکومت اور ظالم حکمرانوں کی مخالفت کی طرح عام لوگوں اور ملکی سیاست کی ضلالت پر مبنی عمومی رُجحان کے خلاف آواز بلند کرنا بھی افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر کا مصداق ہے کہ بعض حالات میں عوامی ذہن اور قومی فیصلہ اور سیاسی فضا اور حالات کا رُخ بھی سلطانِ جائر کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

....

برصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں قافلۂ علمائے حق کے سالار اور جمعیۃ علماءِ اسلام کے پارلیمانی رہنما حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کی طرف سے ایوانِ بالا سینٹ میں نظامِ شریعت کے مکمل نفاذ کے سلسلہ میں ایک جامع آئینی خاکہ ''شریعت بل'' کے نام سے

پیش کیا گیا، جسے اوّلین مرحلہ میں ایوان نے بطورِ ایجنڈا کے منظور کرلیا مگر حکومتوں کے تاخیری حربوں اور منافقانہ رویے کی وجہ سے اسے پانچ سال تک صعب آزما مراحل سے گذرنا پڑا۔ بظاہر یہ مراحل اہل اسلام کیلئے حیرت انگیز اور مایوس کن تھے مگر قدرت کو اس کے ذریعہ کچھ اور ہی منظور تھا۔ ''شریعت بل'' کی حمایت میں کراچی سے خیبر تک اور ملک و بیرونِ ملک عظیم تحریک چلی، اہل اسلام نے پھر سے نظامِ اسلام سے مضبوط وابستگی کا اظہار کیا، خوابیدہ جذبات بیدار ہوئے، ولولے تازہ ہوگئے اور یاس وقنوط کے بادل چھٹ گئے۔ اربابِ اقتدار، اہل ہویٰ والحاد، روسی وامریکی ایجنٹوں اور لادین عناصر کی آنکھیں اُس وقت چندھیا گئیں، دینی زوال اور اس کا خواب دیکھنے والے حواس باختہ ہوگئے، جب یادگارِ سلف محدثِ کبیر قائد تحریک نفاذِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق پیرانہ سالی، ضعف و نقاہت کے باجود اس کی حمایت ومنظوری کیلئے میدانِ عمل میں آئے اور ''متحدہ شریعت محاذ'' بنا کر اس کے صدر کی حیثیت سے حکومت کی منافقانہ روش کے خلاف اعلانِ جہاد کردیا۔

تحریک نفاذِ شریعت کا آغاز مورخہ ۱۳؍جون ۱۹۸۵ء کو نفاذِ شریعت کے مکمل نفاذ کے سلسلے میں ایک جامع آئینی خاکہ ''شریعت بل'' کے نام سے ایوانِ بالا سینٹ میں پیش کردینے سے ہوا۔

جمعیۃ علماءِ اسلام، متحدہ شریعت محاذ، جہادِ افغانستان، متحدہ سنی محاذ، اس وقت کے وزیراعظم محمد خان جونیجو کی بلائی ہوئی گول میز کانفرنس، اسلامی جمہوری اتحاد، آل پارٹیز نفاذِ شریعت کانفرنس، تحریک نفاذِ شریعت، مختلف دینی وسیاسی اتحادی محاذوں کے سٹیج سے ''شریعت بل'' کے نفاذ ومنظوری کے کاز کو آگے بڑھایا جاتا رہا۔ ایوانِ بالا سینٹ میں اس سلسلہ میں بھرپور معرکۂ حق و باطل ہوا، بالآخر پانچ سال کی ہنگامہ خیز اور طویل ترین جدوجہد کے بعد ۱۳؍مئی ۱۹۹۰ء کو ''شریعت بل'' ایوانِ بالا نے متفقہ طور پر منظور کرلیا۔

تحریک کے اصل بانی ومحرک اور روحِ رواں سالارِ قافلۂ حق مولانا سمیع الحق مدظلہ ہیں۔ ''متحدہ شریعت محاذ'' کی تشکیل ہو یا جمعیۃ علماءِ اسلام کے مسلکِ حقہ کے تحفظ وترویج کے مراحل، ناموسِ صحابہؓ کا تحفظ ہو یا رفض و بدعت کے خلاف متحدہ سُنی محاذ قائم کرنے کا مرحلہ یا مسلم لیگی حکومت کا شریعت بل کے بارے میں منافقانہ اور معاندانہ طرزِ عمل، اسلامی جمہوری اتحاد کی تشکیل اور استحکام کا اقدام ہو یا عورت کی حکمرانی کے خلاف ''متحدہ علماء کونسل'' کے قیام اور ملک گیر تحریک کی ضرورت! مولانا سمیع الحق مدظلہٗ اس میں اصل داعی اور تحریک نفاذِ شریعت کی ضرورت، آغاز، مختلف مراحل،

مشکلات، صبر آزما راستے، مختلف کردار قومی وملکی اور عالمی سطح پر اس کی اہمیت اور ردّعمل، ملکی سیاست میں اس کے مثبت اور مفید نتائج وثمرات پاکستان کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے جسے کوئی بھی انصاف پسند مؤرخ فراموش نہیں کرسکتا۔ اس سلسلہ کی تفصیلات وجزئیات تو مستقبل کے مؤرخ کا فرض ہے، تاہم اس بات کی شدّت سے ضرورت تھی اور کثرت سے علماء وافاضل اور احباب کا تقاضا بھی تھا کہ تحریک کے اغراض و مقاصد اور اہداف اور اس سلسلہ کے تاریخی مسلسل کردار کے صحیح خدوخال، قائد تحریک حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کی مختلف تقاریر، علماء و مشائخ، وکلاء اور عوامی اجتماعات سے خطابات، سینٹ آف پاکستان میں شریعت بل کے مقدمہ اور قومی اخبارات اور اہم ہفت روزوں کو انٹرویوز کی صورت میں منظر عام پر آتے رہے۔ اگر انہیں مستقل کتابی صورت میں محفوظ کرلیا جائے تو نفاذِ شریعت کی تحریک کو آگے بڑھانے میں کارکنوں کو علمی و دینی مواد، معلومات اور صحیح رہنما خطوط ملتے رہیں گے۔

پیش نظر کتاب ''شریعت بل کا معرکہ'' احباب ومخلصین کے اسی مخلصانہ مطالبہ کی تکمیل کی حقیر سی کوشش ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کو عام اِجتماعات سے خطابات، اخباری بیانات اور انٹرویوز کے علاوہ علماء ومشائخ، جدید تعلیم یافتہ طبقوں، وکلاء، زمانۂ حال کے دانشوروں اور مختلف الخیال اہل علم وفکر کے سامنے اپنے احساسات وجذبات کی ترجمانی اور اندیشہ ہائے فردا اور خطرات کے اظہار کے جس قدر بھی مواقع ملتے رہے انہوں نے ارتدادی فکر، لادین ذہنیت، مادر پدر آزاد سیاست، دینی اقدار سے فکری بغاوت اور اربابِ حکومت وسیاست کے معاندانہ ومنافقانہ طرزِ عمل کا بھرپور تعاقب کیا۔

مولانا مدظلہٗ کا مجموعہ تقاریر آپ کے سامنے ہے، پڑھتے جایئے تو آپ بھی میرے ساتھ یہ رائے قائم کریں گے کہ مولانا کی تقاریر، خطبات، انٹرویوز اور تمام تر مساعی کا بنیادی ہدف قرآنِ مجید کی تعلیمات کی روشنی، سنت اور اقوامِ عالم کے تاریخی تجربات کی مدد سے نفاذِ شریعت کے ہدف کے حصول اور اسلامی انقلاب برپا نہ ہوسکنے کے حقیقی اسباب کی تلاش کرنے اور اسباب ومسببات میں باہمی ربط پیدا کرنے کی دعوت اور خالص شرعی نقطۂ نظر سے اسلامی انقلاب کی راہ متعین کرنے کی دعوت ہے۔ مولانا سمیع الحق نے اپنے سامعین اور مخاطبین میں مایوسی کے بجائے حوصلہ اور ہمت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اسلامی دعوت، خالص اسلامی طرزِ سیاست اور دینی قیادت کا علَم ہاتھ میں لے کر شکستہ دل مسلمانوں کو غلبہ اور فتح ونصرت کی نوید سنائی۔

وَ أَنتُمُ الْأَعلَونَ إِن كُنتُم مُؤمِنِينَ "اگر تم واقعی مؤمن رہے تو تم ہی سربلند رہو گے"

مولانا سمیع الحق نے اپنی تقاریر اور انٹرویوز میں اپنے دل کا سوز، اپنی فکر کا ساز بلکہ اپنا جگر نکال کر رکھ دیتے ہیں جو ہر لحاظ سے بصیرت افروز اور ایمان پرور ہیں جو موصوف کی علمی و دینی اور سیاسی بصیرت، رائے کی اصابت، ان کی دعوت میں سچائی اور موعظت میں حکمت کا عمدہ مظہر ہیں۔ مولانا سمیع الحق سیاست کے خارزار میں آئے مگر ان کا اوّلین اور آخری ہدف صرف اور صرف غلبۂ حق اور نفاذِ شریعت رہا۔ موصوف کے تخیلات کی دنیا، تمناؤں کا مرکز، تمام تر مساعی کا ہدف، خالص اسلامی طرزِ سیاست کے فروغ اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد کا میدان رہا۔ یہی ان کی زبان و ادب، یہی ان کا جلسہ وجلوس، یہی ان کا منشور و پیغام، یہی ان کا پارلیمانی کردار اور یہی ان کا اوڑھنا بچھونا اور یہی ان کا سب سے بڑا اثاثہ اور سرمایۂ حیات ہے......

میرا ساز گرچہ ستم رسیدۂ زخم ہائے عجم رہا
وہ شہید ذوقِ وفا ہوں میں کہ نوا میری عربی رہی

ان خطبات اور تقاریر کا تعلق اگرچہ ایسے دور سے ہے جو بظاہر گذر چکا ہے یا گذر جائے گا اور بعض ایسے عوامل' محرکات اور کردار جو بظاہر نظروں سے اوجھل ہوگئے ہیں لیکن ان میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ عالمگیر اور زندہ وجاوید صداقتیں ہیں جو قرآنِ مجید اور انقلابِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمیق اور تاریخ کے وسیع مطالعہ پر مبنی ہیں۔ وہ حالات جس ذہنی کیفیت، جن تحریکوں، ہنگاموں، حالات، فلسفوں اور حق وباطل کی باہمی کشمکش کا نتیجہ تھے وہ وقتی یا مقامی ہرگز نہیں۔ یہ دورے، حالات اور یہی طریقِ واردات سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں، حکمرانوں اور اربابِ بست وکشاد کے دل ودماغ پر برابر پڑتے رہتے ہیں۔ جن کا رشتہ قرآنِ حکیم اور ایمانی چشموں سے کٹ کر مادی فلسفوں اور جماعتی یا شخصی مفادات سے قائم ہوجاتا ہے اُن کا خطرۂ کلی تو کجا! جزوی طور پر بھی تاہنوز زائل نہیں ہوا ہے، اور نہیں کہا جاسکتا کہ مفاد پرستی اور ابلہ فریبی کی بادِ صرصر کب تک چلتی رہے گی۔ اسلئے اس کی ضرورت سمجھی گئی کہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کی ان وقیع تقاریر، خطبات اور انٹرویوز کو کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے، قرآنی حقائق اور تاریخی بصائر اس میں پیش کیے گئے ہیں وہ انقلابِ اسلامی اور تحریک نفاذِ شریعت کے کارکنوں اور بہی خواہانِ قوم وملت کے سامنے آتے رہیں فان الذکریٰ تنفع المؤمنین۔

مولانا سید محمد یوسف شاہ
امیر جمعیت علماء اسلام کے پی کے

دفاع پاکستان کونسل وافغانستان قومی کنونشن

(زیر نظر مضمون حضرت شہید رحمہ اللہ کے حین حیات میں لکھا گیا تھا)

مولانا سید محمد یوسف شاہ حقانی صاحب، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مدرس، شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے پرسنل سیکرٹری، خادمِ خاص، رفیق سفر وحضر اور چہیتے شاگرد ہیں۔ کئی اہم سیاسی معرکوں میں زعماء سے ملاقات اور حکمرانوں سے مذاکرات میں وہ مولانا شہیدؒ کے ساتھ رہے۔ ''دفاع پاکستان وافغانستان کونسل'' کی بنیاد اور پہلی تقریب کا آنکھوں دیکھا حال مولانا سید یوسف شاہ صاحب کے قلم سے نذرِ قارئین ہے......(ادارہ)

پچھلے دنوں جب اقوام متحدہ نے افغانستان کی سرحدات پر مانیٹرنگ کیلئے مبصرین بھیجنے کا اعلان کیا تو پوری پاکستانی قوم میں بے چینی اور پریشانی کی لہر دوڑ گئی اور قوم کی نظریں سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے قائدین پر لگی ہوئی تھیں کہ ہمارے قائدین ہمیں کیا لائحہ عمل دیں گے، ادھر پوری دنیا دیکھ رہی تھی کہ پاکستانی قوم اس ظالمانہ اور جارحانہ اقدام کے خلاف کون سا قدم اٹھائے گی، دینی اور جہادی تنظیموں کی مشترک تنظیم ''دفاع افغانستان کونسل'' جو ۱۰ جنوری ۲۰۰۱ء کو مولانا سمیع الحق کی دعوت پر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں افغانستان پر اقوام متحدہ کی جانب سے عائد اقتصادی پابندیوں کے خلاف عمل میں آئی تھی، چند مہینے بعد اپنوں اور بیگانوں کے عدم تعاون کی وجہ سے اس کی سرگرمیاں ماند پڑ گئی تھیں لیکن جب یہ تازہ اعلان آیا تو کونسل کے چیئر مین مولانا سمیع الحق نے کونسل میں شامل جماعتوں کے قائدین کو حالات کی نزاکت اور اس اہم قومی مسئلہ پر توجہ دینے کا احساس دلا کر مل بیٹھنے کی اپیل کی جس پر کونسل میں شامل جماعتوں کے قائدین لبیک کہتے ہوئے ۹ راگست کو اسلام آباد میں اجلاس بلانے پر متفق ہوگئے، یہ اجلاس مقررہ تاریخ پر منعقد ہوا اور پوری بین الاقوامی میڈیا کی توجہ کا مرکز بن گیا اور دوسرے دن شہ سرخیوں کے ساتھ خبریں شائع ہوئیں اس اجلاس میں اس اہم اور قومی

مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو ہوئی اور طے پایا کہ چونکہ یہ ایک قومی مسئلہ ہے افغانستان سے بڑھ کر پاکستان کے دفاع اور سالمیت کا مسئلہ ہے، اس لئے پاکستان کی سیاسی جماعتوں کے قائدین کو بھی دعوت دی جائے اور ان سے کہا جائے کہ اس نازک موقع پر ہم سب نے تمام سیاسی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر پاکستان کی جنگ لڑنی ہے۔

چونکہ مولانا سمیع الحق ''دفاع پاکستان کونسل'' کے چیئرمین تھے، اس لئے ان سے کہا گیا کہ آپ کونسل کی جانب سے آل پارٹیز کانفرنس بلائیں، مولانا سمیع الحق فیصلہ سے معمولی پریشان تو ہوگئے کیونکہ نہ تو ان کے پاس اتنے وسائل اور سرمایہ ہے جن سے اتنے اہم اجلاس کا انعقاد اور کامیابی ممکن ہو سکے اور نہ اتنا وقت تھا لیکن پھر بھی اللہ کا نام لے کر میدان عمل میں نکل پڑے، رابطوں کا آغاز بزرگ سیاستدان نواب زادہ نصراللہ خان سے کیا جن کی جانب سے حوصلہ افزا جواب ملا، اس کے بعد تمام سیاسی جماعتوں کے سربراہان کو بنفس نفیس دعوت دی جس کو کسی ایک نے بھی مسترد نہیں کیا، کراچی جیسے دور دراز کے مقامات کا اس سلسلہ میں سفر کیا، ایم کیو ایم حقیقی اور الطاف حسین گروپ کے ہاں خود جا کر ان کی قیادت کو دعوت دی اور آمادہ کیا اس طرح پیپلز پارٹی کے عمائدین مخدوم امین فہیم سے بھی رابطہ کیا۔

لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے اور منتظر تھے کہ یہ کیسا منظر ہوگا کہ مذہبی، سیاسی، جہادی اور سیکولر جماعتیں ایک ٹیبل پر بیٹھیں گے اور حقیقت میں ان کا آپس میں مل بیٹھنا موجودہ حالات کی بناء پر بظاہر ناممکن تھا اور نہ پاکستان کی تاریخ میں کبھی ایسا کوئی بڑا کامیاب اجتماع ہوا ہے جس میں ان سب نے شرکت کی ہو لیکن ساتھ ساتھ لوگ پُرامید بھی تھے کہ اجلاس کامیاب ہوگا کیونکہ اجلاس کے داعی مولانا سمیع الحق تھے اور یہ بات مسلم ہے کہ ان کا طلب کردہ اجلاس ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے، انہوں نے جب بھی کبھی کسی قومی مسئلہ پر پاکستان کی دینی، سیاسی جماعتوں کو دعوت دی ہے تو انہوں نے بخوشی قبول کی ہے۔

اجلاس میں پاکستان کی ایک بڑی پارٹی پی پی پی کے کسی فرد نے شرکت نہیں کی اور یہ ان کی مجبوری ہے جبکہ ان کے قائدین نے بھرپور شرکت کا وعدہ کیا تھا، ہمیں ان سے شکوہ نہیں کیونکہ یہ بیچارے سر سے پاؤں تک امریکہ کی غلامی میں ڈوبے ہوئے ہیں، پارٹی کی چیئرپرسن بینظیر بھٹو آئے دن لندن سے امریکہ کو خوش کرنے کیلئے طالبان، افغانستان اور پاکستان کے

دینی مدارس، دینی جماعتوں کے خلاف بیانات دے رہی ہے اور یہ آج کی بات نہیں روز اول سے پی پی پی کا دستور چلا آ رہا ہے کہ کبھی پاکستان کی دفاع، سالمیت اور بقاء کی جنگ لڑنے میں دلچسپی نہیں لی ہے، مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں عوام الناس انکی پالیسی اور کردار سے ناواقف نہیں ہیں۔

بات لمبی ہوگئی بات ہورہی تھی کانفرنس کی، جب قومی کانفرنس کا اعلان آیا تو دوسرے دن اقوام متحدہ کے اہلکار جو اسلام آباد میں متعین ہے متحرک ہوگئے اور کونسل کے بعض ذمہ دار افراد سے رابطے کررہے تھے کہ اب کیا ہوگا؟ اسی طرح امریکی سفیر بھی تمام سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھ کر کھل کر میدان میں آگئے یہاں تک کہ انہوں نے پاکستان کے چند بڑے سیاستدانوں نوابزادہ نصراللہ خان، مخدوم امین فہیم، اسفندیار ولی، مخدوم جاوید ہاشمی وغیرہ کو شام کی چائے کی دعوت پر گھر بلا کر قومی کانفرنس اور مبصرین کی آمد کے متعلق گفت وشنید کی اگرچہ امریکی سفیر نے خود بیان دیا کہ مجھ سے جلد بازی ہوئی اور میں نے قبل از وقت یہ قدم اٹھایا تاہم کونسل کے چیئرمین کے اس اقدام پر شدید احتجاجی بیانات سے امریکی سفیر نے ملاقاتوں کا یہ سلسلہ وقتی طور پر ملتوی کردیا۔

اجلاس کے آغاز میں کونسل کے چیئرمین مولانا سمیع الحق نے خطبہ استقبالیہ میں تمام پارٹیوں کے جمع ہونے پر شکریہ ادا کیا اور کہا یہ امر باعث اطمینان ہے کہ ملک کی سالمیت اور خودمختاری کے معاملہ پر ہماری قومی قیادت حب الوطنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دینی اور لادینی، سیاسی اور غیرسیاسی جھگڑوں کو نظر انداز کرکے جمع ہورہی ہے، یہ ملک کے روشن مستقبل کیلئے ایک نیک فال ہے، انہوں نے مبصرین کی تعیناتی سے سنگین خطرات پیدا ہونے، موجودہ ملکی اور بین الاقوامی سیاسی صورت حال اور قومی لیڈروں کا ایک میز پر جمع ہونے کی اہمیت اور ضرورت پر مفصل روشنی ڈالی جس کو اکثر مقررین نے سراہا، بطور خاص بزرگ سیاستدان نوابزادہ نصراللہ نے تو یہاں تک کہا کہ جب بھی برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں پر کوئی کٹھن مرحلہ آیا تو ہمیشہ علمائے کرام نے رہنمائی کی اور آج پاکستان میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ جو بھی نازک موڑ آیا علمائے کرام کے اس ترجمان مولانا سمیع الحق نے فرض منصبی نبھانے کی پوری پوری کوشش کی ہے، میں مولانا سمیع الحق کو اس طرح اجتماعات منعقد کرنے پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں، اس طرح قبائل کے نمائندے بھی انتہائی پرعزم تھے اور کثیر

تعداد میں اجلاس میں موجود تھے، قبائل پاکستان کی وہ پٹی ہے جس میں غیور مجاہد جذبہ ایمانی سے سرشار مسلمان رہتے ہیں، انہوں نے پاکستان کی آزادی اور پھر کشمیر کی آزادی میں تاریخی کردار ادا کیا ہے، قبائل میں صوبہ سرحد کے دیگر اضلاع کی نسبت یہاں پر علمائے کرام کی بات مانی جاتی ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے کہ ان علاقوں کے علمائے کرام کی اکثریت دارالعلوم حقانیہ اور مولانا سمیع الحق کے شاگردوں کی ہے۔

پہلی اہم بات اجلاس میں یہ سامنے آئی کہ چالیس جماعتوں کے لیڈر اور نمائندگان جو نظریات کے لحاظ سے، سیاسی موقف کے لحاظ سے ایک دوسرے کے خلاف تھے مگر اس بات پر سب متفق ہوگئے کہ افغان سرحد پر مبصرین کی تعیناتی ایک ظالمانہ اور غیر منصفانہ اقدام ہے اور پاکستان کی قومی خود مختاری کے منافی اور پاکستان کی سلامتی اور وحدت کے حوالہ سے سنگین خطرات کی حامل ہے اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ اجتماع میں اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا کہ افغانستان کے خلاف یک طرفہ اور انتقامی کاروائیوں کا تسلسل جاری رکھنے کی بجائے افغانستان میں مکمل امن قائم کرنے والی، افغان معاشرہ کو اسلحہ اور منشیات سے پاک کرنے والی اور افغان عوام کا اعتماد رکھنے والی طالبان حکومت کو تسلیم کیا جائے اور طالبان حکومت کو تسلیم کرنے کے بعد اس کے ساتھ متعلقہ معاملات گفت وشنید کے ساتھ طے کئے جائیں، دوسری بڑی کامیابی یہ ہوئی کہ کانفرنس کے بعد امریکہ اور اقوام متحدہ نے عذر و معذرت، حیلے حوالوں سے پسپائی کا اظہار کرلیا اور کہا کہ ہم فی الحال مبصرین کو نہیں بھیج رہے ہیں لیکن کونسل کے چیئرمین مولانا سمیع الحق نے ان کے رد عمل میں یہ کہا کہ یہ ان کی ایک چال ہے وہ ہمیں غفلت میں ڈال رہے ہیں۔

انہوں نے قبائل کو چوکس رہنے کا کہا ہے اور بحمد اللہ قبائل متحرک اور حساس ہیں اور اپنے قائدین کے حکم کے منتظر ہیں، انہوں نے دفاع پاکستان کونسل کے ارکان سے بھی اپیل کی ہے کہ وہ ان اخباری بیانات پر کان نہ دھریں کیونکہ ان بیانات کے تضادات سے خود ہی وزارت خارجہ کی غیر یقینی کیفیت عیاں ہو رہی ہے وزارت خارجہ کے ترجمان مبصرین کی آمد سے لاعلمی ظاہر کر رہے ہیں مگر وزیر خارجہ نے آج ہی پاکستان واپسی پر ان مبصرین کو مکمل تحفظ دلانے کا اعلان کیا ہے اور ایسے حالات میں دفاع افغانستان اور پاکستان کونسل کی ذمہ داری ایک جہاد

مسلسل کی شکل اختیار کرگئی اور یہ اب کونسل میں شریک تمام جماعتوں کا فریضہ منصبی ہے وہ اس نازک اور کڑے امتحان میں ملک اور قوم کی آزادی سالمیت کے لئے ہمہ جہت قربانی کیلئے تیار رہیں اور قوم کو بھی بیدار رکھیں۔

قائد محترم افغانستان کے ساتھ ساتھ پاکستانی قبائل کے بارے میں زیادہ پریشان تھے اور بار بار اس خدشہ کا اظہار کر رہے تھے کہ امریکہ افغانستان میں داخل ہوتے ہی قبائل کے راستے سے پاکستان پر اپنا تسلط جمانے کی کوشش کرے گا اور قبائل جو پاکستان کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں امریکہ کی سب سے پہلے یہ کوشش ہوگی کہ قبائل کی خودمختاری وآزادی کو چھین لے اور ان کی سالمیت اور امن وامان کو خراب کردے۔ اسی حوالے سے حضرت مولانا سمیع الحق نے قبائلی زعما، ملکان اور معززین کو متعدد بار آل پارٹیز کانفرنس اور قومی جرگوں میں دعوت دے کر ان کو بلایا اور تمام بین الاقوامی سازشوں، فتنہ انگیزیوں اور قبائل کے بارے میں ان کے مذموم مقاصد وعزائم سے ان کو آگاہ کیا اور پھر وہی ہوا جو مولانا فرما رہے تھے، یہ میرے قائد محترم کی دوراندیشی اور بصیرت پر دال ہے۔ ع قلندر ہر چہ گوید دید گوید

امریکہ نے سب سے پہلے قبائل پر وار کیا قبائل کئی سالوں تک دربدر رہے، اپنوں اور پرائیوں کے ہاتھوں خوار وذلیل ہوئے لیکن بعد میں جب سارے لوگ قبائل کو شک کی نظر سے دیکھ رہے تھے اور دہشت گرد سمجھ رہے تھے تو میرے قائد نے فاٹا انضمام کی تحریک شروع کی اور قبائل کو ایک بار پھر انضمام کے بعد پاکستان کے دیگر شہروں کے ساتھ برابر حقوق دینے میں کامیاب ہوگئے، یہاں ایک اور بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ قبائل پر جب مشکل وقت آیا تو پاکستان کی تمام دینی جماعتیں جو نصف صدی سے قبائل کے نام پر سیاست کر رہی تھیں اپنے آپ کو لاتعلق رکھا اور اس مشکل گھڑی میں قبائل کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کیا لیکن ''دفاع پاکستان کونسل'' نے قبائل پر ڈرون حملوں کے خلاف کراچی سے لیکر خیبر تک عوام کے اندر بیداری مہم چلا کر امریکی تسلط کو کم کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کیا، میں پاکستان کے غیور عوام کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے قائد جمعیت مولانا سمیع الحق اور ''دفاع پاکستان کونسل'' پر بھرپور اعتماد کرکے ملک کی سالمیت اور خودمختاری پر آنچ نہیں آنے دی۔

محمد اسرار مدنی
چیئرمین مجلس تحقیقات اسلام آباد

مولانا شہیدؒ کی وفاقی مجلسِ شوریٰ میں شمولیت: اکابرین کے تاثرات

مولانا اسرار مدنی صاحب نے دس سال قبل جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے تکمیلِ علم کی سند حاصل کی، اپنے زمانۂ طالب علمی ہی سے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دامن رُشد و ہدایت سے ایسے وابستہ ہوئے کہ ان کے دمِ واپسیں تک ان کی توجہ وعنایات کے منظورِ نظر رہے۔ قوتِ حافظہ، وسیع مطالعہ، اعتدال پسندی، ذوقِ مطالعہ اور شوقِ تحریر سے بھی بہرہ ور ہیں۔ آغازِ کار ہی سے ان کی متعدد قلمی کاوشیں منظر عام پر آ گئی ہیں۔ مزید لکھنا چاہیں تو ان کی انشاء پردازی کا رنگ ڈھنگ اِنتہائی دلآویز ہوسکتا ہے۔ ملکی حالات اور نئے پیش آمدہ مسائل کی باریکیوں پر بھی تنقیدی نگاہ رکھتے ہیں۔ اُردو ادب وفن پر بھی ان کی گرفت بڑی مضبوط ہے، کسی بھی موضوع پر قلم اُٹھائیں تو ان کی پُر تاثیر تحریریں ایک شاہکار ادبی سوغات بن کر نورِ علم کے جھنڈے لہرا سکتی ہیں ...... (ادارہ)

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ۱۹۸۰ء بمطابق ۱۴۰۲ھ میں صدر ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں وفاقی مجلس شوریٰ کا رُکن نامزد کیا گیا، اس کے نامزد ارکان میں ملک کے ہر طبقے اور ہر شعبے کی نہایت ماہر اور اہل شخصیات شامل تھیں۔ وکلاء کے ساتھ جید علماء اور ماہرین قانون، صنعت و تجارت سے وابستہ افراد کا بڑے غور سے انتخاب کیا گیا تھا، ان افراد میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا بھی میڈیا سے اعلان نشر ہوا جس کا نہ مولانا شہیدؒ کو پہلے سے علم تھا اور نہ کوئی خواہش۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور ملک کے اکثر اربابِ علم و دانش نے اس نامزدگی کا خیرمقدم کیا اور مولانا نے ایک اہم پارلیمانی قانون ساز ادارے میں جانے کو خدمت دین اور اعلائے کلمۃ الحق کا بہت بڑا ذریعہ سمجھا، اس موقع پر اکابر علماء اور چند اہل علم و اربابِ اخلاص نے اپنے تأثرات بھیجے، ذیل میں ان تأثرات کی چند جھلکیاں نذرِ قارئین ہیں:

مولانا عزیر گلؒ (اسیر مالٹا)

حضرت مولانا محمد ایاز حقانی کانگڑہ لکھتے ہیں: میں اپنے احباب کے ہمراہ اسیر مالٹا مولانا عزیر گل کی خدمت میں ان کے گاؤں سخاکوٹ حاضر ہوا، میں نے عرض کیا کہ ہم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ سے آئے ہیں یہ سن کر مولانا عزیر گل غصہ ہوگئے اور فرمایا آپ نے بڑا ظلم کیا کہ اسباق کے دوران سبق چھوڑ کر آ گئے، ہم نے عرض کیا کہ حضرت! سہ ماہی امتحان کی چھٹیاں ہیں، مسکرا کر فرمایا اچھا! شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کیسے ہیں؟ مولانا سمیع الحق کا کیا حال ہے؟ اُن کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا، اُن لوگوں کی بڑی خدمات ہیں، پھر دیر تک شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ، مولانا سمیع الحق اور جامعہ حقانیہ کی خدمات کا تذکرہ فرماتے رہے۔ پھر مجھے مخاطب ہوکر فرمایا: ''سمیع الحق کو میری طرف سے وفاقی مجلس شوریٰ میں نامزدگی پر مبارکباد پیش کریں اور اُن سے کہہ دیں کہ اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوششیں کریں اور تمام اہل شوریٰ کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دیں''۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ (کندیاں)

☆ بزرگانہ توجہات اور دعا: اللہ رب العزت نے آپ کو اس نازک دور میں ملک و ملت کی خدمت کا موقع عطا فرمایا ہے۔ ازراہ کرم قادیانیوں کے متعلق جو مطالبات عرض داشت میں درج کیے گئے ہیں، وفاقی مجلس شوریٰ کے آنے والے اجلاس میں ان مطالبات کی بھرپور حمایت فرما کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم برحق کی خوشنودی حاصل فرمائیے:

☆ قادیانیت کے سلسلہ میں آئینی ترمیم کی بحالی کے متعلق آپ حضرات کی مساعی کا بہت بہت شکریہ جزاك الله تعالى عنا خير الجزاء اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی مساعی کو قبول فرمائے اور اس دور کے فتن سے دین حقہ اسلام کی حفاظت وصیانت کی مزید برآں توفیق رفیق گردانے۔ (آمین)

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں تو آپ براہ راست شریک رہے ہیں۔ ''ملت اسلامیہ کے مؤقف'' کی تیاری میں آپ کا بہت سا حصہ ہے۔ اب اس مؤقف کی حفاظت کی ذمہ داری بھی آپ کا اپنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس فریضہ کی ادائیگی کی کماحقہ توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

☆ مجلس تحفظ ختم نبوتؐ کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷ کو حضرت الامیر مولانا خان محمد دام مجدہم کندیاں شریف کی صدارت میں منعقد ہوا، جس کی کارروائی آں جناب کے مطالعہ

کے لیے ارسال خدمت ہے۔ اجلاس نے آپ حضرات کی کوششوں پر اظہار تشکر کیا۔ قرارداد نمبر ۶ پر جناب توجہ فرمائیں۔ امید ہے کہ شوریٰ کے آئندہ اجلاس میں بھرپور کوشش فرمائیں گے۔ بندہ اس اجلاس سے قبل شرف زیارت حاصل کرے گا۔ اگر ہو سکے تو حضرت استاذ العلماء دامت برکاتہم کی خدمت میں سلام اور دعا کیلئے عرض کردیں۔ دعا گو: محمد شریف جالندھری (دفتر ختم نبوت ملتان)

مفتی محمد فرید صاحب (مفتی اعظم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

محترم المقام جناب مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم، السلام علیکم! واضح رہے کہ آپ کا وفاقی مجلس شوریٰ میں داخل ہونا قابل اعتراض اقدام نہیں ہے۔ حق گو علماء کی ہر میدان میں ضرورت ہے۔ صدر صاحب کے ساتھ ان کے نیک ارادوں میں تعاون نہایت ضروری ہے۔ ان کی صدارت بہت سے مظلوموں کی آہوں اور لاتعداد صالحین کی دعوات کا ثمرہ ہے۔ مشوروں میں ایک اہم مشورہ یہ ہے کہ مرزائیوں کے ساتھ ہاتھ لگانا بھی سامری کے ساتھ ہاتھ لگانا ہے۔ اس میں حکومت کی بدنامی اور مرزائیوں کی ہر بلا سے خراب نتائج نظر آتے ہیں۔ اس کے انسداد کے لیے بھی سعی جاری رکھیں۔ فقط والسلام علیکم۔

مولانا محمد اشرف سلیمانی (صدر شعبہ عربی پشاور یونی ورسٹی)

آپ کی شوریٰ کی سرگرمیوں کا کچھ پتہ چلتا رہا۔ آپ کی مساعی جمیلہ اور شریعت کے نفاذ کی کوششوں سے دلی خوشی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ہمت اور جرأت عطا فرمائے اور ہر قسم کے لالچ وخوف سے بے نیاز کرکے ہر حال میں حق کی حمایت اور توفیقات سے نوازتا رہے اور آپ کے نیک مقاصد میں آپ کو کامیاب فرمائے۔

شیخ الحدیث مولانا امین گل (شیرگڑھ)

إلى فضيلة الشيخ المولى سميع الحق سلمه الملك الحق

السلام عليكم ورحمة الله و بركاته أما بعد! فبصميم القلب و خلوصه أقدم إليك التبريك بترشحك ركنا للمجلس الملي و فردا من أفراده المعظمة المكرمة. فأرجوا من الله الكريم و عظيم توفيقه أن يوفقك لإظهار ما في الدين القويم من حسن تنظيمه و تنفيذه. اللّهم و ليكن كذلك (آمين)

مولانا عبدالحکیم ہزاروی (سابق رکن قومی اسمبلی)

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسلاف اور اکابرین کے مسلک کے مطابق ایوان حکومت میں کتاب و

سنت کی بات کرنے کے لیے منتخب کرادیا۔ (الحمدللہ علی ذلك) بزرگوارم! میں اس بات کا قائل ہوں کہ اپنے حضرات ہر مقام پر ضرور ہونے چاہیے۔ مخالفت برائے مخالفت علمائے حق کا شیوہ نہیں ہے، مسلم لیگی دور میں مرحوم حضرت مولانا احتشام الحق صاحب سے اللہ تعالیٰ نے دین کا کتنا کام لیا، اسی طرح مفتی اعظم پاکستان قائد جمعیت مفتی محمود صاحب قدس سرہ کی وزارت کو دیکھئے! موجودہ حالات میں جب کہ بات کرنے کے لیے دوسرا کوئی سٹیج نہیں ہے، تمام راستے اور دروازے بند ہیں، ایسے وقت میں سامنے بیٹھ کر ترکی بہ ترکی کتاب وسنت کی روشنی میں کلمہ حق کہہ دینا اور اس کا نشر ہو جانا بہت بڑی غنیمت ہے۔ ماضی کی تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے مرحوم ومغفور دو بزرگ بابائے جمعیت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے ون یونٹ اسمبلی اور قومی اسمبلی میں ایوب خانی دور میں تن تنہا خاندانی منصوبہ بندی اور دوسری خلافِ اسلام باتوں پر دونوں جگہ عظیم فتح حاصل کی تھی۔ اب تو اللہ کے فضل سے آپ تینوں حضرات ہر لحاظ سے ہزاروں جہلاء پر ان شاء اللہ غالب رہیں گے جب کہ دینی معاملات میں شوریٰ کے ممبران میں سے ایک اچھی تعداد آپ کی تائید کرے گی، موجودہ وقت میں سوائے اس کے دوسرا کوئی چارۂ کار نہیں ہے، صدر صاحب بذات خود اسلام کے ساتھ اخلاص سے وابستگی رکھتے ہیں لیکن افسوس کہ ان کی مشینری میں روایتی افسر شاہی بیوروکریٹ اور لارڈ میکالے کی روحانی اولاد اسی طرح گھسی ہوئی ہے بلکہ قیام پاکستان کے وقت سے چلی آرہی ہے، آپ یکجہتی اور اولوالعزمی کے ساتھ پوری توجہ اور جرأت سے اپنے اسلاف اکابرین کی طرز پر خوب محنت سے اس مظلوم اسلام کی وکالت اور ملک کے مظلوم عوام کی نمائندگی کریں جو بیگاروں، بے دخلیوں اور طرح طرح کے پرائیویٹ ظالمانہ شخصی محصول کی چکی میں پس رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال ہوگی۔

مولانا رشید احمد فرزند علامہ مارتونگ باباجیؒ

ہم آپ کی وفاقی کونسل میں شمولیت پر اپنی طرف سے اور اپنے جمیع رفقائے مارتونگ کی طرف سے دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں نیز آپ نے جو پہلی قرارداد اسمبلی میں پیش کی اور ان کی تلخ وشیریں برداشت کیں، اللہ تعالیٰ اسی طرح آپ سے مزید کام دین اسلام کے لیے لیں، ہم تمام اہلیان مارتونگ دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ثابت قدمی، عزم واستقلال اور دین اسلام کی خدمتوں سے مالا مال فرمائیں (آمین ثم آمین) امید ہے آئندہ کے لیے آپ بغیر لومۃ لائم کے اسلام پر جان کی بازی لگائیں گے اور کسی سے مرعوب نہ ہوں گے۔

حافظ نذر احمد (شبلی کالج لاہور)

سب سے پہلی قرارداد اور سب سے اہم قرارداد پیش کرنے کی سعادت آپ کے حصے میں آئی۔ حق تو یہ ہے کہ آپ نے جلیل القدر باپ کی زندگی میں ہی ان کی نیابت کا حق ادا کر دیا اور استحقاق ثابت کر دیا۔ (جزاك الله)

جسٹس تنزیل الرحمٰن (نظریاتی کونسل)

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ آج ماہنامہ الحق کا شمارہ فروری ۱۹۸۳ء ملا۔ آپ کا اداریہ اور مجلس شوریٰ میں آپ کی دو تقاریر نظر سے گذریں، دل سے دعا نکلی، اللہ تعالیٰ آپ کو دین کی خدمت کے مزید مواقع عطا فرمائے۔

مولانا محمد اسحاق سندیلوی

''الحق'' موصول ہوگیا، اداریہ بھی بہت اچھا ہے مگر مجلس شوریٰ میں آپ کی تقریر پڑھ کر بہت ہی خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اجر جزیل عطا فرمائیں۔ (آمین)

محمد عارف ایڈوکیٹ (گوجرانوالہ)

عشر اور قاضی کورٹس آرڈیننس پر تقریر پڑھی ہے، الحمد للہ آپ نے علماء کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا، اللہ ہمیشہ اکابرین کے صدقے حق کہنے کی توفیق عطا فرمائیں، اگر چہ وقتی کمی کا بہانہ بنا کر تقاریر کو مختصر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، بہرحال آپ نے تھوڑے وقت میں کام کی بات کہہ دی ہے۔

مولانا راحت گل (پشاور)

مجلس شوریٰ میں جس جرأت اور بے باکی سے آپ اعلائے کلمۃ الحق کا حق ادا کر رہے ہیں، حق یہ ہے کہ آپ کی کماحقہ تحسین کا حق الفاظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔

حکیم محمد سعید شہید (ہمدرد کراچی)

۲۷ر رمضان عہد پاکستان اور مجلس شوریٰ کو مبارکباد، یوم نزول قرآن، یوم قیام پاکستان، یوم حریت، اس موضوع پر ملک گیر تحریک کا عنوان بدیہی طور پر یہ تھا اور لازماً یہ ہے کہ پوری ملت پاکستانیہ اس مقدس تعلق کو سمجھے کہ جو یوم نزول قرآن (۲۷ رمضان) اور قیام پاکستان میں بفضل ایزدی موجود

ہے۔ یہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ پاکستان اس شب عالم وجود میں آیا اور منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا کہ وہ شب نزول قرآن کی ہے، ۲۷ رمضان المبارک، اس مقدس تعلق اور اس آفاقی فیصلے کا احترام ہر فرد ملت کا حق بھی ہے اور اس کا فرض بھی۔ اس احترام کا بدیہی اور صریحی تقاضا یہ ہے کہ ہم قلب و نظر کی پوری توانائیوں کے ساتھ اور یقین و ایمان کی پوری طاقتوں کے ساتھ ۱۴ر اگست کو رد کر دیں اور ۲۷ر رمضان کو یوم آزادئ پاکستان منائیں، مجھے یقیناً اطمینان ہے اور مسرت کہ آج صورت حال یہ ہے کہ ۱۴ر اگست کو ہر فرد ملت نے رد کر دیا ہے اور وطن پاک کا ہر صاحب ایمان و اسلام ۲۷ر رمضان المبارک کو یوم آزادی قرار دینے کے حق میں اپنی رائے دے چکا ہے، مسرت بالائے مسرت یہ اور احترام بالائے احترام یہ کہ مجلس شوریٰ ملی میں فکر و نظر کی اس عظمت اور قلب و نظر کی اس رفعت کو سلام کرتا ہوں اور آپ کی خدمت میں ارمغان تبریک پیش کرتا ہوں اور ہدیۂ تشکر و امتنان۔ ان شاء اللہ اب ہم برکات آفاقی سے فیض یاب ہوں گے اور نفاذ شریعت اسلامی کی راہیں اب کشادہ ہوں گی اور وہ معاشرۂ حقیقی قائم ہوگا جس کا تصور قرآن حکیم نے دیا ہے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے، اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

مولانا مجاہد الحسینی (فاضل دیوبند)

مخدوم ومحترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زید فضلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

وفاقی مجلس شوریٰ میں آپکی نامزدگی کی خبر پڑھ کر بے پایاں مسرت ہوئی ہدیۂ تبریک قبول فرمایئے! اللہ تعالیٰ آپ کو اس اہم منصب کی ذمہ داریاں اور فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دینے کی سعادت سے سرفراز فرمائے اور اپنی نصرت شامل حال رکھے۔ (آمین)

صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے آپ کا انتخاب کر کے حق بحقدار رسید کا صحیح حق ادا کیا ہے۔ متوقع ہوں کہ اس دینی منصب کے تقاضے پورے کرنے کی بھر پور کوشش کر کے خصوصاً علماء کرام اور دینی حلقوں کو مایوس نہیں کریں گے، میری مخلصانہ دعائیں اور عملی تعاون ہمہ وقت آپ کے ساتھ ہے۔ مخدوم ومحترم حضرت شیخ والد صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں بھی ہدیۂ تبریک پیش کر کے دعا کی درخواست کریں۔

اخی مکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زید فضلہ (سینیٹر حکومت پاکستان)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حالیہ انتخابات میں قومی اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے مخدوم ومحترم حضرت شیخ الحدیث استاد العلماء مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی اور سینٹ کے رکن کی حیثیت سے آپ کی شاندار کامیابی پر بے پایاں مسرت ہوئی، مخلصانہ ہدیۂ تبریک قبول فرمایئے! دعا گوہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی وساطت سے پاکستان کو حقیقی اسلامی مملکت کے وجود اور اسلام کے صحیح نظام کے نفاذ سے سرفراز کرے۔ (آمین)

حضرت شیخ نے قومی اسمبلی میں اور آپ نے مجلس شوریٰ میں اسلام، ملت اور ملک کی جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں وہ ہماری تاریخ ملی کا ایک زریں باب اور قابل صد افتخار سرمایہ ہے، آپ کی شخصیات نے اپنے صوبے میں خصوصیت کے ساتھ جو اثرات چھوڑے اور لوگوں کے دل ودماغ پر جو زریں نقوش مرتسم کیے ہیں، یہ اسی کا مظاہرہ ہے کہ قوم نے حالیہ انتخاب میں آپ حضرات پر اپنے بھرپور اعتماد اور آپ حضرات کے ساتھ اپنی گہری عقیدت، محبت اور وابستگی کا اظہار کیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ صوبہ سرحد میں اسلامی فکر ونظر کے اصحاب اور دینی ذوق وجذبہ رکھنے والی شخصیات کو قیادت کی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں جو ہماری سیاست میں ایک نمایاں تغیر اور واضح تبدیلی کی مستحسن علامت ہے، اس کیلئے آپ حضرات کا وجود اور آپ کی خدمات بڑا محرک اور سبب ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کو بہت سے ملی اور ملکی فرائض بطریق احسن انجام دینے کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے اور اپنی نصرت وامداد شامل حال رکھے، آمین۔ میری دعائیں اور مخلصانہ تعاون ہمہ وقت آپ کے ساتھ ہے، مخدوم ومحترم حضرت شیخ زید مجدہم کی خدمت میں مؤدبانہ سلام عرض کرکے دعا کی درخواست کریں۔

مولانا محمد موسیٰ روحانی البازی (شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور)

آپ سے قلبی حب فی اللہ وللہ ہے۔ وقتاً فوقتاً دعا بھی آپ کیلئے اور بچوں کیلئے کرتا رہتا ہوں، آپ کی خدمات قومیہ دینیہ علمیہ بہت زیادہ ہیں آپ جیسے علمائے کرام صلحاء مخلصین مجاہدین کی مجاہدانہ خدمات کی برکت سے چمنستان اسلام وگلستان علم سرسبز وشاداب ہیں۔ اللہ آپ کو باعافیت رکھے اور زیادہ سے زیادہ خدمات دینیہ وعلمیہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین) آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر حافظ صالح الدین حقانی
چیئرمین شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

وفاقی مجلس شوریٰ میں اسلامائزیشن: مولانا شہیدؒ کی خدمات

پروفیسر مولانا حافظ صالح الدین حقانی صاحب، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے لائق فاضل، جید عالم، منجھے ہوئے شفیق اتالیق، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان میں شعبہ اسلامیات کے چیئرمین، دسیوں کتابوں کے مصنف، ادیب وخطیب، لائق مدرس، روحانی حوالے سے تصوف وسلوک اور طریقت وشریعت کے داعی، ماہنامہ ''الحق'' اور ماہنامہ ''القاسم'' سمیت ان کے ملک و بیرونِ ملک کے رسائل و جرائد میں مقبول اور معیاری مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں، حضرت شیخ شہیدؒ کے تلمیذِ خاص ہیں، مادرِعلمی جامعہ حقانیہ پر دل وجان سے نچھاور ہوتے ہیں۔ ذیل کی وقیع تحریر ان ہی کے رُشحاتِ قلم کا ثمرہ ہے۔ قارئین پڑھیں گے تو حظِ وافر حاصل کریں گے۔ (ادارہ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب شہیدؒ سے صحیح بخاری میں ابواب التفسیر اور سنن الترمذی میں ابواب الاطعمہ دورہ حدیث کے سال (۲۰۰۱ء) میں بالاستیعاب پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے (ان میں حضرتؒ کا منہج کیسا تھا اور ہم طلبا کا کیا فیڈ بیک تھا؟ اس پر تو الگ ایک مقالہ لکھنے کا قرض راقم کے ذمے فرض ہی ہے اور اسی ذمہ داری کو تھوڑی سی کم کرنے کے لیے راقم نے ایک پی ایچ۔ڈی سکالر (محمد قاسم) کو آپؒ کی حیات اور خدمات کے حوالے سے پی ایچ ڈی سطح کا عنوان اپنے ڈیپارٹمنٹ کی گریجویٹ سٹڈی کمیٹی سے منظور بھی کروایا ہے جو عنقریب ایک ضخیم مقالے کی شکل میں منصۂ شہود پر آئے گا لیکن بحیثیت انگریزی ترجمان برائے ایک سال آپؒ سے جو کچھ سیکھنے کو ملا، آپ کی دوراندیشی، سنجیدگی، بالغ نظری کا قریب سے جو مشاہدہ کیا شاید انہیں بھی الفاظ کا جامہ پہنانے سے میں یہاں معذرت ہی کروں، آپؒ کی شخصیت، خاندانی پس منظر، قربانیاں، تعلیم و تحقیق میں انکے مقام و مرتبہ اور ان کی خدمات کے تنوع اور وسعت پر تفصیل کے ساتھ گفتگو تو اہل علم

حضرات ہی کریں گے لیکن یہ بات بلا تأمل کہی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو علم وہبی اور علم لدنی سے نوازا تھا۔آپ قدیم اور جدید علوم پر گہری نظر رکھتے تھے، دور جدید کے فکری و تہذیبی مزاج اور نفسیات سے پوری طرح باخبر تھے اور عصر حاضر میں اسلام اور مسلمانوں کو فکر و فلسفہ، تہذیب و معاشرت اور نظام قانون میں جن مسائل کا سامنا تھا آپؒ وسعت نظری، گہرائی اور بصیرت کے ساتھ نہ صرف تجزیہ کرسکتے تھے بلکہ برملا اقتدار کے ایوانوں میں اس کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے ،اس حوالے سے میدان سیاست میں اسلامائزیشن کے لئے استادِ محترم کی خدمات کی فہرست بہت طویل ہے اسی سیاق کو مدنظر رکھتے ہوئے بمصداق (انگلی کٹا کے شہیدوں میں نام کرتے ہیں) کے عنوان زیرنظر چند کلمات لکھنے کی جسارت کروں گا ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

واقعہ کچھ یوں ہے کہ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کو ۱۹۸۰ء بمطابق ۱۴۰۲ھ میں صدر ضیاء الحق کی دورِ حکومت میں وفاقی مجلس شوریٰ کا رُکن نامزد کیا گیا۔اس کونسل میں ملک کے ہر طبقے اور ہر شعبے کی نہایت ماہر اور اہل شخصیات شامل تھیں، وکلاء کے ساتھ جید علماء اور ماہرین قانون، صنعت و تجارت سے وابستہ افراد کا بڑے غور سے انتخاب ہوا تھا، ان افراد میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے نام کا بھی میڈیا سے اعلان نشر ہوا جس کا نہ آپؒ کو پہلے سے علم تھا اور نہ کوئی خواہش۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور ملک کے اکثر اربابِ علم و دانش نے اس نامزدگی کا خیرمقدم کیا اور مولانا نے ایک اہم پارلیمانی قانون ساز ادارے میں جانے کو خدمت دین اور اعلائے کلمۃ الحق کا بہت بڑا ذریعہ سمجھ کر جو خدمات سرانجام دیں اس کی مختصر عکاسی زیرنظر سطور میں کی جائے گی۔

وفاقی مجلس شوریٰ کا قیام اور مولانا سمیع الحقؒ کی بحیثیت ممبر نامزدگی کی روداد

صدر ضیاء الحق مرحوم نے ۱۹۸۰ء میں جب وفاقی مجلس شوریٰ کا قیام عمل میں لایا جس کو ''وفاقی کونسل'' بھی کہا جاتا تھا تو اس کونسل کے دیگر اراکین میں سے ایک مولانا سمیع الحق صاحبؒ کو بھی نامزد کیا گیا حضرت خود اس نامزدگی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''اس کونسل میں بلا کسی ادنیٰ طلب یا پیشگی مشورہ کے ناچیز کا نام بھی شامل کردیا گیا ہے، جس پر بہت سے احباب کو شکوہ آمیز حیرت اور اہل علم اور ارباب دین کی بہت بڑی اکثریت نے خوشی اور مسرت کا اظہار کیا ہے اور ہر لحاظ سے بے مایہ اور کم سواد ہونے کے باوجود بزرگوں کی نسبت اور ایک دینی وعلمی ادارہ کے ادنیٰ خادم ہونے

کے حوالہ سے بے پناہ توقعات اور امیدوں کا بھی اظہار کردیا ہے، ایسے پیغامات، خطوط اور مراسلات جن کا لامحدود سلسلہ تا حال جاری ہے، کو دیکھ کر ناچیز اپنے اس احساس مسئولیت میں دب کر رہ جاتا ہے، جسے میں کونسل کی تشکیل کے اعلان کے پہلے ہی دن سے شدت سے محسوس کرتا رہا ہوں، میرے نزدیک ایسے حالات ہیں کہ یہ ذمہ داری مبارکباد اور خوشی سے بڑھ کر آزمائش اور ابتلاء کا مقام ہے، جس سے سرخرو ہونے کے لیے ہر دم اور ہر لحظہ مجھے مخلص احباب اور دینی درد سے سرشار مسلمانوں کی دلی دعاؤں، مخلصانہ مشوروں اور بے لاگ تنقید سے رہنمائی کی ضرورت ہے، جو میرے لیے اس نازک صورت حال میں بہت بڑا سہارا ہیں۔ (بحوالہ ماہنامہ ''الحق'')

کونسل میں علماء کی نامزدگی کی ضرورت واہمیت

کونسل میں قوانین کی اسلامائزیشن کے لئے علماء کی ضرورت تھی، بعض احباب نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ موجودہ مجلس شوریٰ تو قانون سازی کے سلسلہ میں بے بس ہے پھر اس کی افادیت کیا ہے؟ اس بات کا جواب دیتے ہوئے مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے فرمایا'' مگر وہ احباب یہ بھول جاتے ہیں کہ مروجہ جمہوری طریقوں سے جو قانون ساز اسمبلی تشکیل دی جائے گی، اس میں چند گنے چنے علماء ارکان کے ہاتھ میں کون سی قانون سازی آجائے گی؟ وہ تو پھر بھی لادینی اکثریت کے ہاتھ ہی میں ہوگی، وہ تو آئندہ بھی سود، زنا اور فحاشی جیسے صریح منکرات کے بارہ میں آپ کی قراردادوں کو ایک خندۂ استہزاء کیساتھ مسترد کرتی رہے گی۔ دینی اقدار کا مذاق اڑائے گی اور آپ کو کوٹھے پر جا کر رقص وسرود کے ذریعہ روحانی جلاء حاصل کرنے کی تلقین کرے گی، اس مادر پدر آزاد جمہوریت میں قانون سازی کا حق ہوگا بھی تو اوروں کو، علماء حق کو نہیں پھر ہمیں دشمن کے ہاتھ قانون سازی کی تلوار تھمادینے کی اتنی بے چینی کیوں ہے؟ جبکہ موجودہ مجلس شوریٰ میں ایسا کوئی لادینی اختیار اس کی اکثریت دین کے خلاف استعمال نہیں کرسکتی پھر جس اسمبلی کو ہم جمہوری کہیں گے، کیا اس کے جماعتی ارکان اپنی جماعتی وابستگیوں، منشور، ایڈوائس اور پارٹی کی ہدایات سے آزاد ہوں گے؟ ہرگز نہیں جبکہ وہاں ہر رکن کے ایمان وضمیر پر جماعتی فسطائیت کے تالے لگے ہوتے ہیں، کوئی کتنا ہی مؤمن ہو، اسے سوشلزم یا مغربی اباحیت کے شرمناک اقدامات کے حق میں ووٹ دینا پڑتا ہے (جس کی مثال پچھلی عوامی اسمبلی کی شکل میں ہمارے سامنے ہے) سوال یہ ہے کہ عام سیاست دانوں کو ایسی اسمبلی سے فائدہ ہو یا نہ ہو، ہم

لوگ جن کا اوڑھنا بچھونا اسلام ہے اور جن کا مقصود و مطلوب اس ساری جہد و جہد کا غلبۂ اسلام ہے، ہمارے لیے وہ راستہ اختیار کرنا طویل ترین ہے یا موجودہ شورائی نظام جس کے ارکان جماعتی بندھنوں سے آزاد ہیں، جنہیں اقتدار کی طرف سے لادینیت کی نہیں، دینی حالات اور فضا پیدا کرنے اور اسلامی نظام کی طرف پیش رفت پر مبنی مشوروں کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے اور جن کو اہل علم ارکان کے دلائل پر مبنی مخلصانہ رہنمائی دینی امور پر متفق بھی کرسکتی ہے، جس کا مظاہرہ اسلامی نظام کے بارے میں منظور شدہ متفقہ حالیہ قرارداد کی صورت میں ہوا اور جس کے دینی معیار پر پورا نہ اترنے والے ارکان بھی الناس علی دین ملوکھم کے تحت اوروں سے بڑھ چڑھ کر اسلامی نظام سے اپنی وابستگی اور وفاداری کا اظہار کررہے ہیں۔

وفاقی مجلس شوریٰ کا افتتاحی اجلاس اور نفاذ اسلام کے لئے تحریک التوا

۱۱رجنوری ۱۹۸۲ء کو مجلس شوریٰ کا افتتاحی اجلاس ہوا جو حلف وفاداری اٹھانے اور صدر کے خطاب پر مشتمل تھا، تلاوت کلام پاک کے بعد چیئرمین مجلس خواجہ محمد صفدر نے تحریک التواء کے سلسلہ میں کام کا آغاز کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پہلی تحریک مولانا سمیع الحق نے پیش کی اور وہ بھی نفاذ اسلام کے سلسلہ میں، اس پر چیئرمین نے کہا کہ مجھے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے جذبات واحساسات کا بڑا پاس ہے جس کی بنیاد پر تحریک التواء پیش کی گئی ہے وہ اسلامی نظام کے نفاذ کا فوری اجراء چاہتے ہیں ہمیں اس کی قدر ہے مگر تحریک التواء حصول مقصد کے لیے معاون نہیں ہوسکتی اگر مولانا سمیع الحق چاہیں تو اس مسئلہ پر قرار داد پیش کر سکتے ہیں پھر ۱۸رجنوری کو ساڑھے دس بجے چیئرمین کی اجازت سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی قرارداد پیش کی جس کا خلاصہ یہ تھا'' ملکی قانون، عدالتی نظام، نظام تعلیم، معیشت، ذرائع ابلاغ، اصلاح معاشرہ اور انتظامیہ کے سلسلہ میں اسلامی اصلاحات اس قدر تیز، منظم اور مؤثر بنائی جائیں کہ تمام شعبوں میں اصلاحات ایک دوسرے کی مددگار ہوسکیں اور مجلس شوریٰ کے ممبران میں سے علماءِ دین اور ماہرین قانون پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو اسلامی نظریاتی کونسل اور پاکستان لاء کمیشن کی سفارشات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنی تجاویز اس ایوان کے سامنے جلد از جلد پیش کرے تاکہ یہ ایوان صدر پاکستان کو اپنی ٹھوس تجاویز اور مشورے اس حوالے سے پیش کر سکے''۔

چودہ نکاتی ایجنڈا

اس قرارداد پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ایک مفصل تقریر کی اور چودہ نکاتی لائحہ عمل پیش کیا:

۱)...... ملک کا نظامِ تعلیم انقلابی انداز میں تبدیل کیا جائے۔

۲)...... خواتین کے لیے علیحدہ یونیورسٹیاں بنائیں جائیں اور مخلوط تعلیم کا خاتمہ کیا جائے۔

۳)...... ذرائع ابلاغ کے ذریعہ پرجوش انقلابی فضا تیار کی جائے۔

۴)...... عدالتوں کا پیچیدہ طریق کار ختم کر کے انصاف کا حصول آسان بنایا جائے۔

۵)...... سرکاری حکام اور عوام سادہ طرز معیشت ومعاشرت اختیار کریں سرکاری خزانہ سے نمود ونمائش اور تعیش کے اخراجات ختم کیے جائیں۔

۶)...... رشوت ستانی کا کلی انسداد اور ایسے قوانین کا نفاذ کیا جائے کہ رشوت لینے والے نمونۂ عبرت بن جائیں۔

۷)...... نماز کو لازمی اور نظام الاوقات کا لازمی جزو بنایا جائے اور ترک صلوٰۃ قابل تعزیر جرم ہو۔

۸)...... سرکاری ملازمین کی کارکردگی اور تقرری میں سیرت وکردار اور اسلام سے وابستگی کو خاص طور ملحوظ رکھا جائے۔ایسے افراد کا تعین ہو جو اخلاقاً بلند معیار رکھتے ہوں۔

۹)...... حدود آرڈیننس کے تحت مقدمات کی سماعت کے لیے شرعی عدالتیں ہوں جن میں علماءِ دین شامل ہوں۔

۱۰)...... حدود آرڈیننس کے تحت آنے والے مقدمات کی سزائیں فوجی عدالتیں بھی اسی آرڈیننس کے تحت دیں تاکہ ان قوانین کی حد تک سول اور فوجی عدالتوں کی تفریق ختم کی جاسکے۔

۱۱)...... اسلامی نظریاتی کونسل کی جملہ سفارشات کو رائے عامہ کے لیے شائع کیا جائے اور ان پر مؤثر عمل درآمد کیا جائے۔

۱۲)...... ملک سے سودی نظامِ معیشت کا مکمل خاتمہ اور اسلامی تعلیمات پر مبنی غیر سودی نظامِ بنکاری نافذ ہو۔

۱۳)...... موجودہ غیر اسلامی قوانین کو بدل کر اسلامی قوانین نافذ کرنے کی رفتار کو تیز کیا جائے۔

۱۴)...... نفاذِ شریعت کیلئے دینی درد سے سرشار مخلص افراد پر مشتمل ایک نگران کمیٹی ہو جو اقدامات اور

ان کے نفاذ کی رفتار کا جائزہ لے سکے اور عملی تنفیذ کا جائزہ لیتی رہے اور رکاوٹوں کو دور کرتی رہے (بحوالہ ''الحق'' جنوری ۱۹۸۲ء)

کونسل سے مولانا شہیدؒ کی نفاذِ اسلام میں تعاون کی اُمید اور چند گزارشات

مولانا سمیع الحقؒ کا خیال تھا کہ یہ اسلام نافذ کرنے کا بہترین موقع ہے۔ چنانچہ آپ نے پہلے اجلاس میں اس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: میں ضمناً ایک بات یہ بھی عرض کردوں کہ اسلام اسلام کا نعرہ تو ہمیشہ لگایا جاتا ہے مگر اسلام کو نافذ کرنے کا جو موقع اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے نہ ماضی میں تھا نہ مستقبل میں ملے گا۔ اگر یہ موقع ہم نے ضائع کردیا تو پھر اور طریقوں سے یہاں اسلام نہیں لایا جاسکتا یہاں شخص واحد اور مجلس شوریٰ بھی جو کام نہ کرسکے تو وہ الیکشنوں کے ذریعہ یا مروجہ جمہوریت کے ذریعہ ہرگز نہیں ہوسکتا اس جمہوریت کے پیچھے ہم کیا پڑے ہیں یہاں میرے والد ماجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے فحاشی کے خلاف ایک قرارداد پیش کی تو اکثریتی پارٹی کے ارکان نے انہیں کہا مولانا! (العیاذ باللہ) آپ کو ''روحانیت'' کا کیا علم ہے وہ تو کوٹھے پر سیکھی جاتی ہے یعنی وہ تو ناچ گانے کے کوٹھے پر سیکھی جاتی ہے اور تم لوگ وہاں جاتے نہیں ہوتم موسیقی اور رقص وسرور کا مزہ کیا جانو وہ تو ''روحانیت'' کا ذریعہ ہے تو یہ بھی ایک دور تھا اور الحمدللہ اس دور کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک موقع دیا عالم اسلام کی نظریں آپ پر لگی ہوئی ہیں تو خدا کے لیے اس کام میں صدر صاحب کا ہاتھ بٹائیں ان کو مجبور کریں ان کا محاسبہ کریں ان پر تنقید کریں کہ خدارا! ہم پر اور ملک پر رحم کریں اور اس ملک میں اسلامی نظام نافذ کریں۔ (بحوالہ ماہنامہ ''الحق'' جون: ۱۹۸۲ء)

فوجی سنگینوں کے سایہ میں مولانا سمیع الحقؒ کا نفاذِ اسلام کی جنگ

مولانا سمیع الحقؒ اور ان کے رفقائے کار مولانا قاضی عبداللطیفؒ اور مولانا قاری سعید الرحمٰن نے وفاقی مجلس شوریٰ میں گویا فوجی پارلیمنٹ میں فوجی سنگینوں کے سایہ میں نفاذِ اسلام کی جنگ بڑی شد و مد سے لڑی۔ جنرل ضیاء الحقؒ سے بہت سے اسلامی جمہوری اقدامات منوائے جو آٹھویں ترمیم کے ذریعہ آئین کا حصہ بن گئے اور جن پر عالمِ کفر اور ملک کے لبرل بے دین طبقے آج تک تلملا رہے ہیں، توہین رسالتؐ ایکٹ، حدود آرڈیننس اور امتناعِ قادیانیت آرڈیننس اس کی چند واضح مثالیں ہیں، آپ ۱۹۸۵ء تا ۱۹۹۵ء اور ۲۰۰۰ء تا ۲۰۰۸ء سینٹ آف پاکستان کے ممبر رہے شریعت بل پیش

کیا، سینٹ میں نفاذ شریعت کے لیے جو جدوجہد کی وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں اہل علم (مولانا اسرار مدنی) جیسے لوگوں نے ان پر ضخیم کتابیں اور رسائل لکھے ہیں جو امت کیلئے مہمیز کی حیثیت رکھتی ہے۔

نفاذ اسلام کے لئے وفاقی کونسل میں مولانا سمیع الحقؒ کی تقاریر کی روداد

مولانا سمیع الحقؒ نے وفاقی مجلس شوریٰ میں نفاذ اسلام کے حوالے سے مختلف موضوعات پر تقریریں کیں جو بذات خود ایک جدوجہد اور ایک تاریخ ہے آپ نے حکمرانوں پر اسلامی طرز حکمرانی واضح کرتے ہوئے ایک تقریر میں فرمایا: ''اسلام حکومت چلانے کے سلسلے میں کیا رہنمائی کرتا ہے؟ اور ہمارے فاضل ارکان نے بہت ہی عالمانہ اور فاضلانہ تقریریں کی ہیں۔ اسلام نے طرزِ حکومت کے بارے میں بھی ہمیں کسی اندھیرے اور غفلت میں نہیں چھوڑا۔ اسلام نے اس معاملہ میں جو واضح اصول اور ہدایات دی ہیں وہ ہمارے سامنے ہیں لیکن اسلام دین فطرت ہے، اس نے زمانے کے تقاضوں، حالات اور مستقبل جو ہزاروں سال بھی ہوسکتا ہے۔ اس کو ملحوظ رکھ کر اس کی تفصیلات اور جزئیات کو اُمت پر چھوڑ دیا اور ایک قطعی اور واضح خاکہ اسلئے پیش نہیں کیا کہ اُمت کو آئندہ حرج اور دقتوں کا سامنا نہ ہو بلکہ واضح اور قطعی اُصول وہدایات دے کر یہ معاملہ اُمت کے سپرد کر دیا کہ کئی دروازے اور تفصیلات آپ کے سامنے کھلے رہیں گے۔ آپ جو طریقِ کار اور جزئیات طے کریں اور مناسب سمجھیں گے، اس کو اختیار کریں گے تو خداوندتعالیٰ نے اس اُمت مسلمہ کے ساتھ یہ رعایت فرمائی، اگر ایک لگا بندھا نظام ہمارے سامنے رکھ دیا گیا ہوتا تو شاید ہم بعض حالات میں ایک طرزِ حکومت کو صحیح سمجھتے اور بعض حالات میں دوسرا، مگر اس سے ادھر اُدھر ہونا مشکل ہوجاتا۔

ایم پی ایز، ایم این ایز اور سینیٹرز حضرات بات بات پر یورپ کی مثال دیتے تھے جبکہ آپ بات بات پر عہد رسالت اور خلافت راشدہ سے مثال دیتے تھے۔ ایک تقریر میں اسلامی طرز حکومت اور اس کے اصول پر بات کرتے ہوئے فرمایا: ''حضرت عمرؓ جب زخمی ہوئے اور صحابہؓ نے محسوس کیا کہ آپؓ کا آخری وقت ہے تو بعض صحابہؓ نے کہا کہ آپؓ کسی کو نامزد کر دیجئے! تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: میرے سامنے دوصورتیں ہیں اور دونوں مثالیں میرے سامنے موجود ہیں، ایک یہ کہ میں کسی کو نامزد کرنا چاہوں تب بھی میں کرسکتا ہوں اور اگر نامزد نہ کروں اور اُمت پر چھوڑ دوں تو وہ بھی میرے سامنے مثال موجود ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت کسی کو صراحتاً نامزد نہیں کیا اور خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ اُمت پر چھوڑ دیا، اُمت نے وصال کے بعد

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بالاتفاق خلیفۃ المسلمین مقرر کیا اور ابتداء میں جو معمولی سا مسئلہ اٹھا تھا وہ ایک ہی مجلس میں ختم ہوگیا اور پوری اُمت نے اتفاق سے ان کو سربراہ مانا تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو نامزد نہیں کیا تو یہ مثال بھی موجود ہے اور پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ جب وفات پا رہے تھے تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو نامزد فرمایا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نامزدگی کی مثال بھی ہے اور وہ دونوں طریقے اختیار کر سکتے ہیں لیکن میں ایک تیسرا راستہ اختیار کروں گا اور حضرت عمرؓ نے یہ کیا کہ ایک چھ افراد کی شوریٰ منتخب کی، ایک مختصر جماعت منتخب فرمائی اور اس کے بعد یہ وصیت کی کہ یہ جماعت میری شہادت کے بعد بیٹھ کر آپس میں سے کسی کو منتخب کر لے تو حضرت عمرؓ نے بھی اسلام کے اس انداز سے فائدہ اُٹھایا کہ کوئی لگا بندھا نظام ہمارے لئے نہیں ہے، دونوں تینوں صورتوں میں سے جو بھی حالات کے مطابق ہم اختیار کر سکتے ہیں، یہاں مسئلہ کسی خاص نظامِ حکومت کا نہیں بلکہ اسلام کے بنیادی اُصولوں کا ہے۔ اس کی روشنی میں ہم کوئی بھی طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔ (''الحق'' ستمبر ۱۹۸۳)

سیکولرزم سوشلزم اور جدید نظاموں پر تنقید

مولانا سمیع الحقؒ نہ صرف یہ کہ کسی مسئلے پر اسلامی تراث سے دلیل دیتے تھے بلکہ عصر حاضر کے جدید نظاموں پر خوب نقد کرتے تھے۔ آپ جہاں اسلامی نظام حکومت اور اس کے اچھے اور معتدل اصول بیان کرتے وہاں سیکولرزم اور سوشلزم پر بھی تنقید کرتے تھے۔ چنانچہ ایک تقریر میں آپؒ نے فرمایا: ''بدقسمتی سے اس صدی میں یہ صورتِ حال مسلمانوں کو درپیش آئی کہ حکومتیں ہم سے چھین لی گئیں اور یورپ اور غیر اسلامی ممالک نے نئے نئے نعرے اور نظریے اپنا لئے، نئے نئے نعرے بلند کئے، نئے نئے ازم ہمارے سامنے آئے اور ہم غلامی کے مارے ہوئے تھے، ذہنی غلامی میں اب تک عالمِ اسلام مبتلا ہے تو جب بھی کوئی نیا نعرہ دوسروں کے ہاں اُٹھا اسے فروغ حاصل ہوا، بازار میں اس چیز کا چرچا ہوا اور جس سودا کا چلن دنیا میں عام ہوا تو ہم نے بھی اسلام کو اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی، یہ ایک ذہنی مرعوبیت ہے یورپ سے، غیر اسلامی قوموں سے، جو طرزِ حکومت، جو نعرہ ان کے ہاں بلند ہوا، ہم اسے اسلام میں سمونے کی کوشش کرنے لگے، سوشلزم کا نعرہ بلند ہوا، اشتراکیت کا نعرہ اُٹھا تو بہت سے مسلمانوں نے کوشش کی کہ اشتراکیت اور سوشلزم کو اسلام ہی کا ایک جدید ایڈیشن ثابت کر دیں، کئی مفکرین اور اسکالروں نے اور کچھ لوگوں نے یہی انداز اختیار کیا، اب تک یہ فتور ان کے دماغ میں ہے کہ یہ اسلام ہی کا چربہ ہے، نعوذ باللہ اور اس کا ایک نیا ایڈیشن ہے کہیں ڈکٹیٹر شپ کا ہنگامہ اُٹھا اور غلغلہ بلند ہوا تو ہمارے بہت سے لوگ اس کوشش میں رہے کہ اسلام کو بھی ڈکٹیٹر شپ

میں اور اس انداز میں پیش کیا جائے کہ اطاعت امیر اور اطاعت اولوالامر سے یہی مراد ہے کہ ہمارے ہاں بھی ڈکٹیٹر شپ ہونی چاہئے، وہ اپنے خیال میں اسلام کی خیرخواہی یہ سمجھتے ہیں کہ جو چلا ہوا نعرہ ہے، بازار میں جو سودا چل رہا ہے، اسلام بھی اس کے ساتھ ساتھ چلے۔ گویا اسلام کو ایک یتیم بچہ سمجھ لیا گیا ہے کہ اس کے لئے کسی نعرے کی سرپرستی کی ضرورت ہے، کسی ازم کی چھاپ اس پر پڑنی چاہئے''۔ (''الحق'' ستمبر ۱۹۸۳)

اسلامی قانون سازی کے لئے کوششیں

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ہمیشہ اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے جدوجہد کی ہے، وفاقی کونسل میں آپ نے جو تقاریر کی ہیں ان میں زیادہ تر آپ نے اسلامی قانون سازی پر زور دیا ہے۔ آپ نے اپنی تقریروں سے یہ بات واضح کی کہ بنیادی چیز جو ہمیں مغربی جمہوریت سے الگ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں عوام کو یہ حق نہیں دیا گیا، کسی طبقہ کو، کسی قوم کو، کسی قبیلہ کو، کسی پارٹی کو کہ وہ قانون بنا کر بندوں کو بندوں کا غلام بنائیں۔ اللہ نے یہ اختیار اپنے پاس رکھ کر انسان کو اس طرح آزاد کر دیا ہے بندوں کی غلامی سے آزاد کر دیا ہے کہ یہ میرے ہی قانون اور میرے ہی احکام کی اطاعت کریں، کسی بندے کی کیا مجال ہے کہ وہ دوسروں پر اپنے احکامات اور قوانین چلائے۔

اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ قانون سازی کے سارے اختیارات اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں بلکہ رسول بھی اللہ کے اختیارات کے تابع ہیں۔ قرآن میں ہے مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ (یونس: ۱۵) ''مجھے یہ حق بھی نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کروں میں تو صرف وحی کی پیروی کروں گا'' تو اب مروّجہ جمہوریت سے یہ صورتِ حال بالکل الگ ہوگئی ہے۔ (''الحق'' ستمبر ۱۹۸۳)

خواتین کی شہادت پر علمی موقف

یکم مارچ ۱۹۸۳ء، بارہ بجکر پچاس منٹ پر مجلس شوریٰ (وفاقی کونسل) میں مسودہ قانونِ شہادت پر حضرت مولانا شہیدؒ نے تقریر کی اس موقع پر موصوف نے اسلامی نظریاتی کونسل کا حوالہ دیا کہ کونسل نے جو ہمیں قانونِ شہادت بھیجا ہے، اس کے صفحہ ۵۹ ضمیمہ (الف) کے ماتحت کونسل کے شیعہ رُکن علامہ طالب جوہری صاحب کے اختلافی نوٹ میں کہا گیا ہے کہ نظریاتی کونسل کی رپورٹ میں

صرف حدود میں خواتین کی شہادت مسترد کی گئی ہے اور مقبول نہیں ہے لیکن علامہ طالب جوہری کے نزدیک حدود کے علاوہ طلاق، خلع، وصیت اور نسب میں بھی عورتوں کی گواہی کسی اعتبار سے قابل قبول نہیں ہے عورتوں کے متعلق مخصوص اُمور میں ہمارے ہاں صرف ایک عورت کی شہادت کافی ہے مگر انہوں نے اِن اُمور میں بھی چار عورتوں کی گواہی کو ضروری قرار دیا ہے (مسودہ قانونِ شہادت، مرتبہ نظریاتی کونسل ص:۵۹)

آپؒ نے کونسل کے اراکین پر یہ بات واضح کی کہ اسلامی تعلیمات کے تناظر میں عورت شہادت کی مکلّف نہیں ہے۔ آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''جہاں تک شہادت کی بات ہے تو عموماً کہا جاتا ہے کہ جب اللہ نے شہادت کی ادائیگی کا حکم دیا ہے تو ہمیں کیوں روکا جاتا ہے؟ تو شہادت کے بارے میں اللہ نے جب اسے مکلّف نہیں بنایا تو آیاتِ شہادت متوجہ ہی نہیں ہوئیں ان کو مثلاً وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کا حکم ہے تو اگر ایک شخص نابالغ ہے اس کو اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ متوجہ ہی نہیں ہے۔ غیر مسلم ہو تو متوجہ نہیں ہوتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت؟ اسی طرح وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ہے، ایک شخص فقیر ہے اور صاحبِ نصاب ہی نہیں ہے تو وہ مرد ہو یا عورت ہو اس کو یہ آیت متوجہ ہی نہیں ہوتی، اللہ نے جب عورت کو مکلّف نہیں بنایا اس فریضے کا تو یہ آیات:

وَ لَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (البقرۃ:۲۸۱)

وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (البقرۃ:۲۸۲)

كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ (النساء:۱۳۵)

یہ ساری آیات ان کو متوجہ ہی نہیں ہیں کہ وہ کہیں کہ ہمیں بھی اس میں مخاطب بنایا گیا ہے، جب کسی طبقے کو مکلّف ہی نہیں بنایا گیا ہو تو اس سے وہ آیت مطالبہ ہی نہیں کرتی اور میں سوچتا ہوں کہ یہ تضادات اللہ کے کلام میں کیسے ممکن تھے جبکہ ایک طرف تو اللہ عورتوں کو فرماتے ہیں کہ

وَقَرْنَ فِیْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (الاحزاب:۳۳)

'' کہ گھروں میں بیٹھی رہو اور جاہلیت کی چال نہ چلو''

دوسری طرف اللہ فرماتے ہیں:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (الاحزاب:۵۳)

کہ کوئی چیز بھی مانگو تو پردے کے پیچھے سے۔

ایک طرف تو خداوند تعالیٰ ان کو پابند بناتا ہے گھر کا، پھر دوسری طرف ان پر فرض کیسے کرتا ہے کہ وہ جا کر عدالتوں میں گواہیاں دیتی رہیں اور پھرتی رہیں، اللہ کے کلام میں ایسا تضاد تو نہیں ہوسکتا، ان آیات کا سارا مضمون یہی ہے کہ وہ گھروں میں بیٹھی رہیں، پردہ کا حکم ہے اور دوسری طرف وہ تمام آیاتِ شہادت پیش کی جارہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ عدالتوں میں گھومتی رہو، تو یہ کوئی اِنسانی قانون اور انسانی لائر اور انسانی قانون دان تو نہیں ہے۔ اللہ کے کلام میں کوئی تضاد نہیں تو ایسی تمام آیات کا مخاطب اللہ نے مرد کو بنایا ہے۔

عورت کی امامت کا مسئلہ اور حضرت شہیدؒ کا موقف

استاذ محترمؒ نے وفاقی کونسل میں عورت کی امامت کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: علامہ رضی صاحب نے عورتوں کی امامت کے بارے میں کہا ہے جو ہمارے ہاں بھی جائز ہے یعنی آپس میں خواتین اگر ایک کمرے میں جمع ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اکٹھی نماز پڑھیں اور ایک عورت ان کی امامت کرواسکتی ہے لیکن عورت مردوں کی امامت نہیں کرسکتی، پھر عورت کی حکومت کی مثال دی گئی ہے تو یہ ملکہ سبا کا واقعہ ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو ساری پہلی تمام شریعتیں منسوخ ہوگئی ہیں تو ہمارے نزدیک عورت کی حکومت بھی کوئی دلیل نہیں ہے، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے کہ لن یفلح قوم ولّو امرھم امرء ۃ اس قوم نے کبھی فلاح نہ پائی جس نے اختیار اور نظامِ اقتدار عورتوں کے سپرد کردیا ہے پھر علامہ صاحب نے سورۂ بقرہ کی آیت ۲۸۲ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ کے بعد ارشادِ باری اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى (کہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے) کو حکم کی علت قرار دیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ علامہ صاحب کو اس بارہ میں خلط مبحث ہوا ہے جبکہ اصل بات یہ ہے کہ ایک علت ہوتی ہے اور ایک حکمت تو خداوند قدوس نے یہاں یاد دلانے کے مسئلے کو بطورِ علت بیان نہیں کیا ہے بلکہ بطورِ حکمت بیان کیا گیا ہے، علت تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ یہ چیز اس وجہ سے لازمی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قانون بنایا ہے، اب کسی قانون کی آپ حکمتیں بیان کریں تو اس حکمت کے ساتھ وہ چیز وابستہ نہیں ہوتی، اگر حکمت بیان کی گئی ہے تو بہتر نہیں! تو پھر بھی وہی حکم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے

روزہ کے بارے میں فرمایا :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرة:۱۸۲)

روزے سے تقویٰ حاصل ہوگا تو روزے کی فرضیت کے لئے تقویٰ علت نہیں ہے، یہ حکمت ہے کہ شاید تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔ نماز کے بارے میں فرمایا :

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ (العنكبوت:٤٥)

نماز برائیوں سے روکتی ہے تو یہ اس کی علت نہیں حکمت ہے تو اگر ایک شخص گناہِ کبیرہ کرتا ہے تو کیا اسے اب کہا جائے کہ تم نماز مت پڑھو کیونکہ علت حاصل نہیں ہو رہی ہے یا اگر تقویٰ آ گیا ہے تو تم روزہ ہی چھوڑ دو کہ مقصد حاصل ہو گیا تو اب کیا ضرورت ہے؟ ایک شخص کے اندر تقویٰ نہیں ہے تو اس کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تم روزہ ہی مت رکھو تو اللہ نے بطورِ حکمت اسے بیان کیا اور علامہ آلوسیؒ نے بھی اپنی تفسیر روح المعانی کی دوسری جلد میں ایسی ہی روشنی ڈالی ہے اور سارے مفسرین اسے حکمت قرار دیتے ہیں (یہاں انہوں نے کتاب سے اقتباس سنایا) تو یہ حکمت اللہ نے ایک مصلحت کے طور پر بیان فرمائی ہے، یہ بھی اُن کی رحمت تھی کہ اگر نہ بھی بیان فرماتے تو بغیر حکمت کے ماننے کے بھی مسلمان اللہ کے احکامات کا پابند ہوتا ہے۔ (''الحق'' اپریل ۱۹۸۳ء)

مسودہ قانونِ شفعہ پر حضرت اقدسؒ کی تقریر

مجلس شوریٰ کے اجلاس میں قانونِ شفعہ کا مسودہ پیش ہونے پر ۱۰/اپریل ۱۹۸۲ء کو دن بھر اس مسئلہ پر گرما گرم بحث ہوئی کہ اس مسودہ کو عوام کی رائے حاصل کرنے لئے مشتہر کیا جائے اور آئندہ کسی موقع پر اسے زیرِ غور لایا جائے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس ضمن میں مختصر تقریر کر کے فرمایا یہ ایک اسلامی قانون کا مسودہ ہے اور یہ پہلا اسلامی قانون ہے جو اس ایوان میں آیا ہے، اُصولی طور پر مجلس شوریٰ کا اہم مقصد اس ملک میں اسلامی قانون نافذ کرنا ہے اور اسی سمت میں یہ ایک اہم پیش رفت ہے جو ہمیں کیش کرنی چاہیے۔ مجلس شوریٰ کیلئے جو رہنما اُصول مقرر کئے گئے ہیں، ان میں یہ ہے کہ ہم نے اسلامی نظام کو تیز کرنے میں مدد دینی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کے علاوہ دو اور اسلامی قانون قاضیوں کے کورٹ اور دیت وقصاص سے متعلق تھے وہ بھی اسٹینڈنگ کمیٹی کی نظر کرم سے مؤخر کر دیئے گئے ہیں اور اگر اب اس مسودہ کی تاخیر اور التواء کے لئے بھی آج تحاریک پیش کی

جا رہی ہیں تو اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو یہ افسوسناک معاملہ ہوگا اور اس کا بڑا خراب اثر پڑے گا۔ ہماری حالت تو اسلامی نظام کے نفاذ کے بارہ میں یہ ہوگئی ہے کہ......

عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے، دو انتظار میں

اس مسئلے پر اسلامی ماخذ سے استدلال پیش کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا'': حق شفعہ میں جائیداد میں شریک خلیط کا سب سے پہلا درجہ ہے، اس کے بعد جو حقوق میں شریک ہے اس کا درجہ ہے۔ تیسرے نمبر پر ''جار'' ہے یعنی پڑوسی تو یہاں سب سے پہلے میں شریک کے بارے میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل کرتا ہوں۔ صحیح مسلم امام مسلمؒ کی کتاب ہے اور صحیح بخاری کی طرح اس کا درجہ ہے اس میں درج ذیل حدیث سماعت فرمائیے۔

عَن جَابِرٍؓ قَالَ قَضٰی رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ بِالشُّفعَۃِ فِی کُلِّ شِرکَۃٍ لَم تُقسَم رَبعَۃٍ أَو حَائِطٍ لَا یَحِلُّ لَہُ أَن یَبِیعَ حَتّٰی یُؤذِنَ شَرِیکَہُ فَإِن شَاءَ أَخَذَ وَ إِن شَاءَ تَرَکَ فَإِذَا بَاعَ وَ لَم یُؤذِنہُ فَـــھُوَ أَحَقُّ بِہِ

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا: شفعہ میں مشترک حصہ میں جب تک وہ تقسیم نہ ہوا ہو، خواہ وہ مکان ہو یا باغ تو اس میں شفعہ کا حق ہوگا شریک کو جو ملکیت میں شریک ہو، پھر اس میں قضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ ہے کہ صرف فرمایا نہیں بلکہ فیصلہ دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قضیٰ کا فیصلہ دیا ہے، جس کا ایک فاضل رُکن نے مطالبہ کیا تھا۔

اسی طرح امام بخاریؒ نے بھی ایک روایت یوں نقل کی ہے:

عَن جَابِرِ بنِ عَبدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا قَالَ قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ بِالشُّفعَۃِ فِی کُلِّ مَالٍ لَم یُقسَم فَإِذَا وَقَعَتِ الحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفعَۃَ (البخاری: ح٢١٦٥)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کا ہر اس چیز میں فیصلہ کیا جو ہنوز تقسیم نہ کی گئی ہو اور شرکت باقی ہو لیکن جب اسکی حدود متعین اور راستے علیحدہ علیحدہ ہو جائیں تو اب (بربنائے شراکت) شفعہ نہیں رہا۔

آپؒ نے واضح کیا کہ آج کہا جاتا ہے کہ شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ دوسروں کو نقصان سے بچایا جائے یعنی دفع ضرر مقصود ہے مگر یہ بھی ایک علمی اصطلاح ہے اسے حکمت کہتے ہیں علّت نہیں کہتے، دفع ضرر حکمت ہے اور علّت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ حکمت کے طور پر ایک چیز پیش کردے مگر وہ علت نہیں ہوتی حکمت و مصلحت ہوتی ہے۔ علت ہوتی تو ہم دفع ضرر کو عام کردیتے۔ اس کی مثال ایسی ہے مثلاً جیسا کہ قرآن میں کہا گیا ہے کہ ایک مرد کی گواہی، دوعورتوں کی گواہی کے برابر ہے۔ قرآن میں اللہ نے وجہ بھی بیان کردی کہ شاید ایک خاتون بھول جائے تو دوسری اسے یاد کراسکتی ہے۔ فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى (البقرۃ: ۲۸۲) مقصد بھول سے بچنا ہے، وہ مقصد حاصل ہوگیا، اب اگر ایک خاتون بڑی عالمہ ہے اس کا حافظہ مسلم ہے، ہمیں پتہ ہے کہ وہ نہیں بھولتی تو اس قانون کو بدل تو نہیں سکتے کہ اس ایک کی شہادت مرد کے برابر ہوجائے، وجہ یہ ہے کہ اس کو حکمت کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نماز پڑھو تاکہ تم متقی بن جاؤ، کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نماز نہیں پڑھتا، اس لئے کہ میں متقی نہیں بن سکتا، اس لئے نماز ہی چھوڑ دوں۔ نماز کی علّت اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہ خطرات اوروں نے ظاہر کئے ہوں گے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو یہ حق نہیں دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر بڑی وسیع تھی اور شفقت بھی سب سے بڑھ کر تھی۔ (''الحق'' مئی ۱۹۸۳ء)

خلاصہ بحث

شیخ الحدیث استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ وہ عبقری اور جامع الصفات شخصیت تھے کہ آپ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر کے زیب قرطاس کرنا شاید ممکن نہ ہو اور بقول مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب'' نظر وفکر میں اسمع،علم ونسبت میں سمیع،ان گنت محاسن و مکارم کے مخزن، کمالات و جمالات کے منبع،فراست وخردمندی میں ممتاز،سیاست و ذکاوت میں عدیم المثال،ایک جلیل القدر محدث، عالمی شہرت یافتہ مجاہد کے نام نامی سے کون واقف نہیں،ان کی عظمت و رفعت، اہتمام و خدمت،تصنیف و تالیف،تحریر وتقریر،فرق باطلہ کا تعاقب،نفاذ شریعت کی جدو جہد،معرکہ شریعت بل کے مؤسس و بانی'' اور آپ کی ہمہ جہتی خدمات جن میں سے ایک (وفاقی مجلس شوریٰ میں اسلامائیزیشن کے لئے آپ کی خدمات) کا ایک ناقص جائزہ سطور بالا میں پیش کرنے کی جسارت کی گئی امید واثق ہے کہ یہ عکاسی ان کی روح کے لئے سکون اور نا تمام خوابوں کی عملی تعبیر کے لیے اعلی قسم کا صدقہ جاریہ رہے گا (ان شاء اللہ)۔

مولانا ڈاکٹر انعام اللہ
اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی فقہی اور قانونی بصیرت

اسلامی نظریاتی کونسل کا مسودہ قانون قصاص ودیت آرڈیننس ۱۹۷۹ء

اسلامی نظریاتی کونسل نے ہمیشہ سے اپنے فرض منصبی کو بحسن وخوبی نبھاتے ہوئے اسلامی احکام کی روح کے عین مطابق قانون ساز اداروں کی رہنمائی کی ہے، کونسل کی سفارشات کو علماء، ماہرین قانون اور قانون ساز اداروں کی تائید حاصل رہی ہے اور کونسل کی سفارشات کے مطابق قانون سازی ہوتی رہی ہے۔ اس کی نمایاں مثال قصاص ودیت آرڈیننس ۱۹۷۹ء ہے، جس کی کونسل نے تسوید کی، مجلس شوریٰ میں حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے کونسل کے مسودہ کی مکمل تائید کی اور اسی مسودہ کے مطابق قانون سازی کیلئے اپنی خدمات پیش کیں، اس مختصر مضمون میں کونسل کے کام اور حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی دینی وعلمی خدمات کا ایک تعارف پیش کیا گیا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل ملک عزیز کا ایک موقر آئینی ادارہ ہے، جس کا آئینی فرض منصبی یہ ہے کہ قانون سازی کے عمل کو قرآن وسنت کے منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے، خواہ وہ موجودہ قوانین ہوں یا مجوزہ قوانین۔ کونسل اپنے اس فرض منصبی کو بخوبی نبھارہی ہے، جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ کونسل کی سفارشات کو علماء، ماہرین قانون اور قانون ساز اداروں کے اراکین کی مکمل تائید حاصل رہی ہے۔ کونسل نے اس فرض منصبی کو نبھاتے ہوئے ۱۹۷۹ء میں قصاص ودیت کے احکام پر مشتمل ایک مسودۂ قانون مرتب کیا اور قانون ساز اداروں کو پیش کیا، جس کے مطابق قانون سازی ہوئی۔ کونسل کے مسودہ میں شامل چند دفعات پر اختلاف رائے بھی سامنے آیا، جس میں قانون ساز اداروں میں موجود علمائے کرام کا موقف کونسل کے موقف کے مطابق تھا، ان علمائے کرام میں ایک نمایاں نام مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ اس مختصر مقالے میں اس حوالے سے مولانا مرحوم کی خدمات کو اجاگر کرنا مقصود ہے، جس میں مسودہ قانون قصاص ودیت ۱۹۷۹ء میں دیت کی مقدار اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے موقف پر روشنی ڈالی ہے۔

جیسا کہ ابتداء میں ذکر کیا گیا ہے کہ مسودہ قانون قصاص و دیت ۱۹۷۹ء کے حوالے سے اختلافی آراء سامنے آئیں۔ وزارت قانون کی طرف سے اعتراضات اٹھائے گئے۔ ان اعتراضات کو حل کرنے کے لیے وزارت اور کونسل کے مشترکہ اجلاس ہوئے، جن میں اعتراضات کا حل نکالا گیا اور حتمی مسودہ مرتب کیا گیا۔ مجلس شوریٰ کے پاس جانے کے بعد قانون سازی کے مرحلے میں متعدد کمیٹیوں کی رپورٹس کے ضمن میں مزید مباحث اور اعتراضات سامنے آئے۔ مولانا سمیع الحق شہید نے اسلامی نظام کے نفاذ کے بارے میں مجلس شوریٰ کے افتتاحی اجلاس (۱۱رجنوری ۱۹۸۲ء) کے چوتھے دن کی کارروائی (۱۷رجنوری ۱۹۸۲ء) میں حسب ذیل قرارداد پیش کر دی تھی:

تحریک: میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ وفاقی کونسل کا حالیہ اجلاس قومی و اعلیٰ اہمیت کے حامل نہایت اہم معاملہ پر غور کرنے کے لیے ملتوی کیا جائے۔

''موجودہ حکومت کا روز اول سے اہم ترین مقصد اس ملک میں اسلامی نظام کا مکمل نفاذ اور پورے اسلامی معاشرہ کو اسلامی خطوط پر ڈھالنا ہے مگر اس سلسلے میں طے کئے گئے اقدامات کے خاطر خواہ نتائج ظاہر نہیں ہوئے اور اس مقصد کی طرف پیش رفت سست ہے، جس سے ملک کے عام مسلمانوں کو تشویش ہوتی ہے اور ملک دشمن عناصر غلط فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وفاقی کونسل کے اراکین اس معاملہ کو زیر بحث لا کر اس راہ میں حائل رکاوٹوں اور منفی عوامل کی نشاندہی کریں اور یہ کہ اسلامی نظام کی طرف جلد از جلد پہنچانے والی تجاویز بھی سامنے لائیں۔ [(۱)]

تاہم تحریک کی مخالفت ہو گئی اور تکنیکی بنیادوں پر مسترد کر دی گئی، اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ اس مسئلے پر قرارداد پیش کر دی جائے، چنانچہ مولانا مرحوم نے قرارداد پیش کی جو متفقہ طور پر منظور ہوئی، یوں ملک کی پارلیمانی تاریخ میں اسلام کے بارے میں پہلی قرارداد تھی، جسے پورے ہاؤس نے سو فیصد اتفاق رائے اور گرم جوشی سے پاس کیا۔ [(۲)] آگے جا کر مولانا کے اسلامائزیشن سے متعلق قرارداد کو فعال اور عملی بنانے کیلئے ایوان کے علماء اور ماہرین قانون کی ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ [(۳)] چنانچہ ۱۹راپریل ۱۹۸۴ء کو ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی گئی، جس کے پیش نظر اسلامی نظریاتی کونسل کے تیار کردہ مسودہ آرڈیننس اور اسی مسودہ پر مرتب کی گئی حسب ذیل رپورٹس کا جائزہ لینا تھا: (الف) قائمہ کمیٹی وفاقی کونسل برائے مذہبی امور و اقلیتی امور (ب) نظام اسلام کو تیز تر کرنے کے لیے خصوصی کمیٹی (ج) نتیجہ کمیٹی برائے قانون قصاص و دیت (د) چیئرمین مجلس شوریٰ کی طرف سے نامزد کیے گئے پانچ اراکین کی رپورٹ۔

خصوصی کمیٹی ۳۹ /ارکان پر مشتمل تھی، جس میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین، اراکین اور مولانا سمیع الحق شہید بھی شامل تھے، راجہ ظفر الحق اس کمیٹی کے چیئرمین تھے، کمیٹی نے تین دن کے اندر اپنی رپورٹ پیش کرنا تھی[۴] چونکہ اسی خصوصی کمیٹی نے اسلامی نظریاتی کونسل کے مرتب کردہ مسودہ قانون قصاص ودیت پر غور کرنا تھا، جس کے بارے میں متعدد امور طے کیے گئے۔ خصوصی کمیٹی نے رپورٹ مرتب کر کے پیش کردی جس میں من جملہ دیگر امور کے یہ بھی طے کیا گیا کہ:

دیت کی مقدار کا اسلامی احکامات کے مطابق تعین کیا جائے، جو قرآن پاک اور سنت میں دیے گئے ہیں، شق ۲۸ (دوم) اس مسئلے کی حتمی ''تشریح'' وہ ہوگی جو وفاقی شرعی عدالت یا سپریم کورٹ کا شریعت بنچ کریگا[۵] مزید برآں! کمیٹی اس حق میں بھی تھی کہ مسودہ آرڈیننس کی شق ۲۸ (۱) کو برقرار رکھا جائے، جس میں ۳۱[کذا] کلو چاندی یا اس کے مساوی رقم بطور دیت دینے کے لیے معقول رقم قرار دیا گیا ہے۔ اس نقطۂ نظر کی سابقہ چاروں مسودات میں بھی سفارش کی گئی تھی[۶] مسودہ قانون کی شق ۲۸ (۲) کے بارے میں اختلاف تھا۔ چھ خواتین اور ایک مرد پر مشتمل گروپ نے اس مسئلے پر اپنا اختلافی نوٹ پیش کیا، جس کا عنوان تھا۔ ''عورت کی دیت کے بارے میں اختلافی آراء دیت میں مرد اور عورت کے مساوات پر فقہی و عملی خیالات'': رپورٹ میں موقف اختیار کیا گیا تھا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی نہیں بلکہ مساوی ہے۔ نوٹ میں جمہور امت کے موقف کے دلائل پر بحث کی گئی تھی، جن احادیث اور آثار صحابہ کی بنیاد پر جمہور نے موقف اختیار کیا ہے، ان کے حدیث ہونے سے انکار کیا گیا ہے یا پھر اس بات کا سہارا لیا ہے کہ یہ احادیث ضعیف اور منقطع ہیں یا پھر یہ کہ روایات میں تضاد ہے۔ فقہاء نے نصف دیة المرأة پر اجماع صحابہ سے استدلال کیا ہے۔ رپورٹ میں اجماع کے وجود کا انکار کیا گیا ہے یا پھر اس کو اجماع سکوتی قرار دے کر مسترد کیا گیا ہے نیز یہ دلیل بھی پیش کی گئی ہے کہ چونکہ قصاص میں مرد اور عورت کا حکم ایک ہے اس لیے دیت میں بھی ایک ہونی چاہیے وغیرہ وغیرہ، الغرض یہ بھی کہا گیا کہ یہ اس زمانے کی باتیں ہیں جب عورت کو دو کے مقابلے میں مساوی حیثیت حاصل نہیں ہوتی تھی، اب چونکہ زندگی کے ہر میدان میں عورت کو مساوی حیثیت مل گئی ہے، اس لیے دونوں کی دیت بھی ایک ہونی چاہیے۔ ایک عجیب اسلوب یہ اختیار کیا گیا کہ صحابہ کرام اور پوری امت کے اجماع کو تو غیر معتبر قرار دیا گیا اور اس کے مقابلے میں دو ایسے علماء اور راویوں کے قول کا حوالہ دیا گیا، جنہوں نے پوری امت کے خلاف قول اختیار کیا اور جرح وتعدیل کے باب میں بھی وہ کمزور قرار دیئے گئے ہیں نیز ائمہ اربعہ کی رائے مسترد کردی گئی جبکہ عرب دنیا کے

معاصر علماء کی رائے کو ان کے مقابلے میں پیش کیا گیا ہے۔ الغرض ہر وہ دلیل، جمہور نے جس کو اپنے موقف کے حق میں پیش کیا ہے سے انکار کیا گیا ہے یا پھر ضعیف کہہ کر مسترد کی گئی ہے اور یا پھر ایسی توجیہ اور تاویل کی گئی ہے کہ اس دلیل کا مفہوم ہی بدل گیا ہے[۷] رپورٹ میں پیش کیے گئے موقف کا خلاصہ حسب ذیل الفاظ میں تحریر کیا گیا: مرد اور عورت کے درمیان مساوی دیت کا ایک مضبوط معاملہ موجود ہے[۸] اسلوب استدلال میں محل نظر بات یہ ہے کہ جمہور کے دلائل کو جس جس جہت سے کمزور یا مسترد کیا گیا ہے، انہی جہات سے اپنے موقف پر استدلال پیش کیا ہے۔ یہ مقصد صاف طور پر نظر آ رہا ہے کہ کسی طرح ایک اجماعی مسئلہ کو متنازع بنا دیا جائے اور جمہور کے موقف کے مطابق قانون سازی کا راستہ روک دیا جائے۔ چنانچہ پورے قانون کے خلاف جلوس بھی نکالا گیا، جس میں اسلامی احکام کے بارے میں تضحیک آمیز نعرے لگائے گئے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا موقف

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے مجلس شوریٰ کے اندر تحریر و تقریر کے ذریعے امت کے اجماعی موقف کا دفاع کیا، مجلس شوریٰ میں کی گئی تقریر کے اہم نقاط حسب ذیل تھے:

(۱) اختلاف کرنے والے اراکین اور ان کی طرف سے پیش کیے گئے اختلافی نوٹ میں اختیار کیا گیا موقف حدیث کی تشریعی حیثیت و اہمیت سے لاعلمی پر مبنی ہے۔ حدیث کی تشریعی حیثیت و اہمیت قرآن مجید کی آیات اور احادیث اور اقوال صحابہ سے ثابت ہے۔

(۲) جدید طبقہ نے احادیث سے انصاف نہیں کیا، اپنی گفتگو اور تحریری نوٹس میں ایسی باتیں کہیں، جو انتہائی غیر مناسب ہیں، یہاں تک لکھا گیا کہ احادیث میں نہ تو حقانیت ہے اور نہ ہی پورا یقین شامل ہے۔ احادیث کے حوالے سے یہ انتہائی غیر مناسب بات ہے جس کو ماننے کے بعد ہمارے پاس دین نہیں رہے گا۔

(۳) زیر بحث مسئلے میں پیش کی گئی روایات اور آثار کو ضعیف کہنا حقیقت سے لاعلمی پر مبنی ہے۔

(۴) زیر بحث مسئلے میں پیش کیا گیا موقف حضرت عمرؓ کا فیصلہ ہے جس پر تمام صحابہ نے اجماع کیا ہے اور ائمہ اربعہ نے اس کو بالاتفاق اختیار کیا ہے۔

(۵) فقہ جعفری اور فقہ زیدی بھی اس مسئلے میں اہل السنۃ والجماعۃ سے متفق ہیں۔

(۶) ابن علیہ اور ابن الاصم کے قول کی بنیاد پر صحابہ کرامؓ اور تمام فقہاءؒ کے قول اور اجماع کو مسترد کیا گیا ہے حالانکہ ان کی طرف منسوب قول انتہائی کمزور ہے اس لیے کہ ان سے یہ

قول نامعلوم راویوں نے نقل کیا ہے پھر یہ دونوں حضرات خود فقیہ نہیں ہیں، راوی ہیں اور راوی کی حیثیت سے ان کا مقام دیگر راویوں کی نسبت فروتر ہے۔ (۹)

مولانا شہیدؒ کی گفتگو کا نتیجہ ان ہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

میں یہ عرض کروں گا کہ یہ مسئلہ (نصف دیت) اتنا واضح قطعی اور مسلّم ہے کہ اگر اس کو اس ایوان میں طے شدہ قرار دیا جاتا اور جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا تھا، اس پر ہم سب حضرات وخواتین سرِتسلیم خم کر لیتے اور اس کو کسی سپریم کورٹ کسی ادارے کے پاس مزید تفصیل کے لیے نہ بھیجتے تو اچھا ہوتا، پھر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ مسائل میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں، اس میں نہ عورتوں سے زیادتی کی گئی ہے نہ مردوں سے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا اور غیر مسلموں سب کا خالق ہے۔ آزاد اور غلام تک کے قصاص میں مساوات رکھی گئی ہے اسلام میں تو میری رائے یہ ہے کہ ہمارے معزز ارکان اس مسئلے کو بھی جس طرح اس کی تشریح قرآن میں ہے، اس طرح رکھ دیں اور اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ میں اس کی تفصیل تھی کہ مقدار نصف دیت ہوگی اور اس کو رکھا جائے۔ (۱۰)

قصاص و دیت قوانین کے خلاف جلوس پر تحریک

مولانا مرحوم نے مضبوط اور ٹھوس علمی بنیادوں پر قصاص و دیت قوانین کے دفاع کے ساتھ ساتھ دیگر ذرائع بھی استعمال کیے، چنانچہ ۱۱/اپریل ۱۹۸۴ء کو خواتین تنظیموں کی طرف سے مجوزہ اسلامی قانون قصاص و دیت کے خلاف لاہور میں جلوس نکالا گیا جس میں قصاص و دیت سمیت اسلامی عبادات کو تضحیک کا نشانہ بنایا گیا، مولانا مرحوم نے تو حسب ذیل تحریک التواء پیش کر دی۔

اسلامی قوانین دیت وقصاص اور عبادات کیخلاف خواتین کا جلوس اور شرمناک تضحیک

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ مجلس شوریٰ کا حالیہ اجلاس ملتوی کر کے فوری نوعیت کے ذیلی معاملہ کو زیر بحث لایا جائے۔ آج بارہ اپریل ۱۹۸۴ء کے اخبارات میں آیا ہے کہ خواتین کی مختلف تنظیموں نے مجوزہ اسلامی قانون قصاص و دیت کے خلاف لاہور میں جلوس نکالا۔ انہوں نے جو بینر اٹھائے ہوئے تھے ان پر صرف قانون دیت وقصاص کی نہیں بلکہ نماز، روزہ، زکوٰۃ جیسے قطعی اسلامی عبادات کی تضحیک کی گئی تھی (نماز، روزے، زکوٰۃ) [کذا] پھر خواتین نے ان قوانین کے بارے میں قوانین نامنظور کے نعرے بھی لگائے۔ یہ مظاہرے پاکستان کی ملت مسلمہ بلکہ پورے عالم اسلام کے

خلاف ایک شرمناک اقدام ہے، جس سے پاکستان کے کروڑوں شہریوں کے دل مجروح ہو گئے ہیں، اور یہ اسلامی نظام کے نفاذ کے ان اقدامات کیخلاف بھی صریح بغاوت ہے جس کیلئے لاکھوں مسلمانوں نے قیام پاکستان کے وقت قربانیاں دی تھیں اور جس کی خاطر ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں پاکستان کے مسلمانوں نے لاہور کی انہی سڑکوں کو اپنے خون سے لالہ زار بنا دیا تھا۔ اس مظاہرے سے پاکستان کی ان کروڑوں خواتین کی بھی توہین ہوئی ہے جو اسلام سے وابستہ اور نفاذ اسلام کیلئے ہر طرح کی قربانیوں دینے کے لیے تیار رہتی ہیں۔

والسلام

سمیع الحق ۸۴/۷/۱۲ (۱۱)

الغرض آپ نے مجلس شوریٰ میں اس مسئلے، (جس کو غیر ضروری طور پر متنازع بنایا گیا تھا) میں واضح اور دوٹوک موقف اختیار کیا اور جمہور امت کے موقف (جو اسلامی نظریاتی کونسل کی مسودہ میں شامل تھا) کا بھرپور دفاع کیا۔

حواشی

(۱) محمد اسرار مدنی، نفاذ اسلام کی جدوجہد دستوری ترامیم- تاریخی دستاویز (مارچ ۲۰۱۹ء) ص ۳۸، ۳۹

(۲) نفاذ اسلام کی جدوجہد (مارچ ۲۰۱۹ء) صفحات ۳۴-تا-۴۲

(۳) نفاذ اسلام کی جدوجہد (مارچ ۲۰۱۹ء) ص ۴۶

(۴) نفاذ اسلام کی جدوجہد (مارچ ۲۰۱۹ء) ص ۲۳۳

(۵) نفاذ اسلام کی جدوجہد (مارچ ۲۰۱۹ء) ۲۳۷

(۶) نفاذ اسلام جدوجہد (مارچ ۲۰۱۹ء) ص ۲۴۰

(۷) تفصیلی رپورٹ کے لیے دیکھئے! نفاذ اسلام کی جدوجہد (مارچ ۲۰۱۹ء) ص ۲۴۴-تا-۲۵۷

(۸) نفاذ اسلام کی جدوجہد (مارچ ۲۰۱۹ء) ۲۵۷

(۹) نفاذ اسلام کی جدوجہد (مارچ ۲۰۱۹ء) ص ۲۵۸-تا-۲۶۲

(۱۰) نفاذ اسلام کی جدوجہد (مارچ ۲۰۱۹ء) ص ۲۶۲-۲۶۳

(۱۱) نفاذ اسلام کی جدوجہد (مارچ ۲۰۱۹ء) ۵۴۲

مولانا راشد الحق سمیع حقانی
مدیر ماہنامہ ''الحق''

توسیعِ مسجد الحرام کی تقریب میں مولانا شہیدؒ کی شرکت

(یہ تحریر مولانا شہیدؒ کے حین وحیات میں لکھی گئی تھی)

- ...... مسجد الحرام کی سب سے بڑی شاندار تاریخی توسیع کا سنگ بنیاد رکھنے میں عجم سے صرف حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ مدعو تھے۔
- ...... پہلی نشست مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے لئے مختص کر دی گئی تھی۔
- ...... دوسری نشست عالم عرب کے علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی تھی۔

مکہ المکرّمہ میں خانہ کعبہ (مسجد الحرام) جو خالق لامکاں کا پہلا مکاں اور ساری کائنات کا مرکزی محور، نقطہ عروج، اربوں مسلمانوں کی جبینوں اور قلوب کا مرکزِ عبادت، بے حساب و بے شمار ملائکہ کی تسکینِ روح کا ساماں، توحید و ایمان کا پہلا ستون، عظمت وحرمت کا شہرِ امیں، عقیدتوں و محبتوں کا گلدستہ، حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تاریخی قربانیوں اور اخلاص کا بے مثال نمونہ اور خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لازوال جدوجہد کا مظہر و یادگار، مرکزِ تجلیات ربانی، چشمہ رشد و ہدایت اور دستورِ اسلام کی سادہ و رنگیں داستان کا پہلا سرورق ہے۔ جہاں سے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے توحید کے نعرۂ مستانہ و صدائے اللہ اکبر سے کفر و شرک کے ایوانوں کا سینہ ہمیشہ کیلئے چاک کر دیا اور پھر آپ کی قابل فخر اولاد و احفاد کا ایک یتیم بچہ جو وجہ وجودِ کائنات اور خانہ کعبہ کی تخلیق و تعمیر کا امامِ رُشد اور دین توحید کا مبلغ و معلم اور ہادی ثابت ہوا اور اس حسیں مکیں کے وجود مسعود کی برکات سے مکاں (حرم شریف) کی رونقیں و زینتیں اپنے کمال تک پہنچیں۔

حرمِ مکی کے پہلے معمار اور انجینئر جبریل علیہ السلام اور ملائکہ کرام تھے پھر حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے وحی بھیجی گئی کہ آپ بیت اللہ شریف کی تعمیر کریں اور

اس کا طواف کریں۔ پھر بعد میں طوفانِ نوح کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملائکہ کی رہنمائی سے ریت کے ٹیلوں کو ہٹا کر اس کی بنیادوں کو تلاش کر کے دوبارہ عین اسی جگہ خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ (البقرۃ:۱۲۷) اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ (ال عمران:۹۶) اور اسی طرح آپ نے اللہ تعالیٰ سے اسے دارالامن و دارالتوحید بنانے کی عاجزانہ التجا کی وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا (ابراهیم:۳۵) اور الحمدللہ اسی دعاؤں کے طفیل آج تک ہر قسم کے فتنوں کے باوجود مکۃ المکرّمہ اورحرمین شریفین ہر قسم کے شر وفساد سے محفوظ و مامون ہے۔

اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قبیلہ جرہم نے بھی اس کی تعمیر نو کی، پھر بعد میں قریش نے بھی حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانے میں خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی اور حجر اسود کی تنصیب کی سعادت حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آئی پھر بعد میں حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اورخصوصاً حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے وقت میں کافی توسیعات ہوئیں، الغرض مکہ المکرّمہ کی مسجد الحرام کی توسیعات کا سلسلہ ہزاروں اورلاکھوں سال سے بتدریج چلا آ رہا ہے اور ہر دور کے مسلم حکمرانوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر وتزئین وآرائش کے سلسلہ میں حتی المقدور کوششیں جاری رکھیں اوراسے اپنے لئے سعادتِ دارین سمجھا، چاہے وہ بنو امیہ ہوں یا بنوعباس یا ترک ہوں پھر بعد میں آلِ سعود کا مثالی دورحکمرانی جب شروع ہوا تو انہوں نے بھی دیگر اصلاحات اور وطن کی ترقی وتعمیر کے ساتھ ساتھ کعبہ شریفہ کی طرف بھی خصوصی توجہ مبذول کی اور جدید سعودی عرب کے بانی جناب شیخ عبدالعزیزؒ نے حرم شریف کی تعمیر و ترقی کی طرف خصوصی توجہ کی۔ اسی طرح ان کے ستر سالہ دور حکومت میں متعدد بار توسیعات کا سلسلہ جاری رہا۔ اس سلسلے میں سابق سعودی حکمران مرحوم شاہ فہد کی حرمین کی توسیعات کے سلسلے میں خدمات انتہائی قابل تحسین اور قابل قدر ہیں، انہی تابناک خاندانی روایات اورحرمین کی خدمت کا جذبہ موجودہ سعودی حکمران جناب شاہ عبداللہ کی فکر میں بھی رچا بسا ہوا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنے دورحکمرانی کے ابتدائی اوائل میں حقیقی معنوں میں خادم الحرمین کے منصب کے مطابق نئی جدید توسیعات کے عظیم الشان منصوبہ جات بنائے۔ سب سے پہلے سعی یعنی صفا ومروہ کی توسیع جدید کا منصوبہ بنایا جو پہلے بہت تنگ برآمدے تھے، اب انہیں غزہ کی جانب کافی پھیلا دیا گیا ہے اور تقریباً اسے پانچ چھ منزلوں تک وسیع کر دیا گیا ہے، اب چوالیس ہزار سے لے کر

ایک لاکھ اٹھارہ ہزار افراد تک ایک گھنٹہ میں جدید سعی میں ایئر کنڈیشن سے آراستہ برآمدوں میں سعی کر سکتے ہیں۔ اسی طرح سعودی حکومت کا سب سے بڑا تاریخی کارنامہ منیٰ میں جمرات (شیطان) کا دیوہیکل پانچ منزلہ پلوں کی تعمیر ہے۔ پہلے اراکینِ حج میں سب سے مشکل اور سخت مرحلہ جمرات کو کنکریاں مارنے کا ہوتا تھا، تنگ سی جگہ میں ہر سال سینکڑوں اور بعض اوقات ہزاروں افراد رش اور دھکم پیل کی وجہ سے جان بحق ہوجاتے تھے، چنانچہ جمرات کا نیا نقشہ اور طرز تعمیر دنیا کا ایک منفرد اور قابل فخر اسلامی فن تعمیر کے لحاظ سے ایک شاہکار بن گیا ہے، ماہرین کی آراء کے مطابق جدید عمارت صدیوں تک آنے والوں کیلئے کافی ہے۔ اسی طرح موجودہ حرم شریف کی عمارت بڑھتی ہوئی آبادی کے سامنے بہت چھوٹی پڑ گئی ہے اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے حرم شریف کے شمالی طرف یعنی باب العمرہ اور باب الفتح کی طرف دو تین سال سے پرانی بلڈنگوں اور ہوٹلوں کے گرانے کا کام شروع تھا اور اب کچھ عرصہ سے اس جانب میلوں میں حرم کی تعمیر کا کام شروع ہے۔ چنانچہ ۱۹/ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ بمطابق ۱۹/ اگست ۲۰۱۱ء کو اس نئی جدید توسیع کا سنگ بنیاد رکھا جانا تھا اور اس سلسلے میں مکہ کے قصرِ صفا میں ایک بڑی یادگار تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس تقریب میں سعودی عرب کی مقتدر سیاسی، قومی، علمی اور روحانی اہم شخصیات تو مدعو تھیں مگر سعودی عرب سے باہر عالم اسلام اور عالم عرب کی شخصیات میں سے دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم اور جمعیۃ علماء اسلام کے امیر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ اس تاریخی و مبارک تقریب میں شرکت سے نوازے گئے اور دوسری شخصیت عالم عرب اور قطر کے کے معروف محقق، مفتی، عالم، علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی (مصری) کی تھی۔ دونوں حضرات کو خصوصیت کیساتھ اس تقریب میں ممتاز حیثیت دی گئی اور سب سے پہلی نشست حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کیلئے مختص کی گئی۔ یہ روح پرور تقریب نمازِ تراویح میں حرم شریف کے ائمہ کرام کی اقتداء میں نماز کے بعد قصر صفا کے ایک عظیم الشان ہال میں منعقد کی گئی۔ تقریب کے مہمان خصوصی جناب شاہ عبداللہ تھے۔ اس موقع پر سعودی عرب کے وزیر مالیات جناب ابراہیم العساف نے منصوبے کے حوالے سے سامعین کو آگاہ کیا اور بتایا کہ اس پراجیکٹ پر مجموعی لاگت ۸۰/ارب ریال (تقریباً ۱۸۴۰/ارب روپے) سے زائد آئے گی نیز یہ توسیع آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک تمام توسیعات سے بڑھ کر ہوگی۔ نئی توسیع میں چار لاکھ سکوئر میٹر رقبہ مسجد میں شامل ہوجائے گا۔ جس میں بارہ لاکھ

سے زائد افراد سما سکیں گے۔ ان شاء اللہ مجموعی طور پر حرم شریف میں توسیع کے بعد پچیس لاکھ کے لگ بھگ افراد نماز پڑھ سکیں گے۔ نئے حرم کو پرانے حرم کے ساتھ متصل کرنے کیلئے بارہ سو میٹر کشادہ، ہوادار، روشن سرنگوں اور الیکٹرانک اور مینول سیڑھیوں اور پلوں کے ذریعے ملایا جائے گا۔ اس شاندار منصوبے کو جلد سے جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے دن رات گیارہ ہزار کارکنان انجینئرز، ٹیکنیشنز ماہرین تعمیرات اخلاص و ہمت کے ساتھ مصروفِ عمل ہیں کیونکہ موجودہ سعودی حکمران کی یہ خواہش ہے کہ حجاج کرام اور معتمرین کی مشکلات جلد سے جلد حل ہوں اور ان کی زندگی میں ہی یہ عظیم منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچے۔ اس موقع پر مکہ معظّمہ کے گورنر شہزادہ خالد الفیصل نے جناب شاہ عبداللہ کی مسجد الحرام کی نئی توسیع اور دیگر جدید منصوبوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اسی طرح حرمین الشریفین کی انتظامیہ کے چیف صالح ابن عبدالرحمان الحصین نے مسجد حرم کی نئی توسیع اور اس کے بہترین ڈیزائن اور نقشوں پر سعودی یونیورسٹیز کے ماہرین کو خراج تحسین پیش کیا، اس تقریب میں حجرِ اساسی (بنیاد کا پتھر) رکھنے کی مبارک رسم بھی ادا کی گئی اور اسی طرح دیگر تمام اہم منصوبوں کی بادشاہ نے باقاعدہ منظوری دی۔

دارالعلوم حقانیہ کیلئے حرم شریف کی عظیم الشان نئے توسیعی منصوبے کے حوالے سے اس پرسعادت تقریب میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی شرکت اور عزت افزائی نہایت ہی سعادت اور افتخار کی بات ہے نیز یہ دارالعلوم حقانیہ کی شبانہ روز علمی، دینی، سیاسی، تصنیفی، تالیفی، دعوتی اور جہادی خدمات اور حضرت مولانا مدظلہ کی دینی و سیاسی وملی خدمات کا اعتراف بھی ہے، پاکستان کیلئے بھی یہ امر باعثِ عزوشرف ہے۔

اکابرین ملت ومشائخ عرب وعجم کے اخلاص وتوجہات سے حرم شریف کی جدید توسیع کی تاریخی و یادگار تقریب میں دارالعلوم حقانیہ کو بھی نمائندگی ملی۔ اسی طرح حرمِ مکی کے روح رواں اور عالمی شہرت کے حامل خوش الحان امام جناب ڈاکٹر الشیخ عبدالرحمٰن السدیس مدظلہ نے بھی قصر صفا کے قیام کے دوران حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو قیام اللیل کی روح پرور دعا کرانے کے بعد اپنا ایک روزہ زیر استعمال نیا خصوصی قیمتی جُبہ بطور ہدیہ پیش کیا اور اسے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو پہننے کی فرمائش کی، شیخ عبدالرحمٰن السدیس کی یہ خصوصی محبت بھی حضرت مولانا مدظلہ، دارالعلوم اور خاندانِ حقانی کے لئے سرمایہء سعادت ہے۔

مولانا سیّد حبیب اللہ شاہ حقانی
سابق مدرس بلال دارالعلوم ملاوی افریقہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جرنیلوں سے دوٹوک باتیں

احقر نے ''ساعتے با اہل حق'' میں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے بعض مجالس کی منظر کشی کرتے ہوئے تحریر کیا کہ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے فرمایا: جرنیلوں سے دوٹوک باتیں (كلمة حق عند سلطان جائر) کا تسلسل ہے، اس سلسلے میں بات آگے بڑھی تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے فرمایا: ہم ہری پور جیل میں تھے، جنرل ٹکا خان (جو بھٹو کے دور کے وزیر دفاع بھی تھے) نے شاہراہ قراقرم کھولنے کیلئے دباؤ ڈالا تو ہم نے کہا کہ حضرت مفتی محمودؒ سے مل کر ہی کوئی جواب دے سکتے ہیں حضرت مفتی صاحبؒ بھی جیل میں تھے جنرل صاحب نے گورنر سے بات کی کہ یہ لوگ بار بار یہی کہتے ہیں ہم مفتی صاحب سے مل کر کوئی جواب دے سکتے ہیں مگر مفتی صاحب سے ملاقات کی اجازت تو ہمارے بس میں نہیں اس کیلئے تو اوپر سے اجازت لینا ہوگی، فرمایا: باتوں باتوں میں جنرل ٹکا خان نے اپنے ماضی کی روایات کا انداز اختیار کرتے ہوئے دھمکی آمیز انداز میں کہا کہ ہم چوبیس گھنٹوں میں سڑک کھول سکتے ہیں دیر میں ہم نے فساد ختم کیا اور یہ کیا وہ کیا مگر ہم نے جواب میں کہا کہ آپ تو قوت اور طاقت والے ہیں ایک گھنٹہ میں بھی کھول لیں مگر ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اور اشارات میں اسے بنگلہ دیش اور اس کے انجام ونتائج کے بارے میں بھی بتایا، ہم نے انہیں یہ بھی بتایا کہ آپ لوگ ہمیں کیوں مجبور کرتے ہیں حالانکہ اسی علاقہ کے مولوی عبدالحکیم اور مولوی عبدالباقی (جو پی پی پی سے وابستہ ہیں) کو کیوں نہیں بھیجتے؟ وہاں سے پی پی پی کے دوصوبائی امیدوار بھی منتخب قرار دیئے گئے ہیں ان سے کیوں نہیں کھلواتے؟ اس کے جواب میں بے اختیار ٹکا خان کے منہ سے نکلا کہ جی ہاں! مگر وہ تو بوگس ممبر ہیں عوام نے تو آپ لوگوں کو منتخب کیا ہے وہ تو جے یو آئی کے لوگوں کو مانتے ہیں اس پر دونوں طرف سے ایک زوردار قہقہہ بلند ہوا، فرمایا: ایک دفعہ حاجی فقیر محمد خان (جو نہایت سلجھے ہوئے اور پڑھے لکھے انسان تھے، دارالعلوم دیوبند میں بھی پڑھ چکے تھے اور اسی زمانہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ سے بھی کئی کتابیں پڑھی تھیں وہ کوہستان سے جے یو آئی کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے تھے) نے الزامی طور پر کہا کہ ہماری حیثیت کیا ہے، عوام نے مجھے منتخب کیا، میں ایم این اے ہوں مگر

سی کلاس میں پڑا ہوں اور یہ معمولی چپل پہنے ہوئے جیل سے لایا گیا ہوں، اسی پر ٹکا خان نے کہا کہ آپ کوسی کلاس کے بجائے دوسری جگہ رکھا جائے گا، اس پر میں نے کہا کہ آپ ہماری بات کو تکالیف کی شکایت سمجھ بیٹھے۔ ہم ان تکالیف پر شاکی نہیں نہ سی کلاس کی شکایت کررہے ہیں اور میں نے پاؤں کو اٹھا کر اُن کے سامنے پڑی میز پر رکھ کر کہا کہ ہم نے یہ معمولی چپل پہنی ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہم سے کیا چھین لیں گے؟ فرمایا: اسی طرح کا مکالمہ آمرِ وقت پرویز مشرف سے بھی ہوا تھا ۔حضرت حقانی صاحب نے فرمایا: جی! اسی طرح کے حقائق اور مستند واقعات سامنے آئیں گے تو ایک شاندار تاریخ مرتب ہوگی۔

صدر پرویز مشرف سے گفتگو، احقاقِ حق اور اتمامِ حجت

ایک موقع پر مولانا عبدالقیوم حقانی نے عرض کیا کہ حضرت! شاہ فہد کے انتقال پر ان کے جنازہ میں شرکت کے لئے جب صدر مشرف سعودی عرب جارہے تھے تو آپ کو بھی بطورِ خاص مدعو کیا تھا اور پھر فرنٹ کی کیبن میں آپ کو اپنے ساتھ بٹھالیا تھا اور دوبدو تفصیل سے مذاکرات ہوئے تھے موضوع کیا تھا اور گفتگو کیا تھی؟

صدر مشرف کی پیش کش

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے فرمایا پھر کسی وقت تفصیل سے وہ گفتگو سناؤں گا اِن شاء اللہ، مولانا حقانی کے کرید نے پر شفیق الدین فاروقی نے بات شروع کردی تو پھر مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی کھل پڑے، ارشاد فرمایا کہ بار بار صدر مشرف دورانِ گفتگو کہتے رہے کہ مولانا! میرے ساتھ میری پشت پناہی اور تعاون کیلئے کھڑے ہوجاؤ، میرا ساتھ دو، میں تمہیں تمہارا دارالعلوم سونے کی طرح بنا کردے دوں گا، تمہارے بیٹوں کو اعلیٰ تعلیم کیلئے برطانیہ امریکہ بھیج دوں گا اور ملک میں میرے بعد تمہارا بڑا مقام ہوگا، مقصد یہ تھا کہ طالبان کی مخالفت، مدارس کے نصاب ونظام تعلیم میں توڑ پھوڑ اور دینی قوتوں کو کمزور کرنے میں میرا ساتھ دو۔

اعلائے کلمۃ الحق کی ایک جھلک

میں نے عرض کیا، صدر صاحب! تمہیں غلط فہمی ہورہی ہے، دینی مدارس اسلام کے قلعے اور امن کی چھاؤنیاں ہیں، طالبان افغانستان اسلام کے نظامِ عدل وامن کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں، امریکہ اسلام، علماء، دینی مدارس اور مسلمانوں کا اصل میں کھلا دشمن ہے۔ صدر مشرف اس پر بھڑک اٹھے اور

کہتے رہے کہ نہیں، امریکہ مسلمانوں کا خیرخواہ ہے مدارس کا دشمن نہیں، جواب میں میری آواز بلند ہو جاتی صدر بھی اپنی بات منوانے کے لئے جھگڑنے لگتے کیبن سے پیچھے چودھری شجاعت حسین، سعودی سفیر، شیخ رشید، اعجاز الحق، مشاہد حسین ودیگر وزراء ہماری آوازیں سنتے تو پریشان ہوجاتے کہ سمیع الحق نے صدر کو غصے اور مخمصے میں ڈال رکھا ہے۔

میں نے دورانِ سفر صدر مشرف سے کہا کہ جب آپ اور چودھری شجاعت حسین کا پیغام آیا کہ اگر آپ چاہیں تو سعودی بادشاہ شاہ فہد کے جنازے میں شرکت کیلئے ہمارے ساتھ چلیں (کیونکہ حکومت وقت کو معلوم تھا کہ اس وقت کے سعودی کنگ وغیرہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کی عالمگیر شخصیت اور خصوصاً افغانستان میں ان کے تاریخی کردار کے پیش نظر انتہائی عزت ومقام کی نگاہ سے انہیں دیکھتے تھے اور اُن دیرینہ باہمی تعلقات کی بناء پر حکومت اور پاکستان میں متعین سعودی سفیر کی خواہش پر حضرت مولانا رحمہ اللہ جنازے میں شرکت کیلئے تیار ہوگئے تھے) اس وقت میں بھوربن میں تھا ''لنگرکسی'' کے ایک دینی مدرسہ میں نماز پڑھنے کے لئے رکا تو چھوٹے طلبہ مجھے میری پگڑی سے پہچان کے میرے پاس جمع ہوگئے اور کہا یہ پگڑی اتارلو ورنہ حکومتی وفوجی کارندے اٹھا کر جیل میں پھینک دیں گے، میں نے اپنے اس مشاہدے سے صدر کے سامنے استشہاد کرنا چاہا کہ تمہارے بارے میں اور تمہاری حکومت کے بارے میں عام مسلمان اور معصوم طلبہ کا یہ تاثر ہے تو صدر مشرف مزید غضبناک ہوکر بوکھلا اٹھے اور کہا مدارس میں یہی باتیں تو تم سکھا رہے ہو، میں سمجھ گیا کہ صدر کے قریبی احباب نے انکا ذہن بری طرح مسخ کردیا ہے اور اپنے اعمالِ بد اور مذموم عزائم کی وجہ سے واقعتاً بھی وہ ذہنی طور پر مفلوج ہو چکے ہیں۔

دینی مدارس کے غیرملکی طلبہ

اسی گفتگو کے دوران صدر مشرف نے ایک موقع پر کہا کہ دینی مدارس کے غیرملکی طلبہ کے فوری اخراج میں میری مدد کرو اور میں نے آرڈر تیار کررکھا ہے کہ انہیں نکال دیا جائے، میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور دل میں آیا کہ اگر آرڈر آ گیا تو وہ نافذ العمل ہوجائے گا میں نے عرض کیا، صدر صاحب! یہ مفت کی لعنت آپ کیوں اپنے سر لینا چاہتے ہیں؟ ابھی شعبان کے چند روز رہ گئے ہیں دینی مدارس کی سالانہ تعطیلات ہوجائیں گی سب از خود اپنے اپنے ممالک چلے جائیں گے، صدر صاحب میری اس تجویز کو مان گئے، شیخ رشید، اعجاز الحق اور مشاہد حسین سے کہا مولانا کی بات غور سے سنو، توجہ دو، وہ آرڈر فوراً ملتوی کردو، اس طرح صدر کی ایک مذموم حرکت سے خدانے دینی مدارس کو اس وقت بچالیا۔

مولانا سعید الحق جدون
لیکچرر اسلامیات و مذہبی مطالعات، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ،

مذہبی منافرت کے سدباب میں مولانا شہیدؒ کا کردار

آج دنیا بھر میں مسلمان جن مصائب اور آفات کا شکار ہیں ان کا سب سے بڑا سبب آپس کا تفرقہ اور خانہ جنگی ہے۔ ورنہ عددی کثرت اور مادی اسباب و وسائل کے اعتبار سے مسلمانوں کو سابقہ ادوار میں ایسی طاقت حاصل نہ تھی جیسی آج حاصل ہے۔ اگر آج امتِ مسلمہ پر نظر دوڑائی جائے تو یہ امت کے بجائے ایک منتشر ہجوم نظر آتی ہے، جس میں دور دور تک کسی اتحاد کا امکان دکھائی نہیں دیتا، وہ بات بھی پرانی ہے کہ جب اس امت میں سیاسی، نسبی، نسلی، لسانی، وطنی اور طبقاتی تفرقہ تھا۔ آج اس امت میں جو تفرقہ سب سے زیادہ اور سب سے خطرناک ہے وہ دینِ اسلام کے نام پر ہے، جس میں ایک فرقہ اپنے مخالف فرقے پر سب وشتم، دشمنی، یہاں تک کہ قتل و غارت گری سے بھی گریز نہیں کرتا۔

اسلام مخالف قوتوں نے ہمیشہ اس حربے کو استعمال کیا ہے۔ لارنس آف عربیہ نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ آپ نے ایک موقع پر کہا تھا کہ میں نے عرب اور ترکوں کے درمیان قومی اور وطنی بنیاد پر وہ فتنہ کھڑا کیا کہ مسلمانوں کا آخری مرکز ''خلافت'' ٹوٹ کر رہ گیا لیکن یہ اختلاف دیرپا ثابت نہ ہوسکا، عرب وعجم اسلامی رشتے کی بنیاد پر پھر ایک دوسرے کے قریب آ گئے، کاش! اس کا اندازہ مجھے پہلے سے ہوتا تو میں مسلمانوں میں مذہبی فرقہ ورانہ عناد پیدا کرتا جو قیامت تک ان کو ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رکھتا۔ لارنس آف عربیہ کی اس خواہشِ ناتمام کی تکمیل بعض اسلام دشمن و ملک دشمن قوتوں نے ہمارے ہاں ہمیشہ اس روپ میں کی کہ راتوں رات وطن عزیز میں فرقہ واریت کی لہر اچانک نمودار ہوتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے مسجدیں اور امام بارگاہیں میدانِ جنگ بن جاتی ہیں اور کئی بے گناہ لوگ جان کی بازی ہار جاتے ہیں۔

مذہبی منافرت کی روک تھام اور ''ملی یکجہتی کونسل'' کا قیام

مذہبی منافرت اور اس کے مفاسد کا ادراک کرتے ہوئے ہر دور میں علماء اور مذہبی و سیاسی قائدین نے ڈٹ کر اس قسم کے فتنوں کا سد باب کیا ہے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ پاکستان کے صفِ اول

کے مذہبی اور سیاسی قائد تھے، اس لئے انھوں نے بھی وطن عزیز اور عالم اسلام میں مذہبی منافرت کو ختم کرنے کے لئے بہت زیادہ کوششیں کیں ہیں، اس مقصد کے لئے انھوں نے ''ملی یکجہتی کونسل'' کا قیام عمل میں لایا۔ جب ۱۹۹۵ء میں خفیہ طاقتوں نے فرقہ واریت کا جن بوتل سے باہر نکالا تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ سمیت دیگر دوراندیش شخصیات نے پہلے ہی دن کہہ دیا کہ یہ فرقہ وارانہ کش مکش مصنوعی اور خودساختہ ہے۔ اس وقت ایک ایسے شخص کی اذان سحر کی ضرورت تھی جو سب جماعتوں میں مقبول ہوں چنانچہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ وہ ہستی تھی جن پر تمام جماعتوں کے قائدین متفق ہوسکتے تھے۔ چنانچہ آپ نے تمام جماعتوں کے قائدین کو دعوت دی، آپ کی دعوت پر اسلام آباد میں تمام جماعتوں کے قائدین جمع ہوئے اور ''ملی یکجہتی کونسل'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ میں بھی اسے کسی معجزے سے کم نہیں سمجھتا مختلف الخیال بلکہ متحارب جماعتوں کا اس ناچیز کی دعوت پر لبیک کہنا یقیناً ان کے اخلاص نیت کا ثبوت ہے اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ تمام دینی جماعتوں کو حالات کی نزاکت کا پورا پورا احساس ہے اور وہ وقت کی نزاکتوں کے مطابق اپنے کردار کا تعین کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

''ملی یکجہتی کونسل'' کا تنظیمی ڈھانچہ

اس مجلس کے پہلے جنرل سیکرٹری مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور صدر مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم منتخب ہوئے، یہ ایک غیر سیاسی مجلس تھی جس میں خالص نظریاتی اور ملی حوالے سے منازل اور راستوں کا تعین کیا گیا تھا، اس مجلس کے گیارہ ارکان تھے۔ وہ ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) مولانا شاہ احمد نورانیؒ (صدر جمعیۃ العلماء پاکستان)

(۲) مولانا سمیع الحقؒ (صدر جمعیت العلماء اسلام و ناظم عمومی ملی یک جہتی کونسل)

(۳) قاضی حسین احمدؒ (امیر جماعت اسلامی پاکستان)

(۴) علامہ ساجد میر (امیر جمعیت اہل حدیث)

(۵) مولانا ضیاء القاسمیؒ (سرپرست سپاہ صحابہؓ پاکستان)

(۶) مولانا اسفندیارؒ (سواد اعظم پاکستان کراچی)

(۷) مولانا محمد اجمل خانؒ (سرپرست جمعیت علماء اسلام، ف)

(۸) علامہ ساجد نقوی (تحریک جعفریہ پاکستان)

(۹) مرید عباس یزدانی (سربراہ سپاہ محمدؐ پاکستان)

(۱۰) مولانا اجمل قادری (امیر انجمن خدام الدین)

(۱۱) مولانا عبدالقادر (امیر جماعت اہل حدیث پاکستان) (مکاتیب مشاہیر: ۲۹۳/۷)

''ملی یکجہتی کونسل'' کی پہلی میٹنگ اور اہم نکات

''ملی یکجہتی کونسل'' کی پہلی میٹنگ اسلام آباد میں ہوئی۔ جس میں پاکستان میں فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے تجاویز پیش کیں گئیں، مولانا شاہ احمد نورانیؒ، مولانا عبدالستار خان نیازیؒ، قاضی حسین احمدؒ، مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحقؒ، پروفیسر ساجد میر، علامہ ساجد نقوی اور آغا حامد علی موسوی، اس مجلس میں موجود تھے اور یہی شخصیات اس مجلس کے اراکین تھے۔ پہلی میٹنگ میں سارا زور اس پر تھا کہ کس طرح نیو ورلڈ آرڈر کے ایجنڈے کو ناکام بنایا جائے لیکن جب مذہب کے نام پر قتل و غارت کا بازار گرم ہو تو یقیناً لوگ متنفر ہوں گے، جب مساجد اور امام بارگاہیں میدانِ جنگ کا نقشہ پیش کریں گی تو عام مسلمان فرض کی ادائیگی کے لئے مسجد آتے ہوئے بھی سو بار سوچے گا۔مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے میڈیا کے ایک سوال کے جواب میں پہلی میٹنگ کی کارکردگی بیان کرتے ہوئے فرمایا: خاصی پیش رفت ہوئی ہے اس اجلاس میں خاص طور پر یہ بات سامنے آئی ہے کہ سپاہ محمدؐ یا سپاہ صحابہؓ یا دوسرے فریقوں کے درمیان مختلف الزامات کے مقدمے چل رہے ہیں ان تمام مقدمات کا جائزہ لینے کے لیے جماعت اسلامی کے لیاقت بلوچ کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کردی گئی ہے یہ کمیٹی باہمی رضامندی سے اگلے لائحہ عمل کا فیصلہ کرے گی، اس طرح پروفیسر ساجد میر کی قیادت میں ایک اور کمیٹی قائم کردی گئی ہے جو نیازی کمیشن کی رپورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ، سینٹ کی مذہبی امور کی سٹینڈنگ کمیٹی کی رپورٹ اور علماء کے ۲۲ نکات کو سامنے رکھ کر ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے ایک متفقہ لائحہ عمل طے کرے گی۔(ہفت روزہ ''تکبیر'' اپریل: ۱۹۹۵ء)

''ملی یکجہتی کونسل'' کی ترجیحات

''ملی یکجہتی کونسل'' کے اکابرین نے فرقہ واریت کا بروقت نوٹس لے کر اس کے خاتمے کے لئے کوشش کی، کونسل کی ترجیح ہی یہی تھی کہ مذہبی منافرت ختم ہوجائے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ہفت روزہ تکبیر کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا: دینی جماعتوں کا یہ اعلیٰ سطحی اور نمائندہ فورم آنے والے دنوں میں انتہائی اہم کردار ادا کرے گا، ہماری اوّلین ترجیح یہی ہے کہ مختلف جماعتوں کے مابین اتحاد و یک جہتی کی فضا کو فروغ دیا جائے اور اپنی توانائیاں باہمی مسائل واختلافات پر ضائع کرنے کے بجائے

ملک کے اسلامی تشخص اور دین کی حفاظت پر صرف کی جائیں پوری قوم کو یہ جان کر اطمینان ہونا چاہیے کہ اسلامی قیادت اس مقصد کے لیے متحد ہو چکی ہے ہم نے نام نہاد فرقہ واریت کے غبارے سے ہوا نکال دی ہے، ہم نے کہہ دیا ہے کہ مسجدوں اور امام بارگاہوں کے دشمن ہمارے دشمن ہیں، علامہ ساجد نقوی نے بڑی دلسوزی سے کہا کہ اگر ہماری طرف سے ایک بھی تخریب کاری ثابت ہو جائے تو میں تحریک جعفریہ توڑ کر گھر بیٹھ جاؤں گا۔ اس طرح سپاہِ صحابہؓ کے قائدین نے بھی بڑی دردمندی سے اپنے جذبات کا اظہار کیا سب نے اس پر یقین کا اظہار کیا کہ علمی مباحث، کلاشنکوف اور تلوار کی لڑائی نہیں، ہم نے علماءِ دین کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والوں کو بتا دیا ہے کہ ہم ملک وملت کے مفاد کے لیے ایک چھت کے نیچے بیٹھ سکتے ہیں یہ امریکہ اور باطل قوتوں کے خلاف ہمارا اعلان جنگ ہے ہمیں معلوم ہے جو آگ بھڑکانے کی کوشش کی جارہی ہے وہ شیعہ اور سنی میں تمیز نہیں کرے گی ہم نے حکومت کو بھی یہی پیغام دیا ہے کہ امریکہ کی خوشنودی کو اسلام دشمنی کی حد تک نہ لے جاؤ، ہم نے ہر قسم کی دہشت گردی سے لاتعلقی کا اعلان کردیا ہے، مساجد اور امام بارگاہوں پر گولیاں برسانے والے نہ سنی ہیں نہ شیعہ حکومت انہیں گرفتار کرے اور سامنے لائے ورنہ ہم یہی سمجھیں گے کہ حکومت خود ملوث ہے، جب ایک ہی نمبر والی پیلی ٹیکسی سے مسجد پر بھی فائرنگ ہوتی ہے اور امام بارگاہ پر بھی تو حکومت اس کا الزام کس کو دے سکتی ہے۔ (ہفت روزہ ''تکبیر'' اپریل، ۱۹۹۵ء)

عالمی وحدت امت کانفرنس تہران اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا کردار

''ملی یکجہتی کونسل'' کا سب سے بڑا کارنامہ تمام فرقوں اور مکاتب فکر کا ایک ضابطۂ اخلاق پر اتفاق کرانا ہے۔ ۲۴ اپریل ۱۹۹۵ء کو اسلام آباد میں کونسل کی خصوصی کمیٹی کا اس میثاق وحدت اور ۱۷ نکات پر مشتمل ضابطۂ اخلاق پر اتفاق ہوا جسے ملی یکجہتی کونسل نے بالاتفاق دستخط کر کے منظور کیا یہ ہماری تاریخ کا ایک سنہری کارنامہ ہے۔ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اور جو وحدت امت کیلئے ہمیشہ قابل تقلید رہنما اور نشان راہ بن سکتی ہے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے تہران کی عالمی وحدت اسلامی کی کانفرنس میں اس میثاقِ وحدت کو پیش کیا، کانفرنس کے منتظمین نے فوری طور پر اسے عربی، فارسی اور اردو میں طبع کرا کر شرکاء میں تقسیم کیا جنہوں نے اس کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ مولانا شہیدؒ کے خطاب کا خلاصہ یہ ہے کہ فرقہ واریت تقسیم در تقسیم کانفرنسوں اور خطابات سے ختم نہیں ہوسکتی اس کیلئے ٹھوس اقدامات کرنے چاہئیں اور ایران اس ضابطۂ اخلاق پر عمل کرا کر ہی اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو سکے گا۔ (''مکاتیب مشاہیر'' ۲۸۹/۷)

مذہبی منافرت کے خاتمے کے لئے عالمی وحدت امت کانفرنس کے اہم نکات

مذہبی منافرت کو ختم کرنے کیلئے مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور ملی مجلس کے اراکین نے جو ضابطہ اخلاق پیش کیا اس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:

(۱) اختلافات اور بگاڑ کو دور کرنے کے لئے ایک اہم ضرورت یہ ہے کہ تمام مکاتب فکر نظم مملکت اور نفاذ شریعت کے لئے ایک بنیاد پر متفق ہوں چنانچہ اس مقصد کے لئے ہم ۳۱ر سرکردہ علماء کے ۲۲ر نکات کو بنیاد بنانے پر متفق ہیں۔

(۲) ہم ملک میں مذہب کے نام پر دہشت گردی اور قتل و غارت گری کو اسلام کے خلاف سمجھنے، اس کی پرزور مذمت کرنے اور اس سے اظہار براءت کرنے پر متفق ہیں۔

(۳) کسی بھی اسلامی فرقہ کو کافر اور اس کے افراد کو واجب القتل قرار دینا غیر اسلامی اور قابل نفرت فعل ہے۔

(۴) الف: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وحرمت ہمارے ایمان کی بنیاد ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی طرح کی توہین کے مرتکب فرد کے شرعاً، قانوناً موت کی سزا کا مستحق ہونے پر ہم متفق ہیں، اسلئے توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملکی قانون پر ہم اس ہر ترمیم کو مسترد کریں گے اور متفق اور متحد ہوکر اسکی مخالفت کریں گے جو توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرتکب ہو۔
ب: عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم عظمت اہل بیتؓ اطہار و امام مہدی، عظمت ازواج مطہراتؓ اور عظمت صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ ایمان کا جز ہے ان کی تکفیر کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور ان کی توہین وتنقیص حرام اور قابل مذمت وتقریر جرم ہے۔

(۵) ایسی ہر تقریر وتحریر سے گریز واجتناب کیا جائے گا جو کسی بھی مکتب فکر کی دل آزاری اور اشتعال کا باعث بن سکتی ہے۔

(۶) شر انگیز اور دل آزار کتابوں، پمفلٹوں اور تحریروں کی اشاعت، تقسیم وترسیل نہیں کی جائے گی۔

(۷) اشتعال انگیز اور نفرت انگیز مواد پر مبنی ویڈیو، آڈیو کیسٹوں وغیرہ پر مکمل پابندی ہوگی اور ایسی کیسٹیں چلانے والا قابل سزا ہوگا۔

(۸) دل آزار، نفرت آمیز اور اشتعال انگیز نعروں سے مکمل احتراز کیا جائے گا۔

(۹) دیواروں، ریل گاڑیوں، بسوں اور دیگر مقامات پر دل آزار نعرے اور عبارتیں لکھنے پر مکمل پابندی ہوگی۔

(۱۰) تمام مسالک کے اکابرین کا احترام کیا جائے گا۔

(۱۱) تمام مکاتب فکر کے مقامات مقدسہ اور عبادت گاہوں کے احترام وتحفظ کو یقینی بنایا جائے گا۔
(۱۲) جلسوں، جلوسوں، مساجد اور عبادت گاہوں میں اسلحہ خصوصاً غیر قانونی اسلحہ کی نمائش نہیں ہوگی۔
(۱۳) عوامی اجتماعات اور جمعہ کے خطبات میں ایسی تقریریں کی جائیں گی جن سے مسلمانوں کے درمیان اتحاد واتفاق پیدا کرنے میں مدد ملے۔
(۱۴) عوامی سطح پر ایسے اجتماعات منعقد کیے جائیں گے جن سے تمام مکاتب فکر کے علماء بیک وقت خطاب کر کے ملی یکجہتی کا عملی مظاہرہ کریں۔
(۱۵) مختلف مکاتب فکر کے اور مشترکہ عقائد ونکات کی تبلیغ اور نشر واشاعت کا اہتمام کیا جائے گا۔
(۱۶) باہمی تنازعات کو افہام وتفہیم اور تحمل ورواداری کی بنیاد پر طے کیا جائے گا۔
(۱۷) ضابطۂ اخلاق کے عملی نفاذ کے لیے ایک اعلیٰ اختیاراتی بورڈ تشکیل دیا جائے گا جو اس ضابطہ کی خلاف ورزی کی شکایات کا جائزہ لے کر اپنا فیصلہ صادر کرے گا اور خلاف ورزی کے مرتکب کے خلاف کاروائی کی سفارش کرے گا۔ (''مکاتیب مشاہیر'' ۷/۲۹۵)

مذہبی منافرت کے خاتمے پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی خدمات کو خراج تحسین

مذہبی نفرت اور فرقہ واریت کے روک تھام کے لئے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی خدمات کو ملکی اور بین الاقوامی سطح پر بہت سراہا گیا۔ ''ملی یکجہتی کونسل'' میں شامل اہم جماعت سوادِ اعظم اہل سنت پاکستان نے قائد جمعیت سینیٹر مولانا سمیع الحق کے اعزاز میں ۳۰ مارچ ۹۶ء کو ان کے دورۂ کراچی کے موقع پر ایک اہم استقبالیہ دیا جس میں کراچی کے مختلف مکاتبِ فکر اور جماعتوں کے ممتاز زعماء، دانشوروں، علماء ومشائخ نے شرکت کی۔ اس موقع پر سوادِ اعظم اہل سنت کے سربراہ شیخ الحدیث مولانا محمد اسفندیار خان مرحوم نے مولانا سمیع الحق کی خدمت میں مندرجہ ذیل سپاسنامہ پیش کیا، جس سے فرقہ واریت کے خاتمے میں مولانا سمیع الحق کی خدمات کا اندازہ لگتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

جنابِ والا! پورے ملک اور خصوصاً شہر کراچی میں فرقہ واریت، قتل ودہشت گردی عروج پر تھی، مسجدیں لہولہان تھیں، علماء اور نمازیوں کو قتل کردیا جاتا تھا، عوام عدمِ تحفظ کا شکار تھے۔ اسلام دشمن عناصر دینی قوتوں، دینی اداروں اور مذہبی رہنماؤں پر بنیاد پرستی، دہشت گردی اور تشدد پسندی کا الزام لگا کر انہیں دنیا میں بدنام کرنے کی ناکام سازشیں کررہے تھے تو دوسری طرف موجودہ غیر شرعی نسوانی حکومت اپنی نااہلی اور ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لئے علماء اور دینی قوتوں کو موردِ الزام ٹھہرا رہی تھی۔ ناموسِ رسالت صلی اللہ

علیہ وسلم، دینی اقدار، شعائر اسلام کی توہین اور مقاصد پاکستان سے انحراف کے مظاہرے عام تھے۔ پوری قوم علماء اور دینی قوتوں کے خلاف امریکی، مغربی اور یہود و ہنود کی جانب سے میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ پھیلائے جانے والے زہریلے پروپیگنڈے سے متأثر ہوچکی تھی کہ یکا یک ایک مردِ آہن، یادگارِ اسلام مولانا سمیع الحق کی بالغ نظری، دوراندیشی نے اپنا اثر دکھانا شروع کردیا اور بالآخر اس مردِ مؤمن اور مردِ حق مولانا سمیع الحق نے امریکہ اور اسلام دشمن طاغوتی عناصر کی سرکوبی اور اسلام و نظریۂ پاکستان کے تحفظ کے لئے زعماءِ ملت کے ایک مؤثر اتحاد کی ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہوئے ملک کی تمام دینی قوتوں پر مشتمل ایک جماعت ''ملی یکجہتی کونسل'' کی داغ بیل ڈالی۔ یہ امر بھی انتہائی قابل تحسین ہے کہ ''ملی یکجہتی کونسل'' میں شامل جماعتوں کے قائدین و رہنماؤں نے بلا امتیاز مسلک اور رنگ و نسل کے اس نازک مرحلہ اور سنگین حالات میں اپنے عظیم اتحاد کا عملی مظاہرہ کرکے اسلام دشمن قوتوں کے مذموم عزائم کو خاک میں ملادیا۔ ملی یکجہتی کونسل کی ناموسِ رسالتؐ کے تحفظ کے لئے کی جانے والی ملک گیر تاریخی پہیہ جام ہڑتال کی شاندار کامیابی نے امریکہ کی کاسہ لیس حکومت اور اُس کے بیرونی آقاؤں پر یہ واضح کردیا کہ ہم ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، دینی اقدار اور اسلام کی عظمت کے تحفظ و تقدس کے لئے متحد ہیں اور رہیں گے اور اس سلسلہ میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ (الحق: مئی ۱۹۹۶ء)

''ملی یکجہتی کونسل'' کا احیاء وقت کی ضرورت

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے میڈیا اور دینی وسیاسی اجتماعات میں لوگوں پر یہ بات واضح کی کہ ''ملی یکجہتی کونسل'' کا احیاء وقت کی ضرورت ہے، فروعی مسائل کو پیچھے دھکیل کرکے اتحاد کرنا چاہئے۔ چنانچہ آپ شہیدؒ نے فرمایا: ایک بار پھر ''ملی یکجہتی کونسل'' کا احیاء وقت کا تقاضا ہے، پاکستانی قوم ہمارے دینی رہنماؤں کو متحد الفکر اور متفق العمل دیکھنا چاہتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ مختلف فرقوں نے مختلف حوالوں سے طوفان اُٹھانے کے اعلان کیے، تحریکیں چلانے کی کوشش کی، جلسے بھڑکائے، کاروان چلائے مگر قوم نے انکی کسی اپیل پر کان نہیں دھرے، جب بھی علماءِ اُمت اور مذہبی قائدین جمع ہوئے، انکے ہر حکم پر قوم نے دل وجان سے لبیک کہا اور تمام شیطانی قوتوں کے عزائم خاک میں ملا دیئے۔ عمائدین مذہب وملت سے درخواست ہے کہ وہ متحد ہوں، عوام انہیں اتحاد و اتفاق کی فضا میں دیکھنا چاہتے ہیں، وہ انہیں کسی خاص جماعت کا جھنڈا اُٹھائے دیکھ کر خوش نہیں ہوتے۔ علماء کو چاہیے کہ وہ فرقوں کے بجائے اُمت، ملک کے بجائے اسلام اور فروعی مسائل کے بجائے ملی مسائل کی بات کریں، قوم انہیں مایوس نہیں کرے گی۔

مولانا انعام الرحمٰن شانگلوی
ناظم مدرسہ تحسین القرآن نوشہرہ

ردقادیانیت میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا تاریخی کردار

برادرم مولانا انعام الرحمٰن شانگلوی صاحب، جامعہ حقانیہ کے قابل فاضل اورحضرت والد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے خصوصی شاگردوں میں سے ہیں ،اللہ تعالیٰ نے انہیں متعدد علمی اور انتظامی صلاحیتوں سے مالا مال فرمایا ہے، ان دنوں وفاقی اردو یونیورسٹی اسلام آباد سے پی ایچ ڈی بھی کررہے ہیں۔''دارالعلوم حقانیہ اوررد قادیانیت'' کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب مرتب کر چکے ہیں، زیرنظر اہم مضمون آپ کے طویل مؤقر مقالے کا خلاصہ ہے۔آپ اس وقت جامعہ تحسین القرآن میں مدرس اور نظامت کی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں(مدیر)

اسلامی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو ہر دوراور ہروقت میں ایسے واقعات اور کارنامے دیکھنے کو ملتے ہیں جن کے ذریعے انسان میں قوت ارادی، سوچ وتفکر، محنت و جذبہ جیسے ارتقائی منازل طے کرنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے اوراپنے خالق حقیقی پر بھروسہ اورتوکل کے آثار نمایاں ہوجاتے ہیں، خصوصاً اگر علمائے امت اور حاملین کے کارناموں کو دیکھا جائے جنہوں نے کبھی بھی دین متین میں کسی بھی جہت سے رخنہ اندازی کا شائبہ محسوس کیا، ان سے برداشت نہ ہوا اور انہوں نے اصول جاہ ومنزلت کو بالائے طاق رکھ کر کسی بھی لومۃ لائم کی پرواہ کئے بغیر صرف دینی حمیت جذبہ اور رضائے الٰہی کی خاطر اپنے اوقات کو قربان کرکے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اوراس کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن گئے۔استادمحترم مولانا سمیع الحق شہیدؒ اسی قافلے کے ایک نامور سپہ سالار تھے،قرن اول سے عصر حاضر تک پیش آمدہ مسائل کی نظیریں ان کی نظر میں تھیں۔ایوان اقتدار کے ایوانوں اورصحافت کے میدانوں میں انہوں نے ہمیشہ ایسے فتنوں کے سد باب کیلئے علمی وعملی نمونہ پیش کیا۔ان کے قلم نے قادیانیت کا غرور خاک میں ملا دیا،''قادیانیت اورملت اسلامیہ کے موقف'' سے لیکر''دارالعلوم حقانیہ اوررد قادیانیت'' تک کی کتابیں اورقلمی شاہکاران کے مجاہدانہ کردار کی عظیم مثال ہے۔

ردقادیانیت میں کردار کا خلاصہ

اڑتیس (۳۸) سال تک پارلیمنٹ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا قادیانی طاغوت کے تعاقب کا دورانیہ تین ادوار پر مشتمل ہے۔

(۱) قومی اسمبلی

مولانا سمیع الحقؒ ۷۰ء سے ۷۷ء تک اپنے والد محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ممبر قومی اسمبلی منتخب ہونے کے بعد پس پردہ رہ کر حضرت شیخ الحدیث کے نام پر قادیانیت کی شرانگیزیوں پر ایوان کو توجہ دلاتے رہے۔اُس دور کی تفصیلی رپورٹ ،''قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ'' نامی کتاب جو''مؤتمر المصنفین '' دارالعلوم حقانیہ نے شائع کی ،اس میں موجود ہے جو چارسوصفحات پر مشتمل ہے۔

(۲) وفاقی مجلس شوریٰ

۸۰ء سے ۸۵ء تک مولانا سمیع الحقؒ نے وفاقی مجلس شوریٰ ، پارلیمنٹ میں مسلسل قادیانیوں پر گہری نظر رکھی ،ملک و بیرون ملک ان کی سرگرمیوں پر اٹھائے گئے سوالات ،تحریک التواء اور قراردادوں کے ذریعے ان کا تعاقب جاری رکھا۔۸۴ء میں بالآخر قومی اسمبلی کے آئینی ترمیم کی عملی تنفیذ کے لئے اس ترمیم کی روشنی میں قانون سازی کرانے میں کامیاب ہوگئے اور صدر ضیاء الحق کے ذریعے قادیانیت آرڈیننس جاری کرایا۔اس کی تفصیلات مولانا کی''وفاقی مجلس شوریٰ'' کی روداد میں موجود ہے ۔آپ کی تحریک اور جدوجہد پر اس وقت کے وزیر اطلاعات راجہ ظفر الحق نے یہ بل اسمبلی میں پیش کیا جس کی تفصیل''ملت اسلامیہ کا موقف'' نامی کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے ۔

(۳) سینیٹ

۸۵ء سے ۲۰۰۸ء تک بیس پچیس سال کے قریب عرصہ میں آپ ہر اہم موقع پر قادیانیت کا احتساب کرتے رہے۔ اڑتیس سال میں وقفوں یا مسلسل قادیانیت سمیت ہر دین دشمن ،ملت فروش شخصیات اور تحریکوں سے پارلیمانی جنگ لڑی اور یہ سعادت بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوئی۔

تحریک ختم نبوتﷺ ۷۴ء میں اہم کردار

۷۴ء کی تحریک ختم نبوتؐ کے متعلق مولانا سمیع الحق شہیدؒ مرحوم نے اپنے کارنامے اور

داستان مرتب کردہ کتاب ''قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف'' میں اس طرح بیان فرمائی:

عالمی استعمار اور اسلام دشمن قوتوں نے ملت مسلمہ کی وحدت و سالمیت، نظریاتی یک جہتی اور سیاسی قوت کو ختم کرنے کیلئے جو حربے استعمال کیے، اس میں قادیانیت ایک ایسی ضرب کاری تھی جس کے مہلک اثرات وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے اور پھیلتے چلے گئے۔ جن علما اور مفکرین امت کو اس فتنہ کی ہلاکت آفرینیوں کا احساس تھا وہ پہلے ہی دن سے اس شجرہ خبیثہ کے قلع قمع کے لیے کمر بستہ ہو گئے اور تحریر و تقریر کی پوری صلاحیتوں سے امت کو اس فرقہ ضالہ کے دجل و تلبیس سے آگاہ کرتے رہے مگر اسلام کے اساسی عقائد توحید و رسالت اور ختم نبوت کی نزاکت و اہمیت سے ناآشنا روشن خیال طبع اسے مولویوں کی ''تنگ نظری'' پر محمول کرتے رہے اور جب مرزائیوں کا آقائے ولی نعمت انگریز برصغیر سے چلا گیا تب بھی پاکستان کے دینی حمیت سے عاری حکمران قادیانیت کے بارے میں جمہور مسلمانوں کی جدوجہد کو نظرانداز کرتے رہے، تاہم آنکہ ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کے مرکز ربوہ کے اسٹیشن پر مسلمان نوجوانوں پر جارحانہ حملہ کی شکل میں ایک لطیفہ غائبی رونما ہوا۔ اس ظالمانہ جسارت نے پاکستان کے عام مسلمانوں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ دینی حمیت کا جو لاوا اندر ہی اندر پک رہا تھا وہ یک لخت پھٹ پڑا اور ایمان کی چنگاری شعلہ جوالہ بن گئی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر اور ملک کے دیگر جید علما و مشائخ کی جدوجہد اور رہنمائی نے احتجاج کو ایک ہمہ گیر اور منظم تحریک کی شکل میں بدل دیا اور ''مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کی صورت میں ملک کے ہر مکتب فکر کے اکابر علما، ممتاز قومی رہنماؤں اور اہم دینی جماعتوں کا ایک متحدہ پلیٹ فارم وجود میں آیا۔ پوری ملت کے اتحاد و یگانگت کا ایسا روح پرور اور باطل شکن مظاہرہ برصغیر میں کم ہی دیکھنے میں آیا ہوگا اور یہ کرشمہ تھا اس والہانہ عشق و محبت، ایمان آفرین قلبی تعلق اور روحانی رابطوں کا جو ہر ادنیٰ امتی اور غلام کو آقائے دو جہان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے۔ یہ تحریک ایمان و یقین اور عشق و محبت کی بنیادوں پر اٹھی اور سورج کی روشنی اور حرارت کی طرح ملک کے گوشے گوشے کو روشن اور گرما گئی۔ ادھر اس وقت کی سوشلزم اور لادینیت کی علم بردار حکومت اس تحریک کو اولاً سختی سے دباتی رہی۔ اس میں کامیابی نظر نہ آئی تو لطائف الحیل سے ٹالنا چاہا۔ زعمائے تحریک کی کردار کشی، ذرائع ابلاغ سے پروپیگنڈا الغرض یہ سارے ہتھکنڈے استعمال ہوتے رہے مگر جب پانی سر سے گزرنے لگا تو بالآخر حکومت وقت نے امت کے اس اجماعی اور طے شدہ مسئلہ کو غور و خوض کے لیے قومی اسمبلی کے سپرد کر دینے کا فیصلہ کیا۔

اس غرض سے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی کی حیثیت دی گئی اور طے پایا کہ مرزائیوں کی ہر دو

جماعتوں (قادیانی اور لاہوری) کے سربراہوں کو اپنا موقف پیش کرنے دیا جائے اور قومی اتحاد کے علماء وارکان دلائل و براہین سے اپنا موقف پیش کریں، پھر اس کی روشنی میں قومی اسمبلی کوئی آئینی قدم اٹھائے۔ میرے نزدیک اس فیصلہ کے مضمرات میں بھی یہی ارادہ کارفرما تھا کہ اس طویل بحث و مباحثہ اور نقد و جرح کے لیے پچیس تیس دن کا جو موقع درکار ہوگا، اس دوران تحریک کی شدت ختم ہوجائے گی اور کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کا یہ سوسالہ مطالبہ ایک بار پھر التوا میں ڈال دیا جائے گا مگر اللہ تعالیٰ کی کرم گستری مسلمانوں کے شامل حال تھی۔ ''مجلس عمل'' کے اکابر نے فیصلہ کیا کہ ایک طرف تو قومی اسمبلی کے محاذ پر اس دجالی فرقہ کے ائمہ دجل و تلبیس کا رد در رد دلائل و براہین سے مقابلہ کیا جائے اور ارکان اسمبلی پر قادیانیت کے خلاف اسلامی عقائد اور مذموم عزائم آشکارا کیے جائیں اور دوسری طرف ملک بھر میں تحریک کو اسی زور و شور سے جاری رکھا جائے جب تک کہ قومی اسمبلی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دے۔

اس وقت مختلف مکاتب فکر کے اکابر علما اور جماعتوں کے زعما قومی اسمبلی کے اجلاس کی وجہ سے راولپنڈی میں تھے۔ مجلس عمل کے صدر محدث کبیر علام العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرکردہ مبلغین کی معیت میں راولپنڈی کو ہیڈکوارٹر بنا چکے تھے۔ ادھر حکومت کی ہدایات تھیں کہ ہر فریق یا جو رکن قومی اسمبلی میں کوئی تحریری بیان داخل کرانا چاہے، اسے ایک ہفتہ کے اندر اندر پیش کرنا پڑے گا۔ اس لحاظ سے وقت نہایت کم اور موضوع نہایت گھمبیر، نازک اور ہمہ پہلو سیر حاصل روشنی ڈالنے کا مستحق، ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کتاب کی تیاری کا فیصلہ کیا گیا، مجلس تحفظ ختم نبوت کے کہنہ مشق مبلغین جن کی زندگی قادیانیت کے تعاقب میں گزری تھی۔ قادیانیوں کی اصل کتابوں، اخبارات و رسائل کے انبار کیساتھ راولپنڈی بلا لیے گئے۔ تالیف کتاب کے لیے قرعہ فال ناچیز راقم الحروف (سمیع الحق) اور برادر محترم فاضل اجل مولانا محمد تقی عثمانی کراچی کے نام نکلا۔

کتابت کے لیے لاہور سے سلطان الکاتبین جناب سید نفیس الحسینی (نفیس رقم) اپنے چیدہ اور ماہر خوشنویس تلامذہ کی ٹیم کے ساتھ پہنچ گئے۔ حضرت مولانا بنوری قدس سرہ امیر مجلس کی قیادت میں راولپنڈی صدر کے ایک قدیم ہوٹل میٹرو پول کو اپنا مستقر بنایا تھا، جو کسی زمانہ میں شان بان کا ہوٹل رہا ہوگا مگر اب اپنی قدامت اور بوسیدگی کی وجہ سے ازکار رفتہ بن چکا تھا اور اس کے صاحب خیر مالک نے اسے تحریک کے دوران استعمال کرنے کے لیے پیش کیا تھا۔

ہم سب لوگ ایک جنگی مہم کی طرح اس کتاب کی تیاری میں لگ گئے۔ ایک حصہ راقم

الحروف اور ایک حصہ برادرم مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے جاتے جو ورق تیار ہوتا، ختم نبوتؐ کے مبلغین حضرت مولانا محمد حیات صاحب مرحوم فاتح قادیان، حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب اور دیگر حضرات اپنی بڑی بڑی پیٹیوں میں بند مرزا غلام احمد اور اس کے جانشینوں کی اصل کتابوں اور قدیم دور کے الفضل وغیرہ رسائل کو ٹٹول ٹٹول کر کتاب میں دیے گئے حوالوں کا اصل متن سے تطبیق کراتے۔ یہ تحقیق اور مراجعت اس لیے بھی ضروری تھی کہ قادیانی دجل وتلبیس کا ایک حربہ یہ بھی رہا ہے کہ وہ ایڈیشنوں کو بدل بدل کر چھاپتے ہیں اور بحث ومناظرہ کے دوران حوالہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اس صورت حال سے بچنے کے لیے یہ طے پایا تھا کہ جو بھی فریق اپنے تحریری وتقریری بیانات میں کوئی حوالہ دے گا تو اصل کتاب یا ماخذ بھی اسمبلی میں پیش کرے گا۔ اس طرح اس کتاب میں دیئے گئے حوالوں کی وجہ سے دو ڈھائی سو قادیانی کتابیں، رسائل اور مجلّات بھی اسمبلی میں پیش کرنی تھیں۔ کتاب کا جتنا بھی مسودہ مرتب ہوجاتا، ہم لوگ اسے مولانا بنوری قدس سرہ کی معیت میں قومی اسمبلی میں شامل اس وقت کے اکابر علماء وزعماء مجلس عمل کو سناتے۔

الغرض ''ملت اسلامیہ کا موقف'' یا قادیانیوں کی سو سالہ جارحیت، بغاوت اور ظلم وستم، دجل وتلبیس پر مبنی داستان یا بیان استغاثہ مرتب ہوگیا۔ الحمدللہ کہ مختصر اور ہنگامہ خیز حالات میں بھی موضوع کے دینی، علمی اور سیاسی ہر ہر پہلو پر سیر حاصل بحث ومواد اس میں آ گیا۔ کتاب مکمل ہوئی، جو بڑی مشکل نظر آ رہی تھی تو سب حضرات نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور بقول حضرت علامہ بنوری مرحوم یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات عالیہ کا کرشمہ اور ان ہی کا ایک معجزہ تھا کہ یہ سارا معرکہ ایسی افراتفری میں صرف ہفتہ بھر میں سر ہوگیا۔ اس کے بعد قومی اسمبلی کے بند اجلاس شروع ہوئے۔ کتاب بھی قانوناً صرف قومی اسمبلی کے ارکان میں تقسیم کردی گئی۔ پریس کو یا کسی غیر رکن میں اس کی تشہیر خلاف قانون تھی۔

اس وقت قادیانیوں کے دو سربراہ مرزا ناصر احمد اور صدرالدین لاہوری بھی اپنے اپنے بیانات کے ساتھ قومی اسمبلی میں پیش ہوئے۔ اس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کے توسط سے جرح بھی ہوتی رہی، مسلمانوں کی طرف سے پیش نظر کتاب اسمبلی میں پڑھ کر سنانے کی سعادت بھی ہمارے مخدوم مولانا مفتی محمود قدس سرہ کے حصہ میں آئی، اس لیے کہ وہ اسمبلی میں موجود اس وقت کے مختلف مکاتب فکر اور سیاسی جماعتوں کے حزب اختلاف کے رہنما تھے اور انہی پر اتفاق ہونا تھا۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم نے اجلاس کی کئی نشستوں میں کتاب پڑھ کر سنائی اور پورے ارکان

نے ہمہ تن گوش ہو کر توجہ سے سنی۔ اکثریت جو پیپلز پارٹی کے ارکان اور وزراء کی تھی، انہیں نہ تو کبھی قادیانی جماعت کے مذہبی اعتقادات اور پیچ در پیچ اصطلاحات وتاویلات پر غور کا اتفاق ہوا تھا اور نہ مذہبی اقدار سے وہ آگاہ تھے، پھر اس فرقے کا سیاسی پہلو، استعماری سرگرمیوں اور عالم اسلام بالخصوص پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیوں، برطانوی سامراج کا اس کی تشکیل وترقی اور اشاعت میں سرگرم حصہ، تقسیم ملک کے وقت قادیانیوں کا شرم ناک کردار، عالم عرب کے خلاف اسرائیل اور مغربی سامراج کا آلہ کار ہونے کی تفصیلات اور اس کے قرائن وشواہد یہ سب باتیں جب ان لوگوں کے علم میں آئیں تو وہ محو حیرت ہو گئے اور ان کے دلوں میں جو نرم گوشہ تھا، وہ نفرت سے بدل گیا۔ اس دوران مرزائیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور ان کے ہمراہ صدرالدین لاہوری کی جولن ترانیاں، دلائل سے گریز، بیانات میں تضاد اور بے سروپا تاویلات کے جو مناظر ایوان کے سامنے آئے اس نے اور بھی سونے پر سہاگہ کا کام دیا، بہرحال! ایک طویل بحث ومناقشہ اور رد وقدح کے بعد اسمبلی نے متفقہ طور پر وہ ایمان آفریں فیصلہ کیا، جس کے نتیجہ میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے اور آئین میں ترمیم کے ذریعہ ملت مسلمہ کے اس موقف پر مہر حقانیت ثبت کر لی گئی۔

مسلمانوں کی اس عظیم فتح میں پیش نظر کتاب کا ایک بنیادی کردار ہے۔ یہ ایک تاریخی دستاویز ہے جو اس تحریک کا زریں باب ہے مگر بعض ناگزیر حالات بالخصوص قومی اسمبلی کے اس بحث ومباحثہ کی اشاعت پر پابندی کی وجہ سے یہ کتاب اپنی اصلی شکل میں مسلمانوں کے سامنے تاحال نہیں آسکی تھی۔ اصل شکل میں اس لیے کہ حضرت بنوری قدس سرہ نے اپنے ہاں سے اس کا عربی ترجمہ موقف الأمة الاسلامية من القاديانية کے نام سے بڑے اہتمام سے شائع کرا کر اسے عالم عرب میں تقسیم کرایا اور دارالعلوم کراچی کے زیر اہتمام اس کا انگریزی ترجمہ (The view of the Ummah on Qadyanism) چھپ کر شائع ہوا مگر کتاب اپنے اصل متن اور اصل شکل میں پہلی بار شائع کی جارہی ہے کیونکہ اس وقت چند ہی محدود نسخے صرف ارکان اسمبلی اور زعمائے حکومت میں تقسیم کیے گئے تھے۔

یہ میری دیرینہ آرزو تھی کہ یہ سعادت ''مؤتمر المصنفین'' دارالعلوم حقانیہ کو نصیب ہو اور الحمدللہ کہ یہ تمنا آج پوری ہو رہی ہے جبکہ اصل کتاب کی پابندی کا پیریڈ بھی غالباً ختم ہو چکا ہے اور وقت کا تقاضا ہے کہ نہ صرف یہ کتاب بلکہ اس وقت اسمبلی میں کی گئی ساری نقد وجرح اور بحث ومباحثہ کو مرتب کر کے قوم کے سامنے لایا جائے۔ صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحبؒ نے ۱۹۷۴ء کی اس دستوری ترمیم کے منطقی تقاضوں کی تکمیل کے لیے حال ہی میں قادیانیوں کے بارے

میں ایک آرڈیننس کی شکل میں قانون سازی کر کے ایک عظیم الشان قدم بھی اٹھالیا اور ملک و بیرون ملک کے پڑھے لکھے حلقوں میں قادیانیت کے پس منظر اور پیش منظر جاننے کی دلچسپی ہے۔ ایسے وقت میں اس کی اشاعت ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت سے نوازے اور یہ قادیانیوں کی دسیسہ کاریوں، سازشوں، اسلام دشمن منصوبوں اور دجالی فلسفہ بحث وتاویل کے سمجھنے کا ذریعہ ثابت ہو۔(وما ذلك على الله بعزيز)

وفاقی مجلس شوریٰ میں قادیانیت کا تعاقب: امتناع قادیانیت آرڈیننس

دستور میں قادیانیت کے بارے میں ترامیم کو تنفیذی شکل دینے کے لیے مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے وفاقی مجلس شوریٰ میں بھرپور اور طویل جدو جہد کی، جس کے نتیجہ میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا۔ اس آرڈیننس پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ایک طویل اور پرمغز تبصرہ ماہنامہ ''الحق'' کے شمارہ اپریل ۱۹۸۴ء میں کیا۔

قادیانیوں کے بارے میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کی جانب سے جاری کردہ تازہ آرڈیننس کے ذریعہ مسیلمہ پنجاب متنبّی کذاب مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں (قادیانی اور لاہوری دونوں گروپوں) کو ہر طرح کی خلاف اسلام سرگرمیوں سے روک دیا گیا ہے اور تعزیرات پاکستان میں ایک نئی دفعہ ۲۹۸ب شامل کردی گئی ہے جس کی رو سے قادیانی اسلام اور مسلمانوں کی مخصوص اصطلاحات استعمال نہ کرسکیں گے، نہ اذان دے سکیں گے، نہ اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہہ سکیں گے، نہ اپنے آپ کو بالواسطہ مسلمان ظاہر کرسکیں گے اور نہ ہی اپنے مذہب کو اسلام کا نام دے کر اس کی تبلیغ وتشہیر کرسکیں گے، نہ ہی کسی ایسی حرکت کے مجاز ہوں گے جس سے مسلمانوں کے احساسات وجذبات مجروح ہوں۔

یہ فیصلہ کتنا اہم، نہایت ضروری، معقول اور قابل تحسین وتبریک ہے؟ اور کتنی گہرائی اور دوررس نتائج کا حامل ہے؟ اس کا اندازہ وہ لوگ کرسکیں گے جن کی نظر مرزائیت کی تاریخ، پس منظر، محرکات وعزائم اور ملت مسلمہ کے خلاف اس جماعت کی ریشہ دوانیوں، گھناؤنی سازشوں اور اسلام دشمنی کے منظّم اور مربوط ہمہ گیر منصوبوں پر ہے۔ مسلمانوں کے جن حساس، عاقبت اندیش اور اسلامی درد سے سرشار قائدین اور زعماء کو اللہ تعالیٰ نے مرزائیت کے بارے میں دل بینا اور دولت شرح صدر سے نوازا تھا انہوں نے اس صدی کے آغاز ہی سے علمی، فکری، سیاسی اور عوامی ہر محاذ پر اور پوری شدومد سے اس کے سیاسی، مذہبی اور معاشرتی خطرات سے مسلمانوں کو اور برصغیر کی حکومتوں کو آگاہ

کرنا اپنا اولین فریضہ سمجھا وہ نازک اور پرخطر حالات میں بھی علم جہاد لہراتے رہے، انہیں للکارتے رہے اور مسلمانوں کو اس مارِ آستین سے بچنے کیلئے جھنجھوڑتے رہے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ، پیر صاحب گولڑہ شریفؒ، مفکر اسلام علامہ محمد اقبالؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کی پوری جماعت مولانا ظفر علی خانؒ، شورش کاشمیریؒ، علامہ یوسف بنوریؒ اور ایسے ہزاروں علماء، مفکرین، زعماء اور مصنفین، مناظر، صحافی اور مبلغ تھے جن کی زندگی کا اہم ترین مشن ان غداران خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور سارقین تاج وتخت ختم نبوتؐ کا محاسبہ اور تعاقب رہا۔ جنہوں نے خواجہ یثرب صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس ختم نبوتؐ کی حفاظت کی جدوجہد میں اپنی زندگیاں تج دیں اور کتنے سعادت مند تھے جو اس راہ میں کٹ مر کر خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے اور شفاعت آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور خوشنودی نبی اولین وآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی ابدی سعادت سے مالا مال ہوئے۔

ان تمام قربانیوں کے نتیجہ میں اور ملت مسلمہ کے مومنانہ جد وجہد اور اتحاد کے ثمرہ میں ۱۹۷۴ء میں عوامی دباؤ سے مجبور و بے بس ہوکر اس وقت کی بے دین حکومت نے گھٹنے ٹیک دیئے اور دستور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ یہ قادیانیوں کے خلاف مسلمانوں کی اولین فتح تھی مگر اس وقت کی حکومت علماء اور مسلمانوں کے مسلسل مطالبہ کے باوجود اس دستور کے عملی تقاضوں کو یکسر نظر انداز کرتی رہی اور قادیانیوں کے بارے میں کسی قسم کی قانون سازی سے گریز ہوتا رہا یہاں تک کہ موجودہ حکومت کا دور آیا مگر بات وہیں کی وہیں ہی رہی۔ مسلمانوں کی یہ دستوری فتح عملی تقاضوں کی تکمیل نہ ہوسکنے کی وجہ سے کاغذی اور رسمی فتح رہی۔ نتیجتاً دشمن پوشیدہ اور اعلانیہ داخلی اور خارجی سرگرمیوں میں منہمک رہا، ادھر مسلمانوں میں اضطراب اور بے چینی کی لہریں اٹھ اٹھ کر دبتی رہیں، لاوا پکتا رہا، آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی، دبی ہوئی چنگاریاں بھڑکنے ہی والی تھیں کہ خداوند قدوس نے مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس کی کل جماعتی مجلس عمل کے بروقت احساس اور خالص دینی و مذہبی غیر سیاسی تحریک کے نتیجہ میں موجودہ حکومت اور اس کے سربراہ جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحبؒ کو توفیق دی کہ وہ اس شجرہ خبیثہ پر اس آرڈیننس کی شکل میں کاری ضرب لگادیں اور نفاق کے لبادہ میں ملبوس کفر وارتداد کے اس بے لگام گھوڑے کو لگام لگ جائے۔

یہ فیصلہ ایک ایسا جرأت مندانہ اور مؤمنانہ فیصلہ ہے جس سے ہمارے اکابر کی پچھلی ایک صدی کی قربانیاں ٹھکانے لگ گئی ہیں اور جہد وعمل کا ایک طویل سفر منزل آشنا ہوگیا ہے۔ عالم اسلام کو صرف اور صرف ذہنی انتشار اور فکری اضطراب میں مبتلا کردینے والے دشمنان اسلام منافقین قادیان

کا پردہ نفاق چاک کردیا گیا اور گویا ایک صدی سے مسلمانوں کیلئے سوہان روح بنا ہوا مسئلہ کافی حد تک حل ہوگیا ہے، بلاشبہ یہ ایک ایسا روح پرور اور ایمان افزا فیصلہ ہے جس کے نور سے ساری کائنات منور اور جس کی خوش بو سے فضائے بسیط معطر ہے۔ ملائے اعلیٰ میں بہار آ گئی ہے اور عالم علیین میں علامہ کشمیریؒ، عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، علامہ اقبالؒ اور حضرت بنوریؒ کی ارواح کی آسودگیوں میں اضافہ ہوگیا ہے اور دوسری طرف کفر تھرا گیا ہے، نفاق کی مسجد ضرار زمین بوس ہوگئی اور دجالی نبوت کے کنگرے پیوند خاک ہوگئے ہیں، باطل لرز اٹھا ہے اور جعلی نبوت کے ظلمت کدوں کی تاریکی اور بڑھ گئی ہے۔ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا اور شفاعتِ کبریٰ کے امیدوار اسے حرارت ایمانی اور حمیت ناموس رسالت کی ترجمانی کرنے والا فیصلہ قرار دیتے ہیں، ایک ایسا فیصلہ جسے ملت اسلامیہ کی تاریخ میں ہمیشہ جلی اور سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

اس عظیم خوشی میں بدقسمتی سے اگر شریک نہیں ہیں تو چند ایسے طالع آزما سیاستدان جو ''بغض معاویہ'' میں اس حد تک مبتلا ہیں کہ جب تک وہ لیلائے مقصود (حکومت و اقتدار) سے ہم کنار نہ ہوں، نہ ان کی آنکھیں کھل سکیں گی، نہ دلوں پر پڑے ہوئے دبیز پردے ہٹ سکیں گے۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ جن کے قلب و ذہن میں ایمان اور مذہب کی کوئی کرن پڑتی ہی نہیں کہ وہ لبرل ازم، لادینیت اور سیکولرازم کی ظلمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور کچھ وہ جو نام نہاد مغربی جمہوریت کے عشق و محبت میں ہر دوسرا مسئلہ ثانوی اور ضمنی خیال کرتے ہیں خواہ وہ نفاذ اسلام کا ہو یا تحفظ ختم نبوت کا یا قوم کی فکری، اخلاقی تطہیر اور معاشی استحکام اور معاشرتی امن وسکون کا، انہیں اگر سروکار ہے تو جمہوریت اور الیکشنوں سے، خواہ اس کے نتیجہ میں پوری قوم نئے سرے سے فکری انتشار، باہمی افتراق و اختلاف، خانہ جنگی، اباحیت اور طوائف الملوکی کا شکار کیوں نہ ہوجائے۔ اس لحاظ سے اس فیصلہ کا یہ پہلو خاص طور سے مسلمانوں کو دعوت فکر دے رہا ہے کہ سیاست و جمہوریت کے علم بردار اکثر لیڈر بالخصوص جو سیکولرازم کے داعی یا ان کے اتحادی ہیں وہ نہ صرف اس فیصلہ پر مہر بہ لب رہے بلکہ اکثر اخباری نمائندوں کی چھیڑ چھاڑ سے ان کے دلوں میں قادیانیوں کے لیے نرم گوشے سامنے آ گئے اور کچھ نے تو بدقسمتی سے اس فیصلہ کو بلاوجہ بدگمانیوں کا نشانہ بنایا۔ اسے معمولی، بے اثر اور بے وقعت بنانے کی کوشش کی۔ اس میں مین میخ نکال نکال کر قادیانیوں کو خوش کرنے کی سعی بھی کی۔ بلاشبہ ''بغض معاویہ'' میں اندھے ہوجانے کی یہ عبرت ناک مثالیں ہیں۔ خطرہ ہے کہ اس ردعمل اور طرزعمل کے

نتیجہ میں قادیانی فرقہ اب اپنے آپ کو ایسے سیاسی عناصر کی گود میں ڈالے گا اور لادینی سیاسی عناصر اور طالع آزما سیاست دانوں کا اتحاد آگے چل کر مرزائیوں کی سیاسی پناہ گاہ اور حصار بن سکے گا۔

بہرحال! اب اس انقلابی اقدام کے کچھ لازمی اور منطقی تقاضے ہیں جو حکومت وقت نے فوری طور پر پورے کرنے ہیں جبکہ بدقسمتی سے اس کا انداز کار عام طور پر وقت کو ٹالنا اور مسائل کو ٹرخاتے رہنا ہے کہ گاڑی کسی طرح چلتی رہے اور کوئی ناراض نہ ہو۔جس پالیسی کی وجہ سے اسلامی نظام کی گاڑی ایک ایسی بند گلی میں پھنس کر رہ گئی ہے کہ نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے، چاروں پہیے تو چل رہے ہیں مگر سفر کٹھن اور منزل دور ہوتی جارہی ہے لیکن مرزائیوں کے بارے میں یہ آرڈیننس جاری کر کے اس نے ایک زہریلے سانپ کو مارا نہیں بلکہ صرف زخمی کیا ہے اور جب سانپ بلبلا اٹھا ہے تو وہ کوئی بھی لمحہ ملت مسلمہ اور پاکستان کو ڈسنے کا ضائع نہیں کرے گا، وہ ایک معمولی دشمن نہیں وہ عالمی سامراجیت کا خود کاشتہ اور صیہونیت اور برطانیہ کے بعد اب امریکی سامراج کا پروردہ ہے۔ وہ عالم اسلامی کے تیقظ اور جہاد کے خلاف سامراجیوں کا خفیہ ہتھیار ہے۔ وہ اسرائیل کا گماشتہ ہے (جس کی پوری سیاسی سرگرمیاں اور محرکات اور منصوبوں کی تفصیلات ہماری شایع کردہ کتاب ''قادیان سے اسرائیل تک'' میں پڑھی جاسکتی ہیں) اور وہ ابتدا سے اپنے درپردہ منصوبوں میں مثالی بیدار مغزی، نظم وضبط، ہمہ گیر اور گہرے طریق کار کا ثبوت دے رہا ہے۔ پاکستان تو تقسیم پنجاب اور پھر سقوط مشرقی پاکستان اور عالم عرب قیام اسرائیل کی شکل میں اس کا خمیازہ بھگت چکا ہے۔عوامی ہمدردیاں حاصل کرنا، سیاسی لابیوں سے اپنے مفادات کا حصول، ملکی نظام کے لیے رجال کار کی تیاری اور کلیدی مناصب پر کنٹرول عالمی رائے عامہ کو گمراہ کرنے کے لیے اس کے مخصوص سامراجی ہتھکنڈے ہیں۔ وہ ہوشیاری سے ایسا ہاتھ مارتا ہے کہ پوری قوم سیاسی اور معاشی سطح پر تلملا اٹھتی ہے مگر دشمن پھر بھی نگاہوں سے غائب رہتا ہے۔

فوری کرنے کے کام

اب ایسے دشمن پر موجودہ ضرب لگانے کے بعد اگر روایتی تساہل، درگذر، وسیع الظرفی، رواداری سے کام لیا گیا تو یقیناً نہ تو یہ اس ملک کے بقا واستحکام کے لیے مفید ہوگا اور نہ اس آرڈیننس جاری کرنے والے سربراہ مملکت کے لیے کہ وہ اب ان دونوں پر بھرپور وار کرے گا۔اس لیے وقت کا اولین تقاضا ہے کہ فوری طور پر:

(۱) تمام کلیدی بالخصوص فوج کے اہم مناصب سے قادیانیوں کو برطرف کیا جائے۔

(۲) ملک کے اندر اس کی تنظیموں، سرگرمیوں، مراکز، دفاتر بالخصوص ہیڈ کواٹر پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔

(۳) اس کے تمام تحریری دستاویزات اور لٹریچر کی پڑتال کی جائے اور اس آرڈیننس کی زد میں آنے والی ہر مطبوعہ غیر مطبوعہ تحریر کو ضبط کرلیا جائے۔

(۴) بیرون ملک پورے عالم اسلام کو اس اقدام کی اہمیت سے آگاہ اور عالم اسلام سے ایسے ہی اقدامات اور تقاضوں کی تکمیل کی اپیل کی جائے۔

(۵) ساری دنیا میں پاکستانی سفارت خانوں اور خارجہ امور سے وابستہ اداروں سے قادیانیوں کی مکمل تطہیر کی جائے۔

(۶) اپنے سفارت خانوں اور علمی و دینی تنظیموں کے ذریعے غیر مسلم دنیا میں اس فرقہ کی سرگرمیوں اور منصوبوں اور ہر طرح کی نقل وحرکت پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔

(۷) اس فیصلہ کے خلاف بیرونی دنیا کو گم راہ کرنے والے قادیانی اور مغربی پروپیگنڈہ کا مؤثر اور بھرپور جواب دینے کے انتظامات کیے جائیں۔

(۸) مرزائیوں کی درپردہ فوجی قسم کی تنظیموں اور سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے۔

(۹) شناختی کارڈ اور پاسپورٹ میں مذہب کی نشاندہی کے فوری انتظامات کیے جائیں تاکہ کوئی قادیانی ''مسلمان'' کے روپ میں عالم اسلام بالخصوص عالم عرب کو ملازمتوں کے سہارے قادیانی ریشہ دوانیوں کا مرکز نہ بنا سکے اور اگر کوئی قادیانی ہے تو قادیانی تشخص کیساتھ سامنے آتا رہے۔

(۱۰) آئندہ کے لیے کفر و ارتداد کے اس سلسلہ خبیثہ کے تدارک کے لیے لازمی ہے کہ اسلام کی سزائے ارتداد نافذ کی جائے۔

(۱۱) اس بات کے خود قادیانی لٹریچر سے تحریری شواہد موجود ہیں کہ قادیانی مرکز اسرائیل میں قائم ہے اور اس کے روابط ربوہ سے ہیں۔ قادیانی ''مبلغین'' اسرائیل جاتے ہیں۔ اگر براہ راست نہیں تو یہاں سے برطانیہ، ماریشس، جزائر فجی، نائیجیریا اور دیگر افریقی ریاستوں اور یورپی ممالک کے نام پر اور پھر وہاں سے اسرائیل چلے جاتے ہیں۔ ایسے نام نہاد ''مبلغین'' کے تبلیغی، دعوتی اسفار پر مکمل پابندی لگائی جائے، یہ کتنی شرم اور افسوس کی بات ہے کہ ایک جمہوریہ اسلامیہ کا زرمبادلہ لیکر وہ باہر جاکر اسلام اور نبوت محمدیہ کے خلاف بغاوت

پھیلائیں اور اسلام دشمن عقائد کا پرچار کر کے بے خبر انسانوں کو اپنے دجل وفریب کے دام تزویر میں پھنساتے رہیں اور پاکستانی زرمبادلہ سے وہ نہ صرف پاکستان بلکہ عالم عرب کے خلاف اسلام دشمنی کا دھندہ جاری رکھیں۔

(۱۲) ربوہ کی مرزائی تحریک کی معاشی عمارت سادہ لوح اور خوش عقیدگی کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے پیروکاروں کی مالی اور اقتصادی استحصال پر قائم ہے، وہ ایسے جال میں پھنسے ہوئے ہیں کہ اپنے خون پسینہ کی کمائی لازماً انہیں مرزائی پاپائیت کی نذر کرنی پڑتی ہے۔ بسااوقات اس استحصالی شکنجہ اور معاشی وسماجی ڈھانچہ سے رہائی ان مجبور و بے بس پیروکاروں کے لیے ناممکن ہوتی ہے، وہ مجبوراً اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اور بعد از مرگ ساری جائیداد کا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ کے نام منتقل کرتے رہتے ہیں، ایسی بہت بڑی جائیداد مرزائی سربراہ کے نام ہے اور یہاں کی معاشرتی افراتفری میں اس معاملے کا ایک بڑا حصہ ہے۔ مرزائیوں کے استحصالی ہتھکنڈے ہیں جن پر از سر نو نظر ڈالنے کی ضرورت ہے، اس سے نہ صرف مسلمان مطمئن ہوں گے بلکہ قادیانی استحصال کا شکار قادیانی فرقے کے لوگ بھی نجات پا کر اپنے مذہب اور عقیدہ کے بارے میں از سر نو آزادانہ فیصلہ کرسکیں گے، والله یقول الحق و هو یهدی السبیل (دارالعلوم حقانیہ اور رد قادیانیت: ص۲۹۴)

نصاب تعلیم، ختم نبوتؐ کی اہمیت

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے نصاب تعلیم میں ختم نبوت کو شامل کرنے پر ایک موثر خطاب فرمایا تھا، جس کا خلاصہ یہ ہے: اس حکومت کے بارے میں قادیانیت کی وجہ سے کچھ لوگوں نے ہنگامہ اٹھانے کی کوشش کی اور الحمدللہ کہ یہ اس صدر مملکت کا حوصلہ ہے اور ہمارے وزرائے کرام نے جس طرح ہم چاہتے تھے اور جن الفاظ میں چاہتے تھے آرڈیننس نافذ کردیا۔ دوبارہ اس ترمیم کو بحال کرنے کا، تین دفعہ یہ مسودہ ہم نے چیک کیا اور عبارتوں کو تبدیل کیا اور جب ہم مطمئن ہوگئے تب انہوں نے اس آرڈیننس پر دستخط کردیئے لیکن اس کے باوجود کچھ لوگوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے مخالف کے ہاتھ میں ہتھکنڈے آجاتے ہیں اور یہ مسئلہ بار بار اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ ہم سب کو حکومت کو اور سارے مسلمانوں میں پریشانی پیدا ہو اور وہ لوگ مسلمانوں میں اپنے اغراض پورے کرسکیں مگر کچھ ایسی انڈر گراؤنڈ قوت ہے جو بہت گہری ہے مگر وہ ضرور کچھ ایسی گڑبڑ کرتی رہتی ہے جو مسلمانوں کے اضطراب

کا سبب بن جاتی ہے۔ اب پاسپورٹ کے فارم کا مسئلہ ہے کہ اس فارم سے قادیانیوں کے بارے میں کچھ حصہ حذف کر دیا گیا ہے جو پرانے فارموں میں تھا تو میں کہتا ہوں کہ اگر یہ چیز چل رہی تھی اب تک، تو کسی فقرے اور پیراگراف کو جو ہزاروں قربانیوں سے حاصل کی گئی تھی، چھیڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ بڑا مسئلہ ہے اس ملک کا، نازک مسئلہ ہے تو اس عبارت کو حذف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں تو کہتا ہوں کہ اسلامی حکومت آ کر ایک چوتھا فقرہ بھی بڑھا دیتی کہ اس بدبخت قادیانی پر، اس کے ساتھیوں پر اللہ کی لعنت ہو اور سب کچھ ہو اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس باغی سے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے غدار سے ہمدردی اور رواداری کی کیا تک ہے۔ اگر ہم کچھ بڑھاتے نہیں تو پچھلی عبارتوں کو گھٹانے کی کیا ضرورت ہے تو یہ مسئلہ پھر کسی سازش کا نتیجہ ہے۔

اسی طرح آج کے اخبار ''جنگ'' میں اداریہ آیا ہے کہ ختم نبوتؐ کا جو مضمون اسلامیات میں چلتا رہتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مضمون تو بغیر کسی تنقید کے، کسی فرقہ کے ذکر کے بغیر تو ڈگری کلاسوں میں اسلامیات کے نصاب سے ختم نبوتؐ سے متعلق مضامین نکال دیئے گئے ہیں تو ان مضامین کے اخراج پر مجلس تحفظ ختم نبوتؐ کی طرف سے شدید احتجاج کیا گیا ہے اور جنگ نے اداریہ لکھا ہے کہ یہ تو انگریزوں کی ایک چال تھی کہ جہاد کے منکر پر ختم نبوتؐ کے منکر کے کچھ طبقے مسلمانوں میں پیدا ہوں، ایران میں بہائی پیدا کیے، یہاں مرزائی پیدا کیے اور ملکوں میں کچھ اور لوگ تو آج ایسا کر کے کن کو ہم خوش کرنا چاہتے ہیں؟ یہ جو ہیں جن کے اسرائیل سے علانیہ روابط ہیں۔

ختم نبوتؐ کے مضمون کو اگر اسلامیات سے نکالتے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے ہم کیسے امیدوار ہوں گے؟ کچھ طبقے ہوتے ہیں جو ہماری لاعلمی سے اور برسراقتدار حضرات کی لاعلمی میں شرارت کرتے ہیں تو آخر یہ سلسلہ کیسے چلتا رہے گا؟ لوگ نکلیں گے، احتجاج کریں گے، آپ اس کا ازالہ کریں گے، پھر ایسا ہوگا، پھر ایسا ہوگا، پھر کوئی اٹھ کر کوئی شوشہ چھوڑے گا۔ ہمیں علم ہے کہ ترمیم کے ساتھ کس نے کیا کہا تھا؟ اور خفیہ ایک معمولی سے آدمی نے پوری حکومت کے لیے ایک مسئلہ کھڑا کر دیا تھا تو اس آدمی کے بارہ میں حکومت نے کیا نوٹس لیا اور اس کے خلاف قدم کیوں نہیں اٹھایا؟ یہ ایک طے شدہ قطعی مسئلہ ہے، اس کو بار بار چھیڑنا اور اس کی وجہ سے پریشانیاں پیدا کرنا، خدارا! اس کا بھی کچھ انسداد فرمائیں۔ (ماہنامہ ''الحق'': شعبان ۱۴۰۲ھ / جون ۱۹۸۲ء، ج ۱۷، ش ۸)

ردِ قادیانیت کا سینٹ میں تعاقب

پاکستان کے سب سے بڑے جمہوری ادارے سینٹ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ۲۱ اور ۲۴ ستمبر ۸۷ء کو بعض قومی و ملی، عالمی اور اہم ملکی مسائل پر تحاریک التوا پیش کر کے بحث اور خطاب فرمایا۔ ذیل میں سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ سے نقل کر کے پیش خدمت ہے۔۔

سینٹ میں خطاب

مولانا سمیع الحق: بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جناب چیئرمین صاحب! میں تحریک التوا پیش کرتا ہوں کہ حالیہ اجلاس ملتوی کر کے ملکی وقومی اور دفاعی اہمیت کے اہم ترین مسئلہ ''پاکستان کو امریکی امداد کی معطّلی'' وغیرہ کو زیر بحث لایا جائے، ملکی سرحدات استحکام اور بقا و تحفظ کے پیش نظر اس قدر اہم مسئلہ میں تاخیر اور اب تعطل پوری قوم کے لیے تشویش اور غیر یقینی صورت حال کا باعث ہے۔ متعلقہ تمام پہلوؤں کے ساتھ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ امریکہ کے سینٹ کے ۱۷ رکنی خارجہ تعلقات کی کمیٹی نے پاکستان کی فوجی اور اقتصادی امداد کے لیے اپنی قرارداد میں جو شرائط شامل کی ہیں، ان میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ امریکی صدر ہر سال اس مفہوم کا ایک سرٹیفکیٹ جاری کریں کہ حکومت پاکستان اقلیتوں مثلاً احمدیوں کو مکمل شہری اور مذہبی آزادیاں نہ دینے کی روش سے باز آ گئی ہے اور ایسی تمام سرگرمیاں ختم کر رہی ہے جو مذہبی آزادیوں پر قدغن عائد کرتی ہیں۔

جناب چیئرمین: مائیک خراب ہونے کی وجہ سے آواز صاف سنائی نہیں دے رہی۔

مولانا سمیع الحق: جناب والا! پوری قوم کی نگاہیں اس مسئلہ پر لگی ہوئی ہیں، اس سے پاکستان کی سلامت اور تحفظ کا مسئلہ وابستہ ہے، اس طرح سے ہر لحاظ سے یہ معاملہ قومی نوعیت کا ہے، اس طرح سے آپ ایوان کو اس پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیں۔ یہاں کوئی حزب اقتدار اور حزب اختلاف والی بات نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر پورے ایوان کے جذبات ایک ہیں۔

جناب والا! کسی ملک کی امداد پر رہنا کسی غیور، زندہ قوم اور مسلمان قوم کے لیے مناسب نہیں ہے۔ ہم ایک آزاد قوم ہیں اور ہم نے بڑی عظیم قربانیوں سے یہ ملک حاصل کیا ہے۔ اس وقت ہمارا ملک بدقسمتی سے کچھ ایسے جغرافیائی حالات سے دوچار ہے جن سے بعض سپر طاقتیں ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہیں، اس وقت پوری دنیا میں اقتصادی امداد کا سلسلہ جاری ہے اور بڑی طاقتیں چھوٹی طاقتوں کی امداد

کررہی ہیں جو کہ درحقیقت مدد نہیں ہوتی بلکہ سود پر رقم دیتے ہیں جسے پھر امداد حاصل کرنے والے ممالک سود در سود واپس ادا کرتے ہیں اور یہ سودی نظام ساری دنیا میں رائج ہے۔ اس کو وہ اقتصادی امداد کا نام دے کر طرح طرح کے قومی، ملی اور دینی و سیاسی مفادات سے کھیلتے ہیں۔

اس وقت ہمارے سامنے ایک حساس صورت حال افغانستان کی موجود ہے۔ اس کے بارے میں ہماری جو پالیسی ہے وہ ہمارا اسلامی فریضہ ہے اور دینی اہمیت کی بنا پر ان کی امداد ہم پر فرض ہے لیکن امریکہ اس صورت حال سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور ہمارے ملک کے دفاع کو کمزور کرنا چاہتا ہے جب کہ اس صورت حال میں ہمارے ملک کو ایٹمی توانائی کے حصول سے روکنا، اس کے لیے طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالنا کسی طرح بھی امریکہ کو زیب نہیں دیتا۔ اسی طرح کی پالیسی اس نے عرب ممالک کے متعلق اپنا رکھی ہے۔ ایک طرف امریکہ نے اسرائیل کو ایٹمی طاقت بنایا ہے اور اسے عربوں کے سر پر بٹھا رکھا ہے اور ان کو پریشان کرنا چاہتا ہے لیکن دوسری طرف جو اسلامی ممالک ہیں ان کو امداد سخت قسم کی شرائط لگا کر دیتا ہے۔ یہی پالیسی اس نے جنوبی افریقہ کے متعلق اپنا رکھی ہے، ایک بھی ایسا ملک نہیں ہے جسے وہ بلیک میل نہ کر رہا ہو اور وہاں سے اپنے مفادات نہیں اٹھا رہا ہو مسلمان قوم پر یہ فرض ہے کہ اپنے آپ کو تیار رکھے اور اپنے آپ کو مسلح رکھے۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (الانفال: ٦٠)

ایٹمی طاقت حاصل کرنا ہماری عین اسلامی ضرورت ہے۔ پاکستان ہر لحاظ سے اپنے آپ کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا چاہتا ہے۔ اس معاملے میں امریکہ نے جو رویہ اختیار کیا ہے، کوئی بھی انصاف پسند ملک اسے سراہ نہیں سکتا پھر یہ جو امداد آ رہی ہے اسے ایک طرف وہ ہمیں ایٹمی طاقت بننے سے روکنے کے لیے استعمال کر رہا ہے اور دوسری طرف ایسی شرائط ہمارے سامنے رکھ رہا ہے جو قطعاً ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہیں۔ اخبارات میں جو کچھ آیا ہے ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہماری آزادی پر قدغن لگانا چاہتا ہے۔ ہمارے اسلامی ملک اور بحیثیت مسلمان کے جو احساسات ہیں ان کے بارے میں آپ امریکہ کو بتا دیں کہ یہ شرائط ہمیں قطعی ناقابل قبول ہیں، ہم کسی ایسی امداد کو قبول نہیں کریں گے۔ یہاں اقلیتوں کے پورے حقوق محفوظ ہیں، کسی کو بھی اپنی عبادت سے روکا نہیں جا رہا، وہ تو ہم سے یہی چاہتا ہے کہ ہم سرٹیفکیٹ جاری کریں۔ یہاں کی اقلیتوں کو غلام نہیں بنایا جا رہا،

ان کو پیٹا نہیں ہے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو یہ ہماری آزادی، غیرت اور وقار کے خلاف عمل ہوگا۔ مسلمان قوم کی حیثیت سے اللہ نے ہمیں جو حقوق دیئے ہیں ان کے تحت ہم زندگی گزارنا چاہتے ہیں، اگر ہم ان حدود و قیود پر پابندی لگادیں تو پھر بالکل امریکہ کے غلام بن کر رہ جائیں گے۔

جناب والا! ہمارے خلاف صیہونی لابیاں بنائی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں قادیانی امریکہ میں انتہائی سرگرم ہیں، یہاں سے ہزاروں خطوط امریکی صدر اور انتظامیہ کو لکھے جاتے ہیں کہ ان کی امداد معطل کی جائے، جناب! میں عرض کرتا ہوں کہ امداد نہیں چاہیے، بلکہ ہمیں آزادی، سالمیت اور تحفظ چاہیے۔ آپ ایوان کو اس موشن کے ذریعہ اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیں۔ آپ کی عنایت ہوگی۔

مولانا سمیع الحق: آپ اور میرے درمیان پچھلے ہال میں بہت موٹی سی دیوار حائل کرائی گئی تھی، اب آپ مائیک ہی کاٹ دیتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق: میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ صورت حال ساری قوم کے سامنے ہے۔ فوری اور قومی نوعیت کا مسئلہ ہے۔ اگر آپ اس ایوان کو اس پر بحث کرنے کا حق دیں تو ہم اس کے ہر پہلو پر ان شاء اللہ روشنی ڈال سکیں گے، حکومت بھی اس سے استفادہ کرے گی، تفصیل سے وزیر خارجہ صاحب بھی اس پر موقف پیش کریں گے، ایسا نہیں ہوگا کہ اس سے کوئی نقصان ہو۔

جناب غلام اسحاق خان (مرحوم): جی! اور کچھ کہنا ہے۔

مولانا سمیع الحق: جناب چیئرمین صاحب! آپ نے ابتدا میں جن چھ محرکین کا حوالہ دیا میں سمجھتا ہوں کہ ان کی تحاریک میں اور میری اس تحریک میں بڑا فرق ہے۔ اس میں جو چیز سامنے رکھی گئی ہے، اس میں بنیادی نکتہ یہ ہے کہ امریکہ اپنی امداد کو معطل رکھتا ہے یا بحال کرتا ہے یا مؤخر کرتا ہے، اگر امریکہ ان شرائط کے ساتھ اس کو معطل نہیں کرتا، جاری بھی رکھتا ہے تو میں آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ یہ بڑی خطرناک چیز ہے وہ امداد جو کہ ہمارے ملک کی آزادی کو سلب کرے، اس کے اسلامی تشخص کو ختم کرے اور ہمیں اپنے مذہب اور اسلامی روایات پر چلنے کا موقع نہ دے تو وہ امداد معطل نہ بھی کرے اور جاری رہے تو وہ بہت زیادہ خطرناک ہے۔ یہ شرط جو ہے وہ ہمیں بالکل پابند بناتی ہے، ہم صحیح پالیسیوں پر عمل نہیں کرسکیں گے اور اپنے عوام کو جو شہری حقوق جو اسلام نے دیئے ہیں وہ نہیں دے سکیں گے۔ اس صورت حال پر دوسری تحاریک التوا میں کسی نے توجہ نہیں دی۔

مولانا سمیع الحق: اس میں یہ تخصیص آجاتی ہے کہ ہم یہ شرط تسلیم نہیں کریں گے، بالخصوص جس شرط کا آپ

نے ذکر کیا ہے، اس سے پوری قوم کو تشویش ہے تو اس قسم کی وضاحت ہونی چاہیے کہ ان شرائط کے ساتھ ہم امداد قبول کریں گے۔

جناب چیئرمین! اسی وضاحت کا اظہار کیا گیا تھا، یہی وہ کمونیکیٹ کیا گیا ہے۔ یہی تو میں آپ کو بار بار سمجھا رہا ہوں کہ حکومت کا جہاں تک تعلق ہے، انہوں نے کیا ہوا ہے، آخری شرائط جن کا اطلاق آپ پر امریکہ کرنا چاہے گا، ان کا نہ آپ کو پتہ ہے، نہ مجھے پتہ ہے۔ وہ جب کانگریس کے سامنے آئیں گی تو پھر پتہ چلے گا کہ کیا شرائط ہیں۔ (ماہنامہ ''الحق'': ربیع الاول ۱۴۰۸ھ/نومبر ۱۹۸۷ء، ج ۲۳، ش ۲)

۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ کے فیصلے کے بعد حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے عالم اسلام کے جید اکابر اور ارباب علم و دانش کی خدمت میں سوال نامہ ارسال کیا تھا۔ سوال نامے کے جواب میں عالم اسلام کی تمام عبقری شخصیات نے اپنے اپنے جوابات ارسال فرمائے تھے، جو کہ دفاع ختم نبوت اور رد قادیانیت کے حوالے سے مستقبل کے لائحہ عمل کو واضح کرتا ہے۔

محترم المقام زید مجدکم! قادیانی مسئلہ کا بہترین حل تاریخ اسلامی کا ایک زریں حصہ بن چکا ہے۔ جن لوگوں نے جس درجہ میں بھی اس جہاد میں حصہ لیا ان شاء اللہ یہ ان کیلئے اب بارگاہ ایزدی اور بارگاہ رسالت میں بے پناہ خوشنودی اور سرخروئی کا باعث بنے گا۔ قادیانی فیصلہ آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر نام لیوا کے لیے بے پناہ جذبات اور مسرتوں کا باعث بنا۔ ماہنامہ ''الحق'' اس موقع پر زیر ترتیب شمارہ میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ملت کے ایسے جذبات و احساسات کا ایک حسین گلدستہ پیش کرنا چاہتا ہے۔ چوں کہ آپ بھی اپنی استطاعت کے مطابق اس جہاد میں شریک رہے ہیں اس لیے ملت محمدیہ کے ایک نامور فرزند اور ایک دردمند خادم کی حیثیت سے اس گلدستہ میں چند پھول شامل کرنے کے لیے حسب ذیل سوالات کا جواب ایک دو صفحوں یا چند سطروں ہی میں ارسال فرما دیجیے!

☆ قادیانی مسئلہ کے اس حل پر آپ کے احساسات، جذبات اور تاثرات کیا ہیں؟

☆ قادیانی مسئلہ کے دینی اور سیاسی اثرات ملک و بیرون ملک پوری دنیا میں پھیل چکے ہیں، اس کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

☆ اقلیتوں کے تحفظ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا مسلمانوں کی ذمہ داری اس فیصلہ پر ختم ہوگئی؟ یا اس فتنہ کے مہلک اثرات کا تعاقب و احتساب ہمارے لیے جاری رکھنا ہوگا؟

☆ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کا طریقہ کار اور لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے؟

سمیع الحق

جوابِ دہندگان کی فہرست

الشیخ محمد صالح القزاز سیکرٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی	حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب
اکابر اساتذہ دارالعلوم دیوبند	مولانا سید ازہر شاہ قیصر
حضرت علامہ مولانا سید محمد یوسف بنوری	حضرت مولانا مفتی محمود
حضرت مولانا میاں عزیر گل	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع
حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی	جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	حضرت علامہ ظفر احمد انصاری
شاعر اسلام ابوالاثر حفیظ جالندھری	مولانا ماہر القادری
حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی	حضرت قبلہ مولانا عبدالہادی
ایئر مارشل (ریٹائرڈ) محمد اصغر خان	مولانا عبدالقدوس ہاشمی
جناب ڈاکٹر پروفیسر صغیر حسن معصومی	جناب محترم ڈاکٹر سید عبداللہ
مولانا ظفر احمد انصاری	حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی
حضرت مولانا محمد اشرف	مولانا قاضی عبدالکریم
مولانا محمد شریف جالندھری	حضرت مولانا امین احسن اصلاحی
جناب محترم زیڈ۔اے سلہری	جناب شمشیر علی خان
مولانا احمد عبدالحلیم کانپوری	مولانا محمد طاسین
مولانا عبدالحلیم مردانی	

جوابِ دہندگان کے تاثرات کا خلاصہ

عبقری شخصیات میں نامور مشاہیر علم کی آراء کو اگر سنجیدگی سے لیا جائے تو ختم نبوت کے متعلق آئندہ کے لائحہ عمل طے کرنے اور کئی امور کے حل کی طرف رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ جن کے مندرجات یہ ہیں:

- ☆ فیصلہ پر پورے مسلمان خصوصاً اہل پاکستان مبارکباد کے مستحق ہیں۔
- ☆ عمل درآمد کے لئے قانون سازی کی ضرورت ہے۔
- ☆ مسئلہ ختم نبوت کو بین الاقوامی سطح پر لے جانے کی ضرورت ہے۔

☆ مرزائی اپنی تبلیغ اسلام کے نام سے نہیں کرسکیں گے ان پر قانونی پابندی عائد کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ کلیدی ملازمتوں پر قادیانیوں کے تقرر پر پابندی عائد کرنی چاہیے اور خلاف ورزی پر ازروئے قانون سزا لازم ہونی چاہیے۔

☆ کلیدی ملازمتوں پر قبضہ کی تلافی کی ضرورت ہے، جس طرح صدارت اور وزارت عظمیٰ کے لئے مسلمان ہونا لازم ہے اسی طرح دوسرے کلیدی مناصب مثلاً چیف آف آرمی سٹاف، چیف جسٹس، اسمبلی اسپیکر، سفراء، گورنرز، پبلک سروس کمیشن کے صدر کیلئے بھی مسلمان ہونا قانوناً لازم قرار دیا جائے۔

☆ اسلام کی مخصوص اصطلاحات جو صرف اسلام اور مسلمانوں کیلئے خاص ہیں، ان کے استعمال سے روکا جائے اور قانونی پابندی لگائی جائے۔

☆ رد قادیانیت کے خلاف لٹریچر پر دعوتی و تبلیغی اسلوب پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ بہت اہم اور موثر چیز یہ ہے کہ عوام میں ایسے افراد تیار کئے جائیں جو ان میں گھل مل کر قادیانیت کا بطلان اور اسلام کی حقانیت ان کے ذہن نشین کرسکیں۔ یہی لوگ لٹریچر کے لئے بھی میدان پیدا کریں گے اور واعظ و تذکیر کے لئے بھی فضا تیار کریں گے، یہ وہ طریقہ کار ہے جس کی طرف عام طور پر ہمارے رہنما اور حکمران متوجہ نہیں۔

☆ قادیانیت کے متعلق پارلیمنٹ کے اس فیصلہ کو عربی، انگریزی اور دیگر زبانوں میں ترجمہ کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ اختلاف سے اجتناب کی ضرورت ہے، ردِقادیانیت میں مسلمانوں نے جس اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کیا اسے دائماً قائم رکھنے کی کوشش رکھنی چاہیے۔ اختلافات کو مخالفت کا رنگ دینے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

☆ دینی مدارس اور دیگر تعلیمی اداروں میں ردقادیانیت کے متعلق لٹریچر نصاب میں شامل کیا جائے۔

کتاب دارالعلوم حقانیہ اور ردقادیانیت

راقم دارالعلوم حقانیہ میں زیرتعلیم تھا، برادرم مکرم محمد اسرار مدنی کی وساطت سے شہید ملت استاد محترم نوراللہ مرقدہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اس وقت ''مکاتیب مشاہیر'' کے مرتب کرنے کا سلسلہ جاری تھا اور وہ مجھے بھی کئی صفحات پروف ریڈنگ کیلئے وقتاً فوقتاً دیئے جاتے تھے اور

یوں ہی سعادت نصیب ہوتی گئی اور حضرت استاد محترم کیساتھ قلم کا رشتہ بھی قائم ہوا ''موتمر المصنفین'' اور ''الحق'' کے ایڈیٹر برادرم مولانا راشد الحق سمیع کے دست شفقت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے کار خیر میں شمولیت کی توفیق بھی عنایت فرمائی۔

ماہنامہ ''الحق'' کا اشاریہ مرتب ہونے کے بعد کئی موضوعات پر ''الحق'' کے دوستوں سے مشاورت ہوئی پھر حضرت استاد محترم مرحوم نے ایک موضوع کی طرف توجہ دلائی کہ ۱۹۷۴ء میں تاریخی فیصلہ کے بعد میں نے ایک سوالنامہ لکھا تھا جس کے جواب میں مشاہیر علماء نے اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا اور چونکہ وہ تاثرات مشاہیر میں شائع ہوئے تھے، اس لیے استاد محترم نے فرمایا کہ اگر اس کو مستقل الگ رسالہ کی شکل میں مرتب کیا جائے تو بہتر ہوگا، اللہ نے ہمت دی اور راقم نے ان صفحات کی تلاش شروع کی، شہید ملت نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ساتھ جو بھی مواد ''الحق'' میں قادیانیوں کے متعلق ہے سب کو یکجا کیا جائے تو بہتر ہوگا، ایک مرتبہ مجموعہ کی شکل میں آ گیا، نام مرتب کرنے کے متعلق کئی دوستوں نے اپنی آراء ومسائل حل کئے، اکثر کی رائے یہ تھی کہ کتاب کا نام مولانا سمیع الحق اور ردِ قادیانی رکھا جائے مگر شہید ملت نے فرمایا کہ نہیں دارالعلوم حقانیہ میرا ادارہ اور میری شناخت ہے، اس لئے اس کا نام ''دارالعلوم حقانیہ اور ردِ قادیانیت'' رکھا جائے اور یوں برادرم مولانا راشد الحق سمیع اور اسرار مدنی کے تعاون سے یہ مجموعہ منظر عام پر آ گیا، کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے، جس میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳۔۱۹۷۴، ۱۹۸۶ء مرحلہ وار شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحق شہید رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر استاد ومشائخ دارالعلوم حقانیہ کی سیاسی و آئینی تحریری اور تقریری خدمات کو جمع کیا گیا ہے، راقم اللہ تعالیٰ کا شکرگزار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے موقع فراہم کیا اور اس عظیم کاوش کے مرتب کرنے میں مجھ ناچیز سے معاونت لی گئی، ماہنامہ ''الحق'' میں شائع شدہ سینکڑوں مضامین اس پر شاہد ہیں کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کس قدر اس مسئلہ کو حساس نظر سے دیکھتے تھے اور آخری عمر پیرانہ سالی تک انہوں نے حق کی آواز بلند کی جن کا احاطہ کرنا یہاں ممکن نہیں اور یقیناً اس حق کی پاداش میں ان کو شہید کیا گیا یقیناً وہ تو شہید ہوئے لیکن ان کی آواز ابھی تک زندہ اور توانا ہے اور تحریریں ان کی ہر جگہ بزبان حال گویا ہیں کہ حق کی آواز دبائی نہیں جاسکتی اور یقیناً محبوب رب کائنات ان کی اس کاوشوں سے کتنے خوش ہوں گے اور بارگاہ ایزدی میں ان کا کیا استقبال ہوگا، یہ اللہ کو علم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے نقش قدم پر ہمیں چل کر ہمیں بھی حق کی آواز بلند کرنے، حق لکھنے اور پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مولانا محمد اسرار مدنی
ڈائریکٹر مجلس تحقیقات اسلامی اسلام آباد

مولانا سمیع الحق شہیدؒ مسلم و غیر مسلم دونوں کے مسیحا

نائیجیریا اور جنوبی کوریا کی مغوی خواتین کی رہائی میں مولانا شہیدؒ کا موثر کردار

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کو مغربی اور قومی میڈیا نے ہمیشہ ''انتہا پسند'' اور ایک مسلم ''دہشت گرد'' کے روپ میں پیش کیا اور ان کے دنیا بھر میں امن کے فروغ کیلئے بہت سے مثبت سیاسی، تعمیری، فلاحی اور تعلیمی خدمات کو قصداً پس پشت ڈالا۔ یقیناً پوری دنیا جانتی ہے کہ حضرت مولانا سمیع الحقؒ افغان طالبان کے استاد اور مربی ہونے کے ساتھ ساتھ پاکستان کی مذہبی سیاسی جماعت (جمعیۃ علماء اسلام) کے سربراہ بھی رہے اور تقریباً تیس برس تک ایوان بالا کے معزز ممبر رہے، پاکستان کے آئین، دستور سازی اور قانون بنانے میں ان کا بنیادی کردار رہا ہے، یہاں ان کے حوالہ سے دو اہم واقعات نذر قارئین ہیں جس کا بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ (ادارہ)

۲۰۰۷ء کی بات ہے کہ افغانستان کے طالبان نے کورین نوجوان سیاحوں کا ایک گروپ افغانستان میں گرفتار کر کے اغوا کیا جس میں اکثریت نوجوان خواتین کی تھی۔ کوریا کا کہنا تھا کہ یہ صحافی تھیں، طالبان نے رہائی کیلئے شرائط رکھیں جن میں بڑا مطالبہ یہ تھا کہ افغانستان میں آنے والے بیرونی افواج میں جنوبی کوریا کے کئی سو فوجی بھی ہیں کوریا انہیں واپس لے جائے اور اس جنگ سے لاتعلقی کا اظہار کرے، مطالبہ میں بڑا وزن تھا فریقین کے درمیان مذاکرات کسی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکے اور طالبان نے ان محصور افراد کے انجام کے لئے ایک ڈیڈ لائن مقرر کر دی۔

جنوبی کوریا کی مغوی خواتین کی رہائی میں مولانا شہید کا کردار

اس دوران کوریا کے سفارتخانہ نے مولانا سمیع الحقؒ سے رابطہ کیا پھر سفارتکاروں سے بات چیت چلتی رہی انہیں کوریا کے سابق وزیر خارجہ اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل جناب بانکی مون نے بھی مولانا سمیع الحقؒ سے رابطہ کرنے کی ہدایت کی تھی کیونکہ حضرت مولاناؒ کی شناسائی ان کے ساتھ اس وقت سے تھی جب حضرت مولاناؒ سینٹ کے قائمہ کمیٹی برائے خارجہ امور کے دورہ پر جنوبی کوریا گئے تھے ، جناب بانکی مون اس وقت جنوبی کوریا کے وزیر خارجہ اور اس وفد کے ایک گونہ ان کے میزبان تھے۔ان کے ساتھ پاکستانی وفد کی تفصیلی میٹنگز رہی تھیں اور حضرت مولانا سمیع الحقؒ اور سینیٹر مشاہد حسین سید وغیرہ نے عالمی حالات کے تناظر میں انہیں یو این او کے آئندہ سیکرٹری جنرل ہونے کا عندیہ اور پیشگی مبارکباد بھی دی تھی۔

اس تعلق سے انہوں نے فائدہ لیا ،مولانا مرحوم نے کورین سفارتکاروں پر واضح کیا کہ اگر چہ یہ طالبان کے اندرونی معاملات ہیں اور وہ اس میں ہماری کھلم کھلا مداخلت سے خوش نہیں ہوں گے اور اس کے ساتھ انہیں تسلی بھی دی کہ افغان طالبان نے نہایت نازک حالات میں بھی خواتین پر تشدد وغیرہ نہیں کیا اس معاملے میں آپ بےفکر رہیں پھر آپ نے انسانی ہمدردی کی بناء پر وائس آف امریکہ پشتو وغیرہ کے ذریعہ ملا محمد عمرؒ اور تحریک طالبان کو مخلصانہ مشورہ دیا کہ وہ اغوا شدہ لڑکیوں کو کو رہا کر دیں اور یہی اپیل اس وقت کے افغان صدر کرزئی سے بھی کی کہ وہ بھی طالبان کے جائز مطالبات پر فوری توجہ کریں اور کورین افواج کو افغانستان سے نکلنے کا راستہ دیں۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی اپیل پر تحریک طالبان نے لبیک کہتے ہوئے جنوبی کوریا کے محصور افراد وخواتین کو جو موت کے کنارے کھڑے تھے انہی دنوں پرامن طور پر رہا کر دیا، اس سے جنوبی کوریا بلکہ پوری دنیا میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔پھر ۲۹ر جولائی ۲۰۰۷ کو کورین سفارتکاروں کا ایک وفد بمع چند کورین علماء کے دارالعلوم حقانیہ تشریف لایا اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔

اس وفد میں کوریا کی سفیر کم جوسوق Kim Jooseok اور فرسٹ سیکرٹری کم یونگ چن Kim Kyung Chan اور دیگر اہم افراد شامل تھے، انہوں نے حضرت مولاناؒ کی امن کی کوششوں پر اپنی

حکومت اور کوریائی عوام کی طرف سے شکریہ ادا کیا اور یوں حضرت مولاناؒ کے مثبت کردار سے علماء، دینی مدارس اور مذہبی لوگوں کا سافٹ امیج کوریا بلکہ دنیا بھر میں قائم ہوا۔

نائیجیریا کی تین سو طالبات کو بچانے میں مولانا شہیدؒ کا موثر کردار

دوسرا واقعہ اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب ہے، کچھ عرصہ قبل بین الاقوامی میڈیا نے اس واقعہ کو اس وقت بہت زیادہ کوریج دی تھی، ۲۰۱۴ء میں نائیجریا کے ایک گرلز کالج سے تقریباً تین سو طالبات کو مشہور شدت پسند تنظیم ''بوکوحرام'' نے اغوا کرکے اپنے زیر قبضہ دشوار گزار جنگلات میں رکھا ہوا تھا اور ایک مخصوص مہلت کے بعد ان کے قتل یا جبری نکاح کروانے کا فیصلہ بھی کردیا گیا تھا، نائیجریا کے اس وقت کے صدر جوناتھن گڈلک نے اپنے خصوصی ایلچی حسن شاکر کو پاکستان حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ سے ملاقات کرنے بھیجا، نائیجیرین سفارتخانہ اسلام آباد نے حضرت مولاناؒ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی مگر مولاناؒ جماعتی پروگراموں کے سلسلہ میں لاہور میں مصروف تھے۔

نائیجیرین ایلچی انتظار کئے بغیر اپنے سفیر مسٹر داؤد ویلودی کے ساتھ راتوں رات لاہور پہنچے اور ۱۹ فروری ۲۰۱۵ء کو حضرت مولانا سمیع الحقؒ سے طویل ملاقات کی اور ان سے عرض کی کہ بوکوحرام تنظیم اپنے پیغامات اور تحریک میں افغانستان کے ملا محمد عمر، جلال الدین حقانی وغیرہ کا نام استعمال کرتے ہیں اورانہیں اپنا امیر مانتے ہیں اور وہ دونوں آپ کے زیراثر ہیں تو آپ ان کے ذریعہ اس مشکل کو حل کروائیں، ایلچی نے پاکستان سے اپنی محبت اور دیرینہ تعلق کا واسطہ دیا اور کہا کہ پہلی دفعہ صدر ممنون حسین کا دورہ نائیجیریا اس کا ثبوت ہے۔ پھر حضرت مولاناؒ نے خاموشی سے اس مہم کا آغاز کردیا اور اسے میڈیا وغیرہ پر تشہیر کرانے سے سختی سے منع کیا کہ ہم دشمنوں کی وجہ سے کہیں ناکام نہ ہوجائیں، اس کے بعد نائیجیرین سفیر جناب داؤد صاحب چار پانچ مرتبہ اکوڑہ خٹک حضرت مولاناؒ سے مشاورت کے سلسلے میں تشریف لاتے رہے۔

بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت مولانا سمیع الحقؒ وہاں کے تمام جہادی گروپوں کے نام ایک ویڈیو پیغام عربی زبان میں ریکارڈ کروائیں، جسے تمام ٹی وی چینلوں اور یوٹیوب وغیرہ سے نشر کرایا جائے، یہ ویڈیو کلپ نائیجیرین سفیر اپنے ملک لے گئے اور صدر کی خدمت میں پیش کی، اس وقت نائیجریا میں صدراتی الیکشن زوروں پر تھا اورانہی مغوی شدہ بچیوں کی وجہ سے صدر جوناتھن گڈلک کو

شکست ہوئی اور موجودہ صدر جنرل محمد بوہادی کامیاب ہوئے، کامیابی کے بعد انہوں نے انتخابی وعدوں کی بناء پر اس مسئلہ پر خاص توجہ دی، نائجیریا کے نیشنل سیکورٹی کا اجلاس بلایا جس میں نائیجیرین آرمی چیف وغیرہ موجود تھے، اجلاس میں نئے صدر اور کونسل نے حضرت مولانا سمیع الحقؒ کے تعاون کو سراہا اور شکریہ ادا کیا اور سفیر داؤد کے ذریعہ پیغام پہنچایا اور دوبارہ تعاون کی خواہش کی۔

حضرت مولاناؒ نے اپنے ریکارڈ شدہ پیغام میں فرمایا کہ بوکوحرام کو اپنے حکمرانوں سے جو بھی اختلافات ہوں مگر انہیں اپنی جدوجہد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ خصوصاً معصوم بچیوں اور خواتین کے بارہ میں کہ جہاں اسلام ان پر ہاتھ اٹھانے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا، اسی طرح دیگر اہم نصائح بھی اس ویڈیو پیغام میں ریکارڈ کرائیں۔

اسی طرح نائیجرین حکومت کی قید میں شدت پسند تنظیم بوکوحرام کے کچھ اہم لوگ تھے، نئے صدر کی بھی سابقہ صدر کی طرح یہ پرزور خواہش تھی کہ حضرت مولانا سمیع الحقؒ نائجیریا آکر ان لوگوں کو بھی سمجھائیں مگر حضرت مولاناؒ نے کچھ اعذار کی وجہ سے وہ دعوت قبول نہ کرسکے لیکن اس ویڈیو پیغام کے ذریعے الحمدللہ بوکوحرام نے لڑکیوں کو رہا کرا دیا پھر حضرت مولانا سمیع الحقؒ نے بوکوحرام اور حکومت کے درمیان منعقدہ مذاکرات کی کامیابی اور معصوم بچیوں کی رہائی پر دلی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ آپس کے مسائل جنگ سے نہیں افہام وتفہیم سے حل کرائے جاسکتے ہیں اور تمام مسلمانوں کو اپنے ممالک میں یہی راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

یقیناً سینکڑوں بچیوں کی زندگی کو بچانا حضرت مولانا سمیع الحقؒ کا وہ عظیم کارنامہ ہے جس کی وجہ سے دلوں کی دنیا اور یادوں کی بستی میں ان کا کارنامہ ہمیشہ ضوفشاں رہے گا اور مغربی میڈیا سمیت ان تنگ نظر لکھاریوں کے لئے بھی ایک سبق کے طور پر تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہوگا کہ ''دہشت گردی'' اور ''شدت پسندی'' کی علامت سمجھے جانے والے حضرت مولانا سمیع الحقؒ تو مسلمانوں کے علاوہ غیرمسلموں کیلئے بھی مسیحا بن کر کردار ادا کرتے رہے۔

قاری نوید مسعود ہاشمی
کالم نگار روزنامہ اوصاف

پیغام اَمن کے داعی

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہزاروں عشاق کے شیخ الحدیث، ہزاروں علماء کے معلم، مدبر، سیاستدان جہاد افغانستان کے حامی، امن وسلامتی کے داعی، اتحاد امت کے علمبردار، اہل کفر کی آنکھوں کے کانٹے، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جان کی بازی لگا دینے والے رہنما تھے، ان کا پیغام نفاذ اسلام اور دفاع پاکستان تھا۔

اے دوست ذرا دیکھ میں ہارا تو نہیں
میرا سر بھی تو پڑا ہے میری دستار کے ساتھ
وقت خود ہی یہ بتائے گا کہ میں زندہ ہوں
کب وہ مرتا ہے جو زندہ رہے کردار کے ساتھ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی آخری تقریر میں ہزاروں مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم اس تحریک ناموس رسالتؐ کی (چوکیداری) میں سب سے آگے ہوں گے اور وہ قول کے ایسے پکے نکلے کہ اپنے ضعیف وجود پر چھریوں اور خنجروں کے زخم سجا کر جام شہادت نوش کر کے واقعی سب سے آگے نکل گئے۔ جب تک ان کے جسم میں جان رہی وہ عالم کفر کی آنکھوں میں بری طرح کھٹکتے رہے اور پھر جب وہ خون میں نہا کر اپنے محبوب پروردگار کے دربار میں پہنچے تو صرف افغانستان میں بیٹھے ہوئے امریکی کٹھ پتلیوں نے ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے شدت پسند ہندوؤں نے بھی ان کی شہادت پر خوشیوں کے شادیانے بجائے تف ہے کفریہ طاقتوں کی اس گھٹیا سوچ پر لیکن ہزاروں رحمتیں برسیں اس مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تربت پر کہ جن کا بیاسی ۸۲ سالہ وجود بھی شیطان صفت کافروں کے لئے خطرہ بنا رہا۔ ہفتہ کے دن جب یہ خاکسار تقریباً ڈھائی تین کلومیٹر پیدل چل کر ان کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے اکوڑہ خٹک پہنچا تو ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے انسانی سروں کا اک جہان آباد ہو میں نے اپنے دوست مفتی مجیب الرحمٰن سے سوال کیا کہ انسانوں کے اس قدر رش کو کیا کہا جائے؟ وہ بولے کہ انسانوں کا امڈتا ہوا سمندر یا انسانوں کا بحر بے کنار۔ مناظر بے حد جذباتی، آہیں، سسکیاں، ہر آنکھ

اشکبار مگر احساس ذمہ داری ایسا کہ نہ ہاتھوں میں پتھر، نہ کہیں توڑ پھوڑ، نہ جلاؤ گھیراؤ، واہ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ آپ کے لاکھوں چاہنے والوں نے آپ کے وجود کو لحد میں اتارنے کے بعد بھی آپ کے پیغام امن کو ایک لمحے کے لئے بھی نہیں بھلایا، شہید مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا پیغام نفاذ اسلام اور دفاع پاکستان تھا ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تب وہ دس برس کے تھے آج پاکستان ۷۱ برس کا اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ ۸۱ برس کی عمر میں اپنے پیارے پاکستان ہی کی گود میں اپنے عظیم والد کے پہلو میں سپرد خاک ہوگئے۔

آپ خالص پاکستانی تھے پاکستان میں اسلام کا نفاذ آپ کا خواب تھا اس مقصد کے لئے آپ نے اسمبلی میں شریعت بل بھی پیش کیا لیکن جو اسمبلی ملعونہ آسیہ مسیح کے حق میں متحد ہو جائے اس اسمبلی سے شریعت بل کی کامیابی کیسے ممکن ہوسکتی تھی؟ مولانا سمیع الحق شہیدؒ چلتا پھرتا پاکستان تھے، اسلام اور پاکستان سے محبت ان کے خون میں رچ بس چکی تھی، وہ زندگی کی آخری سانسوں تک ریاست پاکستان کے ساتھ کھڑے رہے ان کا دل امت مسلمہ کی دگرگوں صورتحال پر کڑھتا رہتا تھا۔ فلسطینی مسلمانوں پر یہودی مظالم ہوں یا عراقی اور افغانی مسلمانوں پر امریکی مظالم، مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے انڈین مظالم ہوں یا فاٹا کے مسلمانوں پر کیے جانے والے ڈرون حملے غرضیکہ مولانا شہیدؒ دنیا کے ہر مظلوم کے درد کو پوری شدت سے محسوس کرتے تھے اور مظلوموں کی حمایت میں جو کچھ اختیار میں ہوتا تھا کر گزرتے تھے۔

کیا پاکستان سے قانون ناموس رسالتؐ اور آئین میں موجود قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی شقوں کو ختم کروانے کی کوششیں کرنے والی عالمی صیہونی طاقتوں نے مولانا شہیدؒ کے وجود کو ختم کروایا؟ ملعونہ آسیہ مسیح کی بریت کے فیصلے کے بعد ہزاروں مظاہرین سے کیا جانے والا خطاب سوشل میڈیا پر موجود ہے جس میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے پر کڑی تنقید کی ہے باخبر لوگ کہتے ہیں کہ عالمی صیہونی طاقتیں عمران خان کی موجودہ حکومت کے دوران جلد سے جلد ثمرات سمیٹنا چاہتی ہیں اور قانون ناموس رسالتؐ کے خاتمے یا کم از کم اس قانون کو بے ثمر کرنا ان قوتوں کا مرکزی ایجنڈہ ہے۔اس لئے بدی کی ان قوتوں نے اس راستے میں حائل ہر رکاوٹ کو سازش، لالچ، دھونس، دھمکی سے دور کرنے کا فیصلہ کیا ہے لیکن اگر کوئی لالچ خوف دھونس دھمکی سے باہر نہیں آتا تو پھر اسے قتل کرنے سے بھی گریز نہ کیا جائے بدی کی ان قوتوں نے ہی مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو اس پیرانہ سالی میں نشانہ بنایا ہے۔

مجاہدین بالخصوص افغان طالبان میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا بہت احترام پایا جاتا تھا اس کی وجہ دارالعلوم جامعہ حقانیہ تھا کہ جہاں متعدد افغان طالبان رہنماؤں نے قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کی تھی افغانستان پر پہلے سوویت یونین حملہ آور ہوا اور پھر امریکہ مگر افغان مجاہدین نے سوویت یونین یا امریکہ کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہونے کے بجائے ان سے مقابلے کی ٹھان لی۔ انسانی اور اسلامی ہمدردی کے اصول کے تحت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے مظلوم افغان مسلمانوں کی کھل کر حمایت کی اس لئے کبھی امریکہ اور کبھی امریکہ کے کٹھ پتلی کابلی حکمران مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ذریعے افغان طالبان سے مذاکرات کی کوششوں میں لگے رہے لیکن مولانا شہیدؒ کا کمال یہ تھا کہ انہوں نے آخری سانسوں تک افغان طالبان کی حمایت جاری رکھی۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ پاکستان میں اتحاد امت کی علامت بن چکے تھے، بریلوی ہوں اہلحدیث ہوں، شیعہ ہوں یا دیوبندی آپ ہر ایشو پر سب کو ساتھ لے کر چلتے اس خاکسار کا مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے انتہائی نیازمندانہ تعلق تھا۔

پرویز خٹک کی پچھلی حکومت نے حقانیہ کو گرانٹ دینے کا اعلان کیا تھا تو لنڈے کے لبرلز اور سیکولر فاشسٹوں نے میڈیا میں اس کے خلاف طوفان بدتمیزی اٹھانے کی کوشش کی، تب اس خاکسار نے ''اوصاف'' میں اس معاملے پر کالم لکھا اور جامعہ حقانیہ پر طعن وتشنیع کے نشتر چلانے والوں کی خوب خبر لی وہ کالم پڑھ کر مولانا شہیدؒ نے اس خاکسار سے فون پر رابطہ کرکے کالم لکھنے پر مبارکباد دینے کے بعد شکریہ ادا کرنے کی بھی کوشش کی جس پر اس ناچیز نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! اس میں شکریے والی کوئی بات نہیں ہے، میں نے جو حق سمجھا وہ لکھا اور آئندہ بھی لکھوں گا مولانا سمیع الحق شہیدؒ ساری عمر جہاد اور جہادیوں سے محبت کرتے رہے لیکن انہوں نے امن وسلامتی کے پرچم کو بھی سربلند رکھا پس ثابت ہوا کہ امن وسلامتی اور حقیقی جہاد کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے، مولانا شہیدؒ متعدد کتابوں کے مصنف بھی تھے، لاکھوں علماء کے معلم بھی تھے، ہزاروں عشاق حدیث کے شیخ الحدیث بھی تھے، ایک عظیم جامعہ کے مہتمم بھی تھے، ایک مدبر سیاستدان بھی تھے، لبرل اور مذہبی قوتوں کے درمیان پل کا کردار ادا کرنے والے ذہین وفطین انسان بھی تھے لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ آپکا دل عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور تھا اور یہی آپکی سرفرازی وسربلندی کا سبب بھی بنا۔

مولانا محمد ابراہیم
صدر وحدت اساتذہ ضلع صوابی

سانحہ لال مسجد پر سینٹ میں مولانا شہیدؒ کا باطل شکن خطاب

سینٹ میں ۱۴/اگست ۲۰۰۷ء کو لال مسجد اور امن عامہ کی صورت حال پر بحث کے دوران مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے فرمایا: باتیں تو تقریباً دونوں اطراف سے ہوگئی ہیں۔ حکومتی طبقوں نے بھی اپنا موقف زور وشور سے بیان کیا ہے دوسروں نے بھی بیان کیا ہے میں انہیں دہراؤں گا نہیں۔ میرا خیال ہے کہ دس دن نہیں دس سال بھی اس لال مسجد کے المیہ پر ہم تقریریں کریں تو اس المیہ کا ازالہ نہیں ہوسکتا نہ اس کی تلافی ہوسکتی ہے، اب جو کچھ جلنا تھا وہ جل گیا۔ وہ جو شاعر نے کہا تھا کہ......

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہو گا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

ہم تو اب اس خاک اور راکھ کو بھی نہیں کرید سکتے کیونکہ اس ملبے کو بھی انہوں نے اٹھا کر دور دراز پھینک دیا ہے، اب اصل مسئلے پر ہمیں آنا چاہیے وہ جو حادثہ ہوگیا۔ اس کے اسباب بھی اسی طرح ہیں، اب بھی ہر جگہ کوئی نہ کوئی مسجد لال مسجد بن سکتی ہے بلکہ پورا ملک لال مسجد بن سکتا ہے، حادثے کی طرف نشاندہی بھی کی گئی ہے کہ یہ ایک اتفاقی یا حادثاتی واقعہ نہیں ہے۔ ایک طویل جنگ کا تسلسل ہے یہ اس کے مظاہر ہیں، ہم پر پرائی جنگ مسلط کردی گئی ہے، ہم پرائی آگ کو اپنے گھر میں لے آئے ہیں۔ ہم نے سرحدات کی حدود کو پامال کیا ہے۔ رات بھی ایک مذاکرہ ہو رہا تھا اور امریکی کہہ رہے تھے کہ اکثریت نے رائے دی ہے، تقریباً ستاون فیصد نے رائے دی ہے کہ ہمیں حق ہے کہ القاعدہ کا نام جہاں بھی سنیں گے ہم پاکستان میں خود کارروائی کریں گے یہ تازہ سروے آیا ہے۔ اس صورتحال میں ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم اس پرائی جنگ سے کیسے نکلیں؟ ہم امن وامان کی صورتحال پر بحث کرتے ہیں، خدا گواہ ہے کہ سولہ کروڑ عوام میں ایک فرد بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا، نہ محفوظ ہے۔ سڑک پر جا رہا ہے کسی وقت دھماکہ ہوجائے گا۔ کسی جگہ جلسہ ہے، کسی جگہ مجمع ہے کوئی بازار سودا سلف کے لیے جاتا ہے اس کے پرخچے اڑ سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں ہم کیسے امن وامان کی جزئیات پر بحث کریں۔

کھسیانی بلی کھمبا نوچے

ہم نے غیروں کو خوش کرنے کیلئے بہت قربانیاں دیں، ہمارے غیور، مجاہد وہ فوج جو ایمان، یقین اور جہاد کا ماٹو رکھتی تھی، ہم نے ایک ہزار تقریباً اپنے مسلمانوں کیساتھ لڑائی میں مروائے، سینکڑوں افراد ہماری اپنی افواج کے ہاتھوں مارے گئے، آج بھی سینکڑوں افراد کو لاپتہ کہیں پھینکا ہوا ہے اور ان کے رشتہ دار اور لواحقین پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے اور وزیر اعظم سیکرٹریٹ کے سامنے سپریم کورٹ کے سامنے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اپنے گمشدگان کے لیے رو پیٹ رہے ہیں، ہم نے پانچ چھ سو افراد کو پکڑ کر گوانتا ناموبے بھیج دیا اور امریکہ کے حوالہ کر دیا اور لکھا کہ ڈالروں کے بدلے میں انہیں بیچتے ہیں، اس سے زیادہ ہم اور کیا ''قربانیاں'' دیں گے، پھر بھی وہ ہماری حدود کو پامال کر رہے ہیں، ہمارے میمن صاحب نے کہا کہ کسی کو یہ حق نہیں دیں گے کہ یہاں مداخلت کرے، ہم کہتے تو ہیں لیکن عملاً وہ کیا کچھ نہیں کرتے، اکیس دفعہ وہ ہماری سرحدات کو پامال کر چکے ہیں۔ ابھی پرسوں ترسوں انہوں نے پاراچنار کی حدود کو پامال کیا، پھر دوبارہ امریکی فوجیں آئیں امریکی جہاز آئے اور ہمارے علاقوں میں گھومے پھرے، ٹی وی پر ہمارے فوجی ترجمان سے پوچھا گیا کہ بھئی! تم انکار کرتے ہو جبکہ پرسوں رات بھی فوج آئی تھی، جہاز آئے تھے۔ اس نے کھسیانی بلی کھمبا نوچے کی طرح عجیب بات کی، یہ ایسی بات ہے کہ کسی کے گھر میں چور اتر جائیں، تقدس پامال ہو جائے اور عصمت دری ہو جائے، عزت خراب کر دے پھر اس کو کہا جائے کہ یہ کیا ہوا؟ وہ کہے کہ کچھ بھی نہیں کہ رات کی تاریکی میں کچھ لوگ آئے تھے، معمولی چھیڑ چھاڑ کر کے چلے گئے۔ اسی طرح ترجمان راشد صاحب نے کہا کہ تاریکی میں غلطی سے آئے ہوں گے گھوم پھر کر واپس چلے گئے۔ اب صورتحال اس حد تک پہنچ گئی ہے، ہم نے خود ۸۲ معصوم طالب علموں کو شہید کیا، اگرچہ امریکہ نے یہ کام کیا لیکن ہم نے وہ الزام اپنے سر پر لے لیا، وہاں پر کون سی رٹ خراب ہو گئی تھی؟ لال مسجد کی صورتحال تو وہاں نہیں تھی۔

معصوم طلباء وطالبات کی شہادتیں

باجوڑ میں بھی ہم نے دیکھا، پھر وزیرستان میں دیکھا کہ وہ آ کر معصوم و نہتے طالب علموں کو تہہ تیغ کر جاتے ہیں، اس صورتحال پر غور کرنا چاہیے کہ ہم اس سے کیسے نکلیں گے؟ اب تو انہیں جرأت ہو گئی ہے، بدقسمتی سے ہماری فوج کو بھی ہو گئی ہے جس کو ماؤں نے جہاد کے لئے شہادت کے لئے بھیجا تھا وہ کرنل صاحب مرحوم جو پہلے دن لال مسجد میں فائرنگ کا نشانہ بنے، اس کی ماں اور بہنوں نے رو

رو کر کہا کہ ہم نے تو اس کو جہاد کے لیے بھیجا تھا، انہوں نے اِسے معصوم بچوں اور بچیوں کے مقابلہ میں اتارا۔

جناب چیئر مین صاحب! یہ بڑا المیہ ہے کہ معصوم بچے اور طلباء طالبات جو اللہ کے دین کو سیکھنے کے لئے وہاں جمع تھے وہ کسی ظلم اور زیادتی کے قائل نہیں تھے، ہندوستان نے مولانا مسعود اظہر کو چھوڑا جس نے ہندوستان کو ہلا دیا تھا اپنے ایک جہاز کی سواریوں کیلئے، یہ قربانی ہم نہیں دے سکتے تھے، ہم نے قرآن کو جلنے دیا، میں کہتا ہوں کہ قرآن صرف وہ نہیں ہے جو طاقوں میں پڑا جل گیا قرآن وہ ہے جو ان بچوں اور بچیوں کے سینوں میں تھا، وہ سینے چھلنی ہو گئے تو سینوں کے اندر قرآن چھلنی ہو گیا، خدا نے کہا کہ میں قرآن کی حفاظت الماریوں، فولاد سے، کاغذات سے، گتے سے نہیں کرتا ہوں بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (العنکبوت:۴۹) خدا نے کہا کہ میں قرآن کی حفاظت ان بچوں بچیوں کے ذریعے کراؤں گا جن کے سینوں میں میں نے ڈالا ہے تو کیا اگر کسی برگر فیملی، ایچی سن کالج یا بیکن ہاؤس کے لوگوں نے ایسا کیا ہوتا تو ان کیساتھ ہم ایسا سلوک کر سکتے تھے؟ کیا ہمارے کالجوں میں یونیورسٹیوں میں بغاوت نہیں ہوتی ہے؟ پرنسپل اغواء نہیں ہوتے ہیں؟ وائس چانسلروں کا محاصرہ نہیں ہوتا؟ پرچے آؤٹ نہیں ہوتے ہیں؟ یہ سب کچھ ہم برداشت کرتے ہیں اس معاملے کو اسلئے ہم برداشت نہ کر سکے کہ بش کا آرڈر آ گیا تھا اور بش کا آرڈر قطعی یہ تھا کہ ان کو Crush کر دو کیونکہ بش نے خود ایک ہفتے بعد اپنی ریڈیو کی تقریر میں لال مسجد کا نام لیکر کہا کہ یہ میری جنگ کا حصہ ہے اور حیرت کی بات ہے کہ وہ پھر مبارکباد بھی دیتا ہے، آسٹریلیا، برطانیہ اور بش بھی مبارکباد دیتا ہے ہماری مسجد کا معاملہ ہے، کیا کسی کالج میں ایسا ہوا ہوتا تو بش اسکو اپنے ذمہ اٹھا لیتے، بات دین واسلام اور ہمارے تشخص ہماری شناخت مٹانے کی ہے تو ایک ٹیلی فون پر ہم سب کچھ چھوڑ جاتے ہیں۔

دہشت گرد اصل میں وہ لوگ ہیں

۹/۱۱ کا واقعہ آیا تو پاکستان کی ساری قربانیاں ایک ٹیلیفون پر چلی گئی، جب حدود آرڈیننس کا وقت آیا حدود اللہ کو ایک ٹیلی فون پر ختم کیا گیا، اب ایمرجنسی کی بات آئی کھلم کھلا ساری رات ایمرجنسی کا ہنگامہ تھا لیکن ایک فون پر ایمرجنسی واپس ہو گئی، وہ بھی صدر کی نہیں بلکہ کنڈولا رائس کی، وہ ڈائن جس کو دیکھ کر انسان ڈرنے لگتا ہے اس کے Order پر ہم نے فیصلہ بدل لیا، ہمارے صدر صاحب نے

کہا کہ میں افغانستان نہیں جاؤں گا، لوئے جرگہ میں سیکورٹی کی وجہ سے یا ادھر مصروفیات بہت تھیں لیکن رات کو فون آیا کہ جاؤ وہاں افغانستان پہنچو، اس نے فیصلہ بدل دیا اور چلا گیا تو جناب میں کہا کرتا ہوں کہ دہشت گردی کے نام پر روزانہ صدر صاحب دہشت گردی اور انتہا پسندی کا واویلا کرتے ہیں اور جو طاقتیں ہیں وہ ہر جگہ متحرک ہوجاتی ہیں۔ باجوڑ، سوات، اسلام آباد ہم اس کو یہاں تک لے آئے ہیں، افسوس ہے کہ دہشتگرد تو اصل میں وہ مغربی قوتیں ہیں جوخود دہشت گردی کررہے ہیں اور صہیونیت دہشت گردی کررہی ہے، سامراجی ہم پر دہشت گردی مسلط کررہے ہیں، استعماری دہشت گردی ہم پر مسلط ہے مگر الٹا ہمیں کہا جارہا ہے کہ آپ دہشت گرد ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس صورت حال پر ہم ٹھنڈے دل ودماغ سے دونوں ایوانوں میں غور کریں، یہ واقعہ بھی ایسا ہنگامی پیدا نہیں ہوا کسی نے اکسایا پھر کسی نے طول دیا پھر آخر میں یہ end تک پہنچانا تھا، دو نقصان ہو گئے، ایک ہمارے مدارس کی ایسی تصویر ورلڈ کو دکھا دی گئی اور جو چھ مہینوں تک اس کو طول دیتے رہے جبکہ ہم ہمیشہ چیختے چلاتے رہے کہ پشاور سے کراچی تک کسی مدرسہ میں دہشت گردوں کا تصور بھی نہیں نہ انتہا پسندی کی تعلیم دی جاتی ہے لیکن دنیا کو بتایا گیا کہ ہم ہی تمہارے لئے فٹ ہیں اور دہشت گردوں کے ہاتھ اتنے مضبوط ہیں کہ اسلام آباد پر بھی کنٹرول کر سکتے ہیں، اس لئے ہمیں ہی مضبوط رکھیں اور ان کے سروں پر بیٹھنے دو، ورنہ کوئی چیز محفوظ نہیں رہے گی اور دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد اور مدرسے کی وہ عظمت اور تقدس اور حرمت ختم ہو گئی، اب کوئی بھی جرأت کے ساتھ کسی بھی جگہ دوبارہ کرسکتا ہے، بہرحال! میں یہ کہتا ہوں کہ اس المناک حادثہ کا کوئی نہ کوئی مداوا کیا جائے، زخم مندمل تو نہیں ہو سکتے، آج تک کتنے دن گزر گئے ہیں، مولانا عبدالعزیز اور اس کا سارا خاندان چیخ رہا ہے، مطالبہ کررہا ہے کہ ایک سات رکنی اعلیٰ سطحی عدالتی کمیشن قائم کیا جائے، سپریم کورٹ کے ججوں کی نگرانی میں، ہم نے سینٹ کی وزارت مذہبی امور کی سٹینڈنگ کمیٹی بلائی، اس کمیٹی نے بھی مطالبہ کیا کہ فوری طور پر ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کیا جائے لیکن یہاں کوئی سنتا ہی نہیں۔

ٹی وی پر عالم دین کی توہین کے مناظر

دوسری بات یہ ہے جو بھی ہو گیا اللہ کا گھر ہے اس کو فوراً آزاد کرایا جائے، نماز نہیں ہو رہی، کیا لرزنے والی بات نہیں ہے؟ اللہ اکبر کا نام ہم اسلام آباد کی اس قدیم مسجد میں نہیں لے سکتے؟ جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ مدارس میں جو لوگ شہید ہو گئے اللہ ان کے درجات بلند کرے لیکن اب ان مدارس کو بحال کیا جائے، تیسری میری گزارش یہ ہے کہ اس مظلوم شخص کو جس کا بھائی شہید ہو گیا،

جس کا بیٹا شہید ہو گیا، جس کی والدہ صاحبہ شہید ہو گئی اس کو روزانہ ہم ہتھکڑیوں میں لے آتے ہیں اور ایک طویل سلسلہ شروع کیا ہے، چھ چھ گھنٹے اس کو بند ڈبے میں بٹھائے رکھتے ہیں، اس پر دل کا دورہ پڑنے لگ جاتا ہے پھر ٹی وی والے یہ منظر پوری قوم کو دکھاتے ہیں، ہتھکڑیوں میں لایا جاتا ہے اور لے جایا جاتا ہے اس کیساتھ جوان بیٹی اور پاک دامن بیوی برقعوں میں پھرتی رہتی ہیں۔ کم از کم ہمیں افسوس تو ہونا چاہیے ......

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

مگر یہاں تو پشیماں بھی نہیں اور ڈھٹائی سے ہم لگے ہوئے ہیں اور اغیار کی وکالت کرتے ہیں اور صفائیاں دیتے ہیں کہ ہم نے ٹھیک کیا ہے، یہ تو تاریخ میں بعد میں آئے گا کہ ہم نے درحقیقت کیا کچھ کیا ہے، یہ کربلا کی طرح دہشت ناک واقعہ ہے کہ کربلا تو میدان صحرا میں تھا آبادی نہیں تھی کوئی شاید مدد کرنے نہ پہنچ پایا مگر یہ تو ہمارے ایوانوں کے نیچے کا واقعہ تھا، دارالخلافہ میں تھا، ایوان صدر کے نزدیک تھا، سینٹ کے سامنے تھا، کاش! آپ ہنگامی طور پر بیرون ملک کا دورہ منسوخ کر کے واپس آجاتے اس معاملے کو take up کر لیتے، شاید معاملہ حل ہو جاتا مگر ہم سب زندہ ہیں اس دور میں تو ہمارا نام بھی یاد رکھا جائے گا کہ کربلا جیسا حادثہ آیا تھا اور یہ لوگ علماء وکلاء، ممبران پارلیمنٹ، ان کا نام بڑے بڑے لفظوں میں لیا جائے گا۔

ہم بحیثیت قوم اپنا کردار کما حقہ ادا نہ کر سکے، ہم سب شرمندہ ہیں، ہمارا قومی ضمیر ہمیں نہیں چھوڑے گا، اب کم از کم ہم اس پر نمک پاشی تو مزید نہ کریں، سینٹ میں ان کی مکمل تفصیل بتائی جائے کہ کتنے افراد شہید ہوئے ہیں۔ آج تک کسی نے صحیح تعداد نہیں بتائی۔ وزیر داخلہ صاحب نے ۷۰ کہا، کسی نے ۱۰۵ کہا، کسی نے کچھ اور کہا، سیکرٹری صاحب نے کچھ اور آج تک تفتیش نہیں ہو رہی کہ کتنے لوگ شہید ہوئے ہیں اور ان کے لواحقین دربدر پھر رہے ہیں، نہ کوئی ان کی شنوائی ہوئی اور نہ کوئی ان کو ہرجانہ دیا گیا میں سمجھتا ہوں کہ ایک کمیشن تشکیل دیا جائے۔ کم از کم سینٹ سے افسوس کی ایک قرارداد آجائے اختتام میں کہ حادثہ تو جو بھی تھا مگر تاریخ بعد میں بتائے گی کہ سینٹ نے کیا کیا تھا؟ سینٹ میں ایک قرارداد آجائے جس میں ٹھوس، مفید اور تلافی کرنے والی باتیں ہوں اگر ہمارے مطالبات آپ کو کچھ اچھے لگتے ہیں تو اس کو قرارداد میں لے آئیں بس میں انہی الفاظ کے ساتھ اکتفاء کرتا ہوں (ماہنامہ ''الحق'' اگست ر ستمبر ۲۰۰۷ء)

جناب محمد سرور جالندھری
کالم نگار روزنامہ ''پاکستان''

اتحاد و یکجہتی کے علم بردار

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو افغان حکومت اور دیگر طاقتوں سے خطرہ تھا۔ وہ افغانستان کو امریکہ کے تسلط سے آزاد دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کے صاحبزادے مولانا حامد الحق حقانی کے مطابق ان کے والد گرامی بین الاقوامی خفیہ اداروں کے ہدف پر تھے۔ مولانا پولیس اور دیگر سیکورٹی اداروں کو متعدد بار خطرے سے آگاہ کر چکے تھے۔ ان کے صاحبزادے کا خیال ہے کہ وہ قوتیں جو ملک میں اسلام کا غلبہ نہیں چاہتیں، جہاد اور مدرسوں کے خلاف ہیں اور خانقاہوں کی مخالف ہیں وہی قوتیں ان کے والد گرامی مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے قتل میں ملوث ہیں۔ ان کی شہادت سے ملکی سیاست پر گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔ مولانا شہیدؒ کے خیالات اور نظریات پاکستانی قوم اور علماء کیلئے مشعل راہ ہیں۔ مرحوم ملک میں انتشار کو اسلام اور پاکستان دشمن قوتوں کا ایجنڈا سمجھتے تھے۔ وہ ہمیشہ اتحاد و یک جہتی اور وحدتِ امت کی بات کرتے تھے۔ مولانا سمیع الحق شہید کے افغان طالبان سے اچھے تعلقات تھے، ماضی میں بھی طالبان کو مذاکرات پر آمادہ کرنے، انہیں بات چیت کے لئے میز پر لانے اور افغانستان میں امن و استحکام کے حوالے سے ان کے کردار کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور اب جبکہ ایک مرتبہ پھر پاکستان کو افغانستان میں امن کے لئے مفاہمتی کردار ادا کرنے کو کہا جا رہا ہے تو ایسے وقت میں حکومت پاکستان کو مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی اشد ضرورت تھی کیونکہ طالبان دارالعلوم حقانیہ کو اپنا نظریاتی قبلہ سمجھتے ہیں۔ موجودہ صورت حال میں اس امر کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا کہ مولانا سمیع الحق جیسے جید عالمِ دین اور اہم مذہبی رہنماء کو راستے سے ہٹانے میں بھارتی خفیہ ایجنسی را اور افغان خفیہ ایجنسی این ڈی ایس کا ہاتھ ہو۔ یہ حکومت اور تحقیقاتی اداروں کا کام ہے کہ دفاع پاکستان کے لئے عمر بھر مثبت کردار ادا کرنے والے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے قاتلوں کو گرفتار کرے اور ان کے ماسٹر مائنڈ کو بھی بے نقاب کرے جو انہیں راہ سے ہٹا کر اپنے مذموم مقاصد پورے کر رہا ہے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی زندگی دینِ اسلام کے فروغ، ملک کی سلامتی اور امن و استحکام کے لئے وقف تھی۔ انہوں نے ۱۹۷۳ء کے آئین کی تیاری میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمتیں برسائے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے۔ (آمین ثم آمین)

مولانا تنویر احمد اعوان
بلاگر و کالم نگار

پاکستان کے نظریاتی سرحدات کا محافظ

- ...... مولانا سمیع الحق شہیدؒ پاکستان کی نظریاتی سرحدات کے محافظ تھے
- ...... مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کا قومی سیاسی سماجی علمی اور تحریکی خدمات کو خراج تحسین

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کو روزِ اول سے ہی اکابر علمائے کرام اور ملک وملت کا درد رکھنے والی معتبر قومی، علمی، سیاسی، سماجی اور صحافتی شخصیات کی تائید اور اعتماد حاصل ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ہمیشہ اپنائیت، سرپرستی اور ہمدردی کے اس رشتے کا لحاظ رکھا اور ہر فورم پر ایم ایس او پاکستان کے کاز ومشن کی تائید فرمائی، طلبہ اجتماع ہو یا استحکام پاکستان سیمینار آپ نے بنفس نفیس شرکت فرما کر MSO پاکستان کے نوجوانوں کے حوصلوں کو بڑھایا اور اپنی تائیدات سے بھی نوازا۔ بلاشبہ مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کے بڑھتے قدموں میں آپ کی دعاؤں اور حوصلہ افزائی کا بڑا حصہ ہے۔

۲ نومبر ۲۰۱۸ء کو آپ کی شہادت کا عظیم سانحہ پیش آیا، جس کا غم پوری دنیا میں بسنے والے مسلمانوں نے محسوس کیا، بلاشبہ مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کے لیے یہ سانحہ کسی قیامت سے کم نہ تھا کہ مسلم نوجوانوں کا غمگسار مظلومانہ انداز میں شہید کر دیا گیا اور طلبہ اپنے ہمدرد، سرپرست اور دعا گو سے محروم کر دیئے گے، چنانچہ مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن نے آپ کی قومی، سیاسی، سماجی، علمی اور تحریکی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے تعزیتی ریفرنس وفاقی دارالحکومت اسلام آباد ۱۵/نومبر ۲۰۱۸ کو نیشنل پریس کلب میں منعقد کیا، جس کے مہمان خصوصی جانشین مولانا سمیع الحق شہید مولانا حامد الحق حقانی تھے، جب کہ ناظم اعلیٰ مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان محسن خان، چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل قبلہ ایاز، چیئرمین تحریک نوجوانان پاکستان عبداللہ گل، چیئرمین پاکستان علماء کونسل

علامہ محمد طاہر اشرفی، مولانا ظہور احمد علوی وفاق المدارس العربیہ پاکستان، مولانا شبیر احمد کشمیری، مولانا یوسف شاہ، رہنما شرجیل میر، ملک مظہر جاوید ایڈوکیٹ، شہیر سیالوی، بشیر عثمانی، حریت رہنماء عبدالحمید لون، شہزاد عباسی، عبداللہ خان، اسامہ قریشی، ارسلان کیانی اور دیگر نے خطاب کیا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے منسوب تعزیتی ریفرنس میں پیر مولانا عبدالمعبود، مولانا قاسم قاسمی تحریک انصاف علماء ونگ اسلام آباد، مولانا تنویر علوی، رہنما اہل سنت والجماعت حافظ نصیر احمد، مولانا عبدالخالق، مولانا ظہور الٰہی، سردار مظہر، چوہدری ایاز، مفتی محمد شکیل،، قاری عزیز الرحمٰن، اسید الرحمٰن، مولانا حسین طارق، مولانا محمد طیب سمیت راولپنڈی، اسلام آباد کے علمائے کرام، دینی وعصری تعلیمی اداروں کے طلبہ، مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کے زیر اہتمام تعزیتی ریفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت قومی سانحہ ہے، آپ غلبہ اسلام اور استحکام پاکستان کی جدوجہد کا استعارہ تھے، امت مسلمہ کے دکھ اور درد کو ہر گھڑی محسوس کرنے والے عظیم رہنما تھے، آپ اتحاد وارتباطِ امت کے داعی تھے، شہید ناموس رسالت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ اسلاف امت کی علمی، تحریکی، تصنیفی اور روحانی میراث کے امین تھے، آپ کی پارلیمانی، سیاسی، ملی، تحریکی، دینی اور علمی خدمات کو تادیر یاد رکھا جائے گا، مولانا سمیع الحق شہید ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، پاکستانی کی نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کے لیے آپ نے غیر معمولی کردار ادا کیا، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ہمیشہ مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کی سرپرستی فرمائی، آپ ملا اور مسٹر کی طبقاتی تفریق کے خاتمے اور یکساں نظام تعلیم کے لیے ایم ایس او پاکستان کی جدوجہد کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، ارباب اختیار کوئی نیا سانحہ رونما ہونے سے پہلے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے قاتلوں کو فی الفور گرفتار کرکے نشانِ عبرت بنا کر ملک اور اسلام دشمن قوتوں کو منہ توڑ جواب دیں۔

جانشین مولانا سمیع الحق شہیدؒ مولانا حامد الحق حقانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی تمام زندگی کی جدوجہد نفاذِ اسلام کے لیے تھی، مولانا کی موت کو قصداً کچھ اسلام دشمن حلقے اور پراسرار قوتیں غلط رنگ دینے کے پروپیگنڈے میں مصروف ہیں کہ تحقیقات کو مختلف سمتوں میں منتشر کردیا جائے، لیکن ہم یہ سازش کامیاب نہیں ہونے دیں گے، حضرت مولانا ناموس رسالتؐ کے لیے فکرمند تھے اور وہ دشمنان اسلام ودشمنان جہاد کے لئے بہت بڑی رکاوٹ تھے، لہٰذا حضرت مولانا کی شہادت

میں ملک وملت کے دشمن عناصر اور قوتیں ملوث ہیں، آپ کے خون کی برکت سے کئی خیر کے ابواب کھلیں گے۔

چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پروفیسر قبلہ ایاز نے کہا کہ مولانا سمیع الحق کی شہادت ایک تسلسل کا حصہ ہے کہ ہمارے معاشرے کے ارتباط اور حسن کو ختم کرکے تشدد کو رواج دینے کا جب بھی منصوبہ بنایا جاتا ہے تو ایسی ہی شخصیات کو نشانہ بنا کر اپنے عزائم کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جامعہ حقانیہ سے میرا تعلق ۱۹۶۹ء میں قائم ہوا، میرا تنظیمی سفر جمعیت کے پلیٹ فارم پر اسی جامعہ سے ہوا ہے، آپ پدرانہ اور برادرانہ رویہ رکھنے والے ایک ہنس مکھ انسان تھے۔ آپ کی زندگی کے دو پہلوؤں کا تذکرہ کروں گا۔ اول یہ کہ ''ملی یکجہتی کونسل'' کل پاکستان ارتباط کی جدوجہد ہے ان میں تمام مسالک اور خانقاہیں موجود ہیں اور آپ کی قیادت اس تنظیم کو حاصل تھی۔ دوسرا پہلو یہ کہ آپ نے علمی میراث کا وافر حصہ امت کے نفع کے لیے چھوڑا ہے اور یہ آپ کی موجودگی کا احساس دلاتا رہے گا، ہمیں اس کو مطالعہ اور نصاب کا حصہ بنانا ہوگا۔ آپ ہر باصلاحیت اور قیمتی شخص کو اس کی تکلیف کے وقت حوصلہ اور سہارا ہوتے تھے۔ آپ کی شہادت سے بڑا نقصان اور خلا پیدا ہوگیا ہے، بلاشبہ اسلامی قانون سازی میں آپ کا کردار جاندار رہا ہے، آپ کی شخصیت کے مختلف پہلو تادیر آپکو امت مسلمہ کی نظروں سے اوجھل نہیں دیں گے، آپکی اہم صفت یہ تھی کہ آپ نفرت کی جگہ محبت کو بانٹنے والے تھے۔

پاکستان علماء کونسل کے چیئرمین علامہ حافظ طاہر محمود اشرفی نے تعزیتی ریفرنس کے شرکاء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ امت مسلمہ کے درد کو اپنے سینے میں محسوس کرنے والا ایک عظیم انسان ہم سے رخصت ہوگیا، دہائیوں پر محیط مجھے ان سے عقیدت و محبت تھی، میں نے ان کے سفر وحضر کا غور سے مشاہدہ کیا، وہ دن کو ملک وملت کے لیے جدوجہد کرتے اور رات کو اللہ کے حضور گڑگڑاتے تھے، وہ دین ووطن کا درد رکھنے والے انسان تھے، ان کی زندگی، شہادت اور جنازہ ان کے محبّ وطن ہونے کی گواہی ہے۔ یہ وطن ہمارا ہے ہم اس کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔ ناموس رسالتؐ، ناموس صحابہ اور تحفظ ختم نبوت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے سفر وحضر کے ساتھی اور جمعیت علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا یوسف شاہ نے کہا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اتحاد امت کے داعی تھے، آپ تمام سیاسی، جہادی، نظریاتی اور دینی قوتوں کے لیے قابل قبول شخصیت تھے، مولانا سمیع الحقؒ پر حملہ اور شہادت ایک نظریہ،

سوچ اور فکر پر حملہ تھا جس سے نا قابل تلافی نقصان ہوا، یہ سانحہ ملکی اداروں کے لیے الارمنگ صورت حال ہے، ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ حکومت اس سانحہ کی اعلیٰ سطحی تفتیش کروائے، مولانا کا مشن امن، سلامتی اور سالمیت کا مشن تھا۔ آیئے! مولانا سمیع الحق شہید کے مشن کو اپنا کر نصب العین بنائیں۔تحریک نوجوانان پاکستان کے چیئرمین عبداللہ گل نے تعزیتی ریفرنس کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ شہادت کی موت پا کر ہمیشہ کے لیے امر ہوگئے ہیں، امریکہ اپنی شکست کو چھپانے کے لیے اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا ہے، ہمارا آرمی چیف سے مطالبہ ہے کہ وہ ای ایس ای، ملٹری پولیس اور دیگر اداروں کی مشترکہ کمیٹی کے ذریعے ان کے قتل کی تحقیق کروائیں، اس سانحہ کے موقع پر مولانا حامد الحق حقانی کا تدبر قابل رشک اور محبّ الوطنی کی دلیل ہے۔ مولانا ظہور احمد علوی (مہتمم جامعہ محمدیہ اسلام آباد) نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا سمیع الحق شہید کی جدوجہد ہمہ جہت تھی، آپ سیاست، درس وتدریس اور جہاد کے امام تھے، آپ بہترین مصنف اور جیدعالم دین تھے، آپ نے اکوڑہ خٹک کو شہرِعلم بنا دیا تھا۔آپ نے پیرانہ سالی کے باوجود ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدوجہد کیلئے سفر جاری رکھا اور اسی سفر میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ مولانا شبیر احمد کشمیری نے کہا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اسلاف کی روایات کے امین اور حقیقی وارث تھے، آپ نے حق گوئی اور حق پرستی کو اپنا شعار بنائے رکھا۔

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کی مجلس شوریٰ کے امیر ملک مظہر جاوید ایڈوکیٹ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شہید ختم نبوت، ہرتحریک اور جدوجہد کے سرپرست مولانا سمیع الحقؒ نے ہمیشہ ایم ایس او پاکستان کے نوجوانوں کی سرپرستی فرمائی، آپ نے پاکستان، قومی اداروں اورنظریاتی وجغرافیائی سرحدوں کے تحفظ کی جدوجہد کو آخری لمحات تک جاری رکھا۔امیر شوریٰ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایم ایس او پاکستان دینی وعصری تعلیمی اداروں میں اپنا مؤثر وجود رکھتی ہے، ہم تمام لسانی، طبقاتی گروہی اور مسلکی تفریق سے بالاتر ہوکر اپنی محنت کو جاری رکھے ہوئے ہے، ہم عہد کرتے ہیں کہ ایم ایس او پاکستان مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مشن اور کاز کو جاری رکھے گی، ہمارا مطالبہ ہے کہ مولانا شہیدؒ کے قاتلوں کو جلد از جلد گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ ناظم اعلیٰ ایم ایس او پاکستان نے کہا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کی وجہ سے ہم اپنے سرپرست سے محروم ہو گئے ہیں، مولانا شہیدؒ نے سعادت کی زندگی اور شہادت کی قابل رشک موت پائی، ہم مولانا حامد الحق حقانی کو یقین دلاتے ہیں کہ ایم ایس او پاکستان ہم مشکل گھڑی میں ان کے شانہ بشانہ موجود ہوگی۔

مولانا محمد قاسم آدینوی
پی ایچ ڈی اسکالر، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

شریعت بل کی تدوین مسودہ اور دفعات: تعارفی مطالعہ

برصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے سینٹ میں ایک طویل آئینی جنگ لڑی، انہیں حکومتوں کے تاخیری حربوں اور منافقانہ رویے کی وجہ سے پانچ سال تک صعب آزما مراحل سے گذرنا پڑا۔ ایوانِ بالا سینٹ میں اس سلسلہ میں بھرپور معرکۂ حق و باطل ہوا۔ بالآخر پانچ سال طویل ترین جدوجہد کے بعد ۱۳رمئی ۱۹۹۰ء کو ایوانِ بالا نے شریعت بل منظور کرلیا۔اس بل کے دفعات کی تدوین میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی مساعی جمیلہ ناقابل فراموش ہیں۔ذیل میں اس بل کا تعارف اوراس کے دفعات کو بیان کیا جاتا ہے۔

شریعت بل: تعارف اوراہم دفعات

سینٹ آف پاکستان نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور مولانا قاضی عبداللطیف مرحوم کا پیش کردہ ''شریعت بل'' پانچ سال کی طویل بحث وتمحیص کے بعد ۱۳رمئی ۱۹۹۰ء کو متفقہ طور پر ''نفاذِ شریعت ایکٹ ۱۹۹۰ء'' کے عنوان کیساتھ منظور کرلیا، یہ بل ۱۳رجولائی ۸۵ء کو ایوانِ بالا میں پیش کیا گیا تھا اور اس پر پانچ سال کے دوران متعدد کمیٹیوں نے کام کیا اور اسے سینٹ سیکرٹریٹ کی طرف سے عوام کی رائے معلوم کرنے کیلئے مشتہر بھی کیا گیا۔ بل میں مختلف حلقوں کی طرف سے متعدد ترامیم پیش کی گئیں اور ترامیم سمیت سینٹ نے بل کا جو آخری مسودہ متفقہ طور پر منظور کیا، اس کا متن درج ذیل ہے:

ہرگاہ کہ قراردادِ مقاصد کو جو پاکستان میں شریعت کو بالادستی عطا کرتی ہے۔ دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۹۷۳ء کے مستقل حصے کی حیثیت سے شامل کرلیا گیا ہے اور ہرگاہ کہ مذکورہ قراردادِ مقاصد کے اغراض کو بروئے کار لانے کے لئے ضروری ہے کہ شریعت کے فی الفور نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔لہٰذا حسبِ ذیل قانون بنایا جاتا ہے:

(۱)...... یہ ایکٹ نفاذِ شریعت ایکٹ ۱۹۹۰ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

(۲)...... یہ پورے پاکستان پر وسعت پذیر ہوگا۔

(۳)...... یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

(۴)...... اس میں شامل کسی امر کا اطلاق غیر مسلموں کے شخصی قوانین پر نہیں ہوگا۔

تعریفات

اس ایکٹ میں، تاوقتیکہ متن اس سے مختلف مطلوب ہو، مندرجہ ذیل عبارات سے وہ مفہوم مراد ہے جو یہاں ترتیب وار دیا گیا ہے۔

(الف)...... ''حکومت'' سے مراد۔

اوّل: کسی ایسے معاملے سے متعلق جسے دستور میں وفاق قانون سازی کی فہرست یا مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں شمار کیا گیا ہو، یا کسی ایسے معاملے کے بارے میں جس کا تعلق وفاق سے ہو''وفاقی حکومت'' ہے اور......

دوم: کسی ایسے معاملے سے متعلق جسے مذکورہ فہرستوں میں سے کسی ایک میں شمار نہ کیا گیا ہو یا کسی ایسے معاملے کے بارے میں جس کا تعلق صوبے سے ہو، صوبائی حکومت ہے۔

(ب)...... شریعت کی تشریح وتفسیر کرتے وقت قرآن وسنت کی تشریح وتفسیر کے مسلمہ اُصول وقواعد کی پابندی کی جائے گی اور رہنمائی کے لئے اسلام کے مسلمہ فقہاء کی تشریحات اور آراء کا لحاظ رکھا جائے گا جیسا کہ دستور کی دفعہ ۲۲۷ شق (۱) کی تشریح میں ذکر کیا گیا ہے۔

(ج)...... ''عدالت'' عدالت سے کسی عدالتِ عالیہ کے ماتحت کوئی عدالت مراد ہے۔ اس میں وہ ٹریبونل یا مقتدرہ شامل ہے جسے فی الوقت نافذ العمل کسی قانون کی رُو سے یا اسکے تحت قائم کیا گیا ہو۔

(د)...... ''قراردادِ مقاصد'' سے مراد وہ قراردادِ مقاصد ہے جس کا حوالہ دستور کے آرٹیکل ۲ (الف) میں دیا گیا ہے اور کہا گیا کہ دستور کے ضمیمے میں درج کیا گیا ہے۔

(ہ)...... ''مقررہ'' سے مراد اس ایکٹ کے تحت مقررہ قواعد ہیں، مستند دینی مدرسہ سے مراد، پاکستان یا بیرونِ پاکستان کا وہ دینی مدرسہ (جسے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن یا حکومت قواعد کے مطابق تسلیم کرتی ہو)

(و)...... ''مفتی'' سے مراد شریعت سے کما حقہٗ واقف وہ مسلمان ہے جو کسی باقاعدہ دینی مدرسہ کا سند یافتہ اور تخصص فی الفقہ کی سند حاصل کر چکا ہو اور پانچ سال کسی مستند دینی مدرسہ میں علومِ اسلامی کی تدریس یا افتاء کا تجربہ رکھتا ہو، جو دس سال تک کسی مستند دینی مدرسہ میں علوم اسلامی کی تدریس یا

افتاء کا تجربہ رکھتا ہو اور جسے اس قانون کے تحت شریعت کی تشریح وتفسیر کرنے کے لئے عدالت عظمیٰ، کسی عدالت عالیہ یا وفاقی شرعی عدالت کی اعانت کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔

شریعت کی بالادستی

شریعت، پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون ہوگا جو ذیل کے طریقے سے نافذ کیا جائے گا اور کسی رواج یا دستور العمل میں شامل کسی امر کے علی الرغم ہوگی۔

عدالتیں شریعت کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کریں گی

(۱)...... اگر کسی عدالت کے سامنے یہ سوال اُٹھایا جائے کہ کوئی قانون یا قانون کا کوئی حکم شریعت کے منافی ہے تو عدالت اگر اسے اطمینان ہو کہ سوال غور طلب ہے، ایسے معاملات کی نسبت جو دستور کے تحت وفاقی شرعی عدالت کے اختیارِ سماعت کے اندر آتے ہوں وفاقی شرعی عدالت سے استصواب کرے گی عدالت مقدمہ کا ریکارڈ طلب کر سکے گی اور اس کا جائزہ لے سکے گی اور امرِ تنقیح طلب کا ساٹھ دن کے اندر اندر فیصلہ کرے گی مگر شرط یہ ہے کہ اگر سوال کا تعلق کسی ایسے مسئلے سے ہو جو دستور کے تحت وفاقی شریعت عدالت کے دائرۂ اختیار سے باہر ہو تو عدالت امر تنقیح طلب کو عدالت عالیہ کے حوالے کر دے گی جو اس کا ساٹھ دن کے اندر اندر فیصلہ کرے گی۔ مزید شرط یہ ہے کہ عدالت کسی ایسے قانون یا قانون کے حکم کی نسبت اس کے شریعت کے منافی ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کسی سوال پر غور نہیں کرے گی جس کا وفاقی شرعی عدالت نے عدالت عظمیٰ کے شرعی مرافعہ بنچ پہلے ہی جائزہ لے چکی ہو اور اس کے شریعت کے منافی نہ ہونے کا فیصلہ کر چکی ہو۔

(۲)...... ذیلی دفعہ (۱) کا دوسرا فقرہ شرطیہ وفاقی شرعی عدالت یا عدالت عظمیٰ کے شرعی مرافعہ بنچ کی جانب سے دیئے گئے کسی فیصلے یا صدر کسی حکم پر نظر ثانی کرنے کے اختیار پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

(۳)......عدالت عالیہ، خود اپنی تحریک پر یا پاکستان کے کسی شہری یا وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کی درخواست پر یا ذیلی دفعہ (۱) کے پہلے فقرہ نظریہ کے تحت اس سے کئے گئے کسی استصواب پر، اس سوال کا جائزہ لے سکے گی اور فیصلہ کر سکے گی کہ آیا کوئی مسلم شخصی قانون کسی عدالت یا ٹریبونل کے ضابطہ کار سے متعلق کوئی قانون یا کوئی اور قانون جو وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ اختیار سے باہر ہو یا مذکورہ قانون کا کوئی حکم شریعت کے منافی ہے یا نہیں مگر شرط یہ ہے کہ سوال کا جائزہ لیتے ہوئے عدالت عالیہ ''توضیح طلب سوال'' سے متعلق شعبہ کا تخصیصی ادراک رکھنے والے ماہرین میں سے جن

کو وہ مناسب سمجھے کو طلب کرے اور ان کے نقطۂ نظر کی سماعت کرے گی۔

(۴)...... جبکہ عدالت عالیہ ذیلی دفعہ (۳) کے تحت کسی قانون یا قانون کے حکم کا جائزہ لینا شروع کرے اور اسے ایسا قانون یا قانون کا حکم شریعت کے منافی معلوم ہو، تو عدالتِ عالیہ ایسے قانون کی صورت میں جو دستور میں وفاقی فہرست قانون سازی یا مشترکہ فہرست قانون سازی میں شامل کسی معاملے سے متعلق ، وفاقی حکومت کو یا کسی ایسے معاملے سے متعلق کسی قانون کی صورت میں جو ان فہرستوں میں سے کسی ایک میں بھی شامل نہ ہو، صوبائی حکومت کو ایک نوٹس دے گی جس میں ان خاص احکام کی صراحت ہوگی جو اسے بایں طور پر منافی معلوم ہوں اور مذکورہ حکومت کو اپنا نقطۂ نظر عدالتِ عالیہ کے سامنے پیش کرنے کیلئے مناسب موقع دے گی۔

(۵)...... اگر عدالت عالیہ فیصلہ کرے کہ کوئی قانون یا قانون کا کوئی حکم شریعت کے منافی ہے تو وہ اپنے فیصلے میں حسبِ ذیل بیان کرے گی:

(الف) اس کو مذکورہ رائے قائم کرنے کی وجوہ۔

(ب) وہ حد جہاں تک ایسا قانون یا حکم بایں طور پر منافی ہے اور......

(ج) اس تاریخ کا تعین جس پر وہ فیصلہ نافذ العمل ہوگا۔

مگر شرط یہ ہے کہ ایسا کوئی فیصلہ اس میعاد کے گزرنے سے پہلے جس کے اندر عدالت عظمیٰ میں اس کے خلاف اپیل داخل ہوسکتی ہو یا جب کہ اپیل بایں طور داخل کردی گئی ہو اس اپیل کے فیصلے سے پہلے نافذ العمل نہیں ہوگا۔

(۶)...... عدالت عالیہ کو اس دفعہ کے تحت اپنے دیئے ہوئے کسی فیصلے یا صادر کردہ کسی حکم پر نظر ثانی کرنے کا اختیار ہوگا۔

(۷)......اس دفعہ کی رو سے عدالت عالیہ کو عطا کردہ بااختیار سماعت کو کم از کم تین ججوں کا کوئی بنچ استعمال کرے گا۔

(۸)...... اگر ذیلی دفعہ (۱) یا ذیلی دفعہ (۲) میں محولہ کوئی سوال عدالت عالیہ کے یک رُکنی بنچ یا دو رکنی بنچ کے سامنے اُٹھے تو اسے کم از کم تین ججوں کے بنچ کے حوالے کیا جائے گا۔

(۹)...... اس دفعہ کے تحت کسی کارروائی میں عدالت عالیہ کے قطعی فیصلے سے ناراض کوئی فریق مذکورہ فیصلے سے ساٹھ دن کے اندر عدالت عظمیٰ میں اپیل داخل کرسکے گا مگر شرط یہ ہے کہ وفاق یا کسی صوبے

کی طرف سے اپیل مذکورہ فیصلے کے چھ ماہ کے اندر داخل کی جا سکے گی۔

(۱۰)......اس قانون میں شامل کوئی امر یا اس کے تحت کوئی فیصلہ اس قانون کے آغازِ نفاذ سے قبل کسی عدالت یا ٹریبونل یا مقتدرہ کی طرف سے کسی قانون کے تحت دی گئی سزاؤں، دیے گئے احکام یا سنائے ہوئے فیصلوں، منظور شدہ ڈگریوں، ذمہ کیے گئے واجبات، حاصل شدہ حقوق کی گئی تشخیصات، وصول شدہ رقوم یا اعلان کردہ قابل اداء رقوم پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

تشریح : اس ذیلی دفعہ کی غرض کے لئے ''عدالت یا ٹریبونل'' سے مراد اس قانون سے آغازِ نفاذ سے قبل کسی وقت کسی قانون یا دستور کی رُو سے یا اس کے تحت قائم شدہ کوئی عدالت یا ٹریبونل ہوگی اور لفظ ''مقتدرۃ'' سے مراد فی الوقت نافذ العمل کسی قانون کے تحت قائم شدہ کوئی مقتدرہ ہوگی۔

(۱۱)...... کوئی عدالت یا ٹریبونل بشمول عدالت عالیہ کسی زیرِ سماعت یا اس قانون کے آغازِ نفاذ کے بعد شروع کی گئی کسی کارروائی کو محض اس بناء پر موقوف یا ملتوی نہیں کرے گی کہ یہ سوال کہ آیا کوئی قانون یا قانون کا حکم شریعت کے منافی ہے یا نہیں، عدالتِ عالیہ یا وفاقی شرعی عدالت کے سپرد کر دیا گیا ہے یا یہ کہ عدالت عالیہ نے اس سوال کا جائزہ لینا شروع کر دیا ہے اور ایسی کارروائی جاری رہے گی اور اس میں امرِ دریافت طلب کا فیصلہ فی الوقت نافذ العمل قانون کے مطابق کیا جائے گا بشرطیکہ عدالت عالیہ ابتدائی سماعت کے بعد یہ فیصلہ نہ دے دے کہ زیرِ سماعت مقدمات کو عدالت کے فیصلے تک روک دیا جائے۔

شریعت کے خلاف احکامات دینے پر پابندی

انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدر مملکت، وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا اور اگر ایسا کوئی حکم دے دیا گیا ہو تو اسے عدالتِ عالیہ میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

عدالتی عمل اور احتساب

حکومت کے تمام عمال دستور کے تابع رہتے ہوئے اسلامی نظامِ انصاف کے پابند ہوں گے اور شریعت کے مطابق عدالتی احتساب سے بالاتر نہیں ہوں گے۔

علماء کو جج اور معاونین عدالت مقرر کیا جا سکے گا

(۱)...... ایسے تجربہ کار اور مستند علماء جو اِس قانون کے تحت مفتی مقرر کیے جانے کے اہل ہوں،

عدالتوں کے ججوں اور معاونینِ عدالت کے طور پر مقرر کیے جانے کے بھی اہل ہوں گے، ایسے اشخاص جو پاکستان یا بیرونِ ملک اس مقصد کے لئے متعلقہ حکومت کے تسلیم شدہ اسلامی علوم کے معروف اداروں اور مستند دینی مدارس سے شریعت کا راسخ علم رکھتے ہوں فی الوقت نافذ العمل کسی دیگر قانون میں شامل کسی امر کے باوجود شریعت کی تشریح اور تعبیر کے لئے عدالت کے سامنے اس مقصد کے لئے وضع کیے جانے والے قواعد کے مطابق پیش ہونے کے اہل ہوں گے۔

صدر، چیف جسٹس عدالت عالیہ کے مشورے سے ذیلی دفعہ (۱) فرض کے لئے قواعد مرتب کرے گا جن میں ججوں اور عدالتوں میں معاونین عدالت کی حیثیت سے تقرر کے لئے مطلوبہ اہلیت اور تجربہ کی وضاحت ہوگی۔ایسے اشخاص جو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد یا کسی دیگر یونیورسٹی سے قانون اور شریعت میں گریجویٹ یا پوسٹ گریجویٹ ڈگریاں رکھتے ہوں، فی الوقت نافذ العمل کسی دیگر قانون میں شامل کسی امر کے باوجود، اس غرض کے لئے حکومت کے وضع کردہ قواعد کے مطابق ایڈووکیٹ کی حیثیت سے اندراج کے اہل ہوں گے۔ اس دفعہ کے احکام کسی طور پر بھی قانون پیشہ اشخاص اور مجالس وکلاء سے متعلق قانون کے تحت اندراج شدہ وکلاء کے مختلف عدالتوں، ٹریبونلوں اور دیگر مقتدرات بشمول عدالت عظمیٰ کسی عدالت عالیہ یا وفاقی شرعی عدالت میں پیش ہونے کے حق پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔

مفتیوں کا تقرر

☆ صدر، چیف جسٹس آف پاکستان یا چیف جسٹس وفاقی عدالت اور چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل کے مشورہ سے جس طرح وہ مناسب تصور کرے ایسے اور اتنے مفتیوں کا تقرر کرے گا جو عدالت عظمیٰ، عدالت عالیہ اور وفاقی شرعی عدالت کی شریعت کے احکام کی تعبیر و تشریح میں اعانت کیلئے مطلوب ہوں

☆ ذیلی دفعہ (۱) کے تحت مقرر کردہ کوئی مفتی صدر کی رضامندی کے دوران اپنے عہدہ پر فائز رہے گا اور اس کا عہدہ فی الوقت کسی نائب اٹارنی جنرل برائے پاکستان کے برابر ہوگا۔

☆ مفتی کا یہ فرض ہوگا کہ وہ حکومت کو ایسے قانونی اُمور کے بارے میں جن پر شریعت کی تشریح و تعبیر درکار ہو، مشورہ دے اور ایسے دیگر فرائض انجام دے جو حکومت کی طرف سے اس کے سپرد یا اس کو تفویض کیے جائیں اور اسے حق حاصل ہوگا کہ اپنے فرائض کی بجا آوری میں عدالت عظمیٰ اور عدالت عالیہ میں جب کہ وہ اس قانون کے تحت اختیارِ سماعت استعمال کر رہی ہوں اور وفاقی شرعی

عدالت میں سماعت کے لئے پیش ہو۔

☆ کوئی مفتی کسی فریق کی وکالت نہیں کرے گا بلکہ کارروائی سے متعلق اپنی دانست کے مطابق شریعت کا حکم بیان کرے گا، اس کی توضیح، تشریح وتعبیر کرے گا اور شریعت کی تشریح کے بارے میں اپنا تحریری بیان عدالت میں پیش کرے گا۔

☆ حکومت پاکستان کی وزارتِ قانون وانصاف مفتیوں کے بارے میں انتظامی اُمور کی ذمہ دار ہوگی۔

شریعت کی تدریس وتربیت

☆ مملکت اسلامی قانون کے مختلف شعبوں میں تعلیم وتربیت کے لئے مؤثر انتظامات کرے گی تا کہ شریعت کے مطابق نظامِ عدل کیلئے تربیت یافتہ افراد دستیاب ہوسکیں۔

☆ مملکت ماتحت عدلیہ کے ارکان کیلئے وفاقی جوڈیشنل اکادمی اسلام آباد اور اس طرح کے دیگر اداروں میں مسلمہ مکاتب فکر کے فقہ اور اُصولِ فقہ کی تدریس وتربیت نیز باقاعدہ وقفوں سے تجدیدی پروگراموں کے انعقاد کے لئے مؤثر انتظامات کرے گی۔

☆ مملکت پاکستان کے لاء کالجوں میں مسلمہ مکاتبِ فکر کے فقہ اور اُصولِ فقہ کے جامع اسباق کو نصاب میں شامل کرنے کے لئے مؤثر اقدامات کرے گی۔

معیشت کو اسلامی بنانا

☆ مملکت اس امر کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کرے گی کہ پاکستان کے معاشی نظام کی تعمیر اجتماعی عدل کے اسلامی معاشی اُصولوں، اقدار اور ترجیحات کی بنیاد پر کی جائے اور دولت کمانے کے ان تمام ذرائع پر پابندی ہو جو خلافِ شریعت ہیں۔

☆ صدر اس قانون کے آغازِ نفاذ کے ساٹھ دن کے اندر ایک مستقل کمیشن مقرر کرے گا جو ماہرین معاشیات علماء اور منتخب نمائندگانِ پارلیمنٹ پر مشتمل ہوگا جن کو وہ موزوں تصور کرے اور ان میں سے ایک کو اس کا چیئرمین مقرر کرے گا۔

☆ کمیشن کے چیئرمین کو حسبِ ضرورت مشیر مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔

☆ کمیشن کے کارہائے منصبی حسبِ ذیل ہوں گے:

(الف) معیشت کو اسلامی بنانے کے عمل کی نگرانی کرنا اور عدمِ تعمیل کے معاملات وفاقی حکومت کے علم میں لانا۔

(ب) کسی مالیاتی قانون یا محصولات اور فیسوں کے عائد کرنے اور وصول کرنے سے متعلق کسی قانون یا بنکاری اور بیمہ کے عمل اور طریقہ کار کو اسلام سے ہم آہنگ کرنے کیلئے سفارش کرنا۔

(ج) دستور کے آرٹیکل ۳۸ کی روشنی میں عوام کی سماجی اور معاشی فلاح و بہبود کے حصول کے لئے پاکستان کے معاشی نظام میں تبدیلیوں کی سفارش کرنا۔

(د) ایسے طریقے اور اقدامات تجویز کرنا جن میں ایسے موزوں متبادلات شامل ہوں جن کے ذریعے وہ نظامِ معیشت نافذ کیا جاسکے جسے اسلام نے پیش کیا ہے۔

☆ کمیشن کی سفارش پر مشتمل ایک جامع رپورٹ اس کے تقرر کی تاریخ سے ایک سال کی مدت کے اندر وفاقی حکومت کو پیش کی جائے گی اور اس کے بعد کمیشن حسبِ ضرورت وقتاً فوقتاً اپنی رپورٹیں پیش کرتا رہے گا البتہ سال میں کم از کم ایک رپورٹ پیش کرنا لازمی ہوگا۔ کمیشن کی رپورٹ حکومت کو موصول ہونے کے ۳/ ماہ کے اندر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں اور تمام صوبائی اسمبلیوں کے سامنے بحث کے لئے پیش کی جائے گی۔

☆ کمیشن کو ہر لحاظ سے جس طرح وہ مناسب تصور کرے اپنی کارروائی کے انصرام اور اپنے طریقۂ کار کے انضباط کا اختیار ہوگا۔

☆ جملہ انتظامی مقتدرات، ادارے اور مقامی حکام کمیشن کی اعانت کریں گے۔

☆ وزراتِ خزانہ حکومت پاکستان اس کمیشن سے متعلق انتظامی اُمور کی ذمہ دار ہوگی۔

ذرائع ابلاغِ عامہ اسلامی اقدار کو فروغ دیں گے

مملکت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ ایسے مؤثر اقدامات کرے جن کے ذریعے ذرائع ابلاغِ عامہ سے اسلامی اقدار کو فروغ ملے، نیز نشر و ابلاغ کے ہر ذریعہ سے خلاف شریعت پروگرام فحاشی اور منکرات کی اشاعت پر پابندی ہوگی۔

تعلیم کو اسلامی بنانا

☆ مملکت اسلامی معاشرہ کی حیثیت سے جامع اور متوازن ترقی کے لئے مؤثر اقدامات کرے

گی تا کہ اس امر کو یقینی بنایا جاسکے کہ پاکستان کے نظامِ تعلیم و تدریس کی اساس اسلامی اقدار پر ہوگی۔

☆ صدرِ مملکت اس قانون کے آغازِ نفاذ سے ساٹھ روز کے اندر تعلیم اور ذرائع ابلاغ کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کیلئے ایک کمیشن مقرر کرے گا جو ماہرین تعلیم، ماہرین ابلاغ عامہ اور منتخب نمائندگانِ پارلیمنٹ پر مشتمل ہوگا جن کو وہ موزوں تصور کرے اور ان میں سے ایک کو اس کا چیئرمین مقرر کریگا۔

☆ کمیشن کے چیئرمین کو حسبِ ضرورت مشیر مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔

☆ کمیشن کے کارہائے منصبی یہ ہوں گے:

(ا) دفعہ (۱۱) اور اس دفعہ کی ذیلی دفعہ (ا) میں متذکرہ مقصد کے حصول کے لئے، پاکستان کے تعلیمی نظام اور ذرائع ابلاغ کا جائزہ اور اس بارے میں سفارشات پیش کرے۔

(ب) تعلیم اور ذرائع ابلاغ کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے عمل کی نگرانی کرے اور عدمِ تعمیل کے معاملات وفاقی حکومت کے علم میں لائے۔

☆ کمیشن کی سفارشات پر مشتمل ایک جامع رپورٹ اس کے تقرر کی تاریخ سے ایک سال کی مدت کے اندر وفاقی حکومت کو پیش کی جائے گی اور اس کے بعد کمیشن حسبِ ضرورت وقتاً فوقتاً اپنی رپورٹیں پیش کرتا رہے گا البتہ سال میں کم از کم ایک رپورٹ پیش کرنا لازمی ہوگا۔ کمیشن کی رپورٹ حکومت کو موصول ہونے کے تین ماہ کے اندر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں اور تمام صوبائی اسمبلیوں کے سامنے بحث کے لئے پیش کی جائے گی۔

☆ کمیشن کو ہر لحاظ سے جس طرح وہ مناسب تصور کرے اپنی کارروائی کے انصرام اور اپنے طریقہ کار کے انضباط کا اختیار ہوگا۔

☆ جملہ انتظامی مقتدرات ادارے اور مقامی حکام کمیشن کی اعانت کریں گے۔

☆ وزارتِ تعلیم حکومت پاکستان اس کمیشن سے متعلق انتظامی اُمور کی ذمہ دار ہوگی۔

عمالِ حکومت کے لئے شریعت کی پابندی

انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ کے تمام مسلمان ارکان کیلئے فرائض شریعت کی پابندی اور کبائر سے اجتناب لازم ہوگا۔

قوانین کی تعبیر شریعت کی روشنی میں کی جائے گی

اس قانون کی غرض کے لئے:

(اوّل) قانون موضوعہ کی تشریح وتعبیر کرتے وقت، اگر ایک سے زیادہ تشریحات اور تعبیرات ممکن ہوں تو عدالت کی طرف سے اس تشریح وتعبیر کو اختیار کیا جائے گا جو اسلامی اُصولوں اور فقہ قواعد و ضوابط اور اُصولی ترجیح کے مطابق ہو اور......

(دوم) جبکہ دو اور دو سے زیادہ تشریحات وتعبیرات مساوی طور پر ممکن ہوں تو عدالت کی طرف سے اس تشریح وتعبیر کو اختیار کیا جائے گا جو اسلامی احکام اور دستور میں بیان کردہ حکمت عملی کے اُصولوں کو فروغ دے۔

بین الاقوامی مالی ذمہ داریوں کا تسلسل

اس قانون کے احکام یا اس کے تحت دیئے گئے کسی فیصلے کے باوجود اس قانون کے نفاذ سے پہلے کسی قومی ادارے اور بیرونی ایجنسی کے درمیان عائد کردہ مالی ذمہ داریاں اور کئے گئے معاہدے مؤثر، لازم اور قابل عمل رہیں گے۔

تشریح: اس دفعہ میں ''قومی ادارے'' کے الفاظ میں وفاقی حکومت یا کوئی صوبائی حکومت، کوئی قانونی کارپوریشن، کمپنی، ادارہ، تجارتی ادارہ اور پاکستان میں کوئی شخص شامل ہوں گے اور ''بیرونی ایجنسی'' کے الفاظ میں کوئی بیرونی حکومت کوئی بیرونی مالی ادارہ، بیرونی سرمایہ منڈی بشمول بینک اور کوئی بھی قرض دینے والی بیرونی ایجنسی بشمول کسی شخص کے شامل ہوں گے۔

موجودہ ذمہ داریوں کی تکمیل

اس قانون میں شامل کوئی امر یا اس کے تحت کوئی دیا گیا فیصلہ کسی عائد کردہ مالی ذمہ داری کی باضابطگی پر اثر انداز نہیں ہوگا بشمول ان ذمہ داریوں کے جو وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت یا کسی مالی یا قانونی کارپوریشن یا دیگر ادارے نے کسی دستاویزات کے تحت واجب کی ہوں یا اس کی طرف سے کی گئی ہوں، خواہ وہ معاہداتی ہوں یا بصورتِ دیگر ہوں یا ادائیگی کے وعدے کے تحت ہوں اور یہ تمام ذمہ داریاں، وعدے اور مالی پابندیاں قابل عمل لازم اور مؤثر رہیں گی۔

قواعد

متعلقہ حکومت، سرکاری جریدے میں اعلان کے ذریعے اس قانون کی اغراض کی بجا آوری کے لئے وضع کر سکے گی۔ (اقتدار کے ایوانوں میں شریعت بل کا معرکہ ص:۱۶۷ تا ۱۷۸)

مولانا سعید الحق جدون
لیکچرر اسلامیات و مذہبی مطالعات، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

معرکہ شریعت بل کی جدوجہد کی طویل داستان

نفاذ اسلام کیلئے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی خدمات اس قدر زیادہ ہیں کہ اس پر مستقل کتاب درکار ہے، آپ نے ۱۹۷۳ء کے آئین اور عبوری آئین کی تدوین میں اپنے والد ماجد (مولانا عبدالحقؒ) کی سرپرستی میں بھرپور حصہ لیا جس کی تفصیل ''قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ'' کے نام سے مرتب کی، ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوتؐ میں بھرپور حصہ لیا۔ قومی اسمبلی میں مسلمانوں کی طرف سے پیش کیے جانے والے بیان ''ملت اسلامیہ کا موقف'' کا کافی حصہ آپ نے مرتب کیا، ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ میں قائدانہ کردار ادا کیا، ۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۵ء فیڈرل کونسل کے ممبر رہے اور اسلامی قانون سازی کی جنگ زور وشور سے لڑی، خلاصہ کلام یہ کہ نفاذ شریعت کے لئے پاکستان کے پارلیمانی نظام میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی خدمات ایک مستقل تاریخ ہے۔

مولانا سمیع الحقؒ کی طرزِ سیاست کو ایک اور اعزاز اور امتیاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے اپنی سیاسی قوت کو اقتدار کی سودابازی کا ذریعہ نہیں بنایا اور اپنی سیاست کو اقتدار کے گرداب میں نہیں پھنسایا بلکہ اسلامی انقلاب اور اسلامی نظام کا نعرۂ مستانہ بلند کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے سیاست کا سبق کسی مادہ پرست، سیاستدان کی کتاب سے نہیں بلکہ یہ درس بارگاہِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا کیونکہ آج سے چودہ سو سال پہلے بھی طاغوت کے نمائندوں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو زر و جواہر کی پیش کش کی تھی لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دو تب بھی میں تمہاری بات نہیں مانوں گا اور دنیا کو کفر کے اندھیروں سے پاک کرنے کیلئے وہ سب کچھ کر گزروں گا جس کا حکم میرے ربّ نے مجھے دیا ہے۔ خود مولانا شہیدؒ نے اس جدوجہد کے بارے میں سینٹ کے اجلاس منعقدہ مارچ ۱۹۸۶ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں پر بحث کے دوران فرمایا: اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں ابتدا سے یہاں بعض ایسے طریقے اختیار کیے گئے کہ جس کی وجہ سے یہ عمل شرمندہ تعبیر و تکمیل نہ ہوسکا، اسلام اسلام کی رٹ لگا کر ہم اسلام کی خدمت تو نہ کر سکے لیکن عام لوگوں کے ذہن اور دل و دماغ میں ہم نے ان باتوں کو متنازعہ بنا کر پیش کر دیا کہ

گویا اس میں تو بڑے اختلافات ہیں۔ فلاں فرقہ یہ بات کہتا ہے اور فلاں مسئلہ تو ایسا ہے پھر اس کیلئے ہم نے جان بوجھ کر کمیٹیاں در کمیٹیاں بنائیں اور حکومت کا معمول ہے کہ جس کام کو پس پشت ڈالنا چاہتی ہے اس کام کے لیے کمیٹی بنا دیتی ہے، حکومت نے اسلامی نظریاتی کونسل کو بھی ایک کمیٹی کی شکل دیدی ہے۔ کاش! یہ ایک کمیٹی نہ ہوتی اور اس کی سفارشات کو ماننے کیلئے ہم مجبور ہوتے اور ہم اسے آئینی وقانونی تقاضا سمجھتے، افسوس یہ ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو بھی ایک کمیٹی یا کمیشن بنادیا گیا ہے جو صرف سفارشات پیش کرسکتی ہے اور ان سفارشات کو بھی ہم نے سالہا سال دبائے رکھا ہے کونسل کی تشکیل سے ہی یہ خیال رکھا گیا کہ سفارشات مشتہر نہ ہوں شائع نہ ہوں اور عوام کے سامنے نہ آئیں کہ کہیں عوامی فضا اس کے حق میں تیار نہ ہو جائے (شریعت بل کا معرکہ، ص:۱۴۱)

شریعت بل کی ضرورت واہمیت

شریعت بل کی منظوری سے پہلے مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے عوامی اجتماعات اور سینٹ میں تقریریں کیں۔ ۱۵رفروری کی شام کو سینٹ میں ''شریعت بل'' کے محرک مولانا سمیع الحق نے بحث کو سمیٹتے ہوئے جوابی اختتامی تقریر شروع کی تو آدھ گھنٹہ تقریر کے بعد اجلاس ملتوی ہوگیا، اس کے بعد مورخہ ۱۵رمارچ کے اجلاس میں اپنی تقریر کو مکمل فرمایا جو دو گھنٹے جاری رہی۔ ''شریعت بل'' کی اہمیت اس کی نظریاتی واساسی حیثیت تمام طبقوں کے حقوق کا تحفظ وجامعیت، اس کی فوری منظوری ونفاذ کی ضرورت، اربابِ اقتدار، ارکانِ پارلیمنٹ اور لادین سیاست دانوں کو انتباہ واتمام حجت، قومی رہنماؤں اور عامۃ المسلمین کی ذمہ داری واحساسِ مسئولیت، ملت اسلامیہ کا واضح مؤقف اور جمہوری مطالبہ، حکومت کا منافقانہ اور شرمناک کردار اور قومی ضرورت وملکی سیاست کے دیگر کئی ایک اہم مباحث بھی اس میں آگئے ہیں۔ پارلیمنٹ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ڈھائی گھنٹوں کی یہ تاریخی تقریر نفاذِ شریعت کی جدوجہد میں قافلہ ولی اللہیؒ کے مساعی کا تسلسل اور برصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ جس طرح ایک بہترین قلم کے مالک تھے، اس طرح بیان میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسحور کن زبان دی تھی۔ سینٹ میں نفاذ اسلام کے لئے جو تقاریر کی ہیں وہ تاریخ میں سنہرے الفاظ سے لکھے جائیں گے۔ نفاذِ شریعت بل پیش کرنے کے بعد مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے بل کے بارے میں کئی بار تقاریر فرمائیں۔ جن میں سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

نفاذ شریعت کی غرض وغایت

جناب چیئر مین! اس قانون کی غرض وغایت خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ملک میں اسلامی نظریہ کا استحکام ہے تاکہ ملک کے باشندے جس نظام کے لئے بے چین ہیں وہ مطمئن ہو جائیں ورنہ خدانخواستہ ہم نے جتنا شد و مد سے اسلام کا نام لیا ہے ہم کہتے رہے ہیں کہ اسلامی نظام آ گیا ہے اور لوگوں کو نتیجے میں سوائے بدعنوانی، کرپشن اور ظلم وستم کے کچھ نہ ملا تو لوگ کہیں گے کہ اسلام کا عالم وجود میں اور حقیقت کی دنیا میں کوئی ایسا ہی تصور ہوگا تو لوگوں کا وہ حسین تصور ٹوٹ جائے گا اس لئے میں کہتا ہوں خدارا! اس سینٹ کے ایوان کو یہ شرف اور اعزاز دیا جائے کہ وہ اس بل کو منظور کرے۔

ایک مرتبہ فرمایا: ممبران اسمبلی اگر شریعت بل یا شریعت کے نفاذ میں سرگرمی نہ دکھائیں اور شریعت بل نافذ نہ ہو تو ہمیں یہاں یعنی ممبران کو اسمبلیوں میں بیٹھنے کا کوئی حق نہ ہوگا ہم نے ہمیشہ سیاست کو ثانوی نظر سے دیکھا ہے ہم ملک میں شریعت کی بالادستی چاہتے ہیں خواہ وہ جس طریقے سے ہو اگر ہماری سیاست سے اللہ کے دین کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ نظام اسلام کا نفاذ ہوتا ہے، شریعت کی بالادستی آتی ہے تو سیاست میں حصہ لینا واجب ہے۔ میدان سیاست میں کودنا پھر علماء کا فرض منصبی بن جاتا ہے کہ اصلاح وتبلیغ اور غلبہ دین کے لئے سیاست میں شریک ہوں، اگر سیاست لادینی ہو، مادیت اور دہریت کا غلبہ ہو، میکیاوَلی سیاست کی راہیں کھلتی ہوں تو ایسی سیاست شجر ممنوعہ وملعونہ ہے یہ ایک لعنت ہے جو عالمِ دین حکومتی ہاتھوں بک جاتا ہے اور اقتدار کے ایوانوں میں نظام اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق کا جھنڈا بلند نہیں کرسکتا وہ ملعون ہے، شیطان سے بھی بدتر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے عالم کو گونگا شیطان کہا ہے، اسلام میں محض سیاست برائے سیاست کی گنجائش نہیں اسلام سیاست برائے غلبۂ دین کی تعلیم دیتا ہے۔ (شریعت بل کا معرکہ)

شریعت بل پر خدشات اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا علمی موقف

شریعت بل کے بارے میں بہت مشکلات سامنے آئی تھیں اور اس بنیاد پر بہت خدشات پیدا ہوئے اس قسم کے مشکلات اور خدشات کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے سینٹ میں فرمایا: اس بل کے ذریعہ ہم عدالتوں کو قرآن وسنت کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند بنانا چاہتے ہیں، اس کے بارے میں کچھ ''خدشات اور مشکلات'' بیان کی گئی ہیں اور بہت سے دوستوں نے ان مشکلات کا ذکر کیا ہے تو اس وقت میں عرض کر رہا تھا کہ ایک طریق کار تو یہ ہے کہ مدون قانون کو دفعہ وار کسی عدالت کے سامنے رکھا جائے اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ

عدالت کو قرآن وسنت اور اسلامی احکام کی تعبیر وتشریح کا حق دیا جائے اور قانونِ موضوعہ اس کے سامنے نہ ہو۔ دونوں صورتوں میں کچھ مشکلات بیان کی گئی ہیں کہ اگر ان کو کلی اختیار دیا جائے تو ان کو چونکہ اسلامی علوم کی پوری مہارت نہیں ہے اور اسلامی قانون کا جو سرچشمہ ہے وہ اکثر عربی میں ہے تو اس طرح شاید وہ صحیح فیصلہ نہ کرسکیں اور دوسری صورت یہ تھی کہ ہم قوانین مدوّن کرکے ان کے سامنے رکھیں۔ اس میں یہ مشکلات سامنے آتی ہیں کہ قوانین کی تدوین ہم ازسرنو شروع کریں۔

قومی اسمبلی میں شریعت بل کی ممکنہ مخالفت

پی پی پی حلقوں کا سرکاری وطیرہ تو اس بیان سے اظہر من الشمس ہوگیا تھا جو اس کے اہم وزیروں نے دیا تھا۔ ظاہر تھی کہ وہ قومی اسمبلی میں مخالفت کی ہر راہ سوچتے تھے۔ ایک مؤقف تو یہ تھا کہ دستور میں پہلے ہی اس بات کا اہتمام کردیا گیا تھا کہ کوئی غیر اسلامی قانون سازی نہ ہو، یہ امتناعی شق خود بخود دستور کو اسلامی قالب میں ڈھال دیتی تھی لیکن یہ استدلال غلط تھا اور منفی طرزِ عمل کی غمازی کرتا تھا، کیا اگر برطانوی پارلیمنٹ اس اُصول پر عمل کرتے تو اس کی ریاست اسلامی ہوجاتی تھی؟ ہرگز نہیں، یہی وجہ ہے کہ مولانا سمیع الحق نے اس بات کو واضح کیا کہ اسلام کے اپنے مثبت مقاصد اور اہداف ہیں اور اسلامیت کا تقاضا ہے کہ مثبت طور پر ان مقاصد اور اہداف کا تعاقب کیا جائے اور ان پر مملکت کی کل پالیسیوں کی اساس رکھی جائے ورنہ نہ صرف اکثریت کے زور پر من مانی قانون سازی کی جائے گی جسے اسلامی قرار دینے کے لئے خوشامدی سیکولر مزاج مفتیوں کی دستیابی کی کوئی کمی نہ ہوگی۔ اس عمل سے انارکی اور انتشار تو پیدا ہوگا لیکن جسد سیاست اسلامی نہ بنے گا۔ اس کے خلاف شریعت کی حدود کی گرفت سے نکالنا محال ہے اور یہی اسلام میں پورے طور پر داخل ہونے کا مطلب ہے لیکن دوسرا طریقہ جو وہ اختیار کرسکتے ہیں وہ مختلف فرقوں اور مکتب فکر کے فروعی اختلافات کو بھڑکانا ہے تاکہ شریعت بل کو جتنا نزاعی بنایا جاسکے بنایا جائے۔

شریعت بل کے مخالفین کے نقطۂ ہائے نظر

شریعت بل کے مخالفوں کے رنگا رنگ نکتہ ہائے نظر ہیں، بائیں بازو والوں پر تو واقعی قیامت ٹوٹ پڑی، ان کے نزدیک تو یہ بل وڈیروں اور ملاؤں میں جوڑ توڑ کا نتیجہ ہے۔ اس سے نہ صرف جاگیرداری نظام کو فروغ ملے گا بلکہ سرمایہ داروں کو مضبوطی حاصل ہوگی (حالانکہ قرآن زمین کو اللہ کی ملکیت قرار دیتا ہے (الارض للہ) اور ارتکازِ دولت کا شدید مخالف ہے) صنعتیں نجی ملکیتوں میں چلی جائیں گی (معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک پاکستانی کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ روس کے

کرتا دھرتا صدر گورباچوف اپنی سلطنت میں آزاد مارکیٹ اکانومی (معاشیات) کے فروغ کے درپے ہیں اورانہوں نے اس کے اجراء کے لئے ملک میں ریفرنڈم کا حکم بھی دے دیا ہے جس کی رو سے اور تو اور روٹی کی قیمت کم از کم تین گنا ہوجائے گی، نیز اگر انہیں کوئی خریدنے والے ملیں (ایسے خریدار امریکہ، مغربی جرمنی اور جاپان سے بھی دستیاب ہوسکتے ہیں) تو وہ حکومت کی تحویل میں تمام کارخانے ان سرمایہ داروں کے ہاتھ بیچ ڈالیں۔ یہ حشر ہوا ہے صنعتوں کے قومیانے کا کہ سیاسی آزادی کی سانس ملتے ہی راتوں رات مشرقی یورپ کی کمیونسٹ حکومتوں کے تخت ہی نہ اُلٹے گئے بلکہ ہر پایہ تخت میں مارکیٹ لٹریچر جلایا گیا اور لینن کے نصب شدہ بتوں کو پاش پاش کیا گیا۔ اگر کہیں یہی آزادی سوویت یونین کے عوام کو نصیب ہوجاتی تو اس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے، اسی ڈر سے گورباچوف نے برائے نام کمیونسٹ پارٹی کو اقتدارِ اعلیٰ کی اجارہ داری کے مقام سے تو ہٹایا لیکن عام انتخابات نہ کرائے کہ کوئی اور پارٹی نہ اُبھر آئے یا مملکتیں مرکز سے بغاوت نہ کرجائیں بلکہ اسی کمیونسٹ پارٹی سے اپنی فرعون نما آمریت (اختیارات کے اعتبار سے زارِ روس تو گورباچوف کے سامنے صوبائی اہلکار نظر آتے ہیں) پر مہر توثیق ثبت کروائی۔

اسلامی نظام کے نفاذ کے اقدامات

ضیاء الحق کا دور بے چینی کا باعث بنا کہ ہر جہت سے ''اسلام، اسلام'' کا شور سنائی دیا اور اس کے نفاذ میں کئی اقدامات بھی کے گئے جس کیلئے مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے بہت بڑی قربانی دی ہے، اگر چہ خالصتاً شریعت کا دور دورہ شروع نہ ہوا لیکن اسلامیت دلوں میں رچ بس گئی اور اقوال و اعمال کی کسوٹی قرار پائی لیکن اصل معاملہ تو اب چلا ہے جب پانچ سال سے پیش کردہ شریعت بل سینٹ سے منظوری حاصل کرچکا ہے اور اس میں بھی ضیاء الحق کا ہاتھ ہے کہ دستور میں آٹھویں ترمیم سے پہلے قومی اسمبلی کو قانون سازی میں پہل کرنے کی اجارہ داری حاصل تھی، قانون سازی سینٹ میں نہ شروع کی جاسکتی تھی اور نہ ہی وہاں کوئی بل پیش ہوسکتا تھا، اس کا کام صرف قومی اسمبلی سے بھیجے ہوئے مجوزہ قانون کی نظر ثانی کرنا ہوتا تھا اور جس کیساتھ ہی اس کا فرض ختم ہوجاتا تھا کہ اگر سینیٹ کے منفی ردّعمل کے باوجود قومی اسمبلی دوبارہ اس قانون کو پاس کردیتی تو گویا اس پر حرف آخر ثبت ہوجاتا، اسی لئے اب کہا جا رہا ہے کہ سینٹ کو بل پاس کرنے کا کیا حق ہے؟ وہ تو منتخب عوامی ادارہ نہیں، نمائندہ ادارہ تو قومی اسمبلی ہے (اور اس پر زور دیا جارہا ہے کہ وہ شریعت بل کو مسترد کردے) حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سینٹ بھی بالواسطہ منتخب ادارہ ہے اور اس کے ارکان کو صوبوں کی منتخب اسمبلیاں منتخب کرتی ہیں۔

مولانا امتیاز علی حقانی
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

تحریک نظامِ مصطفیٰ ؐ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا کردار

کفر کی نمائندہ طاقتیں آج بھی دنیا و دولت کی پیش کش ہر وقت اپنی جیب میں رکھتی ہیں لیکن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ان کے دست برد سے محفوظ ہیں۔ اقتدار میں شرکت فرد کی خواہش ہوتی ہے اور انقلاب عوام کی آرزو۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے فرد کی خواہش پر عوام کی آرزو کو مقدم رکھا یہی وجہ ہے کہ جب ضیاء الحق صاحبؒ کے دور میں نفاذِ شریعت کی تحریک مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی نگرانی میں چلی تو بڑے بڑے دنیا پرست سیاستدان انہیں للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے رہے اور اپنا اپنا دام بچھا کر بیٹھے رہے کہ شاید یہ شہبازِ سیاست کسی دانے کی بدولت پھنس جائے لیکن تھوڑے ہی عرصے میں سب کو معلوم ہوگیا ع کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوتؐ ہو یا ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ؐ یا ملک میں سیاست وانقلاب کا کوئی مرحلہ ہو سیاست کی نبض پر ہمیشہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا ہاتھ رہا، بدقسمتی سے لادین قوتیں اور اسلام دشمن عناصر جن کی مدتوں سے علماءِ حق کے شیرازہ کو منتشر کرنے کی کوششیں بار بار ناکام ہورہی تھیں۔

تحریک نظام مصطفیٰ میں میڈیا پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا کردار

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے تحریک نظام مصطفیٰ میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ اکابر کے ساتھ کھڑے ہوکر میڈیا پر امت مسلمہ کی ترجمانی کا حق ادا کیا۔ تحریک نظام مصطفیٰ کے حوالے سے میڈیا پر آپ سے سوالات ہوتے رہے اورآپ بلا جھجک جواب دیتے رہے، روزنامہ جنگ ۲۶؍اگست ۱۹۸۷ء نے اپنی خصوصی اشاعت میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے ایک ہمہ جہت پہلو پر جامع انٹرویو لیا جسے ملک بھر کے علمی ودینی اور اسلامی انقلاب کے خواہاں حلقوں میں پسند کیا گیا اس انٹرویو میں ایک دلچسپ سوال کے جواب میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے فرمایا: اس کے فوراً بعد نظامِ مصطفیٰ ؐ کی تحریک چلی

تو وزیر اعلیٰ نے جو گھات لگائے بیٹھے تھے، ہمیں بھی نشانہ بنایا مجھے گرفتار کرلیا گیا، مولانا عبدالحقؒ سے چونکہ بہت ڈرتے تھے، اس لیے ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے تھے لہٰذا انہیں گرفتار نہیں کر سکے، میں ہری پور جیل میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے ہمراہ قید رہا۔ اسی زمانے میں والدِ محترم کے معتقدین نے شاہراہِ ریشم کو بند کردیا جس کے باعث چین کی فوج وہاں پھنس کر رہ گئی تھی اور اسے خوراک کی رسد بھی بند ہوگئی تھی۔ وہاں کوہستان کے آس پاس کے تمام علماء دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل ہیں اور (جہادِ افغانستان میں ۸۰ فیصد علماء اکوڑہ خٹک سے فارغ التحصیل ہیں۔افغانی علماء کی ہائی کمان اور یونس خالص وغیرہ سب حقانیہ سے پڑھے ہوئے ہیں) جب شاہراہِ ریشم بند ہوگئی تو حکومت سراسیمہ ہو گئی، پھنسی ہوئی فوج کے لئے فضائیہ کے ذریعے خوراک گرائی جاتی۔

تحریک نظامِ مصطفیٰ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی گرفتاری

جب تحریک نظامِ مصطفیٰ چلی تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی گرفتار ہوئے اس وقت مفتی صاحبؒ ہری پور جیل میں تھے مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے انتظامیہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ نصر اللہ خٹک کے الیکشن میں شکست کھا جانے کی وجہ سے سخت ناراض تھی، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو گرفتار کر کے سیدھا ہری پور جیل لے جایا گیا مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ہری پور جیل جانے کے لیے خود خواہش ظاہر کی تھی تا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی صحبت میسر ہو۔ جب مولانا سمیع الحق شہیدؒ جیل پہنچے تو حضرت مفتی صاحبؒ نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا میں تو اللہ سے یہی دعا مانگ رہا تھا کہ یا اللہ! مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ہری پور جیل بھجوادو، ہری پور جیل میں حضرت مفتی صاحبؒ اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مشاغل اور بے تکلفانہ محفلیں اس کے بیان کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

جیل میں حضرت مفتی صاحبؒ نے بعد از عصر حدیث کا درس شروع کیا حاکم وقت کو یہ ناگوار گذرا درس بند کردیا گیا حضرت مفتی صاحبؒ نے یہ ذمہ داری مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو سونپ دی تو یہ درس مولانا سمیع الحق شہیدؒ دیتے رہے جب مفتی صاحبؒ کو سہالہ ریسٹ ہاؤس منتقل کیا گیا تو تقریر اور خطبہ جمعہ کی ذمہ داری بھی جیل کے مختلف مکاتب فکر کے سیاسی و علمی زعماء اور ہزاروں رضا کاروں نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے سپرد کردی جسے آپ نے باحسن طریقہ نبھایا۔ (''الحق'' نومبر ۱۹۸۰، ص: ۲۲)

مفتی بخت شید
پی ایچ ڈی سکالر، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

عورت کی حکمرانی پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا مؤقف

اسلام نے انسان کو مرد و عورت میں تقسیم کیا ہے اور ہر ایک کی جسمانی ساخت کو دوسرے سے مختلف بنایا ہے، جسمانی ساخت اور طبیعت و مزاج کے لحاظ سے ان کی ذمہ داریوں میں بھی تفاوت رکھا ہے، بعض ذمہ داریاں ایسی ہیں جو مرد کے ذمہ ہیں جبکہ عورت ان سے بری الذمہ ہے اس کے برعکس بعض ذمہ داریاں ایسی ہیں جو عورت پر لازم ہیں جبکہ مرد کو ان ذمہ داریوں سے فارغ رکھا گیا ہے اس تقسیمِ عمل میں اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت ہر ایک کے مزاج، فطری ساخت اور طبیعت کا لحاظ رکھا ہے جو سراسر انصاف اور عدل کے تقاضوں کے مطابق ہے لیکن اگر اس خدائی تقسیم کی مخالفت کی جائے تو معاشرے میں توازن برقرار نہیں رہ سکتا اور زندگی کئی مسائل اور پریشانیوں کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے، اس غیر منصفانہ اور غیر طبعی تقسیم کی جھلک مغربی معاشرے میں جگہ جگہ نظر آ رہی ہیں، جہاں عورت کو آزادی کے نام پر دھوکہ دیا گیا ہے اور اس پر دوہری ذمہ داریاں ڈالی گئیں، چنانچہ جہاں اس نے گھریلو ذمہ داریاں پوری کرنی تھیں وہاں اس پر کمانے کا بوجھ بھی ڈالا گیا اور اس کو آزادی کا نام دے کر عورت کے حقوق کا استحصال کیا گیا۔ اگر چہ آج بھی کچھ ناسمجھ لوگ اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور وہ اس کو حقیقت میں عورت کی آزادی سمجھ رہے ہیں مگر حقیقت حال بالکل اس کے برعکس ہے۔

اسی طرح اسلام نے عورت کو ملکی حکمرانی کے بارِ گراں سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور یہ ذمہ داریاں مرد کے ذمے لازم کی ہیں مگر مرد و عورت کی برابری کے پرفریب نعرے نے اس میدان میں بھی اپنا عمل دکھایا اور خواتین بھی جوق در جوق اس خاردار میدان میں کود پڑیں، اس حوالے سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا موقف اسلامی تعلیمات، انسانی فطرت اور معاشرتی اتار چڑھاو کے بالکل موافق تھا، آپؒ کے موقف کی وضاحت سے پہلے چند سطور میں کچھ تمہیدی کلمات ذکر کئے جاتے ہیں:

اسلام میں عورت کی حکمرانی کے مسئلے کے بارے میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا موقف بالکل واضح اور اسلامی تعلیمات کا آئینہ دار تھا، آپ نے جب پاکستان کی سیاسی، معاشرتی اور معاشی صورتِ

حال پر نظر ڈالی تو انہیں چاروں طرف مہیب اور خوفناک سائے رقصاں نظر آئے کیونکہ اہل الرائے سیاستدان کے ہوتے ہوئے ایک عورت کیونکر پاکستان کی حکمران بنی، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی سوچ یہ تھی کہ مسلمان اور عورت کی سربراہی، دو بالکل متضاد چیزیں ہیں من حیث القوم یہ پستی کی ایک انتہا ہے اور اسلام کی تاریخ ایسی مثال سے ناآشنا ہے۔

راولپنڈی میں علماء کا اجلاس اور ملک گیر کنونشن

چنانچہ اسی احساسِ مسئولیت، جذبہ اعلائے کلمۃ الحق، علمی، دینی اور اسلامی تقاضوں اور اپنے فریضۂ منصبی کے پیش نظر حضرت مولانا سمیع الحقؒ نے تمام مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے جید علمائے کرام، مشائخ عظام، رہنمایانِ قوم اور بہی خواہانِ ملت کا ۲۶؍دسمبر ۸۸ء کو جامعہ اسلامیہ راولپنڈی میں نمائندہ اجلاس بلایا، راولپنڈی کے اس نمائندہ اجلاس میں مغربی تہذیب کا اثر ونفوذ، قادیانیوں کی تازہ ترین سرگرمیاں الفضل (قادیانی رسالہ) کے اجراء، بے حیائی کے عروج اور اسلام کے نام پر قائم ہونے والی مملکت (اسلامی جمہوریہ پاکستان) میں مروجہ لادین سیاست اور خالصتاً مغربی جمہوریت کی بحالی کے نتیجہ میں جو عورت کی سربراہی میں عمل میں لائی گئی ہے اس کی بھرپور مذمت کی گئی اور متفقہ طور پر اسے ایک ایسا المیہ قرار دیا گیا جس سے پاکستان کے جمہور مسلمانوں کے خوابوں کا آئینہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے اور جس سے پاکستان کی اس شرمناک رسوائی میں اضافہ ہوا ہے۔ ملک بھر کے علماء کو اعتماد میں لے کر جدوجہد کا لائحہ عمل تیار کرنے کیلئے ۲۷؍فروری ۱۹۸۶ء کو اسلام آباد میں تمام مکاتبِ فکر کے جید علماء اور دینی زعماء کا ملک گیر قومی کنونشن طلب کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ (مشاہیر بنام مولانا سمیع الحق: ۱۴۶۶/۵)

بے نظیر بھٹو کی حکمرانی کے خلاف مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا اخباری بیان

بے نظیر کے برسراقتدار آتے ہی جنگ راولپنڈی ۴؍دسمبر ۱۹۸۸ء میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی یہ خبر چھپی: اسلام آباد (نمائندہ خصوصی) جمعیۃ علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل سینیٹر مولانا سمیع الحق نے کہا ہے کہ بے نظیر بھٹو کی وزیراعظم کی حیثیت سے نامزدگی اسلامی تاریخ کا ایسا انوکھا اور ناپسندیدہ واقعہ تھا کہ ایوان صدر سے دعوت نامہ ملنے کے باجود میں وزیراعظم کی حلف برداری کے لمحات میں شریک ہو کر اسے دیکھنے کی ہمت نہ کر سکا، وزیراعظم کی حلف وفاداری کے بعد جب مولانا سمیع الحق سے رابطہ کیا گیا کہ وہ اس تقریب میں کیوں شریک نہیں ہوئے تو ''اسلامی جمہوری اتحاد'' کے رہنماء

نے نمائندہ جنگ سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ: صدر کے گذشتہ رات کے اعلان کے بعد ساری رات بے چینی میں گذاری اور جو کیفیت مجھ پر سقوط ڈھاکہ کے وقت محسوس ہوئی تھی، وہی کرب و اذیت میں نے پچھلی رات محسوس کی۔ انہوں نے کہا کہ جمہور نے جو فیصلہ دیا ہے ہم اسے بدل تو نہیں سکتے بہر حال اللہ تعالیٰ اس ملک کو استحکام بخشے تا کہ ہماری مشکلات اور آئے روز کے بحران ختم ہوسکیں، اسلامی جمہوری اتحاد کے آئندہ کے لائحہ عمل کے بارے میں سوال کے جواب میں مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہم قومی اسمبلی اور سینٹ میں بھرپور حزب اختلاف کا کردار ادا کریں گے اور کسی کو قومی اور اسلامی معاملات میں من مانی کی اجازت نہیں دیں گے۔ ہم نے جبر اور گھٹن کے ماحول میں بھی حق بات کہی ہے اور کسی دباؤ کو قبول نہیں کیا۔ ہمیں یقین ہے کہ حکومت سے باہر چھوٹے چھوٹے گروپ اپنے اختلافات ختم کر کے اسلامی جمہوری اتحاد کے پلیٹ فارم سے ملک وقوم کی فلاح میں اپنا کردار ادا کرتے رہیں گے۔ ہم اچھے کو اچھا اور برے کو برا کہیں گے۔ ہم اختلاف برائے اختلاف کو ملکی مفاد میں نہیں سمجھتے۔ انہوں نے کہا کہ نئی وزیر اعظم اس وقت ایک عظیم امتحان میں ہیں، اللہ کرے کہ وہ اس امتحان سے سرخرو ہو کر نکلیں۔ (روزنامہ جنگ ۴ دسمبر ۱۹۸۸ء راولپنڈی)

عورت کی حکمرانی پر صدر غلام اسحاق کو سخت وارننگ

عورت کی حکمرانی کے حوالے سے جمعیۃ علماء اسلام کا مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس جامعہ فرقانیہ راولپنڈی میں منعقد ہوا جس میں ۴۳ ارکان شوریٰ اور تمام منتخب اراکین قومی وصوبائی اسمبلی نے شرکت کی، اجلاس نے متفقہ طور پر خاتون کی مجوزہ حکمرانی کو مسترد کرتے ہوئے اعلان کیا کہ عورت کے وزیر اعظم بننے کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں۔ (روزنامہ ''جسارت'' کراچی ۲۸ نومبر ۱۹۸۸ء)

اسی دن کے اخبارات میں صدر غلام اسحاق کو متنبہ کرتے ہوئے بیان دیا گیا جس میں یہ کہا گیا:

''اگر صدر مملکت نے اسلامی آئین اور اسلامی تاریخ کی روایات سے انحراف کرتے ہوئے کسی خاتون کو وزیر اعظم نامزد کر دیا تو تاریخ اس کو معاف نہیں کرے گی۔ اسی پر اکتفاء نہیں ہوا بلکہ ۲ دسمبر ۱۹۸۸ء کو احقر (مولانا سمیع الحق) نے ایوان صدر میں غلام اسحاق خان سے ملاقات کی اور اس شرعی اور اہم ترین آئینی نکات سے انہیں مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کیا (قومی اخبارات ۲ دسمبر ۱۹۸۸ء)

پی پی پی کے وزیر قانون کی مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو پھانسی کی دھمکی

اس مؤقف کے سامنے آنے سے پیپلز پارٹی تلملا اُٹھی اور بعد میں محترمہ بے نظیر کی کابینہ کے

وزیر قانون جناب افتخار گیلانی نے مولانا شہیدؒ کو للکارتے ہوئے کہا کہ آئین کے دفعہ نمبر ٦ کی رو سے آپ کو غداری اور پھانسی کی سزا دی جاسکتی ہے لیکن مولانا شہیدؒ ان کی دھمکی کو خاطر میں نہیں لائے۔

عورت کی حکمرانی سے نجات کے لئے متحدہ علماء کنونشن کا انعقاد

مولانا شہیدؒ نے ''متحدہ شریعت محاذ'' کے پلیٹ فارم پر اور عورت کی حکمرانی کے خلاف متحدہ علماء کونسل کے نام پر تمام مکاتب فکر کو جمع کیا اور سب کو یہ باور کرایا کہ جس حکومت کی اساس ہی غلط ہو جس کے آغاز کار ہی سے ملک کی مستحکم کشتی میں دسیوں سوراخ پیدا کیے جاچکے اور ملکی سالمیت کی بنیاد کو مکمل طور پر ڈبو دیے جانے کے منصوبے بن رہے ہوں ان مضمرات کے سدباب کے سلسلہ میں جملہ مکاتب فکر کے نمائندوں نے متحدہ علماء کنونشن کے انعقاد کے لیے دن رات محنت کی۔ کنونشن کے انعقاد اور اس کو کامیاب بنانے کیلئے مولانا شہیدؒ نے جمعیت علماءِ اسلام کے مرکزی رہنماؤں علماء ومشائخ اور دارالعلوم حقانیہ کے اکابر اساتذہ کے کئی وفود ترتیب دیے جنہوں نے ملک کے چاروں صوبوں کا دورہ کیا تمام مکاتب فکر کے علماء اور مشائخ سے ملاقاتیں کیں مسلمانوں کے قومی وملی تشخص کی حفاظت قومی وحدت اور عورت کی حکمرانی سے نجات پانے کیلئے علماء کنونشن میں شرکت کی اپیل کی۔

۲۷ رفروری ۱۹۸۹ء کو اسلام آباد ہوٹل میں کنونشن منعقد ہونا تھا حکومت نے پابندی لگادی تو مجبوراً ایک دن قبل جامعہ اسلامیہ راولپنڈی میں یہ کنونشن منعقد کیا گیا یہ کنونشن اپنے ہدف کے لحاظ سے کامیاب رہا کیونکہ دوسرے دن تمام سرکاری مشینری نے متحدہ علماء کونسل کے مرکزی رہنماؤں کے خلاف حد درجہ اشتعال انگیز بیانات اور توہین آمیز لب ولہجہ اختیار کیا مگر مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی قیادت میں علماء نے صبر وتحمل، حکمت وتدبر اور دانش مندی سے اپنی صفوں کو متحد رکھا دینی مقاصد کے حصول، مکمل نفاذ شریعت اور عورت کی حکمرانی سے نجات پانے کے لیے رہنماء خطوط متعین کیے۔ علماءِ اسلام کے صدائے احتجاج واضح اسلامی مؤقف کرب واضطراب کے اظہار اور خالص دینی جرأت مندانہ کردار سے پاکستان سمیت دنیا بھر کے مسلمانوں میں بیداری اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا کہ اب غیر فطری غیر شرعی حکومت کی بنیادیں ہل گئی ہیں اب اس حکومت کو استحکام حاصل نہیں ہوسکے گا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور ان کے رفقاءِ کار نے حق اور سچی بات قوم کے سامنے رکھ دی یاس وقنوط اور ذلت ورسوائی کی تاریکیوں میں روشنی کی قندیل لگادی اور امت کی دکھتی ہوئی رگ پکڑ لی۔ متحدہ علماء کونسل کے زیر اہتمام علماء کنونشن کے انعقاد کے بعد ملک اور بیرون ملک سے

مولانا سمیع الحق کے نام ہزاروں پیغامات اور کنونشن کی کامیابی سے یہ یقین ہوگیا کہ پاکستان کی عوام مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی قیادت پر غیر متزلزل یقین رکھتی ہے۔

استقبالیہ کلمات متحدہ علماء کنونشن اسلام آباد ۲۷؍فروری ۱۹۸۹ء

اس کنونشن میں یہ بات واضح کی گئی کہ نفاذ شریعت کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ میں اب تک مختلف ادوار میں ہونے والے اقدامات کے تحفظ کا فکر بھی دامن گیر ہے کیونکہ حالیہ انتخابات کے بعد جس سیاسی پارٹی نے وفاقی حکومت کی زمام کار سنبھالی ہے۔ اس کی نظریاتی اساس سیکولرازم اور سوشلزم پر ہے اور پارٹی کے لیڈر اگرچہ وقتی مصلحتوں کی خاطر اپنے نظریات کے کھلے اظہار سے گریز کریں لیکن اقتدار میں آنے کے بعد ان کی پالیسیوں کا جو رخ واضح طور پر نظر آرہا ہے وہ ملک کے سنجیدہ حلقوں کے لئے انتہائی کرب اور اضطراب کا باعث ہے مثلاً:

☆ وزیراعظم واضح طور پر اعلان کر چکی ہیں کہ وہ مذہب کے نام پر وحشیانہ معاشرہ قائم کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ لاہور ۱۸دسمبر ۱۹۸۸ء)

مذہب کے نام پر وحشیانہ معاشرہ سے ان کی مراد اسلامی حدود اور قصاص کے وہ قوانین ہیں جنہیں مغرب زدہ دانشور انسانی حقوق کے مغربی تصورات کے حوالہ سے غیر مہذب اور وحشیانہ قرار دے رہے ہیں۔

☆ حکمران پارٹی نے تمام مکاتب فکر کے علماء کے احتجاج اور امت اسلامیہ کے اجماعی موقف کے باوجود ایک خاتون کو وزیراعظم بنایا ہے جو پورے عالم اسلام کی تاریخ میں ایک منفی اور افسوسناک روایت کا اضافہ ہے۔

☆ ریڈیو اور ٹی وی کا رخ تبدیل کر دیا گیا ہے اور میوزک ۸۹ جیسے پروگراموں کا سلسلہ شروع کر کے نئی نسل کو اخلاق باختگی کی طرف دھکیلنے کا آغاز کر دیا گیا ہے۔

☆ عدالتوں سے باقاعدہ سزا یافتہ قاتلوں کو معاف کر کے جرائم کی حوصلہ افزائی کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے واضح احکام کی خلاف ورزی کی گئی ہے حتی کہ دینی جرائد کے مطابق کم از کم ان چھ مرتد قادیانیوں کو بھی فائدہ ملا جو کہ مساجد اللہ میں نماز میں مشغول بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے عدالتی مجرم تھے اور سابقہ حکومت نے انہیں پھانسی کی سزا بھی سنا دی تھی۔

☆ قادیانیوں کی سرکاری سطح پر سرپرستی کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے، ایک معروف قادیانی افسر کنور ادریس کو سندھ کا چیف سیکرٹری لگا دیا گیا ہے۔ ایک قادیانی ڈپلومیٹ مسٹر نسیم احمد کو اقوام

متحدہ میں پاکستان کا سفیر مقرر کرنے کی تجویز سامنے لائی گئی ہے اور قادیانی گروہ کی سرگرمیاں سرکاری سرپرستی میں دن بدن بڑھ رہی ہیں۔

☆ آٹھویں آئینی ترمیمی بل کو ختم کرنے کا نعرہ لگا کر گذشتہ حکومت کے اسلامی اقدامات مثلاً

(۱) وفاقی شرعی عدالتوں کا قیام

(۲) قرارداد مقاصد کو آئین کا حصہ قرار دینے۔

(۳) حدود آرڈیننس

(۴) امتناع قادیانیت آرڈیننس اور دیگر اصلاحات کو کالعدم قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

(۵) شریعت آرڈیننس کو میرے بار بار توجہ دلانے کے باوجود قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا گیا اور اسے کالعدم قرار دے کر اسلامی نظام کی طرف کچھ نہ کچھ پیش رفت کو بھی ختم کر دیا گیا۔

(۱) اب تک ہونے والے اسلامی اقدامات کے تحفظ اور......

(۲) نفاذ شریعت کے عمل کو آگے بڑھانے کے لئے تمام مکاتب فکر اپنی جدوجہد کو مربوط بنائیں اور متحد ہو کر ملک میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی اور مکمل نفاذ کے لئے فیصلہ کن جدوجہد کا آغاز کریں اس سلسلہ میں میری تجویز یہ ہے کہ ۱۹۵۱ء میں تمام مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام کے درمیان طے ہونے والے ۲۲ متفقہ دستوری نکات کو بنیاد بنا کر ایک ''کل جماعتی مجلس عمل برائے نفاذ شریعت'' تشکیل دی جائے اور ایک مشترکہ قومی پلیٹ فارم سے شریعت مصطفوی علی صاحبها التحیة والسلام کے نفاذ وغلبہ کی جدوجہد کو آگے بڑھایا جائے۔ (ماہنامہ الحق: مارچ ۱۹۸۹ء)

خاتون کی حکمرانی، چودہ سوسالہ اجماع سے انحراف

متحدہ علماء کنونشن کے اجلاس کا مقصد ہی عورت کی حکمرانی کی مخالفت تھی اس لئے اجلاس کے آغاز میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے فرمایا:

مسلمانانِ ذی وقار! آج اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک خاتون کی حکمرانی نے نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کے دینی حلقوں کو جس کرب اور بے چینی سے دوچار کر رکھا ہے اسے الفاظ کے احاطہ میں لانا میرے بس کی بات نہیں ملت اسلامیہ کی تاریخ میں پہلی بار اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں ایک خاتون کا بطور حکمران مسلط ہو جانا اسلام کے واضح احکام اور ملت اسلامیہ کے چودہ سو سالہ اجماع سے انحراف ہے جس کو خاموشی کے ساتھ برداشت کرنا نہ صرف یہ کہ کسی مسلمان کے لیے

ممکن نہیں بلکہ یہ خاموشی عذاب الٰہی کو کھلم کھلا دعوت دینے کے مترادف ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی حکمرانی کو عدم فلاح یعنی ناکامی سے تعبیر فرمایا ہے اور قوم کو ناکامی ونامرادی کی اس ذلت سے بچانے کی سب سے بڑی ذمہ داری علمائے کرام اور مشائخ پر عائد ہوتی ہے اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم متحدہ علماء کنونشن کے اس پلیٹ فارم سے قوم کو ایک واضح اور ٹھوس لائحہ عمل دیتے ہوئے اس کی تکمیل کے لیے آگے بڑھیں تا کہ ملک وقوم کو عدمِ فلاح اور ناکامی کی دلدل سے نکال کر غلبۂ اسلام کے ذریعہ کامیابی کی شاہراہ پر گامزن کیا جاسکے آج پورا عالم اسلام پاکستان کے علماء کی طرف دیکھ رہا ہے اور تاریخ کا قلم حرکت میں آنے کے لیے اس بات کا منتظر ہے کہ پاکستان کے علماء ومشائخ اس افسوس ناک سانحہ پر خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتے ہیں یا امام احمد بن حنبلؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جہد وعمل اور ایثار واستقامت کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتے ہیں آج کے اس ملک گیر نمائندہ اجتماع میں اس بارے میں ہمیں کوئی واضح اور دوٹوک لائحہ عمل طے کرنا ہوگا۔ (الحق: مارچ، ۱۹۸۹ء)

متحدہ علماء کونسل کا قیام او ملک گیر احتجاج سمیت اہم فیصلے

متحدہ علماء کنونشن کے پہلے اجلاس کی قرار دادیں اور لائحہ عمل، خاتون کی حکمرانی مسترد اور ہمہ گیر جدوجہد کا اعلان متحدہ علماء کنونشن منعقدہ ۲۷ فروری ۱۹۸۹ء بمقام جامعہ اسلامیہ راولپنڈی کے اہم فیصلے۔

☆ تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کا ملک گیر ''متحدہ علماء کنونشن'' اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قرآن وسنت کے صریح احکام اور اجماع امت کے خلاف ایک خاتون کی حکمرانی کو یکسر مسترد کرتے ہوئے اس کی تبدیلی کے لیے ہمہ گیر جدوجہد کا اعلان کرتا ہے۔

☆ ملک میں شریعت مصطفوی علی صاحبها التحية والسلام کے غلبہ ونفاذ، خاتون کی حکمرانی سے گلو خلاصی اور قادیانیت و دیگر اسلام دشمن عناصر کی بیخ کنی کیلئے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کی مشترکہ تنظیم ''متحدہ علماء کونسل پاکستان'' کے نام سے قائم کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔

☆ دیو بندی، بریلوی اور اہل حدیث مکاتب فکر کے گیارہ گیارہ نمائندہ علماء پر مشتمل ۳۳ رکنی سپریم کونسل قائم کر دی گئی ہے جو پالیسی اور نظم ونسق کے تمام امور کی ذمہ دار ہوگی، جبکہ انتظامی معاملات کو چلانے کیلئے دو دو نمائندوں پر مشتمل چھ رکنی رابطہ کمیٹی قائم کی جائے گی۔

☆ ۱۰/ مارچ کو پورے ملک میں ''یوم احتجاج'' منایا جائے گا اور اس موقع پر تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام خطبات جمعۃ المبارک میں خاتون کی حکمرانی، نفاذ اسلام اور دیگر امور کے

بارے میں ''متحدہ علماء کونسل'' کے مؤقف و مطالبات کی وضاحت کریں گے۔

☆ جب تک موجودہ صورت حال تبدیل نہیں ہو جاتی خاتون کی سربراہی میں قائم وفاقی حکومت کی تمام سرکاری تقریبات کا بائیکاٹ کیا جائے گا۔

☆ صوبائی اور ضلعی سطح پر ''متحدہ علماء کونسل'' کی باقاعدہ تنظیمیں قائم کی جائیں گی جن کا پروگرام اور اصول و قواعد سپریم کونسل طے کرے گی۔

☆ ملک بھر میں ضلعی سطح پر علمائے کرام کے مشترکہ کنونشنوں کا سلسلہ شروع کیا جائے گا اور مینار پاکستان پارک لاہور میں ملک گیر عوامی اجتماع طلب کیا جائے گا جس کے پروگرام اور تاریخ کا اعلان سپریم کونسل کرے گی۔

☆ متحدہ علماء کونسل پاکستان کی سپریم کونسل کا پہلا اجلاس کنونشن کے اختتام پر آج ہی شام ساڑھے چھ بجے راولپنڈی میں ہوگا ان شاء اللہ العزیز۔

متحدہ کنونشن میں عورت کی حکمرانی پر پیش کردہ قرارداد

علمائے دین کا یہ عظیم نمائندہ اجتماع کسی بھی سیاسی غرض کے بغیر خالص شرعی بنیاد پر امت مسلمہ کے اس اجماعی فیصلہ کی توثیق کرتا ہے جو قرآن وسنت کے واضح دلائل پر مبنی ہے کہ مسلمانوں کی کسی مملکت یا حکومت کی سربراہی کسی عورت کے سپرد کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ علمائے دین کا یہ اجتماع یقین رکھتا ہے کہ مسلمانان پاکستان اور مسلمانان عالم اس شرعی فیصلے کے بموجب درحقیقت کسی عورت کو سربراہ بنانے کیلئے آمادہ نہ تھے اور نہ اب آمادہ ہیں لیکن مظلومیت کے نعرے کی آڑ میں دشمنان اسلام کی بیرونی و اندرونی سازشوں نے مسلمانان پاکستان کو یہ روز بد دکھایا کہ حکومت کی سربراہی ایک عورت کے حوالے کر دی گئی۔ چونکہ مملکت پاکستان کا قیام اسلام کے نام پر عمل میں آیا تھا اور اس ملک میں اس کے بنانے والوں نے اسلامی معاشرہ اور اسلامی نظام قائم کرنے کا اعلان کیا تھا اور چونکہ تمام دنیا میں پاکستان کو اسلامی احکام و تعلیمات کی نمائندگی کا مقام حاصل ہے، اس لئے اس ملک میں عورت کی سربراہی محض ایک منکر ہی نہیں بلکہ اس منکر کے خلاف اگر علمائے دین نے جدوجہد نہ کی اور عورت کو سربراہی سے ہٹایا نہ گیا تو اسلامی تعلیمات کے علی الرغم یہ باور کر لیا جائے گا کہ اسلامی شریعت میں عورت کی سربراہی جائز ہے۔

مذکورہ بالا اسباب کی بناء پر علمائے دین کا یہ نمائندہ اجتماع اعلان کرتا ہے کہ وہ عورت کو حکمرانی کے عہدے پر مامور کرنے کے فیصلے کو تبدیل کرنے کیلئے اس وقت تک اپنی جدوجہد جاری رکھے گا جب

تک یہ غیر شرعی فیصلہ واپس نہ لیا جائے۔علمائے دین کا یہ اجتماع پیپلز پارٹی کے مسلم ارکان پارلیمنٹ سے خاص طور پر اور دیگر تمام ارکان پارلیمنٹ سے عام طور پر مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسلام کو بدنام کرنے والی اس صورتحال کو فوری طور پر ختم کریں جس کی وجہ سے تمام دنیا میں مسلمانوں کی رسوائی ہوئی ہے۔یہ اجتماع پاکستان کے تمام مسلمانوں سے کہتا ہے کہ وہ سیاسی لحاظ سے خواہ کسی پارٹی کا ساتھ دیں لیکن شرعی منکرات میں کسی کا ساتھ دیکر اپنی عاقبت خراب نہ کریں (روزنامہ جنگ ۲۸ رفروری ۱۹۸۹ء)

عورت کی حکمرانی کے حوالے سے ملک گیر احتجاج اور کونسل کے اہداف

مملکتِ خداداد پاکستان اس وقت اندرونی اور بیرونی جن مشکلات سے دو چار ہے اور جس طرح سازشوں کا حصار اس کے گرد مسلسل تنگ کیا جا رہا ہے۔اس سے ملک کا ہر حساس اور باشعور شہری شدید ذہنی کرب سے دو چار ہے بلکہ دینی حلقے مجبور ہو گئے ہیں کہ وہ تمام تر مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ملک کے اسلامی تشخص اور معاشرہ کے دینی اقدار کے تحفظ کی خاطر آخری اور فیصلہ کن جدوجہد کیلئے متحد اور منظّم ہو جائیں۔ پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے کے لئے صیہونی، صلیبی اور برہمن لابیوں نے فعال کردار ادا کرنا شروع کر دیا ہے موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آنے کے بعد مختصر مدت میں جس تیزی کے ساتھ پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے کے لیے اقدامات کیے ہیں اس سے ہمارے اس خدشہ کو تقویت پہنچتی ہے کہ اسلام دشمن لابیاں اس حکومت کو اپنا آلہ کار بنا چکی ہیں جس کے شواہد درج ذیل ہیں:

- ☆ قرآن وسنت کے واضح احکام، امت مسلمہ کے چودہ سو سالہ اجتماعی تعامل اور علمائے امت کے متفقہ شرعی مؤقف کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک خاتون کو ملک کا وزیر اعظم بنا دیا گیا ہے
- ☆ خاتون وزیر اعظم نے اسلامی قوانین کو وحشیانہ، ظالمانہ اور انسانی حقوق کے منافی قرار دے کر غیر مسلم لابی کی ترجمانی کی ہے۔حدود آرڈیننس کو منسوخ کرنے کے بارے میں اس پارٹی کے بیانات بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔
- ☆ افغان مجاہدین کے تاریخی شرعی جہاد کو سبوتاژ کرنے کی سازش کی جا رہی ہے، غیر مسلم لابی کے اشارے پر افغان پالیسی میں تبدیلی کی جا چکی ہے۔افغان مجاہدین کی عبوری حکومت کو تسلیم کرنے میں مجرمانہ طریقہ سے تاخیر کر کے روس، امریکہ اسرائیل اور بھارت کو خوش کیا جا رہا ہے۔اس پس منظر میں علمائے کرام جہادِ افغانستان کی مخالف اے این پی سے اتحاد کو بھی جہاد افغانستان کے تقاضوں کے خلاف سمجھتے ہیں اور یہ اتحاد علمائے کرام کیلئے ناقابل

برداشت ہے۔

☆ مسئلہ کشمیر کو نظر انداز کر کے بھارتی خوشنودی حاصل کی جا رہی ہے بلکہ کشمیر کے ایک حصہ شمالی علاقہ جات کو پاکستان کا صوبہ بنانے کی تجویز پیش کر کے مسئلہ کشمیر کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔

☆ قادیانیوں کی سرپرستی کا سلسلہ جاری ہے، سندھ کا چیف سیکرٹری اور اقوام متحدہ میں پاکستان کا نمائندہ اور مختلف ملکوں میں سفراء کی حیثیت سے قادیانیوں کو مقرر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام جیسے بدنام زمانہ قادیانی کو پاکستان کے ایٹمی راز فراہم کر کے راز داری کے قومی تقاضوں سے انحراف کیا گیا ہے۔

☆ سندھ میں ہندوؤں کی بالادستی اس قدر بڑھا دی گئی ہے کہ ملکی سالمیت کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ اپنے اقتدار کے لیے علاقائی اور لسانی عصبیتوں کی پشت پناہی کی جا رہی ہے، سندھ میں قتل و غارت، ڈاکہ زنی اور تخریب کاری کا بازار گرم ہے۔

☆ ریڈیو، ٹی وی اور دیگر ذرائع ابلاغ کو فحاشی، عریانیت اور لادینیت کے فروغ کے لیے وقف کر دیا گیا ہے۔ اسلامی پروگرام بتدریج کم کیے جا رہے ہیں۔ میوزک ۸۹ اور یوتھ فیسٹول جیسے پروگراموں کے ذریعہ مغربی تہذیب کو عام کیا جا رہا ہے۔ صوفیائے کرام کے بارے میں گمراہ کُن پروگرام نشر کیے جا رہے ہیں۔

☆ حالیہ بجٹ کے ذریعے مہنگائی اتنی بڑھا دی گئی ہے کہ عوام کی کمر ٹوٹ کر رہ گئی ہے۔ سیلز ٹیکس کے ذریعہ کاروباری زندگی کو معطل کر کے رکھ دیا گیا ہے، افراط زر کی شرح بڑھ گئی ہے اور محدود آمدنی والے طبقہ کا جینا دوبھر کر دیا گیا ہے۔

☆ اس صورت حال کے پیشِ نظر دینی حلقے بجا طور پر محسوس کرتے ہیں کہ موجودہ وفاقی حکومت کی ان پالیسیوں کا زیادہ دیر تک جاری رہنا جہاں ملک وقوم کے نظریاتی مستقبل کے لیے تباہ کن ثابت ہوگا، وہاں اس پر خاموشی اختیار کرنا شرعی و قومی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے مجرمانہ گریز کے مترادف ہوگا، اس کیلئے ملک کے تمام مکاتب فکر کے مشائخ عظام و علمائے کرام ''متحدہ علماء کونسل پاکستان'' کے پلیٹ فارم پر متحد ہو کر ملک کی اسلامی بنیادوں کو مضبوط کرنے اور پاکستان کی بقا کیلئے فیصلہ کن کردار ادا کرنے کیلئے میدان عمل میں آ گئے

ہیں اور آج ۱۵؍ جون ۱۹۸۹ء کو باغ بیرون موچی دروازہ لاہور کے تاریخ ساز جلسۂ عام سے عوامی جدوجہد کا آغاز کر رہے ہیں۔ اس موقع پر اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ:

☆ ہماری جدوجہد خالص دینی اور نظریاتی ہے جس کا مقصد عورت کی غیر شرعی حکمرانی سے نجات حاصل کرنا اور سیکولرازم کی طرف لے جانے والی پالیسیوں کی راہ میں سد سکندری بن کر اسلامی نظام کے نفاذ کی طرف پیش قدمی کرنا ہے۔

☆ اس جدوجہد میں کوئی سیاسی جماعت نہ ہماری حریف ہے نہ حلیف، جو قوت ہماری راہ میں حائل ہو گی، وہ ہماری جدوجہد کا براہِ راست ہدف ہو گی خواہ اس کا تعلق حکمران جماعت سے ہو یا آئی۔ جے۔ آئی سے یا کسی اور جماعت سے۔

☆ ہماری اس جدوجہد کے نتیجہ میں یا تو حکومت کو اپنی پالیسیاں بدلنا ہوں گی یا عوام حکومت کو بدل دیں گے۔

☆ ہر صوبے، ڈویژنل اور ضلعی سطح پر کونسل کو منظم کیا جا رہا ہے اور علماء کارکنوں کے کنونشن منعقد کرنے کا پروگرام طے کیا جا رہا ہے۔

☆ رائے عامہ کو شرعی موقف سے آگاہ کرنے کے لیے تمام ذرائع بروئے کار لائے جائیں گے۔

☆ ہمارا دوسرا جلسۂ عام ۲۷ جولائی ۱۹۸۹ء کو پشاور میں ہو گا، اس کے بعد کراچی اور کوئٹہ سمیت پاکستان اور آزاد کشمیر کے بڑے شہروں میں عوامی جلسے منعقد کیے جائیں گے۔

☆ پاکستان میں اسلامی نظام کے مکمل نفاذ تک ہماری جدوجہد متحدہ طور پر جاری رہے گی (روزنامہ جنگ، ۱۶؍ جون ۱۹۸۹ء)

عورت کی حکمرانی کے خلاف تحریک اور میڈیا کی سرخیاں

۱۵؍ جون ۱۹۸۹ء سے متحدہ علماء کونسل نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی قیادت میں عورت کی حکمرانی سے نجات کے لیے تحریک چلانے کا فیصلہ کیا تو روزنامہ جنگ کراچی نے اس پر درج ذیل خبر شائع کی کہ متحدہ علماء کونسل نے موجودہ وفاقی حکومت اور اس کی پالیسیوں کو اسلامی اصولوں اور قومی تقاضوں کے منافی قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف عوامی تحریک منظم کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس کے لیے ۱۵؍ جون کو بیرون موچی دروازہ لاہور میں ایک جلسۂ عام منعقد کر کے رابطہ عوام مہم شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس سے مرکزی قائدین خطاب کریں گے اس کا اعلان کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا

سمیع الحق نے ہفتہ کی شام کونسل کے مرکزی دفتر میں سپریم کونسل کے اجلاس کے بعد اخباری نمائندوں کے سامنے کیا۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعہ سینٹ کے ارکان سے مطالبہ کیا گیا کہ شریعت بل کو بلا تاخیر منظور کریں اور ملک میں اسلامی قوانین کی بالادستی کے لیے عملی پیش رفت کریں۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعہ وفاقی حکومت کی پالیسیوں کو اسلامی اصولوں اور قومی تقاضوں کے یکسر منافی قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ ایک خاتون کو غیر شرعی طور پر حکمران بنانے کے بعد اسلامی حدود، دیت، شہادت اور دیگر دینی مسائل کے حوالہ سے مسلمہ شرعی احکام کے خلاف سرکاری طور پر مسلسل پروپیگنڈہ مہم چلائی جارہی ہے۔ان حالات میں ضروری ہوگیا ہے کہ ملک کے دینی حلقے اپنا دینی اور ملی کردار ادا کرنے کے لیے آگے بڑھیں اور ایک بھرپور عوامی جدوجہد کے ذریعے موجودہ حکمرانوں کو اپنی پالیسیاں تبدیل کرنے یا اقتدار سے الگ کردینے پر مجبور کردیں۔ (روزنامہ جنگ، ۲۸مئی ۱۹۸۹ء)

روزنامہ جنگ راولپنڈی ۵/اگست ۱۹۸۹ء کی ایک خبر کے مطابق جمعیت علماءِ اسلام اور متحدہ علماء کونسل پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان کے غیور اور مذہبی جذبہ سے سرشار مسلمان عورت کی سربراہی کسی بھی صورت میں تسلیم نہیں کریں گے لہٰذا پاکستان کے مسلمانوں نے عورت کی سربراہی کے خلاف جہاد شروع کردیا ہے جو بےنظیر بھٹو کے اقتدار کے خاتمے تک جاری رہے گا اور اس مقصد کے لیے ہم کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

مولانا سمیع الحق نے ان خیالات کا اظہار جمعہ کے روز جناح پارک پشاور میں ایک بہت بڑے جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا: اس جلسہ میں شدید بارش کے باوجود بھی لوگ اطمینان سے تقریر سنتے رہے۔ اگرچہ جمعہ کے روز صبح ہی سے شدید گرمی اور حبس تھا ہوائیں چلنے لگیں اس پر مولانا سمیع الحق نے فرمایا عورت کی حکمرانی کے مخالف اسلام کے مجاہدوں کے لیے یہ خداندکریم کا ایک تحفہ ہے لہٰذا پیپلز پارٹی والوں کو اس سے سبق لینا چاہیے، قائد جمعیت مولانا سمیع الحق کا نام جب تقریر کے لیے لیا گیا تو لوگوں نے کھڑے ہوکر ان کا والہانہ استقبال کیا اور قائد جمعیت قائد حق، سمیع الحق سمیع الحق کے نعرے لگائے۔ (روزنامہ جنگ، پنڈی ۵/اگست ۱۹۸۹ء)

عورت کی حکمرانی کے حوالے سے روزنامہ جنگ کی ایک دلچسپ رپورٹ بھی ملاحظہ ہو۔کبیر والا سے نامہ نگار کے مطابق مولانا سمیع الحق نے شریعت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم بینظیر کے خلاف نہیں بلکہ عورت کی حکمرانی کے خلاف ہیں، جب میں دورۂ امریکہ کے سلسلہ میں واشنگٹن پہنچا تو وہاں ایک سیاہ فام خاتون نے ہوٹل میں مجھ سے یہ سوال کیا کہ پاکستان میں مسلمان

اقلیت میں ہیں تو میں نے کہا نہیں تو پھر خاتون نے طنزیہ کہا کہ وہاں پھر عورت کی حکمرانی کیسے آ گئی جبکہ آپ کے مذہب اسلام میں اس امر کی قطعی اجازت نہیں؟ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ میں یہ بات سن کر شرم کے مارے پسینے سے شرابور ہو گیا اور اس وقت میری دینی غیرت نے مجھے للکارا۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ لاہور، ۲۰ر دسمبر ۱۹۸۹ء)

عورت کی حکمرانی کا خاتمہ

بالآخر ۶ ر اگست ۱۹۹۰ء کو محترمہ بے نظیر کی غیر فطری، غیر شرعی حکومت اور پیپلز پارٹی کی مؤنث حکمرانی کے دوسرے تاریک ترین دَور (جس نے پاکستان کی تاریخ میں بدعنوانی اور لوٹ کھسوٹ کے ریکارڈ توڑ دیئے) کا بھی خاتمہ ہو گیا اور قوم کو ایک بار پھر اندھیر نگری اور چوپٹ راج سے نجات مل گئی (والحمد للّٰہ علیٰ ذٰلك)

بے نظیر بھٹو کی دوبارہ حکمرانی اور مولانا سمیع الحقؒ کی جدوجہد

''۱۵ر اکتوبر ۱۹۹۳ء کو دوبارہ وزیر اعظم بننے سے دو چار روز قبل محترمہ بے نظیر مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی رہائش گاہ واقع گلشن جناح اسلام آباد میں تشریف لائیں، سابق گورنر سندھ محمود ہارون، فاروق لغاری، آصف زرداری، مولانا کوثر نیازیؒ اور ڈاکٹر اشرف عباسی بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ وزیر اعظم بننے والی تھیں، ملک کی سیاسی صورت حال، دین اسلام کی وسعت و جامعیت اور اسکے بطور نظام کے ہمہ گیری و آفاقیت کے اعتراف سمیت، ملک میں نفاذ شریعت، اسلامی سزاؤں کے بارے میں انکے سابقہ نازیبا اور باغیانہ ریمارکس، عورت کی حکمرانی پر دوٹوک شرعی مؤقف اور مستقبل میں ان سے ممکنہ کردار کے موضوع پر باہمی تبادلۂ خیال ہوا ایسے مواقع پر علمائے حق کا کردار کیا ہونا چاہئے، مؤقف حقہ کے اظہار میں کسی لومۃ لائم اور طعن و تشنیع کی پرواہ کیے بغیر خدا لگتی کہنا ہی دینی قوتوں اور قرآن و سنت سلف صالحین اور علمائے حق کا شیوہ ہے۔

اس موقع پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اُن سے جو کہا اس میں ماضی کی فاش کوتاہیوں، اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے استہزاء و بغاوت کی مذمت اور مستقبل میں توبہ و ندامت اور روشن مستقبل کی ضمانت کے لائحہ عمل کی واشگاف الفاظ میں نشاندہی کر دی گئی ہے، وہی گفتگو نوائے وقت اور جنگ راولپنڈی ۱۶ر اکتوبر ۱۹۹۳ء نے شائع کیا ہے۔ اس موقع پر بے نظیر بھٹو نے عورت کی

حکمرانی کے مسئلے کے حل کے بارے میں استفسار کیا تو مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ مولانا سمیع الحق بڑے پروگریسیو ہیں ایسی کوئی بات نہیں اس مسئلے کا حل ہوگا ہندوستان میں علماء نے اندرا گاندھی اور پاکستان میں علماء نے محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کی تھی۔

اس موقع پر مولانا سمیع الحق نے کہا کہ میں اپنی ذات کی حد تک جتنا پروگریسیو ہوں تو اسلامی تعلیمات کی حد تک اتنا ہی سخت ہوں، ہندوستان سیکولر ریاست ہے جہاں مسلم اور غیر مسلم کی تمیز نہ ہو وہاں عورت اور مرد کا کیا مسئلہ ہوگا، جے یو آئی نے فاطمہ جناح کی حمایت نہیں کی بلکہ اپنا الگ مؤقف اختیار کیا تھا، جب اللہ اور رسولؐ کے واضح احکام موجود ہوں وہاں ہمارے لیے مشکلات ہوتی ہیں، آپ کی ذات کی حد تک بڑا احترام اور آپ کی ہمت اور حوصلہ اپنی جگہ ہے، انہوں نے کہا کہ جہاں اسلام کی خدمت کیلئے تعاون کی ضرورت ہو ہم نے کسی موقع پر تردد نہیں کیا، اگر آپ کو موقع ملتا ہے اور آپ واقعی اسلام کی خدمت کرتی اور مشورہ مانگتی ہیں تو میں حاضر ہوں اسی بنیاد پر ہم نے ضیاء الحق کو اسلامی قوانین کی تدوین میں مشورے دیئے۔

مولانا نے کہا آپ کی خیر خواہی اور بھلائی کے جذبے سے کہتا ہوں کہ آپ کے اب تک اسلام کے بارے میں جن تأثرات، بیانات اور منشور کے حوالے سے جو باتیں سامنے آئی ہیں ان کا مکمل ازالہ کریں۔ اسلام کی کھل کر ترجمانی کریں اور اسلام کے بارے میں منفی پراپیگنڈہ کرنے والوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کریں کہ اسلامی سزائیں صرف ڈرانے کیلئے ہیں، دو چار تھپڑوں سے اصلاح کی جاتی ہے، موجودہ انگریزی ظالمانہ نظام میں تو ایک تولہ چرس، ہیروئن رکھنے پر ملزم کو دو تین سال حوالاتوں میں رگڑا جاتا ہے اور اسکے بیوی بچے بیروزگاری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ عورت کی حکمرانی کے مسئلے کا کوئی حل نہیں ہے یہ آپ کی ذات کا مسئلہ نہیں اگر خاتون مفتی محمودؒ، مولانا عبدالحقؒ یا میری بیٹی ہو اس کے بارے میں بھی موقف اور مسئلہ بہرحال یہی رہے گا کہ عورت حکمران نہیں بن سکتی، قوم جیسا بھی فیصلہ کرے ہم مسئلے سمجھانے کے پابند ہیں۔ (رپورٹ سلطان سکندر ''نوائے وقت'' راولپنڈی ۱۶ر اکتوبر ۱۹۹۳ء)

مولانا عمران فیصل
ماہنامہ ''الابرار'' کراچی

داعی حق واتحاد امت کے علمبردار

مولانا عمران فیصل صاحب، شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ علیہ کے خلیفہ مجازِ ہیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے سانحہ شہادت پر پر ماشاء اللہ بہت عمدہ انداز میں لکھا۔ (ادارہ)

مشہور عالم دین اور بزرگ رہنماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی ناگہانی شہادت سے علم وعمل کے ایک زریں عہد کا خاتمہ ہوگیا، آپ کی رحلت سے تدبر و دانشوری کی بساط لپیٹ دی گئی، آپ کی شہادت سے نہ صرف پاکستان میں، بلکہ پڑوسی ممالک کے علمی حلقوں میں بھی غم و اندوہ کی لہر دوڑ گئی۔ آپ نہ صرف پاکستان اور برصغیر کے ممتاز اور نمایاں عالم دین تھے بلکہ درس و تدریس کی دنیا کے امام بھی تصور کیے جاتے تھے۔ آپ نے پاکستان کی کئی نسلوں کی دینی اور مذہبی تعلیم و تربیت میں اپنا خون جگر صرف کیا۔ دین حق کے داعی اور بین الاقوامی باطل قوتوں کے سامنے دلیری سے ڈٹ جانے والے مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک وسیع الظرف، نیک دل اور کشادہ نظر عالم دین تھے، جو خورد وکلاں، چھوٹے بڑے ہر ایک سے خندہ روئی سے پیش آتے تھے۔ بیرون سے آنے والے مہمانوں کی خاطر مدارت اور ان کی ضیافت ان کی عادت ثانیہ تھی۔ آپ ۱۹۸۸ء سے دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم تھے اور جمعیت علمائے اسلام (س) پاکستان سمیت متعدد دینی، علمی، سیاسی اور سماجی اداروں کے سربراہ اور صدر بھی تھے۔ شیخ الحدیث صاحب نے جن اداروں سے وابستگی اختیار کی، انہیں اپنے فہم وفراست اور دینی بصیرت و بصارت کو بروئے کار لاکر ثری سے ثریا پر پہنچادیا۔ شیخ الحدیث صاحب میدان سیاست کی بدعنوانی اور رشوت خوری کی وجہ سے یہ یقین کرتے تھے کہ سیاست اور سیاسی اداروں کی اصلاح از حد ضروری ہے، اسی لیے سیاست سے بھی انہیں حد درجہ دلچسپی تھی۔ اسی لیے انہوں نے ناصرف ملک کے قومی انتخابات میں حصہ لیا اور تین مرتبہ ۱۹۸۵ اور ۱۹۹۱، ۲۰۰۸ء میں سینٹ کے رکن بھی رہے۔

وہ ایک معتدل مزاج شخصیت کے حامل تھے۔ ان کے منہ پر ہمیشہ اتحاد بین المسلمین کی باتیں رہتی تھیں اور اپنی پوری حیات مبارکہ کو اسی پر خلوص اتحاد کے قیام کے لیے صرف فرمایا وہ تمام اختلافات کو ختم کرکے امت مسلمہ کو ایک کرنا چاہتے تھے۔ آپ ہمیشہ مسکرا کر اختلافِ رائے کو

برداشت کرنے والے انسان تھے۔حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سیاست وسماجی خدمات کے میدان میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے، اسی طرح حضرت کی علمی خدمات بھی امت مسلمہ کیلئے ایک عظیم سرمایہ رکھتی ہے۔حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی ایک عظیم مثالی تصنیف ''خطبات مشاہیر'' ہے اور اسی طرح دوسری عظیم مثالی تصنیف جو مولانا شہیدؒ نے اپنے ایک شاگرد کے ذریعے انٹرنیشنل اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کی شائع کردہ کتاب کا اردو ترجمہ ''جدید فقہی فیصلے'' کے نام سے شائع کروایا اور اس کا دیباچہ لکھا، جس میں اس کتاب کو تمام مدارس میں نصاب کے طور پر شامل کرنے پر زور دیا۔اس کتاب میں جدید مسائل کا حل قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے، مولانا شہیدؒ کا دیباچہ ان کے خلوص اور اسلام سے ان کی گہری وابستگی کا آئینہ دار ہے،اس کے علاوہ اپنے والد ماجد کی نسبت سے ایک رسالہ ''الحق'' کے نام سے متعارف کروایا جو شہادت تک شیخ الحدیث کی زیرسرپرستی میں اپنے علم وادب کا شاہکار کے طور پر جانا جاتا ہے اور رہتی دنیا تک اس کا فیض عام وتام رہے گا، (ان شاء اللہ)

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم جب اپنے تعلیمی سفر کے دوران جامعہ اشرفیہ لاہور میں زیرتعلیم تھے تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ علیہ جب جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لاتے تو حضرت والا رحمہ اللہ کی نسبت سے حضرت والا دامت برکاتہم ہی کے کمرے میں قیام فرماتے،مولانا سمیع الحق شہیدؒ علم حدیث کے ساتھ ساتھ دیگر فنی علوم میں بھی مہارت رکھتے تھے، بیک وقت آپ بہترین مفسر، محدث، ادیب اور مشفق استاد تھے آپ کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلا صدیوں تک پورا نہیں ہوسکتا۔اللہ تعالیٰ آپؒ کی ان دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے،آمین۔

بروزِ ہفتہ ۲۴ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ کو مدیر جامعہ حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہم نے ملک کے معروف ومشہور مذہبی وسیاسی بزرگ شخصیت،مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، سربراہ جمعیت علما اسلام (س)،چیئرمین دفاع پاکستان کونسل اور لاکھوں علماء وطلباء کے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے سانحہ شہادت پر افسوس کا اظہار فرمایا اور طلبائے کرام میں تعزیتی بیان بھی فرمایا، جس میں شیخ الحدیث صاحب کی شہادت پر افسوس کا اظہار فرماتے ہوئے طلبائے کرام کو دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کی ترغیب دی، بعد ازاں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے بلندی درجات کیلئے ایصالِ ثواب کیا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کی شہادت کو درجہ قبولیت عطا فرمائے اور اللہ ان کی مغفرت کاملہ فرمائیں، جنت کے اعلیٰ درجات عطاء فرمائے اور ان کے لواحقین اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرما کر ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

مولانا فضل الباقی حقانی
ناظم تعلیمات دارالعلوم قاسم العلوم گندف صوابی

لادینیت کے سد باب میں مولانا شہیدؒ کا کردار

فحاشی وعریانی، رقص و سرور، عیش وطرب، جب کسی قوم کی تہذیب اور معاشرہ کا لازمۂ حیات بن جاتے ہیں تو قومی عروج اور ملی ارتقاء بھی روبہ تنزل اور انحطاط کا شکار ہو جاتا ہے، مملکت پاکستان اپنے نظریاتی اساس کی بنیاد پر ہیرامنڈی، بازارِحسن اور قحبہ خانوں کی متحمل نہ تھی اور فحاشی کے ان اڈوں کا قیام نظریاتی اساس پر تیشہ چلانے کے مترادف تھا مگر اربابِ اقتدار اور رہنمایانِ قوم نے ادھر کوئی توجہ نہ دی بلکہ بازاروں کے قیام کی اجازتیں بھی دیں اور ان کے فروغ کا اہتمام بھی کیا، حدود آرڈیننس سے کچھ اوس پڑی تھی مگر نئی جمہوری حکومت کے سنہری کارناموں میں تازہ ترین قومی بہی خواہی کا شاہکار کردار بازارِحسن کا فروغ اور ہیرامنڈی کے کاروبار کی منصوبہ بندی ہے۔

وا اسفاہ! کس سے توقع رکھیں، کس سے شکایت کریں، آخر ہے کون جسے دین اسلام کی مظلومیت پر آنسو بہانے کی فرصت ہو؟ کون ہے جسے مظلوم اسلام کی فریاد سننے کا یارا ہو؟ ضلعی عدالتیں تو کجا ہائی کورٹ تک سب ایک راہ کے شناور ہیں، یہ تو سب جانتے ہیں کہ ماند، بے رونق اور کمزور پڑے ہوئے ہیرامنڈی کے بازارِحسن کو عدالت انصاف کی صوبائی سطح کی سب سے بڑی عدالت ہائی کورٹ نے فتویٰ جواز اور اس کے فروغ کے نئے رنگ ڈھنگ کی اجازت بھی مرحمت فرما دی ہے۔ دینی حلقے، اسلام اور ملتِ محمدیہ کے بہی خواہ انگشت بدنداں رہ گئے۔ مذہبی حلقوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی، علمائے حق نے اس کے خلاف آواز اُٹھائی اور جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی جنرل سیکرٹری اور مرکزی رہنماء مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے تو قانون اور انصاف کی سب سے بڑی عدالت ''سینٹ آف پاکستان'' میں مسئلہ اُٹھاتے ہوئے ۲رفروری ۱۹۸۷ء کو درج ذیل تحریک التواء پیش کر دی۔ جس کے چند اہم شذرات ذیل میں پیشِ خدمت ہیں:

عدالتوں کے اختیارات کا مسئلہ

جناب چیئرمین صاحب ! ملک کا دستور ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے کہ اس ملک کا اقتدار اعلیٰ اللہ رب العالمین کے لئے ہے اور اس میں بندوں کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر استعمال کرنے کے لئے ہیں۔ پھر یہاں عدالتوں کو ایسے اختیارات دینا جو خداوند تعالیٰ کے محرمات کو جائز قرار دیں اور ایسے قوانین کو باقی رکھنا جن کی بنیاد پر ایسے غلط فیصلوں کا سہارا لیا جاتا ہے، ایک اسلامی مملکت اور اس کے مسلمان شہریوں کے لئے نہایت تکلیف دہ عمل ہے۔ اس فیصلہ سے نہ صرف میرا بلکہ اسلامی نظام کے نفاذ کا نام لینے والی حکومت اور پارلیمنٹ کا استحقاق بھی مجروح ہوا ہے۔ اس لئے اس معاملہ کو زیرِ غور لایا جائے۔

اس کے بعد مولانا سمیع الحق نے وضاحت کرتے ہوئے اپنی تقریر میں فرمایا:

جناب چیئرمین صاحب! متعدد وجوہ سے پارلیمنٹ کا اور ہم سب کا استحقاق مجروح ہوا ہے، ایک تو بنیادی طور پر ایسی کوئی بات جو ملک کی نظریاتی اساس کے خلاف ہو اور خداوند تعالیٰ کے قطعی محرمات کو اس سے جائز قرار دیا جائے وہ اس ملک کے آئین کے خلاف ہے کیونکہ قراردادِ مقاصد میں یہ ساری تفصیلات موجود ہیں اور جس کا ایک اقتباس میں نے پڑھ کر سنا بھی دیا ہے کہ یہ اختیار کسی کو نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حدود میں دخل اندازی کرے، پھر آئین کے رہنماء اُصولوں میں بھی واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ملک میں بے حیائی، فحاشی اور غلط چیزوں کی سرکوبی کی جائے گی اور ایسے تمام اقدامات کی حوصلہ شکنی کی جائے گی۔ اس ملک میں حدود آرڈیننس جاری ہے، جسے آٹھویں ترمیم میں بھی تحفظ دیا گیا ہے اور حدود آرڈیننس کے بعد میرا خیال یہ ہے کہ

جناب چیئرمین نے بات ٹوکتے ہوئے کہا کہ مولانا! کیا حدود آرڈیننس میں گانا بند ہے؟

لادینیت کا فروغ

مولانا سمیع الحق نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ میں اس مسئلہ کی طرف بھی آ رہا ہوں تو حدود آرڈیننس کے بعد بازارِ حسن وغیرہ بند کر دیئے گئے۔ بہرحال! آپ اسے بازارِ حسن کہیں یا ہیرامنڈی کا کاروبار کہیں یا اسے کوئی چکلہ کہے سب ہی ایک معنی کی حقیقت ہیں تو ان کو سربمہر کر دیا گیا تھا اور یہ سارا کاروبار کافی حد تک ختم ہو گیا تھا، اب ان لوگوں (جو فحاشی کے کاموں میں مصروف ہیں) نے پھر سے پوری منظم کوششیں کیں، پولیس کے ساتھ مل کر بات چیت کی، مذاکرات کئے اور

معاملہ عدالت تک پہنچا۔ پھر آپ جانتے ہیں کہ پولیس اپنی آمدن کے ذرائع کیلئے کیا کچھ کرتی ہے۔ بہرحال! مذاکرات ہوئے، جس کی تفصیل اخبارات میں آچکی ہے اور معاملے کو ایسی شکل دیدی گئی کہ پھر سے وہ بازار آباد ہوگیا اور فیصلے میں کہا گیا کہ رات کے بارہ بجے سے لے کر آخر شب تک پردوں کے پیچھے لوگ آ کر ناچ گانا سن سکتے ہیں۔ یہ حالت آپ خود سمجھتے ہیں اور پورے ملک کے مسلمانوں، اور عقلمندوں کو معلوم ہے کہ بارہ بجے کے بعد آخر شب تک آنے والے کون ہوتے ہیں کیا وہ صرف گانا بجانا سننے کے لئے آئیں گے بلکہ وہ تو فحاشی کے دوسرے کاروبار جاری رکھیں گے۔

جناب! یہ تو اپنے آپ کو فریب دینا ہے کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ معاملہ صرف گانا بجانا سننے تک رہے گا تو محترم! حدود آرڈیننس کی وجہ سے ناچ گانا بھی ناجائز ہونا چاہئے، کیونکہ جو چیز بھی منکرات اور فواحش میں ہو، زنا کے اسباب اور دواعی سے ہو، آپ نے اس کو لازماً بند کرنا ہوگا۔ اگر آپ زنا پر پابندی لگاتے ہیں اور اس کے وسائل وذرائع اس کے دواعی واسباب کی کھلی چھٹی دیتے ہیں تو پھر زانی کیلئے اور زنا کرنے والے کیلئے حدود آرڈیننس کو تحفظ بھی دے دیتے ہیں تو یہ ایک مذاق بن جاتا ہے، پھر تو حدود آرڈیننس کو بھی واپس لینا چاہئے اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی عدالت کو اس قدر واضح اور صریح مسئلہ میں جس سے پورے ملک کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے اور اس سے لوگ مشتعل ہوگئے کہ ملک میں تو اسلامی نظام کے نفاذ کا نام لیا جارہا ہے لیکن فحاشی اور بے حیائی کے کاموں کو تحفظ دیا جارہا ہے جو اس ملک کے نظریاتی اساس کی صریحاً خلاف ورزی ہے، جناب! آپ کے اسلامائزیشن کے اثرات اب بازارِحسن تک پہنچ گئے ہیں اور آپ نے بازارِحسن کو باقاعدہ جواز کا فتویٰ دے کر گانے بجانے کو اسلامی بنا دیا ہے، آپ کی عدالتوں نے پاکستان کی عدالتوں نے باقاعدہ یہ فتویٰ دے دیا ہے کہ بازارِحسن کا کاروبار جائز ہے (انا للّٰہ و انا الیہ راجعون)

جناب! قرآن کی تعلیمات واضح ہیں کہ یہ ناچ گانا یہ فحاشی، یہ رقص وسرود اور زنا وغیرہ یہ سب اُمور اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دے دیئے ہیں اور ان کی حدود متعین کردی ہیں اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ** (البقرۃ: ۲۲۹) اور اللہ کا ارشاد ہے: **اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** (النور: ۱۹)

مولانا شہیدؒ کی تقریر جاری تھی کہ نواب راحت سعید چھتاری نے پوائنٹ آف آرڈر پر کچھ آیاتِ قرآنیہ اور نصیحت کے سمجھنے میں اپنے کسی اعتراض کا اظہار کیا مگر مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی

تقریر جاری رکھی اور کہا: یہ تو میں نے صرف ایک دو آیتیں سنا دی ہیں، اگر نواب صاحب اس کو نہ سمجھ سکیں تو میں قرآن کا بہت سا حصہ ان کو سنا سکتا ہوں۔ بہرحال! اخبارات میں یہ چیز آ گئی ہے کہ اب بازارِ حسن کا سارا سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا ہے، میرے پاس اخبارات کی کٹنگ محفوظ ہے۔

آئین سے متصادم قوانین

جناب چیئرمین ! تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس فیصلے سے آئین کی صریح خلاف ورزی ہوئی ہے، اگر بالفرض کوئی ایسا قانون ہے بھی جس کا سہارا لے کر ہائی کورٹ کے جج نے فیصلہ کیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسے قوانین کو نظرانداز کرنا چاہئے جو آئین سے متصادم ہیں ہم تو اسی وجہ سے لڑ رہے ہیں اور شریعت بل کی جنگ لڑ رہے ہیں کہ عدلیہ کو پابند بنانا چاہئے کہ وہ قرآن وسنت کے خلاف کوئی حکم نہ دے اور یہی شریعت بل کی بنیادی دفعہ ہے۔ اگر قوانین اور عدالتوں کی موجودہ صورتِ حال ہمارے سامنے نہ ہوتی تو ہم اس چیز پر زور نہ دیتے۔ آج عدلیہ کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ فحاشی کی اجازت دے دے وہ قحبہ خانوں کو کھلوا دے تو یہ ساری وجہ یہ ہے کہ قانون میں عدلیہ پر کوئی پابندی نہیں، کوئی قدغن نہیں۔اس وقت مولانا سمیع الحق شہیدؒ آئین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے شریعت بل کی طرف اشارہ کر رہے تھے تو چیئرمین جناب غلام اسحٰق خان نے اس موقع پر سرکارِ نامدار کے وکیل صفائی کے طور پر مولانا شہیدؒ کو کہا کہ: ''شریعت بل'' کی بات اب نہ کریں، جب شریعت بل کی بحث ہو تو اس کو وہاں چھیڑیں''۔

ملک کی نظریاتی اساس پر حملہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ جناب! میں نے صرف ایک دلیل پیش کی ہے کہ نظامِ شریعت اگر نافذ ہوتا شریعت بل منظور ہوکر اس کی پابندی کی جاتی تو آج عدالتیں اس حد تک حدودِ شرعیہ واخلاقیہ کے خلاف فیصلے صادر نہ کرتیں اور جمہور اسلام کے جذبات کو مجروح نہ کرتیں اور خود حکومت کے اسلامائزیشن کے دعوؤں کو ملحوظ رکھتیں لیکن لاہور ہائی کورٹ جیسی بڑی عدالت نے اس طرح کا فیصلہ کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے اور ملک کی نظریاتی اساس پر حملہ کیا ہے اور اس سے پارلیمنٹ کے تمام ارکان کے دینی جذبات کو بھی مجروح کیا ہے۔

جناب چیئرمین نے مسٹر وسیم سجاد مرکزی وزیر کو حقیقتِ حال اور پیش آمدہ صورتِ مسئلہ پر بات کرنے کی دعوت دی۔ وزیر صاحب بہت کچھ بولے، انگریزی کی طویل گفتگو میں ایک مسلمان کی

حیثیت سے اس غلط فیصلے پر اپنے دردِ دل کے اظہار کی بجائے حکومت کی اسلام سے وفاداری اور قرآن وحدیث سے محبت وپاسداری کی باتیں کرتے رہے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور دینی درد رکھنے والے ارکانِ پارلیمنٹ وزیر باتدبیر کی اس تقریر سے مطمئن نہیں تھے۔

پرنالہ اپنی جگہ رہے گا

چنانچہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی تقریر میں کہا: ''جناب چیئرمین! جناب وزیر صاحب وسیم سجاد نے ساری تقریر میں بار بار اس بات پر زور دیا کہ حکومت اسلام کی بڑی خیرخواہ ہے اور وہ پوری کوشش کر رہی ہے کہ اسلام نافذ ہوجائے لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ پرنالہ وہیں رہے گا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے طنزاً کہا: جناب! بہت مخلصانہ جدوجہد جاری ہے، جہاد جاری ہے، پرنالہ اپنی جگہ رہے گا مگر حکومت ہے اسلام کی بڑی ہمدرد۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ دیکھ رہے تھے کہ ۹ رکروڑ مسلمانوں کے جذبات کا احساس کئے بغیر وزیر صاحب وسیم سجاد اور حکومتی پالیسی، اس فریاد کو اور اسلام کی بہی خواہی کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھ رہی تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ اس وقت اور بھی جذبات میں آ گئے جب چیئرمین نے کہا: یہ مسئلہ شریعت کورٹ میں جانا چاہئے تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے کہا:

محترم چیئرمین! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ کسی شخص واحد کا مسئلہ نہیں، نو کروڑ مسلمانوں کا مسئلہ ہے اگر نو کروڑ مسلمانوں کے حقوق سینٹ میں پیش نہیں ہوسکتے تو پھر اس کی غرض کیا ہے؟ قومی اسمبلی اور سینٹ تو عوام کے حقوق ہی کیلئے ہیں، ہم ان کے نمائندے ہیں، ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم ان کی آواز یہاں پہنچائیں، اگر ان کا کوئی استحقاق مجروح ہوتا ہے یا مذہبی جذبات کی پامالی ہوتی ہے تو ہم یہاں آواز اُٹھائیں گے یہ ہمارا فرضِ منصبی ہے۔

آئین کی اسلامی دفعات کا تحفظ

دوسری بات یہ ہے کہ ہم آئین کے محافظ ہیں اور عدالت کا یہ فیصلہ آئین کی صریحاً خلاف ورزی ہے، ہم نے آئین میں اسلامی دفعات کے تحفظ کا بھی حلف اُٹھایا ہے۔ جناب! اخبارات آپ کے سامنے ہیں، اس کی قطعی خبریں شائع ہوچکی ہیں اور جس پر عمل بھی شروع ہوچکا ہے ہم تمام مسائل جب اخبارات کے ذریعہ اُٹھاتے ہیں تو اس میں ایسی دستاویزی قول کی ضرورت نہیں ہوتی۔

جناب! اگر عدالتی فیصلہ غلط تھا یا خبر غلط تھی تو وسیم سجاد صاحب وزیر اس کی تردید شائع کر

دیتے، ان کی خاموشی گویا رضا ہے کہ عدالت نے ایسا فیصلہ دیا ہے اور چوتھی بات وسیم سجاد صاحب نے یہ فرمائی کہ سپریم کورٹ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جناب! میں عرض کرتا ہوں کہ آخر حکومت نے بھی عدالتوں کے کئی فیصلوں جب حکومت کے خلاف کوئی فیصلہ ہوتا ہے یا اس کے سیاسی مفادات پر زد پڑتی ہے تو فوراً اس مسئلہ کو اعلیٰ عدالتوں میں لے جاتے ہیں مگر اسلام کے تحفظ اور دینی اقدار کے تحفظ کی ذمہ داری غریب عوام پر چھوڑتے ہیں اگر حکومت نفاذِ اسلام میں مخلص ہے تو اس کو ازخود یہ مسئلہ شریعت کورٹ میں اُٹھانا چاہیئے۔

موسیقی سننے کا غیر اسلامی مشورہ

حکومت اگر اپنے حقوق اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے ریفرنس لے سکتی ہے، اعلیٰ عدالتوں میں جاسکتی ہے اور سرکاری وکیل استغاثہ مقرر کرسکتی ہے تو اس مسئلہ کو خالص اسلام کے مسئلہ کو حکومت شریعت کورٹ میں کیوں نہیں لے جاسکتی؟ عوام کے پاس استطاعت کہاں کہ ایک ایک جزیہ کے لئے لاکھوں کے خرچ کر کے شریعت کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ آخر اسلام کا نام لینے والی حکومت پر بھی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کو رول کا سہارا لے کر نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔

جناب چیئرمین! آپ بحیثیت ایک دردمند مسلمان کے اس کا نوٹس لیں۔

جناب چیئرمین غلام اسحاق خان نے اس موقع پر طویل تقریر کی اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے کہا: مولانا! کبھی کبھی موسیقی سن لیا کریں، اس سے طبیعت میں نرمی پیدا ہوگی، آپ مجھے غلط نہ سمجھیں جس طرح کی باتیں اور ناچ گانے کا آپ نے ذکر کیا میں اس کے صریحاً خلاف ہوں۔

جنابِ والا! اس کیلئے موجودہ ''اسلامی حکومت کی برکت'' سے پورے بازار بھرے پڑے ہیں، کیسٹوں کے کیسٹ بازاروں میں مل رہے ہیں، میوزک سنٹرز ہیں وڈیوز سنٹرز ہیں۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے اب تو کوٹھے کی ضرورت بھی نہیں رہتی

(ماخوذ از رپورٹ سینٹ سیکرٹریٹ ۲ رفروری ۱۹۸۷ء)

جناب مدثر سبحانی
کالم نگار روزنامہ ''جسارت'' کراچی

امن وسلامتی اور اتفاق واتحاد کا داعی

سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا لکھوں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ جو ظلم ہوا اس کی مذمت کیلئے کوئی الفاظ ہیں نہ ہی اس بربریت اور سفاکی کی کوئی نظیر ملتی ہے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی رحلت وہ سانحہ جانکاہ ہے جس کے باعث پوری قوم سکتے کی حالت میں ہے ایسا بہیمانہ ظلم جس نے ملک کو ہلا کر رکھ دیا، درد کی ایسی لہر دوڑ گئی ہے جو کبھی رُکنے کا نام تک نہ لے گی، ایسا دھواں اٹھا ہے جو ختم ہونے کا نام تک نہ لے گا، ایسا اندھیرا چھا گیا ہے جو روشنی کا نام تک نہ لے گا، ایسا پل ٹوٹا ہے جو کبھی جڑنے کا نام تک نہ لے گا، آگ کا ایسا شعلہ بھڑکا ہے جو کبھی بجھنے کا نام تک نہ لے گا، ایسے جذبات ابھرے ہیں جو کبھی ختم ہونے کا نام تک نہ لیں گے۔ دکھ کی یہ لہر ہر فرد کے قلب وجگر میں اتر چکی ہے ہر شخص دل گرفتہ، ہر روح بے چین اور احساس رکھنے والی ہر آنکھ پرنم ہے، زندگی کے تمام شعبوں کے لوگ غم زدہ ہوئے، پاکستان کا نہ صرف کونا کونا اداس ہوا بلکہ دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی پاکستانی تھا، وہ رویا، بہت رویا، شدید اذیت کی کیفیت میں ہر احساس مند جھنجوڑ کر ایک ہی سوال کر رہا ہے، پوری قوم کو خون اور آنسوں میں ڈبونے والے ان سفاک درندوں کا مذہب کیا ہے؟ کیا کوئی اتنا سفاک ہوسکتا ہے جو بزرگ کے خون سے ہاتھ رنگے؟ ظالمو! کیوں ایسے بوڑھے شخص کو شہید کر دیا جو سماج میں امن وسلامتی اور حق گوئی کا داعی تھا؟ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ملک کی دینی و مذہبی سیاست میں انتہائی متحرک کردار ادا کیا، مولانا ۸۸ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم بنے اور ۸۵ء سے ۱۹۹۷ء تک دو دفعہ سینیٹ کے رکن بھی رہے، وہ ۲۰۰۲ء میں بھی سینیٹ کے تیسری مرتبہ رکن منتخب ہوئے۔ انہوں نے مختلف مکاتب فکر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے اور متحدہ مجلس عمل کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ جمعیت علما اسلام (س) اور اسلامی جمہوری اتحاد کے بانی، دفاع افغانستان اور دفاع پاکستان کونسل کے چیئرمین بھی رہے، آپ ملکی اور عالمی سطح پر بننے والے ہر مذہبی اتحاد کا حصہ ہوتے تھے اور ہر سیاسی محاذ پر متحرک ہوا کرتے تھے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مدرسہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، دارالعلوم دیوبند کے بعد

دیوبندی مکتب فکر کا سب سے اہم مدرسہ گردانا جاتا ہے اور مولانا شہیدؒ سے ہزاروں کی تعداد میں شاگردوں نے علم حاصل کیا۔کئی افغان رہنماؤں کو بھی ان کے شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔مولانا سمیع الحق شہید کے طالبان پر اثر ورسوخ کے سبب افغانستان میں دیر پا امن اور استحکام کے سلسلے میں پاکستانی اور افغان اعلی حکام کا ان سے بارہا مطالبہ رہا کہ وہ طالبان کو مذاکرات کی میز پر لائیں۔یہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہی تھے جنھوں نے پاکستان میں پہلا ''شریعت بل'' تیار کر کے سینیٹ سے منظور کرایا تھا۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ہمیشہ اس فکر نے ستایا کہ کیسے مسلمانوں کو آپس میں یکجا کیا جائے وہ ہمیشہ امن کے فروغ کی بات کرتے تھے،وہ نفرت بانٹنے کی بجائے محبت بانٹتے تھے،وہ ملکی اور عالمی حالات پر ایک جرأت مندانہ موقف اختیار کیا کرتے تھے، مثبت سوچ اور تعمیری فکر ہی کی وجہ سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو اسٹیبلشمنٹ، بیوروکریسی، سیاستدانوں، مذہبی اور سماجی حلقوں حتیٰ کہ ہر جگہ پسند کیا جاتا تھا،آپکی دینی علمی ادبی تحقیقی خدمات کا بھی کوئی شمار نہیں،آپکے بے شمار علمی کارناموں میں ماہنامہ ''الحق'' کی مسلسل اشاعت، ''خطباتِ مشاہیر'' اور ''مکتوبات مشاہیر'' جیسی ضخیم کتابیں آپ ہی کا شاہکار ہیں۔

ہم بلا جھجک یہ کہہ سکتے ہیں کہ مولانا شہیدؒ نے جس بھی شعبہ زندگی میں قدم رکھا وہاں نہ صرف اپنا لوہا منوایا بلکہ دوسروں کیلئے بھی مشعل راہ بنے ، بہادری اور جرأت کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ عقل بھی دنگ رہ گئی۔مولانا سمیع الحق شہیدؒ منبر رسولؐ کے محافظ،حق و سچ کے پاسدار، ہمت، جرات اور استقامت کا استعارہ تھے۔وہ ایسا بادل تھے جو بلا تخصیص ہر ایک پر برسے۔خداوند کے خاص کرم و رحمت سے دنیا کے ہر کونے میں انہوں نے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں انسانوں کی مذہبی آبیاری کی اور ان کی سوچ و فہم کو جلا بخشی۔اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت سے پورے پاکستان و عالمِ اسلام نے ایک جید عالم دین، عظیم قائد،خطیب، مفکر، مدبر،سرپرست اور شریعت کا ترجمان کھو دیا ہے،ان کی وفات علمی دنیا میں ایک بڑا خسارہ ہے۔مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک عظیم شخصیت تھے ان کی دینی اور سیاسی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔موت تو ہر ذی روح کو آنی ہے۔زندگی کو جس طرح مولانا سمیع الحق نے گزارا اس پر رشک کیا جا سکتا ہے، اس کی آرزو کی جا سکتی ہے، ہر دِل تمنا کر سکتا ہے ۔ہم اللہ کے حضور دستِ بدعا ہیں کہ اللہ آپ کو جنت الفردوس میں وہ اعلی مقام عطاء کرے جس کا وعدہ اس نے اپنے نیک بندوں سے کر رکھا ہے،ان کے لواحقین اور شاگردوں کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور مولانا شہیدؒ کے سفاک قاتلوں کو عبرت کی مثال بنائے (آمین)

مولانا ظہیر عباس حقانی
مدرس جامعہ ابوہریرہ

دفاع مدارس پر مولانا شہیدؒ کا عالمی میڈیا سے دوٹوک مکالمہ

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا دینی مدارس کے تحفظ اور دفاع کے حوالے سے کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں انہوں نے ہر محاذ اور ہر پلیٹ فارم سے دفاع مدارس کے لئے آواز اٹھائی اور باقاعدہ اس حوالے سے تمام مکاتب فکر سے مل کر تحریکات چلائیں اور عالمی میڈیا پر دینی مدارس خاص کر جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے حوالے سے جو پروپیگنڈا کیا جارہا تھا اس حوالے سے آپ نے اس کا بھرپور جواب دے کر اس کی تردید اور ازالہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا، ذیل میں حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے عالمی اور مغربی میڈیا کو جو انٹرویوز دئے ان کے کچھ اہم اِقتباسات دیئے جارہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شہیدؒ نے مغربی میڈیا (جو اسلام، دینی مدارس بالخصوص جامعہ حقانیہ کے خلاف ہرزہ سرائی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا) کو جس انداز سے کھری کھری سنائی ہیں یہ ان کی حق گوئی، بیباکی اور جرأت مندانہ ترجمانی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنے انٹرویوز میں یہ ثابت ہی نہیں کیا بلکہ مغربی میڈیا کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور بھی کردیا ہے کہ اس وقت دنیا میں (دہشت گرد، دینی مدارس، جامعہ حقانیہ اور طلباء نہیں ہیں) بلکہ امریکہ مغرب اور اسرائیل اصل دہشت گرد ہیں۔

دینی مدارس کا عظیم تاریخی سلسلہ

(امریکی اخبار ٹائمز کی نمائندہ حنا بلوچ کے انٹرویو سے اقتباس)

س: مدرسہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے احوال پوچھنا چاہتی ہوں یعنی اس میں کتنے طلباء ہیں؟ کس طرح ان کو پڑھایا جاتا ہے؟

ج: جب پورے برصغیر میں انگریز کی حکومت قائم ہوگئی اور تمام ہندوستان پر اس کا تسلط جم گیا تو

اس کے بعد پورے برصغیر میں تعلیمی نظام کا سلسلہ تہس نہس کرادیا گیا، انگریز نے اپنا نصاب یہاں نافذ کیا اور لارڈ میکالے نے اسے ترتیب دیا۔ قرآن وسنت اور دیگر اسلامی علوم جب پہلے اسلامی حکومت میں پڑھائے جاتے تھے اس وقت تعلیم دو قسم کی نہیں تھی ایک ہی تھی، کالج اور یونیورسٹیوں میں سارا نصاب دنیوی اور دینی اکھٹا پڑھایا جاتا تھا، انگریز نے اس کو تقسیم کردیا اب مسلمان پریشان ہوگئے کہ وہ قرآن وسنت اور اسلامی علوم کی حفاظت کیسے کریں گے؟ تو انہوں نے دینی مدارس کی شکل میں اس طرح آزاد دینی درسگاہیں قائم کیں اور مسلمانوں نے اپنی امداد اور مشنری جذبہ سے ہندوستان میں جگہ جگہ یہ دینی ادارے قائم کئے جس میں قرآن و حدیث اور تمام اسلامی علوم کے پڑھانے کا بندوبست تھا، طالب علم بھی فیس وغیرہ نہیں دیتے تھے، مسلمانوں کی امداد سے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے تعلیم کا سلسلہ شروع کردیا اس وقت سے یہ سلسلہ اس طرح چلا آرہا ہے۔ اب انگریز چلا بھی گیا ہے لیکن یہ سلسلہ اسی طرح قائم ہے تو انگریز کے جانے کے بعد بھی وہی نظام، وہی نصابِ تعلیم ابھی تک برصغیر کے ان دینی اداروں میں قائم ہے۔ دینی علوم اور دینی مدارس کا کوئی مستقل انتظام حکومتوں کی طرف سے نہیں ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کا قیام

اسی طرح یہ دارالعلوم حقانیہ قائم ہوا، میرے والد صاحب مولانا عبدالحق صاحبؒ وہ ہندوستان کے سب سے بڑے معروف دینی مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں استاد تھے تو تقسیم کے بعد وہ بھی یہاں آگئے، اکوڑہ خٹک ہمارا گاؤں ہے جو طلباء ہندوستان نہیں جاسکتے تھے وہ یہاں جمع ہوگئے، بڑے بڑے مدارس اُدھر رہ گئے تو ان کا خیال تھا کہ یہاں مسجد میں اور مدرسہ میں بیٹھ کر وہ سٹوڈنٹ جو وہاں نہیں جاسکتے تھے وہ یہاں اسلامی علوم حاصل کریں، ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فضل کیا جو بڑھتے بڑھتے آج (ایک آزاد بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی) دارالعلوم حقانیہ کی موجودہ شکل تک پہنچ گئی ہے، اس میں تقریباً چودہ علوم پڑھائے جاتے ہیں، جس کو ہماری حکومت (یونیورسٹی گرانٹس کمیشن) ڈبل ایم اے کے برابر تسلیم کرتی ہے۔

جامعہ ازہر مصر اور مدینہ یونیورسٹی نے بھی دارالعلوم حقانیہ کی ڈگری کو معادلہ کرا کر اِسے

بڑی اہمیت دی ہے اور اسے مستند سمجھتی ہے، اس میں ہمارے ہاں صرف اسلامی علوم ہی نہیں بلکہ ایک شعبہ میٹرک تک ہائی سکول کا بھی ہے، جس میں موجودہ عصری مروجہ سارا نصاب انگلش، سائنس، جغرافیہ، جیومیٹری اور حساب وغیرہ تمام چیزیں پڑھائی جاتی ہیں لیکن ایک شعبہ خالص عربی علوم کا ہے اس میں پڑھنے کیلئے طالبعلم دنیا بھر سے آتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کا انتظام کیا ہے ان سے ہم نہ فیس لیتے ہیں اور نہ کسی قسم کے اخراجات لیتے ہیں، کتابیں بھی مدرسہ دیتا ہے دوائی، کھانا، بجلی گیس گویا ہاسٹل پر بھی طلباء کا کوئی خرچ نہیں ہے، عام مسلمانوں کی امداد سے یہ دینی مدرسے چل رہے ہیں، اس میں حکومتوں کی کوئی امداد شامل نہیں ہوتی (ص:۵۴،۵۵)

وزراء کے دھوکے (واشنگٹن پوسٹ، صحافیہ: پامیلا کانسٹیبل، ترجمان بہروز)

س: آپ کوئی خطرہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ حکومت مدارس میں مداخلت کر رہی ہے؟

ج: اگر حکومت ارادہ بھی کرلے تو یہ ایسا نہیں کر سکتے، یہ حکومت تو کیا نواز شریف، بے نظیر اور معین حیدر (پرویز مشرف دور حکومت کا وزیر داخلہ) اصل میں یہ سب تم مغربی لوگوں کے ساتھ منافقت کرتے ہیں اور آپ کو خوش کرنے کیلئے ایسی باتیں کرتے ہیں کہ ہم یہ ختم کروا رہے ہیں، یہ درحقیقت کچھ نہیں کر سکتے، ٹیڑھی آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکتے، آپ لوگوں کے سامنے بیان دے دیتے ہیں پھر اسی رات ہمارے پیچھے آتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کرنے والے، آپ بالکل مطمئن رہیں تو یہ ان کے دھوکے ہیں۔

س: اگر بالفرض ان لوگوں نے ہاتھ ڈال دیا؟

ج: اگر یہ لوگ ایسا کرنے کا ارادہ بھی کرتے ہیں تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر اقتدار سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ دین کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے کرنی ہے اور وہی کر رہا ہے جب اللہ کی مدد و نصرت شامل حال ہے تو ہمیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ (ص:۱۲۷)

دارالعلوم کے طلبہ کوئی ''عجیب مخلوق'' ہیں (دی نیویارک ٹائمز: Thomasl-Friedman)

سوال: جیسے ہمیں بھی علم ہے، کیا آپ ہمیں بتا سکتے ہیں کہ یہاں کوئی گن وغیرہ نہیں ہے؟

جواب: یہاں کسی کے پاس چاقو بھی نہیں ہے یہی وجہ ہے میں کہا کرتا ہوں بی بی سی کی ایک ٹیم یہاں کے طلبہ کو دیکھنے آئی کہ یہ کس قسم کی مخلوق ہیں تو ان کو حیرت ہوئی کہ یہ تو ہم جیسے مہذب انسان ہیں اور ان لوگوں کے باقاعدہ نام بھی ہیں یعنی زید، عمر، بکر، یعنی اس حد تک طلباء کے خلاف پروپیگنڈا کیا گیا تھا کہ ان دینی طلباء کو کچھ اور مخلوق تصور کرلیا گیا تھا، یعنی جیسے ''وحشی قبائل'' ریڈانڈین وغیرہ، اس کا حل یہی ہے کہ آپ لوگ خود تکلیف کریں یہاں آکر دیکھیں اور دنیا کو صحیح نقشہ دکھائیں یہ خلیج ختم ہو جائے گی۔

سوال: میں ملا عمر سے ملا ہوں اور انہیں بھی میں نے یہی کہا تھا کہ لوگ آپ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ جیسے جن بھوت ہیں یا کوئی عجیب سی مخلوق ہے لیکن آپ اگر ملیں لوگوں میں آئیں تو عام لوگوں کو بھی پتہ لگ جائے گا کہ اتنا برا نہیں ہے جتنا آپ کو بنایا جارہا ہے مجھے معلوم ہے کہ ملا عمر بہت ہچکچاہٹ والے ہیں۔

جواب: آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ ملاّ عمر سے ملے ہیں میں نے بھی طالبان سے کہا کہ آپ اپنے ''خول'' یعنی مخصوص ماحول وغیرہ سے نکلیں اور مخصوص جغرافیہ سے نکل کر کھل کر دنیا کے سامنے آئیں، ساری دنیا آپ کو قریب سے دیکھے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں بہت تلخ تجربے ہوئے ہیں، ہم کھل کر سامنے بھی آئے ہیں لیکن وہ ہمیں کسی اور طرح دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ہمیں بھیانک تصویر کی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔ ہماری اچھی بات پیش نہیں کرتے۔

ایک ویسٹرن ٹیم یہاں آئی میں آپ کو مثال دیتا ہوں پورا دن وہ دارالعلوم میں گھومی پھری تمام دن یہ تعلیم، یہ تہذیب، یہ تمدن، یہ پڑھنا یہ پڑھانا تمام چیزیں اس نے دیکھیں ادھر جو کچن ہے اس سائیڈ پر بھی گئے جہاں سے طالب علم کھانا لیتے ہیں، ترتیب سے کھڑے ہوتے ہیں ایک دو چھوٹے طالب علم اتفاق سے برتن پر الجھے ہوئے تھے، میں نے جب اِن کی ڈاکومنٹری فلم دیکھی تو انہوں نے صرف وہ چیز زیادہ بڑھا چڑھا کر دکھائی تو آپ بتائیں کہ یہ کہاں کی صحافت ہے؟ کہ تمام مثبت چیزیں اور تعلیمی نظام اور مدرسہ کا کیمپس اور اس کی خدمات کو ریکارڈ کرنے کے باوجود حذف کردیا گیا اور دو چھوٹے معصوم طلبا کے اس منظر کو سب پر غالب کردیا گیا جس سے ہمیں مغربی میڈیا کی

جانبداری کا یقین پختہ ہوگیا کہ وہ ایک مخصوص ذہن لے کر یہاں آتے ہیں اور اپنے مطالب اور ایجنڈے کو مدارس کے روشن چہرے کو مزید بگاڑنے کی بھونڈی کوششیں کرتے ہیں۔

آپ یہ دیکھیں کہ میری وجہ سے کیمروں اور مغربی نمائندوں کی آمد کو بھی طالبعلم دوران سبق برداشت کر لیتے ہیں جبکہ انہیں ناگوار گزرتا ہے۔

حقانی فضلاء

س: فضلاء حقانیہ کی جہاد میں تعداد کیا تھی؟

جواب: جو افغان لیڈر دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل تھے مولانا محمد یونس خالصؒ، مولانا محمد نبی محمدیؒ، جلال الدین حقانیؒ وغیرہ کثیر تعداد میں تھے ان میں بے شمار شہید ہوئے ہیں۔ روس کے خلاف ۱۲ر سال جنگ لڑی گئی ہے شکستِ روس کے بعد شروع ہونے والی لیڈروں کی خانہ جنگی ختم نہیں ہو رہی تھی مجبوراً طالب علم اٹھے اور چھا گئے۔

سوال: کتنے افراد ہیں؟

جواب: ہم نے لسٹ تو نہیں دیکھی تاہم ان کی تعداد ہزاروں تک ہے۔

سوال: وہ کہہ رہے ہیں کہ روس کے خلاف جہاد میں افغانیوں کے علاوہ اور لوگ بھی تھے؟

جواب: روس کے خلاف تھے لیکن اب کوئی نہیں ہے افغانیوں کیساتھ کوئی نہیں ہے یہ پروپیگنڈہ ہے اور جو عموماً حقانی حقانی کہلاتے ہیں وہ بھی حقانیہ کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے، ابھی جو سفیر ہے سید محمد حقانی جو پہلے تھے سعید الرحمان حقانی، شہاب الدین حقانی سب تقریباً حقانی فضلاء ہیں (ص:۱۴۹، ۱۵۰)

دینی مدارس میں مداخلت کا مسئلہ (برطانوی ٹی وی، اے آر وائی ٹی وی دبئی کو انٹرویو)

س: حکومت پاکستان مدارس کے بارے میں آرڈیننس بنانے میں مصروف ہے اگر اس طرح کا کوئی آرڈیننس آیا تو مذہبی جماعتوں، علماء اور مدارس کے مہتممین کا کیا ردعمل ہوگا؟

ج: یہ سارا ایک ہی سلسلہ ہے جہادی تنظیموں پر پابندی اور یہ دیگر مختلف اقدامات وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کا جو اسلامی تشخص ہے اور جہاد کا جو جذبہ ہے اور مسلمان اپنے آپ کو ایک منفرد قوم

سمجھتے ہیں یہ سارا سلسلہ ان مدارس کی تعلیمات سے وابستہ ہے دینی مدارس سے ایسے علماء نکلتے ہیں جن کی زندگی کا مقصد روزگار تلاش کرنا نہیں ہوتا ہے یہاں جو لوگ تعلیم حاصل کرتے ہیں یہ وجہ نہیں کہ میں انجینئر اور سائنسدان نہ بنوں تو کل میں کیا کھاؤں گا بلکہ وہ اپنی زندگی اللہ کی رضا کے لئے وقف کرتا ہے۔ وہ علم حاصل کرتا ہے کہ میں معلم بنوں گا، مبلغ بنوں گا، مدرس بنوں گا، سکالر بنوں گا، اسلام کی دعوت دونگا اور مسلمانوں کی دینی ضروریات خود بھوکا رہ کر بھی پوری کرونگا اپنی زندگی وہ اللہ کیلئے وقف کرتا ہے، یہاں بھی ایک ماڈرن طبقہ ہے پاکستان میں اباحیت زدہ لبرل طبقہ آزاد خیال وہ بھی مدارس کے اس نظام سے بہت زیادہ چڑتا ہے کیونکہ یہاں سے جو علماء نکلتے ہیں وہ حق کہنے والے حق گو ہوتے ہیں اسی طرح حکومتیں بھی پریشان ہوتی ہیں انہی علماء سے کہ یہ علماء ڈٹ جاتے ہیں ہمارے ملک کے دینی تشخص جہاد اور تحریکیں جو چلی ہیں، ۵۵ سال میں اس میں بھی بنیادی حصہ علماء کا ہے، ان علماء کا جو ان مدارس سے نکلتے ہیں اور جو سرکاری اداروں میں تھے سرکاری سکولوں میں جو علماء تھے کالجوں میں تھے یونیورسٹیوں میں تھے وہ اپنے آپ کو حکومتوں کا غلام سمجھتے ہیں وہ نہ اللہ کی راہ میں بات کر سکتے ہیں نہ دین کی بات کر سکتے ہیں نہ حکومت سے ٹکر لے سکتے ہیں تو یہ دونوں طاقتیں خلاف ہیں ان مدارس کی تیسری مخالف طاقت ساری بیرونی قوتیں ہیں کفر کی ساری طاقتیں سمجھتی ہیں اور اس جہاد سے یہ پتہ چل گیا ہے، یہ سارا سلسلہ افغانستان میں جہاد کی شکل میں رونما ہوا وہ انہی مدارس کی وجہ سے ہے۔

ترغیب وترحیب کے سارے حربے

امریکہ، نیٹو اور کفری ممالک نے سوچ کر فیصلہ کیا کہ اصل میں ہمارے لئے مسلمانوں کی طرف سے جو مزاحمت کا سلسلہ ہے وہ یونیورسٹیاں، کالجز اور مسلم حکمران اور فوجیں نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کے یہی دینی ادارے ہیں جہاں صحیح اسلامی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے اور قربانیاں دینے والے علماء اور حریت پسند خوددار رجال کار تیار ہوتے ہیں تو ابتداء سے حکومتیں یہ کوششیں کر رہی ہیں کہ اس پر کسی طرح کنٹرول حاصل کرلیں اور یا تو انہیں بالکل بند کردیں مگر وہ نہ کر سکے تو پھر ترغیب اور لالچ دے کر کہ ہم آپ کو تنخواہیں وغیرہ دیں گے اور مختلف حربے آزماتے ہیں پھر کبھی نصاب کی

اصلاح کی بات کرتے ہیں کہ ہم نصاب میں چینج لے آئیں گے تا کہ ان کو روزگار مل سکے، میں نے وزیر داخلہ سے کہا کہ تمہاری جو یونیورسٹیوں سے نکلتے ہیں وہ ایم اے اور پی ایچ ڈی ۹۵ فیصد افراد دردر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں اور بے روزگار پھرتے ہیں ان کے روزگار کی فکر کرو ہمارے روزگار کی فکر اللہ کرتا ہے، وہ ہمیں بہت اعلیٰ دیتا ہے، کوئی مولوی کھانے پینے کے بغیر نہیں رہے گا ، حکومتی اداروں سے تو آپ ملازمین کو نکال رہے ہیں اور ہزاروں خاندان ڈاؤن سائزنگ کی زد میں ہیں، ان کے منہ سے نوالہ چھینتے ہو یہ آپ کے سائنس اور انگریزی پڑھنے والے ہیں لیکن ہمارے مولویوں کو دیکھ کر آپکے پیٹ میں ویسے ہی ہر وقت مروڑ اٹھتا ہے، ہم نے تو آپ سے کبھی مطالبہ نہیں کیا کہ مولویوں کو روزگار دے دو، ہم ہمیشہ نصیحت کرتے ہیں کہ مولوی کبھی بھی سرکاری نوکری نہ کرے کیونکہ پھر وہ سرکار کا زیادہ رہے گا نہ کہ خدا کا ، حکومتیں مختلف طریقوں کے داؤ ترغیب اور ترحیب کے چلاتے رہتے ہیں۔

ماڈل مدارس

اب حکومت تحریک چلا رہی ہے کہ ہم ماڈل مدارس بنائیں گے تو ہمیں کوئی اس سے سروکار نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں اس کا انجام ہمیں معلوم ہے کہ نہ مولوی بنے گا اور نہ مسٹر، ماڈل سکول بنایا تھا ایوب خان نے بہاولپور میں اب وہ صرف ایک معمولی درجہ کا کالج ہے۔ اس طرح کئی تجربے ہوئے ہیں وہ لوگ جو اللہ کے دین کیلئے اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں وہ ان ترغیبات وغیرہ میں نہیں آتے باقی زمانے کے حالات اور چیلنجوں اور تقاضوں کو ہم خودخوب سمجھتے ہیں ہم نصاب کی اہمیت بھی سمجھتے ہیں۔ نصاب میں جن جن چیزوں کی زمانہ کے مطابق ضرورت ہوتی ہے وہ خط و کتابت ہے، حساب و کتاب ہے ،انگلش ہے، جغرافیہ ہے یہ خود ہمارا ایک بہت بڑا تعلیمی بورڈ ہے، وفاق المدارس اسی طرح بریلوی حضرات کا اہل حدیث حضرات کا، تمام مکاتب فکر کا، اپنا ایک تعلیمی بورڈ ہے، ہماری تنظیم اور بورڈز میں ساڑھے سات ہزار مدارس ہیں پھر یہ تنظیمیں مل بیٹھ کر مدارس میں وقتاً فوقتاً اصلاح کی ساری کوششیں کرتی ہیں۔ (ص:۲۴۹ تا ۲۵۱)

دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ (خوست افغانستان پر کروز میزائلوں سے حملہ کے بعد جاپان ٹی وی کو انٹرویو ملاقات: کوسوکی آئی جی ما......ترجمان: شمیم)

س: بیرونی دنیا کہتی ہے کہ آپ کا مدرسہ جہاد کی ٹریننگ دیتا ہے؟

ج: حقیقت میں یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے، مغربی دنیا ایک مفروضہ قائم کر لیتی ہے، یہ تو ایک خالص تعلیمی ادارہ ہے، جس طرح آکسفورڈ، کیمرج اور ہارورڈ الازہر وغیرہ ہیں، اپنے اسلامی علوم دینی فنون کی تعلیم وتعلم اس کا دائرہ کار ہے، ہم مسلمانوں کیلئے دینی علوم حاصل کرنا فرض ہے اور سرکاری طور پر اس کا نظام نہیں ہے، اسلامی تعلیم آخر کہاں سے حاصل کریں گے تو کوئی بھی مدرسہ دہشت گردی یا ٹریننگ جیسی کسی بھی کاروائی میں ملوث نہیں۔ یہ دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ ہے ہم کسی بھی سٹوڈنٹس کو یہاں چاقو رکھنے کی بھی اجازت نہیں دیتے، دارالعلوم حقانیہ تو ایک کھلے میدان میں مین جی ٹی روڈ پر واقع ہے، ساری دنیا میں پروپیگنڈہ کرایا گیا ہے کہ دارالعلوم فوجی چھاؤنی کی طرح ہے، جبکہ دارالعلوم کی تو باقاعدہ بڑی حفاظتی چاردیواری بھی نہیں ہے، یہاں تو ہر وقت مسافر نماز کیلئے بھی رُکتے ہیں اور ساری دنیا یہاں آتی جاتی ہے، دارالعلوم میں آزادانہ وزٹ کرتے ہیں، کوئی پابندی نہیں، ہاسٹلز سب کچھ کھلے میدان میں آپ کے سامنے ہیں، وہاں پھر کس طرح ٹریننگ دی جاسکتی ہے، کسی قسم کے خفیہ تہ خانے بھی نہیں ہیں، مثلاً اگر کہیں ایک چوہا خشک گھاس وغیرہ میں گھس جائے اور وہ حرکت کرے تو خشک گھاس میں بھی سرسراہٹ پیدا ہو جاتی ہے تو امریکہ وہاں شور واویلا مچا لیتا ہے اور لرز اٹھتا ہے، کہتا ہے کہ دیکھو مسلمان آ گئے، حالانکہ وہاں ایک چوہا پھر رہا ہوتا ہے مگر وہ اسی خوف سے اسے مسلمان کا حملہ قرار دیتا ہے۔ (ص:۲۶۵)

ایک الزام کی تردید (غیرملکی میڈیا اور پی ٹی وی)

س: باقی ملکوں کے لوگ بھی تو یہاں ٹریننگ لیتے ہیں، جیسے سنٹرل ایشیاء، ملائیشیا، انڈونیشیا، وہ بھی تو آپ کے پاس آتے تھے؟

ج: میں پھر عرض کرتا ہوں کہ ٹریننگ والی بات بے بنیاد اور سراسر غلط ہے، مغربی دنیا کی بے بنیاد بکواس ہے، ٹریننگ کا مطلب ہے جنگی تربیت دینا، تلوار چلانا، پستول چلانا، کلاشنکوف چلانا،

ان مدارس میں تو اس کا تصور بھی نہیں ہے، ان مدارس نے تو صرف قرآن وسنت اور اسلامی علوم کی تعلیم دی ہے، علماء بنائے ہیں اور دنیا بھر سے جہاں سے بھی لوگ آئے ہیں، ہم ان کو قبول کرتے ہیں اور دعوت دیتے ہیں کہ علم حاصل کرو، یہاں چاقو رکھنے کی بھی اجازت نہیں ہے بلکہ ہم نے پابندی لگائی ہے، عام پستول کا بھی تصور نہیں، مدرسے میں کوئی خلاف ضابطہ کام نہیں ہوگا، اب یہ افغان سٹوڈنٹ وہاں اٹھے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ لوگ تو مدارس سے آتے ہیں، یہ ٹینک کیسے چلاتے ہیں اور میزائل کیسے چلاتے ہیں، حالانکہ وہ اندھے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، حقیقت میں تو انہوں نے خود ہی ان کو ٹریننگ لینے پر مجبور کیا۔ روس نہ آیا ہوتا افغانستان میں اور امریکہ افغانستان کی پشت پر کھڑا نہ ہوا ہوتا اور اسلحہ کے ڈھیر نہ لگائے ہوتے تو وہاں افغانستان میں یہ سب کچھ نہ ہوتا۔ بیس سال سے یہ حالت ہے کہ جب بچے پیدا ہوتے ہیں اور ان کی آنکھ کھلتی ہے تو کلاشنکوفوں اور ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں میں کھلتی ہے ان کی پیدائش کے بیس سال سے جنگ جاری ہے، ان کو ٹینک چلانے کی اور کلاشنکوف چلانے کی تربیت کی ضرورت ہی نہیں، یہاں ان مدارس میں انہوں نے قرآن وسنت اور اسلامی علوم حاصل کئے ہیں، ہم نے ان لوگوں کیلئے علم کے دروازے کھولے ہیں، یہاں CNN کا سب سے بڑا ذمہ دار آیا، امریکی صدر کے لوگ آئے، دوسرے سینکڑوں لوگ آئے، ہم نے کہا کہ یہ دارالعلوم ہے اور مین سڑک پر ہے، آپ گھومیں پھریں اور یہ الزام ثابت کردیں کہ یہاں طلباء کو ٹریننگ دی جاتی ہے واشنگٹن ٹائمز کا رپورٹر یہاں آیا، اس نے دو تین دن سارے دارالعلوم کو تفصیل سے دیکھا یعنی طلباء کے چلنے پھرنے، بودوباش، نشست و برخواست کا بغور معائنہ کیا تو وہ خود اعتراف کرنے لگا کہ یہ کتنے مہذب اور پرامن لوگ ہیں، وہ انتہائی متاثر ہوکر جاتے تھے کہ مدارس پر لگائے گئے الزامات تو بے بنیاد ہیں۔ (ص: ۳۹۳، ۳۹۴)

اسلام اپنی بقاء وسالمیت کے لئے جہاد کی تعلیم دیتا ہے

(مائیک کیلیٹ وائٹ، ڈپٹی بیورو چیف برائے پاکستان اینڈ افغانستان)

س: آپ کے اپنے مدرسہ میں یا آپ کے متعلق جو مدارس ہیں کیا آپ اپنے طالب علموں کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ یہ جو عالمی جہاد ہے آپ لوگ اس کا حصہ بنیں؟

ج: یہاں عملی جہاد کا کوئی مستقل چیپٹر (باب) نہیں ہے کہ ہم انہیں عملاً ٹریننگ دیں، اسلام کی تعلیمات مسلمانوں کو اپنی آزادی کا تحفظ، خودمختاری کی بقاء اور اپنی حیثیت کو برقرار رکھنے کی تلقین کرتی ہیں، سارے اقوام سارے ادیان اور سارے مذاہب کی بھی یہی تعلیم ہوتی ہے کہ ظلم کو برداشت نہ کیا جائے اور ظلم کے خلاف جدوجہد کی جائے، ظالم کو اپنے اوپر مسلط ہونے کا موقع نہ دیا جائے تو یہ تو ہر قوم اور ہر مذہب کی تعلیمات میں شامل اور ان کا حق ہے۔ اسلام نے بھی اپنی تعلیمات میں اس پر زور دیا ہے کہ ظالم کا ہاتھ روکا جائے ظلم و جبر اور فساد کے خلاف جدوجہد کو جہاد کہتے ہیں، اگر ظالم ظلم نہ کرے تو سب اپنی جگہ آرام سے بیٹھے رہیں گے تو ظالم کو روکنا چاہیے کہ بھائی! تم اپنی جگہ آرام سے بیٹھو لوگوں کے حقوق، لوگوں کی خودمختاری، لوگوں کی آزادی سلب مت کرو، مغربی اقوام فرانس امریکہ اور برطانیہ پر کوئی ظالم مسلط ہو اور ان کی آزادی سلب کرے تو یہ اقوام کیا کریں گی خود ان سے پوچھیں۔

جہاد احساس خودی ہے نہ کہ احساس محرومیت

س: آپ کے مدرسہ اور باقی مدارس میں جو طالب علم تعلیم حاصل کرتے ہیں، وہ اپنے اندر احساس محرومیت محسوس کرتے ہیں اور لوگوں کو کہتے ہیں کہ وہ اسلحہ اٹھائیں؟

ج: نہیں! اصل میں بات احساس محرومی کی نہیں، یہ اپنی خودی کو سمجھ رہے ہیں تو جہاں اور جن اداروں میں آپ انگریزی کورس پڑھا رہے ہیں، یونیورسٹیوں اور کالجوں میں اس نصاب نے لوگوں میں اصل روح ہی نہیں چھوڑی، ان کے ذہن غلامی پر راضی ہو چکے ہیں، جبکہ دینی مدارس کے طلبہ غلامی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں، یہ ذہن آزاد ہیں اور وہ ذہن غلام ہیں، اب آزادی پر مر مٹنے والا تو سب کچھ کرتا ہے اور اس احساس خودی سے آپ لوگ پریشان ہیں کہ دینی اداروں سے ایسے لوگ کیوں نکلتے ہیں، افغانستان میں کسی نے کلاشنکوف احساس محرومی کی وجہ سے نہیں اٹھائی بلکہ روس جبراً آیا اور ان پر مسلط ہو گیا اور اس نے ایک بہادر قوم کو آزادی سے محروم کر دیا تو یہ سوال روس سے کرنا چاہیے کیا وہ احساس محرومی میں مبتلا تھا کہ پوری دنیا کو کنٹرول کرنے کے چکر میں تھا، آج اگر امریکہ بحر اٹلانٹک سے ہو کر یہاں آتا ہے تو احساس محرومی میں تو وہ مبتلا ہے، اس کو بھوک ہے، ہوس

ہے کہ ساری دنیا کو ہڑپ کرلے۔ (ص:۴۰۰،۴۰۱)

تمہارے نامزد ''ٹیرارسٹ'' تو مدرسوں سے نہیں پڑھے

ایک دوسری بات بھی آپ کو بتا دوں کہ دنیا میں جتنے بھی بڑے ''ٹیرارسٹ'' آپ کی نظروں میں ہیں (اگرچہ وہ حقیقت میں ٹیرارسٹ نہیں بلکہ حق پسند اور مجاہدین ہیں) جیسے شیخ اسامہ بن لادنؒ وغیرہ اور دنیا بھر کے جو ٹاپ کے مغربی فہرست کے مطابق ''ٹیرارسٹ'' ہیں تو ان میں سے تو کوئی بھی دینی مدرسہ میں نہیں پڑھا، یہ جو شیخ عمر ہے آپ نے کسی کیس میں اِسے ملوث کیا ہے، یہ تو برطانیہ میں پڑھا ہوا ہے اور مغرب کے ٹاپ کے کالجوں میں پڑھا ہوا ہے، کوئی دو ہزار صحافی تین چار سال سے یہاں دارالعلوم حقانیہ آرہے ہیں، ہم ان کی مہمان نوازی کرتے ہیں، ان کو یہاں ٹھہراتے ہیں، یہاں کھلے عام گھومتے رہتے ہیں اور پورے دارالعلوم میں انہیں کھلا چھوڑا ہوا ہے، کیا کسی نے ان پر انگلی تک اٹھائی ہے اور کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم نے انہیں عملی ٹریننگ حاصل کرتے دیکھا ہے؟ مگر واشنگٹن اور نیویارک ٹائمز نے یہ بھی لکھا کہ یہ ''واریئر سکول'' ہیں، حال ہی میں جو صحافی عورت یوآنے رڈلے (مریم) افغانستان گئی تھی اور پھر وہاں گرفتار ہوگئی تھی، وہ وہاں جانے سے پہلے ہمارے گھر اور دارالعلوم بھی آئی تھی، میں نے سنا ہے کہ برطانیہ جانے سے پہلے طالبان کے اعلیٰ اخلاق اور ان کے اچھے رویے سے وہ متاثر ہوکر مسلمان ہوگئی تھی تو ہم نے تو اسے نہیں کہا تھا کہ تم بھی مسلمان ہو جاؤ (ص:۴۰۳،۴۰۴)

ظلمت کدہ میں میرے شب غم کا جوش ہے
اک شمع تھی دلیل سحر سو خموش ہے

ساتواں باب

سفرآخرت

یہ کس نے پھر ہم سے لہو کا خراج مانگا

- ...... سعادت کی زندگی، شہادت کی موت
- ...... حضرت عثمانؓ کی شہادت سے مماثلت ومشابہت
- ...... بارگاہِ الوہیت میں حاضری کا منظر
- ...... خلعت خونِ شہادت پہنانے کی تقریب
- ...... ملأ اعلیٰ میں شہید ناموسِ رسالتؐ سے مکالمہ
- ...... ایک جنازے کی گواہی، نماز جنازہ کا منظر
- ...... ایک عہد جو اختتام پذیر ہوا
- ...... شہادت کا اقدام ایک گہری سازش
- ...... شہادت نیک بختی اور سعادت
- ...... قدرت کا ایک شاہکار آخری نیند سوچکا
- ...... ہائے وہ میر کارواں نہ رہا

قبائے نور سے سج کر لہو سے باوضو ہوکر
وہ پہنچے بارگاہ حق میں کیسے سرخرو ہوکر

....

اول و آخر فنا باطن و ظاہر فنا
نقش کہن ہو کہ نو، منزل آخر فنا
ہے مگر اس نقش میں رنگ ثبات دوام
جس کو کیا ہو کسی مرد خدا نے تمام

مولانا محمد الیاس گھمن
مرکزی امیر عالمی اتحاد اہل سنت والجماعت

مولانا سمیع الحق شہیدؒ: ایک عہد جو تمام ہوا

- ...... عالمی صلیبی اور صیہونی طاغوتی دہشت گردی کے سامنے یہ جوان جذبہ بوڑھا جرنیل سینہ سپر ہوکر بے خوف وخطر کھڑا رہا۔
- ...... بیسیوں ضخیم کتابیں آپکے علمی تبحر کی دلیل کے طور پر آج بھی موجود
- ...... مولانا شہیدؒ نے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ ہم کسی صورت ناموسِ رسالتؐ پر سمجھوتہ نہیں کرسکتے۔
- ...... ناحق قتل پوری انسانیت کو قتل کرنے کے برابر گناہ ہے۔

مولانا محمد الیاس گھمن صاحب ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ میدان تدریس کے شہسوار بھی ہیں، کئی علمی وتحقیقی کتابوں کے مصنف ومحقق ہیں اور اہل سنت والجماعت دیوبند مکتب فکر کے مناظر وخطیب، عالمی اتحاد اہل السنّت والجماعت کے مرکزی امیر، خانقاہ حنفیہ سرگودھا کے سرپرست اور سہ ماہی مجلّہ ''قافلہ حق'' سرگودھا کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں۔(ادارہ)

گزشتہ کل جمعیت علمائے اسلام کے امیر، دفاع پاکستان کونسل کے چیئرمین، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث اور لاکھوں طلباء وعلماء کے استاذ حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کو بڑی بیدردی سے قتل کردیا گیا۔آپ اپنی ذات میں انجمن تھے، لاکھوں علمائے کرام کو علم دین سے سیراب کیا، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کو پاکستان کی عظیم دینی یونیورسٹی بنانے میں انتھک محنت کی، جمعیت علماء اسلام کے سیاسی پلیٹ فارم سے ملک پاکستان میں اہم کردار ادا کیا، پون صدی سے زائد عرصہ پر محیط آپ کی علمی، عملی، اخلاقی، قومی اور ملی کاوشوں سے پاکستان کا خطہ مستفید ہوتا رہا، عالمی صلیبی اور

صیہونی طاغوتی دہشت گردی کے سامنے یہ جوان جذبہ بوڑھا جرنیل سینہ سپر ہو کر بے خوف وخطر کھڑا رہا، بیسیوں ضخیم کتابیں آپ کے علمی تبحر کی دلیل کے طور پر آج بھی موجود ہیں، پاکستان میں جب کبھی بھی حکمرانوں نے اسلامی آئین سے روگردانی کی کوشش کی تو آپ نے علی الاعلان حکمرانوں کو اس سے روکا کہ پاکستان کے اسلامی تشخص کو مجروح نہ کرو۔ چنانچہ آپ نے اپنی زندگی کی آخری تقریر میں بھی آسیہ ملعونہ کیس کے حوالے سے ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کے لیے مجاہدانہ گفتگو کی اور حکومت وقت کو خبردار کیا اور دوٹوک الفاظ میں کہا کہ ہم کسی صورت ناموس رسالت ﷺ پر سمجھوتہ نہیں کر سکتے۔

ملک وملت کے وفادار بلکہ علمبردار کا یوں بیدردی کے ساتھ قتل ہونا ہماری معاشرتی موت کے مترادف ہے۔ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے باسی ہیں جس اسلام میں قتل کو معاشرتی فساد قرار دے کر پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے۔قرآن کریم نے ان الفاظ میں واضح اعلان کیا ہے، مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدہ: ۳۲) ''جس نے کسی ایک بے گناہ کی جان لی یا زمین میں فساد برپا کیا گویا اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا''۔ اسلام میں قاتل کی عبادات کو دربار خداوندی میں بیکار قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،''جس شخص نے کسی مومن کو (ناحق) قتل کیا پھر اس قتل پر خوش بھی ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کی نفل اور فرض عبادت قبول نہیں فرمائیں گے''۔ اسلام میں قتل کے مقابلے میں ساری دنیا کے مٹ جانے کو معمولی قرار دیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''کسی مسلمان کے (ناحق) قتل ہونے سے پوری دنیا کا تباہ ہو جانا اللہ تعالیٰ کے ہاں معمولی حیثیت رکھتا ہے''۔اسلامی تعلیمات کے مطابق قتل کی سنگینی کے پیش نظر روز آخرت سب سے پہلے اسی کا حساب ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،'' قیامت کے دن لوگوں کے مابین سب سے پہلے خون خرابے (قتل وقتال) کا فیصلہ سنایا جائے گا''۔ اسلام میں قتل کی سنگینی کا اندازہ اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اگر تمام آسمان والے اور زمین والے کسی ایک مومن کے قتل میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ضرور جہنم میں ڈالیں گے''۔

معلوم ہوا کہ ناحق قتل پوری انسانیت کو قتل کرنے کے برابر گناہ ہے، اس کے مقابلے میں ساری دنیا کا مٹ جانا آسان ہے، ناحق قاتل کی نماز روزہ کسی کام کا نہیں، قیامت کے دن حقوق العباد میں سب سے پہلے اسی کا حساب ہوگا اور اگر بالفرض کسی کو ناحق قتل کرنے میں تمام آسمان وزمین

والے مل کر شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈالیں گے۔ دل خون کے آنسو روتا ہے، زبان کپکپاتے ہوئے خدا کے حضور یوں جنبش کرتی ہے کہ اے اللہ! تو ہمارے ملک پاکستان کے نام کی لاج رکھ لے اس کو اسلام دشمنوں سے پاک کر دے، مسلم کش طاقتوں سے پاک کر دے، اس کو باطل اور مغربی تہذیبوں کی یلغار سے پاک کر دے۔ اہل اسلام اور اہلیان پاکستان کی عزت و ناموس کے لٹیروں سے پاک کر دے۔ آئے روز میرے پاکستان میں ہنگامے، فسادات، قتل وغارت گری، بدامنی، بے چینی اور بے سکونی مسلسل بڑھ رہی ہے۔ ملک کے شہریوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا ہے، آئے دن یہاں لاشے گرائے جا رہے ہیں، دہشت گردی کے مسلسل واقعات نے یہاں بسنے والوں کو ہراساں کر رکھا ہے۔ یہاں ایک عام شہری سے لے کر ملک کے مذہبی و سیاسی رہنماؤں تک کو تحفظ میسر نہیں، آئے دن قتل ہو رہے ہیں، حالات کے بے رحم تسلسل نے دینی، سماجی اور سیاسی قیادتوں کو بھی اپنے نرغے میں لے رکھا ہے۔

بالخصوص وہ قیادت جو مغربی تہذیب کا راستہ روکنے کیلئے آئینی اور قانونی جدوجہد کر رہی ہیں اور پاکستان کے اسلامی تشخص کی جنگ لڑ رہی ہیں، یہ وہ موقع ہوتا ہے جب مقتول کے متعلقین دلبرداشتہ ہوتے ہیں، ان میں انتقامی جذبات جوش مارتے ہیں، یہی وہ وقت ہوتا ہے جب ملک میں بدامنی پھیلنے کا خدشہ ہوتا ہے، میں سلام پیش کرتا ہوں جمعیت علمائے اسلام کے رہنماؤں اور خصوصاً حضرت کے پسماندگان کو جنہوں نے وقت کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے خود صبر وتحمل سے کام لیا اور ملک بھر میں پھیلے اپنے لاکھوں متعلقین کو پرامن رہنے کی ہدایت دی اور ملک کو دولخت ہونے سے بچا لیا۔

اسی طرزِ عمل سے حکومت کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ علماء ملک کے کس قدر وفادار ہوتے ہیں، ملکی سالمیت و استحکام میں اپنے عمل سے کردار ادا کرتے ہیں، ہماری حکومت پاکستان بالخصوص وزیراعظم پاکستان عمران خان سے اپیل ہے کہ اس ملک کے ہر شہری کی حفاظت آپ کی ذمہ داریوں میں اوّلین ذمہ داری ہے لہٰذا اپنی ذمہ داری سمجھ کر پاکستان کے بدخواہوں کو کیفرکردار تک پہنچانے کیلئے آئین کو حرکت میں لا کر دہشت گردوں کو قانون کے کٹہرے میں لائیں اور مولانا سمیع الحق صاحب شہیدؒ کے قاتلوں کو قرار واقعی سزا دلوائیں، پاکستان کے ہر شہری کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی اور ہمارے پیارے وطن پاکستان کی حفاظت فرمائے اندرونی و بیرونی سازشوں سے، بدخواہوں کی بدخواہی سے اسے محفوظ رکھے۔

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

شہیدِ ناموسِ رسالت ﷺ کا بارگاہِ الوہیت میں حاضری کا منظر

بلائے جان ہے غالبؔ اس کی ہر بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا

جو شخص ترویج شریعت، تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ اور اعلائے کلمۃ الحق کے مشن کی خاطر، اپنی جان، اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر نچھاور کر دے، ''شہید'' کہلاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر غلبۂ حق، فروغِ دین اور پیغامِ نبوت کے فروغ واشاعت کی جدوجہد کرتا ہوا اعدائے دین کے ہاتھوں قتل ہو جائے شرعاً ''شہید'' کہلاتا ہے۔

جرأت و بے باکی اور اتمامِ حجت

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ترویج اور نفاذِ شریعت کے علمبردار تھے۔ تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کے حوالے سے ان کا آخری بیان احقاقِ حق اور اِتمامِ حجت کا مستحکم پیغام تھا، ان کی جرأت و بہادری لگی لپٹی رکھے بغیر ببانگ دہل کھرے اور واضح الفاظ میں گستاخانِ رسول کے شرعی حکم اور انجام پر اِنتباہ نے انہیں ''شہید ناموسِ رسالت ﷺ'' بنا دیا ہے۔

لفظِ ''شہید'' کے ماخذ و معانی

لفظِ شہید کے ماخذ اور معانی کی چار صورتیں بنتی ہیں: (۱) لفظ ''شہید'' شہود سے ماخوذ ہے (۲) یا مشاہدہ (۳) یا شہادت (بمعنی گواہی) سے ماخوذ ہے۔ (۴) لفظ شہید بذاتِ خود "فعیل" کے وزن پر مصدر ہے فاعل کے معنی میں یا مفعول کے معنی میں۔

فرشتوں کی حاضری اور شہید کا اِستقبال، احترام و اِکرام

جو شخص اللہ ہی کے راستے میں قتل کر دیا گیا ہو اسے قتیل فی سبیل اللہ کہتے ہیں، اسے متعدد وجوہات کی بنا پر شرعاً شہید قرار دیا گیا ہے۔

شہید کی روح کے نکلتے وقت نزع کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے فوراً شہید کے پاس حاضر ہوجاتے ہیں تاکہ شہید کا اِستقبال واکرام ہو۔ اس کے جسد پاک کو روحانی اور معنوی غسل دے کر اس کی روح کو اعلیٰ علّیین میں پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی نزع روح کے وقت ملائکہ اعلیٰ علیین فوراً پہنچ گئے، ان کے جسد شہید کو اپنے ہاتھوں سے روحانی اور معنوی غسل دیا اور بڑے اِکرام واحترام کے ساتھ اعلیٰ علیین میں پہنچا دیا۔

راہِ حق میں شہادت کی تمنا

اللہ تعالیٰ کے نیک، صالح اور برگزیدہ بندے، علماء، فضلاء، محدثین، مفسرین، مجاہدین تمام مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ایثار وقربانی، خلوص وللّٰہیت اور والہیّت اور اس کے جنتی ہونے کی علی الاعلان شہادت دے رہے ہیں، پورا عالم غمزدہ اور سوگوار ہے اور علماء اِجماعی طور پر یہ تمنا کرتے ہیں کہ ہمیں بھی مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی طرح اعلائے کلمۃ الحق کی مساعی کی پاداش میں خنجروں کی بے رحمانہ یلغار سے شہادت کی سعادت عطا ہوجائے۔

نزع کے لمحات میں جنت کے مناظر

مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر جوں ہی بہیمانہ صفت قاتلوں نے خنجروں کی یلغار کردی تو اسی وقت آناً فاناً انہیں جنت میں مکان، مقام اور قیام کا منظر دِکھایا گیا ان کے لئے کارکنانِ قضا وقدر نے جو رہائش گاہ تیار کی تھی ان ہی لمحوں میں ان کے سامنے کردی گئی، نزع کے لمحات میں جنت کے مناظر بھی ان کے سامنے تھے ان کا رُتبہ ومقام بھی انہیں دِکھایا جارہا تھا اور قربِ حق کے درجاتِ عالیہ کی عظمتیں بھی ان کے سامنے کردی گئی تھیں۔

محبت وملاقات کی سعادت

اوقاتِ شہادت کا لمحہ لمحہ، نزع کے عالَم کا دقیقہ دقیقہ ان کے پہنے ہوئے لباس کا تار تار، وارداتِ شہادت کی ظالمانہ یلغار، خنجروں کی یلغار کے اوقات کے لمحہ لمحہ کی شہادت، ان کے پاکیزہ خون کا قطرہ قطرہ، ان کے خون آلود جسم کا انگ انگ، ان کے کمالِ اخلاص وایمان، کمالِ شجاعت و بہادری اور کمالِ محبت وایقان کی شہادت دے رہے ہیں۔

خلعتِ خونِ شہادت کے عطایا

عین اسی لمحہ اضطراب واستہلاک کے حساس اور نازک ترین مرحلے میں نزع روح کے فوراً بعد بلکہ متصلاً حورانِ جنت نے شہداءِ اسلام کے لئے تیار کردہ جنتی لباس خلعتِ خونِ شہادت ہاتھوں میں لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آخرت کے نو وارد مسافر اور جنت کے دولہے کو جنتی پروٹوکول سے نوازا، مندرج بالا تمام تر توجیہات اور تحققات اس صورت میں مراد لی گئی ہیں جب شہید بمعنیٰ ''مشہود'' کے ہو۔

الوہیت اور توحید کا گواہ

جب شہید کو بمعنی شاہد کے لیا جائے تو اس کی بھی متعدد صورتیں بنتی ہیں: راہِ حق میں رضائے حق کیلئے جو شخص معرکۂ کارزار میں اُتر کر باطل قوتوں کے مقابلے میں سینہ سپر ہو جاتا ہے، لڑتے لڑتے بالآخر اپنی جاں اپنے جانِ آفرین کے سپرد کر دیتا ہے تو ایسا شخص اللہ کی قدر، عظمت، وحدت اور اس کی توحید کا شاہد اور سب سے بڑا گواہ بن جاتا ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ ساری عمر رضائے حق کی خاطر باطل قوتوں سے برسرِ پیکار رہے، شہادت کی تلاش میں ہر معرکۂ حق و باطل میں قیادت کا مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ آخر قدرتِ لم یزل نے ان کی طلبِ شہادت کے جذبے کی لاج رکھ لی اور شہادت ان کے گھر بھیج کر انہیں شہادت کی سعادتوں میں لپیٹ کر اپنی قدرت اور توحید کا گواہ بنا دیا۔

اللہ کے جلال وکمال کا مشاہدہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو شہادت کے بعد بارگاہِ الوہیت میں پہنچا دیا گیا ہے جہاں انہیں باری تعالیٰ کی قدرت، کمال اور جمال کا مشاہدہ کرایا جا رہا ہے وہ ہر آن اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی مِلک اور ملکوت کا مشاہدہ کرتے اور ربّ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ شاہد بے ہمتا، ربّ ذوالجلال اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اطاعت اور والہیّت میں عاشق صادق تھے، انہوں نے سچی محبت کی بندگی وعبادت کی، اسی وحدہٗ لاشریک کے والہ وشیدا رہے جس کے بدلے میں انہیں شہادت کے اِنعام سے سرفراز ا گیا۔ بالآخر ان کے اعزاز واِحترام میں انہیں محبوبِ حقیقی کی بارگاہ میں حضوری اور نظارۂ جمال کی منظوری دے دی گئی، لہٰذا موصوف شہیدؒ کو شہادت کے بعد حسنِ لم یزل کی ابدی معیت، جلوۂ جہاں آراء کی زیارت اور بارگاہِ ربّ میں حاضری وحضوری کا اعلیٰ مقام دے کر اس کے جمالِ جہاں آراء کا بے حجاب مشاہدہ کرایا جا رہا ہے۔

جلوۂ جہاں آراء کی زیارت

وَعِنْدَ رَبِّهِمْ (ای حاضرین عند ربهم و مقربین عنده)

یعنی ربّ العالمین کی بارگاہ میں حاضری اور انہیں اپنے ربّ کا تقربِ خاص حاصل ہے۔

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو اس مقدس اور مبارک محفل میں حاضری وشرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے جس کے صدرِ جلسہ ربّ العالمین ہیں جس کے اراکین میں سرِفہرست ''رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم'' ہیں جس کے عام شرکاء وسامعین اور حاضرین، انبیاء وصدیقین اور صالحین ہیں۔

وَمَن يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولَٰٓئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰٓئِكَ رَفِيقًا (النساء: ٦٩)

''اور جولوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں''

بارگاہِ ربّ میں قربت واِختصاص

مولانا شہیدؒ کو میدانِ محشر میں بھی حق سے اعراض وروگردانی، ناموسِ سالتؐ کے تحفظ سے اعراض وانکار اور صحابہ کرامؓ کی اِتباع وپیروی سے بغاوت اور ان سے بغض وعداوت کے عاصیانہ رویہ اور باغیانہ کردار اور سرتابی کرنے والوں پر بطورِ شاہد وگواہ کے پیش کیا جائے گا، جہاں حضرت شہیدؒ کو شہادت وگواہی کے اعزاز پر تشکر واِمتنان کی کیفیات پر بارگاہِ حق میں قربت واِختصاص پر اِفتخار حاصل ہوگا۔

تمنائے شہادت

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی اوّلین اور آخری تمنائے خاص کا ہدف شہادت ہی تھا۔ حضرت شہیدؒ سے بارہا یہ شعر سنا ہے......

یہ شہادت گہہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

وصلِ کامل اور وصالِ حقیقی کی لذتیں

ذات حق تعالیٰ کے ایک سچے عاشق، جان نثار اور وفادار کیلئے شہادت سے بڑھ کر محبوب کوئی اور ادا نہیں ہوسکتی۔ انسان جب تک زندہ رہتا ہے وہ بشری حاجات، معاملات، ہمہ جہتی اختلاطات اور ضروریات میں اُلجھا اور محبوب کے ساتھ وصلِ کامل سے محروم رہتا ہے۔ دُنیاوی زندگی اس کے لئے مسائل میں اِشتغال کا حجاب، مقصد سے بُعد اور ایک قسم کا زندان خانہ ہے جبکہ شہادت کے ذریعہ یہ حجاب اُٹھ جاتا ہے، تمام بندھنیں مرتفع ہوجاتی ہیں، طبعی موت سے اگرچہ یہ مقصد اور ہدف حاصل ہوسکتا ہے مگر اس میں وصلِ کامل، وصالِ حقیقی کی وہ لذت کہاں جو شہادت کی سعادت سے حاصل ہوتی ہے۔

میرے محبوب کے دامن کی ہوا آتی ہے

محبوب کی ملاقات ووصال اور شوقِ لقاء میں حریم محبوب میں اس کی نگاہوں کے سامنے کٹ کر جسم کے ٹکڑے اُڑا کر اور تڑپ تڑپ کر جان دینے میں جو لطف اور لذت ہے وہ نرم ونازک بستر پر اِستراحت کرتے اور بےاختیار روح کے نکلنے اور جان کے چلے جانے میں کہاں ہے......

بجرم عشق توام مے کشند غو غائست
تو نیز سیر سرِ بام آکہ خوش تماشائیست

شہادت کے وقت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی روح محبوبِ حقیقی کے جلوۂ جہاں آراء کے دیدار کے لئے بے تاب تھی ......

چھوڑ دو کاخِ محبت کے دریچے سارے
میرے محبوب کے دامن کی ہوا آتی ہے

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

اسلامی انقلاب، غلبۂ اسلام اور نظامِ اسلام کے قیام واِستحکام اور اسلام کے سیاسی نقطۂ نظر کے حوالے سے بھی جہاد، شہادت اور شہید کا مقام اہم واقدم ہے۔ تاریخ عالَم کے واقعات از آدم تا ایں دم تواتر کے ساتھ گواہ ہیں کہ آفرینش عالم سے لے کر لمحہ حاضر تک دُنیا میں کوئی تحریک، کوئی دعوت اور کوئی اِنقلاب اس وقت تک کسی بھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوا جب تک اس کے لئے انتھک محنت،

مخلصانہ دعوت، مجاہدانہ عزیمت اور اپنے جسم کا خون نہ بہایا گیا ہو، کسی محرک، مجاہد اور داعی کو اگر اللہ تعالیٰ خون دیئے بغیر منزلِ مراد تک پہنچاتے تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مہربان و شفیق اور واجب الاحترام عمِ مکرم کا جسدِ اقدس ٹکڑے ٹکڑے ہوتے نہ دیکھنا پڑتا نہ اُحد کے میدانِ جنگ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس خون کے قطرات کے موتیوں سے لالہ زار نہ ہونا پڑتا۔ یہ فطرت اور قدرت کا اٹل اُصول ہے کہ مقصد کی خاطر مر مٹنے کا جذبہ ہی قومی زندگی کی روح ہے، خدائے علیم و خبیر نے اسی حقیقت کی طرف اپنے حکیمانہ اندازِ بیان میں بڑا واضح اشارہ کر دیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ○ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ (الصف: ۱۰،۱۱)

''اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا پتہ دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دِلا دے؟ (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو''

خلاصہ یہ کہ جان کی بامقصد قربانی وہ چیز ہے جو اقوام، جماعتوں اور تحریکوں کو زندگی بخشتی ہے اور اسی سے دُنیا میں زندہ رہ سکتے ہیں۔

شہادت کامیابی کی ضمانت

قرآنِ حکیم نے شہید کو ''میت'' کہنے سے نہ صرف کہ روکا ہے بلکہ اسے ''میت'' سمجھ لینے کی ممانعت فرمائی ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (البقرہ: ۱۵٤)

''اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوں ان کو مردہ نہ کہو۔ دراصل وہ زندہ ہیں، مگر تم کو (ان کی زندگی کا) اِحساس نہیں ہوتا''

اجتماعیت، اتحادِ اُمت اور وحدتِ ملت کے حوالے سے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ''فردِ کلی'' کی موت اگر جماعت کی بقا و حیات کا سبب بنتی ہے تو ایسی موت پر سینکڑوں زندگیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔ ایک فرد نے اگرچہ اپنا خون بظاہر صفحۂ ارض پر بہایا لیکن درحقیقت وہ قوم کے جسدِ اجتماعی میں جذب ہو کر قومی جسد کی رگوں میں گردش کرنے لگا تو اسے ''میت'' کہنا یا سمجھنا حماقت کی اِنتہا ہے اس

خون سے جب ایک دل دھڑک رہا تھا، ایک شخص متحرک تھا تو ''حیات'' اور جب اس سے ہزاروں دل دھڑکتے ہیں تو انہیں کیسے حیات حاصل نہیں ہوگی۔

شہادت نشانِ راہ و رہنما

مولانا شہیدؒ کی شہادت دراصل جماعت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے لہو کا قطرہ قطرہ اُمت مسلمہ کی ہدایت کا مینار بن گیا ہے۔ان کا جسم بظاہر بے جان اور زبان کی بظاہر گویائی بند ہوگئی ہے مگر ان کا زخم خوردہ جسم پوری اُمت کے لئے نشانِ راہ اور رہنما بن گیا ہے۔ان کی عظیم قربانی کے صدقے اُمت منزلِ مراد تک پہنچے گی سَیَهْدِیْهِمْ (وہ انہیں منزل تک پہنچا دیگا) کے الفاظ یہی بشارت دے رہے ہیں،مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنے سینے پر جو زخم کھائے ہیں وہ قوم وملت کی بیداری کا وسیلہ بنیں گے وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ (اور ان کی حالت سنوار دے گا) اور خود حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو قربِ الٰہی کی منزل تک پہنچنے اور ربّ کی کلی خوشنودی حاصل ہونے والے مقام میں داخل ہونے کا اِنتظار نہیں کرنا پڑے گا وَیُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ اور اُنہیں جنت میں داخل کرے گا جس کی اُنہیں خوب پہچان کرادی ہوگی......

چمن پہ، گل پہ، روش پہ کیا نکھار آیا
خوشا کہ بزم میں پھر حاصل بہار آیا

نسیم رقص کرے سازِ دل ہو نغمہ سرا
صبا، لچک کہ گلستاں پائے یار آیا

مہک شمیم! اور غنچوں کو تشنہ کام نہ چھوڑ
کلی چٹک کہ تیری بزم میں نکھار آیا

بدن پہ جس کے شہیدوں کے خون کی سرخی ہے
مشامِ جان کرو وا، وہ مشک بار آیا

مولانا فیاض خان سواتی
مدیر ماہنامہ "نصرۃ العلوم" گوجرانوالہ

مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت: عظیم صدمہ

گزشتہ جمعہ کے دن عصر کے بعد ہمارے ملک کے ایک جید عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بڑے ہی دردناک طریقے کے ساتھ ان کے گھر کے اندر گھس کر شہید کر دیا گیا، یہ بہت ہی تکلیف دہ بات ہے، وہ ایک ۸۲ سال کے بوڑھے عالم دین تھے، آپ حضرات کو معلوم ہے کہ وہ یہاں ہمارے پاس جامعہ نصرۃ العلوم میں کئی دفعہ تشریف لائے ہیں اور انہوں نے یہاں جامع مسجد نور میں جمعہ بھی پڑھایا ہے، ان کے والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ میرے والد ماجد مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کے بہت ہی قریبی تعلقات رہے ہیں، حضرت مولانا عبدالحقؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے اور ان سے بیعت بھی تھے، دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہ وہاں پڑھاتے بھی رہے ہیں، والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت ہم دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث پڑھ رہے تھے اس وقت حضرت مولانا عبدالحقؒ وہاں پڑھا رہے تھے، ہمارا دورہ حدیث کا کوئی سبق ان کے پاس نہیں تھا، اس لئے ہم نے ان سے کچھ پڑھا تو نہیں کیونکہ وہ اس وقت دیگر درجات کو (موقوف علیہ تک) پڑھاتے تھے، گویا اس زمانے سے ہمارا ان کے ساتھ تعلق چلا آ رہا ہے، والد ماجد کی حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ خط و کتابت بھی رہی ہے جبکہ ان کے بیٹے حضرت مولانا شہیدؒ کے ساتھ بھی طویل خط و کتابت رہی ہے بلکہ ان کا ہمارے ہاں آنا جانا بھی بہت رہا ہے۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اس وقت پاکستان کے علماء میں ایک بڑی نمایاں شخصیت تھے، میں آپ کو ان کی ایک خاص صفت بتانا چاہتا ہوں جو اکثر علماء میں نہیں ہے، ہم لوگ اگر کسی مدرسے میں پڑھ پڑھا رہے ہیں تو صرف یہی کام کر رہے ہیں، اس کے علاوہ کوئی کام نہیں کر رہے لیکن مولانا میں بیک وقت اسلام کے کئی شعبوں کا اکٹھ تھا جو بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے، ان کے والد مرحوم کا قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پاکستان کا سب سے پہلا مدرسہ ہے، قیام پاکستان کے بعد

ابتداءً جو تین چار مدرسے بنے تھے یہ ان میں سے ایک ہے، حضرت مولانا عبدالحقؒ دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے تھے، جب پاکستان بن گیا تو یہاں سے واپس نہ جا سکے، پابندی لگ گئی اور یہاں سے جتنے بھی طلبہ دارالعلوم دیوبند میں جا کر پڑھ رہے تھے وہ بھی پھر وہاں نہ جا سکے، چنانچہ وہ سارے حضرت مولانا عبدالحقؒ کے پاس اکٹھے ہوئے کہ ہم اب وہاں تو جا نہیں سکتے، اس لیے آپ ہمیں یہیں پڑھانا شروع کر دیں، انہوں نے کہا کہ میں تو اتنے طلباء کا بندوبست نہیں کر سکتا کیونکہ اس وقت وہاں صرف ایک چھوٹی سی مسجد تھی، فرمایا کہ میں اتنے طلبہ کا انتظام کیسے کروں؟ طلباء نے کہا کہ آپ ہمیں بس پڑھائیں، باقی بندوبست ہم خود کر لیں گے، چنانچہ اکوڑہ خٹک کی جو پرانی چھوٹی سی مسجد تھی اس میں انہوں نے ان طالب علموں کو پڑھانا شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص میں اتنی برکت رکھی تھی کہ یہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک بعد میں دارالعلوم دیوبند ثانی کہلانے لگا کیونکہ یہ پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کا ایک نمونہ تھا، پوری دنیا سے یہاں طلبہ آتے تھے، جو طالب علم انڈیا نہیں جا سکتے تھے وہ یہاں آنے لگے اور آج بھی وہاں ہر سال صرف ایک دورہ حدیث کی کلاس میں ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ طلباء ہوتے ہیں، اللہ نے اس ادارے کو بڑی مقبولیت عطاء فرمائی۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنے والد کی وفات کے بعد دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم بھی تھے، اس کا سارا نظم ونسق انہی کے ہاتھ میں تھا، اس کے ساتھ انہوں نے وہاں تقریباً ۶۵ سال طلباء کو تعلیم بھی دی ہے، اس لئے اس وقت پوری دنیا میں ان کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں، دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جس میں ان کا کوئی شاگرد موجود نہ ہو، علاوہ ازیں قیام پاکستان کے بعد سب سے پہلا دینی رسالہ جو صحیح نہج پر کام کر رہا تھا وہ انہی کی ادارت میں نکلنے والا ماہنامہ ''الحق'' تھا، حضرت مولانا عبدالحق نے حضرت والد ماجدؒ کو فرمایا کہ آپ اس میں مضمون لکھا کریں چنانچہ حضرت صوفی صاحبؒ نے ماہنامہ ''الحق'' کے ابتدائی دور میں اس میں بہت سے مضامین لکھے ہیں جو ان کی فائلوں میں موجود ہیں، کسی وقت تھوڑا سا توقف ہو جاتا اور ایک دو مہینے یہاں سے مضمون نہ جاتا تو وہ انہیں پیغام بھیجتے تھے کہ کیا آپ ہمیں بھول گئے ہیں؟ آپ کا مضمون کیوں نہیں آ رہا؟ الغرض اس ''الحق'' رسالہ کے ایڈیٹر بھی حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ تھے، جنہیں عربی، فارسی، پشتو خصوصاً اردو نثر میں بڑا کمال حاصل تھا، اس کے علاوہ وہ پاکستان کے میدان سیاست میں بھی سرگرم عمل تھے، وہ اپنی جماعت جمعیت علمائے اسلام کے ایک گروپ کے قائد اور سربراہ تھے اور ایک طویل عرصے تک وہ سینٹ آف پاکستان کے ممبر بھی رہے، پاکستان میں ایک عرصے تک ان کے پیش کردہ 'شریعت بل' کا چرچا رہا، ان

کی شہادت سے پاکستان کو جو سب سے بڑا نقصان ہوا ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی، وہ یہ ہے کہ عالمی طاقتیں ان کو ''فادر آف طالبان'' کے نام سے پکارتی تھیں، افغانستان کے ساتھ مذاکرات کے لیے حکومت پاکستان کو جب ضرورت پڑتی تو ان کو ایک مفت کا سفیر ملا ہوا تھا، طالبان سے بات کرنی ہوتی تو انہیں سے رابطہ کیا جاتا تھا چونکہ افغانستان کے بیشتر طالب علم ان کے شاگرد تھے، ان سے کہا جاتا تھا کہ ہماری ان سے بات کرائیں، فلاں جگہ آپ کے شاگرد ہیں، وہاں ہماری بات کرائیں، حکومت پاکستان کو یہ ایک مفت کا سفیر ملا ہوا تھا جو ملکی مفاد میں ان کے مابین رابطہ کرتا رہتا تھا، یہ پاکستان کو اتنا بڑا نقصان ہوا ہے کہ اس کی تلافی شاید ہی ممکن ہو، اب خدا نہ کرے پاکستان پر ایسے حالات پھر آئیں تو پھر درمیان میں روکنے والا بھی کوئی نہیں ہوگا کیونکہ وہ تو اب ہم سے چلے گئے ہیں۔

ایک ۸۲ سال کے عالم کو ان کے گھر میں گھس کر ایسے دردناک طریقے سے کس نے شہید کیا ہے؟ اور یہ واقعہ پاکستان کے دارالحکومت کے قریب راولپنڈی کے پوش علاقے بحریہ ٹاؤن میں پیش آیا ہے، جہاں قدم قدم پر کیمرے لگے ہوئے ہیں، اب تک کوئی آدمی نہیں پکڑا گیا، میں نے پاکستان کے سابق جنرل مرزا اسلم بیگ کا کالم روزنامہ ''نوائے وقت'' میں پڑھا، انھوں نے بھی اپنے کالم میں اس افسوس کا اظہار کیا ہے کہ شاید ہی مولانا کے قاتل مل سکیں، گزشتہ سالوں میں ہمارے ملک پاکستان میں جس طرح علمائے کرام کو چن چن کر مارا گیا ہے حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ کو بھی کراچی میں شہید کیا گیا، وہ بھی پاکستان کے بہت بڑے عالم تھے اور اب ان کو بھی شہید کر دیا گیا ہے حالانکہ اگر یہ قاتلوں کو پکڑنا چاہیں تو ایک گھنٹے میں پکڑ سکتے ہیں، وہاں قدم قدم پر کیمرے لگے ہوئے ہیں لیکن یہ ایسا نہیں کرینگے، یہ ظلم ہے اور بہت بڑی زیادتی ہے۔ عالمی طاقتوں کے ساتھ جو معاہدات ہیں حکومتیں بس ان کو پورا کرتی ہیں، ایسے واقعات کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ یاد رکھیں یہ حکومت، یہ اقتدار آنے جانے والی چیز ہے، انسان کی زندگی ختم ہونے والی ہے لہٰذا کوئی ایسا کام کر کے جاؤ کہ آنے والی نسلیں تمہیں یاد کریں، یہ نہ ہو کہ پہلے کی طرح تم پر بھی لوگ پھٹکار ڈالتے چلے جائیں۔

ہمارا حکومت سے مطالبہ ہے کہ مولانا کے قاتلوں کو فی الفور پکڑا جائے اور کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے، آپ ان کے قاتلوں کو نہیں پکڑ رہے بلکہ الٹا دوسرے علماء کو ڈرا رہے ہیں کہ آپ پر بھی حملہ ہوگا، یہ کیسی حکومت ہے؟ یہاں کوئی بھی محفوظ نہیں ہے، ایک کو شہید کر دیا گیا اور دوسروں کو کہہ رہے ہیں کہ آپ کو بھی خطرہ ہے، یہ اپنی بات منوانے اور علماء کو راستے سے ہٹانے کی چال ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ آسیہ مسیح کیس کا کیا ہوا؟ اس کو رہا کر دیا، یہ پاکستان میں ہوا جو ایک اسلامی حکومت

ہے، یہاں کا ہر پاکستانی دکھ، تکلیف اور کرب میں مبتلا ہے، جبکہ برطانیہ، فرانس اور دیگر ممالک کی پارلیمنٹس میں خوشی منائی جارہی ہے، ویٹی کن کا پوپ خوشیاں منا رہا ہے اور پاکستان کے حکمرانوں کو داد دی جارہی ہے کہ بڑا ہی اچھا کام کیا ہے...... ع خلق خدا کو نقارہ خدا سمجھو

اگر تم اس سے بچ گئے تو خدا کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے، میں حضرت مولانا سمیع الحقؒ کے بارے میں بتلا رہا تھا کہ وہ تصنیف و تالیف کا بھی بہت ذوق رکھتے تھے، انہوں نے بہت سی کتب تحریر فرمائی ہیں، وہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے شاگردوں میں سے ہیں، انہوں نے ان سے قرآن کریم کی تفسیر پڑھی تھی، اب اس آخری عمر میں اس تفسیر کو لکھ رہے تھے جو انہوں نے حضرت لاہوریؒ سے پڑھی تھی اس کے صرف آخری تین پارے رہ گئے تھے، ابھی چند ماہ قبل ان کی ہارٹ سرجری ہوئی تھی، اس سرجری کے دوران ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود وہ بیٹھ کر اس تفسیر کو لکھ رہے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اپنی زندگی میں اس کو پورا کرنا چاہتا ہوں لیکن ظالموں نے بڑی زیادتی کر دی ہے، اب وہ تین چار پارے باقی رہ گئے ہیں۔اسی بارہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ علم کو چھین لیتا ہے وہ اس طرح نہیں کہ براہ راست علم کو چھینتا ہے بلکہ وہ علماء کو چھین لیتا ہے اور ان کو قبض کر لیتا ہے، جس کے ساتھ علم خود ہی چھن جاتا ہے جب کوئی جاتا ہے تو اس کے ساتھ اس کا سارا علم بھی چلا جاتا ہے۔اب انہوں نے مولانا احمد علی لاہوریؒ سے جو قرآن کریم کی تفسیر پڑھی، الحمدللہ زیادہ تر تو لکھی گئی تاہم جو باقی تین چار پاروں کی تفسیر لکھنی رہ گئی، ان سے ہم محروم ہو گئے تو عالم کے جانے سے یہ ہوتا ہے اگر وہ اس کو مکمل کرتے تو ہم لوگوں کیلئے ایک رہنمائی ہوتی اور اس میں بہت سی علمی باتیں ملتیں لیکن ان کو راستے سے ہٹا دیا گیا اور جو علم تھا اس میں رکاوٹ آئی اور وہ ختم ہو گیا، اسی وجہ سے فرمایا کہ موت العالِم موت العالَم ہے، ایک عالم کی موت پورے جہان کی موت ہوتی ہے تو یہ بہت بڑا ظلم اور بے حد زیادتی ہے کہ اتنے بوڑھے آدمی پر خنجروں کے ساتھ وار کرنا اور جگہ جگہ پر وار کر کے شہید کرنا یہ تو ویسے ہی بہت بڑی سفا کی ہے، قتل کرنیوالے کو چند پیسے مل گئے ہوں گے اور کیا ملا ہو گا؟ اُس نے اپنی دنیا بھی خراب کی اور اپنی عاقبت بھی برباد کر لی۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جملہ خدمات جو وہ سارے میدانوں میں انجام دیتے رہے ہیں ان کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت نصیب فرمائے، ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور ان کے متوسلین، متعلقین کو ان کے مشن کو آگے چلانے کی توفیق مرحمت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات سے نوازے (آمین)

جناب شاہد جاوید ڈسکوی
کالم نگار روزنامہ ''جہاں پاکستان''

سعادت کی زندگی شہادت کی موت

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ہمیشہ ملکی و بین الاقوامی سطح پر قدر کی نگاہ سے دیکھا اور جانا جاتا رہا، معاملہ ملک میں نفاذ شریعت کا ہو یا مذہبی جماعتوں کے اتحاد کا، بات فرقہ واریت کے خاتمے کی ہو یا دہشت گردی کے ناسور سے نجات کی، مولانا ہراول دستے کی رہنمائی کرتے نظر آئے، مولانا کی سیاسی جدوجہد کا مقصد صرف اسلام تھا نا کہ اسلام آباد، اس مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے آئین کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے جدوجہد کی، کبھی ریاست کی رٹ کو چیلنج نہیں کیا، ہمیشہ پرامن راستہ اختیار کیا، ملا عمرؒ سمیت افغان طالبان سمیت ایک بڑی تعداد شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے شاگردوں پر مشتمل تھی، مرتے دم تک دینی مدارس کے خلاف عالمی سازشوں کا مقابلہ کرتے رہے، ان کو دبانے کیلئے امریکا نے جہاد کو دہشت گردی کا نام دیا۔(ادارہ)

قائد جمعیت، بطل حریت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، دل ودماغ اس بات کو ماننے کیلئے تیار نہیں کہ جس شخص نے تمام عمر قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں بلند کی ہوں، جو شخص اتحاد امت اور دفاع اسلام و پاکستان کا علم تھامے شہر شہر، گاؤں گاؤں پھرتا رہا ہو، اسے کوئی ظالم کیسے اتنی بیدردی سے قتل کرسکتا ہے؟ یہ وار شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ پر نہیں بلکہ یہ وار پاکستان اور اسلام پر ہے، مولانا کئی دہائیوں سے قومی سیاست میں متحرک تھے پارلیمنٹ کے اہم ارکان میں ان کا شمار ہوتا رہا، آپ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، سیاست پر گرفت، حالات کے اتار چڑھاؤ پر گہری نظر اور کسی بھی موضوع اور مسئلے پر مدلل طرز بیان ان کا خاصہ رہا، مولانا شہیدؒ نے فقہ، اصول فقہ، منطق، صرف ونحو، تفسیر قرآن اور حدیث کے علوم دارالعلوم حقانیہ ہی سے حاصل کئے، بعد ازاں آپ لاہور تشریف لے گئے جہاں برصغیر پاک و ہند کی معروف روحانی شخصیت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی شاگردی اختیار کی۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ہمیشہ ملکی و بین الاقوامی سطح پر قدر کی نگاہ سے دیکھا اور جانا جاتا رہا، معاملہ ملک میں نفاذ شریعت کا ہو یا مذہبی جماعتوں کے اتحاد کا، بات فرقہ واریت کے خاتمے کی ہو یا

دہشت گردی کے ناسور سے نجات کی، مولانا ہراول دستے کی رہنمائی کرتے نظر آئے، متعدد بار سینٹ کے رکن رہے، اہم عہدوں پر فائز رہنے کے باوجود انہوں نے نیک نامی کے سوا کچھ نہ کمایا، خیبر پختونخوا کے شہر اکوڑہ خٹک میں واقع ان کا دارالعلوم حقانیہ عالمی شہرت یافتہ دینی درسگاہ ہے، جہاں سے اب تک لاکھوں علماء فیوض وبرکات حاصل کرنے کے بعد ملکی وبین الاقوامی سطح پر فروغ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، دارالعلوم حقانیہ کی ایک وجہ شہرت افغان مجاہدین وافغان طالبان بھی ہیں، کہا جاتا ہے کہ ملا عمرؒ سمیت افغان طالبان کی ایک بڑی تعداد اسی دارالعلوم سے علوم اسلامیہ حاصل کرچکی ہے، اسی نسبت سے مولانا کو ''فادر آف طالبان'' بھی کہا جاتا ہے، آپ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے فرزند تھے، روسی استعمار کے خلاف جہادِ افغانستان میں دارالعلوم حقانیہ اور حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کا کردار عالمی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے اور پاکستان کے ساتھ ساتھ وسطی ایشیاء میں جہادی تحریکات اور استعمار کے خلاف مزاحمتی کلچر کے فروغ میں انہیں علمی وفکری مرکز اور پشتیبان کی حیثیت حاصل ہے، مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد اس مشن کو ان کے فرزند ارجمند مولانا سمیع الحقؒ نے آگے بڑھایا، افغانستان اور ارد گرد کے ممالک کے علمائے کرام اور مجاہدین کی ایک بڑی تعداد مولانا کے شاگردوں پر مشتمل ہے، جہاد افغانستان کو دنیا بھر میں جہادی تحریکات کا منبع سمجھا جاتا ہے جبکہ جہاد افغانستان کا سب سے بڑا علمی ودینی سرچشمہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی یادگار دارالعلوم حقانیہ ہے، بیشتر افغان طالبان انہیں کے دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہیں۔

ہر جماعت کا اپنا اپنا طریقہ کار اور اپنے اپنے مفادات ہوتے ہیں لیکن مولانا اور ان کی جماعت جمعیت علماء اسلام کے بارے میں سچے دل سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ گزشتہ سات دہائیاں انہوں نے اللہ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے نظام کے لئے جدوجہد کی، یہ جدوجہد نا صرف پارلیمنٹ کے اندر کی بلکہ پارلیمنٹ سے باہر بھی سرگرم عمل رہے، اس جدوجہد کی راہ میں بڑی رکاوٹیں آئیں لیکن مولانا نے سیاست کو ہمیشہ ثانوی حیثیت دی، انہوں نے ہمیشہ نظام بدلنے کی بات کی اور اس مقصد کیلئے پارلیمنٹ میں تقریباً ۳۵ سال یہ جنگ لڑتے رہے، ۱۹۷۰ء سے لے کر ۲۰۰۸ء تک پارلیمنٹ کے اندر مختلف ادوار میں اعلائے کلمۃ الحق بلند کئے رکھا، ۱۹۷۰ء سے پہلے ان کے والد محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نفاذ اسلام کیلئے لڑتے رہے، ان کی تمام تر جدوجہد کا محور صرف یہی تھا، کہ اس ملک کا نظام بدلے، مولانا شہیدؒ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم نے انگریز سے تو نجات حاصل کرلی، لیکن انگریز کے نظام کو آج تک اپنائے ہوئے ہیں، یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا،

لیکن ۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک ہم اسلام کی جانب ایک قدم بھی نہ بڑھ سکے۔

یہ بات پوری ذمہ داری کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ مولانا کی جدوجہد کا مقصد صرف اسلام تھا، اسلام آباد کبھی نہ رہا، اس مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے آئین کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے جدوجہد کی کبھی ریاست کی رٹ کو چیلنج نہیں کیا، ہمیشہ پرامن راستہ اختیار کیا، پارلیمنٹ میں ''شریعت بل'' پیش کیا، لیکن مسلم لیگ کی حکومت نے اس کا جو حشر کیا اس سے شدید مایوس ہوئے یہ ۱۹۸۸ء کے انتخابات سے قبل کی بات ہے، جب دائیں بازو سے تعلق رکھنے والے جماعتوں کا اسلامی جمہوری اتحاد بنا تھا اور متفقہ طور پر فیصلہ ہوا کہ غلام مصطفیٰ جتوئی اس اتحاد کے صدر اور مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ جنرل سیکرٹری ہونگے لیکن ان کی مدت چھ ماہ ہوگئی، بعد میں جماعت اسلامی بھی اس اتحاد میں شامل ہوگئی اور جماعت اسلامی نے اتحاد میں شامل ہونے کیلئے جنرل سیکرٹری کا عہدہ مانگا تھا، مولانا نے جماعت کیلئے یہ عہدہ چھوڑ دیا تھا لیکن انہیں سینئر نائب صدر بنادیا گیا تھا، یہ بات طے ہوئی تھی کہ الیکشن کے بعد غلام مصطفیٰ جتوئی صدارت چھوڑ دیں گے اور سینئر نائب صدر خود بخود صدر بن جائیگا، الیکشن کے فوراً بعد میاں نواز شریف کی رہائش گاہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں اجلاس ہوا جس میں نئے نئے عہدیداروں کا چناؤ ہوتا تھا، جب صدر کے چناؤ کا ذکر ہوا تو اجلاس میں شامل تمام جماعتوں کے رہنماؤں کو بتایا گیا کہ یہ بات طے تھی کہ غلام مصطفیٰ جتوئی کے بعد یہ عہدہ آئی جے آئی کے سینئر نائب صدر مولانا کو ملے گا، پروفیسر غفور احمد نے اس پر موقع کہا کہ اگر یہ بات طے ہے تو مولانا کو صدر بنایا جائے، سب اس بات پر متفق ہوگئے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے یہ بات چند ماہ قبل خود مجھے بتائی تھی، ان کا کہنا تھا کہ اس اجلاس سے قبل ہی میاں نواز شریف میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ مجھے صدر بنوادیں آپ اپنی جگہ میرا نام تجویز کریں اجلاس سے پہلے ہم باغیچے میں کھڑے تھے میرے ساتھ فضل حق، مولانا عبداللہ درخواستیؒ، محمد خان جونیجو مرحوم اور نواز شریف بھی تھے، سب کی موجودگی میں نواز شریف نے کہا کہ آپ میرا نام تجویز کردیں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ الیکشن جیت کر ملک میں شریعت نافذ کروں گا، انہوں نے کلمہ حق پڑھ کر یہ وعدہ کیا تھا، میں نے کہا میرا تو مقصد یہ تھا اگر آپ وعدہ کرتے ہیں تو میں آپ کا نام صدارت کیلئے تجویز کرتا ہوں، جب اجلاس میں سب میرے نام پر متفق ہوگئے تو نواز شریف میرے ساتھ بیٹھے تھے مجھے کہنیاں مار رہے تھے کہ آپ میرا نام تجویز کریں، میں نے کھڑے ہوکر اپنی جگہ نواز شریف کا نام صدارت کیلئے تجویز کردیا، اس پر بعض رہنماء ناراض بھی ہوئے، غلام مصطفیٰ جتوئی اور پیر پگاڑا بھی خفا ہونے والوں میں شامل تھے لیکن پیر پگاڑا نے اٹھ کر کہا کہ'' مولانا نے اپنا مصلی کسی اور کو دے دیا ہے تو ہمیں

کیا اعتراض ہے''یوں نواز شریف آئی جے آئی کے صدر بن گئے، بینظیر کی حکومت تھی ہم نے سینٹ سے ''شریعت بل'' پاس کرالیا اوراب قومی اسمبلی میں پیش ہونا تھا، ایک ہفتے بعد قومی اسمبلی کا اجلاس تھا جس کے ایجنڈے میں ''شریعت بل'' شامل تھا، لیکن پتا چلا کہ غلام اسحاق خان اسمبلیاں توڑنے والے ہیں، میں انکے پاس گیا اور کہا کہ چودہ پندرہ سال کی محنت کے بعد اب ملک نفاذ شریعت کی جانب بڑھ رہا اگلے ہفتے قومی اسمبلی کے اجلاس میں بل پیش ہونا ہے آپ اسمبلیاں نہ توڑیں، غلام اسحٰق خان کہنے لگے کہ آپ کو لگتا ہے کہ بے نظیر بھٹو ملک میں شریعت نافذ کریں گی ؟ میں نے کہا کہ اگر نہیں کریں گے تو پورے قوم کے سامنے بے نقاب تو ہو جائیں گے آپ اسمبلیاں نہ توڑیں، انہوں نے کہا کہ مولانا! مجھ پر ''اوپر سے دباؤ ہے'' میں سمجھ گیا کہ غلام اسحٰق خان امریکی دباؤ میں آگئے ہیں اورانہوں نے اسمبلیاں توڑ دیں، ۱۹۹۰ء کے الیکشن کے بعد نواز شریف وزیر اعظم بن گئے اب انہیں ان کا عہد یاد دلایا گیا لیکن انہوں نے ''شریعت بل'' کو مسخ کیا، جہاں سے میری ان کے ساتھ لڑائی شروع ہوگئی ہے، جس دن سے نواز شریف نے نفاذ شریعت کا وعدہ پورا نہیں کیا اسی دن سے ان کی زندگی بے سکون ہوگئی ہے۔

مولانا شہیدؒ اتنا بڑا دھوکہ کھانے کے باوجود مایوس نہیں ہوئے بلکہ اپنی جدوجہد جاری رکھی، ''شریعت بل'' کیلئے پندرہ سال تک پورے ملک میں تحریک چلائی اس بل کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ عدالتی نظام کو اسلام کے سانچے میں ڈھالا جائے گا، جب عدالت اسلام کے نظام کے مطابق چلے گی تو وہ بلا امتیاز سب کا احتساب کرے گی، اس بل میں یہ بات بھی لکھی گئی تھی کہ صدر اور وزیر اعظم سمیت کوئی بھی احتساب سے بالاتر نہیں ہے، ملک سے سودی نظام کے خاتمے کی شق بھی اس بل کا حصہ تھی، اگر یہ بل پاس ہوجاتا تو یقینی طور پر آج پاکستان جن حالات سے دوچار ہے ان کا سامنا نہ کرنا پڑتا، مولانا شہید رحمہ اللہ نے ملک میں لگی فرقہ واریت کی آگ بجھانے کیلئے ''ملی یکجہتی کونسل'' کے پلیٹ فارم سے بھرپور جدوجہد کی بعد ازاں اسے انتخابی اتحاد بنادیا گیا اور ''متحدہ مجلس عمل'' کا نام دیا گیا، مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والی چھ دینی جماعتیں اس اتحاد کا حصہ بنیں اور محبِّ وطن عوام میں اسے بہت پذیرائی ملی، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو جب محسوس ہوا کہ یہ اتحاد اپنے اصل ہدف سے ہٹ گیا ہے اور اس اتحاد میں شامل دو بڑی جماعتوں کی منزل اسلام نہیں بلکہ اسلام آباد ہے تو انہوں نے اپنا راستہ جدا کرلیا، ۲۰۱۸ء کے انتخابات سے قبل ایک بار پھر متحدہ مجلس کو فعال کرنے کیلئے عملی جدوجہد شروع ہوئی تو مولانا عبدالغفور حیدری کی قیادت میں ایک وفد نے اکوڑہ خٹک میں مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ سے ملاقات کی اور انہیں ایم ایم اے میں شمولیت کی دعوت دی، مولانا نے اپنے

تحفظات سے آگاہ کیا اس ملاقات سے چند روز بعد میری مولانا سے فون پر گفتگو ہوئی اور میں نے ان سے پوچھا کہ آپ ایم ایم اے میں شامل ہورہے ہیں تو کہنے لگے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس اتحاد میں شامل ہونا گناہ کبیرہ ہے، وہ مرتے دم تک اپنی اس بات پر قائم رہے اوراصولوں پر سمجھوتہ نہ کیا، ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید چند سیٹوں کی خاطر دوبارہ ''متحدہ مجلس عمل'' کا حصہ بن جاتا۔

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے ہمیشہ دینی مدارس کو اسلام کے قلعے قرار دیا، ان کا یقین تھا کہ ایک مسلمان معاشرے کی مذہبی ضروریات پوری کرنے کا بیڑہ دینی مدارس نے اٹھا رکھا ہے، ان ضروریات کو مذہبی ضروریات کہنا شاید کافی نہ ہو بلکہ روحانی، اخروی، دینی، مذہبی اور شرعی ضروریات پوری کرنے کیلئے معاشرے کے ائمہ خطباء، مفتیان کرام اور علمائے کرام کی جو ضرورت پیش آتی ہے پہلے پہل اس ضرورت کا اسلامی ریاستیں اور حکومتیں اہتمام کیا کرتی تھیں، لیکن فی زمانہ بدقسمتی سے حکومتوں کی عدم توجہی کے بناء پر علمائے کرام نے رضا کارانہ طور پر یہ ذمہ داری اٹھائی اور اسے کماحقہ نبھا کر دکھایا، اس وقت دنیا میں دینی اقدار وروایات جس قدر بھی موجود ہیں انہی مدارس کے دم قدم سے ہیں، قیام پاکستان کے وقت انتہائی بے سروسامانی اور کسمپرسی کے عالم میں اپنے سفر کا آغاز کرنے والے یہ ادارے آج عالمی سطح کی اسلامی یونیورسٹیوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں، مولانا سمیع الحق کہا کرتے تھے کہ قیام پاکستان کے بعد مدارس کا قیام یقیناً ایک مشکل اور کٹھن مرحلہ تھا ایک ایسے وقت میں جب لٹے پٹے قافلے پاک سرزمین پر اتر رہے تھے ایسے میں عجیب بے سروسامانی اور کسمپرسی کا عالم تھا، مہاجرین کیلئے اپنی جان اور اپنی بچوں کی کفالت مشکل تھی لیکن ایسے دور میں بھی اکابرین ملت نے دینی مدارس کے قیام کا بیڑہ اٹھایا اور اللہ نے انہیں سرخرو فرمایا، اس وقت اکابرین ملت امید کی کرن بن کر نمودار ہوئے اور اپنی مخلصانہ محنت اور پرعزم جدوجہد کے ذریعے شرک والحاد کی آندھیوں میں علوم ومعارف کے ایسے چراغ روشن کئے جو شمع ہدایت بن کر پاکستان کے ارض وسماء کو مینارہ نور بنائے ہوئے ہیں، آج یہی دینی مدارس پورے ملت اسلامی کے دلوں کی دھڑکن بن کر طالبان علوم نبوت کو علم کی دولت کے ساتھ صالح اوراخلاقِ فاضلہ کی پاکیزہ تربیت دینے میں مصروف عمل ہیں لیکن امریکا اور مغرب ان مدارس سے خوفزدہ ہیں ان کے اہداف کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ دینی مدارس ہیں، جب یہ مدارس نہیں ہوں گے تو ان کا راستہ صاف ہوگا، ہم اس سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے، مولانا سمیع الحق نے مرتے دم تک دینی مدارس کا دفاع کیا اوران مدارس کے خلاف غیرملکی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، موجودہ دور میں نفاذ اسلام کی بات ثانوی حیثیت اختیار کرچکی ہے اب

تو دفاع شریعت کی بات ہورہی تھی ،ملک میں ایسی آوازیں اٹھنا شروع ہوچکی ہیں، ملک کا اسلامی تشخص مجروح کرنے کے لئے سازشوں کے نت نئے جال بچھائے جارہے ہیں، اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے ملک کو لبرل ازم کی جانب دھکیلا جارہاہے، قیام پاکستان سے لے کرآج تک ہم نے اس ملک میں کئی نظام آزمائے اورمزید آزمانے کی کوشش ہورہی ہیں لیکن اسلام کی جانب کوئی نہیں آیا اس وقت ہماری سب سے بڑی جنگ اسلامی تشخص کی بقاء کیلئے ہے اور اس جدوجہد میں قوم ایک مخلص اور باکردار رہنما سے محروم ہوگئی ہے۔

نائن الیون کے بعد جس طرح امریکا نے افغانستان پرحملہ کیا اوراس وقت کی مشرف حکومت نے اس کا ساتھ دیا، اس پر مولانا سخت نالاں تھے،وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ یہ پرائی جنگ ہے ،ہمیں اس سے دور رہنا چاہئے پھراس پرائی جنگ کی چنگاریوں نے جس طرح وطن عزیز کو اپنی لپیٹ میں لیا اس پر بھی وہ شدید دلبرداشتہ تھے، انہوں نے ہمیشہ افغانستان کے طالبان کی سرپرستی کی اور''فادر آف طالبان'' کہلانے پر فخر محسوس کیا، تادم مرگ انہوں نے افغانستان میں قیام امن کے لئے کوششیں کیں چند ماہ قبل جب راولپنڈی کے ایک ہسپتال میں انکے دل کا بائی پاس آپریشن ہوا اس وقت میں اور ہمارے ایگزیکٹیو ایڈیٹر اشرف سہیل صاحب ان کی عیادت کیلئے گئے اس دوران ان کے ساتھ ہلکی پھلکی گفتگو ہوئی، جب افغان مسئلے کے حل کے بارے میں ان سے سوال کیا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ جب ایک کتا کنویں میں پڑا ہوتو آپ لاکھ بالٹیاں پانی نکال لیں کنواں پاک نہیں ہوگا، اسلئے آپ کو کتا ہی نکالنا پڑے گا، اسی طرح جب تک آپ امریکہ کو اس خطے سے نہیں نکالیں گے تب تک امن کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوگی، وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ جہاد کی بات ہرگز دہشت گردی نہیں ہے فلسطین، کشمیراورافغانستان کے مسلمان اپنی آزادی کی جنگ لڑرہے ہیں، آزادی کی تحریکوں کو دہشت گرد قرار دینا درست نہیں، آزادی کی ان تحریکوں کو دبانے کیلئے جہاد کو دہشت گردی کا نام دیا گیا، غیور قومیں تحریک آزادی کی حمایت کرتی ہے اوران کی پشت پر کھڑی ہوا کرتی ہیں۔

امریکا کو کشمیر، فلسطین اورافغانستان میں آزادی کی تحریکیں دہشت گردی لگ رہی ہیں، لیکن پچھلے تیرہ سال سے ہمارے ساتھ جو کچھ ہورہا ہے، اسے وہ دہشت گردی نہیں لگتی، عالم اسلام کی یہ عظیم ہستی آج ہم میں نہیں اور ہرزبان پر یہی سوال ہے، کہ ان کا قاتل کون ہے؟ اس سوال کا جواب نہایت آسان ہے انہوں نے جن قوتوں کے خلاف تمام عمر جدوجہد کی ان کے بہیمانہ قتل میں ان قوتوں کے ہاتھ کو خارج ازامکان قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مولانا محمد اسلم زاہدؒ
نامور محقق وادیب

ملأ اعلیٰ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے مکالمہ

حضرت مولانا محمد اسلم زاہدؒ جید عالم دین، مصنف ومترجم، دسیوں کتابوں کے لکھاری ایوارڈ یافتہ ادیب تھے، طرزِ تحریر اور اردو ادب کے حوالے سے ایک نئی صنف کو متعارف اور ایجاد کرنے والے تھے۔ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے انکی محبت وللّٰہیت، قلبی تعلق اور دل کی بندھنیں کتنی مربوط تھی، ان کا یہ مقالہ پیش نظر ہے وہی اس کا شاہد عدل ہے......(ادارہ)

جب انسان یقین کامل کے ساتھ کتاب وسنت کا مطالعہ کرتا ہے اور عقلمند؛ باشعور اور سمجھدار انسانوں کو ان پر عمل پیرا دیکھتا ہے اور ایک لمبے عرصہ تک اس کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے تو اس کے شعور کی گہرائی میں یہ تصور جم جاتا ہے کہ مرنا ہے اور مرنے کے بعد جینا ہے، جنت بھی ہے جہنم بھی ہے اور یہ دونوں چیزیں اس دنیا میں اعمال کے مطابق انسان کو ملیں گے، اس یقین کامل کے بعد جب وہ کسی ولی کامل کی موت کی خبر سنتا ہے تو بلاشبہ وہ ان خیالات میں گم ہو جاتا ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ جنت میں اپنے اعمال کا بدلہ پا رہے ہیں

مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کا کس طرح استقبال کیا ہوگا؟ بالکل اسی طرح میں بھی ایک ایسا انسان ہوں جس نے ہوش میں آتے ہی کتاب وسنت کو پڑھا اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ جیسے رجالِ کار کی زندگیوں کا مطالعہ کیا، اب اسے یہ حق ہے کہ وہ مولانا کے اچھے اعمال کی وجہ سے ان سے محبت رکھے اور ظنوا بِالمؤمِنِین والمؤمِنَاتِ خَیرًا پر عمل کرتے ہوئے یہ سمجھ لے کہ وہ تو جنت میں ہیں اور اپنے اعمال کا بدلہ پا رہے ہیں، میں انہی خیالات وتصورات میں مستغرق اپنی لائبریری میں بیٹھا تھا کے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے متعلق جو میں نے سوچا، وہ سب کچھ ایک صورت مثالی بن کر میرے تصورات پر غالب آ گیا، میری آنکھ بند ہوئی تو مجھے لگا کہ میں ملائکہ کی دنیا میں موجود ہوں اور حضرت مولانا شہیدؒ سے مل رہا ہوں۔

وارداتِ قلبی

مولانا کے متعلق جو میں نے سوچا ہوا تھا، ان کو اس سے بہت بہتر پایا، اس لئے ضروری سمجھا کہ اپنی ''وارداتِ قلبی'' آیاتِ قرآنیہ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتب نتائج میں ''الحق'' کے قارئین کو بھی شریک کروں تا کہ اس ولی کامل سے ملاقات کا جو فائدہ مجھے ہوا، وہ عام ہو جائے۔

ساتویں آسمان پر میں اپنے ''من کی دنیا میں'' جنت کے ایک باغیچے میں بیٹھا ہوا تھا، میری نظر اس گلستان کے درمیانی حصے پر گئی، دیکھا کہ مولانا ایک منبر پر تشریف فرما ہیں، میں آگے بڑھا، سلام پیش کیا اور حسبِ عادت مولانا نے مسکرا کر نو وارد کا استقبال کیا، سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا اور فرمایا: زاہد صاحب! آیئے! کیسے آنا ہوا؟ عرض کی: جی حضرت! آپ سے ملنے اور علمی استفادہ کرنے کو جی چاہ رہا تھا، اس لئے چلا آیا، ارشاد فرمایئے! آپ ان دنوں کہاں رہتے ہیں؟ ارشاد ہوا: بِالملاءِ الاعلٰی (عالم بالا میں) عرض کی: حضرت! یہ تو فرشتوں کی جگہ ہے؛ یہاں آپ کیسے پہنچ گئے؟

میری جنت میں داخل ہو جاؤ

ارشاد ہوا: ایک دن اسلام آباد کے گھر میں اکیلا بستر پر لیٹے ہوئے اپنے رب کریم سے یہ باتیں کر رہا تھا کہ اے اللہ! ایک سال سے مجھے مسلسل یہ خیال آ رہا ہے کہ بچپن سے ماں کی گود میں جس رب کا نام سنا، ہوش آنے پر اس پروردگار کے نام کو پڑھا، لکھا اور زندگی بھر اسے لوگوں کو یاد کروایا، اس رب کی زیارت ابھی تک نہ کر سکا اور نہ اپنے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ سکا، جن کی حدیثوں کو پڑھتا اور پڑھاتا رہا، ان کی شریعت کے نفاذ کی کوشش کرتا رہا حتیٰ کہ یہ جان بھی میں نے ان کی عزت پر قربان کرنے کے لئے بچا رکھی ہے، اے میرے اللہ! اب تو دل چاہتا ہے کہ بہت جلد آپ سے ملوں اور آپ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی کروں، میں سوچ ہی رہا تھا کہ مجھے ایک جانب سے آواز آئی: فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ (السجدة:٢٣) آپ اسکے ملنے میں کچھ بھی شک نہ کیجئے! یہ سن کر مجھے لگا، اللہ تعالیٰ اب مجھے اپنی بارگاہ میں حاضر کرنا چاہتے ہیں، اس کے بعد میرے اشتیاق میں مزید اضافہ ہوا اور دل چاہا کہ یہ فانی دنیا چھوڑ کر اپنے رب سے جا ملوں، یکا یک میری زبان پر جاری ہوا: صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحب لقاء الله احب الله لقاء ه (الاجابة لما استدركته عائشة على الصحابة ١٢٤) میں اس کے معنی پر ابھی غور کر ہی رہا تھا کہ ایک دل آویز آواز سنائی دی۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ○ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (الفجر :۲۷تا ۳۰)

''اے وہ جان! جو (اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں) چین پا چکی ہے، اپنے پروردگار کی طرف اس طرح لوٹ کر آجا کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی اور شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔''

آیاتِ قرآنیہ کی یہ آواز کہیں دور سے آ رہی تھی، بہت پیاری اور سہانی تھی، اس میں کشش تھی، پیار تھا، محبت تھی، اپنائیت تھی، جس کو سننے سے میری روح تڑپ اٹھی، دل چاہا کہ مجھے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پر لگ جائیں اور میں اڑ کر اپنے رب سے جا ملوں، اس کے بعد کچھ آوازیں آئیں؛ مجھے محسوس ہوا کہ میرے جسم پر چھریوں کے وار کیے جا رہے ہیں، اس دوران مجھے جسم پر تکلیف سی محسوس ہوئی؛ جو عارضی تھی، ختم ہوگئی اور ہمیشہ کے آرام کا وقت آ گیا۔ ایک دفعہ پھر آواز سنائی دی:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ○ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (الفجر :۲۷تا ۳۰)

''اے وہ جان! جو (اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں) چین پا چکی ہے، اپنے پروردگار کی طرف اس طرح لوٹ کر آجا کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی اور شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔''

مجھے محسوس ہوا کہ بلاوا آ گیا اور میری روح نکل رہی ہے، زندگی میں پہلی دفعہ اندازہ ہوا کہ آرام کسے کہتے ہیں؟ سکون کس چیز کا نام ہے؟ تھوڑی دیر بعد مجھے یہ سوچ کر ذرا گھبراہٹ ہوئی کہ میری روح کس تکلیف سے نکلے گی یا سکون کے ساتھ نکلے گی؟ فرشتوں نے شاید میرے چہرے سے اس خوف کو پڑھ لیا تھا اس لئے انہوں نے کہا: اخرجِي راضِيةً مرضِياً عنكِ اِلىٰ روحِ اللّٰهِ وريحان، ورب غيرِ غضبان، مجھے معلوم ہوگیا کہ مجھے اپنے اللہ کے پاس جانا ہے، وہ مجھ سے راضی ہے؛ اب مجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں، اب وہ وقت آ گیا کہ میری زندگی بھر کی نیکیوں کا، جہاد کا؛ تعلیم کا؛ فکر امت کا، درس امن کا، ملک سے محبت کا، لکھنے کا پڑھنے کا اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اہل اسلام کے ساتھ یکجہتی کا ثمرہ اللہ کی رضا کی صورت میں مل رہا ہے، یہ یقین کر کے تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی،

ابھی میں فرشتوں کی اس بشارت کی لذت لے رہا تھا کہ میری روح قبض ہوگئی؛ تھوڑی دیر میں پتہ چلا کہ ہم آسمان کے دروازے پر ہیں، آسمانی دنیا پر (صالحین) کا ایک بہت بڑا مجمع میرے انتظار میں تھا، فرشتوں نے ان سے مخاطب ہوکر کہا، کتنی پیاری خوشبو ہے جو تمہارے پاس زمین سے آئی ہے، جب ہم دروازے سے آسمان میں داخل ہوگئے تو یہاں پر بسنے والے نیک لوگوں نے میرا اس طرح استقبال کیا، جیسا کہ میری روح پہلے ان میں رہتی تھی پھر وہ غائب ہوگئی اور یہ لوگ بڑی شدت سے میرے انتظار میں ہیں(سنن النسائی. ۱۸۳۳)

نیک لوگوں کے استقبالی مجمع میں ایسے نورانی اور بارعب ہستیاں بھی تھیں جن کو میں پہچان نہ سکا؛ میرے دل نے گواہی دی کہ یہ حضرات قرونِ اولی سے تعلق رکھتے ہیں یا دنیا بھر کی وہ شخصیات ہیں؛ جن کو میں مل نہ سکا، جن چہروں کو میں نے پہچانا وہ مجاہدینِ افغانستان تھے؛ کشمیر کے حریت پسند تھے اور ہندوپاک کے علاوہ پوری دنیا کے شہدا جن کو میرے یہاں آنے سے پہلے ''حقانیہ'' کے شہدا نے میرا تعارف کروا دیا تھا؛ یہاں طلبہ بھی تھے؛ علماء بھی تھے؛ تبلیغی جماعت اور مدارس کے لوگ بھی تھے؛ تحریکِ ختمِ نبوتؐ کے مجاہدین اور حرمتِ رسالتؐ اور ناموسِ صحابہؓ پر جان دینے والے بھی تھے، ایک طرف سے کچھ نسوانی آوازیں میرے کانوں میں پڑیں؛ مجھے بتایا گیا کہ یہ ''جامعہ حفصہ'' کی وہ طالبات ہیں جن کو تعلیمِ قرآن وسنت اور آوازِ حق بلند کرنے کی پاداش میں اسلام آباد کی سرزمین پر بھون دیا گیا تھا۔زاہد صاحب! یہ دن میری خوشیوں کی ابتداء کا تھا، اس کے بعد''ہر دن روزِ عید ہے اور ہر رات شبِ قدر'' عرض کی، استاد جی! آپ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد حرمین سے لے کر مساجد و مدارس تک، ہماری پارلیمنٹ سے لے کر، دنیا کے حکامِ بالا کی کرسیوں تک، ہر جگہ نے آپ کی جدائی کا نوحہ کیا، جہاں جہاں آپ نے کلمہ توحید بلند کیا، شان رسالتؐ بیان کی، شریعت کی بالادستی کیلئے آواز اٹھائی، وہاں وہاں سے آپ کے غم میں رونے کی آواز آتی تھی اور کئی دنوں تک آتی رہیں، آسمان کے جس دروازے سے آپ کا رزق اترا کرتا تھا اور جس دروازے سے آپ کے اعمال آسمانوں پر جایا کرتے تھے، وہ دونوں بھی روئے، زمین پر آپ جہاں نماز پڑھتے اور اعمال کرتے اور نماز پڑھانے کا درس دیا کرتے، تعلیم وتعلم میں مصروف رہتے، یا درس جہاد دیا کرتے، امت کو جوڑنے کی باتیں کرتے اور انسانوں کو عالمی سازشوں سے بچانے کی فکر کرتے یا لکھنے پڑھنے کے اعمال اور وعظ ونصیحت کے امور سرانجام دیا کرتے تھے، زمین کے وہ حصے بھی روئے (سنن الترمذی ۳۲۵۵)

اب ان کو نئی صبح کے پیغام سنا دو

استادِ محترم! کیا ہم آپ کو یاد نہیں آتے، حقانیہ کو آپ بھول گئے ہیں اور کیا پاکستان میں آنے کو دل نہیں چاہتا ہے؟ ملک پاکستان اور دینِ اسلام کی محبت میں آپ کو اس سے پہلے بھی میڈیا اور دیگر ذرائع سے ستایا گیا، ملک پاکستان، مجاہدین اسلام اور علمی حلقوں سے آپ کی محبت کو بغض کا نام دیا گیا، اس ظلم و ستم کے باوجود آپ نے مملکتِ خداداد سے وفا کی اور اسے خیر باد نہیں کہا؛ آپ کا دل نہیں چاہتا کہ آپ پاکستان تشریف لائیں اور روتے ہوئے طلبہ کے سر پر ہاتھ رکھیں، علماء کی ہمت بڑھائیں اور عالمی طاقتوں کو وہ پیغام دیں، جو آپ ان کو زندگی بھر دیتے رہے ہیں، ارشاد ہوا: یہاں کوئی بھی آدمی ایسا نہیں ہے جس کا دل چاہتا ہو کہ وہ دوبارہ اپنے وطنِ فانی میں چلا جائے لیکن میں اور میرے ''شہدا'' بھائی ضرور یہ چاہتے ہیں کہ ایک دفعہ پھر میدانِ عمل میں اتریں، دینِ اسلام کی سربلندی کیلئے باطل سے لڑیں اور شہادت کا مقام حاصل کریں (مسند احمد : ۱٤۰۸۳) باطل قوتوں کو پکار کر کہیں......

اب ان کو نئی صبح کے پیغام سنا دو!
جو تیرگی وقت سے گھبرائے ہوئے ہیں
اب ان کے تغافل کا وفا ذکر نہ چھیڑو
دیکھو تو وہ کس ناز سے شرمائے ہوئے ہیں

شجرِ باغِ وفا پھولے پھلے جاتے ہیں

یہاں پر شہیدوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو فضل و کرامات کا اہتمام کیا ہے اس کو دیکھ کر اس عزم اور ارادے کی توثیق ہوتی ہے کہ ہر انسان کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا کام کرتے کرتے مرنا چاہیے اور مرتے مرتے بھی کرنا چاہیے۔ عرض کی: حضرت! یہاں آ کر آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟ ارشاد ہوا: قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا (الاعراف : ٤٤)

''ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اس کو واقع کے مطابق پایا''

عرض کی: حضرت! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو وعدے فرمائے ہیں وہی یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث طیبہ میں جو وعدے فرمائے ہیں، وہ بھی سچے نکلے؟ ارشاد ہوا:

زاہد! میں سمجھتا ہوں کہ تم نے یہ سوال کیوں کیا؟ غور سے سنو جو وعدے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے؛ وہ بھی اللہ کے حکم پر ہی فرمائے؛ اس لئے قرآن اور سنت کو اس لحاظ سے الگ الگ کرنا کہ ان میں سے کسی ایک کو تسلیم کرنا اور دوسرے کا انکار کرنا، ایمان کے منافی ہے، جہاں تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کا تعلق ہے تو سنو، ہمیں یہاں وہ سب کچھ مل چکا

هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا (الاحزاب: ۲۲)

''یہ وہی بات ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول نے ہم سے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس واقعے نے ان کے ایمان اور تابعداری کے جذبے میں اور اضافہ کر دیا تھا۔''

میں نے پوچھا حضرت! اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسیع جنت سے نواز دیا؟ ارشاد ہوا:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (الزمر: ۷۴)

''اب اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کیلئے آ جایئے ، اور وہ (جنتی) کہیں گے کہ تمام تر شکر اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے ہم سے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا اور ہمیں اس سرزمین کا ایسا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنا ٹھکانا بنالیں، ثابت ہوا کہ بہترین انعام (نیک) عمل کرنے والوں کا ہے۔''

زاہد صاحب! یہ اللہ کے وعدے ہیں دنیا میں رہتے ہوئے بھی کبھی نہیں سمجھا کہ وہ وفا نہ ہوں گے اور اب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

بار حرمان و گل و داغ نہیں اپنے ساتھ
شجر باغ وفا پھولے پھلے جاتے ہیں

ہم جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں

سوال کیا گیا: جی آپ کیا فرما رہے ہیں کہ ہم ''ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام حاصل کریں؟'' ہماری مرضی ہے ہم جنت میں جہاں چاہیں وہاں جا سکتے ہیں۔

فرمایا: زاہد صاحب! یہ سہولت تو ہر جنتی کو ہے؛ جب کہ ہم تو شہدا ہیں اور وہ بھی شہدائے

اسلام! ہمارے متعلق تو آپ نے پڑھا ہے کہ شہدا کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہوتی ہیں؛ وہ جنت کے درختوں پر اٹھکیلیاں کرتے پھرتے ہیں۔عرض کی حضرت! گستاخی معاف؛ آپ شہید ہیں؛ آپ میدان جہاد میں نہیں بلکہ بستر پر فوت ہوئے؟استاد محترم مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ نے میری طرف دیکھا؛مسکرائے اور ارشاد فرمایا: زاہد! میرا امتحان لیتے ہو؛ میں امتحانوں کے سارے مراحل طے کر آیا ہوں؛ کیا آپ نے یہ حدیث نہیں پڑھی:

من سئل اللّٰه الشهادة بصدق بلغه اللّٰه منازل الشهداء وان مات على فراشه(مشكوة المصابيح)

جوشخص اللہ تعالیٰ سے سچے دل کے ساتھ شہادت کی دعا کرے، اگرچہ وہ اپنے بستر پر بھی مرے،تب بھی اللہ تعالیٰ اسے شہدا کے درجات تک پہنچا دیتے ہیں''

اس کی وجہ یہ ہے کہ شہادت کی تمنا کرنے والا اپنے دل میں شہادت کی سچی خواہش رکھتا ہے، جو کبھی مرتی نہیں ہے، مرنے کے بعد بھی وہ ختم نہیں ہوتی ، شہید کرنے والا سمجھتا ہے میں نے اسے مار دیا،شہید مرتا نہیں، وہ اپنے جینے کی تمنا پوری کرتا ہے......

اس کے لب پر اک دعا ہے صرف میری موت کی
میرے لب پر کچھ نہیں کچھ بھی نہیں آمین ہے

جہادِ مسلسل کے ثمرات

زاہد صاحب! میں تو مسلسل جہاد کے میدان میں رہا ہوں، عملی جہاد بھی کیا، لسانی بھی، تعلیمی بھی، سیاسی اور تحریری بھی ، جہاد کی شاید ہی کوئی ممکنہ صورت ہو جو میں نہ کرسکا ہوں، یہ سب کچھ اس لئے لتكون كلمة اللّٰه هى العليا فهو فى سبيل اللّٰه تا کہ ہر محاذ پر اللہ کا کلمہ بلند ہوجائے، مسجد کے مصلے سے لے کر ایوان بالا تک؛عوام الناس سے لے کر خواص تک، ہر جگہ اللہ کی بات ہو اور نفاذِ شریعت عمل میں آجائے اس لیے اللہ تعالی نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے پر مجھے شہادت کا درجہ نصیب کر دیا۔ یہاں تو بے شمار ایسے لوگ بھی میں نے دیکھے کہ پاکستان کا میڈیا ان کو لکھتا ہے''ہلاک'' ہوگئے؛بہت زیادہ مہربان ہوتا ہے تو کہتا ہے''جاں بحق'' ہو گئے؛شہداء کو شہید کہتے ہوئے بھی ان کے گلے میں''خراش'' ہوتی ہے۔میں نے عرض کی''خراش''؟وہ کیسی؟ ارشاد ہوا: ہمارا ملک،اس کی حکومت اوراس کا میڈیا آزاد نہیں ہیں، ان سے جو کہلوایا جاتا ہے، وہ کہتے ہیں، جس سے روکا جاتا ہے وہ رُک

جاتے ہیں، خبر دیتے وقت ان کو خدا نہیں بلکہ کچھ اور یاد آتا ہے یہ کہتے ہوئے مولانا نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کئی بار کہا......

میرے قاتل سے کوئی اے کاش! اتنا پوچھ لے
یہ زمیں میرے لہو سے پاک ہو جائے گی کیا

عرض کی: حضرت! جہاد کس کس طرح کیا جائے؟ ارشاد فرمایا: بأموالم وانفسهم والسنتهم اپنے مالوں، جانوں اور اپنی زبانوں سے۔عرض کی حضرت! راہِ خدا میں مرنے والوں کا مزید اعزاز کیا؟ ارشاد ہوا: يشفع يوم القيامة ثلاث: الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء "روز قیامت (اللہ تعالیٰ کے حکم اور خصوصی اجازت سے) نبیوں؛ پھر علما اور ان کے بعد شہدا کو شفاعت کی اجازت ملے گی"۔

عرض کی: استاذ محترم! اور مزید ارشاد فرمائیں؟ ارشاد ہوا: ہر نعمت کی صحیح کیفیات کا علم تو خود محسوس کرنے سے ہوتا ہے، آپ یہاں آئیں گے؛ تو فرشتوں کو بھی دیکھ سکیں گے ہ

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الزمر: ۷۵)

"اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے پروردگار کی حمد کیساتھ کی تسبیح کر رہے ہونگے اور لوگوں کے درمیان برحق فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہیں گے کہ تمام تر تعریف اللہ کی ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔"

قوم کو آگاہ کرنے کی تمنا

سوال کیا، استاد جی! جو لوگ زندگی بھر آپ کی مخالفت کرتے رہے اور کچھ نے آپ کے قتل تک کے پروگرام بنائے اس مخالفت اور انجامِ موت کو وہ اپنی کامیابی سمجھتے ہیں؛ کبھی وہ بھی یاد آتے ہیں؟ ارشاد ہوا:

قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ (یٰسٓ: ۲۶)

"اس نے (جنت کی نعمتیں دیکھ کر) کہا کہ کاش! میری قوم کو معلوم ہو جائے کہ میرے پروردگار نے کس طرح میری بخشش کی ہے۔"

پوچھا گیا: مولانا! آپ کو یہ عزت مبارک ہو! کیا آپ کو یہاں پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم، دیگر انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ اور اپنے اکابر سے ملاقات کا شرف حاصل ہے؟

میں زندہ ہوا بھی

مولانا! آہ میرے سوال پر مسکرائے اور کچھ دیر خاموش رہے؛ میری طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: زاہد صاحب! کیا آپ نے اللہ کے قرآن میں یہ نہیں پڑھا:

وَّ اِذًا لَّاٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِیْمًا ○ وَّ لَهَدَیْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ○ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِیْمًا (النساء:٦٧تا٧٠)

''اوراس وقت ان کو ہم اپنے پاس سے عظیم اجر عطا کریں گے اور انہیں ضرور بالضرور سیدھے راستے تک پہنچا دیں گے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین اور صالحین اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں، یہ فضیلت اللہ کی طرف سے ملتی ہے اور (لوگوں کے حالات سے) پوری طرح باخبر ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔''

عرض کیا گیا: جی ہاں! ان آیات کا مطالعہ کیا ہے لیکن سب شہداء کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کی ملاقات نبیوں سے ہو جائے؟ ارشاد فرمایا: شاید آپ نے مصنف ابن ابی شیبہ کی وہ روایت نہیں پڑھی، جس میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ جنگِ قادسیہ میں ایک شخص (شہید ہو چکا تھا) جس کے ہاتھ؛ پاؤں کاٹ دیئے گئے تھے؛ لوگ اس کے پاس سے گزر رہے تھے اور سن رہے تھے کہ وہ قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ رہا ہے:

وَّ اِذًا لَّاٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِیْمًا ○ وَّ لَهَدَیْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ○ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا (النساء:٦٧-٦٩)

''اوراس وقت ان کو ہم اپنے پاس سے عظیم اجر عطا کریں گے اور انہیں ضرور

بالضرور سیدھے راستے تک پہنچا دیں گے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین اور صالحین اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں، یہ فضیلت اللہ کی طرف سے ملتی ہے اور (لوگوں کے حالات سے) پوری طرح باخبر ہونے کیلئے اللہ کافی ہے"

سننے والوں نے پوچھا: اے اللہ کے بندے! اپنا تعارف تو کراؤ تم کون ہو؟ اس نے کہا: "میں انصار میں سے ہوں"۔

میرے قاتل کو پکارو کہ میں زندہ ہوں ابھی — پھر سے مقتل کو سنوارو کہ میں زندہ ہوں ابھی
یہ شب ہجر تو ساتھی ہے میری برسوں سے — جا سو جا ستارو کہ میں زندہ ہوں ابھی
یہ پریشان سے گیسو دیکھے نہیں جاتے — اپنی زلفوں کو سنوارو کہ میں زندہ ہوں ابھی
لاکھ موجوں میں گھرا ہوں، ابھی ڈوبا تو نہیں — مجھ کو ساحل سے پکارو کہ میں زندہ ہوں ابھی
قبر سے آج بھی محسن کی آتی ہے صدا — تم کہاں ہو میرے یارو کہ میں زندہ ہوں ابھی

اس کے بعد استادِ محترم ایک بار پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہی آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت پڑھی تھی؛ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے یہ پوچھا تھا کہ اے اللہ کے رسول! آخرت میں آپ کا درجہ تو بہت بلند ہوگا؛ وہاں ہم آپ کی زیارت کیسے کر سکیں گے؟ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی تھی (مصنف ابن ابی شیبہ)

گناہوں سے درگذر

سوال کیا گیا: استادِ محترم! یہ تو نیکیوں کا صلہ ہوا، دنیا میں انسان سے کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں، ان کا معاملہ کیسا رہا؟ اس سوال کے جواب میں بھی انہوں نے اللہ کے کلام کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ (الاحقاف:١٦)

"یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے کاموں کو قبول کرلیں گے اور ان کے گناہوں سے درگذر کریں گے، اس طور پر کہ یہ اہل جنت میں سے ہوں گے۔ اس وعدہ صادقہ کی وجہ سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا"۔

شہید کا پیغام

عرض کی: استاد محترم! کیا آپ اپنے غمگین دوستوں؛ دلفگار شاگردوں؛ حکومتِ وقت؛ اعزہ واقرباء اور مجاہدینِ اسلام کو کوئی پیغام دینا پسند فرمائیں گے؟ میرے استفسار پر انہوں نے قرآن کریم کی یہ تین آیات پڑھنا شروع کیں۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْامِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (البقرة:٢١٤)

''(مسلمانو!) کیاتم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں (یونہی) داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تمہیں اس جیسے حالات پیش نہیں آئے جیسے ان لوگوں کو پیش آئے تھے جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں، ان پر سختیاں اور تکلیفیں آئیں اور انہیں ہلا ڈالا گیا یہاں تک کہ رسول اور ان کے ایمان والے ساتھی بول اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی؟ یادرکھو! اللہ تعالیٰ کی مدد نزدیک ہے۔''

قرآنی آیت کی تلاوت کے بعد مولانا نے دنیا کی بے ثباتی کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

دنیا بھی عجب گھر ہے کہ راحت نہیں جس میں — وہ گل ہے یہ گل بوئے محبت نہیں جس میں
وہ دوست ہے یہ دوستِ مروت نہیں جس میں — وہ شہد ہے یہ شہد حلاوت نہیں جس میں
بے درد و الم شامِ غریباں نہیں گزری — دنیا میں کسی کی کبھی یکساں نہیں گزری

کیا تم یہ خیال کرتے ہو؟

اس کے بعد ایک اور آیت پڑھی:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (آل عمران:١٤٢،١٤٣)

''کیا تم سمجھتے ہو کہ (یونہی) جنت کے اندر جا پہنچو گے؟ حالانکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانچ کر نہیں دیکھا جو جہاد کریں اور نہ ان کو جانچ کر دیکھا

جو ثابت قدم رہنے والے ہیں اورتم تو خود کا سامنا کرنے سے پہلے (شہادت کی) موت کی تمنا کیا کرتے تھے، چنانچہ اب تم نے کھلی آنکھوں اسے دیکھ لیا ہے۔''

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (التوبة : ١٦)

''بھلا کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تمہیں یونہی چھوڑ دیا جائے گا، حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون لوگ جہاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مؤمنوں کے سوا کسی اور کو خصوصی راز دار نہیں بناتے ؟ اور تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔''

الوداعیہ دعا

عرض کی: استاد محترم! آپ کا یہ پیغام پوری انسانیت کے نام ''الحق'' کے ذریعے پہنچا دیا جائے گا، اب میری گزارش یہ ہے کہ آپ کی دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ممکن ہے کہ میری اور آپکی یہ پہلی اور آخری ملاقات ہو، وہ وقت دور نہیں ہے کہ ہم بھی آپ سے آ ملیں گے، اب میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں اور سلام عرض کرتا ہوں (میں نے جب اجازت طلب کی تو حضرت الاستاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی وہ آیت تلاوت کی جو اہلِ جنت کی مجالس کا ذکر اور اختتامِ مجلس کے دعائیہ کلمات پر مکمل ہوتی ہے، انہوں نے مسکراتے ہوئے پڑھا:

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یونس: ۱۰)

''اُس میں (داخلے کے وقت) ان کی پکار یہ ہوگی کہ یا اللہ! تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے اور ایک دوسرے کے خیر مقدم کیلئے جو لفظ وہ بولیں گے، وہ سلام ہوگا اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی، تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے''

میں جب بیدار ہوا تو میرا دل مطمئن تھا کہ جس راستے پر استاد محترمؒ نے جان دے دی ہے، وہی حق ہے، اسی میں کامیابی ہے، اب ضرورت ہے، ان کے مشن کو آگے بڑھایا جائے۔

ملاقات کی سوغات

اس ملاقات میں جو میں نے نتیجہ نکالا، اس کی تائید مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملتی ہے ہ غزوہ اُحد میں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر شہادت مجاہدین میں مشہور ہوگئی، اصحابِ پیغمبر علیہم الرضوان شکستہ دل ہوکر سوچنے لگے کہ اس صورتِ حال میں کیا کیا جائے؟ اس دوران حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کو دیکھا کہ ہتھیار ڈالے بیٹھے ہیں، پوچھا: یہ تم کیا کر رہے ہو؟ جواب ملا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جب تم کو یقین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے تو ان کے بعد ہماری زندگی کے کیا معنی؟ اٹھو! اللہ کے راستے میں لڑو اور جس راستے پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جان دے دی ہے، اس پر تم بھی جان دیدو! اس کے بعد اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفین پر حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے عارضی شکست کو ہمیشہ کی فتح میں تبدیل کر دیا۔ (سیراعلام النبلاء: ۱/۴۱۰)

کامیابی کا قرآنی لائحہ عمل

قارئین! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دینِ عالی کی محنت کو قبول فرمائے اور اپنے ان اساتذہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے؛ جنھوں نے حق کو پڑھا، اسے سمجھا؛ عمل کیا؛ آگے پہنچایا، صبر و استقامت کے ساتھ جہدِ مسلسل کرتے رہے، حتی کے اپنی یہ جان، اپنے اللہ کے سپرد کردی، ہماری اور ان کامیاب لوگوں کی زندگیوں کی مثال قرآن کریم کی یہ مبارک سورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (العصر: ۱تا۳)

''زمانے کی قسم، انسان درحقیقت بڑے گھاٹے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اور ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کریں اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کریں۔''

پروفیسر سیف اللہ خالد
صدر ملی مسلم لیگ پاکستان

اَبرِ بہار اور شجر سایہ دار

- ...... مولانا سمیع الحقؒ ہر سیاسی، مذہبی محاذ کے سرخیل اور سالار تھے
- ...... قادیانیت کا مسئلہ کھڑا ہوتا تو وہ صفِ اوّل میں نظر آتے
- ...... دوستوں کے لئے وہ ابریشم کی طرح نرم تھے
- ...... ہنس مکھ، خوش اخلاق، خوش خصال اور خوش گفتار

موت ایک اٹل حقیقت اور ابدی سچائی ہے۔ موت سے انکار اور فرار ممکن نہیں، ہر آنے والا جانے کیلئے آتا ہے اور ہر آنے والے کے دنیا میں رہنے سہنے اور زندگی گزارنے کے انداز و اطوار مختلف ہوتے ہیں، جس طرح کی انسان دنیا میں زندگی گزارتا ہے اسی طرح اس کا انجام ہوتا ہے۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں جو دنیا میں آتے ہیں لیکن زمین کا بوجھ بن جاتے ہیں، ان کی مثال خار دار درخت کی سی ہوتی ہے جس کے پاس سے گزرنے والا اس کے کانٹوں سے الجھ جاتا ہے، اس کے کپڑے پھٹ جاتے اور جسم لہولہان ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ ابرِ بہار اور شجرِ سایہ دار کی طرح ہوتے ہیں، انکی چھاؤں سے اپنے، بیگانے سبھی مستفید ہوتے ہیں، وہ خیر، نیکی، بھلائی کا منبع، سچائی، صداقت اور حریت فکر کے پیامبر ہوتے ہیں۔ مولانا سمیع الحقؒ بھی ایک ایسی ہی شخصیت تھے، ابر بہار اور شجر سایہ دار، اسلام کے سچے شیدائی، جرأتمند، بہادر اور جذبہ حب الوطنی سے سرشار، وہ قیادت، سیادت، صحافت اور خطابت کے اوصاف سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہدانہ کردار کے مالک بھی تھے۔ مولانا سمیع الحقؒ کے آباؤ واجداد کا تعلق سرزمین افغانستان کے علاقہ غزنی سے تھا، جو سلطان محمود غزنویؒ کے جہادی لشکر کیساتھ بغرضِ جہاد ہندوستان آئے اور اس کے بعد وہ مستقل اکوڑہ خٹک میں رہائش پذیر ہو گئے۔ پہاڑوں کی سرزمین کے اپنے ہی اثرات ہوتے ہیں جیسا کہ شاعرمشرق علامہ اقبالؒ کہتے ہیں:

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندہ صحرائی یا مردِ کوہستانی

یہ اثرات مولانا سمیع الحقؒ کی شخصیت پر بھی غالب تھے۔ وہ خلوص کا بحرِ بیکراں، بلند عزم، بلند حوصلہ، جہاد، خطابت، علم اور مسندِ تدریس کے شہسوار تھے، جب رزمِ حق و باطل ہوتی تو وہ شمشیر برہنہ ہوتے، حلقہ یاراں ہوتا وہ ابریشم کی طرح نرم ہوتے، وہ جہادی میدانوں کے داعی تھے تو مسندِ تدریس کے بھی راہرو تھے۔ انہوں نے درس و تدریس کا سلسلہ اپنے والدِ گرامی مولانا عبدالحقؒ کی زندگی میں ہی شروع کر دیا تھا۔ اسی طرح سیاست کے اسرار و رموز بھی انہوں نے اپنے والدِ گرامی سے سیکھے اور سمجھے، وہ نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو کی زندہ مثال تھے۔

مولانا سمیع الحقؒ متحرک و فعال شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا دل اسلام، جہاد اور پاکستان سے محبت کے جذبات سے لبریز تھا یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اسلام کی سربلندی اور پاکستان کے دفاع کے لئے چلنے والی ہر تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ ۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کی کامیابی میں ان کا بہت بڑا حصہ تھا۔ ان کی کتاب ''قادیانیت: ملتِ اسلامیہ کا موقف'' اور دوسری کتاب ''قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ'' قادیانیت پر ان کے وسیع مطالعہ کا ثبوت ہے۔ بعد ازاں ۷۷ء میں جب تحریکِ نظامِ مصطفیٰ چلی تو اس میں بھی انہوں نے قائدانہ ومجاہدانہ کردار ادا کیا جس کی پاداش میں کئی ماہ تک ہری پور جیل میں قید و بند کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں اور ان کے پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ مولانا عبدالحقؒ تین دفعہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ مولانا سمیع الحقؒ نے لائق اور ہونہار فرزند کی طرح اپنے والد گرامی کی سیاسی مہم میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور میں آپ کو وفاقی مجلس شوریٰ کا ممبر نامزد کیا گیا تو زکوٰۃ وعشر، حدود، قصاص و دیت اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ، آئین میں بے شمار اسلامی شقوں اور دفعات کی شمولیت میں آپ نے اہم کردار ادا کیا جب آپ ۸۵ء میں سینیٹ آف پاکستان کے ممبر بنے تو آٹھ سال کی طویل تاریخ ساز جدوجہد کے بعد سینیٹ سے شریعت بل منظور کروایا۔

علاوہ ازیں انہوں نے خود بھی بے شمار تحریکوں اور اتحادوں کی بنیاد رکھی، انہیں منطقی انجام تک پہنچایا اور کامیابیاں حاصل کیں۔ اسلامی جمہوری اتحاد قائم کیا جس میں نو سیاسی و مذہبی جماعتیں شامل ہوئیں اور متفقہ طور پر آپ کو اس اتحاد کا سینئر نائب صدر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۸۸ء میں متحدہ علمائے کونسل کے پلیٹ فارم پر تمام مکاتبِ فکر کے علماء اور اکابرین کو جمع کیا۔ ۱۹۹۳ء میں متحدہ دینی محاذ

تشکیل دیا۔ یکم جنوری ۱۹۹۵ء کو تمام مکاتب فکر کے علماء اور اربابِ مدارس کو جمع کر کے تحریکِ تحفظِ مدارسِ دینیہ کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۹۶ء میں جب پاکستان فرقہ واریت کی آگ میں جل رہا تھا، بم دھماکے ہو رہے تھے، مختلف مکاتبِ فکر کی مساجد کو نشانہ بنایا جا رہا تھا تب تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ''ملی یکجہتی کونسل'' قائم کرنے میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ ''ملی یکجہتی کونسل'' کا فرقہ واریت کی آگ کو بجھانے اور بین المسالک ہم آہنگی کی فضاء پیدا کرنے میں اہم کردار رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ ہر سیاسی، مذہبی محاذ کے سرخیل اور سالار تھے۔ دینی مدارس پر افتاد آتی تو وہ پیش پیش ہوتے، قادیانیت کا مسئلہ کھڑا ہوتا تو وہ صفِ اول میں نظر آتے، اسلام پر کوئی حملہ آور ہوتا تو وہ اسلام کا دفاع کرنے والوں کی قیادت کرتے نظر آتے، پاکستان کے دفاع کی بات ہوتی تو وہ سپہ سالار کا کردار ادا کرتے نظر آتے۔ جب امریکہ افغانستان پر حملہ آور ہوا تو پاکستان میں اس حملہ کے خلاف جو مؤثر آوازیں اٹھیں ان میں ایک آواز مولانا سمیع الحقؒ کی تھی۔ اس موقع پر مولانا سمیع الحقؒ نے پروفیسر حافظ محمد سعید کی معیت میں ''دفاعِ افغانستان و پاکستان کونسل'' قائم کی۔ یہ وہ وقت تھا جب جنرل (ریٹائرڈ) حمید گل نے امریکہ کے افغانستان پر حملہ کے اصل مقاصد سے پردہ ہٹاتے ہوئے مبنی برحقائق ایک تاریخی جملہ بولا تھا کہ افغانستان پر حملہ بہانہ ہے جبکہ پاکستان اصل نشانہ ہے، بعد کے حالات نے ثابت کر دکھایا کہ جنرل حمید گلؒ کا یہ تجزیہ بالکل درست تھا۔ امریکہ نے مسلسل پاکستان کو نشانے پر رکھ لیا۔ ڈرون حملے کئے جاتے، جن میں سویلین اور فوجی تنصیبات کو نشانہ بنایا جاتا۔ بالخصوص نومبر ۲۰۱۱ء میں جب نیٹو افواج نے سلالہ چیک پوسٹ پر حملہ کیا تو اس جارحیت کے ردِعمل میں چالیس مذہبی جماعتوں پر مشتمل ''دفاعِ پاکستان کونسل'' کا قیام عمل میں لایا گیا، مولانا سمیع الحقؒ تاحیات اس کے چیئرمین تھے۔ مولانا سمیع الحقؒ نے اس ذمہ داری کو اس طور نبھایا کہ بیماری اور ضعف کے باوجود ملک میں جہاں بھی ''دفاعِ پاکستان کونسل'' کا پروگرام ہوتا وہ خود پہنچتے۔ اپنے ولولہ انگیز اور پرجوش خطاب کے ذریعے دشمنوں کو للکارتے، ان کی سازشوں کے تار پود بکھیرتے اور قوم کو حوصلہ دیتے تھے۔

مولانا سمیع الحقؒ کی قیادت اور ''جماعۃ الدعوۃ'' کے امیر پروفیسر حافظ محمد سعید کی رہنمائی میں ''دفاعِ پاکستان کونسل'' نے پاکستان کے دفاع، استحکام، اسلام کی سربلندی، امریکہ و بھارت کے پاکستان کے خلاف جارحانہ عزائم کو ناکام بنانے کے لئے ملک بھر میں بڑے بڑے جلسے کئے، عظیم معرکے لڑے، کارہائے نمایاں انجام دیئے، امریکہ اور بھارت کی اسلام، پاکستان اور افواج پاکستان

کے خلاف کی جانے والی سازشوں اور پراپیگنڈے کو بے نقاب کیا، قوم کو متحد و متفق کیا، اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مستقبل کا مورخ جب بھی پاکستان کے دفاع اور استحکام کے حوالے سے قلم اٹھائے گا، حالات و واقعات کو قلمبند کرے گا تو وہ ''دفاعِ پاکستان کونسل''، مولانا سمیع الحقؒ اور پروفیسر حافظ محمد سعید کا تذکرہ کئے بغیر نہیں رہے گا۔

مولانا سمیع الحقؒ کی پاکستان کے دفاع کے لئے کیا خدمات تھیں؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت پر بھارت اور افغانستان میں جشن منائے گئے، خوشی و مسرت کے شادیانے بجائے گئے، خاص کر بھارتی میڈیا کی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی، جن بھارتی چینلز پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا گیا، ان میں را کی سرپرستی میں چلنے والا چینل ڈی این اے نیوز پیش پیش تھا۔ اس چینل نے مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کو ایک بڑے دشمن کی موت قرار دیتے ہوئے کہا کہ مولانا سمیع الحقؒ افغانستان میں بھارت کے خلاف ہونے والی کارروائیوں کے ایک بڑے منصوبہ ساز تھے۔ افغانستان کی خفیہ ایجنسی این ڈی ایس نے کھلے لفظوں میں ان کے قتل کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم نے مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت سے اپنے کمانڈر جنرل عبدالرازق کے قتل کا بدلہ لے لیا ہے۔ واضح رہے کہ جنرل عبدالرازق پاکستان کے بدترین دشمن تھے، وہ کہا کرتے تھے کہ جب تک جسم میں جان ہے، رگوں میں خون ہے، ہاتھ ہلانے کی سکت ہے، پاکستان کے خلاف لڑتا رہوں گا، اسی طرح افغان حکومت کے سابق میڈیا ڈائریکٹر صدیق صدیقی (جو اب موجودہ حکومت کے ترجمان ہیں) نے مولانا سمیع الحقؒ کو سب سے بڑا دشمن قرار دیتے ہوئے کہا اس شخص (سمیع الحق) کے کردار کو بھولنا ہمارے لئے ممکن نہیں، یہ ہمارے سب سے بڑے دشمن تھے، ان کی وجہ سے ہمیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ افغان خفیہ ایجنسی کے سابق ڈائریکٹر رحمت اللہ (جو اس وقت افغان صدر اشرف غنی کے حفاظتی دستہ کی سربراہی کے اہم ترین عہدہ پر فائز ہیں) نے اپنے دل کے پھپھولے ان الفاظ میں پھوڑے مولانا سمیع الحقؒ پاکستانی فوج کا بڑا اثاثہ اور ہمارے سب سے بڑے دشمن تھے۔

یہ تو تھے پاکستان کے دشمنوں کے ان کے بارے میں جذبات و احساسات، جہاں تک دوستوں کا تعلق ہے، دوستوں کے لئے وہ ابریشم کی طرح نرم تھے۔ ہنس مکھ، خوش اخلاق، خوش خصال اور خوش گفتار، ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ وہ وسیع الظرف انسان تھے، پاکستان کی تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں میں انتہائی محبت اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مولانا سمیع الحقؒ کو یہ

اعزاز حاصل ہے کہ وہ پاکستان کے ایک بڑے دینی ادارے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم رہے۔ انہوں نے اپنے والد گرامی کا جانشین اور دارالعلوم حقانیہ کا مہتمم ہونے کا حق ادا کیا۔ جس انداز سے اپنے والد کے بعد ادارے کو چلایا، سجایا اور آگے بڑھایا، یہ بھی ان کی قائدانہ صلاحیتوں کا ثبوت ہے۔ مولانا سمیع الحقؒ کی زندگی......سعادت کی زندگی اور موت......شہادت کی موت تھی۔ ان کی شہادت پورے ملک کو سوگوار کر گئی، عام آدمی سے لے کر اعلیٰ حکومتی ذمہ داران اور تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں کے قائدین و کارکنان تک سب ہی رنجیدہ و افسردہ تھے۔ مولانا سمیع الحقؒ کو شہیدِ پاکستان کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ان کا جنازہ غالباً پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا جو ہر سمت کئی کلومیٹر پر محیط تھا جس میں بلاتفریق تمام مسالک کے جید علماء، طلبہ اور تمام سیاسی جماعتوں کے قائدین نے شرکت کی۔ ''جماعت الدعوۃ'' نے ان کے بارے میں ایک دستاویزی فلم جاری کی جس میں ان کی حیات، پاکستان، اسلام اور کشمیر کاز کے لئے خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔

مولانا سمیع الحقؒ آسیہ مسیح کی رہائی کے سلسلہ میں اسلام آباد میں ہونے والے جلسہ میں شرکت کیلئے آئے اور راولپنڈی میں اپنی رہائش گاہ پر ٹھہرے ہوئے تھے کہ نامعلوم افراد کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کر گئے۔ گویا مولانا سمیع الحقؒ نے اپنی زندگی کا آخری سفر بھی اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی عزت و ناموس کی خاطر کیا اور اسی راہ میں زبان حال سے یہ کہتے ہوئے جان......جانِ آفریں کے سپرد کر دی

یہ جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

صد افسوس! حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے قاتل تاحال گرفتار نہیں ہو سکے جو کہ ایک المیہ ہے۔ عمران خان پاکستان کے وزیر اعظم ہوتے ہوئے اور حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے دوست ہونے کے باوجود قاتلوں کی گرفتاری براہِ راست ان کی ذمہ داری ہے۔ پاکستانی عوام کا متفقہ مطالبہ ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ کے قاتل جلد از جلد گرفتار کیے جائیں اور ان کو قرار واقعی سزا دی جائے تاکہ آئندہ پاکستان کی سالمیت سے کھیلنے کی کوئی جرأت نہ کر سکے۔

الحاج محمد عبداللہ صدیقی، کراچی

کیا نصیب! اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے

برادر بزرگوار محمد عبداللہ صدیقی صاحب اپنے عظیم والد کی عظیم یادگار، اخلاص ومحبت کا پیکر مجسم، اہل علم سے محبت وللّٰہیت، ایک نادر نمونہ، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے عاشق زار، شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے محبّ مخلص، شہادت کا المیہ سنا تو بے قرار ہوئے اور ایک مفصل تعزیت نامہ لکھ ڈالا جس میں شہید کی سوانح کم اور شہادت کی فضلیت اور مقبول ومستجاب غائبانہ دعائیں زیادہ ہیں جو یقیناً شہید کے رفع درجات کا وسیلہ بنیں گی، نذر قارئین ہیں۔(ع ق ح)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ایسے غمناک والمناک موقع کیلئے یہ تجویز صبر لانے کیلئے بھی پیش کی کہ یہ مراقبہ بھی کرلیا جائے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ جہاں قادر مطلق اور حاکم مطلق ہونے کے ناطے اپنا حکم (موت اور اسکے مقررہ وقت کیلئے صادر) فرماتے ہیں وہیں وہ حکیم اعلیٰ بھی تو ہیں کہ ان کا کوئی حکم حکمت ومشیت اور مصلحت سے خالی نہیں ہوتا، اسی حادثہ فاجعہ میں آپ نے غور کیا ہوگا کہ اسباب سفاکانہ وظالمانہ تھے مگر حق تعالیٰ جل شانہ نے ۸۲ سال کی عمر میں شہادت عظمیٰ سے نوازا اور دن بھی وہ کہ عیدالمؤمنین والمسلمین اور سید الایام والا کہ جس دن نعمت شہادت ملی اور یہ نوید بھی کہ جمعۃ المبارک کی کسی گھڑی میں عالم بالا کی طرف کوچ کرنے والے مؤمن ومسلم سے قیامت تک حساب کتاب نہیں لیا جائیگا۔

کیا نصیب! اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے　　　عدو شرے برانگیزد کہ خیرے مادراں باشد

حافظ صاحب! آپکو کچھ یاد دلانا یا کوئی علمی واصلاحی بات کی طرف توجہ دلانا چھوٹا منہ اور بڑی بات اور سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، بایں ہمہ یاد آرہی ہے، آیت قرآنی کہ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (التغابن: ۱۱) ’’اللہ کے حکم کے بغیر کوئی مصیبت بھی نہیں آتی اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز جاننے والا ہے۔‘‘ تو جب کوئی مصیبت اللہ کے اذن اور حکم کے بغیر نازل نہیں ہوتی تو پھر مؤمن کیلئے تو لازم ہے کہ وہ اپنے دل کو راضی برضائے حکم ربانی کرلے کہ خود اللہ فرمارہے ہیں کہ ایمان والوں کے قلب کو (ہی) ہدایت نصیب ہوتی ہے، اگر خدانخواستہ بے قراری کو قرار نہ آئے

تو کہا جا سکتا تھا کہ ایمان اللہ کی قدرت اور حاکمیت پر کمزور تھا جبھی تو ہدایت دل کو نہ ملی (العیاذ باللّٰہ)

ایک اور مقام پر سورۂ حدید میں پورا غم اور خوشی کا فلسفہ ہی بیان فرمایا کہ مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَةٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِیۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِیۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرٌ لِّكَیۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰی مَا فَاتَكُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰىكُمۡ (الحدید:۲۲) ''جو کوئی مصیبت زمین پر یا خود تم پر پڑتی ہے وہ اس سے پیشتر کہ ہم اسے پیدا کریں کتاب میں لکھی ہوتی ہے بیشک یہ اللہ کے نزدیک آسان بات ہے تا کہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر رنج نہ کرو''۔

کتاب تقدیر میں پہلے سے لکھی ہوئی مصیبت ہی نازل ہوتی ہے اور اطلاع حق تعالیٰ اس لئے دے رہے ہیں کہ تقدیر اور لوح محفوظ کی تحریر پر راضی رہنے والے مسلمین اور مؤمنین اس حقیقت کو جان کر فوت ہونے والی شئے خصوصاً انسان پر حد سے زیادہ ملال اور افسوس نہ کریں اور جو کچھ انہیں اللہ اپنے فضل وکرم سے عطاء فرمادیں اس پر اترائے نہیں بلکہ یہ سمجھیں کہ یہ عطاء تو میرے رب کریم نے اپنے فضل وکرم سے میرے استحقاق کے بغیر ہی عطاء فرمائی تو پھر اترانا کیا تو جو کچھ ملا اسی کے فضل وکرم سے اور جو کچھ ملے گا، اسی کے لطف وکرم اور دست کرم سے ملے گا، (مفہوم آیات ربانی)

بلا شبہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک ہمہ جہت شخصیت اور مختلف النوع جہات پر قدرت وملکیت رکھنے والا عالم ربانی ہزاروں چاہنے والوں طالب علموں، شاگردوں اور صحت یافتہ باکمال عالموں کے درمیان سے اچانک راہی ملک بقا ہو جائے اور سفرِ آخرت پر سدھار جائے، تو بے شک طبعی غم اور افسوس ہونا تو لازمی ہے، کہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے......

مرگ صاحب دل جہاں را دلیل کلفت است شمع چوں خاموش گردد داغ محفل می شود

تاہم یادش بخیر کہ جہاں آب وگل میں سب سے بڑا ہوش ربا حادثہ فاجعہ اگر پیش آیا تو وہ باعث تخلیقِ کائنات، مبلغ فیوض وبرکات، سعادت دارین، آبروؤں اور اجسام وجانوں کو خلوص نیت کے ساتھ قربان کرنے والوں کے جھرمٹ میں سے عالم بقاء کی طرف رخصت کرنے والے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے دیکھتے ان پر افسردگی اور غم واندوہ کا کیا حال ہوا ہوگا کہ وہ تو آپ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ بھی سمیٹ لیتے تھے، بالوں کو بھی زمین کی طرف جانے سے روک کر تبرکاً جمع کردیتے تھے، وضو کا مستعمل پانی بھی زمین کی طرف نہ جانے دیتے تھے، تھوک اور بلغم کو ہاتھوں پر مل کر جسموں پر مل لیتے تھے تو پھر جدائی کا صدمہ کتنا شدید ہونا چاہئے تھا مگر نہیں! انہیں میں الصبر عندالصدمة الأولیٰ کے نبوی ارشاد پر عمل کرنے والے افضل البشر بعدالانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی

اللہ عنہ جیسے بھی صبر واستقامت کے پہاڑ بن گئے ، خود بھی سنبھلے اور دوسری عظیم ترین شخصیتوں کو بھی سہارا دیا انہیں خوب سنبھالا اور آخرامت کا شیرازہ بکھرنے سے بچا کر محبوب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مضبوط ترین سچا جانشین ہونے کا بہترین ثبوت عطاء فرمایا، جہاں یہ ایک حقیقت ہے کہ ......

یہ حالت ہوگئی ہے ایک ساقی کے نہ ہونے سے — کہ خم کے خم بھرے ہیں اور میخانہ خالی ہے

لیکن قانون قدرت خداوندی اور دنیا جہانوں کے تسلسل اور نظام چلانے والے کا دست قدرت اپنا کام دکھائے جاتا ہے ......

خداوند! یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی — کہ ہزاروں اٹھ گئے پھر وہی رونق باقی ہے مجلس کی

وہ خوش بخت وخوش وقت مجذوب ہیں ہم — کہ غموں میں بھی رہتے ہیں شادماں ہوکر

مولانا حافظ صاحب! مؤمنین ومسلمین شرفہم اللہ تعالیٰ کتنے خوش بخت اورانتہائی خوش نصیب ہیں کہ رحمۃ للعالمین ، شفیع المذنبین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل ہمیں جو جو نعمتیں ، رحمتیں اور برکتیں میسر آئی ان میں رہتی دنیا تک جوں کا توں صحیح سلامت رہنے والا عظیم ترین معجزہ قرآن پاک ہمیں عطا ہوا ، پڑھنے اور تلاوت کرنے والے سمجھنے والے سمجھانے والے عمل کرنے والے اور عمل کرانے والے بھی لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ہر زمانے میں رہتے ہیں ، حضرت مولانا شہیدؒ وہ عالمگیر محبوب ومقبول خاص الخاص شخصیت کے مالک تھے کہ ان سے محبت کرنے والے طالبعلموں ، جید عالموں سیاستدانوں اور عوام الناس الغرض سب مسلمانوں کو یہ توفیق حاصل ہورہی ہے کہ وہ ان کیلئے ایصال ثواب میں پیش پیش ہیں ، بلا شبہ ہزاروں لاکھوں قرآن ان کے نامہ اعمال میں جمع ہورہے ہیں ، انسانی شکل میں ہزاروں لاکھوں عقیدت مند ان کے لئے صدقہ جاریہ بن چکے ہیں ، ان کی اپنی حسبی نسبی اولادیں ، بیٹے بیٹیاں ، بھائی بہنیں ، پوتے پوتیاں ، نواسے نواسیاں اور رشتہ داروں میں سینکڑوں ہزاروں صدق نیت اور حسن نیت کے ساتھ انہیں قرآن حکیم کے حوالے سے اور دوسرے صدقہ ہائے جاریہ سے اور مغفرت و درجات کی بلندی کیلئے ان کے لئے بارگاہ رب العزت میں دعائیں کررہے ہیں اور کرتے رہیں گے ، کوئی انتہا ہے ان طروقِ ایصال ثواب کی ؟ یقیناً ہے رشک ایک خلق کو مولانا کی شہادت پر بلاشبہ یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے ۔

مولائے کریم نے قرآن پاک ہی کے وسیلے سے صابرین ، متأثرین ، مغمومین اور مصدومین کو یہ خوشخبری بھی تو دے دی کہ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ”بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔“

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

مولانا سمیع الحقؒ کو خلعتِ خونِ شہادت پہنانے کی تقریب

احقر ۲۱؍جون سے ۲۳؍جون ۲۰۱۹ء تک سفر عمرہ پر تھا کہ علمی خبرناموں میں طالبانِ افغانستان کا پندرہ رُکنی وفد اپنی طالب علمانہ وضع قطع، مسنون لباس، کرتہ وشلوار، عمامہ مبارک اور کشادہ چادروں میں ملبوس بڑے فاتحانہ انداز میں روس پہنچا اور دنیا نے دیکھا کہ جنہیں وہ ''بے رحم''، انتہا پسند اور دورِ حاضر کے تقاضوں سے ناواقف قرار دیتے رہے، روسی حکمران قیادت انہیں سیاستدان، مسلمان کی دینی و اسلامی قوت تسلیم کرتے ہوئے ان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ پوری عالمی میڈیا نے طالبان کا یہ فاتحانہ انداز پوری دنیا میں نشر کیا۔ مجھے شہید اسلام مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی یاد آنے لگی، وہ آج کا منظر دیکھتے تو ان کی خوشی اور مسرتوں کا کیا عالم ہوتا، ان ہی قلبی کیفیات جذبات پر احقر نے ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر شہیر مخدومِ محترم اور مخدوم زادۂ ذی قدر مولانا راشد الحق سمیع حقانی کے نام دو خطوط لکھے اور ان کے نام حرمین شریفین میں اپنی چند قلبی کیفیات کا اظہار بھی کیا۔ دونوں مکاتیب یکجا نذرِ قارئین ہیں............ (ع ق ح)

عزیز از جان مخدوم زادۂ ذی قدر و مخدومِ مکرم مولانا راشد الحق زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! ابھی طواف کر کے دُعا مکمل کی تھی کہ رفیق عزیز گل رحمٰن نے جھٹ سے کہا: استاد جی! مبارک ہو شہید ناموسِ رسالتؐ مولانا سمیع الحقؒ کی روحانی اولاد طالبانِ افغانستان کامیاب ہوگئے۔ میں حرم سے باہر آیا اور دیکھا آج کے تازہ منظر نامے میں عظیم سپر پاور روس کے اقتدار کو شہید ناموس رسالت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے شاگردوں کے پاؤں میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو عَش عَش کر اُٹھا، استاد جیؒ نے جو کچھ فرمایا تھا اور جس ولولے سے ان کی کامیابی کے مناظر وہ اپنی چشم بصیرت سے دیکھ رہے تھے آج ہم نے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے مردِ حق مردِ قلندر نے جس مشن کی خاطر نوکِ خنجر کے بوسے لئے وہی خون کے قطرے فتوحات کے جھنڈے بن کر آج پورے عالم پر لہرا رہے ہیں، میری آنکھیں اشکبار ہیں، قلم لرز رہا ہے۔ آج حضرت استاد جیؒ حیات ہوتے تو کیا منظر ہوتا، کتنے خوش ہوتے اپنی جدوجہد کے نقد ثمرات دیکھتے تو تشکر و امتنان سے ان کی کیا کیفیت ہوتی۔ اب میں مبارک باد کسے دوں؟ اس بات کی اہمیت وعظمت کی قدر کرنے والے کون ہیں، جن سے آدمی اپنا دردِ دل بانٹ لے......

میں اپنا رونا روؤں جا کر سامنے کس کے
رہا کون اپنے آنسو پونچھنے والا ہے رونے میں

آپ سے بے تکلفی ہے استاد جیؒ نہیں رہے آپ سے ان کی فتوحات کی تبریک عرض ہے استاد جیؒ کو تو جنت کے فرشتوں نے، شہداءِ افغانستان کی ارواح نے، جامعہ حقانیہ کے شہداء طالبان نے، خود نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے تبریک بھی دیدی ہوگی اور اپنے دامن میں بٹھایا ہوگا۔ خوشی ومسرت کے جشن کا انعقاد بھی کیا ہوگا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اس مبارک تقریب تبریک کے مہمانِ خصوصی ہوں گے، شہداءِ اُمت لشکروں لشکروں کی صورت میں آ آ کر دستار خونِ شہادت اور خلعت خون شہادت پہنا پہنا کر انہیں تبریک وتحسین کے کلماتِ طیبات سے مخاطب کر رہے ہوں گے مگر دنیا میں اللہ......

چمن کو اس لئے مالی نے خون سے سینچا تھا
کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

میں، مبارکباد کسے دوں؟ تبریک کسے کہوں؟ فتوحات کا سہرا کس کے گلے میں ڈالوں؟ استاذِ مکرم مولانا سمیع الحق شہیدؒ جو مشن لے کر آگے بڑھے تھے اس میں کامیاب ہوگئے اور آج ثمرات پوری دنیا پر آشکارا ہوگئے ہیں۔ میں حسب معمول تبریک کے لئے دوڑ پڑا درِدولت پر حاضر ہوا مگر وہ عازمِ اقلیم جنت ہوگئے تھے اور اب میں اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں ربّا! انہیں میرا سلام بھی پہنچا دے تبریک بھی اور ہمیں اب بھی ان کی نظر توجہ سے محروم نہ فرما۔

مخدوم زادۂ ذی قدر و مخدومِ مکرم مولانا راشد الحق سمیع حقانی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آج یہاں حرمین شریفین میں سیّدی واستادی شہید ناموسِ رسالتؐ مولانا سمیع الحقؒ کی یادوں نے بے حد تڑپایا۔ طالبان کا ۱۵ رُکنی وفد بڑے فاتحانہ انداز میں اپنے اسلامی لباس، اپنی طالبعلمانہ یونیفارم میں دنیا کے جابر ترین حکمرانوں اور اپنے وقت کی ایک عظیم سپر پاور کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے ببانگ دہل کہہ رہا ہے کہ افغانستان میں قیامِ امن کے لئے یہ لازمی ہے کہ امریکہ بھی اس سے نکل جائے جس طرح روس یہاں سے ذلیل ہوکر نکلا امریکہ کو بھی اب اپنا بوریا بستر لپیٹنا ہوگا۔ یہی موقف مولانا شہیدؒ کا تھا۔ آج وہی موقف حق کا پرچم بنا کر روسی دارالحکومت بلکہ دُنیائے عالم کے سٹیج پر لہرا دیا گیا ہے، شہید ناموسِ رسالت سیّدی مولانا سمیع الحقؒ کا یہی موقف تھا، یہی مشن تھا، اسی پر

رواں دواں تھے۔ مجاہدین اور طالبانِ افغانستان کی اسی نہج پر تربیت فرمائی اور ان کا یقین تھا کہ ایک وقت آئیگا کہ امریکہ کو بھی یہاں سے بوریا بستر سمیٹنا ہوگا۔ (الحمدللہ ستمبر کے مہینے تک امریکہ اور نیٹو مکمل طور پر ذلت آمیز شکست کے بوجھ سمیت افغانستان سے نکل رہا ہے) آج وہی کچھ ہو رہا ہے جو حضرت شہیدؒ کو نظر آرہا تھا، انہوں نے خنجروں کی یلغار تو برداشت کرلی، نوکِ خنجر کے بوسے تو لے لئے مگر اپنے موقف سے بال برابر پیچھے نہیں ہٹے ع خون پھر خون ہے جم جاتا ہے رنگ لاتا ہے

سنا ہے عشق کی معراج پنہاں ہے شہادت میں
چھری لاؤ ہمیں بھی اپنی قسمت آزمانے دو

بہرحال! آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ شہید کے خون نے تمام عالم پر آشکارا کر دیا کہ حق بظاہر دبایا تو جاسکتا ہے مٹایا نہیں جاسکتا۔ مجھے یہاں مکہ مکرمہ میں رفیق عزیز نے عالمی خبرنامے کی ایک جھلک میں روسی حکمرانوں کو ''طالبان'' کے پاؤں میں بیٹھنے کا منظر دکھایا،...... بے اختیار میرے آنسو چھلک پڑے، کاش! میرے حضرتؒ زندہ ہوتے اور اپنی آنکھوں سے اپنی فتوحات کا یہ منظر وہ خود دیکھتے تو ان کی خوشیوں و مسرتوں اور بارگاہِ ربوبیت میں تشکر و امتنان کی کیا کیا کیفیات ہوتیں؟......

درد کب دل میں مہرباں نہ رہا
ہاں مگر قابلِ بیاں نہ رہا
بجلیوں کو دُعائیں دیتا ہوں
دوش پر بارِ آشیاں نہ رہا

مگر ربِّ قدیر نے جہادی فتوحات کے لہراتے ہوئے جھنڈے انہیں عالم برزخ میں دکھا دیئے ہوں گے، فرشتوں نے انہیں تبریک پیش کردی ہوگی، شہدائے بالاکوٹ کی ارواح پُرفتوح نے انہیں دامن میں لے لیا ہوگا، شہداءِ افغانستان نے جہادی فتوحات کی تبریک پیش کردی ہوگی اور طالبان کے ہاں حاضر ہوکر حقانیہ کی تقریب دستار بندی کی طرح جشن منایا ہوگا اور بڑے فخر و امتیاز سے کہا ہوگا، استاد جی! جس طرح تم ہمیں مغازی پڑھایا کرتے تھے اور سال کے آخر پر ظلم و جبر و استبداد کے خلاف جہاد جاری رکھنے کا حلف لیا کرتے تھے اور ہماری دستار بندی کو شہداء کے کفن کا نام دے کر ہمیں تشجیعات سے نوازتے تھے، الحمدللہ ہم نے دنیا میں تمہاری پہنائی ہوئی دستارِ علم و جہاد کو دُنیا کی نجاست اور اقتدار کے متعفن اور غلاظت سے قطعی آلودہ اور اس کی مصنوعی شوکت و چمک پر مفتون ہوکر اسے نجاست آلود نہیں کیا بلکہ خونِ شہادت سے رنگین ہوکر بارگاہِ ربّ میں سرخرو ہوئے، استاد جی! اللہ نے تمہیں اس

خلعت خون شہادت سے سرفراز فرمایا جو آپ کے وسیلہ سے ہمیں ملتا رہا، استاد جی! وہ دیکھو شہداءِ افغانستان کے لشکر کے لشکر درِ دولت پر حاضر ہیں، تمہیں تبریک بھی کہہ رہے ہیں اور تشکر و امتنان کے جذبات لیکر حاضر خدمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کے جلو میں آج یہاں جنت کے شہداء بلاک میں تمہارے خیر مقدم، تبریک و تحسین، جمیع فتوحات کا منظر نامہ پیش کرنے اور جشن منانے کی غرض سے اعالمی کانفرنس کا روحانی اجتماع منعقد کیا گیا ہے۔ استاد جی! استاد جی! لیجئے! آگے بڑھئے! اپنے مشن میں کامیابی اور حصولِ شہادت میں صد فی صد نمبر لینے پر تمہاری دستار بندی کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

جس طرح جہادِ افغانستان کے آغازِ کار، رفتارِ کار اور طالبان دور کی فتوحات و انجامِ کار اور تا ایں دم جہاد کے رفتارِ کار میں آپ ہمارے محسن ہیں، مربی ہیں، شیخ ہیں، استاذ ہیں، قائد ہیں، سرپرست ہیں، ہم نے آپ کے اشارۂ آبرو پر جانیں قربان کردیں، اولادیں کٹوا دی، عزتیں لٹوا دیں مگر علمِ جہاد کو سرنگوں نہیں ہونے دیا، آپ کی تعلیم نے، آپ کی تربیت نے، آپ کے حوصلوں نے اور آپ کے جرأت مندانہ فیصلوں نے ہمیں کامیابیوں کے یہ خوبصورت منظر دکھائے، عرشِ رحمٰن کے نیچے جگہ ملی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن ملا، استاد جی! یہ سب آپ کی قربانیوں کا صدقہ ہے، استاد جی! یہ لیجئے! بارگاہِ ربّ کے مقرب فرشتے تمہاری جرأتوں، کامرانیوں، جہادی مشن میں کامیابیوں پر تمہاری دستار بندی کرنا چاہتے ہیں، یقیناً اس موقع پر محدثِ جلیل شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ بھی تشریف فرما ہوں گے، اپنے عظیم فرزندِ جلیل کی یہ مقبولیت، محبوبیت اور مرجعیت دیکھ دیکھ کر ربّ کا شکر ادا کر رہے ہوں گے، وہ دیکھو انہیں بھی لایا جا رہا ہے اور عالمِ آخرت کی تمام ارواح اور ملائکہ انہیں آفرین کہتے ہوئے تبریک کہہ رہے ہیں اور پوری فضا گونج رہی ہے کہ واہ مولانا واہ! تم نے جو بیٹا جنا تھا وہ واقعتاً الولد سر لابیہ کا سراپا تھا۔ وہ ۸۲ر سال کی عمر میں تمنائے شہادت لیکر وصلِ محبوب کے لئے ہمیشہ گنگناتے رہے......

یہ آنسو بے سبب جاری نہیں ہیں
مجھے رونے کی بیماری نہیں ہے
چمن میں کیوں چلوں کانٹوں سے بچ کر
یہ آئینِ وفاداری نہیں ہے
وہ آئیں قتل کو جس روز چاہیں
یہاں کس روز تیاری نہیں ہے

شیخ الحدیث مولانا زبیر احمد صدیقی
مدیر ماہنامہ ''صدائے فاروقیہ'' شجاع آباد

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی مظلومانہ شہادت

- ...... آپ کی حیاتِ مستعار کا آخری تصنیفی کارنامہ ''تفسیری نکات حضرت لاہوریؒ''
- ...... شریعت بل کے محرک
- ...... وہ مجاہدین دیوبند کے سپہ سالار شہید ٹھہرے
- ...... ملک وملت کے بہی خواہ، ہر دلعزیز شخصیت

پاکستان کے عظیم ممتاز دینی ادارے، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم، جمعیت علماء اسلام (س) کے سربراہ، دفاع پاکستان کونسل کے بانی وروح رواں، ممتاز کالم نگار اور مصنف، پرتاثیر خطیب، راسخ العلم مدرس، مدبر سیاست دان، جملہ دینی تحریکوں کے سرپرست ومعاون، افغان طالبان کے زبردست حامی اور جہاد کے علمبردار، شیخ الحدیث، استاد العلماء حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے جانشین ومسند نشین، حضرت اقدس مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ جامع الصفات شخصیت تھے۔

ہر دلعزیز شخصیت

آپ نہایت سادہ، متواضع، حق گو، جری، ملک وملت کے بہی خواہ، ہر دلعزیز شخصیت تھے، آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، بیاسی سال کی عمر میں بھی دسیوں افراد کا کام کر رہے تھے، مسند حدیث کے شیخ ومدرس، منبر ومحراب کے حق گو خطیب، میدان سیاست کے دھنی، تصنیف وتالیف اور کالم نگاری میں نامور ادیب، محقق ومدقق، ہر دینی تحریک وجماعت کے سرپرست تھے، دنیا میں آپ کی شناخت جہاد افغانستان وکشمیر کے ایک پرجوش حامی بلکہ سرپرست کی تھی، جبکہ پاکستان میں آپ کی شناخت اتحاد ملت اور دفاع پاکستان کے داعی کی تھی۔

شریعت بل کے محرک

آپ نے برسہابرس ملک پاکستان کے ایوان بالا میں ''شریعت بل'' پیش کیا جسے اس وقت کے سیاست میں ان کے اتحادیوں نے منظور نہ ہونے دیا، نفاذ شریعت کے لئے آپ نے بھرپور عوامی جدوجہد فرمائی، ملک میں فرقہ واریت کے خاتمہ کیلئے آپ تمام مکاتب فکر کو یکجا کیا اور ''ملی یکجہتی کونسل'' جیسا پلیٹ فارم مہیا کیا، ''دفاع افغانستان کونسل'' بنا کر امریکی بالادستی کے خلاف توانا آواز بلند کی، ''دفاع پاکستان کونسل'' میں مختلف جماعتوں کو جمع کر کے کشمیر کاز کی زبردست حمایت کی۔

حیات مستعار کا آخری تصنیفی کارنامہ

آپ کے حسن خاتمہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی حیات مستعار کا آخری تصنیفی کارنامہ ''تفسیری نکات حضرت لاہوریؒ'' ہے، آپ نے قرآن کریم کے ستائیس پاروں کی اپنے شیخ ومربی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے منقول تفسیری فوائد کو مرتب فرمایا، افسوس کہ یہ تفسیر پایہ تکمیل کو نہ پہنچی تاہم آپ کے جانشین اوراس کام میں معاون ان شاء اللہ ضرور مکمل فرمائیں گے، جو وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، تقریری میدان میں آخری دو تقاریر ناموس رسالتؐ اورآسیہ ملعونہ کے حامیوں کے دجل ومکر کے پردے چاک کردینے پر مشتمل ہیں، آپ اسلام آباد میں آسیہ ملعونہ کی بریت کے خلاف ہونے والے مظاہرے میں شرکت کے لئے پہنچے لیکن سفاک درندوں کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔

مجاہدین دیوبند کے سپہ سالار شہید ٹھہرے

ان کا ادارہ جامعہ حقانیہ ثانی دیوبند کا اعزاز رکھتا ہے اوروہ مجاہدین دیوبند کے سپہ سالار شہید ٹھہرے، احقر نے مورخہ ۷ نومبر/ ۲۰۱۸ء جامعہ حقانیہ حاضر ہوکر جامعہ کے موجودہ مہتمم مولانا انوارالحق دامت برکاتہم العالیہ، حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے جانشین حضرت مولانا حامد الحق حقانی، مولانا راشد الحق سمیع حقانی، داماد مولانا عرفان الحق حقانی، مولانا سید محمد یوسف شاہ، جامعہ کے اساتذہ اورطلباء کی خدمت میں اپنے ادارہ جنوبی پنجاب کے مدارس کی جانب سے تعزیت پیش کی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات عالیہ میں اضافہ فرمائے اورسفاک قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچائے۔(آمین)

مولانا محمد زمان حقانی
مدرس نجم المدارس ڈیرہ اسماعیل خان

نماز جنازہ کا منظر

مولانا محمد زمان حقانی صاحب، دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل ہیں، کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان کے معروف مدرسہ نجم المدارس کے صدر مدرس، شفیق استاد و اتالیق ہیں، کئی علمی کتابوں کے مصنف بھی ہیں، فراغت کے بعد حضرت بنوریؒ سے تخصص فی الحدیث پڑھا اور ''مصنفات فی الحدیث'' کے عنوان سے شاندار مقالہ لکھا، تواضع وانکسار ان کی طبیعت ثانیہ ہے اور گمنامی ان کی شان ...... (ادارہ)

مورخہ ۲ رنومبر ۲۰۱۸ء کو عشاء کے وقت حضرت مولانا سمیع الحقؒ شہادت کی اندوہناک خبر جب پہنچی تو بندہ اور مسجد میں موجود حضرات سکتہ اور ورطۂ حیرت میں مبتلا ہوئے، سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا ہوا اور کیسے یہ سانحہ پیش ہوا؟ بہر حال! قاضی محمد نسیم صاحبؒ سے رات نو بجے مشورہ کر کے طے ہوا کہ کل صبح سویرے بعد از نماز ایک سپیشل کوچ کر کے نماز جنازہ میں شریک ہونے کی کوشش کریں گے، الحمدللہ دو بجے ظہر کے قریب جنازگاہ کالج سے دو کلومیٹر پہلے نوشہرہ روڈ پر روک دیا گیا اور پھر پیدل چل کر جانا بھی مشکل تھا، بہر حال! مشکلات اور پولیس کے روکنے اور دیگر رکاوٹوں کے باوجود تین بجے کے قریب اندر داخل ہوئے الحمدللہ ایمبولینس میں رکھے ہوئے شہید کو تحیۃ سلام کیا اور پھر منتظم کے اعلانات کہ اہم علمائے کرام، معززین حکام وافسران، سیاسی رہنماؤں کیلئے آگے والی صفیں اعزازاً خالی کر دیں، بہر حال! ساڑھے تین بجے بمشکل جنازہ ادا کر دیا گیا، انتہائی رش کی وجہ سے کچھ دیر وہاں کالج میں انتظار کیا، بعد میں گراؤنڈ سے نکل کر دارالعلوم حقانیہ کی طرف پیدل روانہ ہوئے، اذان عصر ہو رہی تھی کہ ہم رفقاء وہاں پہنچے، مقبرہ کی جانب بڑا ہجوم تھا، کارکنان آگے جانے سے منع کر رہے تھے، چنانچہ نماز عصر جامعہ کی مسجد میں باجماعت ادا کر کے مقبرہ کی طرف تدفین میں شرکت کیلئے روانہ ہوئے، بڑی مشکل اور منت سماجت کر کے اندر جانے کی اجازت ملی، اندر کافی لوگ موجود تھے، تدفین ہو چکی تھی، تلاوت مسنونہ جاری تھی، اختتام پر حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزارویؒ نے طویل پرسوز دعا کی، سامعین کے رونگٹے کھڑے ہوئے، کوئی ایسی آنکھ نہ تھی جو اشکبار نہ ہوئی ہو۔

تدفین کے بعد مقبرہ ہی میں مولانا حامد الحق صاحب حضرت شیخ ہزاروی صاحبؒ اور دیگر

مشائخ وعلمائے کرام سے مصافحہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی بعدالمغرب شریعت ہال (دارالحدیث) میں بہت سے علمائے کرام ،معززین ، سیاسی رہنماء ،ممبران اسمبلی ودیگرحضرات کا تعزیت مسنونہ کیلئے ورود شروع ہوا اور مسلسل وفود کی شکل میں تعزیت کیلئے کافی حضرات آرہے تھے ، ہم کلاچی کے رفقاء نے چونکہ حسب پروگرام واپس جانا تھا، اس لئے حاضرین نے خصوصاً مولانا حامد الحق صاحب سے واپسی کی اجازت لے لی، چونکہ مخدوم زادہ حضرت مولانا انوارالحق صاحب کی طبیعت اس وقت ناساز تھی کچھ دیر آرام کیلئے دولت خانہ تشریف لے گئے تھے ،سفر کے طویل ہونے کی وجہ سے رفقاء نے یہ مشورہ کیا کہ ان کے انتظار کرنے میں دیر ہوجائے گی ، اس لئے مناسب ہے کہ ان کے گھر حاضر ہوکر تعزیت مسنونہ کی جائے ، چنانچہ تمام رفقاء نے حضرت مخدوم زادہ سے ان کے دولت خانہ حاضر ہوکر تعزیت کی آپ موصوف مدظلہ نے پرسوز دعاؤں سے رخصت فرمایا۔

بتلانا یہ مقصود ہے کہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے دارالعلوم حقانیہ میں اپنی پوری زندگی تدریسی ،علمی ، انتظامی طور پر مصروف رکھنے کے باوجود ملک وملت کیلئے سیاسی طور پر جو خدمات سرانجام دی ہیں، وہ تاریخ کا روشن باب ہے ،اللہ تعالیٰ نے انکے اخلاص نیت کی قدردانی کرتے ہوئے لاکھوں افراد کو نماز جنازہ میں شریک ہونے کی سعادت سے نوازا، چنانچہ اخبارات کی رپورٹ میں سات لاکھ تک افراد کی شرکت کا اندازہ لگایا گیا ،بہرحال! یہ تو ہمارا بھی مشاہدہ تھا کہ کئی کلومیٹر کا پورا راستہ (دورویہ سڑک بمعہ اطراف) اتنا رش تھا کہ پیدل چلنا بھی دشوار تھا، چنانچہ اخبار مشرق ۴؍نومبر پشاور کی سرخی (عنوان) یہ تھی ''مولانا سمیع الحق سپرد خاک، جنازہ میں انسانوں کا سمندر اُمڈ آیا'' اخبارات کے رپورٹر حضرات نے تو جنازہ میں شریک صرف چند نمایاں شخصیات علمائے کرام ، مشائخ عظام، سیاستدان ، وزراء اور ممبران اسمبلی کا تذکرہ کیا، ورنہ کتنے خاموش طبع اولیاء اللہ، مشائخ ، علمائے کرام ،مدرسین ، طلباء، علماء دینیہ، سیاسی زعماء ، امراء اورافسران حکومت اور دیندار مخلصین حضرات کی ایسے جنازوں میں شرکت ہوا کرتی ہے ، جن کے اخلاص اوردعاؤں کی برکات سے اتنے عظیم بڑے اجتماع میں کسی طرح امن وامان کا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا، ورنہ مخدوم زادہ مرحوم شہیدؒ کو اتنی بیدردی سے شہید کردینا اوران کے ہزاروں تلامذہ ، متعلقین کا اشتغال بڑی تخریب کاری کا سبب بن سکتا تھا، لیکن ان کے خاندان ، متعلقین نے جتنا صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا اوراس کی دوسرے حضرات کو بھی پرزور تلقین کی یہ سب مرحوم شہید کے ملک میں امن ومان کے داعی ،مبلغ اوردینی ، مذہبی ، ملی اورسیاسی خدمات کو پرخلوص سرانجام دینے کی کھلی اورواضح دلیل ہے ، اللہ تعالیٰ مرحوم شہید کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس کی نعمتوں سے نوازیں (ویرحم اللہ عبداً قال آمین)

قاری ولی الرحمٰن، ٹیکسلا
کالم نگار روزنامہ ''نوائے وقت''

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

عظیم مذہبی و سیاسی رہنماء ''دفاع پاکستان کونسل'' کے مرکزی چیئرمین، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم اور جمعیت علما اسلام کے سربراہ مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کو تقریباً ڈھائی برس ہونے کو ہیں آج تک حضرت مولانا سمیع الحقؒ کے قاتلوں کا سراغ نہیں لگایا جاسکا، مولانا شہیدؒ کے ساتھ میرا تعلق میرے اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا قاری حبیب الرحمٰن (سابق خطیب جامع مسجد مدینہ راجہ بازار راولپنڈی) کے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔

سیاسی سطح پر عظیم مدبرانہ کردار کے مالک

مولانا سمیع الحقؒ اندرون ملک اور بیرون ملک مذہبی اور سیاسی سطح پر عظیم مدبرانہ کردار کے مالک تھے، ذہین وفطین ہونے کے ساتھ انتہائی دلیر اور بہادر شخصیت کے مالک تھے، انہوں نے پوری زندگی ظالم و جابر حکمرانوں کے ساتھ کلمہ حق بلند کیا، مولانا کی نیت کا اخلاص تھا یا ان کا اپنا مقدر تھا کہ ہزار سازشوں اور کاوشوں کے باوجود انہیں مذہبی اور سیاسی افق سے کوئی بھی اندرونی و بیرونی طاقت کسی طرح بھی پیچھے ہٹا نہ سکی، ملک کے اندر یہودی اور مرزائی لابیوں کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ اور دین اسلام کے خلاف منظم سازشوں کو بروقت بے نقاب کر کے ان کا نیٹ ورک بے اثر کرنے کی کامیاب جدوجہد ہمیشہ ان کا مقدر رہی۔

مولانا سمیع الحقؒ کا شمار قدآور شخصیات میں

مولانا سمیع الحقؒ کا شمار قدآور شخصیات میں ہوتا تھا، جو دین اسلام کے اصولی اور سچے موقف پر ڈٹے رہنے کا گر جانتے تھے، آپ نے بطور سینیٹر پارلیمنٹ میں ''شریعت بل'' پیش کرنے کی تمام تر کاوشوں کا بھی مثالی ریکارڈ قائم کیا اور ملک کے تمام دینی طبقات کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ایک ذمہ دار دینی قائد ہونے کا عملی ثبوت فراہم کیا۔ شہید یاداشت کے اس قدر پختہ تھے کہ جو کوئی بھی

کارکن ایک بار ملاقات کر لیتا اور اپنا ابتدائی تعارف کروا دیتا تو پھر اس کارکن کو زندگی کے کسی اور موڑ پر مولانا سے ہونے والی ملاقات میں اپنا تعارف کرانے کی ضرورت پیش نہ آتی، مولانا سمیع الحقؒ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کی سیاست پر بہت زیادہ معلومات اور عبور رکھنے والی مستند شخصیت کے مالک تھے۔

خداداد صلاحیتوں سے مالا مال

اللہ تعالیٰ کی ذات نے انہیں ایسی خداداد صلاحیتوں سے مالا مال کر رکھا تھا کہ انہیں ہر جلسے اور پریس کانفرنس میں دیئے جانے والے اپنے بیانات اور تقاریر کا ایک ایک لفظ یاد رہتا تھا، مولانا سمیع الحقؒ جہاں علمائے کرام، مدرسین اور طلبہ کے قدر دان تھے وہاں عام کارکنان کو بھی بڑی عزت اور توقیر دیا کرتے تھے، افغانستان پر روس کا اثر ورسوخ ختم کرنے کے لئے جو تاریخی جدوجہد مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کی قیادت میں کی گئی وہ تاریخ کا حصہ بن چکی ہے۔

عالم اسلام کے معاملات پر گہری نگاہ

مولانا سمیع الحقؒ کی بین الاقوامی سطح پر بالخصوص عالم اسلام کے معاملات میں اس قدر گہری نگاہ تھی کہ سعودی حکومت کے سربراہان بھی مولانا سمیع الحقؒ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انہیں مشاورت و مذاکرات کا بادشاہ تسلیم کرتے تھے اور جب افغانستان میں روسی فوجوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑا اور طالبان کی جدوجہد رنگ لے آئی تو اس کا تمام تر کریڈٹ بھی مولانا سمیع الحقؒ کے حصے میں آیا اور تادم شہادت مولانا سمیع الحقؒ کا ''طالبان کے باپ'' ہونے کا لقب قائم ودائم رہا، مولانا سمیع الحقؒ اس عظیم المرتبت شخصیت کے فرزند تھے جنہیں لوگ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نام سے یاد رکھتے ہیں، وہ عظیم شخصیت علم وعمل کی بادشاہ تھے کہ سیاسی اور انتخابی میدان میں اکوڑہ خٹک کی نشست پر ۷۰ء کے انتخابات میں ذوالفقار علی بھٹو کے پارٹی ٹکٹ پر ضلع نوشہرہ کے جو بھی بڑے بڑے نواب اور خوانین اور وزیر اعلیٰ وغیرہ ان کے مقابلے میں آئے، سب شکست سے دوچار ہو گئے۔

خاندان کے ساتھ تعلق

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی دینی و تدریسی خدمات کو آگے بڑھانے کیلئے مولانا سمیع الحقؒ نے بہت زیادہ کردار ادا کیا، ۱۹۸۹ء میں راقم کے والد بزرگوار مولانا قاری حبیب الرحمٰن کا جب انتقال ہوا تو مولانا سمیع الحقؒ محلّہ عیدگاہ ٹیکسلا کی قدیمی آبادی کے محلے میں بنفس نفیس حاضر ہو کر

مغفرت و بخشش کی خصوصی دعائیں کیں اور راقم الحروف سمیت دیگر لواحقین قاضی خلیل الرحمٰن اور قاضی شفیق الرحمٰن سے اظہار تعزیت کی، مولانا سمیع الحق کا وہ بڑا پن آج بھی پوری طرح یاد ہے مولانا سمیع الحق نے زندگی بھر علمائے کرام کی بھرپور قدردانی کی اور منبر و محراب میں ڈیوٹی دینے والوں کو اپنی بھرپور سرپرستی اور شفقت سے نوازے رکھا۔ مولانا سمیع الحق کی جرات اور حق گوئی اور بیبا کی کے تمام مذہبی سیاسی حلقے اور عسکری ادارے بھی معترف تھے، ملک میں تحریک ختم نبوت کا معاملہ ہو یا تحریک عظمت ناموس مصطفیٰ کے ساتھ ساتھ عظمت صحابہ کی تحریک ہو مولانا سمیع الحق نے تمام تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، افغانستان سے سوویت یونین کا اثر و رسوخ ختم کرنے کے لیے جہاں مجاہدین اسلام نے بھرپور کردار ادا کیا اور روسی فوجوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور پھر ایک ایسا مرحلہ آیا کہ جب افغانستان سے طالبان کی اسلامی حکومت کو ختم کرنے کے لیے امریکی اتحادی افواج نے افغانستان پر حملہ کرنے کا آغاز کیا تو مولانا سمیع الحق پاکستان کی وہ واحد مذہبی وسیاسی شخصیت تھے جو بڑی دلیری اور بہادری کے ساتھ اپنا اصولی اسلامی اور مذہبی موقف لے کر میدان عمل میں نکلے اور پاکستان کی تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے امریکا اور اس کے اتحادی ممالک کے حکمرانوں کو للکارا۔

ان کی دلیری اور شجاعت

مولانا سمیع الحق کی دلیری اور شجاعت کے سامنے یہودی لابیاں ''دبک'' کر رہ گئیں، مولانا سمیع الحق نے سودی نظام کے خلاف اور مرزائیوں کو تحفظ دینے کے لیے چوری چھپے کیے جانے والے اقدامات کی نہ صرف کھوج لگائی بلکہ تمام تر حقائق جمع کر کے حکمرانوں کو سرعام للکارا اور مولانا سمیع الحق ایسی عظیم جرات رکھنے والے قابل قدر رہنماء تھے جنہوں نے وزیراعظم عمران خان کے سامنے کلمہ حق بلند کیا، مولانا سمیع الحق نے بعض دیگر مقتدر شخصیات کے سامنے بھی کھری کھری باتیں کیں اور پھر اس کا اظہار کرنے کے لیے راولپنڈی، اسلام آباد کے متعدد مذہبی و دینی اجتماعات میں کھل کر اپنا موقف پیش کیا، مولانا سمیع الحق کی سیاست سے ہزار اختلاف رکھنے والے لوگ بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ آپ بے خوف اور نڈر شخصیت کے مالک تھے۔

مولانا شہیدؒ کی ''حیات و خدمات'' پر اسلام آباد میں تقریب

ان کی عظیم علمی، دینی، سیاسی، سماجی، قومی، ملی اور پارلیمانی خدمات کو خراج عقیدت پیش

کرنے کے لیے گزشتہ دنوں اسلام آباد کے جناح کنونشن سینٹر میں عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس سے امیر جماعت اسلامی، سینیٹر سراج الحق، اہلسنت والجماعت کے سربراہ مولانا احمد لدھیانوی، دارالعلوم حقانیہ کے محترم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق، جے یو آئی کے امیر مولانا حامد الحق حقانی، جامعہ الرشید کراچی کے شیخ الحدیث مفتی محمد نے جناح کنونشن سنٹر اسلام آباد میں خدمات مولانا سمیع الحقؒ کانفرنس سے خطاب کیا، جس میں راولپنڈی اسلام آباد اور جڑواں علاقوں سے زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق اور مدارس دینیہ سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام اور طلبہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی، متذکرہ کانفرنس سے جناب محمد اعجاز الحق، جے یو آئی نظریاتی کے امیر مولانا خلیل مخلص، مولانا عبدالواحد، تحریک نوجوانان پاکستان کے عبداللہ گل، تحریک اتحاد امت کے سربراہ علامہ سید چراغ الدین شاہ آف راولپنڈی، مولانا عبدالقیوم حقانی نوشہرہ، مدینہ منورہ سے مولانا احمد علی سراج، مولانا راشد الحق سمیع، مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب، مفتی محمود الحسن کشمیری، مفتی رویس خان، مولانا حافظ احمد علی، مفتی حماد مدنی، مولانا عبدالوحید توحیدی، مولانا عبدالمجید اور مولانا عبدالخالق صاحبان نے بھی خطاب کیا۔

مقررین حضرات نے حالیہ دنوں میں جید علمائے کرام پر قاتلانہ حملہ، پشاور کے مدرسہ زبیریہ میں معصوم بچوں پر حملے اور مختلف مقامات پر علماء، اساتذہ اور دینی مدرسین کی پکڑ دھکڑ کی شدید مذمت کی اور حکومت سے قاتلوں کو گرفتار کرنے کا مطالبہ کیا، ''دفاع پاکستان کونسل'' کے چیئرمین مولانا حامد الحق نے اپنے خطاب میں کہا کہ عالم اسلام اس بات کا فی الفور نوٹس لے اور فرانس میں توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جو بھی حرکات کی جا رہی ہیں ان اقدامات کے خلاف سرکاری سطح پر اور عوامی سطح پر تمام تر فرانسیسی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے، انہوں نے کہا کہ مولانا سمیع الحقؒ کو بیدردی کے ساتھ شہید کر کے جن مقاصد کی تکمیل کی خاطر انہیں راستے سے ہٹایا گیا ہم ان کے مشن کے وارث زندہ ہیں، ہم مذموم عناصر کی ان ناپاک ارادوں اور مقاصد کی کسی صورت بھی تکمیل نہیں ہونے دیں گے، جس جرات اور بیباکی سے مولانا سمیع الحقؒ نے مسلک حقہ کو پروان چڑھایا ہم اپنی جانوں کے نذرانے دے کر اس روشن شمع کی روشنی کی بھرپور حفاظت کریں گے، انہوں نے کہا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مخلصانہ اور جرات مندانہ خدمات کو صدیوں یاد رکھا جائے گا۔

جناب شیرزادہ
پرنسپل گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول مدین سوات

اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت کا سن کر موت العالم موت العالم کی جیتی جاگتی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگی ، مرتے سب ہیں مگر بعض لوگ گمنامی کی موت مرتے ہیں بعض ایک خاندان کیلئے دکھ کا باعث ہوتے ہیں ، چند لوگ اپنے علاقے اور گاؤں کیلئے اور بہت کم ہی پورے ملک اور انسانیت کیلئے حزن وملال کا باعث بنتے ہیں، مولانا کا شمار ان ہی چند لوگوں میں ہوتا ہے، انکی وفات سے عوام وخواص ، علماء وطلباء سب ایک عظیم سرپرست ونگران سے محروم ہوگئے ۔

وما كان قيس هلكه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما
بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

جامع الکمالات والصفات

حضرت مولانا شہیدؒ کی ہشت جہت شخصیت کے جانے سے صرف مدارس، خانقاہوں اور مساجد کا نقصان نہیں ہوا بلکہ پوری قوم یتیم ہوگئی ہے ،تحریک دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت بخشی ہے کہ اس نے مختلف جامع الکمالات شخصیات پیدا کئے ہیں، جنہوں نے ایک ساتھ منبر ومحراب ، سیاست وسیادت ، شریعت وطریقت، تصنیف وتالیف ، صحافت وطباعت غرض ہر میدان میں قوم کی رہنمائی کا حق ادا کیا ، علمائے حق کے قافلے پر نظر کرتا ہوں تو حضرت مولانا ابوالکلام آزاد، شیخ الہند مولانا محمود الحسن ، مولانا سید حسین احمد مدنی ، مولانا شبیر احمد عثمانی ، مولانا غلام غوث ہزاروی ، مولانا مفتی محمود ، حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہم اللہ نے جس طرح قوم کی قیادت کی بعینہٖ اسی طرح شہیدِ ناموس رسالتؐ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے اس قوم

کی ہمہ جہت رہنمائی کا فریضہ تادم شہادت نبھایا، یہ بات شاذ و نادر ہی وقوع پذیر ہوگی کہ ایک شخص دن بھر جلسوں، جلوسوں میں قیادت کرے، خطبات دیں، انٹرویوز دیں اور رات کے بارہ بجے طلبہ کو بخاری جیسی عظیم کتاب کی بغیر تیاری کے درس دے کر طلبہ کا حق ادا کر کے ان کو مطمئن کرے مگر مولانا رحمہ اللہ کی ہستی وہی ہے جس نے ایسا کر کے دکھایا۔

عبقری شخصیت اور بیش بہا کارنامے

حضرت مولانا شہید رحمہ اللہ کی ڈائری ہم پڑھ چکے ہیں بچپن ہی سے عظیم آدمی بننے کے آثار دکھائی دینے لگے تھے انہوں نے دس گیارہ سال کی عمر میں علمی نکتے تحریر فرمائے، انتہائی کم عمری میں ملک بھر کے عظیم رجال کار سے استفادہ کیا، اولیائے کرام کی صحبتوں میں بیٹھ کر روحانی جلا حاصل کی اور اہل تصوف کے مجالس میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کیں ایسے مواقع بڑے نصیب والوں کو ملتے ہیں اور ایسے کارنامے اعلیٰ پائے کے ذہین وعبقری شخصیات ہی انجام دے سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے والد مکرم کے علمی انوارات اور سعادتوں کو ان میں جمع کیا تھا، قدرت نے حالات و ماحول ایسے دیئے جس سے یہ تارہ مہ کامل بن گیا۔

قرطاس وقلم کا شہنشاہ

قلم ایسا ملا کہ رواں دواں رہا، نتیجتاً بڑی تصنیفات وجود میں آئیں، صحافت میں قدم رکھا تو اس میدان کے شہسوار ثابت ہوئے، جلسہ گاہ میں پہنچے تو شاہِ خطابت بن کے ابھرے، تدریس کیلئے تشریف فرما ہوئے تو بحرِ تدریس کے بڑے بڑے شناوروں نے تسلیم کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اوقات میں برکت دی تھی، ان کی بابرکت زندگی کا کوئی لمحہ بیکار نہیں گزرا، ان کی سیاسی، تدریسی اور صحافتی مصروفیات دیکھ کر ان کی تصنیف وتالیف کا مشغلہ جاری رکھنا ان کی کرامت کی دلیل ہے، صحافت میں ۱۹۶۵ء سے تاحال ماہنامہ ''الحق'' کا سفر جاری رہا، وہ ''الحق'' جس نے ہمیشہ حق کا بول بالا رکھنے کیلئے پوری ہمت وحوصلہ کا مظاہرہ کیا ہے اور صحافتی دنیا میں اپنے لئے نمایاں مقام بنایا ہے، ''الحق'' کی ادبی زبان اور ملکی حالات وسیاسی نشیب وفراز پر بے لاگ تبصرے، مکتوبات اور علمی مضامین ومقالے اس رسالے کے اعلیٰ معیار کے شاہد عدل ہیں۔

اگر ان کی تصنیفات وتالیفات کا ذکر کیا جائے تو بے تحاشا مصروفیات کے علی الرغم انہوں نے جو کتابیں لکھی ہیں ان کی اپنی زبان میں وہ مؤلف من اللہ تھے اور النالہ التصنیف کے مصداق تھے۔

انہوں نے چند صفحات پر مشتمل رسائل نہیں لکھے بلکہ ہزاروں صفحات پر محیط کئی جلدوں پر مشتمل ضخیم کتابیں تحریر فرمائیں ،'' مکتوبات مشاہیر'' ۷ جلدوں پر مشتمل ہیں اور تین جلدیں زیر ترتیب ہیں، ''خطبات مشاہیر'' دس جلدوں پر مشتمل ہے ،شہید ناموس رسالتؐ کی آخری آرزو اور تمنا امام احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے تفسیری افادات پر مشتمل تفسیر پر کام کرنا تھا مگر ''اے بسا آرزو کہ خاک شد'' مولانا سورۃ النجم (۲۷ویں پارے) کے تفسیری نوٹس لکھ رہے تھے کہ داعی اجل کا پیغام آیا اور مولانا ''من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآن در بغل'' کے مصداق یہ ادھورا کام بغل میں دبائے رفیق اعلیٰ سے جا ملے، اس آخری تالیف کو مولانا اس قدر اہمیت دے رہے تھے کہ اوپن ہارٹ سرجری کے دوران بستر علالت پر ہسپتال میں پروف ریڈنگ کرتے رہے ، مولانا کے گہر بار قلم سے جو تصانیف وتالیفات وجود میں آئیں ، ان میں سے چند درج ذیل ہیں،'' قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف''، '' کاروان آخرت'' ،'' شریعت بل کا معرکہ''، '' حقائق السنن''، ''اسلام اورعصر حاضر''، '' دعوات حق''، ''خطبات حق''، '' اسلام کا نظام اکل وشرب''، ''زین المحافل''، ''خطابات مشاہیر''، '' مکتوبات مشاہیر'' وغیرہ۔

میدان سیاست کے شہسوار

مولانا کی شخصیت بڑی جامع اور اپنی ذات سے انجمن کی صحیح مصداق تھی، انکی تدریس وتحریر کا تذکرہ ہوا تو ان کی سیاسی زندگی کی ایک جھلک بھی ملاحظہ ہو، مولانا ایوان بالا اور ایوان زیرین کے رکن رکین رہے اور انتہائی فعال کردار ادا کرتے رہے ، مولانا اسرار مدنی نے ان کی پارلیمانی سیاست پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے جو چھپ چکی ہے، یہ وہی آخری کتاب ہے کہ سفر شہادت پر جاتے ہوئے مولانا شہیدؒ نے اس کا چیک شدہ مسودہ مولانا راشد الحق سمیع صاحب کے حوالہ کیا تھا، مولانا نے شریعت کے نفاذ کیلئے بھرپور تحریک چلائی ، شریعت بل پیش کیا اور اس کے پاس کرنے کیلئے پارلیمنٹ کے اندر وباہر عمومی رائے کو ہموار بنانے کیلئے سرتوڑ محنت وکوشش کی ، جہاد افغانستان کیلئے مجاہدین کی مکمل سرپرستی کی، ان کی ہر ممکن مدد کی، خود میدان جہاد میں شرکت کی ، دنیائے کفران کے اِس جہادی ومجاہدانہ کردار پر طعنے دیتی رہی ، برطانیہ و یورپ نے ان کے داخلے پر پابندی عائد کی مگر وہ مرد مجاہد سینہ سپر ہوکر حق کی حمایت سے دستبردار نہیں ہوئے ،تحریک نظام مصطفیٰ،تحریک ختم نبوت،تحریک شریعت بل، ملی یکجہتی کونسل ، دفاع پاکستان کونسل وغیرہ میں قائدانہ کردار ادا کیا، پاکستان کی سیاسی ومذہبی تاریخ میں انہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

سادگی وعاجزی

ایک ایک لمحہ ضائع کئے بغیر بھر پور زندگی گزارنے اور ملک وقوم کے ہر میدان میں رہنمائی کا حق ادا کرنے کے باوجود جب حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے حیات وخدمات کا مسودہ پیش کیا اور کچھ تحریر کرنے کی استدعا کی تو فرمایا۔ میں کیا اور میرے سوانح کیا؟ عمر رفتہ اور حیاتِ بے ثبات کے بارے میں میرا تأثر وہی ہے جو ایک فارسی شاعر ابوطالب کلیم کا ہے، جسے حساس، نباض، زیرک ودانا ابوالکلام آزاد نے ''غبار خاطر'' میں نقل کیا ہے کہ:

بدنامی حیات دو روزے نہ بود بیش
آں ہم باتو کلیم چہ گویم چشاں گذشت
یک روز صرف بستن دل شد بایں وآں
روزے دگر بہ کندنِ دل زیں این و آن گذشت

ایک اور جگہ فرمایا باقی رہی ایک بے مایہ اور بے سروسامان انسان کی سوانح اور حالاتِ اک مشتِ خاک جسے شاعر زبان میں......

آوارگانِ عشق کا پوچھا جو میں نشان
مشتِ غبار لے کے صبا نے اڑا دیا

تلامذہ ومتعلقین

یہ بات حوصلہ افزاء ہے کہ انہوں نے اپنے بعد رجال کار کی ایک بہت بڑی جماعت چھوڑی ہے، میرا خیال ہے اگر انہیں صرف مولانا عبدالقیوم حقانی ہی مل جاتے تو ان کی عظمت کیلئے کافی ہوتا، مولانا حقانی صاحب الگ سے ایک اکیڈمی کا کام کررہے ہیں، مولانا راشدالحق سمیع صاحب، مولانا حامدالحق حقانی صاحب وغیرہ بہترین اخلاف ثابت ہورہے ہیں، حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد فروری ۲۰۱۹ء کو''الحق'' کا سب سے بہترین شمارہ نظر سے گزرا تو غم وحزن اور خوشی اور مسرت کی عجیب ملی جلی کیفیت سے واسطہ پڑا، دکھ والم تو اس لئے کہ مولانا راشدالحق سمیع صاحب کے حرف حرف ولفظ لفظ سے غم وحزن کے آنسو ٹپک رہے تھے، ان کا قلم خون کی آنسو بہا رہا تھا، نہ جانے کتنے قارئین کو آبدیدہ بنایا ہوگا۔

خوشی ومسرت اس لئے ہوئی کہ مولانا کا قلم ایک ایسی شخصیت کے ہاتھ میں آیا ہے جنہوں نے ان کے حین حیات میں ہی موتمر المصنفین ،''الحق'' اور دارالعلوم کے بیشتر تعمیراتی وتعلیمی منصوبے کامیابی سے نہ صرف شروع کئے تھے بلکہ پایہ تکمیل تک بھی پہنچا دیئے ہیں، ما شاء اللہ یہ ان کے صحیح جانشین بن کر ابھرے ہیں، انہوں نے اپنے عظیم والد کی شہادت پر تعزیتی مضمون قلم توڑ کر لکھا ہے، تازہ فراق وجدائی نے ان کی تحریر کو سوز وگداز عطا کیا ہے، جس سے تحریر میں کشش وجذب کی کیفیت پیدا ہوئی ہے اور لفظ لفظ سے اخلاص وخلوص کے تاثرات ٹپک رہے ہیں۔

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ ان گنے چنے لوگوں میں شمار ہیں، جن کی شہرت دوران زندگی ہی ہر سو پھیل چکی تھی، مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی ہر تصنیف وتالیف میں ان کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے مگر مولانا سمیع الحق حیات وخدمات تقریباً نوسو صفحات پر مشتمل سوانح حیات لکھ کر مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو پیش کیا اور یوں حضرت شہیدؒ کی حیات ہی میں ان کو خراج عقیدت پیش کر کے ان کی دعائیں لیں۔

شہید ذوق ووفا

حضرت شہید رحمہ اللہ کی رحلت سے یقینی طور پر ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے جس کا پر کرنا ممکن نہیں ان کے جنازہ پر لوگوں کا ہجوم دیکھ کر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے جنازہ کی یاد تازہ ہوئی جس کے بارے میں پڑھا تھا کہ آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتوں نے جنازہ میں شرکت کی، ان کی رحلت پر بڑے بڑے علماء زار وقطار روتے رہے، صدر مملکت سے لیکر ملکی انتظامی ڈھانچے کے بہت اہم شخصیات نے جنازہ اور تعزیت میں شرکت کی، اسلامی مما لک کے وزراء اور سفراء میں سے بعض نے حاضری دی، بعض نے فون کئے اور تعزیتی پیغامات بھیجے ان کی زندگی کا سورج غروب ہونے کو آیا تو اللہ تعالیٰ نے شہادت جیسی لازوال نعمت سے نوازا، گویا کہ پوری زندگی دین کی خدمات کی نذر ہوئی۔

حاصل عمر نثار رہ یا کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

مولانا نعمان نعیم
ابن مولانا مفتی محمد نعیمؒ کراچی

اکوڑہ کا روشن چراغ بجھ گیا

- ...... انشاء ونثر نگاری، تصنیف وتالیف اور تحقیق میں مولاناؒ کا نام سرفہرست
- ...... مولاناؒ نثر میں ایک خاص طرز اور اسلوب کے موجد ومالک
- ...... برصغیر کے جید علماء میں مولانا شہیدؒ یورپ کی آنکھوں کا سب سے بڑا کانٹا

برادرم مولانا محمد نعمان نعیم صاحب، عالم اسلام کی مایہ ناز علمی شخصیت حضرت مولانا مفتی محمد نعیمؒ کے نہایت ہی قابل فاضل سنجیدہ بڑے صاحبزادے اور جامعہ بنوریہ عالمیہ کراچی کے مہتمم ہیں، اپنے مرحوم والد کی وفات کے بعد ان کے کندھوں پر اہتمام کا بارِ گراں آ پڑا جسے آپ اپنے والد کے اصولوں کے مطابق بہت احسن طریقے سے چلا رہے ہیں۔تعلیمی وفکری ہم آہنگی کے باعث برادرم مولانا محمد نعمان نعیم صاحب کی کامیابی کیلئے دل سے دعا گو ہوں۔(مدیر)

مولانا سمیع الحقؒ کی ذات گرامی علمی، ادبی، سیاسی، مذہبی، جہادی، صحافتی اور دینی حلقوں کیلئے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ یہ بات سب پر عیاں ہے کہ پاک وافغان کی بنجر زمین کی سرسبزی وشادابی میں مولانا سمیع الحقؒ کا حصہ سب پر بھاری ہے۔مملکت عزیز کی دینی وقومی روایات کے تحفظ ، بدعات وخرافات میں توحید وسنت کی شمعیں روشن کرنے، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل، مجاہد، عالم، محدث ومفسر، مناظر ومتکلم، قاری و حافظ ، فقیہ ومفتی اور ادبی وصحافتی شہسواروں کی فوج تیار کرنے میں مولانا کی شخصیت اور ان کا ادارہ ستاروں میں چاند کی مانند ہے۔ انشاء ونثر نگاری، تصنیف وتالیف اور تحقیق میں مولانا کا نام سرفہرست تھا۔ اپنے دور کے ایک نامور خطیب تھے، مولانا نثر میں ایک خاص طرز اور اسلوب کے موجد ومالک تھے، الفاظ اور تراکیب کے حسن اور اندازِ بیان سے عبارت میں ایک مخصوص رنگ جھلکتا ہے، واقفانِ حال سمجھتے ہیں کہ آپ کی تحریر میں ابوالکلام آزادؒ اور شورش کاشمیریؒ کی جھلک نظر آتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مولانا سمیع الحقؒ اردو زبان

کے ممتاز اور صاحب طرز ادیب ہونے کے ساتھ سحر البیان مقرر وخطیب بھی تھے۔ مولانا موقع محل کے مناسب ایسا انداز گفتگو کرتے تھے کہ ہر مقام پر جدت وندرت اور شائستگی پیدا ہو جاتی تھی۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جب مولانا نے قلم اٹھایا تو علمی دنیا کے شہنشاہ ادب بن گئے، ان کی کتابیں گواہ ہیں کہ وہ صاحب تخلیق اور بے مثال انشاء پرداز کی شکل میں نصف صدی سے زیادہ عرصے سے اسلامی ادبی دنیا پر حکومت کر رہے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ مؤرخ نے ان کے ساتھ درست انصاف نہیں کیا،تحریک ختم نبوتؐ کی کامیابی میں ان کا بہت بڑا حصہ تھا۔ ان کی کتاب ''قادیانیت، ملت اسلامیہ کا موقف'' اور دوسری کتاب ''قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ''اس پر دال ہے،مولانا کی ایک کتاب انگلش میں ہے، یہ بھی انٹرنیشنل پریس کو دیئے گئے انٹرویوز پر مشتمل خلاصہ ہے۔ برطانوی صحافی ایون ریڈلی (مریم) نے اس پر تبصرہ لکھا ہے، جہاد افغان میں انکی خدمات ایک مکمل روشن باب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ان کے''شریعت بل'' کی ایک طویل داستان ہے،ان کی کتاب ''شریعت بل کا معرکہ''لائق صد تحسین ہے۔مولانا کی زندگی کا سب سے حیران کن باب قومی اسمبلی میں ''شریعت بل''، نفاذ شریعت کی سیاسی و پارلیمانی جدوجہد اور افغان جہاد اور افغان لیڈروں سے تعلق کا ہے۔ مولانا کے اسمبلی کے مشترکہ فورم سے جتنے بھی خطاب ہوئے ہیں پڑھنے اور سننے کے قابل ہیں۔سینٹ کے چیئرمین صدر غلام اسحٰق خان صاحب کے سامنے ایون بالا (سینیٹ) میں''شریعت بل'' کا مقدمہ کےعنوان سے کی گئی تقریر بار بار پڑھنے کے قابل ہے، جو سینیٹ سیکرٹریٹ کے ریکارڈ میں موجود ہے،اسمبلیوں میں تحفظ اہل بیت وتحفظ صحابہؓ پر مولانا کی تقاریر ریفرنس کا کام دیتی ہیں۔

دنیا کے تمام بڑے لیڈروں، ریاستی سربراہوں،علمی وادبی زعماؤں اور نامور شخصیات نے مولانا کو تفصیلی خطوط لکھے ہیں۔ ایران کا صدر ہو یا سعودی عرب کا بادشاہ، افغانستان کے حکمران ومجاہد رہنما ہوں یا عراق وفلسطین کے زعماء، نئی دنیا کے کرتا دھرتا سے لے کر تیسری دنیا تک کے با اثر لوگ و حکمران طبقے کے ساتھ مولانا کسی نہ کسی صورت میں رابطے میں ہوتے تھے۔ دارالعلوم حقانیہ اور مولانا واحد انسان ہیں جن سے پاکستان کے کسی بھی ادارے اور لیڈر سے زیادہ مغربی دنیا نے انٹرویوز قلمبند کیے۔ جدید دنیا کے ہر معتبر میڈیا فورم نے ان سے طویل انٹرویو بار بار کیے۔

برصغیر کے جید علماء میں یورپ کی آنکھوں کا سب سے بڑا کانٹا مولانا سمیع الحقؒ تھے۔ یورپ کا پورا میڈیا اس بات پر اتفاق کرتا تھا کہ مولانا سمیع الحقؒ ''فادر آف طالبان'' ہیں،(افغان طالبان) کا لقب بھی مولانا شہیدؒ کو یورپی میڈیا نے ہی دیا ہے۔ امیر المومنین ملا عمرؒ سمیت کئی وزراء نے مولانا سمیع الحقؒ کے ادارہ سے تعلیم حاصل کی ہے اور ان کی جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے سند فراغت حاصل کی ہے۔ یہ بات بھی ریکارڈ پر ہے کہ جب بھی افغان مجاہدن میں اختلافات ہوئے تو مولانا

سمیع الحقؒ نے ان اختلافات کو ختم کروایا ہے۔ ملا عمرؒ اور اسامہؒ کے درمیان اختلاف بھی کئی بار مولانا سمیع الحقؒ نے رفع دفع کروایا۔ ''ملی یکجہتی کونسل''، ''ایم ایم اے''،'' متحدہ دینی محاذ''،''دفاع افغانستان کونسل''، دفاع پاکستان کونسل کے بھی اصل بانی و خالق مولانا سمیع الحقؒ تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں اوروں نے کڈنیپ کیا۔تحریک ختم نبوتؐ،۱۹۷۳ء کے آئین کی تیاری،''شریعت بل'' کی منظوری میں پاکستان کی کسی بھی مذہبی جماعت کے لیڈر یا عالم دین سے سب سے زیادہ کوشش اور کردار مولانا سمیع الحقؒ کا ہے۔تحریری وتحریکی جدوجہد اور دینی وملی اغراض کے لیے مولانا سمیع الحقؒ ۱۹۵۰ء سے مسلسل کوشاں رہے۔نصف صدی تک جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما رہے۔ ان کی تحریکی زندگی بلاشبہ قابل تقلید ہے۔مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبداللہ درخواستیؒ اور شیخ القرآن غلام اللہ خانؒ جیسے جلیل القدر علماء کیساتھ طویل عرصہ تحریکی و سیاسی جدوجہد کی،''دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک'' پاکستان ہی نہیں برصغیر پاک و ہند کا بڑا دینی ادارہ ہے، جہاں سے ہر سال دستار فضیلت حاصل کرنے والے فضلاء کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہوتی ہے، ملک وملت کے کئی ممتاز رہنما اسی ادارے کے فاضل اور تربیت یافتہ ہیں، جہادِ افغانستان کی صف اول کی قیادت یہیں کی خوشہ چین رہی، مولانا محمد نبیؒ، مولانا یونس خالصؒ، پروفیسر سیاف اور مولانا جلال الدین حقانیؒ، اسی چشمہ فیض سے وابستہ رہے اور''دارالعلوم حقانیہ'' ہی کی نسبت سے خود کو حقانی کہتے رہے، پاکستان میں اسلامی سیاست کے صفِ اول کے رہنما حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ بھی اسی''دارالعلوم حقانیہ'' کے فاضل ہیں، انہوں نے علوم دینیہ کی مکمل تعلیم یہیں حاصل کی اور نو سال تک یہاں سے طالب علمانہ فیض اٹھاتے رہے۔حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے جس انداز سے اپنے عظیم والد کے بعد اس ادارے کو بڑھایا، سنوارا اور اس کے فیض کو عام کرنے کیلئے ممتاز محدثین اور اساتذہ کو جمع کر کے وہاں کے منصب درس و تدریس کی رونقوں کو نہ صرف یہ کہ بحال رکھا بل کہ اسے مزید جلا بخشی، یہ ان کے تدبر، فہم و بصیرت، علمی ذوق، علمی میراث کے تحفظ اور اہل علم کی قدر دانی کا ایک نمونہ ہے، انہوں نے اس علمی ادارے کی آبیاری میں سیاسی پگڈنڈیوں کے پیچ وخم اور ذاتی پسند و ناپسند سے بالا ہو کر بڑی وسیع الظرفی کا مظاہرہ قائم رکھا، ان کی اسی مدبرانہ پالیسی اور مومنانہ صفت کا نتیجہ ہے کہ دارالعلوم حقانیہ آج بھی طالبان علوم نبوتؐ اور اہل حق کے سیلِ رواں کا پاکستان میں سب سے بڑا مرجع ہے۔مولانا سمیع الحق صاحب رحمہ اللہ کا ایک بڑا کارنامہ ماہنامہ''الحق'' کا اجرا ہے جو گزشتہ نصف صدی سے روشنی بکھیر رہا ہے،''الحق'' نے ایوانوں اور بیابانوں میں حق کی صدا بلند کی اور عرصے تک ویران راستوں کے اندھیروں میں قندیلِ ایمانی بنا رہا، نہ جانے بھٹکے ہوئے کتنے مسافر اس سے درست سمتوں کی رہنمائی لیتے رہے!!

قاری شبیر احمد عثمانی
مدیر ماہنامہ ''صدائے ختم نبوت'' چناب نگر

مولانا سمیع الحقؒ بھی امر ہو گئے

بوڑھے جرنیل حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو درندہ صفت بدقماش ، بدترین اسلام دشمن قاتلوں نے انتہائی بیدردی سے خنجروں کے پے درپے وار کرکے جس سفاکیت اور بربریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہید کیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام وملک دشمن قوتوں کوان سے کتنی تکلیف تھی، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کوایسے وقت میں شہید کیا گیا ہے جب پوری قوم آسیہ مسیح (جوتوہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملزمہ تھی) کوسپریم کورٹ کے ججوں نے عدالت کے ذریعے بے گناہ قرار دے کر بری کرکے رہائی کا حکم صادر کیا ،قوم اس افسوس ناک فیصلہ کی وجہ سے سراپا احتجاج بنی ہوئی تھی اوررنجیدہ تھی کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کی مرتکب ملعونہ آسیہ کو بری کر دیا گیا۔ ملک میں احتجاجی مظاہرے ، ریلیاں اور ہرکلمہ گومسلمان کی آنکھ اشکبار نظر آرہی تھیں،ان حالات میں ایک جید عالم دین، سیاسی ومذہبی شخصیت جن کی ساری زندگی قرآن وحدیث کی خدمت کے علاوہ وطن عزیز میں امن وسلامتی کیلئے گزری جن کا فیض عالم اسلام میں پہنچ رہا تھا ، جو وطن عزیز میں ہرلحاظ سے امن کی علامت سمجھے جاتے تھے ، ہمیشہ اسلام اورملک کی خدمت کو دینی فریضہ سمجھ کر مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے ہمہ جہت خدمات سرانجام دیں۔

ان کی ساری زندگی متحرک اورفعال کردار اداکرتے ہوئے گزری ہے۔آپ اپنے والد گرامی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی وفات کے بعد نہ صرف سیاسی جانشین تھے بلکہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک (جو کہ ثانی دارالعلوم دیوبند کے نام سے مشہور ہے) میں مسند حدیث پرجلوہ افروز نظرآتے ،عرصہ ساٹھ سال سے اللہ تعالیٰ نے ان سے قرآن وحدیث کی خدمت کا کام لیاہے ،جن کے بلاشبہ لاکھوں شاگردان پوری دنیا میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں ، جامعہ حقانیہ پاکستان میں صف اول کا ادارہ ہے ،مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کی سرپرستی میں اس نے علماء ومجاہدین پیدا کئے ، جس پر دنیائے اسلام معترف ہے ، اسی طرح مولانا شہید رحمہ اللہ نے پاکستان میں ہمیشہ ہر دینی

وسیاسی تحریکات کی قیادت کی ہے، افغانستان میں جب سوویت یونین نے اپنی فوجیں اتاری تو اس کے خلاف جہاد میں جامعہ حقانیہ کے فضلاء نے شاندار کردار ادا کیا اور دنیائے کفر کو ذلت آمیز شکست و ریخت سے دوچار کیا بعد ازاں جب افغانستان میں انارکی اور خانہ جنگی کا ماحول پیدا ہونے لگا تو افغانستان کے دینی مدارس کے طلباء نے ''طالبان'' کے نام سے تحریک کا آغاز کیا، جس کی صف اول کی قیادت میں جامعہ حقانیہ کے افغان طلباء تھے، عالمی طاغوت اور اس کے حواریوں کو سوویت یونین اور نیٹو کو تگنی کا ناچ نچانے والے عظیم کمانڈروں کا تعلق جامعہ حقانیہ سے تھا، حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اور جامعہ حقانیہ کا کردار ناقابل فراموش ہے، ہر تحریک خواہ تحفظ ختم نبوتؐ کی ہو، تحریک مدح صحابہ رضی اللہ عنہم ہو، وطن عزیز کے استحکام کی ہو، نفاذ شریعت کی ہو، ملی یکجہتی کونسل کے پلیٹ فارم سے فرقہ واریت کے خاتمہ کی ہو، وطن عزیز کو اندرونی وبیرونی جارحیت وخطرات سے نجات دلانے کیلئے ''دفاع پاکستان کونسل'' کی ہو، ہر محاذ پر مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا کردار انمول اور امتیازی رہا ہے۔

اسی طرح ملکی قوانین کی اسلامائزیشن میں شاندار خدمات ان کے حصہ میں آتی ہیں، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے بھرپور حمایت کی بلکہ عالمی میڈیا کے سامنے طالبان موقف کی ترجمانی بھی غیرت ایمانی سمجھ کر کی ہے، اسی طرح مولانا شہید رحمہ اللہ نے ہر دور میں باطل قوتوں کے خلاف ڈٹ کر نہ صرف کام کیا بلکہ کلمہ حق بھی بلند کیا اور دینی قوتوں کو بھی جوڑنے میں اپنا مثبت کردار ادا کرتے رہے، بہرحال! مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی جدوجہد قابل ستائش ہیں۔

مولانا سمیع الحقؒ کے ساتھ راقم الحروف کا دیرینہ تعلق تھا، وہ کئی مرتبہ چناب نگر میں انٹرنیشنل ختم نبوتؐ کانفرنس میں تشریف لائے، وہ ہمیشہ تحفظ ختم نبوتؐ کے مشن پر کام کرنے پر حوصلہ افزائی فرماتے اور دعائیں دیتے تھے، وہ ہمیشہ ''دفاع پاکستان کونسل'' کے اجلاسوں کے دعوت نامے بھجواتے، کئی مرتبہ راقم الحروف نے شرکت کی، اس موقع پر مولانا اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانے پر ساتھ بٹھاتے اور قائدین ختم نبوت کا تذکرہ فرماتے تھے، حق تعالیٰ شانہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے درجات بلند فرمائے، اور بال بال مغفرت فرمائے ان کی یادگار ادارہ جامعہ حقانیہ سمیت اداروں کو ہمیشہ کیلئے شاد و آباد رکھے۔ (آمین)

مولانا حفیظ الرحمٰن ہزاروی
کالم نگار ''ضرب مؤمن'' کراچی

طاغوت کی آنکھوں کا کانٹا

- ...... افغان امن عمل کے حوالے سے ان کی اہمیت مسلم تھی۔
- ...... بھائی چارے کو فروغ دینے اور اصلاحِ معاشرہ کی کوششوں میں لگے رہے

وہ تھے تو انتہائی ضعیف لیکن اپنے مشن وکاز کے راستے میں کسی چیز کی پروا کئے بغیر آگے ہی آگے بڑھتے چلے جانے کے عادی تھے ،۸۲ برس کی عمر عمومی طور پر پیرانہ سالی کا وہ زمانہ ہوتا ہے کہ انسان چارپائی ہی سے چپکا رہتا ہے لیکن قوم کے جن ملاحوں کے سامنے امت کی ڈوبتی ناؤ ہچکولے کھا رہی ہوتو ان کو کہاں چین وسکون نصیب ہوتا ہے؟

اپنے دل کے قرار واطمینان اورحق کا بول بالا کرنے کی خاطر ڈنکے کی چوٹ پر بات کرنا انہی کا شیوا تھا ،شہید موصوف ان چنیدہ افراد میں سے تھے جنہیں معاشرے میں ایک اہم مقام حاصل تھا ، وہ ایک نامور سیاسی رہنماء ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ استاد ، ادیب اور مختلف دینی تحریکوں کے بانی وسرپرست رہے ہیں وہ ہمہ جہت خوبیوں کے مالک تھے ، بلند پایہ صفات سے متصف وہ عظیم رہنما عاجزی ومسکنت کی زندگی بسر کرکے اور اپنی روشن زندگی کے انمٹ نقوش چھوڑ کر اس جہانِ فانی کو خیرباد کہہ گیا۔

شہادت کا جام پینے کے اس متلاشی نے اپنی ساری زندگی فقیری ومسکنت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کی خدمت میں گزاری ، ٦٠ برس سے زائد کا عرصہ باقاعدگی سے درس وتدریس میں صرف ہوا ، وہ ہزاروں علماء اور لاکھوں طلبہ کے محسن ومربی اور درویش مزاج انسان تھے ، افغانستان کی اسلامی قیادت سے قریبی مراسم کی بناپر وہ طاغوت کی آنکھوں میں ہمیشہ سے کھٹکتے رہے ہیں ، افغان امن عمل کے حوالے سے ان کی اہمیت مسلم تھی ، افغان تعلقات کی بحالی اور دونوں ملکوں سمیت پورے خطے میں امن واستحکام کیلئے عملی کوشش ان کی شخصیت کے وہ اہم

پہلو تھے جو انتہائی اہمیت رکھتے تھے، گویا وہ ایک پل کا کام دیتے تھے، ایسے لوگ تو یقیناً دشمن کی آنکھ کا کانٹا قرار پاتے ہیں، دشمن ہمیشہ سے ایسے لوگوں کی تاک میں رہتا ہے، لیکن وہ درویش صفت انسان اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آزادانہ گھومتے پھرتے رہے اور بیبا کی سے حق گوئی کرتے رہے، آنکھوں میں آنکھیں ڈال مدمقابل کو للکارنا انہی کا خاصہ تھا۔

پیرانہ سالی اور بیماری کے باوجود کسی صورت آرام سے بیٹھنے کے ہرگز روادار نہ تھے، شہادت ان کا مطلوب ومقصود تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا وآرزو پوری کردی، قاتلوں نے تو اپنی شقاوت وبدبختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس بزرگ مجاہدِ ختم نبوت کو بڑی ہی بے دردی سے گھائل کیا، لیکن انہوں نے یہ تکلیف اپنی کسی ذاتی غرض سے نہیں، بلکہ حرمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقدیس کی خاطر برداشت کی اور بالآخر اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کرکے ہمیشہ کیلئے امر ہوگئے، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت سے جو ایک خلا پیدا ہوا ہے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی کمی شدت سے محسوس ہوگی، موت تو یقیناً سب کو آنی ہے، غور کیا جائے تو اجل دکھ، غم، افسوس اور رنج والم چھوڑ جاتی ہے لیکن حادثاتی موت کی تکلیف اور بھی زیادہ سخت ہوتی ہے، شہید موصوف کی زندگی کا بڑا حصہ عوام کیلئے جدوجہد میں گزرا، ملک میں فرقہ واریت نے سر اٹھایا تو انہوں نے آگے بڑھ کر ملی یکجہتی کونسل کی بنیاد رکھی، بھائی چارے کو فروغ دینے اور اصلاحِ معاشرہ کی کوششوں میں لگے رہے، پھر آگے چل کر ایم ایم اے کی بنیاد رکھی اور بین المسالک ہم آہنگی کو فروغ دیا۔

پاکستان کے قبائلی علاقوں پر امریکی ڈرون حملوں کے نتیجے میں قبائلی مسلمانوں کا جب خون بہایا جانے لگا تو وقت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے ملک کی کئی اہم دینی وسیاسی جماعتوں کو اپنے ساتھ شامل کرکے دفاع پاکستان کونسل کے نام سے ایک نیا اتحاد قائم کیا، جس نے سرحدوں کی پامالی کے خلاف مؤثر آواز بلند کی اور ظلم کے خلاف جدوجہد کی، مولانا شہید رحمہ اللہ کی دینی، علمی اور قومی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائیگا۔ جنازہ میں عقیدت مندوں کا ایک سیل رواں تھا، جو اُمڈ چلا آرہا تھا، بوڑھے، جوان اور حتی کہ معذور بھی حضرتؒ کے جنازہ میں شرکت کو اپنی سعادت سمجھتے ہوئے کھنچے چلے جارہے تھے، تقریباً ہر آنکھ اشک بار تھی، تاحدِ نگاہ انسانی سر ہی سر دکھائی دے رہے تھے، جنازہ کیلئے مخصوص گراؤنڈ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، لوگوں نے گراؤنڈ سے متصل کھیتوں اور روڈ پر نماز جنازہ ادا کی، اللہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطاء فرمائے، پسماندگان اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔ (آمین)

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

اُمت کا سرمایۂ حیات لٹ گیا

موت کے ہاتھوں سے مٹ سکتا اگر نقشِ حیات
عام یوں اس کو نہ کر دیتا نظامِ کائنات

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دِوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گذری

۲ر نومبر ۲۰۱۸ء کی عصر کے بعد عزیزم محمد طیب سلمہٗ ربہٗ نے اچانک خبر دیتے ہوئے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ کو شہید کر دیا گیا ہے، ایسی اچانک اور بھیانک خبر دل ماننے کو ہرگز تیار نہ تھا میں نے کہا، بیٹے! خاموش رہو، یہ ہوائی کسی نے اُڑائی ہوگی محمد طیب سے مکالمہ ختم ہوا تو برادرِ محترم الحاج محمد اسد نے فون کیا اور کہا کہ میڈیا کے تمام چینل مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کی خبر دے رہے ہیں اس کے بعد تو ٹیلی فونک رابطوں پر جگہ جگہ سے اطلاعات اور خبر کی صداقت معلوم کرنے کیلئے رابطہ کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا میں استعجاب اور غم واندوہ کے ملے جلے جذبات کے درمیان کچھ ہکا بکا سا رہا۔ ابھی چند لمحے گزرے تھے کہ جامعہ ابوہریرہ کے مشائخ واساتذہ میرے گھر کے دروازے پر پہنچ گئے باہر نکلا، حقیقت سے آگاہی ہوئی سب غم واندوہ سے ساکت وصامت اور دم بخود تھے میرے پاؤں تلے زمین نکل گئی ادھر طلبہ محوِ حیرت اور سراپا مجسمۂ گریہ وبکاء بن گئے تھے اساتذہ نے انہیں مسجد میں بلالیا اور مجھے کہا کہ طلباء آگاہ ہو گئے ہیں غمزدہ ہیں انہیں تسلی دیں میں نے خطبہ پڑھا جذبات بے قابو تھے بات کرنے کا یارا نہ تھا چند جملے ابھی نہ کہہ پایا تھا کہ طلبہ کی چیخیں نکل گئیں۔

اُمت کا سرمایۂ حیات

اس خبر وحشتِ اثر کو اچانک اور بغیر کسی ذہنی آمادگی کے سن کر سب کے دل دھک سے رہ

گئے اور ایسا لگا جیسے کسی نے نہ صرف میرا ہی نہیں بلکہ پوری اُمت کا سرمایہ حیات لوٹ لیا ہے آثار و قرائن اور میڈیا کی اطلاعات سے خبر کی سچائی کے باوصف دل کی گہرائیوں میں مَعاًیہ معصوم خیال مسلسل پیدا ہوتا رہا کہ کاش! یہ خبر غلط ہو لیکن تمام ذرائع ، میڈیا کے تمام چینلز اور دارالعلوم حقانیہ کے دفتر سے یہ تحقیق ہوگئی کہ محدث جلیل شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ ، حقانی برادری، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ وطلبہ ، اپنی نسبی اور روحانی اولاد بلکہ پاکستان کے تمام مسلمانوں کو یتیم سا چھوڑ کر خلعتِ خونِ شہادت پہن کر اپنے ربّ کے جوارِ رحمت میں جا چکے ہیں (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

فعّال متحرک اور سرگرم شخصیت

ہر چند کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ چند ماہ قبل دل کا آپریشن کر چکے تھے،ضعف وعلالت اور مرض کے تمام تر اثرات کے باوصف معاصر علماء، سیاسی زعماء، عمائدین قوم وملت اور دانشوروں کے درمیان ان کی ممتاز ، فعال ، متحرک اور سرگرم شخصیت کے پیشِ نظر اس خبر کی تصدیق میں خاصا تردد رہا اور یہ حادثہ ایک ناگہانی واقعہ سا محسوس ہوا خصوصاً اس لئے بھی کہ چار روز قبل ان کے ساتھ '' ساعتے با اہل حق'' کے لحات حاصل تھے، ان کے عزائم جواں تھے حوصلے بلند تھے میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں دل کے آپریشن کے بعد جوانی کے ولولے محسوس کرتا ہوں مولانا سمیع الحق شہیدؒ دمِ واپسیں تک سرگرمیٔ زیست کی راہ پر محوسفر رہے لیکن کیا کیا جائے جب کسی کی موت کا وقتِ معین آجاتا ہے تو ایک لمحہ کے لئے بھی مؤخر نہیں ہو پاتا ہماری خواہش ، ضروریات اور توقعات اس کو نہیں ٹال پاتیں ۔

فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ (الاعراف : ٣٤)

''چنانچہ جب ان کی مقررہ میعاد آجاتی ہے تو وہ گھڑی بھر بھی اُس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے''

احترام ومحبت کی پہلی پُرشکوہ تصویر

میں ۱۹۷۱ء یعنی اپنی طالب علمی کے سال اول سے ماہنامہ '' الحق'' کا باقاعدہ قاری بن گیا تھا مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے وقیع تحریروں ، اپنی واضح علمی عظمت اور علمی وادبی اور مربوط مضامین کے مطالعہ سے میرے معصوم دل کے سادہ صفحے پر احترام ومحبت کا پُرشکوہ شیش محل بنالیا تھا۔ ۱۹۷۵ء میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا ۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنی پُر رونق شکل وصورت سے میری نگاہوں میں بس گئے ان کی خوبصورت حسین تصویر دل پر نقش ہوگئی ......

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکا لی دیکھ لی

دلربائی ورعنائی

شعور وآگہی کے آئندہ دور میں جب حضرت سے تلمذ اور استفادے کے مواقع ملے، خدمت و رفاقت اور قربت کے مراحل سے گذرا تو یہ خوب اندازہ ہو گیا کہ معاصرین، اساتذہ وعلماء اور قائدین کی طویل فہرست میں یہ وصفِ دلربائی ورعنائی مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے خصوصی امتیازات میں سے ہے، مولانا شہیدؒ سے میری بے پناہ محبت، والہیّت اور رشتۂ تلمذ کی دوسری بنیاد ان کے علم وفضل کے ساتھ ساتھ، پاکستان میں اسلام کی سربلندی، نفاذِ شریعت کی جدوجہد اور اسلامی انقلاب کے برپا کرنے کے سلسلے میں ان کی بے پناہ کوششیں، مجاہدانہ مساعی، جہدِ مسلسل اور پیہم تگ ودو کا اعتراف و قدردانی تھی جو وقت کیساتھ ساتھ میرے دل ودماغ کو شاد اور فخر ونازش کے جذبات کو سرشار کرتا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور جمیع صالحین کے ساتھ جنت الفردوس سے نوازے۔

اصلاحِ انقلاب اُمت کے مساعی

یہ ایک طے شدہ اور قطعی حقیقت ہے کہ توفیقات، استعدادات اور صلاحیتیں مخلوق خدا میں صرف اور صرف اللہ ہی کی طرف سے حسب انتخاب، ازل سے تقسیم ہوتی ہیں اور یہ بھی مسلّم امر ہے کہ خالق لم یزل ہی حالات، ازمنہ اور اوقات کے تقاضوں کے مطابق غلبۂ دین، ترویج شریعت اور اصلاحِ انقلاب امت کے لئے رجالِ کار پیدا کرتا ہے تو یقیناً یہ بھی مثل آفتاب ومہتاب ناقابل انکار سچائی ہے کہ خدائے عظیم وقدیر نے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ایک جید عالم دین، ایک مجاہد وقائد، ایک سراپا مجسمۂ جہاد اور بیدار مغز وباتوفیق بنا کر پیدا کیا تھا۔

اوصاف وکمالات

وہ قیام پاکستان سے تاہنوز طلاطم ہائے مصائب میں گھری ہوئی کشتی ملت کے چیدہ وچنیدہ سعادت مند ناخداؤں میں سے ایک تھے، اللہ نے ایسے زبردست اور ہمہ جہتی اوصاف وکمالات سے نوازا تھا جن میں معاصر علماء، زعماء ملت اور قائدین میں کوئی انکا شریک نہ تھا یعنی علم وعمل، قلم وکتاب، گویائی وخطاب، ذہانت وجرأت اور جذبۂ ترویج شریعت، اس لئے پاکستان میں آزاد وسیکولر حکمران، قائدین، بے دینی کی تحریکات، فتنہ ہائے ضالہ بالخصوص قادیانیت کی بے لگام مذموم مساعی اور مغربی

کلچر کی یلغار میں مذہب وعقیدہ پرعمل، نفاذِ شریعت کی مساعی اور دینی مدارس کے قیام استحکام کی راہ میں درپیش مسائل وآزمائشیں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور ان جیسے ذہین وجرأت مند بہادر ومجاہد علماء کی موجودگی میں اسلامیانِ پاکستان کیلئے حوصلہ شکن نہ بن سکیں کیونکہ انہوں نے پاکستان میں دینی قوتوں، مذہبی زعماء اور اسلامی تحریکات کے قائدین کو مسائل ومشکلات سے نمٹنے، اپنے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے اور سیکولر سیاسی وقومی دھارے کی گردن پر لٹکتی ہوئی تلوار سے بچے رہنے کا حوصلہ دیا چنانچہ ''دفاعِ پاکستان کونسل'' سمیت تمام دینی قوتیں تمام تر حوصلہ شکن حالات کے باوجود خودداری وخود اعتمادی کیساتھ زندہ رہنے کے جذبے سے سرشار تھیں ملکی وقومی، حکومتی اور سیاسی زندگی کی بے حساب وبے رحم ناہمواریاں ان کی حکمت ودانائی، علمی ودینی اور سیاسی سوجھ بوجھ اور ان کے صبر وعزیمت کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتی رہیں اور ان شاء اللہ ان کے تلامذہ، نسبی وروحانی ابناء اور دینی قوتوں اور علماء کے جاری مساعی سے آئندہ بھی ناکام ونامراد ہوتی رہیں گی۔

اسلامی انقلاب کے گل بوٹے کھلیں گے

اگر چہ بظاہر تو ایک اَن دیکھی قوت نے خنجر کے پے درپے وار سے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ کو شہید کردیا ہے مگر اس کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ شہید کا ایک قطرۂ خون بڑے بڑے جفا شعار اور ستم گروں کے آتشکدہ کو لمحوں میں ٹھنڈا کر کے رکھ دیتا ہے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جاں فروشی نے پاکستان اور افغانستان میں شہادت کی ایک پوری فصلِ بہار اُگائی ہے۔ اس کی برکت سے آج دنیا بھر میں اسلامی انقلاب کے گل بوٹے کھل اور مہک رہے ہیں جن کی خوشبو ان شاء اللہ قیامت تک دنیا کو معطر کرتی رہے گی۔

شہادت ان کا مطلوب ومقصود تھا

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی علمی عظمت، اتالیقی رفعت، فکری وسعت اور دینی حمیّت اپنی جگہ مسلّم مگر میری ساری توجہ کا مرکز ان کا جذبۂ جہاد، ذوقِ شہادت، طلب شہادت اور بالآخر دعائے شہادت رہا ہے۔ مولانا شہیدؒ محض مفکر، معلم اور صرف مجاہد ہی نہ تھے بلکہ شہادت ہی ان کا مقصود ومطلوب تھا۔

ساحلِ مراد کا نظارہ

ان کی جہادی فکر کی کشتی کا چپو جذبۂ ایثار وشہادت سے معمور ہاتھوں میں تھا اس لئے کشتی

کے سوار ایک ہی جگہ منجمد ہو کر نہ رہے بلکہ وہ دریا کی روانی کا لطف اُٹھاتے رہے موجوں کی اٹھکیلیاں دیکھتے رہے لہروں کے مدو جزر سے آگاہ رہے، دریا کا سینہ چیر کر آگے بڑھنے کا مزہ چکھتے رہے اور ساحلِ مراد کا نظارہ بھی کرتے رہے وہ جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت کے ولولے ہی ہیں جو الفاظ کو باقاعدہ زبان دیتے ہیں جو ان کی نوک کو خنجر وسنان اور پلک کو شمشیر و تیر بنا دیتے ہیں جو سیدھے ظالم جابر اور آمر حکمرانوں اور طاغوتی طاقتوں کے سینوں میں اتر جاتے ہیں۔

نقطۂ نظر، حرف تمنا اور شورشِ پیہم

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ گوشہ نشین مفکر، بے جان لفظوں کے مصنف اور چٹ پٹی تحریروں کے مؤلف نہیں تھے بلکہ انکا ہر خطاب، انکی گفتگو اور انکی ہر کتاب، صحیفۂ انقلاب کا درجہ رکھتی ہے، قارئین جانتے ہیں کہ میرے استاذ کی کتاب کا ہر باب، بابِ مزاحمت ہے ہر باب کا ہر عنوان نشانِ منزل ہے عنوان کی ہر سطر راہِ شوق ہے سطر کا ہر لفظ مجسم جہاد ہے لفظ کا ہر حرف، حرفِ تمنا ہے حرف کا ہر نقطہ باقاعدہ نقطۂ نظر ہے اور نقطے کا ہر شوشہ شورشِ پیہم ہے جس نے نام نہاد حکمرانوں، ظالم جابر و آمر بادشاہوں کے تاج کو اچھال کر اور تخت کو ڈھال کر رکھ دیا۔

شہید کے قلم وزبان کی دلچسپ داستان

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی تمام کتابوں میں قلم وکمان، تحریر وادب اور تراکیب و استعارات کی بھرمار نہیں کی بلکہ ان میں تلوار رکھ کر اور بارود بھر کر رکھ دیا جب وہ پھٹا تو کاخ ہائے کجکلاہ، استعمار اور اس کے پجاری حکمرانوں کے ایوان ہائے شاہی کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا، ان کی تقریریں اور تحریریں ریکارڈ میں محفوظ کرنے اور کتب خانوں کی زینت بنانے کے ساتھ ساتھ آتش بداماں مجاہدین کے لئے بھی تھیں جنہوں نے اپنی اٹھلاتی اور انگڑائی لیتی جوانیاں افغانستان کے معرکۂ ہائے کارزار میں خاک وخون کی نذر کر کے حضرت معاذ ومعوذ کی جوانی کی یادیں تازہ کردیں۔

خون کی سرخی انمٹ ہوتی ہے

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے جس عنوان پر بھی کام کیا اسے دعوت وانقلاب اور تسلسل عمل کا مرقع بنا دیا روایتی سیاستدان تو اچھے خاصے جاندار موضوع اور ایک کامیاب تحریک کو بھی موت کی اوڑھنی اوڑھا کر بوجھل لاش بنا دیتے ہیں لیکن مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے مردہ لفظوں کو مسیحا بنا دیا جنہوں نے پوری قوم کو زندگی اور نئی روح سے آشنا کردیا، ان کی شہادت نے وہ سارے اسرار ورموز کھول

دیے ہیں جو کسی فلسفی سے حل نہ ہوئے اور کسی منطقی سے کھل نہ سکے قلم کی سیاہی مٹ سکتی ہے مگر خون کی سرخی انمٹ ہوتی ہے، قلم کی نگارشات صفحات کی زینت بنتی ہیں جبکہ خونِ شہید لوحِ کائنات پر ثبت ہو جاتا ہے جسے زمانہ مٹانا بھی چاہے تو نہیں مٹا سکتا۔

جب شہید ناموسِ رسالت ؐ کا خون نچوڑا گیا

کوئی مجھ سے یہ توقع رکھے کہ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے خطبات کے حوالے دوں گا افسوس میں اس پر پورا نہیں اتر سکوں گا اس لئے خطبہ تو بس وہیں ختم ہو گیا جو امام حسینؓ نے کربلا میں دیا تھا اب تو اس پر عمل کی ضرورت ہے مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس خطبے کی صداقت وحقانیت کو اپنی رگوں میں کشید کرلیا تھا جب نچوڑا گیا تو شہادت کا خون بن گیا، ان کے اپنے گھر میں ان کے بستر اور فرش پر بہنے لگا مگر اپنے ساتھ جبر واستبداد، ظلم واستکبار اور مظالم کے سارے ساز وسامان بہا لے گیا۔

انقلاب آفرین افکار کی ٹیکسال

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ماشاء اللہ علم کے ہر شعبے میں کمالِ درک حاصل کیا، قرآنیات، احادیث نبویؐ، فقہ وفتاویٰ، اقتصادیات وسیاسیات، ان تمام موضوعات پر مکمل عبور حاصل کیا، ملک وبیرون ملک کی لائبریریاں کھنگال ڈالیں بڑے بڑوں سے براہِ راست اور بالمشافہ کسب فیض کیا مگر اپنے دماغ کو صرف کتب خانہ نہیں بنایا بلکہ ایسا ٹیکسال بنایا جہاں انقلاب آفرین افکار ڈھلتے تھے انہوں نے کائنات کا مطالعہ مقصد حیات کے زاویۂ نگاہ سے کیا اور اس میں سے اپنا مقصد زیست ڈھونڈ نکالا۔

شہیدؒ نے عشق رسول ؐ کو موضوعِ سخن اور مہبطِ عشق بنالیا

انہوں نے علوم نبوتؐ پر تحقیق کی اور درس وتدریس کا شغل اپنایا اور اپنے لئے ''عشقِ رسول ؐ'' کو موضوعِ سخن اور مہبطِ عشق بنالیا۔ وہ قرآن مجید کی تفسیر پڑھاتے رہے اور تفسیر لکھتے رہے قرآن کی ہر آیت اور علوم نبوت کی ہر حدیث سے خوئے دلبری بھی سیکھ لی، غرض کائنات کے گوناگوں رنگ ہیں ہر رنگ نظر نواز اور دلآویز مگر سمیع الحق شہیدؒ کو ایک ہی رنگ پسند آیا اور وہ تھا جہد مسلسل اور اتحاد امت، وحدت ملت کی مسلسل مساعی اور شہادت کا رنگ، جو چوکھا بھی ہے اور گہرا بھی ......

جلوے تو بے شمار تھے اس کائنات میں
یہ اور بات ہے کہ نظر تم پر جم گئی

یہ قدم قدم بلائیں یہ سوادکوئے جاناں

دنیائے کائنات اور زندگی کے سپاٹ خاکے میں جہاد وشہادت کا رنگ بھرنے کیلئے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کن کن مصائب وآلام کا شکار ہوئے؟ یہ تو ہر اس شخص کا دل جانتا ہے جس کی اس کوچے سے کبھی راہ ورسم رہی، جہاد وشہادت کا مشن بیک وقت غمِ جاناں بھی ہے اور غم دوراں بھی، ہر ایک غم سے نمٹنے کو عمر خضر درکار ہے۔ اس راہ میں ملامت کے کانٹے بھی ہیں جو پاؤں کو پھوڑا بنا دیتے ہیں حرص وہوا کی جھاڑیاں بھی ہیں جو قدم قدم پر دامن سے الجھتی ہیں تشدد کی بھٹیاں بھی ہیں جو چوبیس (۲۴) گھنٹے دہکتی رہتی ہیں ہر موڑ پر سولیاں بھی گڑی ہیں جو اُٹھتی جوانیوں کو ڈائن بن کر نگل جاتی ہیں۔ چاہتوں، عزیز داریوں، دوستیوں، لذتوں اور امنگوں کی بیڑیاں بھی ہیں جو قدموں کو بوجھل بنا دیتی ہے مگر شہادت کے حریص نہ تحریص کے پھندے میں پھنستے ہیں نہ ترہیب کے کوڑے سے خوف کھاتے ہیں کیونکہ انہیں پہلے دن سے معلوم ہوتا ہے......

یہ قدم قدم بلائیں یہ سوادِ کوئے جاناں
وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

شہادت کا متمنی اس راہ میں پہلا قدم اُٹھاتا ہے اسے یقین ہوتا ہے کہ کوئی مجھے بڑھ کر ہار پہنانے والا نہیں، کہیں سے زندہ باد کا نعرہ نہیں سنائی دیگا، کوئی خوش آمدید کہنے والا نہیں، کوئی دکھ بانٹنے والا نہیں، کوئی آبلوں پر پھاہا رکھنے والا نہیں، کوئی شجر سایہ دار نہیں، کہیں گھنی چھاؤں نہیں بلکہ وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ......

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا ہی سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

حیات ووفات دونوں قابل رشک ہیں

ان کی آرزوئے شہادت ۲/ نومبر کو بر آئی جب حضرت حسینؓ کی سنت میں خود بھی جامِ شہادت نوش کرلیا اور اپنے من کی مراد بھی پالی۔ ہمارے مخدومؒ کی زندگی اور موت دونوں قابل رشک ہیں یعنی زندگی غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں گذری اور موت شہادت کی نصیب ہوئی، دراصل سامراج کے پجاری حکمرانوں کا مزاج شروع دن سے یہ رہا ہے کہ وہ عقل واستدلال اور حقیقت پسندی کے

بجائے اپنا سارا کام دار ورسن ، قید وبند اور قتل وغارت سے چلاتے آتے ہیں اور ہمیشہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ انسان جب نظر بند ہو گیا تو اس کا دماغ بھی بند ہو گیا ، دل بھی بند ہو گیا اور جذبات بھی بند ہو گئے اب وہ کیا سوچے گا ، کیسے سوچے گا ؟ کیا تمنا کرے گا اور کیا عزائم لے کر آگے بڑھے گا ؟

ناموسِ رسالتؐ کے دیوانوں کی ادائیں

حالانکہ تاریخ کا روزِ اول سے یہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ جس طرح ''فرزانے'' حیلہ سازی سے باز نہیں آتے اسی طرح ''دیوانے'' بھی جان بازی سے کبھی نہیں رُکتے۔

لیلائے شہادت کے مستانے

سو ایک ''خو'' حکمرانوں کی ہے اور ایک وضع افتادگانِ خاک کی ہے نہ وہ اپنی عادت بدلنے پر قادر، نہ یہ اپنی روایت چھوڑنے کو تیار۔ دنیادار ارباب اقتدار سوچتے ہوں گے کہ آخر یہ ''شہید'' زندگی کا کیا لطف لیتے ہوں گے؟ حکمران دن کو خوب حکومت کا کاروبار کرتے ہیں اور راہِ حق کے متمنّی شہادت سرد وگرم سے بے نیاز اپنے مشن میں منہمک رہتے ہیں۔ ارباب اقتدار کی راتیں عزت کدوں میں بسر ہوتی ہیں اور متمنّی شہادت جیل کے کسی کونے میں رات گذارتے ہیں ، دنیادار تخت اور ارباب تخت کے قرب میں سرگرداں رہتے ہیں اور متمنّی شہادت اس کے سائے سے بھی دور اور نفور رہتے ہیں۔ ارکانِ حکومت کھنکتے سکوں کی جھنکار سے دل بہلاتے ہیں اور مجاہد، ہتھکڑیوں کی چھن چھن میں خوش رہتے ہیں، لیلائے شہادت کے دیوانے اپنے ہی پاؤں میں پڑی بیڑیاں دیکھ دیکھ کر مسرور ہوتے ہیں۔ دنیا کے پجاری دوسروں سے چھین کر مطمئن ہوتے ہیں اور لیلائے شہادت کے محبین اپنا سب کچھ لٹا کر خوش ہوتے ہیں۔ ارکانِ حکومت وزارت کا عہدہ پا کر پھولے نہیں سماتے اور متمنّی شہادت، شہادت کا مرتبہ پا کر اُٹھلاتے نظر آتے ہیں دنیاداروں کی نظر میں شہادت کی راہ چلنے والے لذت ، خوشی ، لطف ، کیف اور سرور سے محروم ہوتے ہیں اور شہداء کی روحیں ایسے لوگوں کو متوجہ کر کے ان سے مخاطب ہوتی ہیں کہ ......

ایسے دیوانے تو نہ تھے جہاں سے گذرنے والے
ناصحو! پند کرو راہ گزر تو دیکھو

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تمنائے شہادت کا مفہوم یہ رہا کہ دولت ، طاقت اور ذرائع ابلاغ

کے زور پر ظالم کو وضع دار اور مظلوموں کو آوارہ گرد ثابت نہ کیا جائے بونے کو قد آور اور صاحبِ قامت کو بے وقوف نہ بنایا جائے، علم اور تقویٰ کی جگہ بیساکھی اور کلغی کو رواج نہ دیا جائے اور ہر شخص چمڑے کا سکہ چلا کر وقت کا بچہ سقہ نہ بن جائے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا آخری پیغام

ان کا پیغام تھا کہ انقلاب میں کسی بیساکھی، کلغی، کسی نوہزاری اور دہ ہزاری، کسی نوابی اور بڑے انقلابی کی گنجائش نہیں ہوتی بلکہ اس کی بارگاہ میں صرف ایمان، تقویٰ، علم، عزیمت، روشن ضمیری، راست فکری اور خود آگہی کو شرف ملتا ہے۔

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی فکر جب ایسی ہو تو باطل قوتوں کو اپنی فکر کیوں نہ لگے؟ سو مولانا سمیع الحق شہیدؒ غلبۂ اسلام کی فکر پیش کرتے رہے اور امریکی سامراج کے پجاری اپنے اقتدار کی فکر کرتے رہے۔ یوں ایک کشمکش جاری تھی سامراجی کارکن خنجر چلاتے رہے اور سمیع الحق شہیدؒ اپنا جگر آزماتے رہے بالآخر خنجر کی تیز دھاریں ان کے سینے میں پیوست ہو گئیں، اقتدار واستبداد کے متوالے خوش ہو گئے تاہم سمیع الحق شہیدؒ کی آخری ہچکی قوم کیلئے گلبانگ مسیحا بن کر نشۂ اقتدار کے بدمستوں کو پیغام دے گئی ہے

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتداء ہماری تیری انتہاء کے بعد

یہ ایک مسلّم تاریخی حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم یا فرد ملوکیت اور شاہی استبداد کے خلاف اُٹھ کھڑا ہو اور باطل قوتوں کے مقابلے میں سر اُٹھاتا دکھائی دے تو وہ فوراً دہشت گرد بن جاتا ہے اور اگر اپنے حق خودارادی سے دستبردار ہو جائے غیروں کا دست نگر بن جائے بڑی طاقتوں کا حاشیہ بردار رہے، اپنی آزادی اور استقلال سے ناآشنا رہے اور ہمیشہ سیاسی اور اقتصادی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالے تو وہ روشن خیال، ترقی پسند اور ماڈرن کہلانے کا مستحق ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں امریکہ اور یورپ کی بالادستی کو قبول کیے رکھنا اور فرنگی تہذیب و معاشرت کا اسیر بنے رہنا روشن خیالی اور اس

کے مقابلہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ غیر متزلزل وفاداری اور اعلاء کلمۃ اللہ کا اظہار اور جہاد کا نعرہ دہشت گردی قرار پاتا ہے۔

عالم کفر کی نگاہوں میں کانٹا

اہل مغرب کو ہماری داڑھی، پگڑی اور شکل وصورت سے بھی خطرہ ہے اور نظریۂ حیات سے بھی۔ اسلام کے فیصلہ کن عقائد ونظریات کی موجودگی میں اہل یورپ ہم سے کبھی خوش اور مطمئن نہیں ہو سکتے، ان کے لئے بڑا چیلنج اسلام، جہاد، مجاہدین اور علماءِ حقانی ہیں۔ ان کی نفسیاتی اور عملی یلغار کا ہر راستہ اسلام اور اہل اسلام کی طرف جاتا ہے۔ مولانا سمیع الحق اسلام اور اسلامی نظام کے نفاذ کے علمبردار بھی تھے اور تحریک نفاذِ شریعت کے محرک بھی، وہ جہاد کے حامی بھی تھے اور مجاہدین افغانستان کے استاد بھی۔ اس لئے مولانا سمیع الحق اپنی عالمانہ وضع قطع اور داعیانہ ومجاہدانہ کردار کے باعث امریکی اور یورپی دنیا کی نگاہوں میں کھٹکتے رہے۔ جنہیں بالآخر ایک منصوبہ بند سازش کے تحت بڑی بیدردی کیساتھ شہید کر دیا گیا مگر ان کا مشن بھی زندہ ہے جامعہ دارالعلوم حقانیہ بھی قائم اور فضلاءِ حقانیہ بھی معرکۂ کارزار میں مصروفِ جہاد ہیں۔

جامعہ حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق نائب مہتمم مولانا حامد الحق' ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر مولانا راشد الحق حقانی، مولانا اسامہ سمیع حقانی، مولانا خزیمہ سمیع حقانی جمیع برادران اور بھتیجے مولانا عرفان الحق، مولانا لقمان الحق، مولانا سلمان الحق حضرت شہیدؒ کے تمام نسبی و روحانی ابناء اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے جمیع فضلاء حکمت وتدبیر اور حالات کے تقاضوں کوملحوظ رکھتے ہوئے حضرت شہیدؒ کے مشن کو زندہ رکھیں گے۔

مثلِ ایوان سحر مرقد فُروزاں ہو ترا!
نُور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا!
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مولانا شعیب احمد، راولپنڈی

یہ کس نے پھر ہم سے لہو کا خراج مانگا

افغانستان میں حریت و جہاد کی چار عشروں پر محیط قربانیوں کے بعد سامراج کے گھٹنے ٹیک کر امن مذاکرات کرنے کے نتیجے میں مولانا اور ان کے معاونین کو شاید اب کمر کھولنے کا موقع ملتا لیکن صد افسوس کہ معرکۂ افغان سر کرنے کے ساتھ ہی ایک دوسرے مقتل نے ان سے خون کا خراج مانگا۔

یہ کس نے پھر ہم سے لہو کا خراج مانگا
ابھی تو سوئے تھے مقتل کو سرخرو کر کے

اس شام راولپنڈی میں چاندنی چوک کے اردگرد کی شاہراہوں پر ہو کا عالم تھا اور میں نے خود یہ دیکھا کہ کمرشل مارکیٹ جیسا مصروف ترین علاقہ بھی شہرِ خموشاں کا منظر پیش کر رہا تھا اور تمام شہر ماتم زدہ نظر آتا تھا۔ بقولِ ناصر کاظمی ......

دل تو میرا اداس ہے ناصرؔ
شہر کیوں سائیں سائیں کرتا ہے

مجھے کبھی مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے ملاقات کرنا نصیب نہیں ہوا اور نہ ہی (بلاواسطہ) ان کی زیارت سے میں شرف یاب ہو سکا، البتہ میڈیا کی سکرین کے ذریعے میں ان سے نہ صرف یہ کہ متعارف تھا بلکہ ان کا غائبانہ معتقد بھی تھا اور علم کے میدان میں ان کی تحریروں سے استفادہ بھی کرتا رہتا تھا۔ میں نے جتنا ان کے متعلق پڑھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک آدمی کے بجائے پوری اکیڈمی کے مانند تھے اور اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، ان کی شہادت فقط جامعہ حقانیہ کا ہی نہیں بلکہ پوری قوم کا نقصان ہے، ایسا شخص صدیوں بعد کہیں جا کر پیدا ہوا کرتا ہے۔ اس موقع پر مجھے وہ حدیثِ قدسی یاد آ رہی ہے کہ:

مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالحَرْبِ (البخاری، ح: ٦٥٠٢)

''جس نے میرے کسی دوست کے ساتھ دشمنی کی تو میرا اس کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے''

مولانا سمیع الحق شہیدؒ بلاشبہ اللہ کے ولی تھے اور ان کے قاتل کے ساتھ اس حدیث کی رو سے اللہ کا اعلانِ جنگ ہے ،جس سے اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ ہو، چاہے وہ ایک فرد ہو یا پوری تنظیم اور وہ حفاظتی تدابیر میں چاہے امریکہ کے صدر کو بھی مات دیتا ہو لیکن اس کے باوجود اس کے تباہ و برباد اور نیست و نابود ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی، بھلا جو اللہ سے جنگ مول لے، اسے زمین پناہ دے گی یا آسمان ؟ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر وحشت و بربریت کی انتہاء کرنے والے درندے اس دنیا میں اگر اپنے انجام کو نہ پہنچے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی عدالت میں وہ ضرور کیفرِ کردار تک پہنچیں گے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت ایسا حادثہ ہے،جس کے گھاؤ ایک عرصہ تک مندمل ہونے میں نہیں آتے۔ اس المناک واقعہ پر پوری قوم کا دل زخمی ہے اور پوری ملت کی روح گھائل ہے لیکن ہم اس موقع پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں وہی بات کہیں جو انہوں نے اپنے بیٹے ابراہیمؓ کی وفات پر فرمائی کہ:

إِنَّ العَيْنَ تَدْمَعُ، وَالقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ (البخاری :ح ۱۳۰۳)

’’بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے لیکن ہم زبان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہیں گے کہ جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اے ابراہیم! تمہاری جدائی میں ہم غمگین ہیں‘‘

صلبی اولاد کے علاوہ مولانا کی روحانی اولاد سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ملک کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی ہے جو یقیناً مولانا کے لیے صدقہ جاریہ ہیں،جس کا نفع تا قیامت ان کی روح پاتی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کے درجات بلند فرمائے اور پوری ملت، جامعہ دارالعلوم حقانیہ،طلبا وعلماء و مشائخ ،ان کے جملہ متوسلین اور بالخصوص خانوادۂ حقانی کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔(آمین)

جناب نسیم شاہد
کالم نگار روزنامہ ''پاکستان''

ایک معتدل شخصیت کی شہادت

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا پراسرار قتل کیا سازش بے نقاب ہوگی؟

مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت ایک سازش کا حصہ ہے تو کچھ غلط بھی نہیں۔ وہ بہت عرصے سے ہٹ لسٹ پر تھے اور ان پر پہلے بھی قاتلانہ حملے ہو چکے تھے، وہ طالبان کے مرشد کی حیثیت رکھتے تھے اور کہا جاتا تھا کہ طالبان کو اگر کوئی راضی کرسکتا ہے تو وہ مولانا سمیع الحقؒ ہیں۔ جب افغانستان میں طالبان کی کاروائیوں میں شدت آئی اور افغان حکومت بے بس ہوگئی تو مولانا سمیع الحقؒ کی اہمیت بڑھ گئی تھی۔ قیام امن کیلئے ان کی خدمات لینے کا آپشن بھی زیر غور تھا مگر یہ بھی سب کے علم میں تھا کہ مولانا سمیع الحقؒ کو اس بات پر راضی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ افغانستان میں امریکی تسلط کو تسلیم کرلیں اور طالبان کو ہتھیار ڈالنے کیلئے کہیں، ان کا ایک واضح موقف تھا اور وہ ہر صورت میں اس پر قائم رہے۔

جب آپریشن ضرب عضب شروع ہوا تو اس وقت بھی انکا کہنا تھا کہ اس سے پہلے مذاکرات کا آپشن استعمال کیا جائے مگر وہ اپنی اس بات کو نہ منوا سکے۔ وہ جمعیت علمائے اسلام سمیع الحق گروپ کے سربراہ تھے، ''دفاعِ پاکستان کونسل'' کے چیئرمین بھی رہے۔ انہوں نے ہمیشہ معتدل اور متوازن نظریات کو اپنایا، انتہا پسندی ان کے ہاں کبھی نہیں دیکھی گئی۔ انہوں نے ہمیشہ سیاسی جماعتوں اور دینی تنظیموں کے درمیان مفاہمانہ کردار ادا کیا۔ وہ تین بار سینٹ کے ممبر رہے اور اس عرصے میں ان کی اعتدال پسندی مشکل حالات میں بھی فعال کردار ادا کرتی رہی، ایک ایسے ۸۲ سالہ بزرگ کو جو اپنی ذات میں تنازعات کو جگہ نہیں دیتا تھا اور اس کی رائے کو تمام مکاتب فکر کے لوگ اہمیت دیتے تھے، کیسے ایک دردناک قتل کا شکار ہوگیا؟ ایسا کون سا فوری واقعہ ہوا، جس کی پاداش میں انہیں خون میں نہلایا گیا۔ اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ انہیں مارنے کے لئے اسلحے کا استعمال نہیں کیا گیا بلکہ چاقو یا خنجر استعمال کئے گئے۔

مولانا اجون سید حقانی

آہ! متاعِ دین دانش لٹ گئی

لپٹ لپٹ کے گلے مل رہے تھے خنجر سے
بڑے غضب کا کلیجہ تھا مرنے والوں کا

۲ نومبر ۲۰۱۸ء کا دن صرف پاکستان کے لیے نہیں بلکہ عالمِ اسلام کیلئے ایک المناک سانحے کا دن ہے، یہ دن ایک المناک سانحے اور جاں گداز المیہ کی حیثیت سے یاد رہے گا، اسی دن سفیرِ امن، حریمِ نبوت کے پاسبان، حقانی خاندان کا گل سرسبد، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے لختِ جگر، علمائے دیوبند کے نظریات کے امین، اردو ادب کے صاحبِ طرز ادیب، سیاست و قیادت کے آفتاب و مہتاب اور برصغیر پاک و ہند کے عظیم اسلامی آزاد یونیورسٹی کے چانسلر، ہمارے شیخ، مرشد، مربی اور محسن شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کو کسی بدبخت اور شقی نے اپنے گھر میں خنجروں سے وار کر کے شہید کر دیا اور یوں چند لمحوں میں جمعہ کے آفتاب غروب ہونے سے قبل آفتابِ علم و سیاست غروب ہو گیا (اناللّٰہ وانا الیہ راجعون)

شہادت کے مرتبہ پر فائز ہونا بہت بڑی سعادت ہے اور یہی حضرت شیخ شہیدؒ کی دیرینہ آرزو اور تمنا بھی تھی، احقر کو اپنے استاد و محسن، شارحِ صحیح مسلم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کی برکت سے اکثر حضرت شیخ شہیدؒ کے مجالس میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی تھی اور ان مجالس کے مزے لوٹتے ہوئے حضرات اساتذہ کی باہمی علمی ادبی گفتگو محفوظ کرتا، جو ماہنامہ ''القاسم'' میں ''ساعتے با اہلِ حق'' کے عنوان سے قسط وار چھپتی رہتی، ان مجالس کا ایک مجموعہ ''ساعتے با اہلِ حق'' کے نام سے کتابی شکل میں بھی شائع ہوا ہے، ان مجالس میں آپ کو اکثر جہاد، شہادت اور شہداء کا ذکر ملے گا، کیونکہ حضرت شیخ مجاہدین کے پشتیبان تھے اور اکثر مجاہدین ان سے مشورہ طلب کرنے آتے تھے۔ شہداء کے ذکر کے بعد اکثر شہادت کی تمنا فرماتے، گویا شہادت کے لیے سراپا انتظار تھے۔

وہ آئیں قتل کو جس روز چاہیں
یہاں کس روز تیاری نہیں ہے

حضرت شیخ شہیدؒ تو اپنی مراد پا گئے مگر ملت کا صبر وسکون ساتھ لے گئے، آج کون ہے جو اشکبار نہیں؟ کون ہے جس کا کلیجہ کٹا نہیں؟ پورے ملک بلکہ پورے عالمِ اسلام میں کہرام مچا ہے کہ ہمارے محبوب اور محسن کو ہم سے چھینا گیا، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے در و دیوار پکار رہے ہیں کہ ہمیں بامِ عروج تک پہنچانے والے معمار بچھڑ گئے، جمعیت علمائے اسلام اور دارالعلوم حقانیہ کے ہزاروں طلبہ وفضلاء پر سکوتِ مرگ طاری ہے کہ ان کا سالار داغِ مفارقت دے گیا، آج زمین و آسمان نوحہ کرتے ہیں، ہر چہار سو ماتم بچھی ہے، انسانیت کا پرچم سرنگوں ہو گیا ہے، قصرِ ملت میں زلزلہ برپا ہے کہ ہمارے دلوں کی دھڑکن بند ہو گئی، ہاں! وہی دل جو ملتِ اسلامیہ کے لیے ہر آن دھڑکتا تھا، ہاں! اسی دل اور سینے کو چھریوں سے چھلنی کر دیا گیا، آہ! آہ! آہ!

سنا ہے عشق کی معراج پنہاں ہے شہادت میں
چھری لاؤ ہمیں بھی اپنی قسمت آزمانے دو

عوام وخواص زبانِ حال و قال دونوں سے کہہ رہے ہیں کہ متاعِ دین ودانش لٹ گئی، علم وعمل کی بساط الٹ گئی، فضیلت، سیادت اور قیادت کی مسند خالی ہو گئی، یتیموں اور بیکسوں سے ان کا مشفق و مربی چھین لیا گیا، عالمِ اسلام ایک دیدہ ور رہنماء سے محروم ہو گیا۔ اللہ نے حضرت شیخ شہیدؒ کو اس قدر ظاہری و باطنی کمالات سے نوازا تھا کہ اس کا صحیح ادراک اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں ع سفینہ چاہیے اس بحرِ بےکراں کے لیے

ہر طبقہ میں ان کی پہچان الگ تھی، میڈیا والے انہیں ''ممتاز عالم دین'' اور ''سیاست دان'' کی حیثیت سے جانتے ہیں، مجاہدین انہیں اپنے مشفق اور محسن سرپرست کی حیثیت سے، طلباء ایک مدبر مہتمم اور شفیق استاد و اتالیق کی حیثیت سے، حکمران ان کی حق گوئی و بیباکی سے خائف، ادیب ان کی بذلہ سنجی پر فدا مگر حضرت شیخ شہیدؒ کی ایک ایک ادا اپنے اندر ''شیوہ بسیار شیوہ ہائے'' رکھتی تھی، الغرض! ع بسیار شیوہ ہائے بتاں را کہ نام نیست

حضرت شیخ شہیدؒ اکابر علمائے دیوبند کے علوم ومعارف کے امین تھے، ان کی کوئی

مجلس، کوئی درس، کوئی تقریر، کوئی تحریر اکابر کے تذکروں سے خالی نہیں تھی، شہدائے بالاکوٹ سے بے پناہ محبت تھی، ان کا ذکر نہایت جوش وخروش سے فرماتے، مردان میں اسی قافلے کے شہداء کی اجتماعی قبر ''سنگر بابا'' کے نام سے مشہور ہے، اکثر وہیں تشریف لے جاتے، دو تین مرتبہ احقر کو بھی ساتھ جانے کی سعادت حاصل ہوئی ہے ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے تھے تو ان کو بھی وہاں لے گئے تھے، اس کی رپورٹ ''الحق'' اور ''القاسم'' میں تفصیل سے احقر نے لکھی تھی۔ حضرت شیخ شہیدؒ فرماتے تھے کہ جہاں آج دارالعلوم حقانیہ قائم ہے، یہیں شہدائے بالاکوٹ نے پڑاؤ ڈالا تھا، ان کے یہاں قیام کی برکت ہے کہ یہیں سے اللہ تعالیٰ نے دو سپر پاور (روس اور امریکہ) کو شکست سے دوچار کیا اور ان کا غرور خاک میں ملا دیا۔

حضرت شیخ شہیدؒ کی زندگی کی دو بڑی آرزویں اور تمنائیں تھیں ایک تفسیر ''تفسیر امام لاہوری'' مکمل کرلوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جاؤں تو ''تفسیر امام لاہوری'' بغل میں ہو اور یہ شعر بیان فرماتے ......

روز قیامت ہر کسے دردست گیرد نامہ اے
من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآں دربغل

فرماتے ہم اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اوورٹائم میں کچھ وقت دے دیں کہ یہ تفسیر مکمل کرلوں، ۲۷ پارے مکمل فرمائے تھے اور دل کی سرجری ہوئی تھی اسی حالت میں بھی تفسیر پر کام فرما رہے تھے، سفر میں بھی ساتھ رکھتے تھے، بالخصوص اسفارِ حرمین شریفین میں۔ دوسری تمنا یہ تھی کہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی نئی جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ اور نئی پانچ منزلہ عظیم بلڈنگ (دارالتدریس) جس پر تعمیراتی کام تیزی سے جاری ہے کو مکمل ہوتے دیکھ لوں، مسجد تو تزئین وآرائش کے مراحل میں تھی (اور آپ کی حین حیات میں بلڈنگ اس وقت تین منزلہ بنی تھی اور مولانا راشد الحق سمیع صاحب کی خواہش پر آپ تیسری چھت پر کرسی کی مدد سے بمشکل اوپر تشریف لے گئے تھے اور ساتھ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا ادریس صاحب وغیرہ بھی موجود تھے، چھت پر جا کر نیچے جامعہ اور اکوڑہ خٹک کی وادی کا بڑا خوبصورت منظر دِکھ رہا تھا، دراصل دارالعلوم اکوڑہ خٹک میں سب

سے بلند جگہ پر واقع ہے پھر بلڈنگ کی چھت بھی بلندی کی وجہ اور زیادہ اونچی ہوگئی ہے لہٰذا بلڈنگ کی وسعت، عظمت اور بلندی وتعمیر کو دیکھ کر آپ بہت زیادہ خوشی وانبساط محسوس کررہے تھے اور آپ نے اپنے باصلاحیت اور ہر دلعزیز فرزند مولانا راشد الحق کو اس موقع پر بار بار خراج تحسین پیش کیا اور انہیں خصوصی دعاؤں سے نوازا اور اس نئے دارالتدریس کو بھی عالم اسلام کے لئے علم وعرفان کا بڑا مرکز بننے کے لئے پرخلوص دعائیں دیں، اس موقع پر آپ نے حضرت مولانا ادریس صاحب کو بھی اس بلڈنگ کی تفصیلات بڑے شوق سے بتائیں اور ان سے بھی فرمایا کہ آپ بھی اس بلڈنگ کی تکمیل و کامیابی کے لئے اس موقع پر دعا فرمائیں، چنانچہ حضرت شیخ الحدیث نے بھی بڑی رقت آمیز ومعنی خیز دعا فرمائی) کہ داعئ اجل کو آپ نے لبیک کہا، بہرحال! تجری الریاح بما لا تشتھی السفن

حضرت شیخ شہیدؒ کی صحبت میں بیتے ہوئے ایام اور ساعات زندگی کا بہترین سرمایہ ہیں، ان کی شہادت کا غم بہت زیادہ ہے، زبان وقلم اس کے بیان سے قاصر ہیں، اس سانحے کی جگہ کوئی دولت، کوئی طاقت، کوئی سانحہ کوئی حادثہ، کوئی انقلاب نہیں لے سکتا۔

ترا درد اتنا بڑا حادثہ ہے
کہ ہر حادثہ بھول جانا پڑا ہے

حضرت شیخ شہیدؒ کی مجلس کی ایک ایک بات اور ایک ایک ادا رہ رہ کر یاد آرہی ہے اور دل خون کے آنسو روتا رہتا ہے......

میں سناؤں حالِ دل اب قابلِ بیاں نہیں
زخم کدھر کدھر نہیں درد کہاں کہاں نہیں
اب محفل سخن میں بھی لطف سخن نہیں
دل انجمن نہیں تو کہیں انجمن نہیں

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ شہیدؒ کے قبر پر کروڑوں لاکھوں رحمتیں اور انوارات نازل فرمائے اور امت کو ان کا نعم البدل نصیب فرمائے آمین وماذلك على الله بعزيز

مولانا خالدمحمود
مدیر ماہنامہ ''القاسم'' ڈیرہ غازی خان

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا خون رنگ لائے گا

- ...... مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت دراصل امن، انسانیت اوراعتدال کا قتل ہے
- ...... سابق چیف جسٹس نے اپنی کمائی ہوئی عزت کوخاک میں ملادیا
- ...... حکمرانوں نے ناموس رسالتؐ کیلئے کردارادانہیں کیاتوذلت ان کا مقدر ہو

۳۱ راکتوبر ۲۰۱۸ کوسپریم کورٹ آف پاکستان نے آسیہ مسیح کیس کا فیصلہ سنادیا، سپریم کورٹ کے تین رکنی بینچ کے سابق چیف جسٹس ثاقب نثار نے توہین رسالتؐ کیس کا محفوظ کردہ فیصلہ سنایا، بینچ نے آسیہ ملعونہ کی سزائے موت کالاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ کالعدم قرار دیتے ہوئے اسے بری قرار دے کر فوری رہائی کا حکم دیا۔اس متوقع فیصلہ کے آنے کے بعد جس اضطراب واحتجاج کی توقع تھی اس سے بڑھ کر مسلمانوں نے سڑکوں پر نکل کر بھر پور احتجاج کیا۔مسلمانوں کا یہ احتجاج فطری تھا کیونکہ ناموس رسالتؐ کا مسئلہ مسلمانوں کے عقیدے کا وہ لازمی حصہ ہے ،جس پر مسلمان اپنی جان ومال کی قربانی دینے کیلئے تیار ہوتے ہیں، اس احتجاج کے تیسرے روز جبکہ ملک بھر میں احتجاج جاری تھااور پورا ملک سراپا احتجاج تھا، تمام مسلمان شاہراؤں پر دیوانہ وار ناموس رسالتؐ کیلئے اپنا تن من دھن قربان کرنے کا عہد کررہے تھے ، فضاء میں غم وغصہ کی لہر نمایاں تھی، جذبات بے قابو ہوچکے تھے کہ دشمنان اسلام نے تحریک ناموس رسالتؐ کے سپہ سالار، مجاہد کبیر، عالم اسلام کے عظیم رہنماء، شیخ المحدثین ،ممتاز عالم دین بزرگ سیاسی قائد رہنماء حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو راولپنڈی میں وحشیانہ اورظالمانہ طریقے سے شہید کردیا۔

مولانا کی شہادت ایک عظیم سانحہ ہے اورمولانا سمیع الحق شہیدؒ کی مظلومانہ وبہیمانہ شہادت پر جتنا بھی دکھ اورافسوس کا اظہار کیاجائے وہ کم ہے ، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت دراصل امن ،

انسانیت اور اعتدال کا قتل ہے ،ان کی پوری زندگی اسلام کی تحفظ اور وطن عزیز کے دفاع میں گزری، شہید ناموس رسالتؐ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی زندگی کے آخری خطاب میں جس جرأت و بہادری سے حکمرانوں کو للکارا وہ انہی کا ہی خاصہ تھا، چنانچہ اسلام آباد لاہور، کراچی ،کوئٹہ اور پشاور میں تاریخ ساز احتجاجی مظاہرے ہوئے ، انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ اورحضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے تاریخی خطاب کئے، جمعیت علماء اسلام اور''دفاع پاکستان کونسل'' کے سربراہ نے بڑھاپے ،ضعف اور عارضہ قلب اور دیگر عوارض کے باوجود گرجدار آواز میں شیر کی طرح للکارتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں مطالبہ کیا کہ ملعونہ آسیہ کو باعزت بری کرنے والے ججوں پر توہین رسالت کی سزا لاگو کی جائے ، ان ججوں نے آئین پاکستان سے غداری کی ہے اور امت مسلمہ کے اربوں مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے ،جس کی سزا موت ہے ، انہوں نے فرمایا کہ ہمارے ججوں کو ہر وقت نام نہاد توہین عدالت کی فکر رہتی ہے ،جبکہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی نہ حکمرانوں کوفکر ہے ، نہ ججوں کو۔مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے فرمایا کہ چیف جسٹس نے اپنی کمائی ہوئی عزت کو خاک میں ملادیا ،انہوں نے فرمایا کہ پچھلے دنوں وزیراعظم عمران خان سے اپنی پہلی ملاقات میں سب سے پہلے میں نے ختم نبوت اور ناموس رسالتؐ کے تحفظ کی بات کی تھی اور انہیں عاشق رسول ممتاز قادریؒ کو پھانسی دینے پرنواز شریف کی ذات اور خدائی گرفت سے سبق لینے کی طرف توجہ دلائی تھی۔

وزیراعظم کے اسلام دشمن طاقتوں کے دباؤ کے سامنے ڈٹ جانے اوراس بارے میں وزارت عظمٰی اورحکومت کو بھی قربان کردینے کو کامیابی قرار دیا تھا،حضرت شہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم موجودہ حکومت کے خیرخواہ اور کامیابی کے خواہشمند ہیں مگر بیرونی غلامی تسلط اور دباؤ میں آکر اپنے عقیدہ اور ایمان سے دستبردار نہیں ہوسکتے ۔مولانا نے فرمایا کہ سپریم کورٹ کے اس بزدلانہ فیصلہ پر ہمیں خدشہ ہے کہ ہمارے جج ایٹمی طاقت سے دستبردار ہونے کا فیصلہ بھی کربیٹھیں گے ۔انہوں نے فرمایا کہ اگرموجودہ حکمران ناموس رسالتؐ کیلئے کردار ادانہیں کریں گے تو وہ ناکام ونامراد ٹھہریں گے، بہرحال! اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت قبول فرمائے اورقاتلوں کو اللہ تعالیٰ عبرت کا نشان بنائے۔(آمین)

ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا خون رنگ لائے گا، آیئے ! ہم سب عہد کریں کہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے مشن کو جاری رکھیں گے، ان شاء اللہ

جناب محمد کاشف تبسم
کالم نگار روزنامہ ''اسلام''

قدرت کا ایک شاہکار ابدی نیند سو گیا

شاگرد نے اچانک پوچھا: استاد جی آپ کو کسی سے محبت ہوئی ہے؟ میٹرک کی کلاس میں سبق پڑھانے کے بعد شاہ سعود کا یہ سوال سن کر میں خاموش ہو گیا، میری آنکھوں میں اپنے محبوب کا سراپا اتر آیا، میری گہری سوچ نے شاگردوں کو تذبذب میں ڈال دیا، بمشکل میں کلاس سے اٹھا اور کمرے کو چل دیا، میں کیسے بتاتا کہ میں نے بھی کسی کو چاہا اور ٹوٹ کر چاہا ہے، محبت کیلئے ضروری تو نہیں کسی حسین وجمیل چہرے کو نظروں میں سما لیا جائے اور پھر انسان بدنظری، بدفکری اور بدعملی کے عظیم دوزخ میں جلتا بھتا رہے، نوجوانوں کو یہ بات سمجھانا مشکل ہے کہ محبت ایک پاکیزہ جذبہ ہے، عشق اور محبت اپنے بزرگوں سے بھی ہو سکتی ہے اور یہ محبت بھی انسان کو دیوانہ بناتی ہے، تڑپا تڑپا کر بے چین رکھتی ہے اور اپنے کرشمے بھی دکھاتی رہتی ہے۔

ایک ایسی ہی محبت نے مجھے مولانا سمیع الحقؒ کا دیوانہ بنایا، حضرت کی ایک جھلک جامعہ فاروقیہ میں دیکھنے کو ملی، ۸۰ سالہ بزرگ عصا لئے چلے آ رہے ہیں، دراز قد، نحیف بدن، سر پر خاص عمامہ، سرخ وسفید نورانی چہرہ، سادگی وعاجزی کا یہ پیکر کون ہو سکتا ہے؟ جواب ملا: ''یہ مولانا سمیع الحق صاحبؒ ہیں''، اچھا یہ وہی مولانا سمیع الحق صاحبؒ جو مجاہدین کے دلوں کی دھڑکن سمجھے جاتے ہیں، جن کی علمی خدمات کے چرچے ہیں، جو قلم وقرطاس کے عاشق ہیں، جو عالم کفر پر دہشت کا نشان ہیں، جہاد افغان میں مرکزی کردار رکھتے ہیں، یہ وہی ہیں جن کے آنے کی خبر سن کر گورے کانپ اٹھتے اور اپنے ملک میں آنے پر پابندی عائد کر دیتے ہیں، نجانے ان سے متعلق پڑھا، کیا کیا ذہن کی سکرین پر چلنے لگا، اس قدر عظیم قائد اور اتنی زیادہ سادگی!!

بس یہی وہ لمحہ تھا پہلی نظر میں دل دے بیٹھا، پانچ سال کا عرصہ بیت گیا، محبت دھندلاتی دھندلاتی عیاں ہونے لگی، بے قابو ہو کر ان کے مدرسے جا پہنچا، مدرسے کی حدود میں قدم رکھتے ہی دنیا

بدل گئی، سکون ہی سکون بلکہ میں نے اپنی ڈائری میں یہ جملہ لکھا تھا کہ "سکون" کسے کہتے ہیں یہ بات حضرتؒ کے مدرسے "جامعہ حقانیہ" آ کر معلوم ہوئی ہے، اپنے میزبان بھائی حزب اللہ جان صاحب سے حضرتؒ کے بارے معلوم کیا، انہوں نے حضرت سے فون پر بات کی تو فرمایا: "میں سفر پر ہوں، ان سے کہیں آپ کیلئے دعا کر دیتا ہوں"، یہ سچی محبت کا کرشمہ تھا یا حضرتؒ کی شفقت کی انتہا، میں آج تک سمجھنے سے قاصر ہوں، میں ایک عام سا طالب علم تھا اور حضرت سے کوئی رابطہ، تعلق یا پہلے سے تعارف کچھ بھی نہ تھا، پھر بھی ایسا مشفقانہ رویہ اور یہ جواب سن کر میں ان کا مزید گرویدہ ہو گیا، اب آتش شوق سلگتے سلگتے شعلہ جوالہ ہونے لگی تھی، دریا کے کنارے سے یوں پیاسا لوٹ کر تڑپنے لگا اور یہی تڑپ کچھ ماہ بعد پھر جامعہ حقانیہ لے گئی، گزشتہ سال ششماہی امتحان کے بعد وہاں پہنچا، وہی سکون، وہی اطمینان اور چین پایا، اب کی بار بھی حضرت سفر پر جا چکے تھے، میں درد اور سکون کے درمیان کچھ اس حالت میں آ گیا تھا......

درد اتنا ہے کہ ہر رگ میں ہے محشر برپا
سکوں ایسا کہ مر جانے کو جی چاہتا ہے

حضرتؒ سے اب ملنے کا چند دن پہلے ہی پروگرام طے کیا کہ اس سال دوبارہ ششماہی چھٹیوں میں جاؤں گا، مگر ششماہی تو ابھی دور ہے یہ خیال آتے ہی کاغذ قلم لیا اور حضرتؒ کو تین ہفتے پہلے خط لکھ دیا، خط کیا تھا، بس محبت کا اظہار اور دعاؤں کی درخواست تھی۔

اللہ کرے اس کا جواب بھی لکھا جا چکا ہو ورنہ محرومی کا ایک اور جھٹکا آ لگے گا، کاش! ایسا نہ ہو، آج حضرتؒ کی مظلومانہ شہادت نے انہیں شہادت کے مقام پر فائز کیا ہے، وہ تو سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت پا گئے مگر میرا دیس اپنے ایک نامور ہیرو سے محروم ہو گیا، اسلام کا ہیرو چلا گیا اور مجاہدین کے سر سے سائباں اٹھ گیا، علمائے کرام اور طلباء یتیم ہو گئے، آہ! شورش کاشمیری کے وہ اشعار جو امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کی وفات پر چھلکے تھے، آج ہمارے حضرتؒ کی یاد میں نوک قلم پر مچلتے جاتے ہیں...

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے، افق پہ مہر مبین نہیں

جو گرتوں کو تھامتا چلے اقبالؒ کو اسی "ساقی" کی تلاش تھی......

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

شیخ سمیع الحقؒ گرتوں کو تھامتے رہے، جامعہ حقانیہ میں بھی کیا عجب ''میخانہ'' لگا ہے، سکون اور روحانیت کے ''جام'' لنڈھائے جارہے ہیں، یہ ''دورہ حدیث'' کی درس گاہ ہے، روزانہ یہاں پندرہ سو ''بادہ خواروں'' کا جلسہ عام لگتا ہے، سر پر سجی دستاریں، فضا میں خاموشی، مسند حدیث پر شیخ الحدیث جلوہ افروز ہیں، جب ان کے لبوں پر یہ الفاظ مچلتے ہیں قال النبی (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) تو پرکیف ماحول بن جاتا ہے، دل محبت سے لبریز، آنکھوں کی جھپکتی پلکوں سے جھڑتے شبنمی قطرے اور لبوں پر درود شریف کے زمزمے، سبحان اللہ! ساقی کی ادائیں، عشق ومحبت میں ڈوبی وجد آفریں کیفیات اور حدیث کے چمکتے ظروف، ایسی روحانیت وقوت کہ دنیا کی ٹیکنالوجی کو مات دے دی۔

آپ کا چہرہ، ۸۲رسال کی پیرانہ سالی میں بھی جواں رعنا جھلکتا اور نجانے کتنے میدانوں میں مسکراتے مسکراتے اپنے کام میں مگن رہتے، ایک ایسا شخص جو بیک وقت نامور محقق، بہترین ادیب، کہنہ مشق سیاسی رہنما، ملک کے سب سے بڑے دینی تعلیمی ادارے کا مہتمم ومنتظم، ملک کے دفاع میں پیش پیش قائد، حاکم وقت اس کے مشوروں کا محتاج، ملک کو اس کی ضرورت۔

آخر کیا تھا وہ؟ ایک شخص تھا یا پورا جہاں تھا، امیر تھا یا سارا کارواں تھا، اپنے پرائے سب اسی پر نوحہ کناں ہیں، اس کی جدائی میں بہنے والے آنسو صرف اپنے کنبے یا لاکھوں شاگردوں کے ہی نہیں ہیں کتنی ہی جماعتیں اور تحریکیں خود کو یتیم محسوس کرنے لگی ہیں۔

اپنے شیخ اور محبؒ کی یاد میں یہ چند جذباتی سطریں لکھی ہیں کیونکہ میں بھی زلیخا کی سہیلیوں کی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا عقیدت مند ونیاز مند ہوں، فرق یہ ہے کہ زلیخا کی سہیلیوں نے صرف اپنی انگلیاں کاٹی تھیں اور راقم نے زخمی دل کی قاشیں عقیدت ومحبت کے ساتھ نذر قارئین کر دی ہیں، یہ ایک حقیر سا نذرانہ عقیدت ہے۔

ع من قاش فروش دل صد پارہ خویشم

جناب میاں منیر احمد

کالم نگار روزنامہ ''جسارت''

الوداع مولانا سمیع الحقؒ

•...... مولانا شہید کا موقف بھی یہی تھا کہ امریکی فوجوں کے افغانستان سے نکلنے تک وہاں امن قائم نہیں ہوسکتا۔

مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت ملک کی سیاسی اور دینی جماعتوں کے کارکنوں کا بہت بڑا نقصان ہے جس کی تلافی شاید ہی ہوسکے ۸۲ برس کی عمر میں شہادت کا بلند مرتبہ ان کے نصیب میں تھا، مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت عمران خان کی حکومت کے لیے بڑا چیلنج ہے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مولانا سمیع الحقؒ نیا پاکستان کی ریاست مدینہ کا پہلا شہید ہے جو اس حکومت کے لیے آزمائش اور امتحان ثابت ہوگا، وہ ایک متحرک دینی اور سیاسی رہنما تھے، طالبان میں ان کا بہت اثر و رسوخ تھا، افغانستان میں طالبان حکومت کے بانی ملا عمرؒ بھی ان کے شاگرد تھے اور متعدد مجاہدین نے ان کے مدرسے دارالعلوم حقانیہ سے دینی تعلیم حاصل کی، مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہمہ جہت شخصیت تھے، وہ ایک جید عالم دین ہونے کے علاوہ سیاست میں بھی سرگرم تھے، ان کے والد گرامی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی سرپرستی میں ماہنامہ ''الحق'' شائع ہوا کرتا تھا اور مولانا سمیع الحقؒ اسے اعزازی ہمیں ارسال کرتے تھے، ابھی حال ہی میں ان کی کتاب ''تفسیر امام لاہوریؒ'' چھاپنے کی تیاری بھی ہو رہی تھی۔

نائن الیون کے بعد جب طالبان امریکی اور اتحادی افواج کے نشانے پر تھے تو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ہر ایک کی توجہ کا مرکز تھا۔ لوگ اس درس گاہ کو دیکھنا چاہتے تھے جہاں سے افغان مجاہدین و طالبان نے جنم لیا تھا، مولانا فضل الرحمٰن بھی ان کے مدرسے میں طالب علم رہے اور یہیں سے فراغت ہوئی، مولانا مرحوم جنرل ضیاء الحق کے دور میں مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے، بعد میں آئی جے آئی کی تشکیل ہوئی تو اس کے مرکزی رہنما بھی رہے، آئی جے آئی میں یہ اصول طے تھا کہ اتحاد کی رکن جماعتوں کے سربراہ باری باری اس کے سربراہ بنیں گے تاہم جب ان کی باری آئی تو انہوں نے نواز شریف کی بار بار کی درخواست پر آئی جے آئی کی سربراہی ان کے حوالے کردی، مولانا سینیٹ آف پاکستان کے بھی رکن رہے جب کبھی غیر ملکی دورے پر جاتے تو مشاہد حسین سید ان کے

مترجم ہوتے، اخبارنویسوں سے ان کی بہت دوستی تھی ان سے کھلی گفتگو کرتے تھے، وہ خشک مزاج نہیں تھے، سنجیدہ موضوع پر دلیل کے ساتھ گفتگو کرتے اور دوسروں کو قائل کر لیتے، انہوں سیاسی اور غیر سیاسی حکومتوں میں بھی کام کیا، ان کا ساتھ بھی دیا، ناراض بھی ہوئے یہ کیفیت ہمیشہ معمہ رہی۔ جب بھی مولانا کی سیاسی زندگی کے اتار چڑھاؤ کی بات ہوگی اور ان کے زندگی کے اہم اور غیر اہم واقعات بیان کیے جائیں گے لیکن اب مولانا چونکہ تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں لہٰذا تاریخ خود ہی انہیں بیان کرے گی۔

مولانا سمیع الحقؒ ''متحدہ مجلس عمل'' کے بانی ارکان میں سے تھے، ان کی سیاسی زندگی میں آئین میں ترمیم کے لیے آٹھویں اور سترویں آئینی ترمیم کے دواہم ترین آئینی پیکیج آئے آٹھویں آئینی ترمیم کے لیے انہوں نے بہت کردارادا کیا لیکن آئین کی سترویں ترمیم کے وقت وہ ''متحدہ مجلس عمل'' کی قیادت کے ساتھ متفق نہیں ہوئے اور خاموشی کے ساتھ الگ ہوئے تاہم ان کی جماعت کے ایک دوارکان نے جے یو آئی (سینئر) بنالی اور ''متحدہ مجلس عمل'' کی آئینی ترمیمی پیکیج پر دستخط کیے مولانا سمیع الحقؒ تمام عمر اللہ کی راہ میں اپنے علم وعمل سے جہاد کرتے رہے، افغان جہاد میں ان کا بہت اہم کردار تھا افغان طالبان میں ان کا احترام کیا جاتا تھا اور مجاہدین میں انکا اثر، رسوخ تھا مولانا سمیع الحقؒ پاکستان اور افغان طالبان کے درمیان ایک مضبوط رابطہ تھے، انکا موقف بھی یہی تھا کہ امریکی فوجوں کے افغانستان سے نکلنے تک وہاں امن قائم نہیں ہوسکتا، یہ ایک عجیب بات ہے کہ جب بھی طالبان مذاکرات کیلئے آمادہ ہوئے کوئی بڑا سانحہ ضرور ہوا جس سے مذاکرات متاثر ہوئے۔

حالیہ دنوں میں جب ملعونہ آسیہ سے متعلق عدلیہ کا فیصلہ آیا تو اس فیصلے پر بھی مولانا کا ایک موقف تھا انہوں نے بریت کی کھل کر مخالفت کی مولانا سمیع الحقؒ نے حکومت کو بھی کوئی دباؤ قبول نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا، آسیہ کی بریت کے فیصلے کے تین روز بعد ہی مولانا سمیع الحقؒ حادثے کا شکار ہوگئے آسیہ کے معاملے پر عمران خان سے ان کی جو بھی گفتگو ہوئی اس کا راز اپنے سینے میں لے کر وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، مولانا سمیع الحقؒ کو بہیمانہ طور پر قتل کیا گیا، مولانا مرحوم راولپنڈی میں بحریہ ٹاؤن میں مقیم تھے وہاں خفیہ کیمرے بھی لگے ہوئے ہیں ان سے قاتلوں کی نشاندہی ہوسکتی ہے۔ (لیکن تاحال تین سال گزرنے کے باوجود قاتل گرفتار نہ ہوسکے) یہ اطلاعات بھی ہیں کہ افغان حکومت کی طرف سے بھی دھمکیاں مل رہی تھیں اور خفیہ ایجنسی نیشنل ڈیفنس سروس بھی ان کے تاک میں تھی بہرحال! ''دفاع پاکستان کونسل'' کے سربراہ مولانا سمیع الحقؒ ایک دبنگ آواز تھی جواب ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی ہے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ (آمین)

جناب عالمگیر آفریدی
ہفت روزہ ''فرائیڈے اسپیشل''

امت ایک دور اندیش شخصیت سے محروم

- ...... مرحوم کی ناگہانی وفات سے ہم ایک جید عالم سے محروم ہو گئے۔ (جنرل قمر جاوید باجوہ)
- ...... مولانا سمیع الحق کی شہادت کو المناک قرار دیتے ہوئے عالمِ اسلام کیلئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا ہے۔ (امارت اسلامی افغانستان)
- ...... مولانا سمیع الحق تمام اُمتِ مسلمہ کے لئے مشعل راہ تھے۔ (اسد قیصر، سپیکر قومی اسمبلی)
- ...... پاکستان ایک دور اندیش اور معتدل مزاج سیاسی رہنما سے محروم (شاہ فرمان، گورنر کے پی کے)
- ...... مولانا سمیع الحق ایک عظیم مذہبی اسکالر اور محبّ وطن پاکستانی تھے اور آپ کی مذہبی، سیاسی اور ملک کیلئے خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائیگا۔ (محمود خان، وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا)
- ...... مولانا سمیع الحق پاک چین دوستی کے ہمیشہ حامی رہے، چین اور مولانا کی دوستی کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ (پروفیسر لی شی گوانگ، بیجنگ یونیورسٹی)

راولپنڈی میں اپنی رہائش گاہ پر بے دردی سے چھریوں کے وار کر کے شہید کیے جانے والے جمعیت علمائے اسلام (س) کے سربراہ اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم مولانا سمیع الحقؒ کو دارالعلوم حقانیہ کے قبرستان میں اپنے والد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے پہلو میں آہوں اور سسکیوں کے ساتھ سپردِ خاک کر دیا گیا۔ مولانا شہیدؒ کی نمازِ جنازہ گورنمنٹ خوشحال خان ڈگری کالج اکوڑہ خٹک میں ادا کی گئی جس میں اعلیٰ حکومتی حکام بشمول گورنر خیبر پختونخوا شاہ فرمان اور وزیر اعلیٰ محمود خان کے علاوہ تمام مکاتبِ فکر کے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ نمازِ جنازہ مولانا سمیع الحق کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد الحق نے پڑھائی۔ اس موقع مسلم لیگ (ن) کے چیئرمین راجہ ظفر الحق، سابق گورنر خیبر پختونخوا اقبال ظفر جھگڑا، انجینئر امیر مقام، مخدوم جاوید ہاشمی، جماعت اسلامی کے مرکزی امیر سینیٹر سراج الحق، لیاقت بلوچ، سینیٹر مشتاق احمد خان، جے یو آئی (ف) کے مولانا گل نصیب خان،

جماعت الدعوہ کے امیر پروفیسر حافظ سعید، حرکت الانصار کے مولانا فضل الرحمان خلیل، اشاعت التوحید کے مولانا محمد طیب، پیر عزیز الرحمان ہزارویؒ، مولانا الیاس گھمن، اے این پی کے مرکزی رہنماء حاجی غلام احمد بلور بھی موجود تھے۔ نمازِ جنازہ کے بعد مولانا کا جسدِ خاکی دارالعلوم حقانیہ لایا گیا جہاں واقع خصوصی قبرستان میں انہیں اپنے والد مولانا عبدالحقؒ کے پہلو میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ نمازِ جنازہ سے قبل دارالعلوم حقانیہ کے ترجمان مولانا یوسف شاہ نے اعلان کیا کہ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ نے مولانا سمیع الحقؒ کے چھوٹے بھائی مولانا انوار الحق کو ان کی جگہ دارالعلوم حقانیہ کا مہتمم مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے، جبکہ مولانا حامد الحق مدرسے کے نائب مہتمم اور جمعیت (س) کے عبوری طور پر سربراہ ہوں گے۔ اس موقع پر ان دونوں جانشینوں کی دستار بندی بھی کی گئی۔

خیبر پختونخوا کے گورنر شاہ فرمان نے نمازِ جنازہ کے بعد مولانا سمیع الحقؒ کی المناک شہادت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان جیسی اہم اور بڑی شخصیت کا یوں بیدردی سے قتل یقیناً سیکیورٹی پر ایک سوالیہ نشان ہے اور اس حوالے سے اسلام آباد اور راولپنڈی انتظامیہ سے ضرور باز پرس ہوگی اور ذمے دار عناصر کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے گا۔ گورنر نے مولانا سمیع الحقؒ کو ایک مدبر دینی رہنماء قرار دیا اور کہا کہ ان کی وفات سے اسلامیانِ پاکستان ایک دوراندیش اور معتدل مزاج سیاسی رہنماء سے محروم ہوگئے ہیں۔ چیف آف آرمی اسٹاف جنرل قمر جاوید باجوہ نے مولانا سمیع الحقؒ کے صاحبزادے مولانا حامد الحق سے ان کے والد کی وفات پر فون پر اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم کی ناگہانی وفات سے ہم ایک جید عالم سے محروم ہوگئے ہیں۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور خاندان کو صبرِ جمیل عطاء کرے۔ وزیراعلیٰ خیبر پختونخوا محمود خان نے مولانا سمیع الحقؒ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ مولانا سمیع الحقؒ ایک عظیم مذہبی اسکالر اور محبِّ وطن پاکستانی تھے اور آپ کی مذہبی، سیاسی اور ملک کے لیے خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ محمود خان نے مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت پر غمزدہ خاندان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ مصیبت کی اس گھڑی میں مرحوم کے اہلِ خانہ کے ساتھ ہیں۔ وزیراعلیٰ نے مرحوم کے درجات کی بلندی اور غمزدہ لواحقین کے لیے صبر واستقامت کی دعا بھی کی۔

افغان طالبان نے مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کو المناک قرار دیتے ہوئے عالمِ اسلام کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا ہے۔ طالبان نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ امارتِ اسلامیہ افغانستان مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کو تمام عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان کے مسلمان عوام کے لیے عظیم اور ناقابلِ تلافی نقصان سمجھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے شہید کے لیے جنت الفردوس، اقربا، متعلقین،

دینی طبقات، پاکستانی عوام اور مسلم امہ کے لیے صبرِ جمیل کی التجاء ہے۔ شہید مولانا سمیع الحقؒ نے تمام زندگی تعلیمی اور سیاسی شعبے میں دین کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی اور اسی راہ میں جام شہادت نوش فرما گئے۔ انہوں نے سوویت یونین کی جارحیت اور امریکی قبضے کے خلاف افغان مظلوم ملت کے لیے ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیتے ہوئے ان کا ساتھ دیا، ہمیشہ حق بات کی اور افغان عوام کی مظلومیت کی صدا کو بلند کیا۔ امارتِ اسلامیہ افغان مسلمان عوام کی نمائندگی سے شہید مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت پر افسوس اور ان کے قاتلوں کے لیے رسوائی کی دعا کرتی ہے۔

اسی اثنا جامعہ دارالعلوم حقانیہ، جمعیت علمائے اسلام (س) کی مجلس شوریٰ اور خاندان حقانی نے مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کے حوالے سے پالیسی بیان جاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت مولانا سمیع الحقؒ ایک بین الاقوامی اور عالمگیر شخصیت تھے، وہ نہ صرف ایک بہت بڑے تعلیمی ادارے کے مہتمم اور سیاسی جماعت کے امیر تھے بلکہ اس وقت ساری دنیا میں اسلامی بیداری اور انقلابی تحاریک کے سرپرست اور پشتیبان بھی تھے، جہادِ افغانستان کے تمام ادوار اور خصوصا مجاہدین لیڈروں کی آپس کی چپقلش مٹانے اور صلح جوئی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اسی طرح تحریک طالبان افغانستان کے سیاسی اور اخلاقی لحاظ سے پرزور حامی رہے۔ انہوں نے تمام عمر قیام امن، صلح اور افغانستان کے متحارب گروپوں کے درمیان مذاکرات کی بھرپور کوشش کی۔ اس عظیم سانحے کے فوراً بعد پورے عالم اسلام میں دکھ اور غم کی لہر دوڑ گئی تھی لیکن افغانستان و ہندوستان کے چینلز اور خصوصاً سوشل میڈیا پر مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت پر خوشی اور جشن منایا گیا اور ان کے خلاف غلیظ پروپیگنڈہ کیا گیا اور آپ کی شخصیت کو مجروح کرنے کی بھی کوششیں کی گئیں جس کی ہم بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی کسی سے کوئی ذاتی دشمنی اور عناد نہیں تھا، مدرسہ حقانیہ سے لے کر جمعیت علمائے اسلام تک، ''دفاعِ پاکستان کونسل'' سے لے کر دیگر اسلامی تحریکوں تک، خاندان سے لے کر اہلِ علاقہ تک سب سے ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ ہمیں انتہائی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ملک کے کچھ عناصر اور حلقوں کی جانب سے اپنی نااہلی کو چھپانے کے لیے کچھ متضاد قسم کے بیانات جاری کیے جا رہے ہیں جو حقائق کے منافی اور بے بنیاد ہیں۔ جب تک تمام ادارے تحقیق کے بعد کسی نتیجے تک نہ پہنچیں اس وقت تک بے بنیاد بیانات دینے سے گریز کیا جائے، مولانا کی شہادت کو گروہی یا ذاتی تنازعے کا نام دینا انتہائی بے بنیاد ہے۔ ہزاروں لوگ، ان کی جماعت اور دارالعلوم حقانیہ سمیت خاندان حقانی اس پر شاہد ہے کہ ان کی شہادت کوئی اندرونی مسئلہ نہیں بلکہ افغانستان، انڈیا و بیرونی عناصر کی سازشیں اس میں بہت حد تک شامل ہیں۔

اسی دوران جامعہ حقانیہ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی یاد میں ایک تعزیتی ریفرنس کا انعقاد بھی کیا گیا جس سے خطاب کرتے ہوئے اسپیکر قومی اسمبلی اسد قیصر نے کہا کہ مولانا سمیع الحقؒ تمام امتِ مسلمہ کے لیے مشعلِ راہ تھے، ان کی کمی کبھی پوری نہیں ہوسکتی، حکومت ہر ممکن طریقے سے قاتلوں کو پکڑنے کی کوشش کررہی ہے۔ مولانا سمیع الحقؒ جید عالم اور ہمیشہ امن کے داعی رہے۔ وفاقی وزیر دفاع پرویز خان خٹک نے کہا کہ ہم جید عالم، بزرگ سیاست دان اور امن کے داعی سے محروم ہوگئے ہیں، جن لوگوں نے بھی یہ کام کیا ہے وہ قانون کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔ ان شاء اللہ بہت جلد مولانا سمیع الحقؒ کے قاتلوں کو گرفتار کرلیا جائے گا۔ سابق چیئرمین جوائنٹ چیف آف اسٹاف کمیٹی اور سابق چیف آئی ایس آئی لیفٹیننٹ جنرل (ر) احسان الحق نے کہا کہ مولانا سمیع الحقؒ کے جانے سے ساری امتِ مسلمہ اور پاکستان کا نقصان ہوا ہے۔ امتِ مسلمہ مولانا سمیع الحقؒ کی کمی ہمیشہ محسوس کرتی رہے گی۔ خطے اور افغانستان میں امن کے لیے ان کی عملی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ مسلم لیگ (ن) کے مرکزی رہنما سینیٹر مشاہد حسین سید نے کہا کہ مولانا سمیع الحقؒ جیسے عالم کا قتل پاکستان کے امن پر وار ہے، انہوں نے ہمیشہ پاکستان اور خطے کے امن کے لیے اپنا کردار ادا کیا۔ تعزیتی ریفرنس سے خطاب کرتے ہوئے قومی وطن پارٹی کے چیئرمین آفتاب احمد خان شیرپاؤ نے کہا کہ مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت پوری امتِ مسلمہ کے لیے بڑا سانحہ ہے، امن اور دوستی کا پیغام دینے والے کو بیدردی سے شہید کیا گیا ہے، غمزدہ خاندان کے غم میں برابر کے شریک ہیں، سانحہ کی تحقیقات کے لیے جے آئی ٹی بنائی جائے، مولانا نے پاک افغان تعلقات کی بہتری کے لیے کام کیا۔ ریفرنس سے وفاقی وزیر توانائی عمر ایوب، ممتاز صحافی رحیم اللہ یوسفزئی، مولانا احمد لدھیانوی، مولانا محمد طیب طاہری، مولانا انوار الحق، ڈپٹی اسپیکر صوبائی اسمبلی محمود جان، مولانا مفتی محمد قاسم بجلی گھر، مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا یوسف شاہ، مولانا عرفان الحق، مولانا حامد الحق، امیر مولانا عبدالمنان، سینیٹر الیاس بلور نے بھی خطاب کیا۔ چائنا کی مشہور بیجنگ یونیورسٹی کے پروفیسر لی شی گوانگ نے مولانا سمیع الحقؒ کی یاد میں منعقدہ تعزیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا سمیع الحقؒ پاک چین دوستی کے ہمیشہ حامی رہے۔ چین اور مولانا سمیع الحقؒ کی دوستی کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مولانا سمیع الحقؒ مرحوم چینی ثقافت کو قریب سے جانتے تھے، چین ہمیشہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی دوستی کو یاد رکھے گا، میں چینی حکومت کی جانب سے تعزیتی ریفرنس میں شریک ہوا ہوں، مولانا سمیع الحقؒ نے تیس سال قبل دورہ چین کے موقع پر چینی مسلمانوں سے بھی ملاقات کی تھی۔ میں نے کئی مرتبہ مولانا سمیع الحقؒ سے ملاقاتیں کیں اور دارالعلوم حقانیہ اور چینی یونیورسٹیوں کے مابین تعلیمی وفود کا تبادلہ بھی ہوتا رہا۔

مولانا سمیع الحقؒ کی دینی و ملی خدمات اور ان کے قد کاٹھ کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی شہادت اور بالخصوص جس بہیمانہ طریقے سے انہیں شہید کیا گیا ہے، وہ بلاشبہ حکومتِ وقت کے ساتھ ساتھ تمام متعلقہ خفیہ ایجنسیوں کی کارکردگی پر ایک بڑا سوالیہ نشان ہے۔ حیرت ہے کہ ایک ہفتہ گزرنے کے باوجود (ڈھائی سال) اب تک اس قتل کے حوالے سے کسی بھی سطح پر کوئی پیش رفت نظر نہیں آئی، حتیٰ کہ اب تک پولیس اور دیگر متعلقہ ادارے اس نتیجے پر بھی نہیں پہنچے کہ آیا یہ قتل کس نے کیا ہے؟ یا پھر اس واردات کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما ہوسکتے ہیں؟ مولانا سمیع الحقؒ کی سطح کے قومی رہنما کے راولپنڈی جیسے بڑے شہر اور بحریہ ٹاؤن جیسی جدید بستی میں سرِ شام قتل کو پنجاب پولیس جس روایتی انداز میں ڈیل کررہی ہے اور اب تک ان کے قتل کو جس طرح دہشت گردی یا کسی بین الاقوامی سازش کے بجائے روٹین کا ''خانگی واقعہ'' ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے وہ بذاتِ خود پولیس اور دیگر متعلقہ اداروں کی نااہلی کا کھلم کھلا ثبوت ہے جس کی طرف مولانا سمیع الحقؒ کے بیٹے اور ان کے سیاسی جانشین مولانا حامدالحق نے بھی واضح اشارہ کیا ہے۔ مولانا سمیع الحقؒ کی شخصیت، ان کے کردار اور مختلف قومی اور بین الاقوامی امور میں ان کے واضح اور دوٹوک نقطہ نظر کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی شہادت کے پیچھے جہاں بیرونی ہاتھوں کو بآسانی تلاش کیا جاسکتا ہے وہیں ان کی اس بے سروسامانی میں شہادت بجائے خود متعلقہ اداروں کی غفلت اور عدم توجہی کا بھی بین ثبوت ہے۔

افغان طالبان کی اٹھان اور سرپرستی، نیز جہادِ کشمیر کی حمایت اور پشتی بانی سمیت دفاعِ پاکستان کونسل کے پلیٹ فارم سے سیاسی اور جہادی قوتوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کی مولانا سمیع الحقؒ کی کوششوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں نہ تو کوئی عام روایتی سیاست دان قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی وہ کوئی عام روایتی مولوی تھے، بلکہ وہ وطنِ عزیز میں پرامن جمہوری و سیاسی جدوجہد کے ذریعے نفاذِ شریعت کے مدعی تھے، اس کے ساتھ ساتھ خطے میں اسلامی تحریکوں کی سرپرستی اور پشتی بانی کے علاوہ ملکی سلامتی اور وحدت کے حوالے سے ان کی کاوشیں نہ تو کسی سے ڈھکی چھپی ہیں اور نہ ہی کوئی بھی محبِّ وطن ان کی اِن کوششوں اور مثبت طرزِ عمل سے انکار کی جرات کرسکتا ہے لہٰذا اس پس منظر اور اس تمام صورتِ حال کا تقاضا ہے کہ حکومت اور متعلقہ ایجنسیوں کو مولانا سمیع الحقؒ کی المناک شہادت کو نہ صرف انتہائی سنجیدگی سے لینا چاہیے، بلکہ ان کی شہادت میں ملوث عناصر کی فی الفور نشاندہی اور گرفتاری کے ساتھ ساتھ انہیں کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے بھی جتنا جلدی ہوسکے، عملی اقدامات اٹھانے چاہئیں۔

مفتی محمد یونس قاسمی
جامعہ مدنیہ ہنگو

جیوں تو یوں جیوں زندگی کو بھی رشک آئے

سنن الدارمی کی ایک روایت ہے کہ عن الحسن قال : كانوا يقولون : موت العالم ثلمة في الاسلام لايسدها شئ ما اختلف الليل والنهار (الدارمی:۳۲۶) ''حضرت حسن بصریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ عالم کی موت سے اسلام میں ایسا سوراخ آجاتا ہے، جسے کوئی چیز بھی بھر نہیں سکتی، اس وقت تک جب تک دن رات کا اختلاف باقی ہے (یعنی قیامت کے دن تک کوئی چیز اس خلا کو نہیں بھر سکتی)

ارفع بہشت سے بھی تیرا مقام ہے

مولانا سمیع الحق شہیدؒ دورہ تفسیر کیلئے اپنے وقت کے مشہور مفسر، قرطبی زمانہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے پاس تشریف لے گئے اوران سے مکمل قرآن شریف کی تفسیر درساً پڑھی اور شہادت سے پہلے تقریباً سورۃ نجم تک اس تفسیر کو مرتب فرما چکے تھے (گوکہ مولاناؒ سورۃ الناس تک تمام تفسیر حضرت لاہوریؒ سے قلمبند کر چکے تھے لیکن بقیہ تین پاروں پر صرف حواشی ودیگر تفسیری نکات اور توضیحات باقی رہ گئے تھے) جسے شہادت کی وجہ سے تکمیل نہ کر سکے۔

اے جان دینے والے محمدؐ کے نام پر — ارفع بہشت سے بھی تیرا مقام ہے

اللہ سے دعا ہے کہ یہ تفسیر مکمل ہوکر منصۂ شہود پر آجائے تا کہ عوام وخواص اس سے مستفید ہوسکیں۔

عوام کی مجلس

امام الشہداء جس محفل میں بیٹھتے تو محفل کی رونق رہتے، عوام میں تعلیم یافتہ طبقہ ہوتا، یا ان پڑھ جاہل، سیاست دان ہوتے، یا کسی جماعت کے کارکن، کوئی متعلقین میں ہوتے، یا عقیدت مندوں میں سب کی نظر آپ پر رہتی، جب محفل میں آپؒ ہوتے تو کسی کو دوسروں سے مسئلہ پوچھنے کی جرأت نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو حالات پر گہری نظر رکھ کر بولنے کا ملکہ عطا فرمایا تھا، مزید براں حالات کی نزاکت اور سامعین کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے بولنے کے گر سے آگاہ تھے، اس لئے جب بھی زبان کھولتے تو مقتضی الحال کی رعایت اور شخصیت کی جاذبیت کی بدولت پر آپ کا راج چلتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور امام الشہداء

آج سے ٹھیک چودہ سو سال پہلے ، ۳۵ھ میں آٹھ ذی الحجہ کو بدبختوں کے ایک گروہ نے دیوار پھلانگ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا ، بدبخت کنانہ بن بشیر نے آتے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تلوار چلائی ، ان کی بیوی نائلہ نے فوراً آگے بڑھ کر تلوار کو ہاتھ سے روکنا چاہا، جس کی وجہ سے ان کی انگلیاں کٹ کر الگ ہوگئیں ، پھر دوسرا وار کیا جس سے آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے ،اس وقت آپ رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے ،خون کے قطرے قرآن کریم کی آیت فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (البقرة:۱۳۷) پر گرے ،عمر بن عمیق نے آپ رضی اللہ عنہ پر نیزے سے پے درپے وار کرکے گہرے نو زخم پہنچائے ،عمیر بن حتانی نے آگے بڑھ کر ٹھوکریں ماریں، جس سے آپ کی پسلیاں ٹوٹ گئیں،الغرض گھر میں قیامت برپا ہوگئی۔حضرت امام الشہداءؒ (مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ جنہیں افغان طالبان کی شوریٰ نے تعزیت کے موقع پر امام الشہدا کا لقب دیا تھا) کی خوش بختی اور نیک بختی دیکھئے کہ آپ رحمہ اللہ کو بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح اسلام دشمنوں نے گھر میں گھس کر مظلومانہ شہید کیا،حسنِ اتفاق دیکھئے کہ دونوں کی شہادت جمعہ مبارک کو ہوئی ......

جیوں تو یوں جیوں زندگی کو بھی رشک آئے
مروں تو یوں کہ موت بھی کہے ہائے کون مر گیا

حضرت امام الشہداءؒ جیسی علمی ، وسیع الظرف ،خلق خدا کی خیرخواہ اور اتفاق واتحاد کی فضا سازگار بنانے کی علمبردار شخصیت کو کائنات کے بدبختوں نے کیوں قتل کیا؟ آپؒ کی موت یقیناً عزت ہی کی موت رہی ، شہادت کا بلند رتبہ پایا اور جس بیدردی سے شہید کردیئے گئے ، اسلئے اپنے تو کیا، غیروں کی آنکھیں پرنم ہوئیں ،آپؒ کے صاحب زادے مولانا اسامہ سمیع صاحب نے بتایا کہ تمام جسم، چہرے، سینے، پیٹ وغیرہ پر خنجر کے ۲۲ زخم تھے ،اوران میں سے ایک بھی پشت اور پیٹھ پرنہیں ، جو آپؒ کی جرأت اور بہادری کی نہ صرف دلیل بلکہ بہت سارے بزدلوں اور باطل کے یاروں کیلئے ایک خاموش پیغام بھی ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کے حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

جناب فیاض الرحمٰن، لوند خوڑ

جبر واستقامت اور صبر وشجاعت کی سبق آموز داستان

- ...... خلفاء شہداء اور بدر واحد کے شہداء نے ان کا استقبال کیا ہوگا
- ...... مولانا سمیع الحق شہید کیلئے ''موت'' ایک تحفہ ہے

وطن عزیز میں آگ اور خون کا کھیل تا حال جاری ہے اور خدا جانے کب تک جاری رہے گا، لیکن اس بار جو خون بہایا گیا وہ بہت بھاری تھا، یہ ایک شہادت کئی اموات پر بہت بھاری ہے، لاکھوں مسلمانوں کے پیر ومرشد اور استاد مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے بھی اوروں کی طرح ریاست مدینہ کی امن وامان اور خوشحالی وسکون کے خواب دیکھے تھے مگر ان کو معلوم نہیں تھا کہ اس نئی ریاست مدینہ میں سب سے پہلے جو خون بہایا جائے گا، جس پر ہر آنکھ اشکبار ہوگی وہ میرا ہی خون ہو گا، اسے خبر نہیں تھی کہ نئی ریاست مدینہ میں جس عظیم شخصیت کے ساتھ کربلا کے مظلوموں جیسا سلوک ہوگا، وہ میں ہی ہوں گا،۲/نومبر/۲۰۱۸ء بروز جمعۃ المبارک جب قاتلوں نے حضرت شیخ الحدیث پر حملہ کیا تو کتنی مشابہت نظر آئی، ریاست مدینہ منورہ کے شہداء اور اس شہادت میں؟

جب یہ وحشی درندے حضرت کے گھر میں داخل ہوئے ہوں گے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فرشتوں نے آگاہ کردیا ہوگا، آبدیدہ ہوگئے ہوں گے، ایک بار پھر امن وامان اور اسلام کے باغی ایک بے تاج خلیفہ کا خون کرنے ان کے گھر میں گھس گئے ہیں جب بے بس، عمر رسیدہ شیخ الحدیث کے سینے پر خنجر سے وار ہوا ہوگا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شیخ رحمہ اللہ سے کہا ہوگا کہ رنجیدہ نہ ہونا یہی ہوتا آرہا ہے، خنجر اور خلفاء کا رشتہ تو مدینے سے چلا آرہا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روح نے آواز دی ہوگی کہ مولانا! ناراض نہ ہونا، میں بھی تو اسی راستے سے ہوکر دربار الٰہی میں پہنچا ہوں، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے پکارا ہوگا کہ عاشق رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) تو نے تو میری یاد دلادی امت کو، چہرہ انور سے خون ٹپکا ہوگا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یقیناً آواز دی ہوگی کہ میں بھی اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر قربان ہوا تھا، چہرے اور گردن کا خون بے بسی

کے عالم میں بہایا تھا، آپ نے تو میری لاج رکھ لی، اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے چہرے اور سر کا خون بہا کر امت کو یاد دلایا کہ حسینؓ آج بھی موجود ہیں۔

ہمارے شفیق شیخ ! آپ کی جدائی نے ہمیں بہت رنجیدہ اور دلگیر کر دیا ہے، مگر مجھے یقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر آپ کے استقبال کیلئے کھڑے ہوئے ہوں گے اور فرمایا ہوگا کہ میرا یہ عاشق صرف منبر اور سٹیج پر میرے عشق کے دعویدار نہیں تھا بلکہ یہ واقعی میرا عاشق ہے، جس نے میری ناموس کی خاطر اپنے جسم کو چھلنی کر دیا ہے، کتنا جشن ہوگا؟ اور کیا عجیب سماں ہوگا، جب آپ کا استقبال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد کھڑے شہدائے بدر، شہدائے کربلا اور شہدائے مدینہ نے کیا ہوگا، کتنی محبت اور گرمجوشی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو گلے لگایا ہوگا کہ جان مجھ پر نچھاور کر کے آئے ہو۔ ہمارے شیخ ! ہمیں تو آپ کی جدائی نے خون کے آنسو رلا دیئے مگر مکے اور مدینے کے شہداء کے چہروں پر مسکراہٹ بکھیر دی، دنیا گواہ ہے شیخ رحمہ اللہ! کہ آپ نے کبھی غرور اور تفاخر کو چھوا تک نہیں مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا استقبال کیا ہوگا تو آپ کا وہ فخر تو قابل دید ہوگا، آپ نے کس قدر افتخار اور خوشی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہوگا کہ دیکھئے! میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کے لئے سینے کو چیر کر اور چہرے کو خون میں لت پت کر کے حاضر ہوا ہوں۔

مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے، جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

نئی ریاست مدینہ کے شہید اعظم ! آپ نے عزیمت پر عمل کر کے زندگی گزار دی، اصولوں پر کبھی سمجھوتہ نہ کیا، شہید ناموس رسالتؐ ! ہم سب گواہ ہیں کہ آپ صرف پاکستان اور پاکستانیوں کی خوشی اور خوشحالی امن اور سکون کے خواہش مند نہیں بلکہ آپ نے تو ہمیشہ پوری امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور سکون کیلئے کوششیں کیں، یا اللہ ! تو بڑی غیرت مند ذات ہے، تیرے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہمارے شیخ الحدیث شہید رحمہ اللہ نے غیرت دکھائی، اللہ تعالیٰ اپنی غیرت کے واسطے ان سب درندوں کے کلیجے کتوں سے چبوائیے گا، جو شیخ الحدیث کے قتل میں ملوث ہیں، یا اللہ ! ہمارے شیخ رحمہ اللہ کی شفقت ومحبت کا تو زمانہ گواہ ہے اللہ تو بھی اس کے ساتھ شفقت ومحبت فرما، مولانا طارق جمیل صاحب نے فاتحہ خوانی کے موقع پر کیا خوب فرمایا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ جیسے نیک، شفیق اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تو موت ایک تحفہ ہے۔

مولانا نور ہاد حقانی
فاضل جامعہ دارالعلوم حقانیہ

جمعہ کے دن موت کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے حضرت امام شہداء مولانا سمیع الحقؒ پر بوقت اجل بھی بہت بڑا فضل و احسان فرمایا کہ انہیں موتِ شہادت عطاء فرمائی، موت شہادت بھی افضل الایام وسید الایام جمعۃ المبارک کے دن ذلك فضل الله يُؤتيه مَنْ يشاء ایک باکمال اور درویش صفت مسلمان کیلئے حسن خاتمہ اور کامل ایمان و اسلام کا یہ بیّن ثبوت ہے۔ امام ترمذیؒ کی روایت ہےقال النبی صلی الله عليه وسلم مامن مسلم يموت يوم الجمعة او ليلة الجمعة الا وقاه الله فتنة القبر "جومسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات وفات پاتا ہے، اسے اللہ قبر کے عذاب سے بچالیتا ہے'' جمعہ کے دن یا رات کی وفات پر اور بھی کئی روایات موجود ہیں۔ احادیث مبارکہ کی بڑی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ:

☆ جمعہ کے دن وفات پانے والے مسلمان قیامت کے دن خاص نشان کے ساتھ آئیں گے۔

☆ جمعہ کے دن عذاب سے بھی حفاظت اور منکر نکیر کے سوالات میں آسانی کا ضامن۔

☆ جمعہ کے دن وفات پانے والے کا فائدہ مومن مسلمان کو روز قیامت اور میدان حشر میں بھی ہوگا۔

الحاصل! حضرت شہیدؒ باوجود اس کے کہ وہ ایک عظیم محقق و مدقق عالم دین، مفسر قرآن، محدث عظیم اور صاحب قلم مصنف تھے اور آپ کا اصل میدان تعلیم و تدریس، جہاد فی سبیل اللہ وسیاست مدنی کی جہد مسلسل کے ساتھ ساتھ آپؒ شہادت کے عاشق زار تھے۔ چنانچہ رب کائنات نے آپ کو اپنی ملاقات کیلئے جمعہ کا دن عطاء فرمایا جو کہ خود ایک نوع مقبول شہادت عنداللہ کا ایک بین ثبوت اور واضح دلیل ہے، عَاشَ سَعِيداً ومَاتَ سعيداً۔ وفات کے دوسرے دن احقر اور عم زاد برادر محترم مولانا فرمان حقانی مدظلہ نے ان کے چہرۂ انور کو جامع مسجد حقانیہ میں دیکھا تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت الشہیدؒ تبسم فرما رہے ہیں گویا کہ ان اشعار کا مصداق ہے۔

یاد داری کہ وقت زادن تو ہم خنداں بود و تو گریاں
ایں چناں مردی کہ وقت مردن تو ہمہ گریاں بودند توخنداں

مولانا یاسین بلال حقانی

فاضل جامعہ دارالعلوم حقانیہ

تاریخ کے اوراق کا تابندہ ستارہ

کئی بار قلم ہاتھ میں تھاما کہ اپنے شیخ مربی ، امام المجاہدین، امام الشہداء ،شہید ناموس رسالتؐ پر کچھ تعزیتی کلمات لکھوں لیکن نہ ہاتھ قلم کا ساتھ دینے کو تیار ہیں اور نہ ہی دل ودماغ قلم کو کچھ لکھنے کی اجازت دیتے ہیں اور ہر بار قلم کی نوک سے پہلے ہی آنکھوں سے آشوب کی ایک نہ تھمنے والی لڑی ورق پر سیاہی سے سبقت حاصل کر لیتی ہے ۔اُف کیا عجیب وقت تھا کہ جب یہ اطلاع ملی کہ نامعلوم افراد نے شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو شہید کر دیا۔

ہر روز، شب شام و سحر لوگ چلے جاتے ہیں
نہیں معلوم تہہ خاک تماشا کیا ہے

اس اطلاع نے ہوش وحواس کو سن کر دیا بار بار یہی خیال آیا نہیں نہیں یہ خبر غلط ہے مگر

تیری جدائی میں جانے والے وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تیری مرگ ناگہان کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

حضرت شیخ شہیدؒ کی شہادت نے دل کی دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، ان کی نورانی چہرے کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی ایسی کیفیت طاری تھی کہ گویا قیامت برپا ہوگئی ہو۔

بہرحال! دل کو بہت تسلیاں دی مگر دل تسلی قبول نہیں کر رہا تھا اور اسی کشمکش میں ساری رات بیت گئی،صبح جب مدرسہ پہنچا تو جامعہ میں قدم رکھنے کی جگہ نہ تھی، ہزاروں معتقدین ،علمائے کرام سیاست دان ،دانشور اور ملک بھر سے لوگ جوق در جوق آرہے تھے مگر آج میں کافی زیادہ ہجوم کے باجود مدرسہ خالی خالی محسوس کر رہا تھا اور خود کو یتیم اور بے آسرا، بہرحال! حضرت شیخ شہیدؒ کا جسد مبارک دیدار کیلئے جامعہ لایا گیا، کئی بار کوشش کی مگر دل نے برداشت نہ کیا کہ وہ شخصیت جو ہر میدان میں شیروں کی طرح کفریہ طاقتوں کو للکارتا تھا آج خاموش نظر آرہی ہے۔

کڑے سفر کا تھا مسافر ، تھکا ہے ایسا کہ سو گیا ہے
خود اپنی آنکھیں تو بند کر لیں ہر ایک آنکھ بھگو گیا ہے

جنازہ تین بجے بعد از ظہر مقرر ہوا اور پھر آسمان نے وہ منظر دیکھا گویا رب العالمین کے فرشتے بھی جنازہ میں انسانی شکل میں شریک ہو رہے ہیں اتنے زیادہ لوگ دیکھ کر امام احمد بن حنبلؒ کا قول یاد آیا بیننا وبین اهل البدع الجنائز کہ ہمارے حق پہ ہونے کی دلیل ہمارے جنازے ہوں گے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ ہشت پہلو شخصیت تھے جس کی زندگی کا ہر پہلو مثالی تھا اور شاید ایسا کوئی شخص نہیں ہوگا جو ان کے خدمات سے انکار کرے۔ حضرت شیخ شہیدؒ بیک وقت دین کے تمام شعبوں میں اپنے کارہائے نمایاں سرانجام دے رہے تھے، اگر کوئی ان کی قربانیوں سے انکار کرے تو ہر شعبہ بزبان حال یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ یہ حضرت شیخ شہیدؒ کی محنتوں اور قربانیوں کا نتیجہ ہے، جب بھی مؤرخ تاریخ کے اوراق قلم بند کرے گا تو جہاد کے شعبہ میں افغانستان کے سنگلاخ پہاڑوں میں لق ودق بیابانوں میں سرخ ریچھ (روس) کو شکست فاش دینے والے مجاہدین کے پیچھے کارفرما قوت کا نام مولانا سمیع الحقؒ اور جامعہ حقانیہ لکھے گا۔ سیاست وقیادت کا میدان ہو تو ہر ہر پلیٹ فارم پر دین اسلام کی سربلندی اور دین اسلام کے نفاذ کیلئے جدوجہد کرنے والا، قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل تک جہد مسلسل کرنے والا شخص مولانا سمیع الحق شہیدؒ پائے گا۔ اسی طرح مدارس کی تعمیری وترقی اور دفاع کے میدان میں مؤرخ جامعہ حقانیہ اور مسجد مولانا عبدالحقؒ نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اگر تصنیف وتالیف کے میدان میں قرآن کی خدمت ''تفسیر لاہوری'' کی شکل میں، حدیث کی خدمت، ''حقائق السنن'' اور ''زین المحافل'' کی شکل میں، فقہ کی خدمت فتاوی حقانیہ کی شکل میں، صحافت کے میدان میں ماہنامہ الحق، قادیانیت کے خلاف ردقادیانیت کے موضوع پر کافی زیادہ کتابیں تالیف فرما کر ختم نبوت کے میدان میں اپنا حصہ ڈالا۔

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

شیخ شہیدؒ اتحاد امت کے زبردست داعی تھے، اجتماعیت پر بہت زور دیتے تھے، ہر ہر لفظ سے اتفاق و اتحاد کا جذبہ ٹپکتا تھا، درس وتدریس میں علوم و معارف کے سمندر سے تشنگان علوم کی پیاس بجھاتے رہے۔ ان کے ہزاروں تلامذہ درس وتدریس، علم وعمل کے میدان میں آفتاب و مہتاب بن

کر دنیا کے مختلف اطراف میں نمایاں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور تصنیف و تالیف کے شعبے میں حضرت شیخ شہیدؒ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ جب کسی بھی موضوع پر قلم اٹھاتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ گویا الفاظ آپ کے مطیع ہیں اور خود بخود آپ کی جھولی میں گر رہے ہیں۔

تاریخ تیرے نام کی تعظیم کرے گی
تاریخ کے اوراق میں تو زندہ رہے گا

حضرت شیخ شہیدؒ صرف ایک مولانا نہیں تھے بلکہ بیک وقت مہتمم جامعہ حقانیہ، جمعیت علمائے اسلام (س) کے سربراہ، ''دفاع پاکستان کونسل'' کے چیئرمین، عظیم مصنف، شیخ التفسیر، شیخ الحدیث اور ''فادر آف طالبان'' تھے۔ ایک دفعہ شیخ شہیدؒ کا ایک انٹرویو سن رہا تھا اینکر نے سوال پوچھا مولانا صاحب! آپ کو لوگ ''فادر آف طالبان'' کہتے ہیں اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ مولانا صاحب نے بلا تاخیر و بلا جھجک سینہ تان کر جواب دیا میں اس پر فخر کرتا ہوں کہ مغرب مجھے ''فادر آف طالبان'' کہتا ہے۔ حضرت شیخ شہیدؒ ہمیشہ حق کیلئے لڑ رہے تھے اور ہر وقت توڑنے کی نہیں بلکہ جوڑنے کی سیاست کرتے تھے اور پوری زندگی وحدت و یکجہتی کیلئے کوششیں کرتے رہیں اور ان کیساتھ ساتھ ایک محبِّ وطن پاکستانی تھے وطن عزیز کیلئے جتنے خدمات کئے تھے کسی سے پوشیدہ نہیں اور ہمیشہ ملکی حالات کشیدہ ہونے پر قوم کو صبر و تحمل کی تلقین کیا کرتے اور پاکستان کے دفاع و سلامتی کیلئے بھرپور کوششیں کرتے اور اس کیساتھ ساتھ آپ نے ملک میں جمہوریت کی بحالی اور جمہوری اداروں کی بالادستی کیلئے ایک طویل جدوجہد کی، جو پاکستان سمیت اقوام عالم کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائے گی۔

ایک کتاب میں نظر سے گزرا تھا کہ مولانا ابوالکلام آزادؒ پر لکھنے کیلئے دوسرے ابوالکلام آزادؒ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اپنی کم علمی سے صرف اتنا کہوں گا کہ زیادہ لوگ شہادت کی موت مانگتے ہیں لیکن آج شہادت نے مولانا سمیع الحقؒ کو مانگا اور ''بستر مرگ'' پر کئی لوگ دیکھے گئے لیکن آج پہلی بار ''بستر شہادت'' کا تذکرہ بھی سن لیا۔ آخر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن ظالموں نے مولانا صاحب کو شہید کیا میرے اندازے کے مطابق ان کے جسم میں دل نہیں بلکہ پتھر کا ایک ٹکڑا تھا کہ جس چہرے کو دیکھنے کیلئے ہم ترس رہے تھے اس چہرہ پر وار کر کے ان کو شہید کر دیا گیا۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا